ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری (اردو)

کتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ـ كتاب المغازي

احادیث : 3649 - 4473

6

تالیف: اِمام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری

ترجمہ و شرح

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالستار الحماد

دار السلام
DARUSSALAM

ہدایۃ القاری

شرح صحیح البُخاری (اردو)

6

سعودی عرب

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com

Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الریاض • العلیا۔ فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 1 00966 فیکس: 4735221

• سویدی فون: 4286641 1 00966 • سویلم فون/فیکس: 2860422 1 00966

جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270 مدینہ منورہ فون: 8234446,8230038 4 00966 فیکس: 8151121 04

الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 3 00966 خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 7 00966

ینبع البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 قصیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 3696124 6 00966

امریکہ • نیویارک فون: 5925 625 718 001 • ہوسٹن: 0419 722 713 001 کینیڈا • نصیرالدین الخطاب فون: 4186619 416 001

لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون: 77252246 20 0044-85394885 20 0044 • دارکہ انٹرنیشنل: 7739309 0121 0044

متحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 فرانس فون: 52928 480 01 0033 فیکس: 52997 480 01 0033

انڈیا • دارالسلام انڈیا فون: 45566249 44 0091 موبائل: 12041 98841 0091 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 4180 2373 22 0091

• ہدی بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 4892 2451 40 0091 موبائل: 30850 98493 0091 • ایم ایس براک انٹرپرائزز فون: 42157847 44 0091

سری لنکا • دارالکتاب فون: 358712 115 0094 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 2669197 114 0094

پاکستان

36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 00 324 372 ,24 400 372 ,34 240 373 42 0092 فیکس: 72 540 373 042

www.darussalampk.com

اُردو بازار: غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 54 200 371 42 0092 فیکس: 03 207 373 042

ڈیفنس: Y بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان: 2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون: 10 926 356 42 0092

گلبرگ: دُکان نمبر 2، گراؤنڈ فلور، بگ سٹی پلازہ لبرٹی گول چکر گلبرگ III لاہور فون: 50 738 357 42 0092

کراچی مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دُوسری گلی، کراچی فون: 36 939 343 21 0092 فیکس: 37 939 343 21 0092

اسلام آباد F-8 مرکز، ایوب مارکیٹ، شاہ ویز سنٹر فون: 13 15 228 51 0092 islamabad@darussalampk.com

ملتان 995- انکم ٹیکس آفیسر کالونی، بوسن روڈ۔ ملتان فون: 24 00 622 61 0092

فیصل آباد کوہ نور سٹی (پلازہ نمبر: 1، دکان نمبر: 15) جڑانوالہ روڈ، فیصل آباد فون: 44 19 850 41 0092

هِدَايَةُ القَارِي
شَرح صَحِيح البُخَارِي

کتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ـ كتاب المغازي ✧ أحاديث : 3649 ـ 4473

6

تالیف

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

194-256ھ

ترجمہ و شرح

شیخ الحدیث حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

نظرثانی، تصحیح و تنقیح اور اضافات

حافظ صلاح الدین یوسف
مولانا ابو عبداللہ محمد عبدالجبار
حافظ محمد آصف اقبال
مولانا محمد عثمان منیب
مولانا غلام مرتضیٰ
مولانا مختار احمد ضیاء

دار السلام
DARUSSALAM

فہرست مضامین (جلد ششم)

فضائل کا معنی ومفہوم اور صحابی کی تعریف

لغوی اعتبار سے فضائل، فضیلت کی جمع ہے۔ اس کے معنی اضافہ اور زیادتی کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر فضائل سے مراد اچھی خصلتیں اور پسندیدہ عادات ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحابی کی تعریف کی ہے کہ وہ مسلمان جس نے نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو یا وہ آپ کے دیدار سے شرف یاب ہوا ہو۔ اس تعریف کے اعتبار سے صحابۂ کرام کی دو قسمیں ہیں:

① وہ صحابی جس نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو اگرچہ آپ کو دیکھ نہ سکا ہو، جیسے: حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔

② وہ صحابی جس نے رسول اللہ ﷺ کا دیدار کیا ہو جیسا کہ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

ہمارے رجحان کے مطابق صحابی کی جامع تعریف یہ ہے کہ وہ مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کا ساتھی رہا ہو یا آپ کو بیداری کے عالم میں دیکھا ہو اور اسلام پر فوت ہوا ہو اسے صحابی کہا جائے گا۔ اس تعریف کے اعتبار سے جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا اور کفر پر مرا جیسے ابن خطل وغیرہ انھیں صحابی نہیں کہا جائے گا اور جو مرتد ہونے کے بعد پھر مسلمان ہو گیا، پھر اسلام میں واپس آ گیا پھر وہ رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ سکا ہو تو اسے بھی صحابی کہا جائے گا کیونکہ تمام محدثین نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے جو مرتد ہونے کے بعد پھر حلقہ بگوش اسلام ہوئے لیکن آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے۔ اسلام پر موت آنے کی شرط اس لیے ضروری ہے کہ بعض محدثین نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کی حدیث کو بیان کیا ہے جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوا اور حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے احادیث بھی بیان کیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کسی بات پر ناراض ہوا تو عیسائی بن کر روم چلا گیا۔ شاید جن محدثین نے اس کی حدیث بیان کی ہے انھیں اس کے مرتد ہونے کا علم نہ ہو سکا ہو۔ واللہ أعلم. جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو حالتِ خواب میں دیکھا اسے صحابی نہیں کہا جائے گا اگرچہ آپ کو خواب میں دیکھنا بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔''[1] بہرحال صحابیت کے لیے حالتِ بیداری میں دیکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح صحابی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی زندگی میں دیکھے جس نے آپ کو فوت ہونے کے بعد، دفن سے پہلے دیکھا اس کا شمار صحابہ میں نہیں ہو گا۔

---

[1] صحيح البخاري، التعبير، حديث: 6994.

پھر کیا شرف صحابیت کے لیے صرف دیکھنا ہی کافی ہے یا صاحب تمیز ہونا بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ تمیز ضروری نہیں جیسا کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے جن کی ولادت رسول اللہ ﷺ کی وفات سے صرف تین ماہ پہلے ہوئی تھی۔ ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوداع کے لیے جاتے ہوئے دوران سفر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں انھیں جنم دیا تھا، لیکن ان کی مرویات کو مراسیل صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جمہور محدثین تو اس جم غفیر کو بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کرتے ہیں جو صرف حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کے اجتماع میں شامل ہوئے، پھر صحابیت کا علم تواتر سے یا شہرت سے یا ایک صحابی کا دوسرے کو صحابی کہنے سے ثابت ہوتا ہے، یا وہ خود اپنے آپ کو صحابی کہے بشرطیکہ وہ عادل ہو۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے افضل خلفائے راشدین ہیں، پھر باقی عشرہ مبشرہ، ان کے بعد اہل بدر، اہل احد، پھر وہ جو بیعت رضوان میں شامل ہوئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی عدول اور خیار صحابہ میں شامل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے اختلافات اجتہادی ہیں جن کی وجہ سے ان کی عدالت وثقاہت مجروح نہیں ہوتی۔ بہر حال امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ سب کے سب عادل وضابط ہیں۔ وہ نزول وحی کے عینی شاہد ہیں۔ ان پر حرف گیری اور لب کشائی سے ایمان خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

اس عنوان کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے تو مطلق طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد مہاجرین کی منقبت کے متعلق احادیث پیش کی ہیں۔ ان میں خلفائے اربعہ: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں، پھر جعفر بن ابی طالب، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، زید بن حارثہ، عبداللہ بن عمر، حضرت عمار وحذیفہ، ابوعبیدہ بن جراح، حضرت حسن وحسین، بلال بن ابی رباح، خالد بن ولید، سالم مولی ابی حذیفہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے مناقب بیان کیے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت عباس بن عبدالمطلب، طلحہ بن عبیداللہ، اسامہ بن زید، مصعب بن عمیر، عبداللہ بن عباس اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر بھی کیا ہے۔ آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منقبت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بیان کی ہے۔

اس سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک سو ستائیس مرفوع اور متصل احادیث پیش کی ہیں، ان کے علاوہ سترہ معلق احادیث ذکر کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے رتن ہندی کا ذکر بھی کر دیا جائے جس نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ سو سال بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا، جس کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''بلا شبہ یہ شیخ دجال تھا جس نے چھ سو سال بعد صحابیت کا دعویٰ کیا، حالانکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جھوٹ نہیں بولتے لیکن اس نے جھوٹ

بولنے میں ریکارڈ قائم کیا۔ ہم نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔"[1]

رسول اللہ ﷺ نے وفات سے چند ماہ قبل فرمایا تھا: "آج سے سو سال بعد اس وقت موجود کوئی ذی روح چیز زندہ نہیں رہے گی۔"[2] اس حدیث کی روشنی میں رتن ہندی کا دعوائے صحابیت محض جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قدر ومنزلت بجالانے کی توفیق دے کیونکہ ان کی قربانیوں سے یہ دین ہم تک پہنچا ہے ...... اللهم آمين ......

---
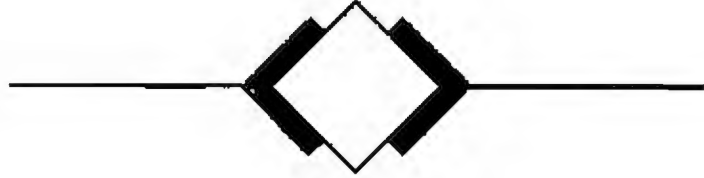
[1] ميزان الاعتدال: 45/2. [2] مسند أحمد: 93/1، وسلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: 2906.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

62 - كِتَابُ فَضَائِلِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

نبی ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کا بیان

(١) بَابُ فَضَائِلِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ أَوْ رَآهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ

باب: 1- نبی ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کا بیان اور صحابی وہ مسلمان ہے جس نے نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو یا اسے آپ کا دیدار نصیب ہوا ہو

٣٦٤٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيَقُولُونَ: فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ فَيَقُولُونَ لَهُمْ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيكُمْ مَّنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيكُم مَّنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ». [راجع: ٢٨٩٧]

[3649] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک وقت آئے گا کہ اہل اسلام کی جماعتیں جہاد کریں گی تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم میں سے کوئی شخص ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں، تو انھیں فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی اور اس موقع پر یہ پوچھا جائے گا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت اختیار کی ہو؟ لوگ کہیں گے: جی ہاں، تو انھیں بھی فتح حاصل ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی تو اس وقت سوال اٹھے گا: کیا یہاں کوئی ایسے بزرگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگردوں میں سے کسی شاگرد کی صحبت میں رہے ہوں؟ لوگ جواب دیں گے: جی ہاں، تو

انھیں فتح حاصل ہوگی۔"

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں لوگوں کے تین طبقات کا بیان ہے: پہلا طبقہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت اختیار کی یا اس نے آپ کا دیدار کیا، پھر وہ حالتِ اسلام پر فوت ہوا۔ دوسرا طبقہ تابعین عظام کا ہے۔ اور تابعین وہ مسلمان ہیں جنھوں نے کم از کم ایک صحابی کی صحبت اٹھائی ہو، پھر اسلام کی حالت میں فوت ہوا ہو۔ تیسرا طبقہ تبع تابعین کا ہے۔ ان سے مراد وہ مسلمان ہیں جنھوں نے کسی تابعی کو دیکھا ہو، پھر اسی حالتِ اسلام میں انھیں موت آئی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تین زمانے والوں کی فضیلت بیان کی ہے کہ وہ خیر القرون ہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں آئے گا۔ ② اس بنا پر بعض علماء نے بدعت کی تعریف یہ کی ہے کہ دین میں کوئی ایسا نیا کام ایجاد کیا جائے جس کا وجود خیر القرون میں نہ ہو، ایسی ہر بدعت گمراہی ہے۔

٣٦٥٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ: سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» - قَالَ عِمْرَانُ: فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً - «ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَنْذُرُونَ وَلَا يَفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ». [راجع: ٢٦٥١]

[3650] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کا سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس زمانے کے بعد آئیں گے۔ پھر ان کا جو اس زمانے کے بعد آئیں گے۔" حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے دور کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا یا تین کا؟ (پھر آپ نے فرمایا:) "پھر تمھارے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو گواہی دیں گے جبکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ خیانت کریں گے، ان میں امانت داری نہیں ہوگی۔ وہ نذر اور منت مانیں گے لیکن انھیں پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔"

فوائد ومسائل: ① حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں شک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا ہے یا تین کا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہم کی مرویات میں بھی شک ہے، البتہ اس حدیث کے اکثر طرق شک کے بغیر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سمیت تین زمانوں کو خیر القرون قرار دیا ہے۔ ایک روایت میں چوتھے زمانے کا بھی ذکر ہے لیکن محدثین نے اسے صحیح قرار نہیں دیا۔ ② خیر القرون کے بعد جھوٹ اور خیانت عام ہو جائے گی اگرچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اس کا آغاز ہو چکا تھا لیکن وہ کسی شمار میں نہ تھا لیکن خیر القرون کے بعد تو کھلے بندوں اس کا ارتکاب ہونے لگا۔ ③ پھر اس حدیث میں ان نام نہاد مسلمانوں کے متعلق یہ پیش گوئی ہے جو اخلاق و کردار کے اعتبار سے بدترین قسم کے لوگ ہوں گے۔ جھوٹ، بددیانتی اور دنیا سازی ان کا دن رات مشغلہ ہوگا۔ خیانت ایسی ظاہر ہوگی کہ کسی کو دوسرے پر اعتماد نہیں ہوگا۔ بے فکری اور حرام خوری کی وجہ سے ان کے جسم موٹے ہو جائیں گے۔ موٹا آدمی ریاضت نہیں

کر سکتا۔ یہ یاد رہے کہ وہ موٹاپا مذموم ہے جو ''اپنی محنت اور کسب'' سے حاصل ہو۔ اگر کوئی طبعاً موٹا ہو جائے تو وہ اس حدیث کا مصداق نہیں بشرطیکہ وہ اچھی صفات کا حامل ہو۔

٣٦٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ».

قَالَ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ: وَكَانُوا يَضْرِبُونَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ وَنَحْنُ صِغَارٌ. [راجع: ٢٦٥٢]

[3651] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں۔ پھر وہ جو ان کے متصل ہوں گے۔ پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔ پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ گواہی دینے سے پہلے قسم ان کی زبان پر آئے گی اور قسم دینے سے پہلے گواہی دینے کے لیے تیار ہوں گے۔''

(راویٔ حدیث) ابراہیم نخعی نے کہا: جب ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے تو ہمارے بزرگ ہمیں گواہی دینے اور عہد و پیمان کرنے پر مارتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تین قسمیں ہیں: ○ مہاجرین، جنھوں نے دین کے لیے مصیبتیں برداشت کیں بالآخر وہ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ ○ انصار، جنھوں نے مہاجرین کو اپنے ہاں جگہ دی اور دین اسلام کے لیے مالی قربانی دی۔ ○ دیگر صحابہ جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے۔ دین کے لیے انھیں کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ شرف صحابیت میں سب برابر ہیں، البتہ دیگر اعتبار سے ان میں ایک کو دوسرے پر برتری حاصل ہے۔ ② حدیث میں سبقت سے مراد یہ ہے کہ دین سے بے پروائی کی وجہ سے ان میں حرص اور لالچ کا غلبہ ہوگا، بس یہی ہوگا کہ کس سے ابتدا کریں شہادت سے یا قسم سے، گویا ان دونوں کی وجہ سے ایک دوڑ لگی ہوگی۔ اس کا مصداق دیکھنا ہو تو ہماری عدالتوں میں تیار شدہ گواہوں کو دیکھ لیا جائے۔ دولت کے لالچ میں وہ جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم دینے کے لیے ہر وقت تیار بیٹھے ہیں، حالانکہ گواہی چشم دید واقعہ اور قسم یقینی امر کی ہوتی ہے لیکن انھیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ ③ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیں تادیباً مارتے تھے کہ ہم لوگ گواہی اور قسم کو اپنا معمول نہ بنائیں اور وہ ہمیں احتیاط کی روش اختیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

(٢) بَابُ مَنَاقِبِ الْمُهَاجِرِينَ وَفَضْلِهِمْ

باب: 2- مہاجرین کے فضائل و مناقب کا بیان

مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قُحَافَةَ التَّيْمِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَٰجِرِينَ﴾ الْآيَةَ. [الحشر: ٨]

ان میں سرفہرست حضرت ابوبکر عبداللہ بن ابوقحافہ تیمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ان نادار مہاجرین کا خاص حق ہے (جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے بے دخل کیے گئے۔ وہ صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں)۔"

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ﴾ الْآيَةَ [التوبة: ٤٠].

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تم ان (محمد ﷺ) کی مدد نہیں کرو گے تو (اس سے پہلے) اللہ نے ان کی مدد کی تھی......۔"

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَبُو سَعِيدٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ: كَانَ أَبُو بَكْرٍ مَّعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَارِ.

حضرت عائشہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (ہجرت کے وقت) نبی ﷺ کے ساتھ غار میں رہے تھے۔

وضاحت: مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی فضیلت اور برتری بیان کی ہے کہ انھوں نے اللہ کی رضا کے لیے اپنا گھر بار چھوڑا، اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے انھوں نے تکلیفیں برداشت کیں۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے انھیں صداقت کے پیکر قرار دیا ہے، نیز دوسری آیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی کہ ایسے کٹھن سفر ہجرت میں انھوں نے آپ کا ساتھ دیا اور اپنی جان پر کھیل کر رسول اللہ ﷺ کی مشرکین سے حفاظت کی۔ اس مشکل میں کوئی دوسرا شخص آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے کیونکہ غار ثور میں آپ کے علاوہ اور کوئی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہ تھا۔ اس بات کی شہادت متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دی ہے جن میں حضرت عائشہ، حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں۔

٣٦٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: اشْتَرٰى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِّعَازِبٍ: مُرِ الْبَرَاءَ فَلْيَحْمِلْ إِلَيَّ رَحْلِي، فَقَالَ عَازِبٌ: لَا، حَتّٰى تُحَدِّثَنَا كَيْفَ صَنَعْتَ أَنْتَ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ خَرَجْتُمَا مِنْ مَّكَّةَ وَالْمُشْرِكُونَ يَطْلُبُونَكُمْ؟ قَالَ: ارْتَحَلْنَا مِنْ مَّكَّةَ، فَأَحْيَيْنَا أَوْ سَرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰى أَظْهَرْنَا، وَقَامَ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ فَرَمَيْتُ بِبَصَرِي هَلْ أَرٰى مِنْ ظِلٍّ فَآوِيَ إِلَيْهِ؟ فَإِذَا صَخْرَةٌ أَتَيْتُهَا، فَنَظَرْتُ بَقِيَّةَ ظِلٍّ لَّهَا فَسَوَّيْتُهُ، ثُمَّ فَرَشْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فِيهِ، ثُمَّ قُلْتُ لَهُ: اضْطَجِعْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! فَاضْطَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ،

[3652] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے باپ عازب سے تیرہ (13) درہم کے عوض ایک کجاوہ خریدا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عازب سے کہا کہ اپنے بیٹے سے کہو وہ اسے میرے ہاں اٹھا لے جائے۔ عازب نے کہا: یہ اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک آپ وہ واقعہ نہ بیان کریں کہ آپ اور رسول اللہ ﷺ مکہ سے کیسے نکلے تھے جبکہ مشرکین آپ حضرات کی تلاش میں سرگرداں تھے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے مکہ سے کوچ کیا۔ پھر ہم ساری رات اور سارا دن چلتے رہے حتی کہ دوپہر ہوگئی اور سورج سر پر آ گیا تو میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی شاید کہیں سایہ نظر آئے تو ہم وہاں آرام کریں۔ آخر ایک چٹان کے پاس آئے تو اس کا کچھ سایہ دیکھا۔ میں نے وہاں جگہ ہموار کی۔ پھر نبی ﷺ کے

ثُمَّ انْطَلَقْتُ أَنْظُرُ مَا حَوْلِي هَلْ أَرٰى مِنَ الطَّلَبِ أَحَدًا؟ فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ يَسُوقُ غَنَمَهُ إِلَى الصَّخْرَةِ، يُرِيدُ مِنْهَا الَّذِي أَرَدْنَا فَسَأَلْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ: لِمَنْ أَنْتَ يَا غُلَامُ؟ فَقَالَ: لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ، سَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ فَقُلْتُ: هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَّبَنٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: فَهَلْ أَنْتَ حَالِبٌ لَّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَّنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَّنْفُضَ كَفَّيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا - ضَرَبَ إِحْدٰى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرٰى - فَحَلَبَ لِي كُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ إِدَاوَةً عَلٰى فَمِهَا خِرْقَةٌ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ أَسْفَلُهُ، فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَوَافَقْتُهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ، فَقُلْتُ لَهُ: اشْرَبْ يَا رَسُولَ اللهِ! فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيتُ، ثُمَّ قُلْتُ: قَدْ آنَ الرَّحِيلُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «بَلٰى»، فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُونَنَا فَلَمْ يُدْرِكْنَا أَحَدٌ مِّنْهُمْ غَيْرُ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَلٰى فَرَسٍ لَّهُ، فَقُلْتُ: هٰذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: «لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا».

لیے فرش بچھا کر عرض کی: اللہ کے نبی! آپ یہاں آرام فرمائیں۔ نبی ﷺ لیٹ گئے تو میں نے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ مبادا لوگ ہماری تلاش میں ہوں۔ اچانک مجھے ایک بکریوں کا چرواہا نظر آیا جو اس پتھر کی طرف بکریاں ہانک رہا تھا۔ وہ بھی اس چٹان سے وہی ارادہ رکھتا تھا جو ہم رکھتے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا تو کس کا غلام ہے؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جسے میں جانتا تھا۔ میں نے کہا: تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا: کیا تم ہمارے لیے دودھ دوہنے کے مجاز ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ میں نے اسے دودھ نکالنے کو کہا تو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو روک لیا۔ میں نے اسے کہا کہ غبار وغیرہ سے اس کے تھن صاف کرے، پھر اسے اپنے دونوں ہاتھ صاف کرنے کا بھی کہا، چنانچہ اس نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور میرے لیے تھوڑا سا دودھ ایک برتن میں نکالا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک چھاگل اپنے ساتھ لے رکھی تھی۔ اس کے منہ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔ میں نے کچھ پانی دودھ میں ڈالا تو وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر میں اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! دودھ پی لیجیے۔ آپ نے اس قدر نوش فرمایا کہ میں خوش اور مطمئن ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اب کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، ٹھیک ہے۔“ چنانچہ ہم نے وہاں سے کوچ کیا جبکہ اہل مکہ ہماری تلاش میں تھے لیکن سراقہ بن مالک بن جعشم کے علاوہ ہم تک کسی کی رسائی نہ ہوئی۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارا پیچھا کرنے والا دشمن ہمارے قریب آ پہنچا ہے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا: ''فکر مت کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

﴿تُرِيحُونَ﴾ بِالْعَشِيِّ ﴿تَسْرَحُونَ﴾ [النحل: ٦] بِالْغَدَاةِ. [راجع: ٢٤٣٩]

﴿تُرِيحُونَ﴾ کے معنی شام کو چرانا اور ﴿تَسْرَحُونَ﴾ کے معنی صبح کو چرانا ہیں۔

٣٦٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا فِي الْغَارِ: لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا فَقَالَ: «مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ، اللهُ ثَالِثُهُمَا؟». [انظر: ٣٩٢٢، ٤٦٦٣]

[3653] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، وہ حضرت ابوبکر ؓ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا جبکہ میں غار ثور میں تھا: اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لے تو ہم اسے ضرور نظر آ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! ان دو کے متعلق تیرا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟''

فوائد و مسائل: ① واقعۂ ہجرت حیات نبوی کا ایک اہم واقعہ ہے جس کی تفاصیل آئندہ بیان ہوں گی، چنانچہ یہ عنوان مہاجرین کے فضائل سے متعلق ہے، اس لیے اس واقعہ کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں بہت سے معجزات کا ظہور ہوا۔ ② قبل ازیں اس حدیث میں تھا کہ جب عازب ؓ اپنی رقم کھری کرنے گئے تو راستے میں حضرت ابوبکر ؓ سے حدیث ہجرت سنانے کی درخواست کی جبکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں ہی اس کا مطالبہ کیا تھا لیکن حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: چلو تمھیں راستے میں حدیث سناؤں گا۔ لیکن حافظ ابن حجر ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عازب ؓ نے اولاً شرط لگائی جسے ابوبکر ؓ نے مان لیا پھر راستے میں ان کے مطالبے پر اس شرط کو پورا کر دیا۔[1] ③ حضرت انس سے مروی حدیث میں حضرت ابوبکر ؓ کی واضح فضیلت بیان ہوئی ہے، ایک روایت میں ہے: مشرکین میں سے ایک شخص ننگا ہو کر غار کے دروازے پر پیشاب کرنے لگا تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کے رسول! اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ آپ نے حضرت ابوبکر ؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''اگر اس نے ہمیں دیکھا ہوتا تو اپنی شرمگاہ ننگی نہ کرتا۔''[2] ④ حضرت عائشہ ؓ سے مروی حدیث ہجرت میں ہے: عامر بن فہیرہ شام کے وقت اونٹنیاں لے کر ان کے پاس آیا۔ اسی مناسبت سے امام بخاری ؒ نے ایک آیت کے تفسیری معنی ذکر کیے ہیں: ''جب تم شام اور صبح کو چراتے ہو تو اس میں تمھارے لیے حسن و جمال ہے۔''[3]

(٣) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «سُدُّوا الْأَبْوَابَ إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ»

باب: 3- ارشاد نبوی: ''ابوبکر ؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دو'' کا بیان

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت ابن عباس ؓ نے اس حدیث کو نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

1 فتح الباري: 13/7. 2 فتح الباري: 18/7. 3 النمل 27:6.

وضاحت : امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو خود ہی حدیث نمبر: 367 کے تحت متصل سند سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''مسجد کی طرف کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دو، البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کھلی رکھو۔'' گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے عنوان میں روایت بالمعنی کے طور پر ذکر کیا ہے۔[1]

٣٦٥٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّاسَ وَقَالَ: «إِنَّ اللهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللهِ»، قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهِ أَنْ يُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ! فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ». [راجع: ٤٦٦]

[3654] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور جو اللہ کے پاس ہے ان میں سے کسی ایک کا اختیار دیا تو اس بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے۔'' یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا کہ رسول اللہ ﷺ تو ایک بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں جسے اختیار دیا گیا ہے! بعد میں پتہ چلا کہ جنھیں اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ واقعی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی رفاقت اور اپنے مال کے ذریعے سے مجھ پر سب سے زیادہ احسانات ابوبکر کے ہیں۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن ان سے اسلامی اخوت اور دینی محبت ہے۔ مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیے جائیں مگر ابوبکر کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔''

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھ پر کسی نے احسان نہیں کیا، انھوں نے اپنی جان نچھاور کی، اپنا مال قربان کیا اور اپنی لخت جگر اور نور نظر میرے نکاح میں دی۔''[2] ② واضح رہے کہ حدیث میں دروازے سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی ہے جو مسجد کی طرف کھلتی تھی اور اسے کھلا رہنے دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک ممتاز مقام عطا فرمایا۔ آج بھی مسجد نبوی میں یہ تاریخی مقام دیکھا جا سکتا ہے جہاں خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ لکھا ہوا ہے۔ ③ ایک حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کر دینے کا حکم دیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ اپنے حال پر رہنے دیا۔[3] یہ حدیث مذکورہ روایت کے منافی نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے سے

① فتح الباري: 16/7. ② المعجم الكبير للطبراني: 191/11. ③ مسند الإمام أحمد: 175/1.

مراد حقیقی دروازہ ہے اور حضرت ابوبکر ؓ کے دروازے سے مراد کھڑکی ہے جو مسجد کی طرف کھلتی تھی۔ دراصل مسجد کے پاس رہنے والے لوگوں نے اپنی سہولت کے پیش نظر اپنے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھول لیے تھے جو بعد میں بند کر دینے کا حکم دیا، صرف حضرت علی ؓ کا دروازہ کھلا رہنے دیا گیا کیونکہ ان کا دروازہ باہر نہیں کھلتا تھا۔ اس کے بعد لوگوں نے چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں مسجد کی طرف کھول لیں تو دوسری مرتبہ حکم امتناعی جاری ہوا کہ ان تمام کھڑکیوں کو بند کر دیا جائے، البتہ ابوبکر ؓ کی کھڑکی کھلی رہے۔ ④ محدثین نے لکھا ہے کہ اس اقدام سے حضرت ابوبکر ؓ کی خلافت کی طرف نمایاں اشارہ تھا تاکہ انھیں خلافتی امور نمٹانے میں سہولت رہے۔[1]

(٤) بَابُ فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ

باب: 4- نبی ﷺ کے بعد تمام صحابۂ کرام ؓ پر ابوبکر ؓ کو برتری حاصل ہے

٣٦٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ، ثُمَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

[انظر: ٣٦٩٨]

[3655] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں جب ہمیں صحابہ کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو ہم سب سے افضل اور بہتر حضرت ابوبکر ؓ کو قرار دیتے، پھر حضرت عمر بن خطاب ؓ کو، پھر حضرت عثمان ؓ کا درجہ آتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کہا کرتے تھے: اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان ؓ ہیں۔[2] طبرانی میں اس قدر اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسے سنتے مگر انکار نہ کرتے تھے۔[3] امام بخاری ؒ نے عنوان میں جمہور کی تائید کی ہے کہ تمام صحابۂ کرام ؓ میں حضرت ابوبکر ؓ کو برتری اور فضیلت حاصل ہے، البتہ کچھ محققین کا کہنا ہے کہ خلفائے اربعہ میں ایک کو دوسرے پر برتری دینے کے متعلق کوئی قطعی نص نہیں ہے، لہٰذا یہ چاروں ہی افضل ہیں۔ لیکن مذکورہ حدیث کے پیش نظر یہ موقف مرجوح ہے اور جمہور کا مذہب ہی راجح ہے۔ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں: صحابہ اور تابعین کا اس امر پر اجماع ہے کہ امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر حضرت علی ؓ کا درجہ ہے۔[4] ② عنوان میں امام بخاری ؒ نے لفظ بَعد استعمال کیا ہے جو بُعد مرتبہ ومقام اور بعد مکان و زمان دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس مقام پر پہلے معنی پر مشتمل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ اور مقام کے بعد حضرت ابوبکر ؓ کا درجہ ہے۔ اس سے مکان وزمان کا بُعد مراد نہیں کیونکہ رسول اللہ کی زندگی ہی میں ان کے درمیان مقام ومرتبے کا

1 فتح الباري: 20/7. 2 سنن أبي داود، السنة، حديث: 4628. 3 المعجم الكبير للطبراني: 221/12، حديث: 13132.
4 فتح الباري: 22/7.

فرق قائم تھا۔[1]

(٥) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا»

باب:5- نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ’’اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو‘‘ کا بیان

قَالَهُ أَبُو سَعِيدٍ.

ان الفاظ کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے۔

وضاحت: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیچھے حدیث نمبر: 3654 کے تحت گزری ہے۔

٣٦٥٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلٰكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي». [راجع: ٤٦٧]

[3656] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ’’اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی اور میرے صحابی ہیں۔‘‘

٣٦٥٧ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ التَّبُوذَكِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ، وَقَالَ: «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُهُ خَلِيلًا، وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ». [راجع: ٤٦٧]

[3657] ایوب سے روایت ہے (انھوں نے عکرمہ سے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا:) ’’اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر کو بناتا لیکن اخوتِ اسلام افضل ہے۔‘‘

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ، مِثْلَهُ.

قتیبہ نے عبدالوہاب سے، انھوں نے ایوب سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کو تین مختلف طرق سے معمولی سی تبدیلی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے جس خلت کی نفی کی ہے اس میں حاجت کے معنی ہیں، یعنی اگر میں تمام حاجات میں کسی کو اپنا مرجع اور جملہ مہماتِ امور میں کسی پر کلی اعتماد کرتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ استحقاق دیتا لیکن تمام امور میں میرا ملجا و ماویٰ اور جس پر مجھے مکمل اعتماد ہے وہ صرف اللہ کی ذات گرامی ہے، البتہ ابوبکر میرا اسلامی بھائی ہے اور اخوتِ اسلام ہی افضل ہے۔ اس طرح اس کے لیے یہ اعزاز ہی کافی ہے کہ وہ میرا یار غار ہے۔[2] ③ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آپ کی وفات سے پانچ دن پہلے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ’’ہر نبی کا کوئی نہ

---

① عمدة القاري: 391/11. ② عمدة القاري: 389/11.

کوئی خلیل تھا، میرا خلیل ابوبکر ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے میرا خلیل بنایا ہے جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔"[1] یہ روایت حضرت جندب سے مروی ایک حدیث کے مخالف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا: "میں اللہ کے لیے اس امر سے بری ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو۔"[2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اگر حضرت ابی بن کعب ؓ سے مروی حدیث ثابت ہے تو ان میں جمع کی صورت اس طرح ممکن ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے حضور اپنی انتہائی تواضع کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر ؓ کی تکریم کے لیے اس وقت آپ کو اجازت دے دی۔[3] بہرحال حضرت ابی بن کعب ؓ سے مروی حدیث کو صحیح بخاری کی حدیث کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہے۔[4]

٣٦٥٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبَ أَهْلُ الْكُوفَةِ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي الْجَدِّ فَقَالَ: أَمَّا الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَلِيلًا لَّاتَّخَذْتُهُ» أَنْزَلَهُ أَبًا، يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ.

[3658] حضرت عبداللہ بن ابوملیکہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ اہل کوفہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کو دادا (کی وراثت) کے متعلق خط لکھا تو آپ نے انھیں جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کے بارے میں فرمایا: "میں اگر اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو اس کو بناتا۔" اس، یعنی ابوبکر ؓ نے دادا کو باپ کے قائم مقام قرار دیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت ابوبکر ؓ نے استحقاق وراثت میں دادا کو باپ کے قائم مقام قرار دیا کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کا دادا زندہ ہو تو وہ باپ کی عدم موجودگی میں اپنے پوتے کی وراثت کا حق دار ہوگا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس مقصد کے لیے پیش کیا ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن میرا خلیل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔" اس کے متعلق تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

بَابٌ:

باب:- بلاعنوان

٣٦٥٩ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ:

[3659] حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ وہ پھر آئے۔ اس نے عرض کیا: اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں، اس کی مراد

1 المعجم الكبير للطبراني: 201/8، رقم: 7816، وسلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، رقم: 3035. 2 صحيح مسلم، المساجد، حديث: 1188 (532). 3 فتح الباري: 29/7. 4 عمدة القاري: 392/11.

أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ؟ - كَأَنَّهَا تَقُولُ: الْمَوْتَ - قَالَ ﷺ: «إِنْ لَّمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ». [انظر: ٧٢٢٠، ٧٣٦٠]

آپ کی وفات تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر ؓ کے پاس چلی جانا۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر ؓ کے خلیفہ ہونے کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ حضرت عمر ؓ سے کہا گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا ان کا یہ کہنا مذکورہ روایت کے منافی نہیں کیونکہ حضرت عمر ؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے صراحت کے ساتھ کسی کی نامزدگی نہیں کی۔ یہ اشارے کے منافی نہیں ہے، البتہ طبرانی میں ہے کہ صحابۂ کرام ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کے بعد ہم اپنے اموال کے صدقات کس کے حوالے کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد اپنے صدقات ابوبکر کو ادا کرنا۔'' اس روایت میں کچھ صراحت ہے لیکن اس کی سند انتہائی کمزور ہے۔[1] ② اس حدیث میں ان شیعہ حضرات کی تردید ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عباس ؓ کو خلیفہ بنانے کی وصیت کی تھی۔ ③ واضح رہے کہ امام بخاری ؒ دو طرح کے عنوان قائم کرتے ہیں: ایک تو بنیادی نوعیت کے ہیں جیسا کہ ان احادیث پر آپ نے حضرت ابوبکر ؓ کی فضیلت کا عنوان قائم کیا ہے لیکن بعض دفعہ پیش کردہ احادیث میں بنیادی مسئلے کے علاوہ کوئی اضافی فائدہ بھی ہوتا ہے، اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر ایک الگ اضافی عنوان قائم کر دیتے ہیں جیسا کہ سابقہ احادیث پر ایک عنوان: [باب قول النبي ﷺ: لو كنت متخذًا خليلا] ''نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: اگر اللہ کے سوا میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا'' قائم کیا ہے۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری تھی کہ پیش کردہ مذکورہ حدیث کی اضافی عنوان سے کوئی مطابقت نہیں بلکہ اس کی بنیادی عنوان سے مطابقت ہے۔ واللہ أعلم.

٣٦٦٠ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الطَّيِّبِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُجَالِدٍ: حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ هَمَّامٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارًا يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ وَّامْرَأَتَانِ وَأَبُو بَكْرٍ. [انظر: ٣٨٥٧]

[3660] حضرت ہمام سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمار ؓ سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت دیکھا جبکہ آپ کے ساتھ پانچ غلاموں، دو عورتوں اور حضرت ابوبکر ؓ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

فوائد ومسائل: ① پانچ غلام یہ تھے: حضرت بلال بن ابی رباح، حضرت زید بن حارثہ، حضرت عامر بن فہیرہ، ابوفکیہہ اور عبید بن زید حبشی ؓ اور عورتیں: حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت ام ایمن یا حضرت سمیہ ؓ تھیں۔ ② حضرت عمار ؓ کا

---

① فتح الباري: 31/7.

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آزاد لوگوں سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے اسلام کا برسرعام اعلان کیا، ویسے بے شمار ایسے مسلمان موجود تھے جو اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔ بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے اسلام لائیں۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سابقیت فی الاسلام ثابت کی ہے۔ واللہ أعلم.

٣٦٦١ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ ابْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَائِذِ اللهِ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، إِذْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ آخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهِ حَتَّى أَبْدَى عَنْ رُكْبَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ»، فَسَلَّمَ، وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّهُ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ، فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ، فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِي فَأَبَى عَلَيَّ، فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ، فَقَالَ: «يَغْفِرُ اللهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ»، ثَلَاثًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَأَتَى مَنْزِلَ أَبِي بَكْرٍ فَسَأَلَ: أَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ؟ فَقَالُوا: لَا، فَأَتَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ يَتَمَعَّرُ حَتَّى أَشْفَقَ أَبُو بَكْرٍ، فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَاللهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ، مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقَ، وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُو لِي صَاحِبِي؟» مَرَّتَيْنِ، فَمَا أُوذِيَ بَعْدَهَا. [انظر: ٤٦٤٠]

[3661] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی چادر کا ایک کنارہ اٹھائے ہوئے آئے یہاں تک آپ کا گھٹنا ننگا ہوگیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تمھارے دوست کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔“ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور کہا: اللہ کے رسول! میرے اور ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات پر کچھ جھگڑا ہوگیا تھا۔ میں نے جلدی سے انھیں سخت سست کہہ دیا۔ پھر مجھے ندامت ہوئی۔ میں نے ان سے معذرت کی اور معافی کا سوال کیا لیکن انھوں نے انکار کردیا۔ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر! اللہ تجھے معاف فرمائے۔“ آپ نے یہ تین مرتبہ کہا۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پر آئے اور دریافت کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ یہاں موجود ہیں؟ گھر والوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انھیں سلام کیا۔ انھیں دیکھ کر نبی ﷺ کا چہرۂ انور متغیر ہونے لگا حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈرے اور دوزانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! زیادتی میں نے ہی کی تھی۔ انھوں نے دومرتبہ یہ جملہ کہا۔ اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے سچا کہا اور انھوں نے اپنے مال اور اپنی جان سے میری خدمت کی۔ کیا تم میری خاطر میرے دوست کو ستانا چھوڑ دو

گے؟'' اور آپ نے یہ دو مرتبہ فرمایا۔ اس ارشاد گرامی کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھر کسی نے نہیں ستایا۔

فوائد و مسائل: ① فتح الباری میں طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ بار باران سے منہ پھیرتے رہے، آخر انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! اس زندگی کا کیا فائدہ جس میں آپ ناراض ہوں، کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ابوبکر تم سے بار بار معافی مانگتا رہا لیکن تم نے معاف نہیں کیا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! انھوں نے جتنی مرتبہ مجھ سے معذرت کی ہے میں اتنی ہی مرتبہ ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد کسی کو پیدا نہیں فرمایا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مجھے زیادہ محبوب ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میرے بھی ان کے متعلق یہی جذبات ہیں۔[1] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت حاصل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فاضل کو چاہیے وہ اپنے سے افضل کو ناراض نہ کرے۔ ③ کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا جائز ہے لیکن یہ اس وقت جب ممدوح کے فتنے میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر اس تعریف سے اس کے اندر خود پسندی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنا چاہیے۔ ④ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو اس کی مرضی کے خلاف فعل پر غصہ آنا طبعی چیز ہے لیکن دین میں پختہ انسان اپنی ناراضی جلدی ختم کر دیتا ہے اور غیر نبی معصوم نہیں ہوتا اگرچہ فضیلت میں انتہا کو پہنچ جائے۔[2]

٣٦٦٢ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ: خَالِدٌ الْحَذَّاءُ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «عَائِشَةُ»، فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: «أَبُوهَا»، فَقُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ»، فَعَدَّ رِجَالًا.

[انظر: ٤٣٥٨]

[3662] حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں غزوۂ ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں (واپس) آپ کے پاس آیا تو میں نے عرض کیا: سب لوگوں میں کون شخص آپ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عائشہ۔'' میں نے عرض کیا: مردوں میں سے کون؟ آپ نے فرمایا: ''ان کے والد گرامی۔'' میں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''پھر عمر بن خطاب۔'' اسی طرح درجہ بدرجہ آپ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت کے آخر میں ہے، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں خاموش ہو گیا، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے سب سے آخر میں ذکر کریں۔[3] ② غزوۂ ذات السلاسل 7 ہجری میں ہوا۔ اس غزوے میں کفار نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ وہ اجتماعی طور پر راہ فرار نہ اختیار کر سکیں۔ مسلمانوں کے لشکر کی کمان حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ اس بنا پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے دل میں

① المعجم الكبير للطبراني: 285/12، رقم: 13383. ② فتح الباري: 33/7، 34. ③ صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4358.

خیال پیدا ہوا کہ شاید وہ ان سب سے افضل ہیں، اس لیے انھیں امیر بنایا گیا ہے۔ اسی لیے انھوں نے مذکورہ سوالات کیے۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو بہت محبوب تھے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جس دستے میں افضل لوگ موجود ہوں، ان پر کسی مصلحت کے پیش نظر مفضول کو امیر بنایا جا سکتا ہے۔

٣٦٦٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «بَيْنَمَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ: مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي؟ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ يَّسُوقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا فَالْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَتْ: إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا لٰكِنِّي خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ»، فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللهِ! فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَإِنِّي أُومِنُ بِذٰلِكَ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ» رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. [راجع: ٢٣٢٤]

[3663] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ایک دفعہ ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا کہ ایک بھیڑیے نے اس پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک بکری اٹھا کر لے بھاگا تو گڈریا اسے چھڑانے کے لیے اس کے پیچھے بھاگا۔ اس دوران میں بھیڑیے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: درندوں والے دن ان کا کون محافظ ہو گا، جس دن میرے علاوہ انھیں کوئی نہیں چرائے گا؟ اسی طرح ایک آدمی بیل کو ہانک کر لے جا رہا تھا۔ پھر وہ اس پر سوار ہو گیا تو بیل اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: میں تو اس کام کے لیے نہیں پیدا ہوا مجھے تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔'' لوگوں نے سبحان اللہ کہہ کر اپنے تعجب کا اظہار کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، نیز حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) بھی اس پر یقین رکھتے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں صراحت ہے کہ اس وقت یہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔[1] رسول اللہ ﷺ نے یہ بات حضرات شیخین کے ایمان اور قوتِ یقین پر اعتماد کرتے ہوئے فرمائی۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو واقعات بنی اسرائیل میں بھی ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ واقعہ قبل از اسلام کا ہے اور بنی اسرائیل میں پیش آیا تھا، لیکن اس طرح کا ایک واقعہ اہبان بن اوس کو بھی پیش آیا، وہ بیان کرتے ہیں: وہ اپنی بکریاں چرا رہے تھے تو بھیڑیے نے حملہ کر کے ایک بکری کو اٹھا لیا۔ جب میں نے اس کا پیچھا کیا تو اس نے متوجہ ہو کر کہا: جب انھیں آوارہ چھوڑ دیا جائے گا تو اس وقت ان کا نگران کون ہو گا؟ تو مجھ سے وہ رزق چھیننا چاہتا ہے جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔ میں نے اظہار تعجب کیا تو اس نے کہا: یہ بات اس سے بڑھ کر تعجب خیز ہے، یہاں کھجوروں کے جھنڈ میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جو لوگوں کو اللہ کی دعوت دیتا ہے اور لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں، اس کے بعد اہبان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے یہ واقعہ سنایا اور مسلمان ہو گئے۔ ممکن ہے کہ واقعے کی

---

1 صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، حديث: 2324.

اطلاع کے وقت حضرات شیخین وہاں موجود ہوں لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کو خبر دی تو اس وقت موجود نہ ہوں، لیکن یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ اطلاع اور خبر دونوں اوقات میں شیخین وہاں موجود نہ تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے یقین اور قوتِ ایمان پر اعتماد کرتے ہوئے یہ شہادت دی۔[1]

٣٦٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ: سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ، فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ، وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ ضَعْفَهُ، ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا، فَأَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ، حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ». [انظر: ٧٠٢١، ٧٠٢٢، ٧٤٧٥]

[3664] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں ایک دفعہ سو رہا تھا کہ میں نے خود کو ایک ایسے کنویں پر دیکھا جس پر ڈول پڑا تھا۔ میں نے اس سے جس قدر اللہ نے چاہا پانی کے ڈول نکالے، پھر ابن ابی قحافہ نے اسے لے لیا اور انھوں نے کنویں سے ایک یا دو ڈول نکالے اور ان کے ڈول کھینچنے میں کچھ ضعف اور ناتوانی تھی۔ اللہ تعالیٰ انھیں وہ کمزوری معاف فرمائے۔ پھر وہ ڈول بڑا ہو گیا تو اسے عمر بن خطاب نے لے لیا۔ میں نے لوگوں میں کوئی ایسا زور آور شخص نہیں پایا جو عمر کی طرح ڈول نکالتا ہو، حتی کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور انھوں نے اپنے اونٹ بھی سیراب کر کے بٹھا دیے۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ابوبکر کی کمزوری معاف فرمائے'' اس کمزوری سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی نقص لازم نہیں آتا کیونکہ ان کی مدتِ خلافت ہی دو سال تھی۔ انھی دو سالوں میں فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا اور مانعین زکاۃ نے الگ پریشان کیا۔ اگر ایسے حالات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے سخت گیر اور طاقت ور بھی ہوتے تو حالات کا مقابلہ نہ کر سکتے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے عربوں کے تکیۂ کلام کے مطابق گفتگو فرمائی۔ ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ سے نسبت اتحادی پیدا ہوئی تھی، اس کی طرف اشارہ ہے۔ ③ اللہ تعالیٰ انھیں معاف کرے! ان کلمات سے انھیں قرب اجل کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ میں قربِ وفات کی خبر دی گئی تھی۔ ان معانی کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ میں لائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے نسبت اتحادی سے بڑھ کر بڑی منقبت اور کیا ہو سکتی ہے۔ واللہ أعلم.

٣٦٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ

[3665] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تکبر کی

[1] فتح الباري: 7/35.

عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ».

نیت سے اپنا کپڑا نیچے لٹکاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔'' یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: میرے کپڑے کا ایک گوشہ لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خوب اہتمام کروں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ایسا بطور تکبر نہیں کرتے ہو۔''

قَالَ مُوسٰى: فَقُلْتُ لِسَالِمٍ: أَذَكَرَ عَبْدُ اللهِ: «مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ» قَالَ: لَمْ أَسْمَعْهُ ذَكَرَ إِلَّا «ثَوْبَهُ». [انظر: ٥٧٨٣، ٥٧٨٤، ٥٧٩١، ٦٠٦٢]

راویٔ حدیث موسیٰ نے سالم بن عبداللہ سے کہا: کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تہ بند لٹکانے کا ذکر کیا تھا، انھوں نے جواب دیا کہ میں نے انھیں صرف کپڑے کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ راویٔ حدیث محارب سے سوال ہوا کہ آپ نے ازار کا ذکر کیا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ چادر یا قمیص کو خاص نہیں بلکہ عام کپڑے کا ذکر کیا تھا۔[1] البتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ازار کا ذکر ہے۔[2] ② حدیث میں ایک کونے سے مراد پچھلی جانب ہے کیونکہ جب سرین موٹے ہوں تو چادر کا پچھلا کنارہ رک جاتا ہے اور جب سرین ہلکے پھلکے ہوں تو چادر کو جہاں انسان باندھنا اور روکنا چاہتا ہے وہاں پر چادر رُک نہیں سکتی بلکہ اس جگہ سے نیچے ڈھلک جاتی ہے۔ چونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لاغر ونحیف جسم والے تھے، اس بنا پر کمر میں کچھ جھکاؤ بھی تھا، کوشش کے باوجود بعض اوقات آپ کی چادر ٹخنوں سے نیچے ہو جاتی تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں مستثنیٰ قرار دیا۔ اس سے چادر کی اگلی جانب بھی مراد ہو سکتی ہے کیونکہ پیٹ بڑھا ہوا ہو تو چادر کا اپنی جگہ پر رکنا ممکن نہیں رہتا۔ بعض روایات میں آپ کے متعلق ہے کہ آپ کا پیٹ بڑھا ہوا تھا لیکن یہ خلاف معروف ہے، پہلی توجیہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ ③ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق گواہی دی ہے کہ وہ ایسا فعل نہیں کرتے جو شرعاً مکروہ ہو، ویسے بھی ایسے حالات میں انسان وعید شدید کی زد میں نہیں آتا۔ واللہ أعلم.

٣٦٦٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللهِ

[3666] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا اسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ بہتر ہے۔ جو شخص نمازی ہوگا اسے باب الصلاۃ

[1] صحيح البخاري، اللباس، حديث: 5791. [2] صحيح البخاري، اللباس، حديث: 5788.

دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ - يَعْنِي: الْجَنَّةَ -: يَا عَبْدَ اللهِ هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ وَبَابِ الرَّيَّانِ»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا عَلٰى هٰذَا الَّذِي يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، وَقَالَ: هَلْ يُدْعٰى مِنْهَا كُلِّهَا أَحَدٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ». [راجع: ١٨٩٧]

سے پکارا جائے گا۔ جو شخص مجاہدین سے ہوگا اسے باب الجہاد سے دعوت دی جائے گی۔ جو شخص صدقہ کرنے والوں سے ہوگا اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے گا۔ اور جو شخص روزہ داروں سے ہوگا اسے باب الصیام اور باب الریان سے بلایا جائے گا۔" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! جس شخص کو تمام دروازوں سے پکارا جائے گا اسے کوئی ضرورت نہ ہوگی، پھر عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا کسی شخص کو تمام دروازوں سے دعوت دی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، اے ابوبکر! میں امید رکھتا ہوں کہ تم ان لوگوں سے ہو۔"

فائدہ: ایک حدیث میں ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔[1] اس حدیث میں تین دروازوں کا ذکر ہے۔ ارکان اسلام کے اعتبار سے ایک باب الحج ہوگا۔ باقی تین دروازوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دروازہ باب الکاظمین ہے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ ایک دروازہ باب الایمن ہے جسے باب المتوکلین بھی کہا جاتا ہے۔[2] اس سے بلاحساب جنت میں داخل ہونے والوں کو گزارا جائے گا۔ ایک دروازہ باب الذکر یا باب العلم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ سے متعلق دروازے جنت کے بڑے آٹھ دروازوں کے بعد ہوں گے اور ان کی تعداد آٹھ سے زیادہ ہوگی، نیز جن لوگوں کو آٹھوں دروازوں سے آواز آئے گی وہ تعداد میں بہت کم ہوں گے اور ان سے مراد وہ خوش قسمت حضرات ہیں جنھوں نے ہر قسم کے نیک اعمال کا احاطہ کیا ہوگا کیونکہ تمام واجبات (فرائض) پر عمل کرنے والے تو بے شمار ہوں گے لیکن تمام تطوعات، یعنی نوافل کا احاطہ کوئی کوئی کرے گا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے امید ہے کہ ابوبکر! وہ آپ ہوں گے" کیونکہ فرائض و نوافل کو جمع کرنے والے آپ ہی ہیں۔ واضح رہے کہ جو شخص جس عمل کو بکثرت کرتا ہوگا اسے اسی دروازے سے گزارا جائے گا اگرچہ دعوت تمام دروازوں سے گزرنے کی دی جائے گی۔[3]

٣٦٦٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ - قَالَ إِسْمَاعِيلُ: تَعْنِي

[3667] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی جاگیر سنح، یعنی مدینہ کے بالائی حصے میں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے وفات نہیں پائی۔ مزید فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، بدء الخلق، حديث: 3257. [2] مسند أحمد: 436/2. [3] فتح الباري: 37/7.

بِالْعَالِيَةِ - فَقَامَ عُمَرُ يَقُولُ: وَاللهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ - قَالَتْ: وَقَالَ عُمَرُ: وَاللهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ - وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللهُ فَلَيُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَ رِجَالٍ وَّأَرْجُلَهُمْ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يُذِيقُكَ اللهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: أَيُّهَا الْحَالِفُ! عَلَى رِسْلِكَ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ. [راجع: ١٢٤١]

واللہ! میرے دل میں یہی بات آئی ہے کہ آپ نے وفات نہیں پائی اور اللہ تعالیٰ آپ کو (صحت یابی کے بعد) اٹھائے گا تو آپ (موت کی باتیں کرنے والے) لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا، آپ کو بوسہ دیا اور فرمایا: میرا باپ اور میری ماں آپ پر فدا ہوں! آپ حیات وممات میں پاکیزہ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی دو موتوں کا مزہ نہیں چکھائے گا۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے قسم اٹھانے والے! ذرا ٹھہر جا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر شروع کی تو عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔

٣٦٦٨ - فَحَمِدَ اللهَ أَبُو بَكْرٍ وَّأَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ: أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، وَقَالَ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ [الزمر: ٣٠] وَقَالَ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللَّهُ الشَّٰكِرِينَ﴾ [آل عمران: ١٤٤] قَالَ: فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُونَ. قَالَ: وَاجْتَمَعَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقَالُوا: مِنَّا أَمِيرٌ وَّمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَذَهَبَ إِلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَأَسْكَتَهُ أَبُو بَكْرٍ، وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ: وَاللهِ مَا أَرَدْتُ بِذٰلِكَ إِلَّا أَنِّي قَدْ هَيَّأْتُ كَلَامًا قَدْ أَعْجَبَنِي

[3668] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا: توجہ سے سنو! جو شخص حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ زندۂ جاوید ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''بے شک آپ مرنے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔'' نیز یہ آیت بھی تلاوت فرمائی: ''حضرت محمد صرف رسول ہیں۔ آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر آپ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم سب اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اچھی جزا دے گا۔'' یہ سن کر لوگ بے اختیار رونے لگے اور انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو گئے اور کہنے لگے: ایک امیر ہم میں سے ہو

خَشِيتُ أَنْ لَّا يَبْلُغَهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِي كَلَامِهِ: نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ، فَقَالَ حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ: لَا، وَاللهِ لَا نَفْعَلُ، مِنَّا أَمِيرٌ وَّمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَا، وَلٰكِنَّا الْأُمَرَاءُ، وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ، هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا، وَأَعْرَبُهُمْ أَحْسَابًا، فَبَايِعُوا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ، فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ، فَقَالَ قَائِلٌ: قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، فَقَالَ عُمَرُ: قَتَلَهُ اللهُ. [راجع: ١٢٤٢]

گا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ان کے پاس گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تقریر کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں چپ کرا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: واللہ! میرا ارادہ یہ تھا کہ میں نے ایک بہت اچھی تقریر تیار کر لی تھی۔ میرا خیال تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ معاملے کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر شروع کی۔ واقعی وہ تمام لوگوں سے زیادہ بلیغ ثابت ہوئے۔ انھوں نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ہم مہاجرین امراء اور حکام ہوں گے اور تم انصار ہمارے وزیر ہو گے۔ اس دوران میں حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہم امراء ہوں گے اور تم وزراء ہو گے کیونکہ محل وقوع کے اعتبار سے قریش تمام عربوں سے بہتر اور افعال و کردار کے لحاظ سے افضل ہیں، لہٰذا تم سب حضرت عمر یا ابوعبیدہ بن جراح کی بیعت کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، ہم تو آپ ہی کی بیعت کریں گے کیونکہ آپ ہمارے سردار، ہم میں سے افضل اور ہم سب میں سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کی بیعت کر لی اور اس کے بعد تمام لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ کسی کہنے والے نے کہا: تم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ہلاک کر ڈالا ہے، یعنی اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے تو اللہ نے ہلاک کیا ہے۔

٣٦٦٩ - وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ: أَخْبَرَنِي أَبِي

[3669] ایک دوسری سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے اپنی آنکھیں اوپر

الْقَاسِمُ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: «فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى» ثَلَاثًا. وَقَصَّ الْحَدِيثَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللهُ بِهَا، لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيهِمْ لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللهُ بِذٰلِكَ. [راجع: ١٢٤١]

اٹھائیں، پھر تین مرتبہ فرمایا: ''(اے اللہ!) مجھے ملأ اعلیٰ میں داخل کر دے۔'' اور بقیہ حدیث بیان کی۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کے خطاب سے بہت فائدہ پہنچایا۔ حضرت عمر ؓ لوگوں کو ڈراتے تھے تاکہ کہیں لوگوں میں نفاق نہ پھوٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے اس نفاق کو دور کر دیا۔

٣٦٧٠ - ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ أَبُو بَكْرٍ النَّاسَ الْهُدٰى وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِمْ، وَخَرَجُوا بِهِ، يَتْلُونَ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى ﴿الشَّٰكِرِينَ﴾ [آل عمران: ١٤٤]. [راجع: ١٢٤٢]

[3670] حضرت ابوبکر ؓ نے لوگوں کی خوب رہنمائی فرمائی اور جو ان کی ذمہ داری تھی وہ ان پر واضح کی، چنانچہ جب لوگ وہاں سے نکلے تو یہ آیت کریمہ تلاوت کر رہے تھے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ...... الشَّاكِرِينَ﴾ تک۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ آپ کی بصیرت، عظیم خطبہ اور بروقت اقدام نے امت کے شیرازے کو منتشر ہونے سے بچالیا، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کا علم حضرت عمر ؓ بلکہ تمام صحابہ کے علم سے بڑھ کر تھا۔ ② انصار نے جو تجویز پیش کی تھی کہ دو امیر مقرر کر لیے جائیں وہ صحیح نہ تھی۔ اگر اس پر عمل ہو جاتا تو امت کی وحدت کے خلاف بڑے بھیانک نتائج برآمد ہوتے۔ حضرت عمر ؓ نے بروقت اور برجستہ اس تحریک کا جواب دیا اور فرمایا: ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں اور ابوبکر ؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: بتاؤ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ غار میں دونوں کون تھے؟ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون تھے اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا میں اللہ تعالیٰ کی معیت کن کو حاصل تھی؟ پھر آپ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور حضرت ابوبکر ؓ کی بیعت کر لی اور لوگوں سے کہا: تم بھی ان کی بیعت کرو، چنانچہ سب لوگوں نے حضرت ابوبکر ؓ کی بیعت کر لی۔[1] ③ اس حدیث سے منصب خلافت کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ صحابۂ کرام ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین پر اسے مقدم رکھا۔ افسوس کہ آج مسلمانوں نے اس اہم فرض کو فراموش کر دیا ہے۔ اگرچہ آج دنیا میں مسلمانوں کی متعدد حکومتیں قائم ہیں مگر خلافت راشدہ کی جھلک سے اکثر محروم ہیں۔ والله المستعان.

٣٦٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ أَبِي رَاشِدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلٰى عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ: قُلْتُ

[3671] حضرت محمد ابن حنفیہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی (حضرت علی ؓ) سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ تو

[1] فتح الباري: 41/7.

لِأَبِي: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ، وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ: عُثْمَانُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَنْتَ؟ قَالَ: مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ.

انھوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ تو انھوں نے فرمایا: اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ اب آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کریں گے تو میں نے کہا: اس کے بعد پھر آپ (افضل) ہیں؟ یہ سن کر انھوں نے فرمایا: میں تو صرف عام مسلمانوں جیسا ایک آدمی ہوں۔

فوائد و مسائل: ① محمد ابن حنفیہ، اپنی والدہ کی طرف منسوب ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ ان کی والدہ جنگ یمامہ میں قید ہو کر آئی تھیں۔ ممکن ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں، اس لیے انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بجائے ان کا نام لے لیا لیکن اہل سنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان حضرات کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ان کی فضیلت و برتری میں بھی ترتیب ہے۔ بہر حال شیخین کی فضیلت پر امت کا اتفاق ہے۔ ختنین (دونوں دامادوں) کی فضیلت کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول سے جمہور اہل علم نے دلیل لی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نمبر ہے۔ ② محمد ابن حنفیہ کا یہ فرمانا: ”مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ اب آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کریں گے“ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے ذہن میں بھی جو ترتیب تھی وہ عمر فاروق کے بعد عثمان ذوالنورین کا نام ہی تھا، اسی لیے انھوں نے انداز استفسار تبدیل کیا۔ ③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ میں عام مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں، تواضع و انکسار پر محمول ہے۔ واللہ أعلم.

٣٦٧٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ - أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ - انْقَطَعَ عِقْدٌ لِّي، فَأَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَّاءٌ، فَأَتَى النَّاسُ أَبَا بَكْرٍ، فَقَالُوا: أَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَبِالنَّاسِ مَعَهُ، وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ، وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَّرَسُولُ اللهِ ﷺ وَاضِعٌ

[3672] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب ہم مقام بیداء یا ذات جیش پر پہنچے تو میرا ہار گم ہو گیا۔ اس کی تلاش کے لیے رسول اللہ ﷺ وہاں ٹھہرے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ رُک گئے جبکہ وہاں کوئی پانی (کا چشمہ) نہیں تھا اور نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس ہی پانی تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے: آپ نہیں دیکھتے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کام کر دکھایا ہے؟ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیگر لوگوں سمیت ٹھہرا رکھا ہے۔ یہاں نہ پانی کا چشمہ ہے اور نہ خود ان کے پاس پانی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ رسول اللہ ﷺ

رَأْسَهُ عَلٰى فَخِذِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ: حَبَسْتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَالنَّاسَ، وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ؟ قَالَتْ: فَعَاتَبَنِي، وَقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ، وَجَعَلَ يَطْعَنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي، فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلٰى فَخِذِي، فَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتّٰى أَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ: مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ! فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ، فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ. [راجع: ٣٣٤]

میری ران پر اپنا سر مبارک رکھے نیند فرما رہے تھے۔ انھوں نے آتے ہی فرمایا: تم نے خواہ مخواہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے لوگوں کو روک رکھا ہے جبکہ نہ تو وہ کسی چشمے پر ہیں اور نہ خود ان کے پاس پانی ہے؟ انھوں نے مجھے خوب ڈانٹا اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے مجھے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔ پھر اپنے ہاتھ سے میری کمر میں کچوکا لگایا اور میں حرکت نہ کر سکتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھ کر محو استراحت تھے۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ صبح تک سوئے رہے۔ اٹھے تو پانی نہیں تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ پھر سب لوگوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خاندان ابوبکر! یہ تمھاری کوئی پہلی ہی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس اونٹ پر میں سوار تھی، جب ہم نے اسے اٹھایا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت کے مطابق حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''عائشہ! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، جب بھی آپ کسی مصیبت میں مبتلا ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے نجات دی اور باقی مسلمانوں کو اپنی خیر و برکت سے نوازا۔[1] ② محولہ روایت میں ہے کہ گم ہونے والا ہار آپ کی ہمشیر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا تھا، اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور بھی فکر مند ہوئیں۔ ③ اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے خاندان کی فضیلت ثابت ہوئی کہ آپ کی اولاد کی وجہ سے بھی مسلمانوں کو ہمیشہ فوائد و برکات ہی ملتے رہے ہیں۔ واللہ أعلم.

٣٦٧٣ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ: سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ».

[3673] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے اصحاب کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ ان کے مد یا نصف مد کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔''

تَابَعَهُ جَرِيرٌ وَّعَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ

حضرت جریر، عبداللہ بن داود، ابومعاویہ اور محاضر نے

[1] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث: 3773.

وَمُحَاضِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ.

اعمش سے روایت کرنے میں شعبہ کی متابعت کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے مہاجرین اولین اور انصار کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں۔ ان حضرات نے مسلمانوں پر ایسے وقت میں اپنا مال خرچ کیا جب ہر طرف سے کفار کا غلبہ تھا اور مسلمان مال و دولت کے محتاج تھے۔ ② یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے اس وقت بیان فرمائی جب حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے مابین کچھ تلخ کلامی ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا تو آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے یہ حدیث بیان فرمائی۔[1]

٣٦٧٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ أَبُو الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ شَرِيكِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ، فَقُلْتُ: لَأَلْزَمَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هٰذَا، قَالَ: فَجَاءَ الْمَسْجِدَ، فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: خَرَجَ وَوَجَّهَ هَاهُنَا، فَخَرَجْتُ عَلَى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ، حَتَّى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ، حَتَّى قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى بِئْرِ أَرِيسٍ، وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ: لَأَكُونَنَّ بَوَّابًا لِلنَّبِيِّ ﷺ الْيَوْمَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ، فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»، فَأَقْبَلْتُ حَتَّى قُلْتُ

[3674] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے اپنے گھر وضو کیا اور باہر نکلتے دل میں کہنے لگے کہ میں آج رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ضرور آپ کے ساتھ رہوں گا، چنانچہ وہ مسجد میں آئے اور نبی ﷺ کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا: آپ باہر کہیں اس طرف تشریف لے گئے ہیں، لہٰذا میں آپ کے قدموں کے نشانات پر آپ کے متعلق پوچھتا ہوا روانہ ہوا اور چاہ اریس تک جا پہنچا اور دروازے پر بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا۔ جب آپ رفع حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کر چکے تو میں آپ کے پاس گیا۔ آپ چاہ اریس، یعنی اس کی منڈیر کے درمیان کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیوں کو کھول کر کنویں میں لٹکا رکھا تھا۔ میں آپ کو سلام کر کے لوٹ آیا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ آج نبی ﷺ کا دربان بنوں گا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا: کون ہے؟ انھوں نے کہا: ابوبکر ہوں۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہریے۔ میں نے جا کر (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا: اللہ کے رسول! ابوبکر اجازت مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کو آنے دو اور

① فتح الباري: 7/44.

لِأَبِي بَكْرٍ: ادْخُلْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ، فَجَلَسَ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَعَهُ فِي الْقُفِّ، وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ - كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ - وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ. وَقَدْ تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي، فَقُلْتُ إِنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا - يُرِيدُ أَخَاهُ - يَأْتِ بِهِ، فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ، ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» فَجِئْتُ فَقُلْتُ لَهُ: ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ، فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهِ، وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ. فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَأْتِ بِهِ، فَجَاءَ إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ، فَقُلْتُ: عَلٰى رِسْلِكَ، فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيبُهُ»، فَجِئْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ: ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيبُكَ، فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ، فَجَلَسَ وُجَاهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ.

جنت کی بشارت بھی سناؤ۔" لہٰذا میں نے واپس آ کر ابوبکر ﷜ سے کہا: اندر آ جائیے اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں، چنانچہ حضرت ابوبکر ﷜ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب آپ کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے اور انھوں نے بھی اسی طرح اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا دیے جس طرح نبی ﷺ نے لٹکا رکھے تھے اور اپنی پنڈلیاں بھی کھول دیں۔ میں واپس جا کر بیٹھ گیا اور میں اپنے بھائی کو گھر میں وضو کرتے چھوڑ آیا تھا اور اس نے بھی میرے پیچھے آنا تھا۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا: اگر اللہ کو فلاں، یعنی میرے بھائی کی بھلائی منظور ہے تو ضرور اس کو یہاں لے آئے گا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی دروازہ ہلا رہا ہے۔ میں نے پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: عمر بن خطاب ہوں۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہریے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کر کے گزارش کی کہ حضرت عمر ﷜ حاضر ہیں اور آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "انھیں اجازت دو اور جنت کی بھی بشارت سناؤ۔" میں نے واپس آ کر کہا: اندر آ جائیں اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، چنانچہ وہ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کنویں کی منڈیر پر آپ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا دیے۔ پھر میں واپس آ کر دروازے پر بیٹھ گیا اور دل میں وہی کہنے لگا کہ اگر اللہ فلاں کے ساتھ بھلائی چاہے گا تو اسے یہاں ضرور لے آئے گا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور دروازے کو حرکت دینے لگا۔ میں نے پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: عثمان بن عفان ہوں۔ میں نے کہا: ٹھہریے۔ پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور انھیں خبر دی تو آپ نے فرمایا: "انھیں اندر آنے کی اجازت اور جو آزمائش

انھیں پہنچے گی، اس کے بدلے میں جنت کی بشارت بھی دے دو۔" چنانچہ میں آیا اور ان سے کہا کہ آ جاؤ اور رسول اللہ ﷺ نے اس مصیبت پر جو آپ کو پہنچے گی جنت کی بشارت دی ہے، چنانچہ حضرت عثمان بھی اندر آ گئے اور انھوں نے منڈیر کو بھرا ہوا دیکھا تو وہ آپ کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔

قَالَ شَرِيكٌ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ. [انظر: ٣٦٩٣، ٣٦٩٥، ٧٠٩٧، ٧٢٦٢]

حضرت سعید بن میتب نے کہا: میں نے اس طرح بیٹھنے سے ان کی قبروں کی جگہ مراد لی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اریس، مدینہ طیبہ کا ایک مشہور باغ ہے جو قباء کے قریب واقع ہے۔ اسی کنویں میں رسول اللہ ﷺ کی وہ انگوٹھی گری جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہن رکھا تھا۔ ② اس حدیث میں خلفائے ثلاثہ کی فضیلت کا واضح بیان ہے اور ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں کیونکہ ان کو جنت کی بشارت پہلے دی گئی جبکہ ان کی نشست بھی رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب تھی۔ ایک روایت کے مطابق جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ کچھ دیر خاموش رہے، پھر انھیں اندر آنے کی اجازت اور مصیبت آنے پر جنت کی بشارت دی۔[1] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بشارت سن کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: اَللّٰہُ الْمُسْتَعَان. اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق واضح پیش گوئی ہے کہ وہ ایک سنگین فتنے کی زد میں آئیں گے۔ مسند احمد میں صراحت ہے کہ آپ کو ظلم کے طور پر شہید کیا جائے گا۔[2] چنانچہ یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ ③ حضرت سعید بن میتب کی کمال دانائی تھی، حقیقت میں ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تو رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے بقیع غرقد میں ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں جانب ہوں گے کیونکہ ایسا امر واقعہ کے خلاف ہے، چنانچہ انھوں نے ایک دوسری روایت میں وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد ہے کہ شیخین کی قبریں اکٹھی اور حضرت عثمان کی قبر الگ ہوگی۔[3]

٣٦٧٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَعِدَ أُحُدًا وَّأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَفَ بِهِمْ،

[3675] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ احد پہاڑ پر چڑھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ اتنے میں پہاڑ لرزنے اور کانپنے لگا تو آپ نے فرمایا: "اے اُحد!

① صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث: 3695. ② مسند أحمد: 115/2. ③ صحيح البخاري، الفتن، حديث: 7097.

فَقَالَ: «اثْبُتْ أُحُدُ، فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيقٌ وَّشَهِيدَانِ». [انظر: ٣٦٨٦، ٣٦٩٩]

ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔"

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد پہاڑ پر اپنا پاؤں مارا اور مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔[1] ② رسول اللہ ﷺ کا یہ ایک معجزہ اور پیش گوئی تھی جو اپنے وقت پر حرف بحرف پوری ہوئی، چنانچہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ہر دو نے جام شہادت نوش کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقام صدیقیت نصیب ہوا۔ ③ اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے، نیز اُحد پہاڑ کا کانپ اٹھنا بھی برحق ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ایک معجزے کے طور پر ظہور میں آیا۔ ④ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام چیزیں اپنی اپنی حدود میں شعور زندگی سے بہرہ ور ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے۔"[2]

٣٦٧٦ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَيْنَا أَنَا عَلَى بِئْرٍ أَنْزِعُ مِنْهَا جَاءَنِي أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ، فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ الدَّلْوَ، فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ، وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَّاللهُ يَغْفِرُ لَهُ، ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ أَبِي بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَفْرِي فَرِيَّهُ، فَنَزَعَ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ».

[3676] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں (خواب میں) ایک کنویں پر کھڑا اس سے پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی پہنچ گئے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈول لے لیا اور ایک یا دو ڈول کھینچے۔ ان کے پانی بھرنے میں کچھ کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ اسے دور کر دے گا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے وہ ڈول حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور ان کے ہاتھ میں پہنچتے ہی وہ ڈول ایک بڑے ڈول کی شکل اختیار کر گیا۔ میں نے کوئی ہمت والا شہ زور انسان نہیں دیکھا جو اتنی حسن تدبیر اور قوت کے ساتھ کام کرنے کا عادی ہو، چنانچہ انھوں نے اتنا پانی کھینچا کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو بھی پانی پلا کر بٹھا دیا۔"

قَالَ وَهْبٌ: الْعَطَنُ: مَبْرَكُ الْإِبِلِ، يَقُولُ: حَتَّى رَوِيَتِ الْإِبِلُ فَأَنَاخَتْ. [راجع: ٣٦٣٤]

(راویٔ حدیث) وہب نے بیان کیا کہ [الْعَطَنُ] اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ عرب کا محاورہ ہے: اونٹ سیراب ہوئے کہ (وہیں) بیٹھ گئے۔

فوائد و مسائل: ① کنویں سے مراد دین کی طرف اشارہ ہے جو حیاتِ نفوس کا منبع ہے اور جس سے معاش و معاد سب کے معاملات پورے ہوتے ہیں۔ ② ضعف سے فتنۂ ارتداد کی طرف اشارہ ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ظاہر ہوا، جس میں

[1] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث: 3686. [2] بنيٓ إسرآئيل 17: 44.

ان کا کوئی قصور نہیں بلکہ انھوں نے استقامت کا پہاڑ بن کر ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے ان کی نرم مزاجی کی طرف اشارہ ہو کہ وہ سخت گیر نہ تھے۔ ③ بہر حال اس کمزوری کے باوجود انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ڈول سنبھالا، اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ان کی فوقیت ثابت ہوتی ہے۔ واللہ أعلم.

٣٦٧٧ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ، يَدْعُونَ اللهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ، إِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَى مَنْكِبِي يَقُولُ: يَرْحَمُكَ اللهُ! إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَّجْعَلَكَ اللهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ؛ لِأَنِّي كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ، وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ، وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ»، فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَّجْعَلَكَ اللهُ مَعَهُمَا، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ. [انظر: ٣٦٨٥]

[3677] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا اور ہم اللہ تعالیٰ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے مغفرت کر رہے تھے جبکہ ان کا جنازہ چار پائی پر رکھا جا چکا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے میرے پیچھے سے آ کر اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ دی اور کہنے لگا: اللہ تم پر رحم کرے! میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں تمھارے ساتھیوں کے ہمراہ رکھے گا کیونکہ میں اکثر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کرتا تھا: ''فلاں جگہ پر میں تھا اور ابوبکر و عمر ساتھ تھے۔ میں نے اور ابوبکر و عمر نے یہ کام کیا۔ میں اور ابوبکر و عمر روانہ ہوئے۔'' مجھے اس لیے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ان کے ساتھ رکھے گا۔ پھر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ (دعائیہ) کلمات کہنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

فوائد و مسائل: ① اس معیت سے مراد دفن کی معیت ہے یا دخول جنت ہے جو موت کے بعد ظہور پذیر ہوگا اور صاحبین سے مراد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ② اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت کا بیان ہے کیونکہ آپ ہر بات اور ہر کام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مقدم تھے جیسا کہ اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے۔ ③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ چاروں خلفاء یک دل اور یک جان تھے، نیز وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دعا گو تھے۔ جن لوگوں نے یہ خیال کیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور بدخواہ تھے وہ مردود خود بد باطن اور خبیث ہیں۔

٣٦٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ أَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ،

[3678] حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مشرکین مکہ کی سب سے بڑی ظالمانہ حرکت کے بارے میں پوچھا جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کی تھی تو انھوں نے بتایا: میں نے عقبہ بن ابو معیط کو دیکھا وہ نبی ﷺ کے پاس آیا

قَالَ: رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، فَوَضَعَ رِدَاءً فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهَا خَنْقًا شَدِيدًا، فَجَاءَهُ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَفَعَهُ عَنْهُ ﷺ فَقَالَ: ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ﴾ [غافر:٢٨].

[انظر: ٣٨٥٦، ٤٨١٥]

جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنی چادر آپ کی گردن میں ڈالی اوراس سے آپ کا گلہ گھونٹتے ہوئے اسے سختی سے دبایا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر ؓ تشریف لائے تو انھوں نے اس لعین کو آپ سے ہٹایا اور فرمایا: ''کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمھارے پاس اپنے رب کی طرف سے دلائل بھی لایا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① عقبہ بن ابی معیط جنگ بدر میں قتل ہوا۔ ② اس حدیث سے بھی حضرت ابوبکر ؓ کی عظیم منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے انتہائی مشکل وقت میں رسول اللہ ﷺ کی مدد زبان اور ہاتھ دونوں سے کی جبکہ کفار کا بہت غلبہ تھا۔ حضرت ابوبکر ؓ تریسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ مدت خلافت دو سال تین ماہ اور چند دن تھی۔ انھوں نے سردی کے دنوں میں غسل کیا تو بیمار ہو گئے۔ پندرہ دن تک بخار رہا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انھوں نے 22 جمادی الاخری 13ھ بمطابق 23 اگست 634ء کو وفات پائی...... ؓ......

(٦) بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَبِي حَفْصٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 6- حضرت ابوحفص عمر بن خطاب قرشی عدوی ؓ کے مناقب کا بیان

وضاحت: حضرت حفصہ ؓ حضرت عمر ؓ کی بڑی بیٹی تھیں۔ اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابوحفص رکھی۔ آپ کو فاروق کا لقب بھی رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا۔ آپ سیاست، حسن تدبیر اور ملکی انتظام میں اپنا ہم پلہ نہیں رکھتے۔ امام بخاری ؒ نے آپ کے مناقب میں ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر سولہ احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ آپ کے فضائل و مناقب پر دنیا کی بیشتر زبانوں میں کافی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

٣٦٧٩ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمَاجِشُونِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «رَأَيْتُنِي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ، وَسَمِعْتُ خَشَفَةً فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: هٰذَا بِلَالٌ. وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: لِعُمَرَ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ،

[3679] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے آپ کو (بحالت خواب) جنت میں داخل ہوتے دیکھا اور وہاں ابوطلحہ کی بیوی رمیصاء کو بھی دیکھا۔ میں نے ایک شخص کے چلنے کی آواز سن کر دریافت کیا: یہ کون ہے؟ تو کسی نے جواب دیا: یہ حضرت بلال ؓ ہیں۔ پھر میں نے وہاں ایک محل دیکھا۔ اس کے صحن میں ایک جوان عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ کسی نے کہا کہ حضرت عمر

فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ»، فَقَالَ عُمَرُ: بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ! أَعَلَيْكَ أَغَارُ؟. [انظر: ٥٢٢٦، ٧٠٢٤]

بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ محل میں گھوم پھر کر دیکھوں مگر اے عمر! مجھے تمھاری غیرت یاد آ گئی۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟

٣٦٨٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ قَالَ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ؟ فَقَالُوا: لِعُمَرَ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ، فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا»، فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ: أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللهِ؟. [راجع: ٣٢٤٢]

[3680] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے جب آپ نے فرمایا: ''میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خود کو جنت میں دیکھا۔ اچانک وہاں ایک عورت کو محل کے پاس وضو کرتے دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا: یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں ان کی غیرت کا خیال کرتے ہوئے واپس آ گیا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا: اللہ کے رسول! کیا میں نے آپ کے خلاف غیرت کرنا تھی؟

فوائد ومسائل: ① یہ دونوں احادیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت پر مشتمل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت خواب جنت میں ان کا محل دیکھا، جس میں ان کی بیوی وضو کر رہی تھی۔ یہ وضو اپنے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے تھا کیونکہ جنت میں شرعی احکام کی بجا آوری کا سلسلہ نہیں ہے۔ ② حدیث جابر دراصل تین احادیث پر مشتمل ہے۔ اس میں رمیصاء نامی خاتون کا ذکر ہے جو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی، حضرت انس کی والدہ اور رسول اللہ ﷺ کی رضاعی خالہ ہیں۔ ان کا نام سہلہ اور کنیت ام سلیم ہے۔ ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رونا خوشی ومسرت کی وجہ سے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! آپ کی وجہ سے تو ہمیں ہدایت اور یہ مقام بلند عنایت ہوا تو کیا میں نے آپ کی وجہ سے غیرت کرنا تھی۔[1] ④ اس حدیث میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے اور وہ عبادات میں گہری دلچسپی رکھتی تھیں۔

٣٦٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ أَبُو جَعْفَرٍ الْكُوفِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ - يَعْنِي

[3681] حضرت حمزہ بن عبداللہ سے روایت ہے، وہ اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے بحالت خواب دودھ پیا، اس قدر پیا کہ اس کی میرابی اپنے ناخن یا ناخنوں

① فتح الباري: 7/57، 58.

اللَّبَنَ - حَتَّى أَنْظُرَ إِلَى الرِّيِّ يَجْرِي فِي ظُفُرِي - أَوْ فِي أَظْفَارِي - ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ»، قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «الْعِلْمَ». [راجع: ٨٢]

پر دیکھنے لگا۔ پھر میں نے وہ دودھ حضرت عمر ؓ کو دے دیا۔" صحابۂ کرام ؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "اس کی تعبیر علم ہے۔"

فائدہ: اس حدیث میں حضرت عمر ؓ کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ علوم نبویہ سے مالا مال ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عمر ؓ کو اللہ تعالیٰ نے علوم سے وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ لوگوں نے اس عظیم منقبت کے مقابلے میں حضرت علی ؓ کے متعلق ایک حدیث بناڈالی کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ یہ حدیث خودساختہ اور بناوٹی ہے۔ ویسے حضرت علی ؓ کے فضائل ومناقب بہت ہیں، ان کے لیے اس طرح کی موضوع احادیث کا سہارا لینے کی بالکل ضرورت نہیں۔ اس حدیث کی مزید تشریح کتاب التعبیر میں ہوگی۔ باذن اللہ تعالیٰ.

٣٦٨٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ سَالِمٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أُرِيتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلَى قَلِيبٍ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ نَزْعًا ضَعِيفًا، وَاللهُ يَغْفِرُ لَهُ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِي فَرِيَّهُ، حَتَّى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوا بِعَطَنٍ».

[3682] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کنویں پر چرخی سے ڈول کھینچ رہا ہوں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر آئے تو انھوں نے ایک یا دو ڈول پانی کے بھرے ہوئے کھینچے۔ ان کے پانی بھرنے میں کچھ کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ پھر حضرت عمر ؓ آئے تو وہ ڈول ایک بڑے ڈول کی شکل اختیار کر گیا۔ میں نے کوئی شہ زور اور طاقتور آدی نہیں دیکھا جس نے اتنی مہارت سے اپنا کام پورا کیا ہو، یہاں تک لوگ خود بھی سیراب ہوئے اور انھوں نے اپنے اونٹوں کو سیراب کر کے ان کے ٹھکانوں میں باندھ دیا۔"

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ: (الْعَبْقَرِيُّ): عِتَاقُ الزَّرَابِيِّ.

ابن جبیر ؒ کہتے ہیں کہ عَبْقَرِيٌّ، عمدہ قالین کو کہتے ہیں۔

وَقَالَ يَحْيَى: اَلزَّرَابِيُّ: الطَّنَافِسُ لَهَا خَمْلٌ رَقِيقٌ. ﴿مَبْثُوثَةٌ﴾ [الغاشية:١٦]: كَثِيرَةٌ. [راجع: ٣٦٣٤]

حضرت یحییٰ کہتے ہیں کہ زَرَابِيُّ باریک کناروں والی چادروں کو کہا جاتا ہے۔ ﴿مَبْثُوثَةٌ﴾ کے معنی کثرت کے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں شیخین کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے امور کو کنویں سے تشبیہ دی ہے۔ چونکہ لوگوں کی زندگی کا انحصار اور ان کی بقا کا سبب پانی ہے اور لوگوں کو پانی پلانا ان کے امور کی اصلاح اور ان کے مصالح کا انتظام کرنا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام کو بہت ترقی ملی، فتوحات ہوئیں جن کے نتیجے میں لوگ خوشحال ہوئے۔ آپ کے زمانہ خلافت میں عدل و انصاف کا خوب چرچا ہوا۔ بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ان کا دور حکومت بہت طویل تھا۔ فتوحات ہونے کے باوجود اختلاف کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ ملا جیسا کہ حضرت عثمان کے دور خلافت میں ہوا، بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اسی اختلاف کے نتیجے میں ہوئی۔ ② حدیث کے آخری الفاظ کہ لوگ بھی سیراب ہوئے اور انھوں نے اپنے اونٹوں کو بھی سیراب کیا، ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان کے دور میں اسلام کو وسعت ہوئی اور لوگوں کو آرام اور سکون ملا۔ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ حدیث میں مذکور کسی لفظ کی مناسبت سے قرآنی الفاظ کی لغوی تشریح کر دیتے ہیں، چنانچہ آپ نے لفظ عبقري کی لغوی تشریح کی ہے اگرچہ حدیث میں اس سے مراد ماہر، تجربہ کار اور قوم کا سردار ہے۔ واللہ أعلم.

٣٦٨٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَاهُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: اسْتَأْذَنَ عُمَرُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ، عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ عَلَى صَوْتِهِ، فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ، فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ: أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي، فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ»، قَالَ

[3683] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی جبکہ اس وقت آپ کے پاس قریش کی چند عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ بہت اصرار کے ساتھ نان و نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ ایسے حالات میں ان کی آوازیں آپ ﷺ کی آواز سے بلند ہو رہی تھیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ جلدی سے پردے میں چلی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اجازت دی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر آئے تو رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کے دندان مقدسہ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ان عورتوں پر ہنسی آ رہی ہے جو ابھی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں لیکن جب انھوں نے تمھاری آواز سنی تو جلدی سے پس پردہ چلی گئیں۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ زیادہ حق دار ہیں کہ وہ آپ سے ڈریں۔ پھر انھوں نے عورتوں

عُمَرُ: فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهَبْنَ يَا رَسُولَ اللهِ، ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ، أَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ فَقُلْنَ: نَعَمْ، أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِيهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ». [راجع: ٣٢٩٤]

سے مخاطب ہو کر کہا: اے اپنے آپ کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں آپ کہیں زیادہ سخت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن خطاب! اب آپ اس موضوع کو ختم کریں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر شیطان کسی راہ پر آپ کو چلتا دیکھ لے تو وہ اپنا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے حضرت عمر ؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ ان سے شیطان بھی ڈرتا ہے حتی کہ وہ حضرت عمر ؓ کو کسی راستے میں دیکھ کر اپنا راستہ بدل لیتا ہے، یعنی خود شیطان بھی ان سے بہت ہیبت زدہ اور ہراساں ہے۔ ② حضرت عمر ؓ کو عورتوں کا ہیبت زدہ ہونا اس طرح معلوم ہوا کہ وہ جلدی سے صرف آواز ہی سن کر پردے میں چلی گئیں، اگر صرف پردہ ہی مقصود تھا تو وہاں بیٹھی بیٹھی اپنی چادروں سے پردہ کر سکتی تھیں، اس کے علاوہ کچھ عورتیں حضرت عمر ؓ کی محارم تھیں جیسا کہ حضرت حفصہ ؓ ہیں، ان سب کا پردے میں چلے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب حضرت عمر ؓ سے ہیبت زدہ تھیں اور آپ سے ڈرتی تھیں۔ صرف پردہ کرنے کے لیے ہی وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے نہیں اٹھی تھیں۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے ان کے کردار پر اس لیے تعجب کیا کہ انھوں نے جلد بازی سے کام لیا اور اس امر کا انتظار نہیں کیا کہ حضرت عمر ؓ کو اندر آنے کی اجازت ملتی ہے یا نہیں۔ واللہ أعلم.

٣٦٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ. [انظر: ٣٨٦٣]

[3684] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب سے حضرت عمر ؓ مسلمان ہوئے ہم لوگ برابر عزت کی زندگی گزارنے لگے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی: اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعے سے عزت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر ؓ کے حق میں آپ کی دعا قبول فرمائی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے۔[1] ② ''عزت کی زندگی گزارنے لگے'' سے مراد یہ ہے کہ ان کے قبول اسلام کے بعد مسلمان کعبے میں علانیہ نماز پڑھنے لگے اور تبلیغ اسلام کے لیے راستہ کھل گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ کا اسلام لانا ہمارے لیے باعث عزت، ان کی ہجرت اسلام کی نصرت اور ان کی حکومت لوگوں کے لیے رحمت تھی۔ اللہ کی قسم! ہم بیت اللہ کے پاس علانیہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے حتی کہ

[1] جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3681.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ہمیں یہ نعمت حاصل ہوئی۔[1] ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو مشرکین نے کہا: مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا ہے۔[2] بہر حال ابتدائے اسلام میں کفار کا غلبہ تھا، وہ مسلمانوں کو بہت تکلیف دیتے تھے لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو کفار نے مسلمانوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیا۔[3]

٣٦٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: وُضِعَ عُمَرُ عَلَى سَرِيرِهِ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُونَ وَيُصَلُّونَ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ وَأَنَا فِيهِمْ، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَجُلٌ آخِذٌ مَنْكِبِي، فَإِذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَتَرَحَّمَ عَلَى عُمَرَ وَقَالَ: مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ، وَايْمُ اللهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، وَحَسِبْتُ أَنِّي كُنْتُ كَثِيرًا أَسْمَعُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ». [راجع: ٣٦٧٧]

[3685] ابن ابی مُلَیکہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ فرما رہے تھے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تو لوگوں نے اسے گھیرے میں لے لیا اور ان کے لیے اللہ سے دعائیں اور مغفرت طلب کرنے لگے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ جنازہ اٹھانے سے پہلے اچانک ایک آدمی نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کرتے ہوئے کہا: اے عمر! تم نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو عمل و کردار کے اعتبار سے مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہو (اور میں تمنا کروں) کہ میں اس جیسا بن کر اللہ تعالیٰ سے ملوں۔ اللہ کی قسم! مجھے تو پہلے ہی سے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ اور میرا یہ یقین اس بنا پر تھا کہ میں اکثر نبی ﷺ سے یہ سنا کرتا تھا: ''میں اور ابوبکر و عمر گئے۔ میں اور ابوبکر و عمر اندر آئے۔ میں اور ابوبکر و عمر باہر نکلے۔''

فائدہ: اس حدیث سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی ہے کہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل و کردار تمام لوگوں سے افضل تھا اور آپ فرماتے ہیں: میں ان جیسے اعمال لے کر اللہ کے ہاں حاضر ہونا پسند کرتا ہوں۔ پھر تمام حاضرین اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے مغفرت کر رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بھی یقین تھا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجرہ شریف میں یا جنت میں اکٹھے ہوں گے۔

٣٦٨٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ:

[3686] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

[1] المعجم الكبير للطبراني: 162/9، رقم: 8806. [2] المعجم الكبير للطبراني: 152/11، رقم: 11659. [3] فتح الباري: 7/61،62.

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ سَوَاءٍ وَكَهْمَسُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ أُحُدًا وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَفَ بِهِمْ، فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ: «اثْبُتْ أُحُدُ! فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ [شَهِيدَانِ]». [راجع: ٣٦٧٥]

انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ احد پہاڑ پر چڑھے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پہاڑ لرزنے اور کانپنے لگا تو آپ نے اپنا پاؤں مار کر اسے فرمایا: ''اے احد! ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں۔''

فائدہ: علمائے سلوک نے لکھا ہے: جب اُحد پہاڑ لرزنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ وضاحت کرنا ضروری خیال کیا کہ پہاڑ کا یہ لرزہ ایسا نہیں جیسا کہ کوہ طور قوم موسیٰ کے ساتھ حرکت میں آیا تھا جب انھوں نے اللہ کے کلمات میں تحریف کا ارتکاب کیا تھا۔ اس وقت وہ پہاڑ شدت غضب کی وجہ سے لرزہ تھا جبکہ احد کا لرزہ خوشی اور سرور کی وجہ سے ہے کہ اس پر وہ ہستیاں ہیں جنھیں اللہ پسند کرتا ہے، گویا اُحد پہاڑ خوشی سے جھوم رہا تھا اور زبانِ حال سے یہ کہہ رہا تھا: پہاڑو! تم پر پتھر ہیں، مجھ پر پیغمبر ہے۔ تم پر درخت ہیں، مجھ پر آمنہ کے جگر کا لخت ہیں۔ تم پر مکان ہیں اور مجھ پر نبی آخر الزمان ہیں، اس لیے جب رسول اللہ ﷺ نے اسے ٹھہر جانے کا حکم دیا تو وہ ٹھہر گیا۔

٣٦٨٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلَنِي ابْنُ عُمَرَ عَنْ بَعْضِ شَأْنِهِ - يَعْنِي عُمَرَ - فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ حِينِ قُبِضَ، كَانَ أَجَدَّ وَأَجْوَدَ - حَتَّى انْتَهَى - مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.

[3687] حضرت اسلم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات پوچھے تو میں نے انھیں بتایا کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی ہے، میں نے آپ کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو معاملات نمٹانے میں بہت کوشش کرنے والا اور اللہ کی راہ میں زیادہ سخاوت کرنے والا ہو اور یہ خوبیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ختم ہو گئیں۔

فائدہ: حضرت اسلم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں نے ان کی مدت خلافت کے دوران میں کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ سخی اور انتھک کوشش کرنے والا ہو۔ اس شہادت اور گواہی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے کہ آپ اسلام کے بہت بڑے ستون تھے...... رضی اللہ عنہ ......

٣٦٨٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ

[3688] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے قیامت کے متعلق پوچھا کہ وہ

عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: «وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟» قَالَ: لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ، فَقَالَ: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ». قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ».

کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ''تو نے اس کے لیے کیا تیار کیا ہے؟'' اس نے کہا: کچھ بھی نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تو قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم کسی بات سے اتنا خوش نہ ہوئے جس قدر نبی ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے خوش ہوئے: ''جس کو تو محبوب رکھتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گا۔''

قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ. [انظر: ٦١٦٧، ٦١٧١، ٧١٥٣]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تو نبی ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان جیسے عمل نہیں کیے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کے پیش نظر مترجم، ناشر اور قارئین کرام ان جذبات کا اظہار کرتے ہیں: ''اے اللہ! ہم بھی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں، اس لیے قیامت کے دن ہمیں ان کی رفاقت میسر فرما اگرچہ ہم ان حضرات جیسے کارہائے خیر بجا لانے سے قاصر ہیں۔'' ② واضح رہے کہ اس معیت سے مراد ثواب اور اجر میں مشارکت اور معیت خاصہ ہے جس میں محب اور محبوب کے درمیان ملاقات بھی شامل ہے۔ یہ مقصد قطعاً نہیں کہ دونوں ایک درجے میں ہوں گے کیونکہ یہ تو عقلی طور پر بھی محال ہے۔

٣٦٨٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِّنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ».

[3689] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

زَادَ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ، فَإِنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ ایسے لوگ ہوتے تھے جنھیں الہام ہوا کرتا تھا، حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے، لہٰذا اگر میری امت میں کوئی اس

يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ» .

قابل ہے تو وہ عمر ہیں۔"

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : «مِنْ نَّبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ» . [راجع: ٣٤٦٩]

حضرت ابن عباس ؓ نے اس طرح کہا ہے: "کوئی نبی یا محدث۔"

فوائد ومسائل: ① محدّث وہ ہوتا ہے جس پر اللہ کی طرف سے الہام ہو اور حق اس کی زبان پر جاری ہو جائے یا جس سے فرشتے ہم کلام ہوں یا وہ جس کی رائے بالکل صحیح ثابت ہو۔ حضرت عمر ؓ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں۔ ان کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ ان کے موافقات بہت ہیں جو قرآن مجید کے عین مطابق ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان کی درست باتوں کی کمی نہیں ہے۔ اس امر کی وضاحت ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق رکھ دیا ہے۔"[1] ② حدیث کے آخر میں حضرت ابن عباس ؓ کی ایک قراءت نقل ہوئی ہے۔ پوری آیت اس طرح ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ......﴾ "ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول یا نبی بھیجا......"[2] وہ اس آیت میں نبی کے بعد محدّث کا لفظ بھی پڑھتے تھے۔ واللہ أعلم.

٣٦٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ: حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا: سَمِعْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَيْنَمَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا الذِّئْبُ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً، فَطَلَبَهَا حَتّٰى اسْتَنْقَذَهَا، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ لَهُ: مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ؟ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي». فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَإِنِّي أُومِنُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ»، وَمَا ثَمَّ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ. [راجع: ٢٣٢٤]

[3690] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیے نے حملہ کر کے ان میں سے ایک بکری قابو کر لی۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اس سے بکری چھڑا لی تو بھیڑیا اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: درندوں کے دن ان کی حفاظت کون کرے گا؟ جبکہ میرے علاوہ ان کو چرانے والا کوئی نہیں ہو گا۔" لوگوں نے کہا: سبحان اللہ (بھیڑیا باتیں کرتا ہے)۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ابوبکر و عمر بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔" حالانکہ ابوبکر و عمر ؓ وہاں موجود نہ تھے۔

فوائد ومسائل: ① درندوں کے دن سے مراد فتنوں کا دور ہے جب لوگ ان کی وجہ سے اپنے مال مویشی سے غافل ہوں گے۔ ② بعض لوگوں کے نزدیک سبع کے معنی مہمل ہیں، چنانچہ جب بکریوں کو مہمل چھوڑ دیا جائے گا جو کوئی چاہے انھیں پکڑ لے لیکن پہلا معنی زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے شیخین کے ایمان اور قوتِ یقین پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی

① سنن أبي داود، الخراج، حديث: 2962. ② الحج 22: 52.

تصدیق فرمائی، اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

٣٦٩١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذٰلِكَ، وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ اجْتَرَّهُ»، قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «الدِّينُ». [راجع: ٢٣]

[3691] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ایک دفعہ میں سو رہا تھا، میں نے خواب میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور انھوں نے قمیصیں پہن رکھی ہیں۔ کچھ قمیصیں تو ایسی جو سینوں تک ہیں اور کچھ اس سے نیچے ہیں۔ عمر کو جب میرے سامنے لایا گیا تو ان پر جو قمیص تھی وہ اسے گھسیٹ رہے تھے۔'' لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی؟ آپ نے فرمایا: ''وہ دین ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس میں تشبیہ بلیغ ہے جس میں دین کو قمیص سے تشبیہ دی گئی ہے، وجہ شبہ ستر اور پردہ پوشی ہے۔ جس طرح قمیص انسان کی شرمگاہ کو چھپاتی ہے اسی طرح دین بھی انسانی عیوب پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ ② اہل علم فرماتے ہیں: خواب میں قمیص دیکھنا اس کی تعبیر دین ہے اور اس کا گھسٹنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مرنے کے بعد دیکھنے والے کے کمالات اور ان کے اثرات باقی رہیں گے۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین اور ایمان بہت مضبوط اور قوی تھا۔

٣٦٩٢ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَكَأَنَّهُ يُجَزِّعُهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! وَلَئِنْ كَانَ ذَاكَ، لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ، ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ، ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، ثُمَّ صَحِبْتَ صَحَبَتَهُمْ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ، وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُونَ، قَالَ: أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَرِضَاهُ فَإِنَّ ذٰلِكَ مَنٌّ مَنَّ

[3692] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کر دیے گئے تو انھوں نے سخت بے چینی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: امیر المومنین! آپ اس قدر گھبرا کیوں رہے ہیں؟ آپ تو رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہے اور آپ ﷺ کی صحبت کا پورا حق ادا کیا، پھر آپ جب (رسول اللہ ﷺ سے) جدا ہوئے تو نبی ﷺ آپ پر خوش تھے۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی اور ان کی رفاقت کا بھی آپ نے پورا پورا حق ادا کیا، پھر آپ جب (ان سے) جدا ہوئے تو وہ بھی آپ سے خوش تھے۔ پھر آپ نے دیگر مسلمانوں کی صحبت اختیار کی تو ان کی صحبت کا بھی آپ نے پورا پورا حق ادا کیا۔ اگر

اللهِ تَعَالٰى مَنَّ بِهِ عَلَيَّ، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَّرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذٰلِكَ مَنٌّ مَّنَ اللهِ، جَلَّ ذِكْرُهُ، مَنَّ بِهِ عَلَيَّ، وَأَمَّا مَا تَرٰى مِنْ جَزَعِي فَهُوَ مِنْ أَجْلِكَ، وَمِنْ أَجْلِ أَصْحَابِكَ، وَاللهِ لَوْ أَنَّ لِي طِلَاعَ الْأَرْضِ ذَهَبًا، لَافْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ عَذَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ أَنْ أَرَاهُ.

آپ ان سے جدا ہوں گے تو بایں حالت جدا ہوں گے کہ وہ سب آپ پر راضی ہوں گے۔ حضرت عمر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور آپ کی رضامندی کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا ہے اور جو آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور ان کی رضامندی کا ذکر کیا ہے تو یہ بھی اللہ کا بہت بڑا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا ہے، البتہ جو تم میری گھبراہٹ کو ملاحظہ کر رہے ہو تو یہ تمھاری اور تمھارے ساتھیوں کی فکر کی وجہ سے ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو اللہ کے عذاب کا سامنا کرنے سے پہلے اس کا فدیہ دے کر اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔

قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ، بِهٰذَا.

حماد بن زید نے کہا کہ ہم سے ایوب نے، انھوں نے ابن ابی ملیکہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ پھر آخر تک یہی حدیث بیان کی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت کا بیان ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت نہایت اخلاص سے اختیار کی اور وہ سب آپ سے راضی خوشی تھے۔ آپ نے آخر میں جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا وہ اس لیے کہ شاید ان سے رعیت کے حقوق میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو بلکہ ان کا یہ کلام محض اظہار تواضع اور انکسار پر مبنی ہے۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے قراری کے دو اسباب تھے: ایک لوگوں کی فکر، دوسرے اپنی نجات کی فکر۔ ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا عادل، منصف مزاج، حق پرست، متبع سنت اور خلیفۂ راشد اس قدر اللہ کا خوف رکھتا ہے تو ہمارے حال پر تو بہت افسوس کرنا چاہیے کہ ہم سر سے پاؤں تک گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، پھر بھی اللہ سے نہیں ڈرتے۔ واللہ المستعان.

٣٦٩٣ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَائِطٍ مِّنْ

[3693] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں مدینہ طیبہ کے باغات میں سے ایک باغ میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا۔ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "دروازہ

حِيطَانِ الْمَدِينَةِ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» فَفَتَحْتُ لَهُ، فَإِذَا هُوَ أَبُو بَكْرٍ، فَبَشَّرْتُهُ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ، فَحَمِدَ اللهَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ، فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» فَفَتَحْتُ لَهُ، فَإِذَا هُوَ عُمَرُ، فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ، فَحَمِدَ اللهَ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِي: «افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ»، فَإِذَا عُثْمَانُ، فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَحَمِدَ اللهَ ثُمَّ قَالَ: اللهُ الْمُسْتَعَانُ. [راجع: ٣٦٧٤]

کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو۔" میں نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے انھیں وہ خوشخبری دی جو نبی ﷺ نے فرمائی تھی۔ انھوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: "دروازہ کھولو اور اسے جنت کی بشارت سناؤ۔" میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انھیں بشارت دی جو نبی ﷺ نے فرمائی تھی۔ انھوں نے بھی اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوانا چاہا تو نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: "دروازہ کھولو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو اس مصیبت پر جو اسے پہنچے گی۔" میں نے دیکھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے مطلع کیا تو انھوں نے اللہ کی تعریف فرمائی اور مزید کہا کہ اللہ ہی مددگار ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق جنت کی بشارت ہے۔ یہ آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ② اس حدیث سے متعلقہ دیگر مباحث پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

٣٦٩٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. [انظر: ٦٢٦٤، ٦٦٣٢]

[3694] حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک مرتبہ نبی ﷺ کے ہمراہ تھے جبکہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہت محبت اور ان پر آپ کی عنایت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑنا ان سے کمال محبت کی دلیل ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس جگہ یہ حدیث بہت اختصار سے بیان کی ہے، پوری حدیث اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا: اللہ کے رسول! آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ایمان تو اس وقت

کامل ہوگا جب تم اپنی جان سے بھی مجھے زیادہ محبوب خیال کرو گے۔" حضرت عمر ؓ نے فوراً کہا: اللہ کے رسول! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اے عمر! اب ایمان کمال تک پہنچا ہے۔"[1] ③ حضرت عمر ؓ کی شہادت کا واقعہ انتہائی دلدوز ہے جس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولؤ مجوسی نے زہر آلود خنجر سے تین وار کیے۔ جس سے آپ جانبر نہ ہوسکے، زخمی ہونے کے کئی دنوں بعد انتقال فرمایا۔ سیدنا صہیب ؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ کے ہمراہ سیدہ عائشہ ؓ کے حجرے میں مدفون ہیں۔ آپ کی وفات 26 ذوالحجہ 23ھ بمطابق 6 اکتوبر 644ء کو ہوئی ...... ؓ ......

(٧) بَابُ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَبِي عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 7- حضرت ابوعمرو عثمان بن عفان قرشی ؓ کے فضائل ومناقب کا بیان

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ يَحْفِرْ بِئْرَ رُومَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ»، فَحَفَرَهَا عُثْمَانُ، وَقَالَ: «مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ»، فَجَهَّزَهُ عُثْمَانُ.

نبی ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے بئر رومہ کو کھودا اس کے لیے جنت ہے۔" تو حضرت عثمان ؓ نے اسے کھدوایا، نیز آپ نے فرمایا: "جس شخص نے جیش عسرہ کو ساز وسامان مہیا کیا اس کے لیے جنت ہے۔" تو حضرت عثمان ؓ نے اس لشکر کو سامان مہیا کیا۔

وضاحت: امام بخاری ؒ نے فضائل عثمان ؓ پر مشتمل اس معلق روایت کو خود ہی متصل سند سے حدیث نمبر: 2778 کے تحت بیان کیا ہے کہ جب بلوائیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا تو آپ نے اوپر سے جھانک کر یہ احادیث بیان کیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ جیش عسرہ سے مراد غزوۂ تبوک کا لشکر ہے۔ آپ نے اس کی تیاری میں ڈھیروں خرچ کیا۔ احادیث میں ان کے بے شمار مناقب بیان ہوئے ہیں۔ حضرت عثمان ؓ کے لیے اتنا اعزاز ہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں، اس لیے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ امام بخاری ؒ نے نمونے کے طور پر صرف پانچ احادیث ذکر کی ہیں۔

٣٦٩٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ حَائِطًا، وَأَمَرَنِي بِحِفْظِ بَابِ الْحَائِطِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»،

[3695] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے تو مجھے حکم دیا کہ باغ کے دروازے کی نگرانی کروں، چنانچہ ایک آدمی آیا اور اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے اجازت دو اور جنت کی بشارت بھی سنادو۔" وہ حضرت ابوبکر

[1] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، حديث: 6632.

فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»، فَإِذَا عُمَرُ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ يَسْتَأْذِنُ فَسَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى سَتُصِيبُهُ»، فَإِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ. [راجع: ٣٦٧٤]

رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے اجازت دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔“ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک تیسرا شخص آیا تو اس نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اسے اجازت دو اور جنت کی بشارت بھی دو اس مصیبت پر جو اسے پہنچے گی۔“ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

قَالَ حَمَّادٌ: وَحَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ وَعَلِيُّ ابْنُ الْحَكَمِ: سَمِعَا أَبَا عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى بِنَحْوِهِ، وَزَادَ فِيهِ عَاصِمٌ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ قَاعِدًا فِي مَكَانٍ فِيهِ مَاءٌ قَدْ كَشَفَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ أَوْ رُكْبَتِهِ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا.

حماد نے کہا: ہم سے عاصم احول اور علی بن حکم نے بیان کیا، انھوں نے ابو عثمان کو ابو موسیٰ اشعری سے اس طرح بیان کرتے ہوئے سنا۔ عاصم نے اس میں یہ اضافہ ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ ایک جگہ تشریف فرما تھے جہاں پانی تھا جبکہ آپ نے دونوں گھٹنوں یا ایک گھٹنے سے کپڑا اٹھا رکھا تھا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اندر آئے تو آپ نے گھٹنوں پر کپڑا کر لیا۔

فوائد و مسائل: ① مذکورہ حدیث متعدد مرتبہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک واضح فضیلت کا ذکر ہے کہ آپ جنتی ہیں، لیکن آپ نے یہ بشارت دینے میں کچھ توقف فرمایا کہ میں پورے واقعے کی اطلاع کروں یا صرف دخول جنت کی بشارت سناؤں۔ جب پورا واقعہ سنانے کی پختہ رائے ہوگئی تو دونوں معاملات کی خبر دی تاکہ آپ مصیبت پر صبر کریں۔ ② اس حدیث کے آخر میں حضرت عاصم احول کے اضافے کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اپنی ران ڈھانپ لی۔ صحیح مسلم کی روایت میں ران ڈھانپنے کی وجہ بیان فرمائی: ”کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔“[1] صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عثمان بہت حیادار انسان ہیں اگر مجھے اس حالت میں پاتے تو اپنی حاجت پوری نہ کر پاتے۔“[2] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حیا ہی مناسب تھی کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے اور داماد اپنے سسر سے حیا کیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حیاداری آپ کی خاص صفت تھی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اشارہ فرمایا ہے: ”ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔“ واللہ أعلم.

٣٦٩٦ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ:

[3696] حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن

① صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6209 (2401). ② صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6220 (2402).

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ قَالَا: مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُكَلِّمَ عُثْمَانَ لِأَخِيهِ الْوَلِيدِ فَقَدْ أَكْثَرَ النَّاسُ فِيهِ؟ فَقَصَدْتُ لِعُثْمَانَ حَتّٰى خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، قُلْتُ: إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً وَّهِيَ نَصِيحَةٌ لَّكَ، قَالَ: يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ! مِنْكَ - قَالَ مَعْمَرٌ: أُرَاهُ قَالَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ - فَانْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِمَا إِذْ جَاءَ رَسُولُ عُثْمَانَ فَأَتَيْتُهُ، فَقَالَ: مَا نَصِيحَتُكَ؟ فَقُلْتُ: إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ ﷺ فَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَيْنِ، وَصَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَرَأَيْتَ هَدْيَهُ، وَقَدْ أَكْثَرَ النَّاسُ فِي شَأْنِ الْوَلِيدِ، قَالَ: أَدْرَكْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ قُلْتُ: لَا، وَلٰكِنْ خَلَصَ إِلَيَّ مِنْ عِلْمِهِ مَا يَخْلُصُ إِلَى الْعَذْرَاءِ فِي سِتْرِهَا، قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ، فَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ ﷺ، وَآمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهِ، وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ كَمَا قُلْتَ، وَصَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَبَايَعْتُهُ، فَوَاللهِ مَا عَصَيْتُهُ وَلَا غَشَشْتُهُ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ، ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ مِّثْلُهُ، ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُهُ، ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ، أَفَلَيْسَ لِي مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِي لَهُمْ؟ قُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: فَمَا هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي تَبْلُغُنِي عَنْكُمْ؟ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَأْنِ الْوَلِيدِ فَسَنَأْخُذُ فِيهِ بِالْحَقِّ إِنْ

عبد یغوث نے ان سے کہا کہ تمھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی ولید کے متعلق گفتگو کرنے میں کیا امر مانع ہے؟ لوگ اس کے متعلق بہت چہ میگوئیاں کرتے ہیں، چنانچہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ جب وہ نماز کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کی: مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے جس میں آپ کے لیے خیر خواہی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھلے آدمی! میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں واپس آ کر ان لوگوں کے پاس آ گیا۔ اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد مجھے بلانے کے لیے آ گیا۔ میں جب اس کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے دریافت فرمایا: بتاؤ، تمھاری خیر خواہی کیا تھی؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن نازل کیا، نیز آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کو قبول کیا۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی اور آپ کے طریقے اور سنت کو ملاحظہ کیا۔ بات یہ ہے کہ لوگ ولید کے متعلق بہت باتیں کر رہے ہیں۔ حضرت عثمان نے فرمایا: کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کو پایا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، لیکن آپ ﷺ کی احادیث مجھے پہنچی ہیں جیسا کہ کنواری لڑکی تک کو اس کے پردے کے باوجود پہنچ چکی ہیں۔ اس پر حضرت عثمان نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا اور میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے والوں میں ہی تھا۔ میں اس حق پر ایمان لایا جسے دے کر آپ کو بھیجا گیا تھا اور میں نے دو ہجرتیں کی ہیں جیسا کہ تو نے ذکر کیا ہے۔ بلاشبہ میں نے رسول

شَاءَ اللهُ تَعَالَى، ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِدَ فَجَلَدَهُ ثَمَانِينَ . [انظر: ۳۸۷۲، ۳۹۲۷]

اللہ ﷺ کی بیعت کی اور آپ کی صحبت میں رہا، اللہ کی قسم! میں نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ کبھی آپ سے خیانت ہی کا ارتکاب کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی میرا یہی معاملہ رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی میرا یہی رویہ تھا۔ پھر مجھے ان کا جانشین بنا دیا گیا۔ تو کیا مجھے وہ حقوق حاصل نہیں ہوں گے جو انھیں حاصل تھے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور حاصل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: پھر ان باتوں کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے جو وقتاً فوقتاً تم لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچتی رہتی ہیں؟ باقی جو تم نے ولید کے متعلق شکایت کی ہے ان شاء اللہ ہم اس کی سزا جو واجب ہے ضرور دیں گے۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں فرمایا کہ وہ ولید کو کوڑے ماریں، چنانچہ انھوں نے ولید کو اسی (80) کوڑے بطور حد لگائے۔

فوائد و مسائل: ① ولید بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مادری بھائی تھے۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ ان کے متعلق شراب نوشی کی شکایات تھیں۔ حضرت عبیداللہ بن عدی نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ولید کے شراب پینے کے متعلق کہا تھا۔ حضرت عدی، آپ کے بھانجے تھے۔ حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود نے اس لیے ان کا انتخاب کیا تھا کہ وہ اپنے ماموں سے ولید کے متعلق بات کریں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعوذ باللہ پڑھ کر ان کی بات کو اس وقت نہ سنا کہ نماز میں اس کے متعلق برے خیالات نہ آئیں، اس لیے آپ نے نماز کے بعد ان سے بات کرنا پسند فرمایا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے صاحب مروت اور حیادار قسم کے انسان تھے، انھیں یہ بات بارِ خاطر تھی کہ میں اسے ان باتوں کا ایسا جواب دوں جو انھیں برا لگے اور ان پر گراں گزرے، اس لیے اللہ کی پناہ مانگی۔ ② اس حدیث میں بیان کردہ دیگر مباحث اپنے اپنے مقام پر بیان ہوں گے، البتہ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ سابقین میں سے ہیں۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی رفاقت کا پورا پورا حق ادا کیا، ان سے کوئی خیانت نہیں کی اور اللہ کی راہ میں ہجرتیں (ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ طیبہ) کیں...... رضی اللہ عنہ ......

۳٦۹۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ

[3697] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں ہم حضرت

الْمَاجِشُونُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ أَحَدًا، ثُمَّ عُمَرَ، ثُمَّ عُثْمَانَ، ثُمَّ نَتْرُكُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ. [راجع: ٣١٣٠، ٣٦٥٥]

ابوبکر ؓ کے برابر کسی کو خیال نہیں کرتے تھے، پھر حضرت عمر ؓ کو، اس کے بعد حضرت عثمان کو۔ پھر ہم نبی ﷺ کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے، ایک دوسرے سے کسی کو افضل نہیں جانتے تھے۔

تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ.

عبدالعزیز سے روایت کرنے میں عبداللہ نے شاذان کی متابعت کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① صحابۂ کرام ؓ، حضرات شیخین حضرت ابوبکر وحضرت عمر ؓ اور عثمان ؓ کو دوسرے صحابہ پر فضیلت دینے کے بعد باقی صحابہ میں سے کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ جب فضیلت دینے میں اجتہاد کرتے تو انھی تینوں حضرات کے فضائل نمایاں ہوتے۔ ② غالباً اس سے مراد وہ بزرگ صحابۂ کرام ؓ ہیں جن سے اہم امور میں رسول اللہ ﷺ مشورہ لیتے تھے۔ اس وقت حضرت علی ؓ کی عمر کم تھی ابھی مقام شیخوخت کو نہ پہنچے تھے۔ اس سے حضرت علی ؓ کی تحقیر یا حضرت عثمان کے بعد فضیلت میں تاخیر قطعاً مراد نہیں بلکہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے بعد حضرت علی ؓ افضل ہیں، پھر باقی چھ مبشرہ، بعدازاں شرکائے بدر و اُحد، ان کے بعد بیعت رضوان کرنے والے۔ اس حدیث میں مذکورہ تاویل بہت ضروری ہے۔ واللہ أعلم.

٣٦٩٨ - حَدَّثَنَا مُوسٰى: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ - هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ - قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ مِصْرَ وَحَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا فَقَالَ: مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ، قَالَ: فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ؟ قَالُوا: عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ! إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي عَنْهُ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَّلَمْ يَشْهَدْ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ الرَّجُلُ: هَلْ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ، أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ

[3698] حضرت عثمان بن موہب سے روایت ہے کہ اہل مصر سے ایک شخص آیا، اس نے بیت اللہ کا حج کیا تو لوگوں کو ایک جگہ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ قریش کے لوگ ہیں۔ اس نے پوچھا: ان میں یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ ہیں۔ مصری نے کہا: اے عبداللہ بن عمر! میں آپ سے چند باتوں کی وضاحت چاہتا ہوں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان ؓ اُحد کے دن میدان سے بھاگ نکلے تھے؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں (مجھے اس بات کا علم ہے)۔ پھر اس نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ جنگ بدر سے بھی غائب تھے؟ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: ہاں (مجھے اس کا بھی علم ہے)۔ پھر اس نے کہا: کیا آپ اس سے

أُحُدٍ، فَأَشْهَدُ أَنَّ اللهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيضَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهُ». وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَمَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى: «هٰذِهِ يَدُ عُثْمَانَ»، فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهِ فَقَالَ: «هٰذِهِ لِعُثْمَانَ»، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ.

آگاہ ہیں کہ وہ بیعت رضوان سے بھی غائب تھے اور اس میں شریک نہ ہوئے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں (جانتا ہوں)۔ تب اس شخص نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ادھر آ میں تجھے ان کی وضاحت کرتا ہوں۔ احد سے بھاگ جانے کی بابت تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا اور انھیں بخش دیا۔ رہا بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہونا! تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر تھیں۔ وہ ان دنوں بیمار ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''(تم اس کی تیمارداری کرو) تمھیں جنگ بدر میں شریک ہونے والوں کے برابر حصہ اور ثواب ملے گا۔'' باقی رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب رہنا! تو اگر کوئی شخص مکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ باعزت ہوتا تو آپ اسے روانہ کر دیتے، لہٰذا انھیں رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا تو آپ چلے گئے اور جب بیعت رضوان ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر اسے اپنے بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا اور فرمایا: ''یہ عثمان کی بیعت ہے۔'' پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا: اب ان باتوں کو بھی اپنے ساتھ لے جا۔

فوائد و مسائل: ① سائل اہل مصر سے تھا۔ اس کا مقصد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرنا تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان اعتراضات کے کافی شافی جوابات دیے۔ اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے کہ غزوۂ احد سے فرار کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے کہ انھیں معاف کر دیا اور بخش دیا۔ جنگ بدر میں حاضر نہ ہونے کے باوجود بھی انھیں حاضر ہونے والوں کا سا حصہ دیا اور ان جیسا ثواب حاصل ہوا جو کسی اور غائب ہونے والے کو نصیب نہ ہوا۔ بیعت رضوان میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔'' یہ وہ سعادت ہے جو اور کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ ② مصر سے آنے والا شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھا اور تعجب کے باعث اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تین سوالات کیے تھے۔ جب انھوں نے ان سوالات کی تصدیق کی تو خوشی سے اس نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے تینوں سوالوں کا تفصیل سے جواب دے کر اسے کہا: اب جاؤ، اپنا عقیدہ صحیح کرو اور غلط پروپیگنڈا

بند کر دو۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسند بزار کے حوالے سے لکھا ہے: ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے بھی یہی اعتراضات کیے تھے تو حضرت عثمان ؓ نے خود ان کو وہی جوابات دیے جو حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے اعتراض کرنے والے کو دیے۔[1]

٣٦٩٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ قَالَ: صَعِدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُحُدًا وَّمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ فَقَالَ: «اسْكُنْ أُحُدُ - أَظُنُّهُ ضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ - فَلَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَّصِدِّيقٌ وَّشَهِيدَانِ». [راجع: ٣٦٧٥]

[3699] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ احد پہاڑ پر چڑھے جبکہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان ؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ احد کانپنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے احد! ٹھہر جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے اپنا پاؤں مارتے ہوئے فرمایا۔ ''تیرے اوپر نبی، صدیق اور دو شہیدوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔''

فائدہ: بعض روایات میں حراء پہاڑی پر چڑھنے کا ذکر ہے، ممکن ہے کہ واقعات متعدد ہوں کیونکہ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر ؓ جبل حراء پر تھے تو وہ حرکت میں آ گیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید ہیں۔''[2] صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں حضرت سعد ؓ کا بھی ذکر ہے۔ اس کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے جو جامع ترمذی میں سعید بن زید سے مروی ہے۔[3] اور سنن دارقطنی میں حضرت علی ؓ سے بیان کی گئی ہے۔[4]

(٨) بَابُ قِصَّةِ الْبَيْعَةِ وَالِاتِّفَاقِ عَلٰى عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ

باب: 8- حضرت عثمان ؓ کی بیعت اور اس پر اتفاق کا بیان

٣٧٠٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبْلَ أَنْ يُّصَابَ بِأَيَّامٍ بِالْمَدِينَةِ وَوَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: كَيْفَ فَعَلْتُمَا؟ أَتَخَافَانِ أَنْ تَكُونَا قَدْ حَمَّلْتُمَا

[3700] عمرو بن میمون سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب ؓ کو شہید ہونے سے چند دن پہلے مدینہ طیبہ میں دیکھا تھا کہ آپ حضرت حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف ؓ کے پاس کھڑے (ان سے) پوچھ رہے تھے کہ تم لوگوں نے کیسے کیا ہے؟ کیا تم لوگوں کو یہ اندیشہ تو نہیں کہ تم نے (عراق کی) اراضی کا اتنا

---

1 فتح الباري: 75/7. 2 صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6248,6247 (2417). 3 فتح الباري: 74/7.

4 جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3696.

الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيقُ؟ قَالَا: حَمَّلْنَاهَا أَمْرًا هِيَ لَهُ مُطِيقَةٌ، مَا فِيهَا كَبِيرُ فَضْلٍ، قَالَ: انْظُرَا أَنْ تَكُونَا حَمَّلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيقُ، قَالَ: قَالَا: لَا، فَقَالَ عُمَرُ: لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللهُ تَعَالٰى لَأَدَعَنَّ أَرَامِلَ أَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ إِلٰى رَجُلٍ بَعْدِي أَبَدًا، قَالَ: فَمَا أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى أُصِيبَ، قَالَ: إِنِّي لَقَائِمٌ، مَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةَ أُصِيبَ - وَكَانَ إِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ قَالَ: اسْتَوُوا، حَتّٰى إِذَا لَمْ يَرَ فِيهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ فَكَبَّرَ، وَرُبَّمَا قَرَأَ بِسُورَةِ يُوسُفَ أَوِ النَّحْلِ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى - حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ، فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ كَبَّرَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَتَلَنِي أَوْ أَكَلَنِي الْكَلْبُ، حِينَ طَعَنَهُ، فَطَارَ الْعِلْجُ بِسِكِّينٍ ذَاتِ طَرَفَيْنِ، لَا يَمُرُّ عَلٰى أَحَدٍ يَمِينًا وَّلَا شِمَالًا إِلَّا طَعَنَهُ حَتّٰى طَعَنَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَّاتَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ، فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ أَنَّهُ مَأْخُوذٌ نَحَرَ نَفْسَهُ، وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدَّمَهُ، فَمَنْ يَّلِي عُمَرَ فَقَدْ رَأَى الَّذِي أَرٰى، وَأَمَّا نَوَاحِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّهُمْ لَا يَدْرُونَ، غَيْرَ أَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوا صَوْتَ عُمَرَ وَهُمْ يَقُولُونَ: سُبْحَانَ اللهِ، سُبْحَانَ اللهِ، فَصَلّٰى بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ صَلَاةً خَفِيفَةً، فَلَمَّا انْصَرَفُوا قَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! انْظُرْ مَنْ قَتَلَنِي فَجَالَ سَاعَةً، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: غُلَامُ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: الصَّنَعُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: قَاتَلَهُ اللهُ، لَقَدْ أَمَرْتُ بِهِ

محصول لگا دیا ہے جس کی گنجائش نہ ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان پر خرچ کا اتنا ہی بوجھ ڈالا ہے جسے ادا کرنے کی اس زمین میں ہمت ہے۔ اس سلسلے میں کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھو! پھر سوچ لو کہ تم نے اتنا ٹیکس تو نہیں لگایا جو زمین کی طاقت سے باہر ہو۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے (بلکہ حسب استطاعت اور معقول ہے)۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا تو میں عراق کی بیواؤں کو اس حال میں چھوڑوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہیں رہیں گی۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ ابھی اس گفتگو پر چوتھا دن ہی آیا تھا کہ انھیں زخمی کر دیا گیا۔ جس روز وہ زخمی کیے گئے میں صف میں کھڑا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب صف کے پاس سے گزرتے تو فرماتے کہ صفیں سیدھی کر لو اور جب دیکھتے کہ اب صفوں میں کوئی خلل نہیں رہ گیا تو آگے بڑھتے اور تکبیر تحریمہ کہتے اور پہلی رکعت میں اکثر سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا اتنی ہی طویل کوئی اور سورت پڑھتے تاکہ سب لوگ جمع ہو جائیں۔ اس دن بھی ابھی آپ نے "اللہ اکبر" ہی کہا تھا کہ میں نے سنا، آپ فرما رہے ہیں: مجھے کتے نے قتل کر ڈالا یا مجھے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ دراصل ابولؤلؤ نے آپ کو زخمی کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ بدبخت اپنا دو دھاری خنجر لیے دوڑنے لگا۔ دائیں بائیں جدھر سے گزرتا لوگوں کو زخمی کرتا جاتا تھا حتی کہ اس نے تیرہ آدمی زخمی کیے جن میں سے سات فوت ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے ایک صاحب نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اس پر اپنا لمبا کوٹ ڈال دیا۔ جب اس ملعون غلام کو یقین ہو گیا کہ وہ گرفتار ہو چکا ہے تو اس نے اپنے آپ کو

مَعْرُوفًا ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ مِيتَتِي بِيَدِ رَجُلٍ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ ، قَدْ كُنْتَ أَنْتَ وَأَبُوكَ تُحِبَّانِ أَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوجُ بِالْمَدِينَةِ - وَكَانَ الْعَبَّاسُ أَكْثَرَهُمْ رَقِيقًا - فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَعَلْتُ، أَيْ: إِنْ شِئْتَ قَتَلْنَا ، فَقَالَ : كَذَبْتَ، بَعْدَمَا تَكَلَّمُوا بِلِسَانِكُمْ وَصَلَّوْا قِبْلَتَكُمْ وَحَجُّوا حَجَّكُمْ؟ فَاحْتُمِلَ إِلٰى بَيْتِهِ فَانْطَلَقْنَا مَعَهُ ، وَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيبَةٌ قَبْلَ يَوْمِئِذٍ ، فَقَائِلٌ يَقُولُ : لَا بَأْسَ ، وَقَائِلٌ يَقُولُ : أَخَافُ عَلَيْهِ ، فَأُتِيَ بِنَبِيذٍ فَشَرِبَهُ ، فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهِ ، ثُمَّ أُتِيَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ ، فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهِ ، فَعَرَفُوا أَنَّهُ مَيِّتٌ ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ ، وَجَاءَ النَّاسُ يُثْنُونَ عَلَيْهِ ، وَجَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ فَقَالَ : أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! بِبُشْرَى اللّٰهِ لَكَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَقَدَمٍ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ، ثُمَّ وُلِّيتَ فَعَدَلْتَ ، ثُمَّ شَهَادَةٌ . قَالَ : وَدِدْتُ أَنَّ ذٰلِكَ كَفَافٌ لَا عَلَيَّ وَلَا لِي ، فَلَمَّا أَدْبَرَ إِذَا إِزَارُهُ يَمَسُّ الْأَرْضَ ، قَالَ : رُدُّوا عَلَيَّ الْغُلَامَ ، قَالَ : ابْنَ أَخِي! ارْفَعْ ثَوْبَكَ ، فَإِنَّهُ أَنْقٰى لِثَوْبِكَ ، وَأَتْقٰى لِرَبِّكَ .

ذبح کر ڈالا۔ادھر حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کا ہاتھ پکڑا اور انھیں آگے بڑھا دیا۔ جو لوگ حضرت عمر ؓ کے قریب تھے انھوں نے وہ صورت حال دیکھی جو میں نے دیکھی تھی لیکن جو لوگ مسجد کے کونوں میں تھے انھیں کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ چونکہ انھوں نے حضرت عمر ؓ کی قراءت نہ سنی تو وہ سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے رہے، تاہم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے لوگوں کو بہت ہلکی سی نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ابن عباس! دیکھو مجھے کس نے زخمی کیا ہے؟ حضرت ابن عباس ؓ نے تھوڑی دیر گھوم پھر کر دیکھا اور آ کر کہا: حضرت مغیرہ ؓ کے غلام نے (آپ کو زخمی کیا ہے)۔ آپ نے دریافت فرمایا: وہی جو کاریگر ہے؟ ابن عباس ؓ نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے! میں نے اس کے بارے میں اچھی بات کہی تھی۔ اللہ کا شکر ہے اس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھوں مقدر نہیں کی جو اسلام کا مدعی ہو۔ اے ابن عباس! تم اور تمھارے والد اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مدینہ طیبہ میں عجمی غلام زیادہ ہوں۔ یوں بھی ان کے پاس غلام بہت تھے۔ اس پر ابن عباس ؓ نے کہا: اگر آپ فرمائیں تو ہم سب کو قتل کر دیتے ہیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: یہ سوچ انتہائی غلط ہے، خصوصاً جب وہ تمھاری زبان میں کلام کرتے ہیں، تمھارے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور تمھاری طرح حج کرتے ہیں تو اس کے بعد تم انھیں قتل کرنے میں سچے نہیں ہو۔ پھر حضرت عمر ؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لایا گیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لوگوں پر اس سے پہلے کبھی اتنی بڑی مصیبت آئی ہی نہیں ہے۔ کچھ کہتے کہ فکر کرنے کی

کوئی بات نہیں اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ آپ کی زندگی خطرے میں ہے۔ پھر نبیذ لائی گئی، آپ نے نوش کی تو وہ پیٹ کے راستے سے باہر نکل گئی۔ پھر دودھ لایا گیا، آپ نے وہ نوش کیا تو وہ بھی پیٹ سے نکل گیا۔ اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آپ زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ پھر ہم آپ کے پاس آئے جبکہ دوسرے لوگ بھی آ رہے تھے۔ وہ سب آپ کی تعریف کرتے تھے۔ اس دوران میں ایک نوجوان آیا اور کہنے لگا: امیر المومنین! آپ کو اللہ کی طرف سے خوشخبری ہو کہ آپ کو رسول اللہ کی رفاقت حاصل رہی اور آپ جانتے ہیں کہ آپ قدیم الاسلام ہیں، پھر آپ خلیفہ بنائے گئے اور آپ نے پورے انصاف کے ساتھ حکومت کی، پھر آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو اس بات پر بھی خوش ہوں کہ ان تمام باتوں کی وجہ سے میرا معاملہ برابری پر ختم ہو جائے، نہ مجھے ان کا ثواب ہو اور نہ مجھے ان کی پاداش میں کوئی سزا ہو۔ پھر جب وہ نوجوان واپس ہوا تو اس کا تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ فرمایا کہ اس نوجوان کو واپس بلاؤ۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا: میرے بھتیجے! اپنا تہبند اوپر اٹھاؤ، اس سے کپڑا صاف رہے گا اور اللہ کے ہاں تقویٰ کا باعث بھی ہے۔

يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ! انْظُرْ مَا ذَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ، فَحَسَبُوهُ فَوَجَدُوهُ سِتَّةً وَّثَمَانِينَ أَلْفًا أَوْ نَحْوَهُ، قَالَ: إِنْ وَفٰى لَهُ مَالُ آلِ عُمَرَ فَأَدِّهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَإِلَّا فَسَلْ فِي بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَإِنْ لَّمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِي قُرَيْشٍ وَّلَا تَعْدُهُمْ إِلٰى غَيْرِهِمْ، فَأَدِّ عَنِّي هٰذَا الْمَالَ، انْطَلِقْ إِلٰى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْ: يَقْرَأُ

عبداللہ بن عمر! دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ انھوں نے حساب کیا تو چھیاسی (86) ہزار یا اس کے لگ بھگ پایا۔ آپ نے فرمایا: اگر عمر کی اولاد کے اموال اس قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہوں تو ان کے اموال ہی سے اسے ادا کرنا بصورت دیگر (میری قوم) قبیلۂ بنو عدی بن کعب کو اس کی ادائیگی کے لیے کہنا۔ اگر ان کے اموال بھی کافی نہ ہوں تو قریش سے کہنا۔ ان کے علاوہ کسی اور سے مدد طلب نہ

عَلَيْكِ عُمَرُ السَّلَامَ، وَلَا تَقُلْ: أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنِّي لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِينَ أَمِيرًا، وَقُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنْ يُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ، فَسَلَّمَ وَاسْتَأْذَنَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهَا، فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِي فَقَالَ: يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ السَّلَامَ، وَيَسْتَأْذِنُ أَنْ يُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ، فَقَالَتْ: كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي، وَلَأُوثِرَنَّهُ بِهِ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي، فَلَمَّا أَقْبَلَ قِيلَ: هٰذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَدْ جَاءَ، قَالَ: ارْفَعُونِي، فَأَسْنَدَهُ رَجُلٌ إِلَيْهِ، فَقَالَ: مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ: الَّذِي تُحِبُّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَذِنَتْ، قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ، مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ، فَإِذَا أَنَا قَضَيْتُ فَاحْمِلُونِي، ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَأَدْخِلُونِي، وَإِنْ رَدَّتْنِي رُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ، وَجَاءَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حَفْصَةُ وَالنِّسَاءُ تَسِيرُ مَعَهَا، فَلَمَّا رَأَيْنَاهَا قُمْنَا، فَوَلَجَتْ عَلَيْهِ فَبَكَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً، وَاسْتَأْذَنَ الرِّجَالُ فَوَلَجَتْ دَاخِلًا لَّهُمْ فَسَمِعْنَا بُكَاءَهَا مِنَ الدَّاخِلِ، فَقَالُوا: أَوْصِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اسْتَخْلِفْ، قَالَ: مَا أَجِدُ أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ أَوِ الرَّهْطِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَسَمّٰى عَلِيًّا وَّعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَّعَبْدَ الرَّحْمٰنِ، وَقَالَ: يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ لَهُ، فَإِنْ أَصَابَتِ الْإِمْرَةُ

کرنا۔ بہرحال تم نے میرا قرض ادا کرنا ہے۔ اب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور انھیں کہنا کہ عمر نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ امیرالمومنین نہ کہنا کیونکہ میں اب مسلمانوں کا امیر نہیں رہا۔ ان سے عرض کرنا کہ عمر بن خطاب نے آپ سے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اندر جانے کے بعد دیکھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی رو رہی ہیں۔ عرض کیا کہ عمر بن خطاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ آپ سے اجازت چاہتے ہیں کہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اس جگہ کو اپنے لیے منتخب کر رکھا تھا لیکن آج میں انھیں اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو لوگوں نے بتایا کہ وہ آ گئے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اٹھاؤ۔ ایک شخص نے سہارا دے کر آپ کو بٹھایا۔ فرمایا عبداللہ! کیا جواب لائے ہو؟ عرض کیا: امیرالمومنین! وہی جو آپ کی تمنا تھی۔ انھوں نے دفن کی اجازت دے دی ہے۔ فرمایا: اللہ کا شکر ہے۔ میرے لیے اس سے زیادہ کوئی اور چیز اہم نہ تھی، لیکن جب میری وفات ہو جائے اور مجھے اٹھا کر لے جاؤ تو پھر سلام عرض کرنے کے بعد کہنا کہ عمر بن خطاب دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ اگر وہ میرے لیے بہ خوشی اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ ان کے ہمراہ کچھ دوسری خواتین بھی تھیں۔ جب ہم نے انھیں دیکھا تو ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ وہ آپ کے پاس آ کر کچھ دیر روتی رہیں۔ پھر

سَعْدًا فَهُوَ ذَاكَ، وَإِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ، فَإِنِّي لَمْ أَعْزِلْهُ مِنْ عَجْزٍ وَّلَا خِيَانَةٍ، وَقَالَ: أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ، أَنْ يَّعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَيَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ، وَأُوصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَنْ يُّقْبَلَ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ، وَأَنْ يُّعْفٰى عَنْ مُّسِيئِهِمْ، وَأُوصِيهِ بِأَهْلِ الْأَمْصَارِ خَيْرًا، فَإِنَّهُمْ رِدْءُ الْإِسْلَامِ وَجُبَاةُ الْمَالِ وَغَيْظُ الْعَدُوِّ، وَأَنْ لَّا يُؤْخَذَ مِنْهُمْ إِلَّا فَضْلُهُمْ عَنْ رِّضَاهُمْ، وَأُوصِيهِ بِالْأَعْرَابِ خَيْرًا، فَإِنَّهُمْ أَصْلُ الْعَرَبِ، وَمَادَّةُ الْإِسْلَامِ، أَنْ يُّؤْخَذَ مِنْ حَوَاشِي أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْ يُّوفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ، وَلَا يُكَلَّفُوا إِلَّا طَاقَتَهُمْ، فَلَمَّا قُبِضَ خَرَجْنَا بِهِ فَانْطَلَقْنَا نَمْشِي، فَسَلَّمَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَتْ: أَدْخِلُوهُ، فَأُدْخِلَ فَوُضِعَ هُنَالِكَ مَعَ صَاحِبَيْهِ، فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهِ اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: اجْعَلُوا [أَمْرَكُمْ] إِلٰى ثَلَاثَةٍ مِّنْكُمْ فَقَالَ الزُّبَيْرُ: قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِي إِلٰى عَلِيٍّ، فَقَالَ طَلْحَةُ: قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِي إِلٰى عُثْمَانَ، وَقَالَ سَعْدٌ: قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِي إِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: أَيُّكُمَا تَبَرَّأَ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ فَنَجْعَلُهُ إِلَيْهِ، وَاللهُ عَلَيْهِ وَكَذَا الْإِسْلَامُ، لَيَنْظُرَنَّ أَفْضَلَهُمْ فِي نَفْسِهِ، فَأُسْكِتَ

جب دوسرے لوگوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو وہ مکان کے اندرونی حصے میں چلی گئیں، چنانچہ ہم نے مکان کے اندر سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین! خلافت کے متعلق کوئی وصیت کر دیں۔ فرمایا: میں خلافت کا ان حضرات سے زیادہ کسی کو حق دار نہیں پاتا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات تک جن پر خوش تھے۔ پھر آپ نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کا نام لیا اور یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ بن عمر ؓ کو بھی مشورے کی حد تک شریک رکھا جائے لیکن خلافت کے معاملات سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ آپ نے یہ جملہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی دلجوئی کے لیے فرمایا۔ اگر خلافت حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو ملے تو وہ اس کے سزاوار ہیں ورنہ جو بھی خلیفہ بنایا جائے وہ اپنے زمانۂ خلافت میں ان سے تعاون حاصل کرتا رہے۔ میں نے ان کو (کوفہ کی گورنری سے) ان کی نااہلی یا کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ حضرت عمر ؓ نے مزید فرمایا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق پہچانے اور ان کے احترام کو ملحوظ رکھے اور میں اسے انصار کے ساتھ خیرخواہی کی وصیت کرتا ہوں جو مہاجرین سے پہلے دارالہجرت اور دارالایمان، یعنی مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ وہ ان کے نیکوکار لوگوں کے اخلاص کی قدر کرے اور ان کے بروں کی برائی کو نظرانداز کرے۔ میں ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ شہری آبادی کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرے کیونکہ یہ لوگ اسلام کے مددگار ہیں، مال فراہم کرنے والے اور اسلام دشمنوں کے لیے ایک مصیبت ہیں۔ اور ان سے وہی کچھ لیا جائے جو ان کی

الشَّيْخَانِ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: أَفَتَجْعَلُونَهُ إِلَيَّ وَاللهُ عَلَيَّ أَنْ لَّا آلُوَ عَنْ أَفْضَلِكُمْ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَأَخَذَ بِيَدِ أَحَدِهِمَا فَقَالَ: لَكَ قَرَابَةٌ مِّنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ وَالْقَدَمُ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، فَاللهُ عَلَيْكَ لَئِنْ أَمَّرْتُكَ لَتَعْدِلَنَّ، وَلَئِنْ أَمَّرْتُ عُثْمَانَ لَتَسْمَعَنَّ وَلَتُطِيعَنَّ، ثُمَّ خَلَا بِالْآخَرِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَلَمَّا أَخَذَ الْمِيثَاقَ قَالَ: ارْفَعْ يَدَكَ يَا عُثْمَانُ! فَبَايَعَهُ وَبَايَعَ لَهُ عَلِيٌّ، وَوَلَجَ أَهْلُ الدَّارِ فَبَايَعُوهُ.

[راجع: ١٣٩٢]

ضروریات سے زیادہ ہو اور وہ بھی ان کی رضامندی سے وصول کیا جائے۔ میں خلیفہ کو دیہاتی آبادی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اصل عرب اور اسلام کی بنیاد ہیں۔ ان کی ضروریات سے زائد ان کا مال لیا جائے اور ان کے ضرورت مندوں ہی پر اسے خرچ کر دیا جائے۔ میں اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ کی پاسداری کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ اہل ذمہ کے عہد کو پورا کیا جائے اور ان کی حمایت میں جنگ کی جائے، نیز ان کی حیثیت سے زیادہ بوجھ ان پر نہ ڈالا جائے۔ جب حضرت عمر ؓ کی وفات ہوگئی تو ہم انھیں اٹھا کر حضرت عائشہ ؓ کے حجرے کے پاس لے آئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے حضرت عائشہ ؓ کو سلام عرض کیا اور کہا کہ عمر بن خطاب ؓ اجازت طلب کر رہے ہیں۔ ام المومنین ؓ نے فرمایا: انھیں یہیں دفن کیا جائے، چنانچہ انھیں وہیں ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ جب لوگ ان کے دفن سے فارغ ہوئے تو نامزد کردہ لوگ جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے فرمایا: تم اپنی رائے تین حضرات کے حوالے کر دو۔ حضرت زبیر ؓ نے کہا کہ میں اپنا حق حضرت علی کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت طلحہ ؓ نے کہا کہ میں نے اپنی رائے کا حق حضرت عثمان ؓ کو سونپا۔ حضرت سعد ؓ نے کہا کہ میں نے اپنا معاملہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے حوالے کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے حضرت عثمان اور حضرت علی ؓ سے فرمایا: آپ دونوں میں سے کون امر خلافت سے دستبردار ہوتا ہے، ہم اسے خلافت سونپ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کا نگران ہوگا اور حقوق اسلام کی ذمہ داری اس پر لازم ہوگی، لہٰذا دونوں میں سے ہر ایک اپنے سے افضل پر غور کرے۔ اس پر یہ دونوں حضرات خاموش ہو

گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ حضرات اس انتخاب کی ذمہ داری مجھ پر ڈالتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تم سے افضل کا انتخاب کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ ان دونوں حضرات نے کہا: ہاں۔ (آپ ایسا کریں۔) اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری اور اسلام میں قدامت کا وہ حق حاصل ہے جو آپ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے۔ اگر میں آپ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ نے عدل و انصاف کرنا ہو گا اور اگر عثمان کو خلیفہ بنا دوں تو ان کی بات سننی ہو گی اور ان کی اطاعت کرنی ہو گی۔ پھر دوسرے (حضرت عثمان) کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے بھی اس طرح کہا۔ اور جب دونوں سے عہد و پیمان لے لیا تو فرمایا: اے عثمان! اپنا ہاتھ اٹھاؤ، چنانچہ پہلے انھوں نے ان سے بیعت کی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کی، پھر اہل الدار آئے انھوں نے آپ کی بیعت کی۔ (الغرض سب نے بیعت کی۔)

فوائد و مسائل: ① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں منتخب نہیں کر دیتے تو انھوں نے فرمایا: اگر میں کسی کو نامزد کرتا ہوں تو اس کی مثال موجود ہے کہ اس شخص نے اپنا خلیفہ نامزد کر دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے، یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ اور اگر میں اسے لوگوں کی رائے پر چھوڑتا ہوں تو ایک ہستی نے ایسا ہی کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے، یعنی رسول اللہ ﷺ۔ میں نے خلافت کا بوجھ زندگی بھر اٹھایا، اب مرنے کے بعد میں اس بار کو نہیں اٹھاؤں گا۔[1] چنانچہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے معاملہ شوریٰ کے سپرد کر دیا، تاکہ اگر کوئی خلیفہ امور منکرہ کا مرتکب ہو تو ان پر اعتراض نہ ہو۔ ② خلافت کے متعلق دیگر مباحث ہم کتاب الاحکام میں ذکر کریں گے، البتہ حدیث کا تتمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رات گئے میرے ہاں آئے، میرا دروازہ کھٹکھٹایا حتی کہ میں بیدار ہو گیا۔ انھوں نے فرمایا: میرے خیال کے مطابق آپ سو رہے تھے، اللہ کی قسم! میں تو ان راتوں میں بہت کم ہی سو سکا ہوں۔ آپ جائیں اور حضرت زبیر و حضرت سعد رضی اللہ عنہما کو بلا لائیں۔ میں گیا اور ان دونوں بزرگوں کو بلا لایا، پھر انھوں نے ان سے مشورہ کیا، پھر مجھے بلا کر کہا: جاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لاؤ۔ میں گیا انھیں بھی بلا لایا۔

① صحيح البخاري، الأحكام، حديث: 7218.

آپ نے ان سے سرگوشی کے انداز میں بات کی یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے اس حال میں کھڑے ہوئے کہ انھیں خلافت ملنے کی توقع تھی اور حضرت عبدالرحمٰن کے دل میں بھی ان کے متعلق کچھ اس بارے میں ڈر تھا، پھر انھوں نے مجھے کہا: جاؤ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ۔ میں گیا اور انھیں بلا لایا، پھر انھوں نے ان سے راز داری کے انداز میں گفتگو کی۔ آخر صبح کے مؤذن نے ان کے درمیان علیحدگی کر دی، بالآخر جب لوگوں نے صبح کی نماز پڑھ لی تو وہ منبر کے پاس جمع ہوئے، انھوں نے وہاں موجود انصار ومہاجرین اور قائدین فوج کو بلایا جنھوں نے اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تھا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا، پھر اپنی گفتگو کا ان الفاظ میں آغاز کیا: ''اے علی! میں نے لوگوں کے خیالات معلوم کیے اور میں نے محسوس کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم سمجھتے ہیں، اور ان کے برابر کسی کو خیال نہیں کرتے، اس لیے آپ اپنے دل میں کوئی میل پیدا نہ کریں، پھر (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے) کہا: میں آپ سے اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت پر قائم رہنے اور آپ کے پیش رو دو خلفاء کے طریق کار کو اختیار کرنے پر بیعت کرتا ہوں۔'' چنانچہ سب سے پہلے ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، پھر مہاجرین وانصار اور فوج کے سربراہوں الغرض تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔[1] ③ حدیث میں "أهل الدار" کے الفاظ آئے ہیں جس کے معنی ہیں کہ آپ کے گھر والے آئے اور انھوں نے بیعت کی، البتہ بعض شارحین نے "أهل الدار" سے مراد مدینہ کے لوگ لیے ہیں۔ والله أعلم.

(٩) بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ أَبِي الْحَسَنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 9- حضرت ابوحسن علی بن ابی طالب قرشی ہاشمی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَلِيٍّ: «أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ». وَقَالَ عُمَرُ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ.

نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم مجھ سے ہو اور میں تم میں سے ہوں۔'' نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات تک ان سے راضی اور خوش تھے۔

وضاحت: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفۂ راشد تھے۔ انھوں نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ غزوۂ تبوک کے علاوہ آپ تمام جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ آپ کی عمر تریسٹھ سال اور مدت خلافت چار سال، نو ماہ اور کچھ دن ہے۔ آپ کے متعلق لوگوں کے تین گروہ تھے جن کی تفصیل یہ ہے: ○ أهل السنه: جنھوں نے آپ کے فضائل و مناقب بیان کرنے میں اعتدال کی روش کو قائم رکھا۔ ○ الشیعه: جنھوں نے آپ کے فضائل بیان کرنے میں حد سے تجاوز کر کے آپ کو الوہیت کے مرتبے تک پہنچا دیا۔ ○ مبتدعه: جنھوں نے آپ کی اس حد تک مذمت کی کہ آپ کو کھلم کھلا کافر کہا

[1] صحيح البخاري، الأحكام، حديث: 7207.

جیسا کہ خوارج ہیں۔ آپ کے بے شمار مناقب کتب حدیث میں مروی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں صرف سات احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ ان مرفوع متصل احادیث کے علاوہ دو معلق روایات ذکر کی ہیں، انھیں بھی متصل سند سے دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے۔ پہلی حدیث: ''تو مجھ سے ہے۔'' یہ اس وقت فرمایا جب عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا تو آپ نے حوصلہ افزائی کے طور پر فرمایا۔[1] اس سے مراد اسلامی اخوت ہے، حقیقی جز نہیں کیونکہ ایسی صورت میں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح نہیں ہوسکتا تھا۔ اسی طرح دوسری معلق حدیث کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طویل تر حدیث میں بیان کیا ہے جو پیچھے گزری ہے۔[2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ کی بیعت ذوالحجہ 35 ھ میں حضرت عثمان کی شہادت کے بعد وقوع پذیر ہوئی۔ مہاجرین وانصار اور دیگر تمام مسلمانوں نے آپ کی بیعت کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کے علاوہ آپ کی بیعت کا اعلان تمام اسلامی سلطنت میں کیا گیا۔[3]

٣٧٠١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ»، قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُونَ أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: «أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟» فَقَالُوا: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأْتُونِي بِهِ»، فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ فَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ! أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: «انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللهِ فِيهِ، فَوَاللهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ». [راجع: ٢٩٤٢]

[3701] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت کرے گا۔'' لوگ رات بھر سوچتے رہے کہ دیکھیں جھنڈا کسے ملتا ہے؟ صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟'' لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ان کی آنکھوں میں کوئی شکایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پیغام بھیج کر بلاؤ۔'' جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کے لیے دعا فرمائی، چنانچہ اس سے انھیں ایسی شفا ہوئی کہ گویا پہلے کوئی مرض ہی نہیں تھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا۔ حضرت علی نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں ان سے جنگ کرتا رہوں حتی کہ وہ سارے ہم جیسے (مسلمان) ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا: ''ابھی یوں ہی چلتے رہو۔ جب ان کے میدان میں اترو تو پہلے انھیں اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتاؤ کہ اللہ کے ان پر کیا حقوق

[1] صحيح البخاري، الصلح، حديث: 2699. [2] صحيح البخاري، حديث: 3700. [3] فتح الباري: 7/92.

(واجب) ہیں؟ اللہ کی قسم! اگر تمھاری کوشش سے کسی ایک شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت کر دے تو یہ تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

٣٧٠٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ، فَقَالَ: أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا اللهُ فِي صَبَاحِهَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ - أَوْ قَالَ: يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ - يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ». فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوهُ فَقَالُوا: هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ. [راجع: ٢٩٧٥]

[3702] حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت علی ؓ خیبر کے موقع پر نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے کیونکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ پھر انھوں نے سوچا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس غزوہ میں شریک نہیں ہوسکوں گا، چنانچہ گھر سے نکلے اور نبی ﷺ کے لشکر سے جا ملے۔ جب وہ رات آئی جس کی صبح خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا۔'' یا فرمایا: ''کل وہ شخص جھنڈا لے گا جس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے۔'' یا فرمایا: ''وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب کرے گا۔'' پھر حضرت علی ؓ آ گئے، حالانکہ ان کے آنے کی توقع نہیں تھی۔ لوگوں نے کہا: یہ ہیں حضرت علی ؓ تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں جھنڈا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عنایت فرمائی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے دو معجزے بیان ہوئے ہیں: ایک قولی کہ آپ نے فرمایا: ''میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو خیبر فتح کرے گا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دوسرا فعلی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو ان کی آنکھیں صحیح ہوگئیں۔ ② اس حدیث میں حضرت علی ؓ کی شجاعت و بہادری کا ذکر ہے، نیز ان کی فضیلت کا بیان ہے کہ ان سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے خوگر ہیں۔ ③ سرخ اونٹ، عربوں کے ہاں بہت قیمتی اور نفیس مال شمار ہوتے تھے، نیز کسی چیز کی نفاست بیان کرنے کے لیے ان الفاظ کو بیان کیا جاتا ہے اور آخرت کو دنیا کے ساز وسامان سے تشبیہ دینا صرف سمجھانے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے ہے ورنہ آخرت کا معمولی سا ذرہ تمام دنیا اور اس کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ ④ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام جنگ وقتال کا قطعاً حامی نہیں بلکہ یہ امن چاہتا ہے۔ اس کی جنگ صرف مدافعانہ ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ کو جو ہدایت دی اس کا مطلب یہ بھی تھا کہ جہاں تک ممکن ہو لڑائی کی نوبت نہ آئے بلکہ ان کی حتی المقدور رہنمائی کی جائے۔ واللہ أعلم.

٣٧٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ: هٰذَا فُلَانٌ، لِأَمِيرِ الْمَدِينَةِ، يَدْعُو عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ قَالَ: فَيَقُولُ مَاذَا؟ قَالَ: يَقُولُ لَهُ: أَبُو تُرَابٍ، فَضَحِكَ وَقَالَ: وَاللهِ مَا سَمَّاهُ إِلَّا النَّبِيُّ ﷺ وَمَا كَانَ لَهُ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهُ، فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيثَ سَهْلًا. وَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ! كَيْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: دَخَلَ عَلِيٌّ عَلَى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟» قَالَتْ: فِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَ رِدَاءَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلَى ظَهْرِهِ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ، فَيَقُولُ: «اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ!» مَرَّتَيْنِ.

[راجع: ٤٤١]

[3703] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ فلاں آدمی جو مدینہ طیبہ کا حاکم ہے وہ برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگوئی کرتا ہے۔ انھوں نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ انھیں ابوتراب کہتا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر جواب دیا: اللہ کی قسم! یہ نام تو ان کا خود نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس نام سے زیادہ کوئی دوسرا نام پسند نہیں تھا۔ راویٔ حدیث کہتا ہے کہ میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے کی فرمائش کی کہ ابوعباس! وہ کیسے ہوا؟ انھوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو خاوند بیوی میں کچھ تلخ کلامی ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے فوراً واپس آ گئے اور مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔ نبی ﷺ نے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھا: ''تمھارا چچازاد کہاں ہے؟'' انھوں نے بتایا کہ وہ مسجد میں چلے گئے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کی چادر پیٹھ سے گری ہوئی ہے اور ان کی پشت خاک آلود ہو چکی ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی پیٹھ سے مٹی صاف کرتے ہوئے فرمایا: ''اے ابوتراب! اٹھو۔'' آپ نے دو مرتبہ فرمایا۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے بلند مرتبے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود چل کر انھیں لینے گئے اور ان کی کمر سے گرد و غبار کو صاف کیا اور ان پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے انھیں راضی کرنا چاہا۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غضب ناک انسان سے نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ اس کا غصہ جاتا رہے۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلی مرتبہ اس کنیت سے یاد کیا، جبکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ غزوۂ عسرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک کھجور کے نیچے سوئے ہوئے تھے اور ان کی کمر پر مٹی لگی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے انھیں بیدار کرتے ہوئے فرمایا: ''اے ابوتراب! اٹھو۔'' اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو رسول اللہ ﷺ نے پہلے بھی انھیں مذکورہ کنیت سے یاد کیا تھا۔[1]

[1] فتح الباري: 93/7.

٣٧٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُ عَنْ عُثْمَانَ فَذَكَرَ عَنْ مَّحَاسِنِ عَمَلِهِ، قَالَ: لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوؤُكَ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَرْغَمَ اللهُ بِأَنْفِكَ، ثُمَّ سَأَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ فَذَكَرَ مَحَاسِنَ عَمَلِهِ، قَالَ: هُوَ ذَاكَ، بَيْتُهُ أَوْسَطُ بُيُوتِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوءُكَ؟ قَالَ: أَجَلْ، قَالَ: فَأَرْغَمَ اللهُ بِأَنْفِكَ، انْطَلِقْ فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ. [راجع: ٣١٣٠]

[3704] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور حضرت عثمان ؓ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے ان کے کچھ اچھے اعمال ذکر کیے، پھر فرمایا: شاید یہ باتیں تیرے لیے ناگوار ہوں! اس نے کہا: ہاں۔ انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیری ناک خاک آلود کرے۔ پھر اس نے حضرت علی کے متعلق پوچھا تو آپ نے ان کی کچھ خوبیاں بیان کیں اور فرمایا کہ نبی ﷺ کے گھروں کے درمیان ان کا گھر ہے۔ پھر کہا کہ شاید یہ باتیں بھی تجھے بری لگتی ہوں گی۔ اس نے کہا: ہاں۔ انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کرے! یہاں سے دفع ہو جا اور میرے خلاف تو جو کرنا چاہتا ہے کر لے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے حضرت عثمان ؓ کے محاسن میں سے جیش عسرہ کی تیاری، بئر رومہ کی خریداری اور حضرت علی ؓ کے محاسن میں سے بدر و اُحد میں حاضری اور قلعۂ خیبر کی فتح وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ② معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والا کوئی خارجی تھا جو حضرت عثمان اور حضرت علی ؓ دونوں کو برا بھلا کہتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے حضرت علی ؓ کی خاندانی شرافت اور رسول اللہ ﷺ سے ان کا قرب بیان کیا، اس کے باوجود خارجیوں نے حضرت علی ؓ کے خلاف بغاوت کی اور ضلالت و گمراہی کا شکار ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا: میں حضرت علی ؓ سے بغض رکھتا ہوں تو حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ تجھ سے بغض رکھے گا۔[1]

٣٧٠٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ شَكَتْ مَا تَلْقَى مِنْ أَثَرِ الرَّحَى، فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْيٍ، فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ فَوَجَدَتْ عَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا، فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِيءِ فَاطِمَةَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا، فَذَهَبْتُ لِأَقُومَ، فَقَالَ: عَلَى مَكَانِكُمَا، فَقَعَدَ بَيْنَنَا، حَتَّى

[3705] حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ ؓ نے چکی پینے کی تکلیف کی شکایت کی۔ اس کے بعد نبی ﷺ کے پاس قیدی آئے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن اس وقت آپ موجود نہیں تھے، البتہ حضرت عائشہ ؓ سے ان کی ملاقات ہوئی اور ان سے اس کا تذکرہ کیا۔ جب نبی ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ ؓ نے سیدہ فاطمہ کے آنے کا مقصد بیان کیا۔ حضرت علی ؓ نے کہا کہ اس کے بعد نبی ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں میں لیٹ چکے تھے۔ میں نے بستر سے اٹھنا

[1] السنن الكبرى للنسائي: 138/5، رقم: 8492، وفتح الباري: 93/7.

وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى صَدْرِي، وَقَالَ: «أَلَا أُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِّمَّا سَأَلْتُمَانِي؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا تُكَبِّرَانِ [أَرْبَعًا] وَّثَلَاثِينَ، وَتُسَبِّحَانِ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ، وَتَحْمَدَانِ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ». [راجع: ٣١١٣]

چاہا تو آپ نے فرمایا: ''اپنی جگہ لیٹے رہو۔'' اس کے بعد آپ ہمارے دونوں کے درمیان بیٹھ گئے حتی کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں نے مجھ سے جو مطالبہ کیا ہے میں تمھیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں؟ جب تم سونے کے لیے اپنے بستروں پر لیٹنے لگو تو چونتیس (34) مرتبہ اللہ اکبر، تینتیس (33) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (33) مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمھارے لیے کسی بھی خادم سے بہتر ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کو مناقب علی میں اس لیے لایا گیا ہے کہ آپ کا مقام اور مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں بہت زیادہ تھا، نیز رسول اللہ ﷺ ان کے بستر پر جا بیٹھے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے اور آپ نے جو امرِ آخرت اپنی بیٹی کے لیے پسند فرمایا وہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی پسند فرمایا، چنانچہ وہ دونوں اس پر راضی ہو گئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الخمس میں اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: ''آپ نے اہل صفہ اور بیواؤں کو دنیا کے معاملے میں ترجیح دی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو امر آخرت کے سلسلے میں اللہ کے حوالے کر دیا تاکہ وہاں اس کا اجر و ثواب حاصل کریں۔''[1] ② بہر حال اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی لخت جگر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت کرتے تھے اور اس کے باوجود آپ نے انھیں دنیاوی لذتوں سے دور رکھا۔

٣٧٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَلِيٍّ: «أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُّوسَى؟». [انظر: ٤٤١٦]

[3706] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم اس امر پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے قائم مقام ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین تھے؟''

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں اس حدیث کا سبب ورود بھی بیان ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ جنگ تبوک پر گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہیں لے گئے بلکہ انھیں گھر میں کام کاج کے لیے رہنے دیا۔ وہ منافقین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر رسول اللہ ﷺ کو راستے میں جا ملے اور کہا: آپ نے مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان کی تسلی کے لیے مذکورہ ارشاد فرمایا۔ اس روایت میں آپ نے فرمایا: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''[2] ② واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں گھر کی جانشینی، خلافت امت کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ گھر کی دیکھ بھال سے انسان حاکم نہیں بن

① صحيح البخاري، فرض الخمس، باب: 6. ② صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4416.

سکتا، نیز حضرت ہارون علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے تھے، اس لیے اس پر قیاس بھی صحیح نہیں۔ اس غزوے میں امامتِ صلاۃ کے لیے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم ؓ کو مقرر فرمایا۔ اگر اتنی سی بات خلافت کے لیے کافی ہوتی تو ابن ام مکتوم ؓ خلافت کے حق دار ہوتے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بہرحال اس حدیث سے خلافت بلافصل ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ أعلم.

٣٧٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اقْضُوا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُونَ، فَإِنِّي أَكْرَهُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُونَ النَّاسُ جَمَاعَةً، أَوْ أَمُوتَ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِي.

[3707] حضرت علی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے (عراق والوں سے) فرمایا: جس طرح تم پہلے فیصلے کیا کرتے تھے اسی طرح فیصلے کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو پسند نہیں کرتا ہوں، تا آنکہ لوگ اتفاق سے رہیں یا میں بھی اس دنیا سے اپنے ساتھیوں (صدیق وفاروق ؓ) کی طرح چلا جاؤں۔

فَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَرٰى أَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰى عَنْ عَلِيٍّ، الْكَذِبُ.

حضرت ابن سیرین ؒ فرماتے ہیں کہ لوگ (شیخین کی مخالفت میں) حضرت علی ؓ سے جو روایات بیان کرتے ہیں وہ اکثر جھوٹ کا پلندا ہیں۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علی ؓ ام ولد کی خرید وفروخت سے منع کرتے تھے، جب انھوں نے دیکھا کہ لوگ اس کی خرید وفروخت کرتے ہیں تو آپ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا کہ میری رائے سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے جسے میں پسند نہیں کرتا اور شیخین کے فیصلوں پر عمل کرنے سے اجتماعیت اور اتفاق قائم رہتا ہے، لہٰذا میں اپنی رائے کو چھوڑتا ہوں تاکہ لوگ فتنے میں نہ پڑیں۔ ② حضرت ابن سیرین ؒ کا مطلب یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت علی ؓ کے جو اقوال شیخین کی مخالفت میں بیان کرتے ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ وہ سب جھوٹے اور خود ساختہ ہیں۔[1] ③ اس حدیث میں حضرت علی ؓ کی فضیلت ہے کہ انھوں نے اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی رائے کو ترک کر دیا۔ ④ حضرت علی ؓ کو ابن ملجم ملعون نے رمضان 40ھ مطابق جنوری 661ء میں شہید کر دیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون. ⑤ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے کہ خلافت کی ترتیب اس طرح واقع ہوئی کہ جو شخصیت نسب کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھی اسے بعد میں خلافت ملی جو شخصیت ابعد تھی اسے خلافت پہلے ملی۔ واللہ أعلم.

(١٠) بَابُ مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 10- حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کے فضائل

وَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «أَشْبَهْتَ خَلْقِي

نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم صورت وسیرت میں

[1] فتح الباري: 7/94.

وَخُلُقِي». | میرے مشابہ ہو۔“

وضاحت: حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی اور ان سے دس سال بڑے تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ پہلے انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ نجاشی کے دربار میں اسلام کی حقانیت کے متعلق بڑی پر اثر اور دلنشین تقریر کی جس سے نجاشی بہت متاثر ہوا۔ آپ بہت زیادہ سخی تھے۔ غزوۂ موتہ میں کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ 8 ہجری میں اکتالیس سال کے تھے جب شہید ہوئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کے مناقب میں دو حدیثوں کا انتخاب کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی معلق روایت صحیح بخاری ہی میں متصل سند سے مروی ہے۔[1]

٣٧٠٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ دِينَارٍ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْجُهَنِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَقُولُونَ: أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَإِنِّي كُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِشِبَعِ بَطْنِي حَتَّى لَا آكُلُ الْخَمِيرَ، وَلَا أَلْبَسُ الْحَبِيرَ، وَلَا يَخْدُمُنِي فُلَانٌ وَّلَا فُلَانَةُ، وَكُنْتُ أُلْصِقُ بَطْنِي بِالْحَصْبَاءِ مِنَ الْجُوعِ، وَإِنْ كُنْتُ لَأَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْآيَةَ هِيَ مَعِي، كَيْ يَنْقَلِبَ بِي فَيُطْعِمَنِي، وَكَانَ أَخْيَرَ النَّاسِ لِلْمَسَاكِينِ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، كَانَ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ، حَتَّى إِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ إِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ، فَيَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيهَا. [انظر: ٥٤٣٢]

[3708] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت احادیث بیان کرتا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں اپنا پیٹ بھرنے کے لیے ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہتا تھا، نہ تو میں خمیری روٹی کھاتا اور نہ عمدہ لباس ہی پہنتا، نہ میری خدمت کے لیے فلاں مرد اور فلاں عورت ہی تھی۔ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا۔ بعض اوقات میں کسی سے کوئی آیت پوچھتا، حالانکہ وہ آیت مجھے یاد ہوتی تھی۔ میرا مطلب یہ ہوتا کہ وہ مجھے گھر لے جا کر کھانا کھلا دے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مساکین کے حق میں تمام لوگوں سے زیادہ بہتر تھے۔ وہ ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ گھر میں میسر ہوتا وہ ہمیں کھلاتے۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ وہ شہد یا گھی کی کپی ہی لے آتے جس میں کچھ نہ ہوتا وہ اسے پھاڑ دیتے اور اس میں جو کچھ ہوتا ہم اسے چاٹ لیتے تھے۔

فوائد و مسائل: (1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے اور کھانے کو جو میسر آتا اسی پر اکتفا کرتے، احادیث نبویہ کی سماعت اور حفاظت میں مصروف رہتے۔ (2) اس حدیث میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے کہ وہ مساکین سے بہت محبت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابوالمساکین رکھی تھی کیونکہ مساکین کے ساتھ اکثر بیٹھا کرتے تھے اور ان کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب کسی

(1) صحيح البخاري، الصلح، حديث: 2699.

آیت کے متعلق پوچھتے تو حضرت جعفر بن ابی طالب انھیں اپنے گھر لے جاتے اور اپنی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس ؓ سے کہتے: ہمیں کوئی چیز کھلاؤ، جب ہم کھانا کھا لیتے تو وہ مجھے آیت کا مفہوم سمجھاتے۔[1] بہرحال حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ غرباء اور مساکین کے بہت قدر دان تھے اور ان کی خیر خواہی کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔

٣٧٠٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ إِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ.

[3709] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جب وہ حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ کو سلام کہتے تو یوں کہتے: اے ذوالجناحین کے بیٹے! تم پر سلامتی ہو۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: الْجَنَاحَانِ: كُلُّ نَاحِيَتَيْنِ.
[انظر: ٤٢٦٤]

ابوعبداللہ (امام بخاری ؒ) کہتے ہیں: [جَنَاحَانِ] سے مراد ہر دو کنارے ہیں۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے مبارک ہو! میں نے اسے فرشتوں کے ہمراہ آسمان میں اڑتے ہوئے دیکھا ہے۔'' اس روایت کو طبرانی نے حسن سند سے بیان کیا ہے۔[2] امام ترمذی ؒ نے بھی اسے بیان کیا ہے۔[3] لیکن اس کی سند میں کچھ ضعف ہے، لیکن دوسرے شواہد کی بنا پر اس کے ضعف کی تلافی ہو سکتی ہے۔[4] دراصل حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ جنگ موتہ میں بڑی بے جگری سے لڑے تھے کہ ان کے بازو کٹ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کٹے ہوئے بازوؤں کے عوض انھیں ایسے طاقتور دو پر دیے ہیں کہ وہ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے ہیں۔'' اسی بنا پر انھیں جعفر طیار کہا جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

(١١) بَابُ ذِكْرِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 11- حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ کا ذکر خیر

وضاحت: امام بخاری ؒ کو حضرت عباس بن عبدالمطلب کے متعلق کوئی ایسی مرفوع حدیث نہیں ملی جو ان کی شرط کے مطابق ہو اور وہ آپ کی کسی فضیلت پر مشتمل ہو، اس لیے اسلوب میں تبدیلی لائے ہیں۔ مناقب کے بجائے ذکر کا عنوان اختیار کیا ہے۔ اگرچہ ان کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچا اور آپ سے دو تین سال بڑے تھے۔ خود رسول اللہ ﷺ انھیں بڑے احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت عثمان ؓ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

٣٧١٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

[3710] حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر

---

(1) جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3766. (2) مجمع الزوائد: 9/273، رقم: 15498. (3) جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3763. (4) فتح الباري: 7/98.

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا قَحِطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ. [راجع: ١٠١٠]

رضی اللہ عنہ جب قحط سالی سے دوچار ہوتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کراتے اور دعا کرتے: اے اللہ! پہلے ہم اپنے نبی ﷺ سے بارش کی دعا کراتے تھے تو تو ہمیں بارش سے سیراب کرتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا سے بارش کی دعا کراتے ہیں، اس لیے ہمیں بارش سے سیراب کر۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد خوب بارش ہوتی۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور فضیلت کا اعتراف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنی مجلس شوریٰ میں شامل نہیں کیا تھا کیونکہ وہ فتح مکہ تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس کے بعد مسلمان ہوئے۔ جنگ بدر میں قید ہوئے۔ اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ دیا اور آزادی ملی۔ ان کی کنیت ابوالفضل تھی۔ آپ 12 رجب 32ھ بمطابق 17 فروری 653ء بروز جمعہ فوت ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر انھیں جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ بزرگ سے دعا کرانا تو جائز ہے لیکن کسی فوت شدہ کا وسیلہ پکڑنا درست نہیں۔ واللہ أعلم۔ ③ بہر حال حضرت عباس رضی اللہ عنہ بڑے سمجھ دار اور دانا تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین دن پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: رسول اللہ اب زندہ نہیں رہیں گے۔ علی! چلو، رسول اللہ ﷺ سے خلافت کے متعلق بات چیت کریں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ نے ہمیں منع کر دیا تو آئندہ ہمیشہ کے لیے دروازہ بند ہو جائے گا، اس لیے میں تو اس معاملے میں آپ سے بات نہیں کروں گا۔[1]

(12) بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ

باب: 12- رسول اللہ ﷺ کی قرابت اور رشتہ داری کے فضائل نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت نبی ﷺ کے مناقب

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ».
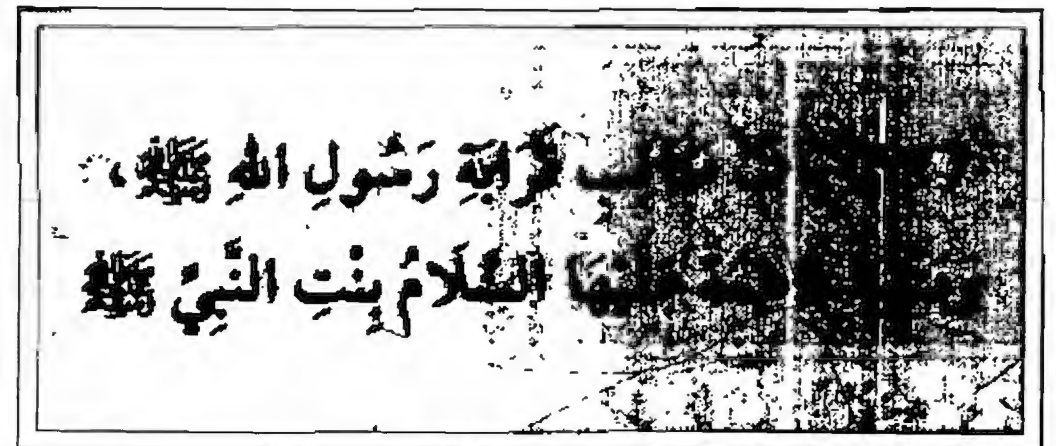
ان کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: ”فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے۔“

وضاحت: اس مقام پر قرابت سے مراد عبدالمطلب کی اولاد ہے۔ مرد ہوں یا عورتیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا یا آپ کی صحبت میں رہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد، ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد اور نوفل بن حارث اور آپ

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4447.

کی اولاد وغیرہ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان بطور قرابت کے ہے۔ ویسے ان کے متعلق ایک مستقل عنوان بھی ہے جو آئندہ ذکر ہوگا۔ ان کے متعلق معلق روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے خود ہی حدیث نمبر: 3624 کے تحت متصل سند سے بیان کیا ہے۔

٣٧١١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ، تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ ﷺ، الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ. [راجع: ٣٠٩٢]

[3711] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جس کے ذریعے سے وہ نبی ﷺ کے ان صدقات کا مطالبہ کرتی تھیں جو مدینہ طیبہ میں اور فدک میں تھے۔ اسی طرح جو خیبر کے خمس سے باقی بچ گیا تھا۔

٣٧١٢ - فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ - يَعْنِي مَالَ اللهِ - لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَّزِيدُوا عَلَى الْمَأْكَلِ»، وَإِنِّي وَاللهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَاتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ، وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ وَحَقَّهُمْ، فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي. [راجع: ٣٠٩٣]

[3712] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "ہمارے (ترکہ میں) وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ البتہ آل محمد کے اخراجات اسی مال سے پورے کیے جائیں۔ خورونوش سے زیادہ ان کا کوئی حق نہیں ہے۔" اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے صدقات، جو نبی ﷺ کے زمانے مبارک میں ہوا کرتے تھے، میں ان میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا بلکہ ان میں وہی نظام جاری رکھوں گا جو رسول اللہ ﷺ نے قائم فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے ہاں آئے اور کہنے لگے: ابوبکر! ہم آپ کے مقام اور مرتبے کا اعتراف کرتے ہیں، پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قرابت اور حق کا ذکر کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے ساتھ بہتر سلوک سے زیادہ محبوب ہے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام صدقات آپ کی ملکیت تھے، اس لیے اس

ترکے سے ہمیں حصہ ملنا چاہیے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری مجھے اپنی قرابت داری سے زیادہ محبوب ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور معمولات کے پیش نظر آپ کے صدقات وترکات کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ تمام آپ کی آل واولاد، ازواج مطہرات اور دیگر عام مصالح کے لیے وقف ہیں۔ یہ ایسے صدقات ہیں جن پر آپ کی وفات کے بعد ملکیت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ مذکورہ حضرات قیامت تک ان سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے رہیں گے۔ لیکن اسے اپنی ملکیت تصور نہیں کریں گے۔ ② بہر حال اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کا بیان ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

٣٧١٣ - أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: ارْقُبُوا مُحَمَّدًا ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ. [انظر ٣٧٥١]

[3713] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محمد ﷺ کا آپ کے اہل بیت کے بارے میں خاص خیال رکھو، یعنی بہر صورت ان کا احترام بجا لاؤ۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت، ازواج مطہرات، آپ کی بیٹیوں اور دوسرے تمام قرابت داروں سے محبت رکھنا، جن میں سیدہ فاطمہ، سیدنا علی اور ان کی اولاد بھی شامل ہے، رسول اللہ ﷺ کی محبت وتعظیم اور حقوق شناسی کے لحاظ سے اہل ایمان کے لیے ضروری ہے اور ان سے درجہ بہ درجہ محبت رکھنا حقیقت میں رسول اللہ ﷺ سے محبت ہی کا تقاضا ہے۔ ایسی محبت کا تقاضا تمام اہل اسلام سے ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرمان سے ثابت ہوتا ہے۔

٣٧١٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي». [راجع: ٩٢٦]

[3714] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے، اس لیے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔''

٣٧١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهَا، فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ، ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا

[3715] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ کو اس بیماری کے موقع پر اپنے پاس بلایا جس میں آپ نے وفات پائی، آپ نے ان سے کوئی خفیہ بات کی تو وہ رونے لگیں۔ پھر آپ نے انھیں بلایا اور ان سے کوئی آہستہ بات کی تو وہ ہنسنے

فَضَحِكْتُ، قَالَتْ: فَسَأَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ. [راجع: ٣٦٢٣]

لگیں۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ ؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔

٣٧١٦ - فَقَالَتْ: سَارَّنِي النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَنِي: أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَبَكَيْتُ، ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ أَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ. [راجع: ٣٦٢٤]

[3716] انھوں نے (حضرت سیدہ فاطمہ ؓ نے) بتایا: مجھ سے نبی ﷺ نے آہستہ بات کی تھی کہ آپ اس بیماری میں وفات پا جائیں گے تو میں اس پر رونے لگی۔ پھر آپ نے مجھ سے دوبارہ آہستہ گفتگو فرمائی کہ آپ کے اہل بیت میں سے میں سب سے پہلے آپ سے ملاقات کروں گی تو میں اس پر ہنس پڑی۔

فائدہ: ان احادیث میں امام بخاری ؒ نے عنوان کے دوسرے جز کو ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ ان قرابت داروں میں سرفہرست حضرت سیدہ فاطمہ ؓ ہیں۔ انھیں بلاوجہ ناراض کرنا گویا رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنا ہے، اس لیے انھیں خوش رکھنے کے لیے انتہائی کوشش کی جائے، پھر رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی کے طور پر فرمایا: میرے اہل بیت میں سب سے پہلے سیدہ فاطمہ ؓ مجھ سے ملاقات کریں گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہ ؓ وفات پا گئیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

(١٣) بَابُ مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 13- حضرت زبیر بن عوام ؓ کے مناقب

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ حَوَارِيُّ النَّبِيِّ ﷺ، وَسُمِّيَ الْحَوَارِيُّونَ لِبَيَاضِ ثِيَابِهِمْ.

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے حواری (مددگار) تھے۔ حواریوں کو حواری اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔

وضاحت: حضرت زبیر بن عوام ؓ قریشی ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کی والدہ حضرت صفیہ ؓ رسول اللہ کی پھوپھی تھیں۔ آپ سولہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنا حواری قرار دیا۔ ویسے تو تمام صحابۂ کرام ؓ آپ کے فدائی تھے، مگر بعض خصوصیات کی وجہ سے آپ نے یہ لقب حضرت زبیر بن عوام ؓ کو دیا۔ حضرت ابن عباس ؓ کی اس معلق روایت کو خود امام بخاری ؒ نے حدیث نمبر:4665 کے تحت متصل سند سے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ ؑ کے فدائیوں کو حواری کہا گیا ہے، اس لیے کہ ان کے اندر اخلاص اور فدائیت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

٣٧١٧ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ:

[3717] حضرت مروان بن حکم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جس سال نکسیر پھوٹنے کی وبا پھیلی تو حضرت عثمان

أَخْبَرَنِي مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ: أَصَابَ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رُعَافٌ شَدِيدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ، حَتَّى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ، وَأَوْصَى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ، قَالَ: اسْتَخْلِفْ، قَالَ: وَقَالُوهُ؟: قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ؟ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ - أَحْسِبُهُ الْحَارِثَ - فَقَالَ: اسْتَخْلِفْ، فَقَالَ عُثْمَانُ: وَقَالُوا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ هُوَ؟ فَسَكَتَ، قَالَ: فَلَعَلَّهُمْ قَالُوا: إِنَّهُ الزُّبَيْرُ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ لَخَيْرُهُمْ مَّا عَلِمْتُ، وَإِنْ كَانَ لَأَحَبَّهُمْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. [انظر: ٣٧١٨]

ؓ کی اس قدر نکسیر پھوٹی کہ انھیں حج سے اس مرض نے روک دیا۔ انھوں نے وصیت کر دی۔ ان کی خدمت میں ایک قریشی صاحب آئے اور عرض کیا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیں۔ حضرت عثمان ؓ نے پوچھا کہ لوگوں کی یہ خواہش ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کس کو خلیفہ نامزد کروں؟ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد کوئی دوسرے صاحب آئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ حارث تھے۔ انھوں نے بھی یہی کہا کہ آپ کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں۔ آپ نے پوچھا: کیا یہ سب لوگوں کی رائے ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے پوچھا: وہ کون ہو سکتا ہے؟ اس پر وہ خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا: غالبًا لوگوں کا زبیر ؓ کی طرف رجحان ہوگا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرے علم کے مطابق بھی وہ ان سب سے بہتر ہیں۔ بلاشبہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بھی ان سب سے زیادہ محبوب تھے۔

فوائد و مسائل: ① لوگوں نے حضرت عثمان ؓ کو تجویز خلافت پر اس لیے آمادہ کرنا چاہا کہ مرض نکسیر کی وجہ سے حالات اس قسم کے ہو چکے تھے کہ شاید حضرت عثمان ؓ اس بیماری سے صحت یاب نہ ہو سکیں، اس لیے کسی خلیفہ کا نامزد کرنا ضروری ہے۔ حضرت عثمان ؓ نے حضرت زبیر کی صلاحیت کے پیش نظر انھیں نامزد کرنا چاہا مگر علم الٰہی میں یہ مقام حضرت علی ؓ کے لیے مخصوص تھا، چنانچہ چوتھے خلیفہ حضرت علی ؓ قرار پائے۔ ② بہر حال اس حدیث سے حضرت زبیر ؓ کے مرتبے اور مقام کا پتہ چلتا ہے کہ لوگ انھیں کس نظر سے دیکھتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت عثمان ؓ نے شہادت دی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بہت محبوب تھے۔ بہر حال حضرت زبیر ؓ ایک وفادار اور جاں نثار قسم کے انسان تھے...... ؓ

٣٧١٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ: أَخْبَرَنِي أَبِي: سَمِعْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ: كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: اسْتَخْلِفْ قَالَ: وَقِيلَ ذَاكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، الزُّبَيْرُ قَالَ: أَمَ وَاللهِ إِنَّكُمْ لَتَعْلَمُونَ أَنَّهُ خَيْرُكُمْ، ثَلَاثًا. [راجع: ٣٧١٧]

[3718] حضرت مروان بن حکم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں حضرت عثمان ؓ کی خدمت میں موجود تھا، ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: آپ کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیں۔ آپ نے فرمایا: کیا اس کی خواہش کی جا رہی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، حضرت زبیر ؓ کی طرف لوگوں کا رجحان ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا: اللہ کی

قسم! تم سب جانتے ہو کہ وہ تم میں اس منصب کے لیے بہتر اور لائق ہیں۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔

فائدہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے متعلق نامزدگی لکھوائی تھی۔ اپنے کاتب حمران سے کہا تھا کہ اسے محض لکھنا، کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا، لیکن اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بتا دیا، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور حمران کو مدینہ بدر کر کے بصرہ بھیج دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ چھ ماہ بعد فوت ہو گئے۔ ان کا سن وفات 32ھ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے لوگوں کا نامزدگی کا مطالبہ کسی ناراضی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ مرض کی وجہ سے تھا کہ شاید اس سے بچ نہ سکیں کیونکہ مرض نکسیر ابتدائی دور میں پھوٹی تھی، جبکہ ابھی تک کوئی فتنہ وفساد نہ اٹھا تھا۔[1]

٣٧١٩ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ - هُوَ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ - عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ [حَوَارِيًّا] وَّإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ». [راجع: ٢٨٤٦]

[3719] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔''

فائدہ: ایک روایت میں ان تعریفی کلمات کا سبب بیان ہوا ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس مشرکین کی جاسوسی کون کرے گا اور ان کے حالات سے مجھے کون آگاہ کرے گا؟'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! اس کام کے لیے میں حاضر ہوں۔ آپ نے تین مرتبہ اس خواہش کا اظہار کیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہی جواب دیا کہ میں مشرکین کے ناپاک عزائم معلوم کروں گا اور آپ تک پہنچاؤں گا۔ اس وقت آپ نے یہ تعریفی کلمات ارشاد فرمائے۔[2] اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے وقت میں مدد کرنا دوسرے اوقات کی بہ نسبت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ کسی کے حالات معلوم کرنے کے لیے ان میں گھس جانا، اپنی جان خطرے میں ڈالنا ہے۔

٣٧٢٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ يَوْمَ الْأَحْزَابِ، جُعِلْتُ أَنَا وَعُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ فِي النِّسَاءِ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِالزُّبَيْرِ عَلَى فَرَسِهِ يَخْتَلِفُ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ: يَا أَبَتِ، رَأَيْتُكَ تَخْتَلِفُ؟ قَالَ:

[3720] حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ غزوۂ احزاب کے وقت مجھے اور عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو (کمسن ہونے کی وجہ سے) عورتوں میں چھوڑ دیا گیا۔ پھر میں نے جو نظر دوڑائی تو دیکھا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہیں اور دو یا تین بار بنو قریظہ کی طرف گئے ہیں، پھر واپس آئے ہیں۔ جب اختتام جنگ پر میں واپس آیا تو کہا: ابوجان! میں نے آپ کو دیکھا

---

[1] فتح الباري: 103/7. [2] صحيح البخاري، الجهاد، حديث: 2847.

أَوْ هَلْ رَأَيْتَنِي يَا بُنَيَّ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ يَأْتِ بَنِي قُرَيْظَةَ فَيَأْتِينِي بِخَبَرِهِمْ؟» فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَبَوَيْهِ فَقَالَ: «فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي».

کہ بار بار ادھر آتے جاتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: بیٹا! تو نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ انھوں نے وضاحت فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی ایسا ہے جو بنو قریظہ کے پاس جائے اور میرے پاس ان کی خبر لائے؟'' چنانچہ میں اس مہم کے لیے گیا۔ پھر جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماں باپ یکجا جمع کر کے فرمایا: ''میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔''

فوائد و مسائل: ① حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا: ''میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔'' غزوۂ اُحد کے موقع پر یہی اعزاز حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماں باپ جمع کر کے ان کے متعلق فرمایا: ''میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔'' جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بیان ہوگا۔[1] ② غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی عمر زیادہ سے زیادہ تین سال اور چند ماہ تھی۔ اس عمر میں واقعات کو یاد رکھنا حافظہ قوی ہونے کی عجیب و غریب مثال ہے۔[2]

٣٧٢١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ وَقْعَةِ الْيَرْمُوكِ: أَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ؟ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلَى عَاتِقِهِ، بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ عُرْوَةُ: فَكُنْتُ أُدْخِلُ أَصَابِعِي فِي تِلْكَ الضَّرَبَاتِ أَلْعَبُ وَأَنَا صَغِيرٌ.

[انظر: ٣٩٧٣، ٣٩٧٥]

[3721] حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یرموک کے دن نبی ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حملہ کیوں نہیں کرتے تاکہ آپ کے ساتھ مل کر ہم بھی حملہ کریں؟ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان رومیوں پر حملہ کیا تو اس موقع پر کفار نے دو کاری زخم آپ کے شانے پر لگائے۔ ان دونوں کے درمیان وہ زخم تھا جو بدر کے موقع پر آپ کو لگا تھا۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں بچپن میں ان زخموں کے اندر اپنی انگلیاں داخل کر کے کھیلا کرتا تھا۔

فائدہ: یرموک، علاقۂ شام میں ایک مقام کا نام ہے، اس جگہ رومیوں کے ساتھ مسلمانوں کا بہت بڑا معرکہ برپا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رومیوں کے خلاف یہ جنگ لڑی گئی۔ لشکر اسلام کے سربراہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس لڑائی میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے دوسرے جاں نثاروں کے ساتھ اپنی بہادری اور جاں نثاری کے جوہر دکھائے۔ آپ جنگ جمل کو خیر باد کہہ کر مدینہ طیبہ واپس آ رہے تھے

① صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث: 3725. ② فتح الباري: 104/7.

کہ وادیٔ سباع میں عمرو بن جرموز نامی شخص نے آپ کو قتل کر دیا۔ حضرت علی ؓ کو جب خبر دینے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا: اسے دوزخ کی خوشخبری سنا دو۔ آپ کو 10 جمادی الاولیٰ 36ھ بمطابق 25 نومبر 656ء کو شہید کیا گیا۔ شہادت کے دن ان کی عمر 77 برس کی تھی ...... ؓ ...... ان کے ترکے میں جو اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی، اس کی تفصیل پہلے کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری ؒ نے اس پر مستقل ایک عنوان قائم کیا ہے۔

(١٤) [بَابٌ] ذِكْرِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ

باب: 14- حضرت طلحہ بن عبید اللہ ؓ کا ذکر خیر

وَقَالَ عُمَرُ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ.

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ طلحہ بن عبید اللہ ؓ سے راضی تھے۔

وضاحت: ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ والدہ کا نام صعبہ بنت حضرمی ؓ ہے جو حضرت علاء بن حضرمی ؓ کی ہمشیر ہیں۔ آپ کا تعلق قریشی خاندان سے ہے۔ عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں۔ غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے اپنے ہاتھوں کو بطور ڈھال پیش کیا۔ حضرت عمر ؓ کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ مذکورہ تعلیق امام بخاری ؒ نے خود ہی متصل سند سے حدیث نمبر: 3700 کے تحت بیان کی ہے۔

٣٧٢٢، ٣٧٢٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي قَاتَلَ فِيهِنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ، عَنْ حَدِيثِهِمَا. [انظر: ٤٠٦٠، ٤٠٦١]

[3723,3722] حضرت ابو عثمان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ بعض ان غزوات کے وقت جن میں خود رسول اللہ ﷺ نے شمولیت کی، نبی ﷺ کے ہمراہ حضرت طلحہ اور حضرت سعد ؓ کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا تھا۔ یہ بات خود ان کی بیان کردہ حدیث میں ہے۔

فوائد ومسائل: ① جنگ اُحد کا واقعہ ہے کہ جب مسلمان بھگدڑ میں مبتلا ہوئے تو اس وقت صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد ؓ کے علاوہ اور کوئی بھی آپ کے ہم رکاب نہ تھا۔ انھوں نے اپنی جان پر کھیل کر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی۔ ② اس حدیث میں حضرت طلحہ ؓ کی منقبت کا بیان ہے کہ آپ کس قدر بہادر اور جفاکش تھے۔ اس کی تفصیل آئندہ حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کسی نے حضرت ابو عثمان سے پوچھا: آپ کو اس واقعے کا علم کیسے ہوا؟ تو انھوں نے بتایا کہ ان حضرات نے مجھے خود اس سے آگاہ کیا تھا۔[1]

٣٧٢٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ:

[3724] حضرت قیس بن ابو حازم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت طلحہ ؓ کا وہ ہاتھ دیکھا جو

1 فتح الباري: 105/7.

رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِي وَقَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ قَدْ شَلَّتْ. [انظر: ٤٠٦٣]

شل ہو چکا تھا، جس کے ذریعے سے وہ نبی ﷺ کی حفاظت کرتے رہے تھے۔

فوائد و مسائل: ① یہ واقعہ بھی غزوۂ اُحد میں پیش آیا کہ اس لڑائی میں مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو نقصان پہچانا چاہا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں کو آپ پر ڈھال بنا دیا، یعنی تلواروں اور نیزوں کے وار اپنے ہاتھوں پر روکے۔ اسی وجہ سے ان کا ایک ہاتھ شل، یعنی بے حس و بے حرکت ہو گیا۔ غزوۂ احد میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم آئے۔[1] ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ طلحہ الفیاض، طلحہ الخیر اور طلحہ الجود کے القاب سے مشہور تھے۔[2] آپ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔''[3] ③ آپ کی شہادت جمادی الاخری 36ھ بمطابق 25 نومبر 656ء جنگ جمل میں ہوئی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر چونسٹھ برس تھی۔

(١٥) [بَابُ] مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ الزُّهْرِيِّ

باب: 15- حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان

وَبَنُو زُهْرَةَ أَخْوَالُ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ.

بنو زہرہ نبی ﷺ کے ننھیال تھے ان کا اصل نام سعد بن مالک ہے۔

وضاحت: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ اللہ کے راستے میں سب سے پہلے انھوں نے تیر اندازی کی۔ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی بنو زہرہ خاندان سے تھیں جو مدینہ طیبہ میں آباد ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اکثر فارس، قادسیہ اور بہت سے علاقے فتح کیے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کے مناقب میں چار احادیث پیش کی ہیں۔

٣٧٢٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُولُ: جَمَعَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ. [انظر: ٤٠٥٥، ٤٠٥٦، ٤٠٥٧]

[3725] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: احد کے دن نبی ﷺ نے میرے لیے اپنے ماں باپ دونوں جمع کر دیے تھے۔

فائدہ: ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ترکش سے تمام تیر نکال کر ان کے سامنے بکھیر دیے اور فرمایا: ''تم تیر اندازی کرو، تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔''[4] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی

---

① فتح الباري: 105/7. ② عمدة القاري: 459/11. ③ جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3739. ④ صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4055.

وقاص ﷛ کے علاوہ کسی اور صحابی کے لیے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا،[1] حالانکہ اس سے پہلے ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ یہ اعزاز حضرت زبیر بن عوام ﷛ کو بھی حاصل ہے۔ حافظ ابن حجر ﷫ لکھتے ہیں: شاید حضرت علی ﷛ کو اس بات کا علم نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر ﷛ کے لیے بھی ایسا ہی فرمایا تھا، یا احد کے دن حضرت سعد ﷛ کے علاوہ یہ اعزاز کسی اور کو نہ ملا ہو۔[2]

٣٧٢٦ - حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَأَنَا ثُلُثُ الْإِسْلَامِ. [انظر: ٣٧٢٧، ٣٨٥٨]

[3726] حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں اسلام کی ایک تہائی تھا۔

فائدہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب میں مسلمان ہوا تو مجھ سے پہلے صرف دو شخص اسلام لائے تھے اور تیسرا میں خود تھا۔ مسلمان ہونے والوں میں ایک حضرت ابوبکر اور دوسری حضرت خدیجۃ الکبریٰ ﷞ تھیں، جبکہ ایک حدیث میں حضرت عمار ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے ہمراہ پانچ غلام اور حضرت ابوبکر ﷛ مسلمان تھے۔[3] بظاہر یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ کے بیان کے خلاف ہے۔ حافظ ابن حجر ﷫ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آزاد لوگوں میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ تیسرے شخص تھے جو مسلمان ہوئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ کو دوسرے اسلام لانے والوں کا علم نہ ہوا ہو کیونکہ ان دنوں جو مسلمان ہوتا وہ اپنے اسلام کو دوسروں سے پوشیدہ رکھتا تھا۔[4]

٣٧٢٧ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: مَا أَسْلَمَ أَحَدٌ إِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِي أَسْلَمْتُ فِيهِ، وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَإِنِّي لَثُلُثُ الْإِسْلَامِ.

[3727] حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: کوئی بھی مسلمان نہیں ہوا مگر اسی روز جس میں میں نے اسلام قبول کیا۔ اور میں سات روز تک اسی حالت میں رہا کہ میں اسلام کا تیسرا فرد تھا۔

تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هَاشِمٌ. [راجع: ٣٧٢٦]

ابو اسامہ نے اس روایت کو بیان کرنے میں ابن ابی زائدہ کی متابعت کی ہے۔

1 صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4058. 2 فتح الباري: 107/7. 3 صحيح البخاري، حديث: 3660. 4 فتح الباري: 107/7.

فائدہ: اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس مجلس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، اس میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صرف تین شخص مسلمان تھے: ایک ابوبکر، دوسرے حضرت بلال اور تیسرے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ اس سے انھوں نے یہی خیال کیا کہ ان کے علاوہ اور کوئی مسلمان نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے: جس دن وہ مسلمان ہوئے اس دن اور کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن مندہ کے حوالے سے اس طرح حدیث کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ اس صورت میں کوئی اشکال نہیں رہتا کیونکہ جس دن انھوں نے اسلام قبول کیا ممکن ہے کہ اس دن اور کوئی مسلمان نہ ہوا ہو۔[1]

٣٧٢٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَكُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ، حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا يَضَعُ الْبَعِيرُ أَوِ الشَّاةُ مَا لَهُ خِلْطٌ، ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الْإِسْلَامِ، لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي، وَكَانُوا وَشَوْا بِهِ إِلَى عُمَرَ، قَالُوا: لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي.

[انظر ٥٤١٢، ٦٤٥٣]

[3728] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں عرب کا پہلا آدمی ہوں جس نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیراندازی کی۔ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ جہاد کے لیے جاتے اور ہمارے پاس درختوں کے پتوں کے سوا کھانے کے لیے اور کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ اس خوراک سے ہمیں اونٹوں اور بکریوں کی طرح اجابت ہوتی تھی۔ اس میں کوئی اور چیز مخلوط نہ ہوتی۔ لیکن اب بنواسد کا یہ حال ہے کہ وہ اسلام کے احکام پر عمل کرنے میں میرے اندر عیب نکالتے ہیں۔ اس صورت میں تو میں نامراد اور ناکام رہا، نیز میرے سب کام برباد ہو گئے۔ بنواسد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے متعلق چغلی کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔

فوائد و مسائل: ① بنواسد کے لوگ میرے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کرتے ہیں کہ اسے تو نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھنا آتی، حالانکہ میں تو قدیم الاسلام ہوں۔ اگر مجھے اب ان سے نماز سیکھنے کی ضرورت ہے تو میری سابقہ زندگی کے تمام اعمال برباد ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی پہلی زندگی کے حالات بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت مسلمان ہوا جب مسلمانوں کو کھانے پینے کے لیے درخت کے پتوں کے سوا اور کچھ نہیں ملتا تھا۔ ایسے حالات میں قضائے حاجت کے وقت خشک پاخانہ آتا، کیونکہ درختوں کے پتے کھانے سے اونٹوں اور بکریوں کی طرح خشک پاخانہ ہی آتا ہے۔ بہرحال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنا قدیم الاسلام ہونا بیان کرتے ہیں اور بتانا چاہتے ہیں کہ میرے متعلق قبیلۂ بنواسد کی شکایات مبنی برحقیقت نہیں ہیں۔ ② حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے دس میل دور مقام عقیق میں فوت ہوئے۔ وہاں سے آپ کو مدینہ طیبہ لایا گیا اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ مروان بن حکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تاریخ وفات محرم 55ھ بمطابق دسمبر

[1] فتح الباري: 107/7.

674ء ہے۔ آپ نے تراسی سال کی عمر پائی...... رضی اللہ عنہ......

(١٦) [بَابُ] ذِكْرِ أَصْهَارِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ أَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيعِ

باب: 16- نبی ﷺ کے دامادوں کا تذکرہ جن میں ابوالعاص بن ربیع بھی ہیں

وضاحت: عورت کے والدین، بہن بھائی "أصھار" کہلاتے ہیں۔ اس عنوان میں دامادی کی قرابت کا تذکرہ ہے۔

٣٧٢٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنِي شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ: إِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ فَسَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَاطِمَةُ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ، وَهٰذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ يَقُولُ: «أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ، فَحَدَّثَنِي وَصَدَقَنِي، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِّنِّي وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسُوءَهَا، وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ»، فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ.

[3729] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے منگنی کی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور کہا: آپ کی برادری کا خیال ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کی حمایت میں غصہ نہیں فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی دختر سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، میں اس وقت سن رہا تھا جب آپ نے خطبے کے بعد فرمایا: ''اما بعد! میں نے ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی کا نکاح کیا تو اس نے مجھ سے جو بات کی اسے سچا کر دکھایا۔ بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے اور میں یہ گوارا نہیں کرتا کہ اسے رنج پہنچے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے عقد میں نہیں رہ سکتیں۔'' یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس منگنی کو ترک کر دیا۔

وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنْ مِّسْوَرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَذَكَرَ صِهْرًا لَّهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، فَأَثْنٰى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ فَأَحْسَنَ، قَالَ: «حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفٰى لِي». [راجع: ٩٢٦]

محمد بن عمرو نے مذکورہ حدیث بایں الفاظ بیان کی ہے: حضرت مسور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے بنوشمس کے اپنے ایک داماد کا ذکر کیا اور دامادی میں اس کے عمدہ اوصاف کی تعریف فرمائی۔ آپ نے فرمایا: ''انھوں نے مجھ سے جو بات کہی اسے سچا کر دکھایا اور مجھ سے جو وعدہ کیا اسے پورا کر دکھایا۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے ایک داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع ہیں جو آپ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند

تھے، اس حدیث میں ان کا ذکر خیر ہے۔ مشرکین مکہ نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ پر دباؤ ڈالا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو طلاق دے دیں تو انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس بنا پر قرابت دامادی کی تعریف کر رہے ہیں، نیز رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کے نکاح کے وقت حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے یہ شرط کی تھی کہ ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کریں گے، انھوں نے اس شرط کو پورا کیا۔ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی شرط کی ہو مگر آپ بھول گئے اور عموم جواز پر نظر رکھتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی سے منگنی کی۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اظہار ناراضی کرتے ہوئے خطبہ دیا تو انھوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اسی طرح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جب غزوۂ بدر میں قیدی بن کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے رہا کرتے ہوئے کہا تھا: ''میری بیٹی زینب کو مدینہ طیبہ بھیج دینا۔'' تو انھوں نے اس وعدے کے مطابق انھیں بھیج دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف کی ہے۔ ② واضح رہے کہ وہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے، پھر انھوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی زوجیت میں دے دیا۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا ان کی بیٹی تھیں جنھیں رسول اللہ ﷺ دوران نماز میں اپنے کندھوں پر اٹھالیا کرتے تھے۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ یمامہ کی لڑائی میں ذوالحجہ 12 ھ کو شہید ہوئے۔

(١٧) [بَابُ] مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ

باب: 17- نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا».

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ (آپ نے حضرت زید سے فرمایا:) ''تو ہمارا بھائی اور دوست ہے۔''

وضاحت: حضرت زید بن حارثہ اپنی والدہ کے ہمراہ تھے۔ لوگوں نے انھیں اٹھا کر عکاظ کی منڈی میں حضرت حکیم بن حزام کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ انھوں نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کیا تو انھوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ کو ہبہ کر دیے، پھر ان کا نکاح حضرت ام ایمن سے ہوا جس سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کر دیا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ ① حضرت زید بن حارثہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے۔ غزوۂ موتہ میں امیر لشکر کی حیثیت سے 8 ہجری میں شہید ہوئے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے خود ہی حدیث نمبر: 2699 کے تحت متصل سند سے بیان کیا ہے۔

٣٧٣٠ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ

[3730] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا اور اس پر

① الأحزاب 33: 37.

عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْثًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَايْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ». [انظر: ٤٢٥٠، ٤٤٦٨، ٤٤٦٩، ٦٦٢٧، ٧١٨٧]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر فرمایا تو کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا۔ اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اسامہ بن زید کی سرداری پر اعتراض کرتے ہو تو تم نے قبل ازیں اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا۔ اللہ کی قسم! وہ سرداری کے لیے نہایت ہی موزوں شخص تھے اور مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے بعد یہ اسامہ رضی اللہ عنہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور ان کے ہاتھ میں جھنڈا دیا تو کچھ لوگوں نے اس بنا پر اعتراض کیا کہ یہ تو آزاد کردہ غلام ہیں، انھیں ہمارا قائد مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اگر کسی لشکر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہوتے تو رسول اللہ ﷺ انھیں امیر مقرر فرماتے، بالآخر غزوۂ موتہ کے وقت لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی اطاعت کے لائق ہیں، اور اسی جنگ میں آپ کی شہادت ہوئی، اس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض الموت میں روم کی طرف جانے کے لیے ایک لشکر تیار کیا جس کے امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔ ان پر بھی لوگوں نے اعتراض کیا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ وہ لشکر ابھی مدینہ طیبہ کے قریب ہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو وہ واپس آ گیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں اسے روانہ کیا۔[1]

٣٧٣١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ قَائِفٌ وَّالنَّبِيُّ ﷺ شَاهِدٌ وَّأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ مُضْطَجِعَانِ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ، قَالَ: فَسُرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْجَبَهُ فَأَخْبَرَ بِهِ عَائِشَةَ. [راجع: ٣٥٥٥]

[3731] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ایک قیافہ شناس میرے پاس آیا جبکہ نبی ﷺ بھی میرے پاس موجود تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور (ان کے والد گرامی) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دونوں لیٹے ہوئے تھے تو اس قیافہ شناس نے کہا: یہ دونوں پاؤں باہم ایک دوسرے سے پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس انکشاف سے نبی ﷺ بہت خوش ہوئے اور یہ بات آپ کو بہت پسند آئی۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا اظہار کیا۔

1 فتح الباري: 111/7.

فوائد ومسائل: ① اس روایت میں کچھ تسامح اور اختصار ہے۔ قیافہ شناس حضرت عائشہ ؓ کی موجودگی میں نہیں آیا تھا بلکہ وہ مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ حضرت اسامہ اور زید ؓ دونوں باپ بیٹا مسجد ہی میں لیٹے ہوئے تھے تو قیافہ شناس نے وہ بات کہی جس کا حدیث میں ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعے کی اطلاع باہر سے آ کر دی جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے ثابت ہو رہا ہے، چنانچہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ خوشی خوشی حضرت عائشہ ؓ کے پاس تشریف لائے اور مجزز مدلجی کا واقعہ بیان کیا۔[1] ② دراصل حضرت زید بن حارثہ ؓ کا رنگ سفید تھا جبکہ ان کے بیٹے حضرت اسامہ ؓ کا رنگ سیاہ تھا، اس وجہ سے منافقین طعنہ دیتے تھے کہ حضرت اسامہ ؓ حضرت زید ؓ کے بیٹے نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اگرچہ ان کے نسبت میں کوئی شک نہیں تھا لیکن قیافہ شناس کی بات سے خوش ہوئے کیونکہ اس سے منافقین کے غلط پروپیگنڈے کی تردید ہوتی تھی۔ اس بات کی اطلاع آپ نے حضرت عائشہ ؓ کو دی۔[2] ③ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت زید بن حارثہ ؓ سے محبت تھی تو قیافہ شناس کی اس بات سے خوش ہوئے، چنانچہ جب آپ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(١٨) [بَابُ] ذِكْرِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

باب: 18- حضرت اسامہ بن زید ؓ کا ذکر خیر

٣٧٣٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَخْزُومِيَّةِ، فَقَالُوا: مَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟. [راجع: ٢٦٤٨]

[3732] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ جب قریش کو ایک مخزومی عورت کے معاملے نے پریشان کیا تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت اسامہ بن زید ؓ کے علاوہ سفارش کی اور کون جرأت کر سکتا ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو انتہائی عزیز ہیں۔

٣٧٣٣ - وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: ذَهَبْتُ أَسْأَلُ الزُّهْرِيَّ عَنْ حَدِيثِ الْمَخْزُومِيَّةِ فَصَاحَ بِي - قُلْتُ لِسُفْيَانَ: فَلَمْ تَحْتَمِلْهُ عَنْ أَحَدٍ - قَالَ: وَجَدْتُهُ فِي كِتَابٍ كَانَ كَتَبَهُ أَيُّوبُ ابْنُ مُوسَى عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ سَرَقَتْ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا النَّبِيَّ ﷺ؟ فَلَمْ يَجْتَرِئْ أَحَدٌ أَنْ يُكَلِّمَهُ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ

[3732] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو لوگوں نے کہا کہ اس کے متعلق نبی ﷺ سے کون بات کرے گا؟ آخر کسی کو آپ سے گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر حضرت اسامہ بن زید ؓ نے آپ سے بات کی تو آپ نے فرمایا: ”بنی اسرائیل کا یہی طریقہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتے۔ (سنو!) اگر میری بیٹی فاطمہ بھی

[1] صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3555. [2] عمدة القاري: 300/11.

ابْنُ زَيْدٍ، فَقَالَ: «إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ قَطَعُوهُ، لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا». [راجع: ٢٦٤٨]

چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

فوائد ومسائل: ① حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لوگ حب بن حب، یعنی محبوب بن محبوب کہا کرتے تھے کیونکہ ان دونوں سے رسول اللہ ﷺ کو خاص محبت تھی۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی آزاد کردہ ہیں اور ان کی گود میں رسول اللہ ﷺ نے پرورش پائی تھی۔ ② اس حدیث میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت اور قدر ومنزلت ہے کہ قریش نے دربار نبوی میں آپ کو سفارش کا اہل پایا، چنانچہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ہاں آپ کے محبوب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی دوسرا شخص سفارش کی جرأت نہیں کرے گا۔ ③ جس عورت نے چوری کی اس کا نام فاطمہ بنت اسود تھا جو مخزوم قبیلے سے تعلق رکھتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، وہ ہاتھ کٹنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتی اور آپ اس کا تعاون کرتی تھیں۔ ④ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی حدود قائم کرنے میں کسی قسم کی مداہنت نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کا لحاظ ہی رکھتے تھے۔

٣٧٣٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبَّادٍ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ: حَدَّثَنَا الْمَاجِشُونُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: نَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَى رَجُلٍ يَسْحَبُ ثِيَابَهُ فِي نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: انْظُرْ مَنْ هٰذَا؟ لَيْتَ هٰذَا عِنْدِي، قَالَ لَهُ إِنْسَانٌ: أَمَا تَعْرِفُ هٰذَا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ أُسَامَةَ، قَالَ: فَطَأْطَأَ ابْنُ عُمَرَ رَأْسَهُ، وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَأَحَبَّهُ.

[3734] حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس کے کسی گوشے میں کپڑے پھیلا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: دیکھو یہ کون ہے؟ کاش یہ میرے قریب ہوتا! ایک شخص نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ انھیں نہیں جانتے؟ یہ تو محمد بن اسامہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا سر جھکا لیا اور دونوں ہاتھوں سے زمین کریدنے لگے۔ پھر فرمایا: اگر انھیں رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو یقیناً آپ ان سے محبت کرتے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کاش وہ شخص میرے پاس ہوتا تو میں اسے وعظ ونصیحت کرتا لیکن جب انھیں پتہ چلا کہ یہ محمد بن اسامہ ہیں تو تعظیم کے لیے اپنا سر جھکا لیا۔ ممکن ہے کہ بعض حالات یاد آ گئے ہوں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے باپ اور دادا سے کس قدر محبت کرتے تھے، نیز فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ اسے دیکھتے تو وہ بھی اس سے محبت کرتے۔

② اس حدیث سے بھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ ان کا رسول اللہ ﷺ کے ہاں بہت مقام واحترام تھا۔

٣٧٣٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: حَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُولُ: «اللّٰهُمَّ أَحِبَّهُمَا فَإِنِّي أُحِبُّهُمَا». [انظر: ٣٧٤٧، ٦٠٠٣]

[3735] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ انھیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا لیتے اور فرماتے: ''اے اللہ! تو انھیں اپنا محبوب بنا۔ بلاشبہ میں بھی ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔''

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنی ایک ران پر بٹھاتے اور دوسری پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے، پھر انھیں اپنے ساتھ چمٹا لیتے، پھر فرماتے: ''اے اللہ! میں ان پر بہت شفقت کرتا ہوں تو بھی ان پر رحم وکرم فرما۔''[1] ② اس حدیث سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے لیے ڈھیروں دعائیں کرتے تھے۔

٣٧٣٦ - وَقَالَ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي مَوْلًى لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ؛ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ أَيْمَنَ بْنِ أُمِّ أَيْمَنَ - وَكَانَ أَيْمَنُ بْنُ أُمِّ أَيْمَنَ أَخَا أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ [لِأُمِّهِ] وَهُوَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ - فَرَآهُ ابْنُ عُمَرَ لَمْ يُتِمَّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ، فَقَالَ: أَعِدْ. [انظر: ٣٧٣٧]

[3736] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مولیٰ (حرملہ) سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج بن ایمن کو دیکھا جو ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پوتے تھے اور وہ دورانِ نماز میں رکوع وسجود پوری طرح نہیں کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: اپنی نماز دوبارہ پڑھو۔

واضح رہے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے ایمن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے مادری بھائی، انصار سے تھے۔

٣٧٣٧ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ: حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ مَوْلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ إِذْ دَخَلَ الْحَجَّاجُ بْنُ أَيْمَنَ فَلَمْ يُتِمَّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ، فَقَالَ: أَعِدْ، فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ: مَنْ هٰذَا؟

[3737] حضرت حرملہ، جو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں، سے روایت ہے، وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے، اس دوران میں حجاج بن ایمن آیا اور اس نے نماز میں رکوع وسجود پوری طرح ادا نہ کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے فرمایا: اپنی نماز دوبارہ پڑھو۔ جب وہ واپس جانے لگا تو انھوں نے مجھ سے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: یہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پوتے

[1] صحيح البخاري، الأدب، حديث : 6003.

قُلْتُ: الْحَجَّاجُ بْنُ أَيْمَنَ بْنِ أُمِّ أَيْمَنَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَوْ رَأَى هٰذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لَأَحَبَّهُ، فَذَكَرَ حُبَّهُ وَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّ أَيْمَنَ.

حجاج بن ایمن ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر اسے رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو اس سے بہت محبت کرتے۔ پھر آپ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی اولاد سے آپ ﷺ کی محبت کے واقعات بیان کیے۔

قَالَ: وَزَادَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي عَنْ سُلَيْمَانَ: وَكَانَتْ حَاضِنَةَ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٣٧٣٦]

امام بخاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے بعض ساتھیوں نے سلیمان سے بیان کیا کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کو گود لیا تھا۔

فائدہ: حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا پہلا خاوند عبید بن عمرو بن ہلال تھا۔ اس سے حضرت ایمن پیدا ہوئے جنھوں نے غزوۂ حنین میں شہادت پائی۔ اس کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا تو ان کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ اس طرح ایمن اور اسامہ دونوں مادری بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب حجاج بن ایمن کو دیکھا کہ وہ نماز میں کوتاہی کر رہا ہے تو فرمایا: نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ تم نے دوران نماز میں رکوع وسجود پوری طرح ادا نہیں کیا۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، ام ایمن رضی اللہ عنہا اور ان دونوں کی اولاد سے رسول اللہ ﷺ کی محبت دیکھی تھی تو اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا: اگر حجاج بن ایمن کو رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو اس سے ضرور محبت کرتے۔ اس سے بھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(١٩) [بَابُ] مَنَاقِبِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

باب: 19- حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے فضائل

وضاحت: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ اپنے والد گرامی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسلمان ہوئے جبکہ اس وقت آپ نابالغ تھے۔ غزوۂ خندق میں آپ شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے آثار اور آپ کی سنت پاکیزہ کی بڑی سختی کے ساتھ پابندی کرتے تھے۔ فتویٰ دینے میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ محرم 73 ھ بمطابق مئی 693ء میں وفات پائی۔ مہاجرین کے قبرستان مقام ذی طویٰ میں آپ کو دفن کیا گیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کے مناقب میں ایک ہی حدیث کی مختلف روایات نقل کی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ''تمھارا بھائی بڑا نیک آدمی ہے، کاش! وہ رات کے قیام کا اہتمام کرے۔'' اس کے بعد انھوں نے کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوڑی...... رضی اللہ عنہ

٣٧٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ

[3738] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو اسے نبی ﷺ سے بیان کرتا۔ میری خواہش

عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرَى رُؤْيَا أَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَكُنْتُ غُلَامًا أَعْزَبَ، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ كَقَرْنَيِ الْبِئْرِ، وَإِذَا فِيهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ، أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ، فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي: لَنْ تُرَاعَ، فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ. [راجع: ٤٤٠]

تھی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں تو اسے نبی ﷺ سے عرض کروں۔ میں ان دنوں غیر شادی شدہ اور نوخیز تھا اور نبی ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد نبوی کے اندر ہی سویا کرتا تھا، چنانچہ میں نے خواب میں دو فرشتوں کو دیکھا جو مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بل دار کنویں کی طرح پیچ در پیچ تھی اور کنویں ہی کی طرح اس کے دو کنارے بھی تھے۔ اس کے اندر کچھ ایسے لوگ تھے جنھیں میں پہچانتا تھا۔ میں اسے دیکھتے ہی کہنے لگا: میں دوزخ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ میں جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس کے بعد مجھے ایک دوسرا فرشتہ ملا۔ اس نے مجھے کہا: کسی قسم کی فکر نہ کرو۔ میں نے اپنا یہ خواب حضرت حفصہ ؓ سے بیان کیا۔

٣٧٣٩ - **فَقَصَّتْهَا** حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ».

[3739] حضرت حفصہ ؓ نے میرا یہ خواب نبی ﷺ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''عبداللہ اچھا آدمی ہے، کاش! وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھا کرتا۔''

قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا. [راجع: ١١٢٢]

حضرت سالم بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر ؓ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔

٣٧٤٠، ٣٧٤١ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أُخْتِهِ حَفْصَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: «إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ». [راجع: ٤٤٠، ١١٢٢]

[3741,3740] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ اپنی ہمشیر حضرت حفصہ ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ ایک نیک آدمی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے نیک اور صالح ہونے کی گواہی دی ہے۔ ② اس خواب میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو مثالی طور پر جہنم دکھائی گئی جس کے دو کنارے تھے۔ شاید یہ کنارے مجرمین کو داخل کرنے اور نکالنے کے لیے ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان دونوں کناروں

کے درمیان ایک فرشتہ ہے جس کے ہاتھ میں ایک لوہے کا گرز ہے۔ وہاں آدمی الٹے لٹکائے ہوئے ہیں۔ فرشتوں نے بھی خواب میں کہا تھا: آپ بہت اچھے آدمی ہیں اگر آپ کثرتِ نوافل کا اہتمام کریں، چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آخر دم تک شب بیداری کی پابندی کی۔[1]

(۲۰) بَابُ مَنَاقِبِ عَمَّارٍ وَّحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

باب : 20- حضرت عمار اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے فضائل

وضاحت: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہے۔ آپ اور آپ کے والدین سابقین اولین میں سے ہیں۔ انھیں اسلام لانے کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچائی گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرتے تو انھیں تسلی دیتے ہوئے فرماتے: ''آلِ یاسر! صبر کرو، تمھاری جزا صرف جنت ہے۔'' جنگ صفین میں ان کی شہادت ہوئی۔ سن وفات 37 ہجری مطابق 657ء ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت حذیفہ اور ان کے والد یمان دونوں اکٹھے مسلمان ہوئے۔ غزوۂ اُحد میں شرکت کی۔ ان کے والد گرامی غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے ہاتھوں غلطی سے شہید ہو گئے جس کا حضرت حذیفہ کو آخر دم تک افسوس رہا۔ رسول اللہ ﷺ کے خاص راز دان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتنوں کے متعلق ان سے معلومات لی تھیں جو انھوں نے تفصیل سے بیان کیں۔ آپ شوال 36 ہجری مطابق مارچ 657ء میں فوت ہوئے۔

٣٧٤٢ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ: اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا، فَأَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ، فَإِذَا شَيْخٌ قَدْ جَاءَ حَتّٰى يَجْلِسَ إِلٰى جَنْبِي، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوا: أَبُو الدَّرْدَاءِ، فَقُلْتُ: إِنِّي دَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِي، قَالَ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ فَقُلْتُ: مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، قَالَ: أَوَلَيْسَ عِنْدَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ؟ أَفِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللهُ مِنَ

[3742] حضرت علقمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں شام کے علاقے میں آیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر اللہ سے دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی نیک ساتھی عطا فرما۔ پھر میں ایک قوم کے پاس گیا اور ان کی مجلس میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک بزرگ آئے اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے کہا: آج میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ مجھے نیک ساتھی عنایت کرے تو اللہ تعالیٰ نے، آپ کو، مجھے عطا فرمایا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا: اہل کوفہ سے ہوں۔ انھوں نے فرمایا: کیا تم میں آپ ﷺ کے نعلین بردار،

[1] صحيح البخاري، التعبير، حديث: 7028.

الشَّيْطَانِ - يَعْنِي عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ [ﷺ] -؟ أَوَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ سِرِّ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ غَيْرُهُ؟ ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ يَقْرَأُ عَبْدُ اللهِ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ﴾ [الليل: ١] فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَىٰ) قَالَ: وَاللهِ لَقَدْ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ فِيهِ إِلَى فِيَّ. [راجع: ٣٢٨٧]

صاحب وسادہ اور آپ کا لوٹا اٹھانے والے ابن ام عبد نہیں ہیں؟ کیا تمھارے ہاں وہ شخص نہیں ہے جسے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ دے رکھی ہے؟ کیا تمھارے اندر وہ ہستی نہیں جو نبی ﷺ کی راز داں تھی۔ جن رازوں کو ان کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا؟ پھر انھوں نے پوچھا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ سورت کس طرح پڑھتے تھے؟ میں نے انھیں پڑھ کر سنایا: [وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے مجھے بھی اسی طرح پڑھایا تھا۔

٣٧٤٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: ذَهَبَ عَلْقَمَةُ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ: اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا. فَجَلَسَ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ قَالَ: مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، قَالَ: أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ مِنْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ؟ يَعْنِي حُذَيْفَةَ، قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: أَلَيْسَ فِيكُمْ أَوْ مِنْكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ؟ يَعْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي عَمَّارًا، قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: أَلَيْسَ فِيكُمْ - أَوْ مِنْكُمْ - صَاحِبُ السِّوَاكِ وَالْوِسَادِ، أَوِ السِّرَارِ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: كَيْفَ كَانَ عَبْدُ اللهِ يَقْرَأُ: ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ﴾ [الليل: ١، ٢] قُلْتُ: (وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَىٰ) قَالَ: مَا زَالَ بِي هٰؤُلَاءِ حَتَّى كَادُوا يَسْتَنْزِلُونَنِي عَنْ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ.

[3743] حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت علقمہ رحمہ اللہ ملک شام گئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو دعا کی: اے اللہ! مجھے اچھا ساتھی عنایت فرما۔ تو وہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے۔ انھوں نے فرمایا: تم کن لوگوں میں سے ہو؟ حضرت علقمہ نے کہا: اہل کوفہ سے ہوں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم میں وہ راز داں نہیں ہیں جو ایسے بھیدوں سے واقف تھے جنھیں ان کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا، یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ؟ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: کیوں نہیں، موجود ہیں۔ پھر انھوں نے پوچھا: کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان پر شیطان کے شر سے نجات دی ہے، یعنی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، موجود ہیں۔ پھر انھوں نے دریافت فرمایا: کیا تم میں صاحب سواک اور صاحب وسادہ موجود نہیں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں بلکہ موجود ہیں۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا

[راجع: ۳۲۸۷]

تَجَلّٰی﴾ کو کیسے پڑھتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: وہ اسے [وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی] پڑھتے ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہاں کے لوگ بھی عجیب ہیں! میرے ساتھ ہمیشہ سے مزاحمت کرتے چلے آ رہے ہیں حتی کہ مجھے اس بات سے ہٹانا چاہتے ہیں جو میں نے نبی ﷺ سے سنی ہے۔

فوائد و مسائل: ① مشہور قراءت ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی﴾ ہے جو عرصۂ اخیرہ میں پڑھی گئی۔ ممکن ہے کہ پہلے اس آیت کا نزول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق ہو، لیکن بعد میں ﴿وَمَا خَلَقَ﴾ کا اس میں اضافہ ہوا لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو۔ وہ پہلی قراءت کے مطابق ہی پڑھتے رہے۔ ② بہر حال ان احادیث میں حضرت حذیفہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کی منقبت کا بیان ہے کہ پہلی شخصیت رسول اللہ ﷺ کی راز داں اور دوسری ہستی کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے شیطان مردود کے شر سے پناہ دی گئی تھی۔ حضرت خیثمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینہ طیبہ آیا تو میں نے بھی یہی دعا کی تھی: اے اللہ! مجھے کوئی اچھا ہم نشین عطا فرما تو میری ملاقات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انھوں نے بھی حضرت عمار اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے متعلق وہی فرمایا جو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا، بلکہ انھوں نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ وہ مستجاب الدعوات ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ وہ صاحب نعلین ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے وضو کا بندوبست کرتے تھے۔[1]

(۲۱) بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 21- حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مناقب

۳۷۴۴ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَإِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ». [انظر: ۴۳۸۲، ۷۲۵۵]

[3744] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور ہماری اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔''

۳۷۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَهْلِ

[3745] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اہل نجران سے فرمایا: ''میں تمھارے ہاں ایسا حاکم بھیجوں گا جو کامل امین ہو گا۔'' یہ سن کر صحابۂ

[1] جامع الترمذي، المناقب، حديث :3811.

نَجْرَانَ: «لَأَبْعَثَنَّ - [يَعْنِي عَلَيْكُمْ، يَعْنِي أَمِينًا] حَقَّ أَمِينٍ». فَأَشْرَفَ أَصْحَابُهُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. [انظر: ٤٣٨٠، ٤٣٨١، ٧٢٥٤]

کرام رضی اللہ عنہم نے نگاہیں اٹھائیں تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی الگ الگ خصوصیات ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر، اللہ کے احکام کے نفاذ میں زیادہ سخت عمر، سب سے زیادہ حیادار عثمان، حلال وحرام کے زیادہ عالم معاذ بن جبل، وراثت کا علم زیادہ جاننے والے زید بن ثابت، قرآن کریم کے قاری ابی بن کعب اور ہر امت کا امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔''[1] اگرچہ امانت و دیانت کا وصف دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی موجود تھا لیکن سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بطور خاص اس وصف کے حامل تھے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حیادار ہونا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انصاف پسند ہونا بیان ہوا ہے۔[2]

[بَابُ] ذِكْرِ مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ

باب: - مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر

وضاحت: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ شاید آپ نے پہلے بیان کردہ ایک حدیث پر اکتفا کیا ہو کہ جب وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی، جب سر پر اسے دیتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور جب پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا سر چادر سے ڈھانپ دو اور ان کے قدموں پر گھاس رکھ دو۔''[3] حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے اللہ سے اجر لینے کی خاطر مکے سے ہجرت کی۔ ہم میں سے کچھ لوگوں کو دنیا میں اس کا اجر مل گیا اور کچھ ایسے تھے جنھیں دنیا میں کچھ نہیں ملا، وہ آخرت میں اس اجر سے بہرور ہوں گے۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے بعد غزوۂ احد میں ان کی شہادت کا واقعہ بیان کیا۔[4]

(٢٢) بَابُ مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

باب: 22- حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب

قَالَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: عَانَقَ النَّبِيُّ ﷺ الْحَسَنَ.

حضرت نافع بن جبیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگایا۔

وضاحت: حضرت حسن کی پیدائش ماہ رمضان 3 ہجری میں ہوئی۔ ان کی کنیت ابومحمد تھی اور وفات 50 ہجری میں ہے جبکہ

---

[1] جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3791. [2] فتح الباري: 7/119. [3] صحيح البخاري، الجنائز، حديث: 1276.
[4] جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3853.

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش شعبان 4 ہجری ہے اور شہادت 61 ہجری کو ہوئی۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ دونوں شہزادے رسول اللہ ﷺ کو انتہائی پیارے تھے۔ ان کی پیدائش کے ساتویں روز رسول اللہ ﷺ نے ان کا عقیقہ کیا۔ اسی روز ان کے بال منڈوا کر ان کے برابر چاندی صدقہ کی۔ رسول اللہ ﷺ کے حلیے کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت حسن سینے سے سر تک رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سینے کے نچلے حصے سے آپ ﷺ کے ساتھ ملتے جلتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان دونوں حضرات کے مناقب میں آٹھ احادیث بیان کی ہیں۔ چونکہ اکثر فضائل میں یہ دونوں مشترک ہیں، اس لیے آپ نے دونوں کے لیے ایک ہی عنوان قائم کیا ہے۔ زیر عنوان معلق روایت کو آپ نے کتاب البیوع میں متصل سند سے بیان کیا ہے۔[1]

نوٹ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو ایک طبقہ بڑے دیو مالائی رنگ میں پیش کرتا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ بہر حال ان کی شہادت، امت مسلمہ کا بہت بڑا المیہ ہے۔

٣٧٤٦ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى عَنِ الْحَسَنِ: سَمِعَ أَبَا بَكْرَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ إِلَى جَنْبِهِ يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّإِلَيْهِ مَرَّةً، وَيَقُولُ: «ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ، وَّلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ». [راجع: ٢٧٠٤]

[3746] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ ایک بار لوگوں کو دیکھتے، دوسری مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کر کے فرماتے: ”میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے باعث مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔“

فائدہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پوری ہوئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تقریباً چالیس ہزار فدائی تھے۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھی بہت بڑا لشکر تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قلت یا ذلت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض امت پر شفقت کرتے ہوئے ملک اور دنیا کو چھوڑ دیا اور حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔ اس صلح عظیم سے ایک جنگ عظیم کا خطرہ ٹل گیا۔ اللہ والوں کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ وہ خود نقصان برداشت کر لیتے ہیں مگر فتنہ و فساد برپا نہیں کرتے۔

٣٧٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُهُ وَالْحَسَنَ وَيَقُولُ: «اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا»، أَوْ كَمَا قَالَ. [راجع: ٣٧٣٥]

[3747] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ انھیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر یہ دعا کرتے تھے: ”اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔“

---

[1] فتح الباري: 120/7.

فائدہ: ایک روایت میں ہے، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ران پر مجھے اور دوسری پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے، پھر ہمیں اپنے ساتھ چمٹا لیتے، پھر دعا کرتے: ''اے اللہ! ان دونوں پر اپنا رحم و کرم فرما، میں خود بھی ان پر شفقت کرتا ہوں۔''[1] اس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی منقبت ظاہر ہوتی ہے۔

٣٧٤٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنِي حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أُتِيَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ، فَجُعِلَ فِي طَسْتٍ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ، وَقَالَ فِي حُسْنِهِ شَيْئًا، فَقَالَ أَنَسٌ: كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَ مَخْضُوبًا بِالْوَسْمَةِ.

[3748] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ والئ کوفہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا جس کو ایک طشت میں رکھا گیا تھا تو وہ بدبخت اس پر لکڑی مارنے لگا اور آپ کی خوبصورتی کے متعلق بھی کچھ کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا: یہ تو ان (اہل بیت میں) سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے وسمہ کا خضاب استعمال کر رکھا تھا۔

فوائد و مسائل: ① جامع ترمذی میں ہے کہ ابن زیاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ناک پر چھڑی مار کر کہنے لگا: یہ کس قدر خوبصورت ہے۔[2] معجم طبرانی میں ہے کہ وہ دو آنکھوں اور ناک پر چھڑی مارتا تھا تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: اپنی چھڑی سر سے اٹھا لو، میں نے اس جگہ رسول اللہ ﷺ کا دہن مبارک دیکھا تھا۔[3] مسند بزار میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جگہ بوسہ دیتے دیکھا ہے جہاں تو چھڑی مار رہا ہے تو وہ رک گیا۔[4] ② وسمہ ایک بوٹی ہے جس سے بالوں کو رنگا جاتا ہے۔ اس سے بال سیاہی مائل ہو جاتے ہیں۔ خالص سیاہی سے ممانعت ہے، اگر اس میں مہندی کا رنگ غالب ہو تو ممانعت نہیں ہے۔ شریعت کی منشا یہ ہے کہ بالوں کی سفیدی جوانی کے بالوں کی سیاہی سے خلط ملط نہ ہو، بوڑھا آدمی، جوان نہ لگے۔ واللہ أعلم۔

٣٧٤٩ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ يَقُولُ: «اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ».

[3749] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جبکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے کندھوں پر تھے۔ آپ فرما رہے تھے: ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔''

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا: ''اے اللہ! میں ان دونوں

① صحيح البخاري، الأدب، حديث: 6003. ② جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3778. ③ المعجم الكبير للطبراني: 210/5، رقم: 5121. ④ مسند البزار: 299/2، رقم: 6632، و فتح الباري: 122/7.

سے محبت کرتا ہوں، تو بھی انھیں محبوب بنا لے۔"[1] ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ دونوں شہزادے بہت محبوب اور پیارے تھے۔

٣٧٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَحَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ يَقُولُ: بِأَبِي، شَبِيهٌ بِالنَّبِيِّ لَيْسَ شَبِيهٌ بِعَلِيٍّ، وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ. [راجع: ٣٥٤٢]

[3750] حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا رکھا تھا اور فرما رہے تھے: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! یہ تو شکل وصورت میں نبی ﷺ سے ملتے جلتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہم شکل نہیں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس ہنس رہے تھے۔

فائدہ: مسند احمد کی روایت کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے لخت جگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا تھا۔[2] بنت سیرین کی روایت میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔[3] ان احادیث میں بظاہر تعارض ہے جس کا ایک تفصیلی روایت سے حل کیا جا سکتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک سے سینہ مبارک تک آپ کے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نچلے حصے سے مشابہت رکھتے تھے۔[4] ان شہزادوں کے علاوہ اور بہت سے لوگ شکل وصورت میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔ ان کی تفصیل حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تحریر کی ہے۔[5]

٣٧٥١ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَصَدَقَةُ قَالَا: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ وَاقِدِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: ارْقُبُوا مُحَمَّدًا ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ. [راجع: ٣٧١٣]

[3751] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت محمد ﷺ کا آپ کے اہل بیت کے بارے میں خاص خیال رکھو، یعنی بہرصورت ان کا احترام بجالاؤ۔

فائدہ: اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات، حضرت علی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد ہے۔ اس حدیث کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔[6]

٣٧٥٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ

[3752] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر اور کوئی شخص نبی

[1] جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3782. [2] مسند أحمد: 8/1، رقم: 40، وفتح الباري: 122/7. [3] جامع الترمذي، حديث: 3778. [4] جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3779. [5] فتح الباري: 123/7. [6] صحيح البخاري، حديث: 3717.

أَنَسٍ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي أَنَسٌ قَالَ: لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ.

ﷺ سے زیادہ مشابہت نہیں رکھتا تھا۔

فوائد و مسائل: ① امام ترمذی رحمہ اللہ نے شمائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو ان کے ہم شکل نہیں پایا۔ ② بظاہر یہ حدیث مذکورہ حدیث کے معارض ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جواب دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عمومی مشابہت کی نفی کر رہے ہیں جبکہ اثبات اکثریتی انداز کا ہے۔[1]

٣٧٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نُعْمٍ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ وَسَأَلَهُ عَنِ الْمُحْرِمِ: قَالَ شُعْبَةُ: أَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ؟ فَقَالَ: أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ ابْنَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ! وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا». [انظر: ٥٩٩٤]

[3753] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان سے کسی آدمی نے مُحرِم کی بابت سوال کیا کہ اگر وہ مکھی مار ڈالے تو اس پر کیا تاوان ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھتے ہیں جبکہ انھوں نے نواسۂ رسول ﷺ کو شہید کر ڈالا، حالانکہ نبی ﷺ نے ان دونوں کے متعلق فرمایا تھا: ''یہ دونوں دنیا میں میرے خوشبو دار پھول ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس بلاتے، انھیں سونگھتے اور اپنے جسم سے چمٹا لیتے۔[2] ② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سوال پر اظہار تعجب کیا کہ اہل عراق عجیب لوگ ہیں، حالتِ احرام میں مکھی مارنے میں تأمل کرتے ہیں کہ اس کو مارنا جرم ہے اور اس کی پاداش میں کچھ جرمانہ ادا کرنا پڑے گا، حالانکہ انھوں نے نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی سے نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور ذرہ بھر بھی غور نہ کیا کہ ان کے قتل کرنے میں ہمیں قیامت کے دن کن کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اور رسول اللہ ﷺ کی سفارش کے کیونکر امیدوار ہوں گے۔ ان لوگوں کی فہم و فراست پر رونا آتا ہے کہ حقیری سی چیز کے متعلق دریافت کرتے ہیں کہ مکھی مارنے سے محرم پر کیا تاوان اور جرمانہ پڑتا ہے اور عظیم ترین شخصیت کے قتل کرنے میں مکمل طور پر دلیر ہو کر بے حیائی کا مظاہرہ کیا ہے۔ قاتلان حسین پر تف ہے کہ انھوں نے دنیاوی اغراض اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر گوشے کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

---

[1] فتح الباري: 123/7. [2] جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3772.

(٢٣) [بَابُ] مَنَاقِبِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

باب: 23- حضرت ابوبکر ؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال بن ابی رباح ؓ کے مناقب

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ».

نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جنت میں اپنے آگے تمھارے قدموں کی چاپ سنی تھی۔''

وضاحت: حضرت بلال ؓ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن اور خادم خاص کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو کفار نے انھیں سخت سے سخت اذیت میں مبتلا کیا۔ خود امیہ بن خلف انھیں اپنے ہاتھ سے اذیت دیتا تھا۔ اللہ کی شان ہے کہ غزوۂ بدر میں یہ ملعون حضرت بلال ؓ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کو پسند کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ شام چلے گئے۔ وہیں 18 ہجری بمطابق 639ء وفات پائی۔ آپ کو حلب میں دفن کیا گیا۔ ان کے بے شمار مناقب ہیں۔ امام بخاری ؒ نے صرف دو حدیثوں کا انتخاب کیا ہے۔ امام بخاری ؒ نے پیش کردہ معلق روایت کو خود ہی حدیث نمبر: 1149 کے تحت متصل سند سے بیان کیا ہے۔

٣٧٥٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ: أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَقُولُ: أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا، وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا، يَعْنِي بِلَالًا.

[3754] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عمر ؓ فرمایا کرتے تھے: ابوبکر ؓ ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار کو (خرید کر) آزاد کیا ہے۔ ان کی مراد حضرت بلال ؓ تھے۔

فائدہ: حضرت عمر ؓ نے حضرت بلال ؓ پر سیادت اور سرداری کا اطلاق کیا ہے۔ یہ ان کی بڑی فضیلت ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ حضرت عمر ؓ سے افضل ہیں، بلکہ آپ نے اپنی طرف سے تواضع اور انکسار کے طور پر فرمایا، نیز حضرت ابوبکر ؓ پر سیادت کا اطلاق حقیقی اور حضرت بلال پر مجازی نوعیت کا ہے۔ اس سے دوسرے صحابۂ کرام ؓ پر حضرت بلال ؓ کی افضلیت لازم نہیں آتی جیسا کہ حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ ؓ سے بڑھ کر کسی کو سردار نہیں دیکھا، حالانکہ وہ سیدنا ابوبکر اور حضرت عمر ؓ کو دیکھ چکے تھے۔[1]

٣٧٥٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ: أَنَّ بِلَالًا قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: إِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِنَفْسِكَ

[3755] حضرت قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال ؓ نے حضرت ابوبکر ؓ سے کہا: اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لیے خریدا ہے تو مجھے (اپنی غلامی میں) روک

[1] فتح الباري: 126/7.

فَأَمْسِكْنِي، وَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِلّٰهِ فَدَعْنِي وَعَمَلَ اللّٰهِ.

رکھیں اور اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے خریدا ہے تو مجھے آزاد کر دیں تا کہ میں اللہ کے لیے عمل کروں۔

فوائد و مسائل: ① حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ پسند کیا کہ اب وہ محض اللہ کے ہو کر رہیں گے۔ یہ بہت بڑی خوبی اور فضیلت ہے۔ ② سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حدیث میں مذکورہ گفتگو خریداری کے وقت کی تھی، لیکن طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: افضل عمل اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے، اس لیے اب میں جہاد کرنا چاہتا ہوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے اللہ کا اور اپنے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم میرے ہاں قیام کرو، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان کی وفات تک مدینے میں رک گئے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اجازت دے دی اور علاقہ شام میں چلے گئے، وہاں طاعونِ عمواس میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

(٢٤) بَابُ ذِكْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

باب: 24- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر خیر

وضاحت: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔

٣٧٥٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى صَدْرِهِ وَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ».

[3756] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے اپنے سینے سے لگا کر دعا فرمائی: ”اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔“

حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ».

ابو معمر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”اے اللہ! اسے قرآن کا علم عطا فرما۔“

حَدَّثَنَا مُوسٰى: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ مِثْلَهُ. وَالْحِكْمَةُ: الْإِصَابَةُ فِي غَيْرِ النُّبُوَّةِ. [راجع: ٧٥]

موسیٰ کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ (امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حکمت کے معنی ہیں: نبوت کے علاوہ دیگر معاملات میں رائے کا درست ہونا۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء داخل ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ بتایا گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خدمت گزاری کی ہے تو آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: ”اے اللہ! اسے دین میں سمجھ عطا فرما۔“[2] رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کی برکت تھی کہ

① فتح الباري: 7/126. ② صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 143.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن فہمی اور دینی فقاہت میں کمال مہارت رکھتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں: آپ بہترین ترجمان القرآن تھے۔ مسند بزار میں رسول اللہ ﷺ کی دعا کے یہ الفاظ بیان کیے گئے ہیں: اے اللہ! اسے قرآن کی تاویل سکھا دے۔[1] ② لفظ حکمت حضرات انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام کے لیے ہے تو اس کے معنی ہیں: نبوت اور اصابت جیسا کہ حضرت داود علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ہم نے اس کو حکمت عطا فرمائی۔''[2] اس حکمت سے مراد نبوت ہے اور اگر غیر انبیاء کے لیے مستعمل ہو تو اس کے معنی ہیں: رائے کا درست ہونا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حکمت سے مراد وہ نور ہے جو الہام اور وسواس میں فرق کرتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ حکمت کا لفظ جب غیر نبوت کے لیے ہو تو اس کے معنی اصابت کے ہیں۔ بہرحال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حبر الامت اور تفسیر قرآن کے سلسلے میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ واللہ أعلم.

(٢٥) [بَابُ] مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 25- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

وضاحت: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسلیمان تھی، دور جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصے میں مسلمان ہوئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے بہادر اور دلیر شمار ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: ''خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین پر مسلط فرمایا ہے۔''[3]

٣٧٥٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ، قَبْلَ أَنْ يَّأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ، فَقَالَ: «أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ - وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ - حَتّٰى أَخَذَهَا سَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللهِ حَتّٰى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ». [راجع: ١٢٤٦]

[3757] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی خبر آنے سے پہلے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مطلع کر دیا کہ یہ حضرات شہید ہو چکے ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا: ''(مسلمانوں کے لشکر کا) جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے پکڑا اور وہ شہید ہو گئے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پکڑا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں میں لیا وہ بھی شہید ہو گئے، اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، حتی کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اپنے ہاتھ میں جھنڈا لیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح سے ہمکنار کیا۔''

---

① فتح الباري: 127/7. ② صٓ 38:20. ③ مسند أحمد: 8/1.

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اللہ کی تلوار قرار دیا۔ واقعی یہ اللہ کی تلوار ہی تھے، جہاں بھی گئے وہاں فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے ان الفاظ میں دعا فرمائی: ''اے اللہ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد فرما۔''[1] ② حدیث میں مذکورہ واقعہ غزوۂ موتہ کا ہے۔[2]

(٢٦) بَابُ مَنَاقِبِ سَالِمٍ مَّوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 26- حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

وضاحت: حضرت سالم کے والد کا نام معقل ہے۔ آپ انصار کی ایک عورت کے غلام تھے، جب اس عورت سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تو اسے منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ بڑی عمر میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا دودھ پیا، جس کا ذکر کتاب الرضاع میں آئے گا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ قرآن کریم کے بہترین قاری تھے اور جو مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے آئے، حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے مسجد قباء میں ان کی امامت کے فرائض سرانجام دیے تھے۔ انھوں نے جنگ یمامہ میں 12 ہجری کو شہادت پائی۔[3]

٣٧٥٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَّسْرُوقٍ قَالَ: ذُكِرَ عَبْدُ اللهِ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ: ذَاكَ رَجُلٌ لَّا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ - فَبَدَأَ بِهِ - وَسَالِمٍ مَّوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ»، قَالَ: لَا أَدْرِي بَدَأَ بِأُبَيٍّ أَوْ بِمُعَاذٍ. [انظر: ٣٧٦٠، ٣٨٠٦، ٣٨٠٨، ٤٩٩٩]

[3758] حضرت مسروق سے روایت ہے، انھوں نے کہا: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو انھوں نے فرمایا: میں ان سے ہمیشہ محبت رکھوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''قرآن مجید چار آدمیوں سے پڑھو: عبداللہ بن مسعود سے، اور ان کا نام آپ ﷺ نے پہلے ذکر کیا، اور سالم سے، جو ابوحذیفہ کے آزاد کردہ ہیں، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔'' مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے پہلے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا یا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ان چار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ قرآن کریم کے الفاظ کو ضبط کرنے، ان کی ادائیگی اور ان کے معانی سمجھنے میں انھیں بڑی مہارت تھی اگرچہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کے معانی سمجھنے میں ان سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے۔ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ سے بالمشافہ قرآن پڑھتے تھے۔ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت سالم رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں جو بڑے فاضل اور قرآن کے قاری تھے۔[4] ② واضح رہے کہ حدیث میں چار کا عدد حصر کے لیے نہیں، بلکہ یہ ان کی منقبت پر دلالت کرتا ہے۔

---

① طبقات ابن سعد: 395/7. ② فتح الباري: 315/4. ③ فتح الباري: 129/7. ④ فتح الباري: 129/7.

(٢٧) بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 27- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

وضاحت: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی اور بنو ہذیل سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ کے والد جاہلیت میں فوت ہو گئے۔ والدہ ام عبد کے نام سے معروف ہیں۔ وہ مسلمان ہوئیں اور سابقین اولین کی صحبت میں رہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی قدیم الاسلام ہیں۔ انھوں نے دو ہجرتیں کیں۔ غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بڑے خدمت گزار اور آپ کا جوتا اٹھانے والے تھے۔ انھوں نے 32ھ بمطابق 653م مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

٣٧٥٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ: سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا، وَقَالَ: «إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا». [راجع: ٣٥٥٩]

[3759] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر کوئی برا کلمہ نہیں آتا تھا اور نہ آپ تکلف سے فحش گوئی ہی کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ تم میں سے زیادہ عزیز مجھے وہ شخص ہے جس کی عادات واخلاق تمام لوگوں سے عمدہ ہوں۔''

٣٧٦٠ - وَقَالَ: «اسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَّسَالِمٍ مَّوْلٰى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ». [راجع: ٣٧٥٨]

[3760] اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو: عبداللہ بن مسعود، ابوحذیفہ کے آزاد کردہ سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ چار حضرات سے علم حاصل کرو: حضرت ابودرداء، حضرت سلمان فارسی، حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی شاگردی اختیار کرو۔[1] ② بہرحال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو بہت قریب سے دیکھا، اس لیے آپ کی بہت عظمت ہے۔ رضی اللہ عنہ......

٣٧٦١ - حَدَّثَنَا مُوسٰى عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ مُّغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ: دَخَلْتُ

[3761] حضرت علقمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں شام پہنچا تو سب سے پہلے میں نے دو رکعت نماز

[1] جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3804.

الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا فَرَأَيْتُ شَيْخًا مُقْبِلًا، فَلَمَّا دَنَا قُلْتُ: أَرْجُو أَنْ يَكُونَ اسْتَجَابَ اللَّهُ، قَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتَ؟ قُلْتُ: مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، قَالَ: أَفَلَمْ يَكُنْ فِيكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ؟ أَوَ لَمْ يَكُنْ فِيكُمُ الَّذِي أُجِيرَ مِنَ الشَّيْطَانِ؟ أَوَ لَمْ يَكُنْ فِيكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ؟ كَيْفَ قَرَأَ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ ﴿وَٱلَّيۡلِ﴾ فَقَرَأْتُ (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى) قَالَ: أَقْرَأَنِيهَا النَّبِيُّ ﷺ فَاهُ إِلَى فِيَّ، فَمَا زَالَ هٰؤُلَاءِ حَتّٰى كَادُوا يَرُدُّونَنِي. [راجع: ٣٢٨٧]

پڑھی اور دعا مانگی: اے اللہ! مجھے کسی نیک ساتھی کی رفاقت نصیب ہو، چنانچہ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ آ رہے ہیں۔ جب وہ قریب آ گئے تو میں نے (دل میں) کہا: شاید میری دعا قبول ہو گئی ہے۔ انھوں نے پوچھا: آپ کہاں سے ہیں؟ میں نے عرض کیا: کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ انھوں نے فرمایا: کیا تمھارے ہاں صاحب نعلین، صاحب وسادہ اور صاحب مطہرہ نہیں ہیں؟ کیا تمھارے پاس وہ شخصیت نہیں ہے جسے شیطان مردود سے پناہ مل چکی ہے؟ کیا تمھارے ہاں سربستہ راز جاننے والے نہیں ہیں، جن رازوں کو ان کے سوا اور کوئی نہیں جانتا؟ پھر فرمایا: ابن ام عبد سورۂ لیل کی تلاوت کس طرح کرتے ہیں؟ میں نے کہا: وہ اس طرح پڑھتے ہیں: [وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى] انھوں نے فرمایا: مجھے نبی ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اسی طرح سکھایا تھا لیکن اب اہل شام مجھے اس طرح قراءت کرنے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① ابن ام عبد سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ان کی والدہ ام عبد کے نام سے مشہور تھیں۔ ② حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اس لیے مذکورہ سوالات کیے کہ علقمہ کو بتایا جائے، تمھارے پاس ایسے ایسے علماء موجود ہیں، ان کی موجودگی میں کسی دوسرے سے علم سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ③ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے جوتے، چھاگل اور تکیہ اٹھا کر آپ کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ آپ کی مسواک کا بھی اہتمام کرتے تھے، آپ کو وضو کراتے، جب آپ غسل فرماتے تو پردہ کرتے۔ رسول اللہ ﷺ ان سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔ رسول اللہ نے ان سے فرمایا تھا: ''جب تم آؤ تو پردہ اٹھا کر اندر چلے آؤ۔ جب تک میں تمھیں منع نہ کروں تمھیں گھر میں آنے کی اجازت ہے۔'' بہرحال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خادم خاص کی حیثیت حاصل تھی۔[1]

٣٧٦٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: سَأَلْنَا حُذَيْفَةَ عَنْ رَجُلٍ قَرِيبِ

[3762] حضرت عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو نبی ﷺ کے اخلاق و عادات اور طور

[1] عمدة القاري: 472/11.

السَّمْتِ وَالْهَدْيِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى نَأْخُذَ عَنْهُ، فَقَالَ: مَا أَعْرِفُ أَحَدًا أَقْرَبَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا بِالنَّبِيِّ ﷺ مِنِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ. [انظر: ٦٠٩٧]

طریقے کے بہت قریب ہو، تاکہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کی سیرت وصورت اور عادات و اخلاق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ قریب کسی کو نہیں دیکھا۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت و عادات میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و کردار کی جھلک نمایاں تھی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے بہت قریب تھے، چنانچہ جامع ترمذی میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ اللہ کی عبادت کے اعتبار سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بڑی قربت حاصل ہے۔[1]

٣٧٦٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ يَقُولُ: قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ، فَمَكَثْنَا حِينًا مَّا نَرَى إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَّجُلٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ، لِمَا نَرَى مِنْ دُخُولِهِ وَدُخُولِ أُمِّهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. [انظر: ٤٣٨٤]

[3763] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے۔ ہم کچھ مدت مدینہ طیبہ میں ٹھہرے تو ہم یہی خیال کرتے رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے اہل بیت سے ہیں کیونکہ ہم ان کا اور ان کی والدہ کا نبی ﷺ کے گھر میں آنا جانا دیکھتے تھے۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ ماجدہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس بکثرت آیا جایا کرتے تھے، اس لیے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ شاید یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ سے ہیں۔ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔[2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے مصاحبت اور اس پر دوام ان کی فضیلت اور برتری پر دلالت کرتا ہے۔[3] وھو المقصود.

(٢٨) بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 28- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر

وضاحت: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا لیکن کسی وجہ سے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا حتی کہ فتح مکہ کے سال اسلام کو ظاہر کیا۔ وہ

[1] جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3807. [2] صحيح البخاري، المناقب، حديث: 4384. [3] فتح الباري: 131/7.

عمرۂ قضاء میں مسلمان تھے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بال قینچی سے چھوٹے کیے۔[1] جبکہ بالوں کا چھوٹا کرنا عمرے میں تھا کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے سر مبارک کے بال منڈوائے تھے، چھوٹے نہیں کرائے۔ بہر حال عمرۃ القضاء کے وقت آپ مسلمان تھے۔ آپ کے لیے یہ اعزاز ہی کافی ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی صراحت ہے۔[2] لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آپ کی اس منقبت کو متنازعہ بنانے کے لیے فرمایا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان میں اسلوب بدل دیا ہے۔ مناقب کے بجائے لفظ ذکر اختیار کیا ہے کیونکہ مذکورہ احادیث سے کوئی منقبت ثابت نہیں ہوتی۔ حدیث ابن عباس سے فقہ اور صحبت کا اثبات ہوتا ہے جو بے شک فضل کثیر تو ہے (لیکن منقبت خاصہ نہیں۔) اسحاق بن راہویہ نے کہا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کے قول پر اعتبار کرتے ہوئے عنوان کا اسلوب بدل دیا۔[3] رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: ''اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت پر قائم رہنے والا بنا دے، نیز اس کے ذریعے سے اپنی مخلوق کی رہنمائی فرما۔''[4] باقی رہا مسئلہ اسلوب کی تبدیلی کا تو قبل ازیں کتنے اکابر صحابہ ہیں جن کے متعلق صرف ''ذکر'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، مثلاً: حضرت عباس رضی اللہ عنہ (باب: 11)، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ (باب: 14)، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما (باب: 18)، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم (باب: 24)۔ بہر حال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی ہیں۔ آپ نے 15 رجب 60ھ بمطابق 679م اپریل میں وفات پائی۔

٣٧٦٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ: حَدَّثَنَا الْمُعَافَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: دَعْهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ ﷺ. [انظر: ٣٧٦٥]

[3764] ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز عشاء کے بعد ایک وتر پڑھا۔ ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا آزاد کردہ غلام تھا۔ وہ اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے۔

٣٧٦٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ ابْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ: إِنَّهُ فَقِيهٌ. [راجع: ٣٧٦٤]

[3765] حضرت ابن ابی ملیکہ ہی سے روایت ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں، انھوں نے وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی ہے؟ انھوں نے فرمایا: بلاشبہ وہ خود فقیہ ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، الحج، حديث: 1730. [2] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6409 (2501). [3] فتح الباري: 132/7. [4] مسند الإمام أحمد: 216/4.

٣٧٦٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلَاةً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيهَا، وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا، يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

[راجع: ٥٨٧]

[3766] حضرت معاویہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: تم لوگ ایک خاص نماز پڑھتے ہو۔ ہم لوگ نبی ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں، ہم نے آپ کو کبھی اس وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ نے اس سے منع فرمایا تھا۔ آپ کی مراد عصر کے بعد دو رکعت نماز سے تھی۔

فوائد ومسائل: ① ان احادیث سے حضرت معاویہ ؓ کی فضیلت بیان ہوتی ہے کہ آپ شرف صحابیت سے متصف ہونے کے ساتھ فقیہ بھی ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس ؓ کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ حضرت امیر معاویہ ؓ کو فقیہ جانتے تھے اور ان کے عمل شرعی کو حجت گردانتے تھے۔ ایک رکعت وتر پڑھنا خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت معاویہ ؓ کا اس پر عمل تھا۔ علامہ ابن تین کا یہ دعویٰ کہ وتر ایک رکعت کے متعلق فقہاء میں سے کوئی قائل نہیں، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر ؒ نے اس بات کا نوٹس لیا ہے۔[1] ② حضرت معاویہ ؓ کے متعلق متعدد احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جو ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں لیکن وہ امام بخاری ؒ کی شرط کے مطابق نہ تھیں، اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لیے حضرت معاویہ ؓ کو بلوایا، معلوم ہوا کہ آپ کھانا کھا رہے ہیں دو تین دفعہ ایسا ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کرے اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے۔''[2] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام تھا جسے صرف حضرت معاویہ ؓ ہی کر سکتے تھے بصورت دیگر رسول اللہ ﷺ کسی دوسرے کو وہ کام کہہ دیتے۔ رہے حدیث کے آخر میں کلمات تو وہ بددعا کے طور پر نہ تھے بلکہ محض پیار کی بات تھی۔ اس حدیث پر صحیح مسلم میں ان الفاظ میں عنوان قائم کیا گیا ہے۔ [باب من لعنه النبي ﷺ أو سبه أو دعا عليه، وليس هو أهلًا لذلك، كان له زكاة وأجرًا ورحمة] ''رسول اللہ ﷺ جس انسان پر لعنت کریں یا برا بھلا کہیں یا بددعا کریں، حالانکہ وہ اس لائق نہ ہو تو وہ کلمات نبویہ اس شخص کے لیے پاکیزگی کا ذریعہ اور باعث اجر ورحمت ہوں گے۔'' بہرحال امام بخاری ؒ کے عنوان میں تبدیلی کسی خاص وجہ سے نہیں جیسا کہ شارحین نے یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے۔ واللہ أعلم.

(٢٩) بَابُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

باب: 29- سیدہ فاطمہ ؓ کے مناقب

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ».

نبی ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔''

[1] فتح الباري: 7/132. ② صحيح مسلم، البرّ والصلة والأدب، حديث: 6628 (2604).

وضاحت: رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں ہیں۔ بڑی سیدہ زینت ؓ جو حضرت ابوالعاص ؓ کے نکاح میں تھیں۔ ان سے چھوٹی سیدہ رقیہ جن کا نکاح حضرت عثمان ؓ سے ہوا۔ ان کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثوم ؓ حضرت عثمان ؓ کی زوجیت میں آئیں۔ سب سے چھوٹی دختر سیدہ فاطمہ ہیں، جن کی اولاد کا سلسلہ آگے چلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں۔ معلق روایت کو امام بخاری ؒ نے علامات النبوۃ میں متصل سند سے بیان کیا ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے بشارت دی کہ فاطمہ، خواتین جنت کی سردار ہیں۔[1]

٣٧٦٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي».

[راجع: ٩٢٦]

[3767] حضرت مسور بن مخرمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے۔ جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت فاطمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی ؓ سے ان کی شادی ہوئی۔ ② اس حدیث میں حضرت فاطمہ ؓ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنے جسم اطہر کا حصہ قرار دیا اور ان کی ناراضی کو اپنی ناراضی کہا ہے۔ اس سے علامہ سہیلی نے استنباط کیا ہے کہ حضرت فاطمہ ؓ کو برا بھلا کہنا کفر ہے کیونکہ برا بھلا کہنے والے پر سیدہ ناراض ہوں گی اور آپ کو ناراض کرنا گویا رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنا ہے۔ اس طرح آپ کی ناراضی کفر ہے، لہٰذا فاطمہ کو ناراض کرنا بھی کفر ہے۔ لیکن یہ استدلال محل نظر ہے۔[2] ③ ایک روایت میں ہے کہ خواتین جنت میں افضل حضرت خدیجہ ؓ اور سیدہ فاطمہ بنت محمد ﷺ ہیں۔[3] ایک اور حدیث میں ہے کہ خواتین جنت کی سردار سیدہ فاطمہ ؓ ہوں گی۔[4] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ ؓ تمام عورتوں سے افضل ہیں۔[5] ہمارا رجحان یہ ہے کہ اس سلسلے میں توقف کیا جائے۔ ہر ایک کو کسی نہ کسی سلسلے میں وجہ فضیلت حاصل ہے اگرچہ جگر گوشہ ہونے میں دوسرا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمیں ان کی معیت و رفاقت نصیب کرے اور جنت الفردوس میں ہم سب کو اکٹھا کر دے۔ آمین.

(٣٠) بَابُ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

باب: 30- حضرت عائشہ ؓ کی فضیلت کا بیان

وضاحت: حضرت عائشہ ؓ سیدنا ابوبکر ؓ کی دختر نیک اختر ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ام رومان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی

---

① المستدرك للحاكم: 152/3. ② فتح الباري: 133/7. ③ مسند أحمد: 293/1، رقم: 2668. ④ صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3624. ⑤ فتح الباري: 175/7.

چہیتی بیوی ہیں۔ بڑی ہی عالمہ، فاضلہ اور فصیح البیان تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہیں۔ 27 رمضان 58 ہجری کو ان کی وفات ہوئی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ قیامت کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوں گی اور یہ فضیلت آپ کی بیٹیوں کو حاصل نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کے مناقب میں آٹھ احادیث بیان کی ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی کنیت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اپنی بہن کے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے تم ام عبداللہ ہو۔'' اس وقت سے آپ نے اپنی کنیت ام عبداللہ اختیار کر لی۔[1]

٣٧٦٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: إِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا: «يَا عَائِشَ! هٰذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ»، فَقُلْتُ: عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، تَرٰى مَا لَا أَرٰى، تُرِيدُ رَسُولَ اللهِ ﷺ. [راجع: ٣٢١٧]

[3768] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا: ''اے عائش! یہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔'' میں نے جواب دیا: ان پر سلامتی ہو، اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکات نازل ہوں۔ یقیناً آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو مراد لے رہی تھیں۔

فائدہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی طرف سے انھیں سلام کہا جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے سلام پہنچایا اور اپنی طرف سے بھی سلام کہا۔[2] اس سے بعض حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت خدیجہ کی فضیلت کو ثابت کیا ہے۔ اس کے متعلق ہم آئندہ بحث کریں گے۔ بہرحال اس حدیث سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور منقبت کا پتہ چلتا ہے۔

٣٧٦٩ - حَدَّثَنَا آدَمُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلٰى

[3769] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہت سے مرد کمال کو پہنچے ہیں لیکن عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ باکمال ہوئیں۔ اور تمام عورتوں پر عائشہ کی فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر برتری حاصل ہے۔''

[1] فتح الباري: 136/7. [2] صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3820.

سَائِرِ الطَّعَامِ». [راجع: ٣٤١١]

فوائد و مسائل: ① ثرید یہ ہے کہ روٹی کے ٹکڑے گوشت میں بھگو دیے جائیں، روٹی کے بغیر صرف گوشت کو اور نہ گوشت کے بغیر صرف روٹی کے ٹکڑوں کو ثرید کہا جاتا ہے۔ یہ اس وقت کا نقشہ ہے جب گوشت کے ہمراہ پکی ہوئی چیز بہت کم ملتی تھی اور اسے اعلیٰ کھانا شمار کیا جاتا تھا۔ آج بھی شکم سیری، لذت و نفع رسانی اور زود ہضم ہونے میں اس کی کوئی نظیر نہیں بلکہ اطباء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ یہ کھانا بوڑھوں کو جوان بنا دیتا ہے۔ ② اس حدیث میں جن فضائل کی طرف اشارہ ہے وہ دیگر عورتوں میں نہیں پائے جاتے۔ افضل الانبیاء کی بیوی ہونا سب سے بڑی فضیلت ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کی خاص محبوبہ ہیں۔ سب سے زیادہ علم اور حسب ونسب میں بھی فوقیت رکھتی ہیں۔ حضرت خدیجہ اور فاطمہ ؓ میں دیگر وجوہ سے فضیلت پائی جاتی ہے لیکن وہ جامع حیثیت جس کی وجہ سے ثرید سے مشابہت ہوئی وہ کسی بیوی میں نہیں پائی جاتی، جس کی ہم آئندہ وضاحت کریں گے۔

٣٧٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ».

[3770] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''حضرت عائشہ ؓ کو دوسری تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو دوسرے تمام کھانوں پر ہے۔''

فوائد و مسائل: ① ثرید میں ایک لطافت ظاہری یہ ہے کہ وہ لذیذ اور زود ہضم ہے اور اسے چبانے میں آسانی ہوتی ہے اور باطنی لطافت یہ ہے کہ اس سے صالح خون پیدا ہوتا ہے جو مردانہ قوت کا باعث ہے۔ اس طرح حضرت عائشہ ؓ کی ظاہری برتری یہ ہے کہ ان کی زبان پر فصاحت و بلاغت اور بیان میں روانی تھی اور باطنی فضیلت یہ ہے کہ فقیہہ اور صاحب بصیرت تھیں۔ عربوں میں جو کھانے تھے ان میں ثرید زیادہ مرغوب اور پسندیدہ تھا۔ ② اس تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ میں حسن خلق، حلاوتِ نطق، زبان کی فصاحت، جودتِ طبع، رائے کی پختگی اور عقل میں سنجیدگی بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے انھیں بہت محبت تھی اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں بھی ان کی بہت چاہت تھی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دین کے ایک تہائی مسائل ان سے مروی ہیں۔ یہ اعزاز کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔

٣٧٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ: أَنَّ عَائِشَةَ اشْتَكَتْ فَجَاءَ

[3771] حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ ؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابن عباس ؓ ان کی تیمار داری کے لیے حاضر ہوئے اور فرمایا: اے ام المومنین! آپ

ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! تَقْدَمِينَ عَلَى فَرَطِ صِدْقٍ، عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَى أَبِي بَكْرٍ. [انظر: ٤٧٥٣، ٤٧٥٤]

تو اپنے سچے پیش رووں کے پاس جائیں گی، یعنی رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ کے پاس۔

فوائد ومسائل: ① قافلے کے ہراول دستے کو فرط کہا جاتا ہے جو قافلے کے آگے ہوتا ہے اور اس کے لیے ضروری انتظامات کرتا ہے اور صدق، فرط کی صفت ہے۔ ② حدیث کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ آپ سے پہلے تشریف لے گئے ہیں اور آپ ان سے جاملیں گی۔ انھوں نے آپ کے لیے جنت میں اعلیٰ مکان تیار کر رکھا ہے۔ آپ کو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ آپ کے سچے نمائندے وہاں موجود ہیں جو آپ کو جنت میں لے جائیں گے۔ ③ حضرت ابن عباس ؓ کا یہ ارشاد محض عقل پر مبنی نہیں تھا بلکہ انھوں نے اس سلسلے میں ضرور رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوگا۔ اس میں حضرت عائشہ ؓ کے لیے فضیلتِ عظیمہ ہے۔ یہ اعزاز کسی دوسری عورت یا بیوی کو حاصل نہیں ہوا۔

٣٧٧٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ: لَمَّا بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارًا وَّالْحَسَنَ إِلَى الْكُوفَةِ لِيَسْتَنْفِرَهُمْ خَطَبَ عَمَّارٌ فَقَالَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَلٰكِنَّ اللهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوهُ أَوْ إِيَّاهَا. [انظر: ٧١٠٠، ٧١٠١]

[3772] حضرت ابو وائل سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب حضرت علی ؓ نے حضرت عمار اور حضرت حسن ؓ کو کوفہ روانہ کیا تاکہ لوگوں کو ان کی مدد پر آمادہ کریں اور انھیں اس مقصد کے لیے باہر نکالیں تو وہاں پہنچ کر حضرت عمار ؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ہمیں اس بات کا علم ہے کہ وہ (ام المومنین حضرت عائشہ ؓ) دنیا وآخرت میں آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تمھارا امتحان لینا چاہتا ہے کہ تم اس (اللہ) کی پیروی کرتے ہو یا اس کے مقابلے میں تم ام المومنین کی پیروی کرتے ہو۔

فوائد ومسائل: ① جنگ جمل کے موقع پر حضرت علی ؓ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حسن ؓ کو کوفے روانہ کیا تاکہ لوگوں کو ان کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا جائے۔ دراصل حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر ؓ یہ سب حضرات مجتہد تھے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کا باہمی اتفاق بہت ضروری ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک قاتلین عثمان سے قصاص نہ لیا جائے۔ حضرت علی ؓ کا یہ موقف تھا کہ پہلے سب لوگوں کو ایک ہو جانے دو، پھر اچھی طرح دریافت کر کے جس پر قتل ثابت ہوگا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ ② اس حدیث میں اس کی اتباع سے مراد اللہ کی اتباع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ امام وقت کی اطاعت کی جائے، اس کے خلاف خروج نہ کیا جائے۔ بہرحال اس معاملے میں حضرت عائشہ ؓ کا اجتہاد مبنی برحقیقت نہ تھا، لیکن اس کا احساس انھیں بعد میں ہوا...... ؓ......

٣٧٧٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: [أَنَّهَا] اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَاسًا مِّنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا، فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ، فَلَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا، فَوَاللهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا، وَّجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً. [راجع: ٣٣٤]

[3773] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت اسماء ؓ سے ایک ہار مستعار لیا جو راستے میں گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاش میں چند ایک صحابۂ کرام ؓ کو روانہ کیا۔ اس دوران میں نماز کا وقت آ گیا تو انھوں نے وضو کے بغیر ہی نماز پڑھ لی، تاہم جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو اس امر کی شکایت کی، اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر ؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ ؓ کو جزائے خیر دے، آپ جب بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوئیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہاں سے نجات دی اور اس میں مسلمانوں کے لیے برکت کا سامان پیدا فرما دیا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری ؒ نے تقریباً گیارہ مسائل کا استنباط کیا ہے جو آپ کی باریک بینی کی واضح دلیل ہے۔ ② وہ ہار حضرت اسماء ؓ کا تھا، اس لیے آپ فکر مند زیادہ تھیں، تاہم جب اونٹ کو اٹھایا تو وہ اس کے نیچے سے مل گیا۔ ③ اس حدیث سے حضرت عائشہ ؓ اور آپ کے خانوادے کی فضیلت مقصود ہے کہ ان سے مسلمانوں کو ہمیشہ فوائد و ثمرات ہی ملتے آئے ہیں۔ یہ حدیث پہلے (3672) گزر چکی ہے وہاں قدرے تفصیل ہے، اس کا بنظر غائر مطالعہ کر لیا جائے۔

٣٧٧٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا كَانَ فِي مَرَضِهِ جَعَلَ يَدُورُ فِي نِسَائِهِ وَيَقُولُ: «أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟» حِرْصًا عَلَى بَيْتِ عَائِشَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي سَكَنَ. [راجع: ٨٩٠]

[3774] حضرت عروہ ؒ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب مرض وفات میں تھے تو ہر روز اپنی ازواج مطہرات ؓ کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور فرماتے: ''میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کہاں ہوں گا؟'' آپ کو حضرت عائشہ ؓ کے گھر آنے کی خواہش تھی۔ حضرت ام المومنین عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب میری باری آئی تو آپ کو سکون ہوا۔

فوائد و مسائل: ① سکون کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھنا چھوڑ دیا کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ البتہ علامہ کرمانی نے سَكَنَ کے معنی مَاتَ کیے ہیں، یعنی آپ وفات پا گئے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جب میری باری آئی تو اللہ

تعالیٰ نے آپ کو فوت کر لیا۔[1] ② حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ امام ابن تیمیہ ؒ نے سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ ؓ کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے کہ ان میں سے کون افضل ہے؟ البتہ امام ابن قیم ؒ کہتے ہیں کہ اگر فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے تو اس کے متعلق تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر اس سے مراد علم ہے تو حضرت عائشہ ؓ کو برتری حاصل ہے اور اگر خاندانی شرافت مراد ہے تو وہ حضرت فاطمہ ؓ کو حاصل ہے۔ واللہ أعلم.

٣٧٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ! وَاللهِ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ، وَإِنَّا نُرِيدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيدُهُ عَائِشَةُ، فَمُرِي رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يَأْمُرَ النَّاسَ أَنْ يُهْدُوا إِلَيْهِ حَيْثُمَا كَانَ - أَوْ حَيْثُمَا دَارَ - قَالَتْ: فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، قَالَتْ: فَأَعْرَضَ عَنِّي، فَلَمَّا عَادَ إِلَيَّ ذَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ فَأَعْرَضَ عَنِّي، فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ ذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ: «يَا أُمَّ سَلَمَةَ! لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ، فَإِنَّهُ وَاللهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا». [راجع: ٢٥٧٤]

[3775] حضرت عروہ ؒ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ لوگ حضرت عائشہ ؓ کی باری کے دن اپنے ہدایا اور نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ دیگر ازواج مطہرات حضرت ام سلمہ ؓ کے گھر جمع ہوئیں اور کہنے لگیں: اللہ کی قسم! اے ام سلمہ! لوگ اپنے ہدایا حضرت عائشہ ؓ کی باری میں پیش کرتے ہیں، حالانکہ ہم بھی خیر و برکت کی خواہش مند ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ ؓ خیرو برکت کو چاہتی ہیں، اس لیے آپ رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں کہ وہ لوگوں سے کہیں، وہ اپنے نذرانے آپ جہاں بھی ہوں پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ ؓ نے اس بات کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ حضرت ام سلمہ ؓ کہتی ہیں کہ جب پھر میری باری پر آپ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے دوبارہ عرض کیا تو آپ نے پھر مجھ سے اعراض کیا۔ جب تیسری مرتبہ تشریف لائے تو میں نے پھر اپنے موقف کو دہرایا۔ اس وقت آپ نے فرمایا: ''اے ام سلمہ! تم مجھے عائشہ کے متعلق تکلیف نہ دو۔ اللہ کی قسم! عائشہ کے علاوہ کسی بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ سب ازواج مطہرات ؓ سے افضل ہیں۔ چونکہ حضرت خدیجہ ؓ اس سے پہلے فوت ہو چکی تھیں، لہٰذا وہ اس خطاب میں شامل نہیں۔ ② بعض حضرات نے حدیث میں مذکور اختصاص کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ ؓ کپڑوں کی صفائی میں ایک خاص ذوق رکھتی تھیں اور نظافت فرشتوں کو پسند

1 عمدة القاري: 493/11.

ہے، اس لیے آپ کے بستر میں وحی نازل ہوئی تھی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دیگر ازواج النبی ﷺ صفائی کا خیال نہ رکھتی تھیں بلکہ وہ بھی صفائی ستھرائی کے اعلیٰ معیار پر فائز تھیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے بڑھ کر تھیں۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے فضیلت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کافی مواد جمع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔[1]

---

① فتح الباري : 137/7.
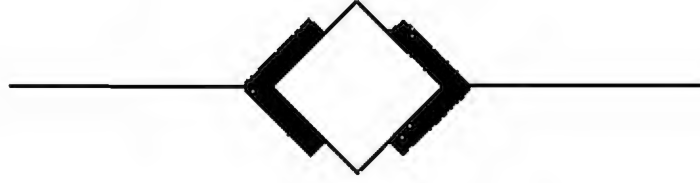
مناقب، انصار کا مفہوم اور سابقین انصار کا بیان

لغوی طور پر مناقب، منقبت کی جمع ہے۔ اس کے معنی خوبی اور فضیلت کے ہیں۔ منقبت کے معنی فخر بھی کیے جاتے ہیں اور بعض اہل زبان اس کے معنی ہنر وستودگی کرتے ہیں۔ بہرحال اس کے معنی میں اچھے پہلو کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس کے برعکس برے پہلو کو مثلبة کہتے ہیں جس کی جمع مثالب ہے۔ اسی طرح أنصار، نصیر کی جمع ہے۔ نصیر اور ناصر دونوں ہم معنی ہیں۔ انصار ایک اسلامی نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اوس، خزرج اور ان کے حلیفوں کا نام انصار رکھا ہے۔ قبیلۂ اوس، اوس بن حارثہ اور قبیلۂ خزرج، خزرج بن حارثہ کی طرف منسوب ہیں۔ یہ دونوں قیلہ بنت ارقم کے بیٹے ہیں۔ انھیں انصار اس لیے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو مدینہ طیبہ میں رہنے کے لیے جگہ دی۔ مال و جان سے ان کی نصرت و تائید کی اور اپنی ذات پر انھیں ترجیح دی۔ سابقین انصار کی تین قسمیں ہیں:

① اصحاب بیعت عقبہ اُولیٰ: ان حضرات کی تعداد چھ ہے۔ یہ قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھنے والے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: ❂ اسعد بن زرارہ۔ ❂ رافع بن مالک۔ ❂ قطبہ بن عامر۔ ❂ عوف بن حارث۔ ❂ عقبہ بن عامر۔ ❂ جابر بن عبداللہ بن رئاب...... رضی اللہ عنہم ...... رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ کی گھاٹی سے گزرے تو ان سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو یہ نوجوان مسلمان ہو گئے اور مدینہ طیبہ واپس جا کر خوب تبلیغ کی اور رسول اللہ ﷺ کا پیغام مدینہ کے گھر گھر پہنچ گیا۔

② اصحاب عقبہ ثانیہ: ان چھ حضرات کی تبلیغ کے نتیجے میں اگلے سال بارہ آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے جابر بن عبداللہ بن رئاب کو چھوڑ کر باقی پانچ وہی تھے جو پچھلے سال بھی آ چکے تھے اور باقی حضرات کے نام یہ ہیں: ❂ معاذ بن حارث۔ ❂ ذکوان بن عبدقیس۔ ❂ عبادہ بن صامت۔ ❂ یزید بن ثعلبہ ❂ عباس بن عبادہ بن نضلہ۔ ❂ ابوالہیثم بن تیہان۔ ❂ عویم بن ساعدہ ...... رضی اللہ عنہم ...... یہ آخری دو آدمی قبیلۂ اوس کے تھے باقی سب قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھنے والے تھے۔ ان حضرات نے منیٰ میں عقبہ کے پاس رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ سے چند باتوں پر بیعت کی۔ عقبہ کی اس بیعت کی تفصیل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔[1] رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہمراہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، حديث:18.

انھیں اسلامی احکام کی تعلیم دیں۔ انھوں نے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا، پھر دونوں حضرات نے اہل یثرب میں جوش وخروش سے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔

③ **اصحاب عقبہ ثالثہ:** نبوت کے تیرھویں سال یثرب کے ستر سے زائد مسلمان حج کی ادائیگی کے لیے مکہ آئے تو انھوں نے طے کیا کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو یوں ہی مکہ کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، ٹھوکریں کھاتے اور خوفزدگی کی حالت میں چھوڑے رکھیں گے۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ان کا اجتماع جمرۂ عقبہ کے پاس جو گھاٹی ہے وہاں ہوا اور رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر اس کی تفصیلات طے پائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اللہ کی طرف دعوت دی، اس کے بعد بیعت ہوئی۔ اس اجتماع میں تہتر مرد اور دو عورتیں: ایک ام عمارہ نسیبہ بنت کعب اور دوسری ام منیع اسماء بنت عمرو تھیں، یعنی مرد اور عورتوں کی تعداد پچھتر تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم آپ سے کس بات پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا: ''اس بات پر کہ ✿ چستی اور سستی ہر حال میں بات سنو گے اور مانو گے۔ ✿ تنگی اور خوشحالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔ ✿ بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔ ✿ اللہ کی راہ میں اٹھ کھڑے ہو گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرو گے۔ ✿ جب میں تمھارے پاس آ جاؤں تو تم میری مدد کرو گے اور جس چیز سے تم اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری بھی حفاظت کرو گے۔ اس کے عوض تمھارے لیے جنت ہو گی۔''[1] بیعت کی تکمیل کے بعد بارہ سربراہ منتخب ہوئے جو اپنی اپنی قوم کے نقیب تھے۔ ان میں سے نو خزرج سے اور تین اوس سے لیے گئے جن کی تفصیل کتب سیرت میں دیکھی جا سکتی ہے۔[2]

ان انصار کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جو لوگ مہاجرین سے پہلے مدینہ میں مقیم تھے اور ایمان لا چکے تھے وہ ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ انھیں دیا جائے وہ اپنے دلوں میں اس کی کوئی حاجت نہیں پاتے اور مہاجرین کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ وہ خود فاقے سے ہوں اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔''[3]

رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: ''اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا۔''[4]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ان خوش قسمت حضرات کی جاں نثاری اور فدائیت کو بیان کیا ہے۔ اس کے لیے انھوں نے ایک صد تہتر (173) مرفوع متصل احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ معلق اور موقوف روایات ان کے علاوہ

---

① مسند أحمد: 322/3. ② الرحيق المختوم، ص: 258. ③ الحشر 9:59. ④ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3779.

ہیں۔ ان احادیث و آثار پر امام بخاری رحمہ اللہ نے ترپن (53) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں۔ ابتدائی چند ابواب عمومی مناقب کے لیے مختص ہیں، پھر انصار کی حوصلہ افزائی، دلجوئی، اس کے بعد سلسلۂ مؤاخات، انصار سے محبت اور ان کے گھرانوں کی فضیلت کا بیان ہے۔ انھیں صبر و استقامت کی تلقین کرنے کے بعد ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ڈھیروں دعاؤں کا ذکر ہے۔ پھر حکمرانوں سے ایسی توقعات کا ذکر ہے کہ وہ ان سے حسن سلوک اور روا داری کا رویہ اختیار کریں۔ یہ سلسلہ گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد شخصی مناقب کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ انصار میں سے جو حضرات نمایاں خدمات اور کردار کے حامل تھے ان کے فضائل و مناقب ذکر کیے ہیں۔ یہ سلسلہ بھی گیارہ ابواب پر محیط ہے۔ اس کے بعد تعمیرِ کعبہ، ایام جاہلیت، قسامہ، بعثت نبوی، کفار و مشرکین کی اذیت رسانی، چند جاں نثاروں کے اسلام لانے کے ایمان افروز واقعات، معجزۂ شق قمر، ہجرت، موت نجاشی، قصۂ ابی طالب اور حدیث اسراء و معراج کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر مکہ مکرمہ میں وفود انصار کی آمد، ہجرتِ مدینہ کا تفصیلی بیان اور مدینہ طیبہ میں آپ کا قدوم میمنت لزوم کا روح پرور بیان ہے۔

آخر میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے موقع پر یہود مدینہ کی حاضری کے ذکر پر اس عنوان کو ختم کر دیا گیا ہے۔ قندِ مکرر کے طور پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق چند گراں قدر معلومات بیان کی گئی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ایسے واقعات بھی بیان کیے ہیں جو ایک بندۂ مسلم کے ایمان کی تازگی کا باعث ہیں۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ نہایت محبت اور والہانہ پن کے ساتھ اس عنوان میں مذکور احادیث کا مطالعہ کریں۔ امید ہے کہ ایمان و عمل میں تازگی کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور قیامت کے دن ہمیں ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین.
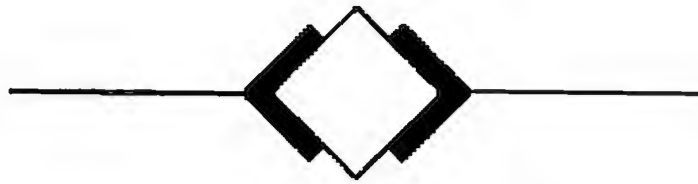
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

63 - كِتَابُ مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ

انصار کے فضائل ومناقب

(١) بَابُ مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَالَّذِينَ ءَاوَوا وَّنَصَرُوٓا﴾ [الأنفال: ٧٢، ٧٤] ﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيمَٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا﴾ [الحشر: ٩].

باب:1- انصار ﷺ کے فضائل کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ: ''اور جنھوں نے (مہاجروں کو اپنے ہاں) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی۔'' (نیز ارشاد الٰہی:) ''اور جو لوگ مہاجرین سے پہلے مدینہ میں مقیم تھے اور ایمان لا چکے تھے وہ (انصار) ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور جو چیز مہاجرین کو دی جائے وہ اس سے تنگ دل نہیں ہوتے'' کا بیان

وضاحت: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انصار اولین کی کمال فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جو مسلمانوں کے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آنے سے پہلے بیعت عقبہ کی رو سے ایمان لا چکے تھے اور انھوں نے مہاجر مسلمانوں کو آتے ہی اپنے گلے سے لگا لیا اور مہاجرین کی آباد کاری کے لیے وہ مثال قائم کی جس کی مثال پیش کرنے سے پوری دنیا کی تاریخ قاصر ہے۔ ان انصار نے مہاجرین کو اپنی جائیداد، گھر بار اور باغات میں شریک کر لیا۔ اس ایثار نے مہاجرین کے دلوں میں جو مقام حاصل کیا تھا وہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر ﷺ نے اپنی موت کے وقت یہ وصیت کی کہ میرے بعد جو خلیفہ ہو وہ مہاجرین کا حق پہچانے اور انصار کا بھی حق پہچانے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں جگہ پکڑی اور ایمان کو سنبھالا۔ خلیفہ کو چاہیے کہ ان میں سے جو نیک ہیں ان کی قدر کرے اور برے کی برائی سے درگزر کرے۔[1]

٣٧٧٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا

[3776] غیلان بن جریر ﷫ سے روایت ہے، انھوں

[1] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4888.

مَهْدِيُّ [بْنُ مَيْمُونٍ]: حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: أَرَأَيْتَ اسْمَ الْأَنْصَارِ كُنْتُمْ تُسَمَّوْنَ بِهِ؟ أَمْ سَمَّاكُمُ اللهُ؟ قَالَ: بَلْ سَمَّانَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، كُنَّا نَدْخُلُ عَلَى أَنَسٍ فَيُحَدِّثُنَا بِمَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ وَمَشَاهِدِهِمْ، وَيُقْبِلُ عَلَيَّ أَوْ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْأَزْدِ فَيَقُولُ: فَعَلَ قَوْمُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا. [انظر: ٣٨٤٤]

نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ مجھے انصار کے نام کے متعلق بتائیں کہ یہ نام تم نے ازخود رکھا ہے یا اللہ تعالیٰ نے تمھارا یہ نام رکھا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا یہ نام خود رکھا ہے۔ غیلان کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تو وہ ہمیں انصار کے مناقب اور ان کے کارنامے سناتے۔ وہ میری طرف یا قبیلۂ ازد کے کسی شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ تمھاری قوم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کارنامہ سرانجام دیا۔

فائدہ: تفصیل میں شک راوی کی طرف سے ہے کہ ان دونوں جملوں میں سے کون سا جملہ استعمال کیا، خود اپنا نام لیا یا بطور کنایہ قبیلۂ ازد کے کسی شخص کا ذکر کیا۔ درحقیقت دونوں سے مراد خود ان کی اپنی ذات ہے۔ وہی قبیلۂ ازد کے فرد تھے اور قبیلۂ ازد سب کو شامل ہے، چنانچہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت غیلان کو مخاطب کر کے انصار کے واقعات بیان کرتے۔[1]

٣٧٧٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللهُ لِرَسُولِهِ ﷺ فَقَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَأُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوا، فَقَدَّمَهُ اللهُ لِرَسُولِهِ ﷺ فِي دُخُولِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ. [انظر: ٣٨٤٦، ٣٩٣٠]

[3777] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ اللہ نے بعاث کی جنگ کو اپنے رسول ﷺ کے مفاد میں پہلے ہی مقرر کر رکھا تھا، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ قبائل آپس میں پھوٹ کا شکار تھے اور ان کے کچھ سردار قتل ہو چکے تھے اور کچھ زخموں سے چور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو اپنے رسول ﷺ کے مفاد میں پہلے ہی مقرر کیا تھا تاکہ (آپ کے مدینہ تشریف لاتے ہی) یہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔

فائدہ: بعاث، مدینہ طیبہ سے دو میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے جہاں اوس اور خزرج کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی تھی۔ قبیلۂ اوس کے رئیس حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے والد حضیر تھے جبکہ خزرج کے سردار عمرو بن نعمان فیاض تھے۔ یہ دونوں اس جنگ میں مارے گئے۔ پہلے خزرج کو فتح ہوئی، پھر حضیر نے قبیلۂ اوس کو مضبوط کیا تو ان کا پلہ بھاری رہا۔ یہ لڑائی رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پانچ سال پہلے ہو چکی تھی۔ اس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے۔ اسلام کا ظہور ہوا

[1] صحیح البخاري، المناقب، حدیث: 3844.

تو رسول اللہ ﷺ کی آمد کی برکت سے یہ لڑائی ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی، گویا ان کا قتل ہو جانا اشاعتِ اسلام (اسلام پھیلنے) کا پیش خیمہ تھا۔ اگر یہ زندہ رہتے تو ان کا اقدام اسلام کے سخت خلاف ہوتا۔ ان سرداروں میں سے ایک عبداللہ بن ابی تھا جس نے منافقت کا روپ دھارا۔ درج ذیل آیت کریمہ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے: ''اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر فرمائی، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔''[1]

٣٧٧٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: وَأَعْطَى قُرَيْشًا وَاللهِ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْعَجَبُ، إِنَّ سُيُوفَنَا لَتَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِ قُرَيْشٍ، وَغَنَائِمُنَا تُرَدُّ عَلَيْهِمْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَدَعَا الْأَنْصَارَ، قَالَ: فَقَالَ: «مَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟» وَكَانُوا لَا يَكْذِبُونَ، فَقَالُوا: هُوَ الَّذِي بَلَغَكَ، قَالَ: «أَوَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالْغَنَائِمِ إِلٰى بُيُوتِهِمْ وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ إِلٰى بُيُوتِكُمْ؟ لَوْ سَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَهُمْ». [راجع: ٣١٤٦]

[3778] ابو تیاح سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے: فتح مکہ کے دن رسول اللہ نے قریش کو غنیمت کا سارا مال دے دیا تو انصار نے کہا: اللہ کی قسم! یقیناً یہ عجیب بات ہے کہ ابھی ہماری تلواروں سے قریش کا خون ٹپک رہا ہے کہ ہمارا مال غنیمت انھی کو دیا جا رہا ہے۔ جب یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ نے انصار کو بلایا اور فرمایا: ''اس خبر کی کیا حقیقت ہے جو تمھاری طرف سے مجھے پہنچی ہے؟'' وہ (انصار) جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ انھوں نے کہا: آپ کو صحیح اطلاع ملی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ لوگ تو اپنے گھروں کو مالِ غنیمت لے کر جائیں اور تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لیے اپنے گھروں کو جاؤ؟ اگر انصار کسی میدان یا نشیبی علاقے میں چلیں تو میں بھی انصار کے ساتھ اس میدان یا گھاٹی میں چلوں گا۔''

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ انصار میں سے سمجھ دار لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بایں الفاظ میں معذرت کی کہ ہمارے سرداروں نے تو یہ بات نہیں کی البتہ کچھ نوجوان اور کم عقل لوگوں نے ایسی باتیں ضرور کی ہیں، پھر انھوں نے بالاتفاق اپنے جذبات کا اظہار کیا کہ ہم اس اعزاز اور فضیلت پر دل کی گہرائیوں سے خوش ہیں۔[2] ② میدان یا گھاٹی میں چلنے کا مطلب یہ ہے کہ میں سفر و حضر اور موت و حیات میں تمھارے ساتھ رہوں گا۔ کیا یہ اعزاز انصار کے لیے کافی نہیں؟ چنانچہ انھوں نے اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ اس سے ان کی پیروی کرنا مقصود نہیں کیونکہ آپ ہی واجب اطاعت ہیں۔ ہر مرد و عورت

① آل عمران 3:103. ② صحيح البخاري، المغازي، حديث :4331.

پر آپ کی پیروی فرض ہے۔ واللہ أعلم.

(٢) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِّنَ الْأَنْصَارِ»

باب: 2- فرمان نبوی: ''اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا'' کا بیان

قَالَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ کو نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وضاحت: اس سے خاندانی نسب کی تبدیلی مقصود نہیں بلکہ انصار کی دلجوئی کرنا مقصود ہے، یعنی اگر ہجرت دینی معاملہ اور عبادت نہ ہوتی تو میں اپنی نسبت انصار کی طرف کرتا۔ اس میں اشارہ ہے کہ ہجرت کے بعد نصرتِ اسلام سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔[1]

٣٧٧٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ - أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ -: «لَوْ أَنَّ الْأَنْصَارَ سَلَكُوا وَادِيًا وَّ شِعْبًا لَّسَلَكْتُ فِي وَادِي الْأَنْصَارِ، وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِّنَ الْأَنْصَارِ». فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا ظَلَمَ بِأَبِي وَأُمِّي، آوَوْهُ وَنَصَرُوهُ، أَوْ كَلِمَةً أُخْرٰى. [انظر: ٧٢٤٤]

[3779] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اگر انصار کسی میدان یا نشیب میں چلیں تو میں بھی انصار کے اختیار کردہ میدان اور نشیبی علاقے میں چلوں گا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ نے یہ بات خلاف واقعہ نہیں فرمائی کیونکہ انصار نے آپ کو رہنے کے لیے جگہ دی اور آپ کی مدد کی۔ یا اس طرح کی کوئی اور بات کہی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے مقصود انصار کی فضیلت بیان کرنا ہے کہ انصار ایسے مقام عظیم کو پہنچے ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے نہ ہوتے تو آپ خود کو انصار سے شمار کرتے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر آپ کو ہجرت کے باعث انصار پر فضیلت نہ ہوتی تو آپ کا شمار انصار میں سے ہوتا۔ ② یہ بھی احتمال ہے کہ انصار، رسول اللہ ﷺ کے ماموں تھے، اس نسبی تعلق کی بنا پر آپ نے فرمایا کہ اگر ہجرت رکاوٹ نہ ہوتی تو میں خود کو انصار کی طرف منسوب کرتا۔ رسول اللہ ﷺ کی تواضع اور انکسار ہے اور لوگوں کو انصار کی عزت افزائی کرنے کی طرف ترغیب دینا ہے تاکہ وہ ان کا احترام بجا لائیں۔

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4330.

(٣) بَابُ إِخَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

باب:3- نبی ﷺ کا مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کرنا

٣٧٨٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ آخَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا، فَأَقْسِمُ مَالِي نِصْفَيْنِ، وَلِيَ امْرَأَتَانِ فَانْظُرْ أَعْجَبَهُمَا إِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِي أُطَلِّقْهَا، فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا، قَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، أَيْنَ سُوقُكَ؟ فَدَلُّوهُ عَلَى سُوقِ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَمَا انْقَلَبَ إِلَّا وَمَعَهُ فَضْلٌ مِّنْ أَقِطٍ وَّسَمْنٍ، ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ ثُمَّ جَاءَ يَوْمًا وَّبِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَهْيَمْ؟» قَالَ: تَزَوَّجْتُ قَالَ: «كَمْ سُقْتَ إِلَيْهَا؟» قَالَ: نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ - أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ، شَكَّ إِبْرَاهِيمُ -

[راجع: ٢٠٤٨]

[3780] حضرت ابراہیم بن سعد اپنے باپ سے وہ اپنے دادا (ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف) سے بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ طیبہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں اپنے مال کے دو حصے کرتا ہوں، اور میری دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے جو تمھیں پسند ہے اسے دیکھ کر مجھے اس کا نام بتا دو، میں اسے طلاق دے دیتا ہوں۔ جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو اس سے نکاح کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھارے اہل و عیال اور مال و متاع میں برکت عطا فرمائے! آپ مجھے منڈی کا راستہ بتا دیں۔ انھوں نے بنو قینقاع کے بازار کی طرف رہنمائی فرمائی۔ جب وہ منڈی سے واپس آئے تو ان کے پاس کچھ پنیر اور گھی تھا۔ پھر متواتر ہر روز صبح منڈی جانے لگے، چنانچہ ایک دن آئے تو ان پر زردی کے نشانات تھے۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نکاح کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مہر کتنا دیا ہے؟'' انھوں نے کہا: گٹھلی بھر یا اس کے وزن کے برابر سونا دیا ہے۔ (راویٔ حدیث) ابراہیم کو اس میں شک ہے۔

٣٧٨١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ

[3781] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے

قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّآخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ وَكَانَ كَثِيرَ الْمَالِ فَقَالَ سَعْدٌ: قَدْ عَلِمَتِ الْأَنْصَارُ أَنِّي مِنْ أَكْثَرِهَا مَالًا، سَأَقْسِمُ مَالِي بَيْنِي وَبَيْنَكَ شَطْرَيْنِ، وَلِيَ امْرَأَتَانِ فَانْظُرْ أَعْجَبَهُمَا إِلَيْكَ، فَأُطَلِّقُهَا حَتّٰى إِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ، فَلَمْ يَرْجِعْ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى أَفْضَلَ شَيْئًا مِّنْ سَمْنٍ وَّأَقِطٍ، فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى جَاءَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَهْيَمْ؟» قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: «مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟» قَالَ: وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ نَوَاةً مِّن ذَهَبٍ، فَقَالَ: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ». [راجع: ٢٠٤٩]

تو نبی ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان سلسلۂ مؤاخات قائم کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ صاحب ثروت انسان تھے۔ انھوں نے کہا: انصار جانتے ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں اپنا مال اپنے اور تمھارے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے جو تمھیں پسند ہو اسے دیکھ لو۔ میں اسے طلاق دے دیتا ہوں۔ جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو اس سے نکاح کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل وعیال میں برکت فرمائے! وہ اس دن واپس نہ آئے حتی کہ انھوں نے گھی اور پنیر سے کچھ نفع حاصل کیا۔ پھر وہ تھوڑی مدت ٹھہرے ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں حاضر ہوئے جبکہ ان پر زردی کے نشانات تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' انھوں نے کہا: میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے مہر کتنا دیا ہے؟'' عرض کیا: گٹھلی کے وزن برابر یا گٹھلی بھر سونا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہو۔''

فائدہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ خزرجی نقیب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کی آباد کاری کے لیے سلسلۂ مؤاخات شروع فرمایا۔ اس میں انصار کی قربانی، ایثار اور مہاجرین سے ان کی ہمدردی بے مثال ہے۔ تاریخ اس طرح کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، لیکن مہاجرین نے اس ایثار اور قربانی سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ اپنی طرف سے شانِ بے نیازی اور استغنا کا مظاہرہ کرتے ہوئے منڈی کا راستہ اختیار کر کے محنت مزدوری کرنا پسند کیا۔ مذکورہ احادیث میں انصار کی ہمدردی اور مہاجرین کی شانِ بے نیازی کو نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ انصار کا مجموعی طرزِ عمل یہی تھا جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہے۔

٣٧٨٢ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو هَمَّامٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ

[3782] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ انصار نے عرض کیا: (اللہ کے رسول!) کھجور کے باغات ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیں۔ آپ

اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ: اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ النَّخْلَ، قَالَ: «لَا»، قَالَ: «يَكْفُونَنَا الْمَؤُنَةَ وَيُشْرِكُونَنَا فِي التَّمْرِ»، قَالُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا. [راجع: ٢٣٢٥]

نے فرمایا: ''ایسا نہیں کروں گا۔'' اس پر انصار نے کہا: پھر آپ ایسا کریں کہ وہ باغات میں کام کاج اپنے ذمے لے لیں اور پیداوار میں ہمارے ساتھی ہو جائیں۔ مہاجرین نے کہا: ہمیں یہ بات تسلیم ہے۔

فائدہ: جب مہاجرین اپنا وطن مکہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ آئے تو معاش کے ہاتھوں بہت پریشان تھے، گھر بار، عزیز واقارب اور کاروبار چھوٹنے کا غم اس پر مستزاد تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، جس کی وجہ سے مہاجرین وانصار آپس میں شیر وشکر ہو گئے اور ایک دوسرے کو حقیقی بھائی سمجھنے لگے۔ تقسیم باغات کی پیش کش بھی سلسلۂ مؤاخات کا نتیجہ تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے منظور نہ فرمایا کیونکہ آپ کو بذریعۂ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ آئندہ بہت فتوحات ہوں گی۔ بہت سی جائیدادیں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں گی۔ اس بنا پر آپ نے انصار کی موروثی جائیداد کو تقسیم کرنا پسند نہ فرمایا بلکہ باغات کو انصار کے پاس رہنے دیا، البتہ محنت وغیرہ مہاجرین نے اپنے ذمے لے لی، پھر پیداوار نصف، نصف پر تقسیم ہو جاتی۔

(٤) بَابُ حُبِّ الْأَنْصَارِ مِنَ الْإِيمَانِ

باب: 4- انصار سے محبت ایمان کا حصہ ہے

٣٧٨٣ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ - أَوْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ -: «الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ».

[3783] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''انصار سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور ان سے بغض صرف منافق ہی رکھے گا، اس لیے جو انصار سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔''

٣٧٨٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ». [راجع: ١٧]

[3784] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا اور منافقت کی نشانی ان سے بغض رکھنا ہے۔''

فائدہ: انصار نے رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین کو رہنے کے لیے جگہ دی اور جان و مال سے ان کی مدد کی، اس وجہ سے عرب کے دوسرے قبائل ان کے دشمن ہو گئے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے بغض رکھنے سے ڈرایا اور ان سے محبت رکھنے کی

رغبت دلائی۔ انصار کو جو خصوصیت اور عظمت حاصل ہوئی اس سے دوسروں کے دلوں میں بغض وحسد پیدا ہونا لازمی امر تھا، اس لیے آپ نے ان سے محبت کرنے کو جزو ایمان ٹھہرایا اور ان سے بغض رکھنے کو نفاق کی علامت قرار دیا۔ ویسے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس اعزاز واکرام میں برابر کے شریک ہیں لیکن انصار سے محبت کرنا ان کی ایک نمایاں خصوصیت ہے کیونکہ یہ حضرات اسلام کے اولین مددگار ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا بڑا درجہ اور عظیم مرتبہ ہے۔

(٥) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلْأَنْصَارِ: «أَنْتُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ»

باب:5- انصار سے نبی ﷺ کا فرمانا: "تم تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو مجھے"

٣٧٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَى النَّبِيُّ ﷺ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبِلِينَ - قَالَ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: - مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مُمْثِلًا فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ»، قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. [انظر: ٥١٨٠]

[3785] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کچھ عورتیں اور بچے کسی شادی سے آتے ہوئے دیکھے تو آپ ان کے سامنے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''تم لوگ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔'' آپ نے یہ کلمات تین دفعہ دہرائے۔

فوائد ومسائل: ① انصار سے محبت کے جذبات کا اظہار مجموعی اعتبار سے ہے۔ یہ کسی سے انفرادی محبت کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ تمام لوگوں سے زیادہ آپ کو محبوب کون ہے؟ تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا، لہٰذا انصار کے متعلق آپ کا مذکورہ ارشاد غیر انصار سے محبت کرنے کے خلاف نہیں۔[1] ایک روایت میں ہے کہ آپ ان پر احسان کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے، پھر آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔[2]

٣٧٨٦ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَّهَا، فَكَلَّمَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ»، مَرَّتَيْنِ. [انظر: ٥٢٣٤، ٦٦٤٥]

[3786] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک انصاری خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی جس کے ہمراہ ایک بچہ تھا تو رسول اللہ ﷺ اس سے باتیں کرنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔'' آپ نے یہ الفاظ دو دفعہ فرمائے۔

① فتح الباري: 144/7. ② صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5180.

فوائد و مسائل: ① صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے خلوت اختیار کی۔[1] یہ الفاظ صحیح بخاری کی ایک روایت میں بھی ہیں۔[2] خلوت میں بات کرنے والی آپ کی کوئی عزیزہ ہوگی جیسا کہ ام سلیم یا ان کی ہمشیر وغیرہ۔ یا خلوت سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ سے ایک بات نہایت آہستگی سے کی، وہ خلوت مراد نہیں جس کی شریعت میں ممانعت آئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس عورت نے کچھ پوچھا ہوگا تو آپ نے اسے جواب دیا۔ ممکن ہے کہ اس کو مانوس کرنے کے لیے ابتداءً اس سے گفتگو کی ہو۔[3] ایک روایت میں ہے کہ اس کے ہمراہ اس کے بچے تھے۔ ممکن ہے کہ وہ اپنی کسی ضرورت کے لیے آپ کے پاس آئی ہو۔[4]

(٦) بَابُ أَتْبَاعِ الْأَنْصَارِ

باب: 6- انصار کے پیروکار اور لواحقین

٣٧٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو: سَمِعْتُ أَبَا حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ: يَا رَسُولَ اللهِ! لِكُلِّ نَبِيٍّ أَتْبَاعٌ، وَإِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ أَتْبَاعَنَا مِنَّا، فَدَعَا بِهِ، فَنَمَيْتُ ذٰلِكَ إِلَى ابْنِ أَبِي لَيْلٰى فَقَالَ: قَدْ زَعَمَ ذٰلِكَ زَيْدٌ. [انظر: ٣٧٨٨]

[3787] حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہر نبی کے پیروکار ہوتے ہیں اور ہم نے آپ کی پیروی کی ہے۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے پیروکار و لواحقین کو بھی ہم میں سے بنا دے تو آپ ﷺ نے اس کی دعا فرمائی۔ (راوی کہتے ہیں کہ) پھر میں نے یہ حدیث ابن ابی لیلیٰ سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ حضرت زید یہ کہہ چکے ہیں۔

فائدہ: حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیروکار انصار میں سے بنائے اور انھیں وہی عزت و شرف ملے جو ہمیں عطا ہوا ہے یا یہ مقصد ہے کہ وہ ہمارے نقش قدم پر چلیں اور انھیں وہی مقام حاصل ہو جو ہمیں ملا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی: ''اے اللہ! انصار کو بخش دے، ان کے بیٹوں کو معاف فرما اور ان کے پوتوں پر بھی رحم و کرم فرما۔''[5] ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان الفاظ میں دعا فرمائی: ''اے اللہ! انصار کو، ان کی اولاد کو اور ان کے حلفاء و موالی کو معاف کر دے۔''[6] انصار کا مطلب یہ تھا کہ جیسا ہمارا درجہ اور مقام ہے اسی طرح ہماری اولاد، غلام، حلیف اور تعلق دار لوگوں کو بھی وہی مرتبہ حاصل ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے دعا فرما دی۔

٣٧٨٨ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ: سَمِعْتُ أَبَا حَمْزَةَ رَجُلًا مِّنَ

[3788] عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک انصاری آدمی ابو حمزہ سے سنا کہ انصار نے عرض کی: (اللہ

① صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6418 (2509). ② صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5234. ③ فتح الباري: 144/7. ④ صحيح البخاري، الأيمان والنذور، حديث: 6645. ⑤ صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6414 (2506). ⑥ صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6416 (2507).

الْأَنْصَارِ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ: إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ أَتْبَاعًا، وَإِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ، فَادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ أَتْبَاعَنَا مِنَّا، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اللّٰهُمَّ اجْعَلْ أَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ».

قَالَ عَمْرٌو: فَذَكَرْتُهُ لِابْنِ أَبِي لَيْلٰى، قَالَ: قَدْ زَعَمَ ذَاكَ زَيْدٌ، قَالَ شُعْبَةُ: أَظُنُّهُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ. [راجع: ٣٧٨٧]

کے رسول!) ہر قوم کے پیروکار ہوتے ہیں، ہم تو آپ کی پیروی کر چکے ہیں، آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہمارے لواحقین کو بھی ہم میں سے بنا دے تو نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی: ''اے اللہ! ان کے لواحقین کو بھی ان سے بنا دے۔''

عمرو بن مرہ نے کہا: میں نے یہ حدیث ابن ابی لیلیٰ سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ حضرت زید نے بھی یہی کہا ہے۔ شعبہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ زید سے مراد زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہیں۔

(٧) بَابُ فَضْلِ دُورِ الْأَنْصَارِ

باب: 7- انصار کے گھرانوں کی فضیلت

٣٧٨٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ، وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ»، فَقَالَ سَعْدٌ: مَا أَرَى النَّبِيَّ ﷺ إِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا، فَقِيلَ: قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى كَثِيرٍ. وَقَالَ عَبْدُ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: سَمِعْتُ أَنَسًا: قَالَ أَبُو أُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، بِهٰذَا وَقَالَ: سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ. [انظر: ٣٧٩٠، ٣٨٠٧، ٦٠٥٣]

[3789] حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''انصار میں بہترین گھرانہ بنو نجار ہے، پھر بنو عبدالاشہل، پھر بنو حارث بن خزرج، پھر بنو ساعدہ اور یوں تو انصار کے تمام گھرانوں میں خیر و برکت ہے۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے خیال کے مطابق نبی ﷺ نے انصار کے کئی قبیلوں کو ہم پر فضیلت دی ہے۔ ان سے کہا گیا: آپ کو بھی تو بہت سے گھرانوں پر فضیلت دی ہے۔ ایک روایت میں سعد کے باپ کا نام عبادہ مذکور ہے۔

٣٧٩٠ - حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ الطَّلْحِيُّ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أُسَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «خَيْرُ الْأَنْصَارِ - أَوْ قَالَ: خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ -

[3790] حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''انصار کے گھرانوں میں سب سے بہتر بنو نجار، بنو عبدالاشہل، بنو حارث اور بنو ساعدہ کے گھرانے ہیں۔''

بَنُو النَّجَّارِ، وَبَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، وَبَنُو الْحَارِثِ، وَبَنُو سَاعِدَةَ». [راجع: ۳۷۸۹]

فائدہ: بنونجار، رسول اللہ ﷺ کے ماموں ہیں۔ انصار میں سب سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو پہلے بنونجار ہی کے ہاں مہمان ہوئے، اس لیے ان کی مزید فضیلت ثابت ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی اسی خاندان سے تھے، اس لیے ان پر رسول اللہ ﷺ کی عنایات زیادہ تھیں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ قبیلۂ خزرج کی شاخ بنوساعدہ سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں سب سے آخر میں بیان کیا تھا۔ چونکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس کے سردار تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ صحیح مسلم کی روایت میں اس اجمال کی مزید تفصیل ہے کہ جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے قبیلے کا ذکر چوتھے درجے میں کیا ہے تو انھیں غصہ آیا اور آپ کی خدمت میں آنے کے لیے اپنی سواری کے گدھے کو تیار کیا۔ اس پر زین رکھی۔ روانہ ہونے لگے تو ان کے بھتیجے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تردید کرنے جا رہے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ کیا تمھارے شرف کے لیے یہ کافی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بطور شرف تمھارے قبیلے کو چوتھے درجے پر رکھا ہے جبکہ بہت سے قبائل کا آپ نے اجمالاً ہی ذکر کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال سے رجوع کر لیا اور کہا: بے شک اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی سواری سے زین اتار کر رکھ دیا۔[1]

۳۷۹۱ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ خَيْرَ دُورِ الْأَنْصَارِ دَارُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ، ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ، وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ» فَلَحِقْنَا سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ: أَلَمْ تَرَ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ خَيَّرَ الْأَنْصَارَ فَجَعَلَنَا أَخِيرًا؟ فَأَدْرَكَ سَعْدٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! خُيِّرَ دُورُ الْأَنْصَارِ فَجُعِلْنَا آخِرًا، فَقَالَ: «أَوَلَيْسَ بِحَسْبِكُمْ أَنْ تَكُونُوا مِنَ الْخِيَارِ؟».

[راجع: ۱٤۸۱]

[3791] حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''انصار کا سب سے بہتر گھرانہ بنونجار کا ہے، پھر عبدالاشہل کا، پھر بنوحارث کا اور پھر بنی ساعدہ کا۔ ویسے تو انصار کے تمام گھرانوں میں خیر و برکت ہے۔'' پھر ہماری ملاقات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو ابواسید رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے انصار کو خیر و برکت سے نوازا لیکن ہمارا ذکر آخر میں کیا ہے؟ اس کے بعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! انصار کے گھرانوں کو خیر و برکت سے نوازا گیا لیکن ہمیں سب سے آخر میں کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمھارا خاندان بھی بہترین

[1] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6427 (2512).

خاندان ہے۔“

فوائد ومسائل: ① اس مقام پر جو انصار کے گھرانوں میں خیر وبرکت کا ذکر ہوا ہے وہ مجموعی طور پر ہے۔ اگر خصوصیت کے ساتھ ہر فرد کو دیکھا جائے تو بنوساعدہ کے بعض افراد بنونجار کے بعض اشخاص سے افضل ہوں گے، چنانچہ حضرت اسید بن حضیر، سعد بن معاذ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم اشہلی ہونے کے باوجود بہت سے بنونجار کے افراد سے افضل ہیں۔ قبل ازیں روایت میں تھا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنا چاہا تھا مگر وہ اپنے بھتیجے کے کہنے سے رُک گئے اور اپنے خیال سے رجوع کر لیا اور اس روایت میں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ملے اور آپ سے عرض کی؟ ان دونوں روایات میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ پہلے وہ اپنے خیال سے رک گئے بعد میں جب اتفاقاً ملاقات ہوئی تو آپ سے عرض کیا ہوگا۔[1] ② واضح رہے کہ فضیلت میں مذکورہ درجہ بندی قبولیت اسلام میں سبقت، نصرت دین میں اولیت اور دل و جان سے رسول اللہ ﷺ پر فدائیت کی بنیاد پر ہے۔

(٨) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلْأَنْصَارِ: «اصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ»

باب: 8- انصار کے لیے نبی ﷺ کے فرمان: ”صبر کرو حتی کہ تمھاری حوض پر میرے ساتھ ملاقات ہو“ کا بیان

قَالَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس بات کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وضاحت: یہ عنوان ایک حدیث کا حصہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے متعلق پیش گوئی فرمائی کہ تمھیں آئندہ زندگی میں مشکلات اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لوگ تمھارے مقابلے میں دوسروں کو ترجیح دیں گے۔ تمھیں ان تلخیوں کو برداشت کرنا ہوگا۔ اس میں انصار کو جنت، رحمت اور حوض کوثر پر ملنے کی بشارت ہے۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے خود ہی حدیث نمبر: 4330 کے تحت متصل سند سے بیان کیا ہے۔

٣٧٩٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا؟ قَالَ: «سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً، فَاصْبِرُوا حَتّٰى

[3792] حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک انصاری آدمی نے کہا: اللہ کے رسول! آپ مجھے عامل مقرر نہیں کرتے جیسا کہ فلاں آدمی کو عامل بنایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد تمھیں ترجیح کا سامنا کرنا پڑے گا (تم پر دوسرے لوگوں کو ترجیح دی جائے گی)، لہٰذا صبر کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو۔“

[1] فتح الباري: 148/7.

تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ». [انظر: ٧٠٥٧]

٣٧٩٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْأَنْصَارِ: «إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي وَمَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ».

[راجع: ٣١٤٦]

[3793] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے انصار سے فرمایا: ''میرے بعد تمھیں ترجیح (خودغرضی) کا سامنا کرنا پڑے گا۔ صبر کرنا حتی کہ مجھ سے ملاقات کرو اور تمھاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔''

فوائد و مسائل: ① ان احادیث میں انصار کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ امراء، مالی معاملات اور دیگر امور میں خود کو ترجیح دیں گے اور تمھیں نظر انداز کر دیا جائے گا اور حکومتی معاملات میں تمھیں شریک نہیں کیا جائے گا۔ ایسا ہی ہوا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ② انصار نے اس سلسلے میں صبر و استقامت سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو اجر و ثواب کا حق دار بنایا۔

٣٧٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ: سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ خَرَجَ مَعَهُ إِلَى الْوَلِيدِ قَالَ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْأَنْصَارَ إِلَى أَنْ يُقْطِعَ لَهُمُ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالُوا: لَا إِلَّا أَنْ تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِثْلَهَا قَالَ: «إِمَّا لَا فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي، فَإِنَّهُ سَيُصِيبُكُمْ بَعْدِي أَثَرَةٌ».

[راجع: ٢٣٧٦]

[3794] حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا جب وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے ہاں جانے کے لیے نکلے، (وہاں جاکر) انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے انصار کو بلایا تاکہ بحرین کا علاقہ ان کے لیے بطور جاگیر لکھ دیں۔ انصار نے کہا: جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو اس جیسی جاگیر عطا نہیں فرمائیں گے ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو کیونکہ میرے بعد عنقریب ہی تمھیں نظر انداز کیا جائے گا اور تمھاری حق تلفی شروع ہو جائے گی۔''

فوائد و مسائل: ① انصار کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد عنقریب تمھیں ترجیحات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسرے غیر مستحق لوگ عہدوں پر فائز ہوں گے اور تمھیں محروم کیا جائے گا۔'' چنانچہ بنوامیہ کے دور میں ایسا ہی ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی مگر انصار نے فی الواقع صبر سے کام لے کر وصیت نبوی پر پورا پورا عمل کیا۔ ② مذکورہ حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نکلنے کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ کو حاکم بصرہ حجاج نے تنگ کیا تو انھوں نے

دمشق جا کر ولید بن عبدالملک سے شکایت کی۔ آخر دمشق کے حاکم نے انھیں حق دلایا۔[1]

(٩) بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَصْلِحِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ»

باب: 9- نبی ﷺ کی دعا: ''(اے اللہ!) انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما'' کا بیان

٣٧٩٥ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو إِيَاسٍ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

«لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَهْ،
فَأَصْلِحِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ».

[راجع: ٢٨٣٤]

[3795] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ (اے اللہ!) انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما۔''

وَعَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ وَقَالَ: «فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ».

راویٔ حدیث قتادہ حضرت انس سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، اس میں یہ الفاظ ہیں: ''اے اللہ! انصار کی مغفرت فرما۔''

٣٧٩٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُولُ:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا
عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِينَا أَبَدَا

[3796] حضرت انس ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ انصار غزوۂ خندق کے موقع پر کہتے تھے: ہم وہ ہیں جنھوں نے حضرت محمد (ﷺ) سے جہاد پر بیعت کی ہے۔ جب تک ہماری جان میں جان ہے۔

«اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَهْ،
فَأَكْرِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ». [راجع: ٢٨٣٤]

آپ ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا: ''اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوا کوئی حقیقی زندگی نہیں، اس لیے تو انصار اور مہاجرین پر اپنا فضل وکرم فرما۔''

٣٧٩٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ: جَاءَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ، وَنَنْقُلُ

[3797] حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم خندق کھودنے میں مصروف تھے اور اپنے کندھوں پر مٹی اٹھا رہے

[1] فتح الباري: 149/7.

التُّرَابَ عَلَى أَكْتَادِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَهْ، فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ».

تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: ”اے اللہ! آخرت کی زندگی کے علاوہ کوئی حقیقی زندگی نہیں۔ اے اللہ! تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔“

فوائد و مسائل: ① یہ غزوۂ خندق کا واقعہ ہے جب قبائل مدینہ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اندرون شہر کی حفاظت کے لیے خندق کھودی گئی۔ اس خندق کھودنے میں انصار اور مہاجرین نے حصہ لیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے لیے ڈھیروں دعائیں کیں۔ ② ان تین روایات میں رسول اللہ ﷺ کے مختلف الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ آپ نے مختلف مواقع پر مختلف دعائیں فرمائیں، چنانچہ کبھی فرمایا: ”انھیں بخش دے۔“ کبھی ان کی اصلاح کے لیے دعا فرمائی اور کبھی ان پر رحم و کرم کرنے کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا۔[1]

(١٠) بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [الحشر: ٩].

باب: 10- ارشاد باری تعالیٰ: ”وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوں“ کا بیان

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی۔ آئندہ حدیث میں مذکورہ واقعہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ اگرچہ دیگر روایات میں اس کا پس منظر کچھ اور بھی بیان ہوا ہے، تاہم ان میں جمع (تطبیق) کی صورت ممکن ہے۔[2]

٣٧٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ إِلَى نِسَائِهِ فَقُلْنَ: مَا مَعَنَا إِلَّا الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ يَضُمُّ أَوْ يُضِيفُ هٰذَا؟» فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: أَنَا، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى امْرَأَتِهِ فَقَالَ: أَكْرِمِي ضَيْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: مَا عِنْدَنَا إِلَّا قُوتُ صِبْيَانِي، فَقَالَ: هَيِّئِي طَعَامَكِ، وَأَصْبِحِي سِرَاجَكِ، وَنَوِّمِي صِبْيَانَكِ إِذَا أَرَادُوا عَشَاءً،

[3798] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے اپنی بیویوں کی طرف پیغام بھیجا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس تو پانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کون ہے جو اس کو اپنے ساتھ لے جائے یا (فرمایا کہ کون ہے جو) اس کی ضیافت کرے؟“ ایک انصاری شخص نے کہا: میں (اس کی مہمانی کروں گا)، چنانچہ وہ شخص اسے اپنے ساتھ لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خوب خاطر مدارات کرو۔ وہ کہنے لگی: ہمارے پاس تو اپنے بچوں کے کھانے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

[1] فتح الباري: 150/7. [2] فتح الباري: 151/7.

فَهَيَّأَتْ طَعَامَهَا وَأَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا، وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا، ثُمَّ قَامَتْ كَأَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَأَطْفَأَتْهُ، فَجَعَلَا يُرِيَانِهِ كَأَنَّهُمَا يَأْكُلَانِ، فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «ضَحِكَ اللهُ اللَّيْلَةَ أَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا» فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾ [الحشر: ٩]. [انظر: ٤٨٨٩]

انصاری نے کہا: تم کھانا تیار کر کے چراغ جلا دینا اور بچے (جب کھانا مانگیں تو انھیں) بہلا کر سلا دینا، چنانچہ اس نے کھانا تیار کر کے چراغ روشن کیا اور بچوں کو بہلا کر سلا دیا۔ پھر اس طرح اٹھی جیسے چراغ درست کر رہی ہو لیکن اس کو گل کر دیا۔ ان دونوں نے مہمان کو یہ باور کرایا جیسے میاں بیوی دونوں کھانا کھا رہے ہیں، حالانکہ وہ بھوکے سوئے تھے۔ پھر جب صبح ہوئی تو وہ انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج رات تم دونوں کے کام پر اللہ تعالیٰ ہنسا (یا فرمایا کہ) اللہ نے اظہار تعجب کیا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود سخت ضرورت مند ہوں اور جو کوئی اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① مفسرین نے اس آیت کریمہ کی مختلف شان نزول بیان کی ہیں۔ بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ کے بیان کردہ واقعے کو ترجیح حاصل ہے۔ ② اس میں انصار کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ وہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود بھی دوسروں کے کام کرتے اور اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث میں بیان کردہ صفت ''ضحك'' کی تاویل کی ہے جبکہ اسلاف کا موقف یہ ہے کہ اس طرح کی صفات کو اللہ تعالیٰ کے لیے اس طرح ثابت کیا جائے جیسا کہ اس کی شان کے شایان ہو، اس کی کوئی تاویل نہ کی جائے۔ شارحین بخاری نے اس کی تاویل کی ہے، وہ اس سے مراد اللہ کی خوشی لیتے ہیں کہ ہنسنے کو خوشی لازم ہے۔ بہرحال حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ضحک اور تعجب کا اثبات ہے، اسے بلاتاویل اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا جائے۔

(١١) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «اقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ»

باب: 11- انصار کے متعلق ارشاد نبوی ''ان کے نیکو کار کی قدر کرو اور ان کے خطا کار سے درگزر کرو'' کا بیان

٣٧٩٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى أَبُو عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ أَخُو عَبْدَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي:

[3799] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا

أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: مَرَّ أَبُو بَكْرٍ وَّالْعَبَّاسُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِمَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ الْأَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُونَ فَقَالَ: مَا يُبْكِيكُمْ؟ قَالُوا: ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَّا، فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ، قَالَ: فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ عَصَبَ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ، قَالَ: فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «أُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ فَإِنَّهُمْ كَرِشِي وَعَيْبَتِي، وَقَدْ قَضَوُا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ، فَاقْبَلُوا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُّسِيئِهِمْ». [انظر: ٣٨٠١]

گزر انصار کی مجلس سے ہوا جبکہ وہ رو رہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے رونے کی وجہ پوچھی تو انصار کہنے لگے: ہمیں نبی ﷺ کا اپنے پاس بیٹھنا یاد آ رہا ہے۔ (آپ بیمار تھے) یہ سن کر وہ نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی۔ پھر نبی ﷺ باہر تشریف لائے جبکہ چادر کے کنارے سے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ یہ آخری مرتبہ آپ کا منبر پر جلوہ افروز ہونا تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا: ''لوگو! میں تمھیں انصار کی بابت وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ میری جان اور جگر ہیں۔ انھوں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے، البتہ ان کا حق باقی رہ گیا ہے، لہٰذا تم ان کے نیکوکار کی نیکی قبول کرو اور ان کے خطاکار سے درگزر کرو۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے انصار کو کرش اور عیبہ قرار دیا ہے۔ کرش معدے کو کہتے ہیں جو غذا کے ٹھہرنے کی جگہ ہے جس کے باعث حیوان نشوونما پاتا ہے۔ اور عیبہ وہ صندوقچی ہے جس میں انسان نفیس اور عمدہ چیز بطور حفاظت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو اپنے قابل اعتماد رازدان اور صاحب امانت قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جگہ دینا اور آپ کی بھرپور مدد کرنا انصار کی ذمہ داری تھی جو انھوں نے پوری کر دی ہے۔ ان کے ذمے جو نصرت اسلام کا فریضہ تھا وہ بھی انھوں نے انجام دے دیا ہے۔ اب تمھاری باری ہے کہ تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ انھیں کسی قسم کی اذیت سے دوچار نہ کرو، ان میں سے جو نیکوکار ہیں، ان کی اچھی باتیں قبول کرو اور جو خطاکار ہیں، ان کی خطاؤں سے درگزر کرو۔ یہی اب ان کے حقوق کی ادائیگی ہے جو تم نے پوری کرنی ہے۔

٣٨٠٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُّتَعَطِّفًا بِهَا عَلَى مَنْكِبَيْهِ، وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ، حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُونَ وَتَقِلُّ الْأَنْصَارُ

[3800] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں کندھوں پر ایک چادر لپیٹ کر باہر تشریف لائے۔ آپ کے سر مبارک پر ایک چکنے کپڑے کی پٹی باندھی ہوئی تھی حتی کہ آپ منبر پر فروکش ہو گئے۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''أَمَّا بَعْدُ! اے لوگو! دیگر قومیں تو بڑھتی رہیں گی مگر انصار کم ہوتے جائیں گے۔ یہ اتنے کم رہ جائیں گے جیسے کھانے میں نمک

حَتّٰى يَكُونُوا كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ، فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ أَمْرًا يَضُرُّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعُهُ، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ». [راجع: ٩٢٧]

ہوتا ہے، لہٰذا اگر تم میں سے کسی کو حکومت ملے جو کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہو تو وہ انصار کے اچھے لوگوں کی قدر کرے اور ان کے مجرموں کے قصور سے درگزر کرے۔"

٣٨٠١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْأَنْصَارُ كَرِشِي وَعَيْبَتِي، وَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ، فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ». [راجع: ٣٧٩٩]

[3801] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "انصار میرے معدے اور زنبیل کے درجے میں ہیں۔ عنقریب لوگ بہت ہو جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے، لہٰذا ان کی خوبیوں کو قبول کرنا اور ان کی برائیوں سے چشم پوشی کرنا۔"

فوائد ومسائل: ① انصار نے رسول اللہ ﷺ کو رہنے کے لیے جگہ دی اور اسلام کی مدد کی، ان کا یہ وقت گزر چکا ہے۔ کوئی دوسرا اس سعادت میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہے اور نہ کوئی ان سے سبقت کر سکتا ہے۔ ان میں سے جو بھی فوت ہو گا، اس کی جگہ کبھی پر نہ ہوگی، لہٰذا وہ کم ہوتے رہیں گے اور دوسرے لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے حتی کہ انصار کھانے میں نمک کے برابر رہ جائیں گے۔ ان کے مقابلے میں مہاجرین حکمران ہوں گے۔ انھیں آپ نے وصیت فرمائی کہ انصار سے احسان کرتے رہنا اور انھیں تکلیف پہنچانے سے گریز کرنا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ اخذ کیا ہے کہ انصار کو کبھی حکومت نہیں ملے گی لیکن یہ مؤقف واضح نہیں ہے۔ ② واقعی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ انصار دن بدن کم ہو رہے ہیں، اگرچہ اس کا دعویٰ کرنے والے بہت ہیں لیکن دعویٰ کرنے والوں کے پاس انصار ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ المستعان.

نوٹ: امام بخاری ؒ نے ان احادیث کے ذریعے سے انصار کے مجموعی کردار کو نمایاں کیا ہے۔ اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انصار نے کس طرح بڑھ چڑھ کر اپنے مہاجرین بھائیوں کا احترام کیا اور کس قدر محبت، خلوص، ایثار اور قربانی سے کام لیا، نیز مہاجرین بھی اس نوازش واکرام کی کتنی قدر کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے بھی انصار کی پیش کش سے کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ان سے صرف اتنا ہی حاصل کیا جس سے وہ اپنی ٹوٹی ہوئی معیشت کو سہارا دے سکتے تھے۔ واقعی رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ سلسلۂ مؤاخات سے دور جاہلیت کے جانبدارانہ رویے، رنگ ونسل اور وطن کے امتیازات مٹ گئے، بلندی وپستی کا معیار انسانیت وتقویٰ کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھا۔ واقعی یہ بھائی چارہ رسول اللہ ﷺ کی ایک نادر حکمت عملی، حکیمانہ سیاست اور مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حل تھا۔ اس سلسلے میں انصار کا تعاون ایک ایسی مثال ہے جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پاکیزہ ہستیوں کو اپنے ہاں بلند مقام عطا فرمائے اور قیامت کے دن ہمیں ان کی رفاقت نصیب کرے۔ آمین.

(١٢) بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 12- حضرت سعد بن معاذ ؓ کے مناقب

٣٨٠٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: أُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ حُلَّةُ حَرِيرٍ، فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَمَسُّونَهَا وَيَعْجَبُونَ مِنْ لِينِهَا، فَقَالَ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ لِينِ هٰذِهِ؟ لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ خَيْرٌ مِّنْهَا - أَوْ أَلْيَنُ -». رَوَاهُ قَتَادَةُ وَالزُّهْرِيُّ: سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٣٢٤٩]

[3802] حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کو ایک ریشمی جوڑا بطور ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ کے صحابۂ کرام ؓ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر اس کی نرمی پر اظہار تعجب کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو! یقین جانو کہ (جنت میں) سعد بن معاذ کے رومال اور تولیے اس سے کہیں بڑھ کر نرم ہیں۔''

اس حدیث کو قتادہ اور زہری نے حضرت انس ؓ سے سنا، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

فوائد و مسائل: ① نبی ﷺ کو اکیدر دومہ نے ریشمی جوڑا بطور ہدیہ بھیجا تھا۔[1] ② نبی ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ ؓ کا نام اس لیے لیا کہ وہ ریشمی کپڑے پسند کرتے تھے، یا اس جوڑے کو دیکھ کر انصار نے تعجب کیا تو آپ نے فرمایا: ''تمھارے سردار کو اس سے بڑھ کر جوڑے پیش کیے گئے ہیں۔'' ③ رومال کا ذکر اس لیے فرمایا کہ یہ دوسرے کپڑوں کے مقابلے میں بہت ہلکا ہوتا ہے اور اس سے صفائی وغیرہ کا کام لیا جاتا ہے۔ دوسرے کپڑوں کے لیے گویا یہ خادم کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ادنیٰ کپڑے کی عمدگی بیان فرمائی تاکہ اعلیٰ کپڑوں کی عمدگی کا اندازہ کیا جا سکے۔[2]

٣٨٠٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ مُسَاوِرٍ خَتَنُ أَبِي عَوَانَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ». وَعَنِ الْأَعْمَشِ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍ: فَإِنَّ الْبَرَاءَ يَقُولُ: «اهْتَزَّ السَّرِيرُ»، فَقَالَ: إِنَّهُ كَانَ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَيَّيْنِ ضَغَائِنُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ،

[3803] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''سعد بن معاذ کی موت پر عرش جھوم اٹھا۔''

اعمش سے روایت ہے، انھوں نے ابو صالح سے بیان کیا، انھوں نے حضرت جابر ؓ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے اسی کے مثل روایت بیان کی۔ ایک شخص نے حضرت جابر ؓ سے کہا کہ حضرت براء ؓ کا بیان ہے کہ جنازے کی چارپائی حرکت میں آ گئی تھی۔ حضرت جابر ؓ نے کہا: ان دونوں قبیلوں کے درمیان (زمانۂ جاہلیت میں) دشمنی تھی۔

① صحیح البخاري، الهبة و فضلها، حدیث: 2616. ② فتح الباري: 514/11.

يَقُولُ: «اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ».

میں نے خود نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''سعد بن معاذ کی موت سے رحمٰن کا عرش جھوم اٹھا۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت براء بن عازب ؓ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ایک بندے کی موت پر اللہ کا عرش کیسے حرکت کر سکتا ہے، لہٰذا اس سے مراد ان کی چار پائی ہے۔ انھوں نے یہ بات کسی دشمنی کی بنا پر نہیں کہی تھی بلکہ اپنی سمجھ کے مطابق اس کا اظہار کیا۔ لیکن حضرت جابر ؓ نے سمجھا کہ شاید حضرت براء ؓ کسی اور وجہ سے یہ بات کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے اس کا ازالہ فرمایا کہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے حقیقت یہ ہے کہ حضرت سعد بن معاذ ؓ کی موت پر عرش الٰہی ہی حرکت میں آیا تھا۔ اس کے متعلق تاویل کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود یہ الفاظ سنے تھے۔ ② عرش الٰہی کا حرکت میں آنا خوشی کی بنا پر تھا اور اللہ کے عرش کا خوشی کی وجہ سے حرکت کرنا ممکن ہے جیسا کہ ایک مرتبہ خوشی کی بنا پر اُحد پہاڑ نے بھی حرکت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ کچھ پتھر بھی تو اللہ کے خوف سے پہاڑوں سے گر پڑتے ہیں۔ واللہ أعلم.

٣٨٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ أُنَاسًا نَزَلُوا عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ ابْنِ مُعَاذٍ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ، فَلَمَّا بَلَغَ قَرِيبًا مِّنَ الْمَسْجِدِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قُومُوا إِلٰى خَيْرِكُمْ أَوْ سَيِّدِكُمْ»، فَقَالَ: «يَا سَعْدُ! إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلٰى حُكْمِكَ»، قَالَ: فَإِنِّي أَحْكُمُ فِيهِمْ أَنْ تُقْتَلَ مُقَاتِلَتُهُمْ وَتُسْبٰى ذَرَارِيُّهُمْ، قَالَ: «حَكَمْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ - أَوْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ -». [راجع: ٣٠٤٣]

[3804] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ (بنو قریظہ کے) لوگ حضرت سعد بن معاذ ؓ کے فیصلے پر راضی ہو گئے تو آپ ﷺ نے انھیں پیغام بھیجا، چنانچہ وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے میں سے بہتر یا اپنے سردار کے استقبال کے لیے آگے بڑھو۔'' اور فرمایا: ''اے سعد! ان لوگوں نے تمھارا فیصلہ منظور کر لیا ہے۔'' انھوں نے کہا: میں ان کے متعلق فیصلہ دیتا ہوں کہ ان میں سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے سعد! تو نے اللہ کے حکم کے مطابق، یا (آپ نے فرمایا) بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ دیا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① غزوۂ احزاب کے موقع پر بنو قریظہ نے وعدہ خلافی کر کے قبائل واحزاب کی موافقت کی۔ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کا پچیس دن تک محاصرہ کیا۔ چونکہ وہ قبیلۂ اوس کے حلیف تھے، اس لیے انھوں نے خیال کیا کہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ ؓ ان سے رعایت کریں گے اور ان کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ لیکن حضرت سعد کی اسلامی غیرت نے اس قسم کی بے جا حمایت سے انکار کر دیا اور شاہانہ فیصلہ فرمایا۔ اس فیصلے کی رسول اللہ ﷺ نے بھی تائید فرمائی، پھر اس پر عمل درآمد ہوا۔ ② حدیث میں مسجد سے مراد مسجد نبوی نہیں بلکہ نماز پڑھنے کے لیے عارضی مسجد کا ذکر ہے جو ایام محاصرہ کے دوران

میں وہاں بنائی گئی تھی۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افاضل و مشائخ کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا، یعنی آگے بڑھ کر ملنا جائز ہے اور وہ قیام ممنوع ہے جو کسی کے سامنے غلاموں کی طرح ہاتھ باندھ کر کیا جاتا ہے۔ ④ اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور خوبی کا بیان ہے کہ انھوں نے نہایت دانشمندی سے حالات کا جائزہ لے کر وہی فیصلہ دیا جو قیام امن کے مناسب حال تھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی تحسین فرمائی۔

(١٣) بَابُ مَنْقَبَةِ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

باب: 13- حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

وضاحت: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ عقبہ کی رات انھیں نقیب مقرر کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کیا۔ ان کی وفات رجب 20ھ جون 641ء میں ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود انھیں اٹھا کر قبر میں رکھا اور وہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ اسی طرح حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ بھی بہت جلیل القدر صحابی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ رات کے وقت ان کی قراءت سنی تو فرمایا: ''اے اللہ! تو عباد پر رحم فرما۔''[1] انھوں نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا۔ اکثر غزوات میں شرکت کی۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر صرف پینتالیس سال تھی...... رضی اللہ عنہ......

٣٨٠٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: أَخْبَرَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلَيْنِ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، وَإِذَا نُورٌ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا حَتَّى تَفَرَّقَا فَتَفَرَّقَ النُّورُ مَعَهُمَا.

[3805] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی مجلس سے دو شخص اندھیری رات میں روانہ ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ ایک غیبی نور ان کے آگے آگے چل رہا ہے۔ پھر جب وہ جدا ہوئے تو ان کے ساتھ ساتھ وہ نور بھی تقسیم ہو گیا۔

وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ: إِنَّ أُسَيْدَ ابْنَ حُضَيْرٍ وَرَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ.

ایک دوسری سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ یہ دونوں اسید بن حضیر اور ایک انصاری آدمی تھے۔

وَقَالَ حَمَّادٌ: أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ: كَانَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے پاس تھے۔

[راجع: ٤٦٥]

فوائد و مسائل: ① پہلی حدیث میں دو شخصیتوں کی تعیین کے متعلق سکوت ہے جبکہ معمر کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک ہیں اور حماد کی روایت سے پتہ چلا کہ دوسرے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسماعیلی کی بیان

① صحيح البخاري، الشهادات، حديث: 2655.

کردہ حدیث میں ہے کہ جب یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کے پاس سے رخصت ہوئے تو دونوں کے پاس لاٹھیاں تھیں۔ اندھیری رات میں ایک لاٹھی روشن ہوگئی۔ جب آگے راستہ تبدیل ہوا تو دوسرے کی لاٹھی بھی جگمگانے لگی۔ اس طرح دونوں کی لاٹھیاں روشن ہوگئیں حتی کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (2) اس حدیث سے ان دونوں حضرات کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔[1]

(١٤) [بَابُ] مَنَاقِبِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 14- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب

٣٨٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «اسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَأُبَيٍّ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ».

[راجع: ٣٧٥٨]

[3806] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''چار آدمیوں سے قرآن مجید پڑھو: حضرت عبداللہ بن مسعود، سالم مولی ابو حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔''

فائدہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یمن کی طرف امیر بنا کر روانہ کیا۔ وہاں سے مدینہ واپس آئے، پھر شام کے علاقے میں چلے گئے۔ مجاہدانہ زندگی گزارتے ہوئے طاعونِ عمواس میں ربیع الاول 18ھ بمطابق مارچ 639ء میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی، نیز فرمایا: ''حلال وحرام کو زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔''[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا: جو شخص مسائلِ دینیہ سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حضور زانوئے تلمذ طے کرے۔[3]

(١٥) [بَابُ] مَنْقَبَةِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 15- حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی منقبت کا بیان

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق ایک مرتبہ فرمایا کہ وہ اس واقعے سے پہلے بڑے پارسا انسان تھے۔

وضاحت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعۂ افک کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اس میں حضرت اسید بن حضیر اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوئی تھی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سعد قبل ازیں بڑے نیک انسان تھے۔ اس کا ہرگز یہ مقصد

---

(1) فتح الباري: 159/7. (2) جامع الترمذي، المناقب، حديث: 3790، 3791. (3) فتح الباري: 159/7.

نہیں کہ اب نیکی اور پارسائی کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے کیونکہ تلخ کلامی ایک وقتی اور ہنگامی سبب کے باعث تھی۔ اس کے بعد کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جو آپ کی فضیلت کے منافی ہو، البتہ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی، اس کے متعلق وہ متاول اور معذور تھے۔ [1]

٣٨٠٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ أَبُو أُسَيْدٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ، وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ»، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ - وَكَانَ ذَا قَدَمٍ فِي الْإِسْلَامِ -: أَرَى رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا، فَقِيلَ لَهُ: قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلَى نَاسٍ كَثِيرٍ. [راجع: ٣٧٨٩]

[3807] حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انصار کے گھرانوں میں بہترین گھرانہ بنونجار کا ہے، پھر بنوعبدالاشہل، پھر بنو حارث بن خزرج اور اس کے بعد بنو ساعدہ کا درجہ ہے۔ یوں تو انصار کے تمام گھرانوں میں خیر و برکت ہے۔'' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے قدیم الاسلام ہونے کے باوجود کہا: میرے خیال کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے دوسرے لوگوں کو ہم پر فضیلت دی ہے۔ ان سے کہا گیا: آپ ﷺ نے تمھیں بھی تو بہت سے لوگوں پر برتری دی ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے متعلق ہماری گزارشات پہلے گزر چکی ہیں، البتہ اس حدیث میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت بیان ہوئی ہے کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ آپ بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ نقباء میں ان کا بھی انتخاب ہوا۔ آخری زندگی شام کے علاقے میں بسر کی۔ وہاں رجب 15ھ بمطابق اگست 636ء کو حوران میں فوت ہوئے۔

(١٦) بَابُ مَنَاقِبِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 16- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مناقب

٣٨٠٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: ذُكِرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ: ذَاكَ رَجُلٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ - فَبَدَأَ بِهِ - وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَأُبَيِّ بْنِ

[3808] حضرت مسروق سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں ان سے دیرینہ محبت رکھتا ہوں کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو: عبداللہ بن مسعود سے، آپ نے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ذکر فرمایا، ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم سے، معاذ بن جبل اور ابی

[1] فتح الباري: 160/7.

كَعْبٍ». [راجع: ٣٧٥٨]

بن کعب سے۔"

٣٨٠٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: سَمِعْتُ شُعْبَةَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُبَيٍّ: «إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾» [البينة: ١] قَالَ: وَسَمَّانِي؟ قَالَ: «نَعَمْ» قَالَ: قَالَ: فَبَكَى.

[انظر: ٤٩٥٩، ٤٩٦٠، ٤٩٦١]

[3809] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ سناؤں۔" حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں۔" یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرطِ مسرت سے رونے لگے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعلق نجار کے قبیلے سے ہے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں آپ موجود تھے۔ غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت کی۔ ② مذکورہ حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن سنایا۔ یہ ان کی ایسی فضیلت ہے جس میں اور کوئی صحابی شریک نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے انھیں قرآن سنایا تاکہ لوگوں کو ان سے قرآن پڑھنے کی رغبت ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد قراءت قرآن میں مشہور امام ہوئے بلکہ یہ سید القراء کے لقب سے مشہور ہیں۔[1]

(١٧) بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ

باب: 17- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل

وضاحت: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں وحی لکھنے پر مامور فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں جمع قرآن کا فریضہ ادا کیا۔ آپ کی وفات 45 ہجری بمطابق 665ء ہے۔

٣٨١٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِّنَ الْأَنْصَارِ: أُبَيٌّ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَبُو زَيْدٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، قُلْتُ لِأَنَسٍ: مَنْ أَبُو زَيْدٍ؟ قَالَ: أَحَدُ عُمُومَتِي.

[انظر: ٣٩٩٦، ٥٠٠٣، ٥٠٠٤]

[3810] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں جن چار آدمیوں نے قرآن مجید یاد کیا تھا وہ سب انصاری تھے: حضرت ابی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوزید اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ (قتادہ نے کہا:) میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ابوزید کون تھے؟ انھوں نے فرمایا: وہ میرے ایک چچا تھے۔

---

[1] عمدة القاري: 520/1.

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث ایک گزشتہ حدیث (3758) کے خلاف نہیں جس میں ذکر ہے کہ قرآن مجید چار آدمیوں سے پڑھو۔ وہاں ابوزید اور زید بن ثابت کے بجائے عبداللہ بن مسعود اور حضرت سالم کا ذکر ہے کیونکہ اس حدیث میں حضرت انس قبیلۂ انصار کے متعلق بیان کر رہے ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔[1] اس روایت میں ہے کہ حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کس کس نے قرآن یاد کر رکھا تھا تو آپ نے مذکورہ جواب دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوزید رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو ان کا کوئی اہل و عیال نہ تھا اور وہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ہم ان (کے چھوڑے ہوئے مال) کے وارث بنے تھے۔[3] ② بہر حال اس حدیث میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ذکر ہے کہ وہ حافظ قرآن تھے۔

(١٨) بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 18- حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

وضاحت: حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل رضی اللہ عنہ ہے۔ ان کا تعلق خزرج قبیلے کی شاخ بنونجار سے ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار ہیں۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مال دار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد بیس سال سے زیادہ عرصہ زندہ رہے۔ ان کی وفات 35 ہجری بمطابق 655ء میں ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع غرقد میں دفن ہوئے۔

٣٨١١ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ مُجَوِّبٌ بِهِ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيدَ الْقِدِّ، يَكْسِرُ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ الْجَعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ فَيَقُولُ: «انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ» فَأَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: يَا نَبِيَّ اللهِ! بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ، نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ،

[3811] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب احد کی جنگ میں لوگ نبی ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سامنے ڈھال بنے ہوئے تھے۔ آپ بڑے ماہر تیرانداز اور تجربہ کار کمان کش تھے۔ اس دن ان کے ہاتھوں دو یا تین کمانیں ٹوٹیں۔ جب کوئی تیروں سے بھرا ہوا ترکش لے کر ادھر آ نکلتا تو آپ ﷺ اسے فرماتے: ''یہ سب تیر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے آگے ڈال دو۔'' ایک بار نبی ﷺ اپنا سر مبارک اٹھا کر کافروں کی طرف دیکھنے لگے تو حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا: اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ اپنا سر مبارک اوپر نہ اٹھائیں، مبادا کسی کا تیر آپ کو لگ جائے۔ میرا سینہ

① صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث : 5004. ② صحيح البخاري، المغازي، حديث : 3996. ③ صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث : 5005.

وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَّأُمَّ سُلَيْمٍ وَّإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ، أَرٰى خَدَمَ سُوقِهِمَا، تُنْقِزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُونِهِمَا تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا، ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ، وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدِ أَبِي طَلْحَةَ إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلَاثًا. [راجع: ٢٨٨٠]

آپ کے سینے کے آگے موجود ہے۔ میں نے اس جنگ میں حضرت عائشہ بنت ابوبکر اور حضرت ام سلیم ؓ کو دیکھا کہ یہ دونوں اپنے دامن اٹھائے ہوئے تھیں اور میں ان کے پازیب دیکھ رہا تھا۔ یہ دونوں پانی کی مشکیں بھر کر اپنی پیٹھ پر لاتی تھیں اور لوگوں کے منہ میں ڈال کر پھر لوٹ جاتیں اور انھیں بھر کر پھر لاتی تھیں اور انھیں پیاسوں کے منہ میں ڈال دیتیں۔ اس دن حضرت ابوطلحہ ؓ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گری تھی۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوطلحہ ؓ نے غزوۂ احد کے موقع پر بڑی بہادری اور پامردی سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا اور آپ کی خدمت بجالائے۔ قیامت تک یہ خدمات یاد رکھی جائیں گی۔ ② اسلامی غزوات میں خواتین اسلام کی خدمات بھی بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ چونکہ یہ موقع جنگ اور پریشانی کا تھا، ایسے حالات میں اگر عورت کی پنڈلیاں کھل جائیں تو کوئی حرج کی بات نہیں، نیز اس وقت ابھی پردے کے احکام بھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ خواتین اسلام ایسے حالات میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور پینے کے لیے پانی کا اہتمام کرتی تھیں، یہ کارنامے تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے ثبت ہیں۔

(١٩) بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب:19- حضرت عبداللہ بن سلام ؓ کے مناقب

وضاحت: حضرت عبداللہ بن سلام ؓ قبیلۂ بنوقینقاع سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو یوسف ہے اور ہیں بھی حضرت یوسف ؑ کی اولاد سے۔ دور جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے موقع پر علامات نبوت دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور ان کے لیے جنت کی بشارت دی۔ رجب 43 ہجری بمطابق اکتوبر 663ء میں فوت ہوئے۔

٣٨١٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ: إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، إِلَّا لِعَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: وَفِيهِ

[3812] حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو کسی ایسے شخص کی بابت جو زمین میں چلتا پھرتا ہو، یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے، سوائے عبداللہ بن سلام کے۔ اور یہ آیت انھی کے حق میں نازل ہوئی: ''اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس طرح کی گواہی بھی دی ہے......'' راوی حدیث نے

نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِۦ﴾ [الأحقاف:١٠] الْآيَةَ قَالَ: لَا أَدْرِي قَالَ مَالِكٌ: الْآيَةَ أَوْ فِي الْحَدِيثِ.

کہا: میں نہیں جانتا آیت کا حوالہ مالک کا قول ہے یا حدیث میں اس طرح تھا۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے جن خوش قسمت حضرات کو ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت دی، وہ عشرۂ مبشرہ ہیں۔ ان میں راویٔ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت بیان فرمائی جب عشرۂ مبشرہ میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھا اور اپنا نام اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اپنے منہ اپنی تعریف کرنا موزوں اور مناسب نہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی ابھی تمھارے پاس ایک جنتی آدمی آنے والا ہے۔'' اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آ گئے۔[1]

٣٨١٣ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلَى وَجْهِهِ أَثَرُ الْخُشُوعِ فَقَالُوا: هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيهِمَا، ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّكَ حِينَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوا: هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، قَالَ: وَاللهِ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَّقُولَ مَا لَا يَعْلَمُ، فَسَأُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ، رَأَيْتُ رُؤْيَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ، وَرَأَيْتُ كَأَنِّي فِي رَوْضَةٍ - ذَكَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا - وَسْطَهَا عَمُودٌ مِّنْ حَدِيدٍ أَسْفَلُهُ فِي الْأَرْضِ وَأَعْلَاهُ فِي السَّمَاءِ، فِي أَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيلَ لِي: ارْقَ، فَقُلْتُ: لَا أَسْتَطِيعُ، فَأَتَانِي مِنْصَفٌ، فَرَفَعَ ثِيَابِي مِنْ خَلْفِي، فَرَقِيتُ حَتّٰى كُنْتُ فِي أَعْلَاهَا، فَأَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ، فَقِيلَ لِي: اسْتَمْسِكْ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَإِنَّهَا لَفِي

[3813] حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بزرگ مسجد میں داخل ہوئے جن کے چہرے پر خشوع کے اثرات تھے۔ لوگوں نے کہا: یہ بزرگ جنتی ہیں۔ انھوں نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ان میں اختصار کیا۔ پھر وہ باہر چلے گئے تو میں ان کے پیچھے ہو لیا اور عرض کی: جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے کہا تھا کہ یہ بزرگ جنتی ہیں۔ انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! کسی کے لیے ایسی بات منہ سے نکالنا جائز نہیں جسے وہ نہ جانتا ہو۔ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ لوگ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ دراصل میں نے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں ایک خواب دیکھا اور آپ ﷺ سے اسے بیان کیا۔ میں نے دیکھا گویا میں ایک باغ میں ہوں۔ انھوں نے اس کی کشادگی اور شادابی بیان کی۔ پھر کہا: اس باغ کے درمیان ایک لوہے کا ستون ہے جس کا نچلا حصہ زمین میں اور اوپر والا آسمان میں ہے، اوپر کی طرف ایک کنڈا لگا ہوا ہے۔ خواب میں مجھے کہا گیا کہ تم اس پر چڑھ جاؤ۔ میں نے کہا: مجھ سے نہیں چڑھا جاتا۔ اس دوران میں میرے پاس ایک

[1] فتح الباري: 184/7، وصحيح ابن حبان (ابن بلبان)، حديث: 7164.

يَدِي، فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْإِسْلَامُ، وَذٰلِكَ الْعَمُودُ عَمُودُ الْإِسْلَامِ، وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى فَأَنْتَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوتَ»، وَذٰلِكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ ابْنُ سَلَامٍ.

خادم آیا۔ اس نے پیچھے کی طرف سے میرے کپڑے اٹھا دیے۔ آخر میں اوپر چڑھ گیا۔ جب میں اس کی چوٹی پر پہنچ گیا تو میں نے وہ کنڈا پکڑ لیا۔ مجھ سے کہا گیا: اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ اسی دوران میں کہ کنڈا میرے ہاتھ میں تھا، میری آنکھ کھل گئی، چنانچہ میں نے یہ خواب نبی ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے یوں تعبیر فرمائی: ''وہ باغ تو دین اسلام ہے۔ اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے۔ اور کنڈا ''عروۂ وثقی'' ہے۔ اور تم اپنی موت تک اسلام پر قائم رہو گے۔'' یہ بزرگ عبداللہ بن سلام ؓ تھے۔

وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ: وَصِيفٌ، مَكَانَ: مِنْصَفٌ. [انظر: ٧٠١٠، ٧٠١٤]

ایک روایت میں لفظ [مِنْصَف] (خادم) کے بجائے [وَصِيفٌ] کا لفظ ہے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عبداللہ بن سلام ؓ جب خواب سے بیدار ہوئے تھے تو عروہ وثقی کو تھامے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کنڈا پکڑنے کے بعد اور اسے چھوڑنے سے پہلے بیدار ہو گئے، یعنی کنڈا پکڑنے اور بیدار ہونے میں کوئی فاصلہ واقع نہیں ہوا تھا یا بیدار ہونے کے بعد مٹھی بھرے ہوئے تھے جیسا کہ کوئی چیز پکڑے ہوئے ہیں۔ ② اس عروہ وثقی سے مراد ایمان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اب جو شخص طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے ایسے مضبوط حلقے کو تھام لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا۔''[1] ③ اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام ؓ کی فضیلت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم مرتے دم تک اسلام پر قائم رہو گے۔''[2] واللہ أعلم.

٣٨١٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ: أَلَا تَجِيءُ فَأُطْعِمَكَ سَوِيقًا وَتَمْرًا وَتَدْخُلَ فِي بَيْتٍ؟ ثُمَّ قَالَ: إِنَّكَ بِأَرْضٍ الرِّبَا بِهَا فَاشٍ، إِذَا كَانَ لَكَ عَلَى رَجُلٍ حَقٌّ فَأَهْدَى إِلَيْكَ حِمْلَ

[3814] ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں مدینہ طیبہ آیا تو عبداللہ بن سلام ؓ سے میری ملاقات ہوئی۔ انھوں نے فرمایا: کیا تم میرے گھر نہیں آتے؟ (آؤ) میں تمھیں ستو اور کھجور کھلاؤں گا۔ تم میرے گھر میں آؤ (جو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے بابرکت ہے)۔ پھر فرمایا: تم ایسی سرزمین میں رہتے ہو

[1] البقرة 2:256. [2] فتح الباري: 166/7.

تِبْنٍ، أَوْ حِمْلَ شَعِيرٍ، أَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَأْخُذْهُ فَإِنَّهُ رِبًا.

جہاں سود کا بہت رواج ہے۔ اگر تمھارا کسی شخص کے ذمے کوئی حق (قرض) ہو اور وہ تمھیں توڑی، جو یا چارہ وغیرہ ہدیہ بھیجے تو اسے مت قبول کرنا کیونکہ یہ سود ہے۔

وَلَمْ يَذْكُرِ النَّضْرُ وَأَبُو دَاوُدَ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ: اَلْبَيْتَ. [انظر: ۷۳٤۲]

نضر، ابوداود اور وہب نے شعبہ سے ''گھر'' کا لفظ ذکر نہیں کیا۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میرے ساتھ گھر چلو، میں تمھیں ایسے پیالے میں مشروب پیش کروں گا جس میں رسول اللہ ﷺ نے پانی پیا تھا اور ایسی مسجد میں نماز پڑھیں گے جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی، چنانچہ ابوبردہ گئے اور اس پیالے میں ستو پیے اور اس مسجد میں نماز پڑھی جو رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے سے بابرکت تھی۔[1] ② جب قرض لینے والا کسی کی شرط کے بغیر قرض خواہ کو کوئی چیز ہدیہ بھیجے تو اسے لینے میں اگرچہ کوئی حرج نہیں، تاہم تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بھی نہ لے۔ ③ اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں تشریف فرما ہوئے اور دوسری یہ کہ قرض خواہ کو ہدیہ وصول کرنے سے منع کیا، یہ تقویٰ اور ورع کی بات ہے۔ ④ ارض سے مراد سرزمین عراق ہے۔[2]

(٢٠) بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ ﷺ خَدِيجَةَ وَفَضْلِهَا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا

باب: 20- نبی ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اور ان کی فضیلت کا بیان

وضاحت: حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے جب رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا تو ان کی عمر چالیس برس تھی جبکہ رسول اللہ ﷺ پچیس برس کے تھے۔ چوبیس برس آپ کے ساتھ رہیں۔ ہجرت سے تین سال قبل انتقال فرمایا اور مقام حجون میں دفن ہوئیں...... رضی اللہ عنہا......

٣٨١٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللهِ ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ. وَحَدَّثَنِي صَدَقَةُ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

[3815] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''حضرت مریم اپنے دور کی عورتوں سے بہتر تھیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس امت میں سب سے افضل ہیں۔''

① صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: 7342. ② فتح الباري: 166/7.

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ». [راجع: ٣٤٣٢]

فوائد ومسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ آدمیوں میں باکمال تو بہت ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں عقل و دین کا کمال صرف مریم اور آسیہ ؑ کو ملا ہے۔[1] اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ مریم اور سیدہ آسیہ کا مقام برابر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدہ مریم سیدہ آسیہ سے افضل ہیں۔ ② جہاں تک سیدہ خدیجہ ؓ اور سیدہ مریم ؑ کی باہمی فضیلت کا معاملہ ہے تو اس میں راجح موقف یہ ہے کہ سیدہ خدیجہ ؓ اس امت کی عورتوں میں سے افضل ہیں اور سیدہ مریم ؑ اپنے دور کی عورتوں سے افضل ہیں۔[2]

٣٨١٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِّلنَّبِيِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ، هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي، لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا، وَأَمَرَهُ اللهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ، وَّإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ. [انظر: ٣٨١٧، ٣٨١٨، ٥٢٢٩، ٦٠٠٤، ٧٤٨٤]

[3816] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کی کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں کی، جس قدر غیرت میں نے حضرت خدیجہ ؓ پر کی، حالانکہ وہ، آپ ﷺ کے میرے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئی تھیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ میں آپ ﷺ کو (کثرت سے) ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے سنا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ انھیں موتی کے محل کی بشارت دے دیں۔ جب آپ بکری ذبح کرتے تو خدیجہ کی سہیلیوں کو اس سے اتنا ہدیہ بھیجتے جو ان کے لیے کافی ہو جاتا۔

٣٨١٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَّا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِيَّاهَا، قَالَتْ: وَتَزَوَّجَنِي بَعْدَهَا بِثَلَاثِ سِنِينَ وَأَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ، أَوْ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ. [راجع: ٣٨١٦]

[3817] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حضرت خدیجہ ؓ کا بکثرت ذکر کرنے کی وجہ سے کسی عورت پر اتنی غیرت نہیں کی جتنی حضرت خدیجہ ؓ پر کی۔ آپ ﷺ نے خدیجہ ؓ کی وفات کے تین سال بعد مجھ سے نکاح کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا یا حضرت جبریل ؑ کے ذریعے سے آپ کو پیغام دیا تھا کہ آپ انھیں جنت میں موتی سے تیار شدہ محل کی خوشخبری دے دیں۔

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3411. [2] فتح الباري: 169/7.

٣٨١٨ - حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا رَأَيْتُهَا، وَلٰكِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا إِلَّا خَدِيجَةُ، فَيَقُولُ: «إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ، وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ». [راجع: ٣٨١٦]

[3818] حضرت عائشہ ؓ سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کی کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں کی جس قدر حضرت خدیجہ ؓ پر کی، حالانکہ میں نے ان کو دیکھا تک نہیں مگر وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ ان کا بکثرت ذکر کرتے رہتے تھے۔ اور جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے ٹکڑے کاٹ کر حضرت خدیجہ ؓ کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے۔ جب کبھی میں آپ سے کہتی کہ گویا دنیا میں کوئی عورت خدیجہ ؓ کے سوا تھی ہی نہیں تو آپ فرماتے: ”وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور میری اولاد بھی انھی کے بطن سے ہوئی ہے۔“

فوائد و مسائل: ① غیرت کے معنی یہ ہیں کہ بیوی اپنے خاوند کے متعلق یہ گمان کرے کہ اس کا خاوند اپنی کسی دوسری بیوی سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ ② حضرت عائشہ ؓ سیدہ خدیجہ ؓ کی بابت غیرت کیا کرتی تھیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ انھیں بکثرت یاد کرتے رہتے تھے۔ حدیث میں وکانت وکانت کے تکرار سے حقیقتاً تثنیہ مراد نہیں بلکہ اس کے ہر تکرار سے حضرت خدیجہ ؓ کے خصائل وفضائل مراد ہیں، یعنی وہ فاضلہ تھیں، عاقلہ تھیں، خدمت گزار تھیں اور فرض شناس تھیں وغیرہ، نیز رسول اللہ ﷺ ان کی مدح و تعریف کرتے رہتے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرتے رہتے۔ یہ وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے سیدہ عائشہ ؓ غیرت کیا کرتی تھیں۔ ③ بعض کے پوچھنے پر رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ حضرت خدیجہ ؓ مجھ پر ایمان لائیں جبکہ لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا۔ انھوں نے میری تصدیق کی جبکہ لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ انھوں نے مال کے ذریعے سے میری مدد کی جبکہ لوگوں نے مجھے محروم کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے مجھ اولاد دی جبکہ دوسری بیویوں سے میری کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ واضح رہے کہ حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ، عبداللہ اور قاسم ؓ حضرت خدیجہ ؓ ہی کے بطن اطہر سے تھے، صرف آپ کے لخت جگر ابراہیم آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ ؓ سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہ ؓ واحد عورت ہیں کہ جب وہ ایمان لائیں تو اس وقت ساری زمین میں ان کے گھر کے علاوہ کوئی بیت اسلام نہ تھا۔ حدیث میں ہے: ”انھیں جنت میں موتیوں کا گھر دیا جائے گا۔“ یہ بھی باب مشاکلت سے ہے، یعنی فعل کی جزا اسی قسم کے فعل سے دی جائے اگرچہ وہ کتنی ہی اشرف و اعلیٰ ہو۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ کے ہاں اس خاتون اول کا بہت احترام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔[1]

٣٨١٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ

[3819] حضرت اسماعیل بن ابوخالد سے روایت ہے،

① فتح الباري: 7/172.

إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: بَشَّرَ النَّبِيُّ ﷺ خَدِيجَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ. [راجع: ١٧٩٢]

انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے سیدہ خدیجہ ؓ کو خوشخبری دی تھی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں، جنت میں ایسے محل کی بشارت دی تھی جو ایک موتی سے بنا ہوگا، جس میں کوئی شور وغل اور کسی قسم کی مشقت نہ ہوگی۔

فائدہ: جنت کے محل کی دو صفات بیان کی گئی ہیں کہ اس میں شور وغل اور تھکاوٹ وغیرہ نہیں ہوگی۔ ان دو صفات کی مناسبت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت خدیجہ ؓ کو اسلام کی دعوت دی تو وہ نہایت خوش دلی اور شرح صدر سے مسلمان ہوئیں، شور وغوغا اور جھگڑے وغیرہ کی نوبت نہیں آئی اور نہ اس میں انھیں کسی قسم کی کوفت ہی اٹھانا پڑی بلکہ آپ کے ایمان لانے سے رسول اللہ ﷺ کو بہت سکون میسر آیا اور شریک حیات نے آپ سے ہر قسم کا تعاون کیا۔[1]

٣٨٢٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّي، وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَّا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ». [انظر: ٧٤٩٧]

[3820] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت جبریل ؑ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اللہ کے رسول! یہ حضرت خدیجہ ؓ تشریف لا رہی ہیں۔ ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن یا کھانا یا کوئی مشروب ہے۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں تو ان کے رب کی طرف سے انھیں سلام کہیں، نیز میری طرف سے بھی۔ اور انھیں جنت میں موتی کے ایسے محل کی بشارت سنائیں جس میں کوئی شور وغوغا اور مشقت و تھکاوٹ نہ ہوگی۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت خدیجہ ؓ کو رسول اللہ ﷺ نے پروردگار کا سلام پہنچایا تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تو سراپا سلامتی ہے، اس لیے حضرت جبرئیل پر سلام اور اے اللہ کے رسول! آپ پر بھی سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔[2] ایک روایت میں ہے: شیطان مردود کے علاوہ جو بھی سنے اس پر بھی سلامتی ہو۔[3] حضرت خدیجہ ؓ کو اللہ تعالیٰ نے فہم و بصیرت عطا کی تھی۔ انھوں نے اللہ کی طرف سے سلام کے جواب میں عَلَيْهِ السَّلَامُ نہیں کہا کیونکہ وہ تو خود سلام ہے، البتہ مخلوق کے سلام کا جواب دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے شیطان مردود کو مستثنیٰ کیا کیونکہ وہ سلام و دعا کا حق دار ہی نہیں۔ ② حضرت جبریل ؑ نے اللہ تعالیٰ کا سلام رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے پہنچایا، براہ راست انھیں سلام نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے احترام کا یہی تقاضا تھا لیکن حضرت جبرئیل ؑ نے حضرت مریم ؑ کو سلام کہا ہے تو براہ راست ان سے

[1] فتح الباري: 174/7. [2] السنن الكبرى للنسائي: 94/5. [3] عمل اليوم والليلة لابن السني، رقم: 239.

خطاب کیا ہے کیونکہ ان کا کوئی محرم نہیں تھا جس کی وساطت سے سلام کہا جاتا۔[1]

٣٨٢١ - وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: اسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيجَةَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ، فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ هَالَةَ»، قَالَتْ: فَغِرْتُ فَقُلْتُ: مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوزٍ مِّنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ، حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ! قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ خَيْرًا مِّنْهَا.

[3821] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت ہالہ بنت خویلد ؓ نے، جو حضرت خدیجہ ؓ کی ہمشیر تھیں، رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ کو حضرت خدیجہ ؓ کا اجازت مانگنا یاد آ گیا۔ آپ اچانک تھرتھرانے لگے اور فرمایا: ''اے اللہ! یہ تو ہالہ ہیں۔'' حضرت عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا: آپ قریش کی ایک بوڑھی کو یاد کرتے ہیں جس کے (دانت گر کر) صرف سرخ سرخ مسوڑھے رہ گئے تھے۔ عرصۂ دراز ہوا وہ بھی فوت ہو چکی ہے اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیوی عنایت فرما دی ہے۔

فوائد و مسائل: ① متعدد بیویوں کا ایک دوسری پر غیرت کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ان کی فطرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں فرمائی۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہ ؓ سے بہت محبت تھی اور گزشتہ عہد محبت کو یاد کر کے ان کی حیات و ممات میں رفاقت کی حرمت کا خیال رکھتے تھے۔ ایک روایت میں ہے حضرت عائشہ ؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی عمر والی کے عوض آپ کو ایک نوخیز لڑکی عطا کر دی ہے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ خفا ہوئے تو حضرت عائشہ ؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میں آئندہ حضرت خدیجہ ؓ کا ذکر بھلائی سے کروں گی۔[2] ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا بدل نہیں دیا کیونکہ وہ اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میری نبوت کا انکار کیا تھا۔''[3]

(٢١) بَابُ ذِكْرِ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 21- جریر بن عبداللہ البجلی ؓ کا ذکر خیر

وضاحت: حضرت جریر بن عبداللہ ؓ اپنی قوم کے سردار تھے۔ نہایت ہی خوش طبع، دراز قد، خوبصورت نوجوان اور مخلص مسلمان تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: ''فرشتے نے ان کے چہرے پر مس کیا ہے۔''[4] حضرت عمر ؓ نے کہا: جریر ؓ اس امت کے یوسف ہیں۔ آپ نے ذوالحجہ 51 ہجری بمطابق دسمبر 671ء میں وفات پائی۔[5]

---

① فتح الباري: 174/7. ② المعجم الكبير للطبراني: 14/7، 15. ③ مسند أحمد: 118/6، وفتح الباري: 176/7. ④ مسند أحمد: 359/4، 360. ⑤ عمدة القاري: 535/11.

٣٨٢٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ بَيَانٍ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلَا رَآنِي إِلَّا ضَحِكَ. [راجع: ٣٠٣٥]

[3822] حضرت جریر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں مجھے رسول اللہ ﷺ نے کبھی نہیں روکا اور جب بھی آپ مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں موجود ہوتے اور میں اندر آنے کی اجازت لیتا تو آپ نے مجھے کبھی نہیں روکا، یہ معنی نہیں کہ آپ بلا اجازت گھر کے اندر چلے جاتے تھے، نیز رسول اللہ ﷺ بھی انھیں دیکھتے تو مسکرا دیتے۔ ایک روایت میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں یمن سے مدینہ طیبہ آیا تو قریب پہنچ کر میں نے اپنا لباس تبدیل کیا تو لوگ مجھے تعجب سے دیکھنے لگے۔ میں نے ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے میرا ذکر خیر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا ہے: ''ابھی ابھی تمھارے پاس یمن سے ایک بہترین آدمی آ رہا ہے، جس کے چہرے کو فرشتے نے مس کیا ہے، یعنی وہ انتہائی خوبصورت ہے۔''[1]

٣٨٢٣ - وَعَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بَيْتٌ يُقَالُ لَهُ: ذُو الْخَلَصَةِ، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ: الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ أَوِ الْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلْ أَنْتَ مُرِيحِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ؟» قَالَ: فَنَفَرْتُ إِلَيْهِ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِّنْ أَحْمَسَ، قَالَ: فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَّجَدْنَا عِنْدَهُ، فَأَتَيْنَاهُ فَأَخْبَرْنَاهُ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ. [راجع: ٣٠٢٠]

[3823] حضرت جریر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت میں ذوالخلصہ نامی ایک بت کدہ تھا، جسے الکعبۃ الیمانیہ یا الکعبۃ الشامیہ بھی کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا تم ذوالخلصہ کی طرف سے مجھے آرام پہنچا سکتے ہو؟'' حضرت جریر ؓ نے کہا کہ میں قبیلۂ احمس سے ایک سو پچاس سواروں کو لے کر وہاں گیا اور ہم نے اسے زمین بوس کر دیا، نیز جسے وہاں پایا اسے قتل کر دیا۔ پھر ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات بیان کیے تو آپ نے ہمارے لیے اور قبیلۂ احمس کے لیے دعا فرمائی۔

فوائد ومسائل: ① یمن میں خثعم قبیلے کا یہ بت کدہ ذوالخلصہ کے نام سے مشہور تھا اور مخالفین اسلام نے اسے اپنی منفی سرگرمیوں کے لیے مرکز کی حیثیت دے رکھی تھی، اس لیے اسے ختم کرنا بہت ضروری تھا۔ ② حضرت جریر بن عبداللہ ؓ بہت ہی بہادر انسان تھے، دل میں توحید کا جذبہ موجزن تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی منشا پا کر انھوں نے قبیلۂ احمس کے سرداروں کو ساتھ لے کر اسے زمین بوس کر دیا۔ رسول اللہ نے ان کے لیے ڈھیروں دعائیں کیں۔ ③ حضرت جریر ؓ کہتے ہیں کہ میں گھوڑے پر نہیں

[1] مسند أحمد: 4/359، 360.

بیٹھ سکتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دعا فرمائی: ''اے اللہ! اسے ثابت قدم کر دے، اسے ہدایت یافتہ اور دوسروں کو ہدایت دینے والا بنا دے۔'' اس واقعے کی مزید تفصیل حدیث: 3020 میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(۲۲) بَابُ ذِكْرِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ الْعَبْسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 22- حذیفہ بن یمان عبسی ؓ کا ذکر خیر

وضاحت: حضرت حذیفہ بن یمان ؓ، رسول اللہ ﷺ کے رازدان تھے۔ منافقین کے متعلق انھیں پوری پوری معلومات تھیں۔ ان کے والد حضرت یمان حسل بن جابر ؓ بھی مسلمان تھے۔ غلط فہمی میں غزوۂ احد میں مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے جس کا حضرت حذیفہ ؓ کو بہت افسوس ہوا۔ حضرت عمر ؓ نے انھیں مدائن کا حاکم بنایا۔ انھوں نے 35 ہجری بمطابق 656ء میں وفات پائی۔

٣٨٢٤ - حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ هَزِيمَةً بَيِّنَةً فَصَاحَ إِبْلِيسُ: أَيْ عِبَادَ اللهِ! أُخْرَاكُمْ، فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ عَلَى أُخْرَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ مَعَ أُخْرَاهُمْ، فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ فَنَادَى: أَيْ عِبَادَ اللهِ! أَبِي أَبِي، فَقَالَتْ: فَوَاللهِ مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: غَفَرَ اللهُ لَكُمْ.

قَالَ أَبِي: فَوَاللهِ مَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ مِنْهَا بَقِيَّةُ خَيْرٍ، حَتَّى لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ. [راجع: ٣٢٩٠]

[3824] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب غزوۂ احد میں مشرکین شکست خوردہ ہو کر بھاگنے لگے تو ابلیس نے چلا کر کہا: اللہ کے بندو! اپنے پیچھے والوں کو قتل کرو۔ آگے والے مسلمان پیچھے والے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ اس دوران میں حضرت حذیفہ ؓ نے اپنے والد گرامی کو دیکھا (کہ مسلمان انھیں قتل کر رہے ہیں) تو بہ آواز بلند کہا: اللہ کے بندو! یہ میرے والد گرامی ہیں۔ یہ میرے باپ ہیں۔ لیکن لوگ نہ رُکے حتی کہ انھوں نے ان کو قتل کر دیا۔ حضرت حذیفہ ؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھیں معاف فرمائے۔

ہشام کے والد عروہ نے کہا: اللہ کی قسم! اس کے باعث ہمیشہ دعا کرتے رہتے حتی کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

فوائد و مسائل: ① ممکن ہے کہ ابلیس نے مشرکین کو آواز دے کر کہا ہو کہ تم اپنے پچھلے لوگوں پر حملہ کرو جو مسلمان ہیں، لیکن اس سے مسلمان غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ چونکہ وہ شدت کی لڑائی تھی اور اس میں غلطی سے حضرت حذیفہ ؓ کے والد محترم حضرت یمان ؓ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے، جنھوں نے اسے قتل کیا تھا وہ عقبہ بن مسعود ؓ تھے، حضرت حذیفہ ؓ نے انھیں معاف کر دیا اور ان کے قاتل کے لیے ہمیشہ دعا اور استغفار کرتے رہے۔ ② اس حدیث سے حضرت حذیفہ ؓ کے صبر و

استقلال اور ان کی فہم وفراست کا پتہ چلتا ہے۔ ③ غلط فہمی سے انسان کیا سے کیا کر بیٹھتا ہے، اس لیے حکم ہے کہ ہر سنی سنائی بات کا یقین نہ کرو جب تک اس کی تحقیق نہ کرلو۔

(٢٣) بَابُ ذِكْرِ هِنْدٍ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

باب: 23- ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر

وضاحت: حضرت ہند بنت عتبہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ یہ اپنے شوہر کے ہمراہ غزوۂ احد میں موجود تھیں۔ انھوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کی رغبت دلائی تھی کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن ان کے چچا شیبہ کو قتل کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فوت ہوئیں۔

٣٨٢٥ - وَقَالَ عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ؛ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، قَالَ: «وَأَيْضًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ» قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِّسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ، مِنَ الَّذِي لَهُ، عِيَالَنَا؟ قَالَ: «لَا أُرَاهُ إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ».

[راجع: ٢٢١١]

[3825] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) حاضر ہوئی اور کہا: اللہ کے رسول! روئے زمین پر کسی خاندان کی ذلت مجھے آپ کے گھرانے کی ذلت سے زیادہ محبوب نہ تھی اور اب حال یہ ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا گھرانہ نہیں جو مجھے آپ کے گھرانے سے زیادہ محبوب ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ محبت اور زیادہ ہوگی۔'' ہند رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول! ابوسفیان بہت کنجوس آدمی ہیں۔ کیا مجھ پر گناہ تو نہیں اگر میں ان کے مال سے بلا اجازت اپنے بچوں کو کچھ کھلاؤں؟ آپ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے عام رواج کے مطابق کھلانے میں کوئی حرج نہیں۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت ہند رضی اللہ عنہا بڑی عقلمند اور صاحب فراست خاتون تھیں۔ اس انداز گفتگو میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی بزرگی اور خاندانی وجاہت کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیری محبت میں مزید اضافہ ہوگا اور میرے متعلق جو غیظ وغضب ہے اس میں مزید کمی آئے گی۔'' ② مقصد یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں حضرت ہند رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھرانے سے انتہائی نفرت تھی لیکن اسلام کی بدولت یہ نفرت وعداوت، محبت میں بدل گئی۔ اب کیفیت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھرانے سے زیادہ کوئی گھر محبوب نہیں۔ اسلام کی بدولت طبیعت میں انقلاب آ گیا۔

(٢٤) بَابُ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

باب:24- زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ

وضاحت: زید بن عمرو بن نفیل، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زاد اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے باپ ہیں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ زید، توحید کے طالب تھے۔ بتوں کی پوجا سے اظہارِ بے زاری کرتے اور شرک سے بھی الگ تھلگ رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ یہ اس وقت فوت ہوئے جب قریش بیت اللہ کی تعمیر نو کر رہے تھے۔ بعض مؤلفین نے انھیں صحابہ میں شمار کیا لیکن یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ ان پر صحابی کی تعریف صادق نہیں آتی۔ واللہ أعلم.

٣٨٢٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلِ بَلْدَحٍ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْوَحْيُ، فَقُدِّمَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سُفْرَةٌ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا، ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ: إِنِّي لَسْتُ آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ، وَلَا آكُلُ إِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ، فَإِنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يَعِيبُ عَلَى قُرَيْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَيَقُولُ: الشَّاةُ خَلَقَهَا اللهُ وَأَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ، وَأَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْأَرْضِ، ثُمَّ تَذْبَحُونَهَا عَلَى غَيْرِ اسْمِ اللهِ؟ إِنْكَارًا لِذٰلِكَ وَإِعْظَامًا لَهُ. [انظر: ٥٤٩٩].

[3826] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دفعہ زید بن عمرو بن نفیل سے بلدح کے دامن میں ملے۔ نبی ﷺ پر ابھی نزول وحی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ (وہاں) نبی ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے اسے تناول فرمانے سے صاف انکار کر دیا۔ پھر زید بن عمرو نے بھی کہا: میں وہ چیز نہیں کھاتا جو تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ میں تو صرف وہی چیز کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، نیز جناب زید بن عمرو قریش کے ذبیحہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے تھے کہ بکری کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اس نے اس کے لیے آسمان سے پانی اتارا، اور اپنی زمین میں اس کے لیے گھاس پیدا کی، پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو؟ آپ ان مشرکین کے کام پر اعتراض کرتے اور اسے بڑا گناہ سمجھتے تھے۔

فائدہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل صحیح دین کی تلاش میں شام گئے۔ ورقہ بن نوفل وہاں جا کر عیسائی ہو گیا لیکن زید نے عیسائیت اختیار کرنے سے انکار کر دیا، پھر وہ موصل آئے تو وہاں بھی ایک پادری نے انھیں عیسائی بننے کے لیے کہا تو انھوں نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا۔[1]

٣٨٢٧ - قَالَ مُوسَى: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا تَحَدَّثَ بِهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ

[3827] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل شام کی طرف گئے اور وہ دین حق کی

[1] فتح الباري: 181/7.

زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ، يَسْأَلُ عَنِ الدِّينِ وَيَتْبَعُهُ، فَلَقِيَ عَالِمًا مِّنَ الْيَهُودِ، فَسَأَلَهُ عَنْ دِينِهِمْ، فَقَالَ: إِنِّي لَعَلِّي أَنْ أَدِينَ دِينَكُمْ فَأَخْبِرْنِي، فَقَالَ: لَا تَكُونُ عَلٰى دِينِنَا، حَتّٰى تَأْخُذَ بِنَصِيبِكَ مِنْ غَضَبِ اللهِ، قَالَ زَيْدٌ: مَا أَفِرُّ إِلَّا مِنْ غَضَبِ اللهِ، وَلَا أَحْمِلُ مِنْ غَضَبِ اللهِ شَيْئًا أَبَدًا وَّأَنَا أَسْتَطِيعُهُ، فَهَلْ تَدُلُّنِي عَلٰى غَيْرِهِ؟ قَالَ: مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنْ يَّكُونَ حَنِيفًا، قَالَ زَيْدٌ: وَمَا الْحَنِيفُ؟ قَالَ: دِينُ إِبْرَاهِيمَ، لَمْ يَكُنْ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ إِلَّا اللهَ، فَخَرَجَ زَيْدٌ فَلَقِيَ عَالِمًا مِّنَ النَّصَارٰى، فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَقَالَ: لَنْ تَكُونَ عَلٰى دِينِنَا حَتّٰى تَأْخُذَ بِنَصِيبِكَ مِنْ لَّعْنَةِ اللهِ، قَالَ: مَا أَفِرُّ إِلَّا مِنْ لَّعْنَةِ اللهِ، وَلَا أَحْمِلُ مِنْ لَّعْنَةِ اللهِ وَلَا مِنْ غَضَبِهِ شَيْئًا أَبَدًا وَّأَنَا أَسْتَطِيعُ، فَهَلْ تَدُلُّنِي عَلٰى غَيْرِهِ؟ قَالَ: مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنْ يَّكُونَ حَنِيفًا، قَالَ: وَمَا الْحَنِيفُ؟ قَالَ: دِينُ إِبْرَاهِيمَ، لَمْ يَكُنْ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ إِلَّا اللهَ، فَلَمَّا رَأٰى زَيْدٌ قَوْلَهُمْ فِي إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ، فَلَمَّا بَرَزَ رَفَعَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي عَلٰى دِينِ إِبْرَاهِيمَ.

تلاش میں تھے کہ وہ اسے عمل میں لائیں۔ اس سلسلے میں وہ ایک یہودی عالم سے ملے اور اس سے دین یہود کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ شاید میں تمھارا دین اختیار کرلوں، لہٰذا مجھے اپنا دین بتاؤ۔ یہودی عالم نے کہا: تم ہمارے دین کو نہیں اختیار کر سکتے حتی کہ اللہ کے غضب کا کچھ حصہ لو۔ زید نے کہا: میں اللہ کے غضب ہی سے بھاگا ہوا ہوں اور میں کبھی بھی غضب الٰہی سے کچھ نہیں برداشت کرسکتا اور نہ مجھ میں اس کی طاقت ہی ہے۔ کیا مجھے کسی اور دین کا بتا سکتے ہو؟ اس نے کہا: میں دین حنیف کے علاوہ اور کوئی مذہب نہیں جانتا۔ زید نے کہا: دین حنیف کیا ہے؟ اس نے کہا: دین ابراہیم ہی حنیف ہے۔ وہ یہودی یا نصرانی نہیں تھے۔ وہ صرف ایک اللہ ایک کی عبادت کرتے تھے۔ یہ سن کر زید وہاں سے روانہ ہوئے تو ایک نصرانی عالم سے ملاقات کی اور اس سے بھی اسی طرح ذکر کیا۔ نصرانی نے کہا: تم ہمارے دین پر نہیں رہ سکتے حتی کہ اللہ کی لعنت سے کچھ حصہ لو۔ زید نے کہا: میں اللہ کی لعنت سے دور بھاگا ہوں۔ میں اسے برداشت نہیں کرسکتا اور نہ اس کے غضب ہی سے کچھ لے سکتا ہوں اور نہ مجھ میں اس کی طاقت ہی ہے۔ کیا مجھے کسی اور مذہب کی رہنمائی کر سکتے ہو؟ نصرانی نے کہا: میں دین حنیف کے علاوہ کوئی مذہب نہیں جانتا (جو تمھارے مناسب ہو)۔ زید نے پوچھا: دین حنیف کیا ہے؟ نصرانی نے کہا: وہ دین ابراہیم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی نہ تھے، وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ جب زید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ان کی گفتگو سنی تو وہاں سے روانہ ہوئے اور جنگل میں پہنچے، وہاں اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔

فائدہ: عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ مجھے زید بن عمرو نے کہا: میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابراہیم اور

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کو اختیار کر لیا ہے۔ وہ دونوں اس قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور میں حضرت اسماعیل کی اولاد سے ''آخر الزمان'' نبی کا انتظار کر رہا ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ میں انھیں نہیں پا سکوں گا اور میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں، شہادت دیتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ اگر تمھاری زندگی لمبی ہوئی تو آپ کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اس کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا: میں اسے جنت میں دامن گھسیٹتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔[1]

٣٨٢٨ - وَقَالَ اللَّيْثُ: كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ يَقُولُ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! وَاللهِ مَا مِنْكُمْ عَلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ غَيْرِي، وَكَانَ يُحْيِي الْمَوْءُودَةَ، يَقُولُ لِلرَّجُلِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْتُلَ ابْنَتَهُ: لَا تَقْتُلْهَا، أَنَا أَكْفِيكَ مَؤُنَتَهَا، فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا تَرَعْرَعَتْ قَالَ لِأَبِيهَا: إِنْ شِئْتَ دَفَعْتُهَا إِلَيْكَ، وَإِنْ شِئْتَ كَفَيْتُكَ مَؤُنَتَهَا.

[3828] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ مکرمہ سے اپنی پشت لگائے کھڑے دیکھا، وہ کہتے تھے: اے قریش کے لوگو! اللہ کی قسم! میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرتے تھے۔ جب کوئی شخص اپنی لڑکی کو قتل کرنا چاہتا تو اسے کہتے: اسے قتل نہ کر میں اس کا کفیل ہوں اور اس کا تمام خرچہ برداشت کرتا ہوں اور اسے لے لیتے۔ پھر جب وہ جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے: اگر تو چاہتا ہے تو میں اسے تیرے حوالے کر دیتا ہوں اور اگر تو چاہتا ہے تو میں (اس کے نکاح پر اٹھنے والا) خرچہ برداشت کرتا ہوں۔

فوائد و مسائل: ① وہ قریش کو ڈانٹتے تھے کہ ملت ابراہیمی کا دعویٰ کرتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ شرک میں مبتلا ہو۔ ② یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انھیں دین ابراہیم کہاں سے ملا۔ بہر حال وہ بت پرستی سے بیزار تھے اور دین ابراہیم کی حقانیت کا اعتقاد رکھتے تھے، اس لیے دین ابراہیم کی طرف خود کو منسوب کیا۔ ③ عرب میں مصنوعی غیرت اور بھوک کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ قرآن کریم نے اس رسم بد کا بڑی سختی سے نوٹس لیا ہے۔ حضرت زید بن عمرو بن نفیل نے اس رسم کے خلاف تحریک چلائی کہ تم لوگ مفلسی کے موہوم اندیشے سے لڑکیوں کو قتل کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کو رازق نہیں مانتے ہو۔ وہ ایسی لڑکیوں کی خود کفالت کرتے۔ جب وہ جوان ہو جاتیں تو ان کے والدین کے حوالے کر دیتے یا ان کی اجازت سے ان کی شادی کا بندوبست کرتے تھے۔ ④ بہر حال زید بن عمرو بن نفیل دین ابراہیم کے علمبردار تھے۔ انھیں بتوں سے سخت نفرت تھی۔ عربوں کی رسومات بد کا بھی سختی سے انکار کرتے تھے۔ واللہ أعلم.

[1] أخبار مكة للفاكهي: 205/6، وفتح الباري: 181/7.

(٢٥) بَابُ بُنْيَانِ الْكَعْبَةِ

باب:25-تعمیر کعبہ کا بیان

وضاحت: اس عنوان سے مراد وہ تعمیر ہے جو قریش نے کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش نے بیت اللہ کو تعمیر کیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر پچیس برس تھی۔ جب حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو انھوں نے جھگڑا کیا کہ اسے کون نصب کرے؟ بالآخر فیصلہ ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے ادھر آئے اس کا فیصلہ قابل قبول ہو گا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے آئے اور انھوں نے فیصلہ دیا کہ ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود رکھ دیں، پھر اسے ہر قبیلے کا ایک شخص اٹھائے، چنانچہ اسے اٹھایا گیا۔ جب اس مقام پر آئے جہاں نصب کیا جانا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے نصب کر دیا۔[1]

٣٨٢٩ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ، فَقَالَ عَبَّاسٌ لِّلنَّبِيِّ ﷺ: اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ يَقِكَ مِنَ الْحِجَارَةِ، فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ، وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: «إِزَارِي إِزَارِي»، فَشَدَّ عَلَيْهِ إِزَارَهُ. [راجع: ٣٦٤]

[3829] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو نبی ﷺ اور حضرت عباس ؓ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ حضرت عباس ؓ نے نبی ﷺ سے کہا: آپ اپنا تہبند اتار کر کندھے پر رکھ لیں جو آپ کو پتھروں کی رگڑ سے محفوظ رکھے گا۔ جب آپ نے ایسا کیا تو زمین پر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان سے لگ گئیں۔ پھر جب ہوش آیا تو (اپنے چچا عباس سے) فرمایا: ”میرا تہبند دو، میرا تہبند دو“ چنانچہ انھوں نے وہ تہبند آپ کو مضبوط باندھ دیا۔

فوائد ومسائل: ① ابوطفیل کی روایت میں ہے کہ تہبند اتارنے سے جب رسول اللہ ﷺ کا ستر کھل گیا تو آواز آئی: اے محمد! اپنے ستر کو چھپاؤ۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد آپ کو ننگا نہیں دیکھا گیا۔[2] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نبوت سے پہلے بھی قبائح و رذائل سے محفوظ تھے اور اسی طرح نبوت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی قباحت و رذالت سے محفوظ رکھا۔[3]

٣٨٣٠ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَّعُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ قَالَا: لَمْ يَكُنْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ حَوْلَ الْبَيْتِ حَائِطٌ، كَانُوا يُصَلُّونَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَتَّى كَانَ

[3830] حضرت عمرو بن دینار اور عبیداللہ بن ابویزید سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں بیت اللہ کے اردگرد کوئی دیوار نہیں تھی۔ لوگ بیت اللہ کے اردگرد نماز پڑھتے تھے۔ جب حضرت عمر ؓ کا دور آیا تو

---

[1] فتح الباري: 185/7. [2] فتح الباري: 185/7، وأخبار مكة للأزرقي: 194/1. [3] عمدة القاري: 543/11.

عُمَرُ، فَبَنَى حَوْلَهُ حَائِطًا.

انھوں نے اس کے اردگرد دیوار تعمیر کرا دی۔

قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: جَدْرُهُ قَصِيرٌ، فَبَنَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ.

عبیداللہ (راوی) نے کہا کہ اس کی چار دیواری چھوٹی تھی تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے بنا کر اونچا کر دیا۔

فائدہ: بیت اللہ کے اردگرد دیوار نہ تھی بلکہ لوگوں کے گھر تھے، صرف مطاف کی جگہ خالی تھی جہاں لوگ نمازیں پڑھتے اور طواف کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مطاف کے اردگرد ایک دیوار بنا دی تاکہ بچوں اور جانوروں سے محفوظ ہو جائے۔ وہ دیوار بھی تقریباً ایک گز اونچی تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے سارے بیت اللہ کو گرا دیا اور اسے از سر نو تعمیر کیا۔ انھوں نے حطیم کو کعبے سے ملا دیا اور دروازے سطح زمین پر بنائے۔ ایک دروازہ داخل ہونے کے لیے اور دوسرا باہر جانے کے لیے رکھا۔ حجاج بن یوسف نے اسے گرا کر پھر اسی طرح کر دیا جس طرح پہلے تھا۔ اب بیت اللہ کی تعمیر حجاج بن یوسف کی بنیادوں پر ہے۔ دور حاضر میں سعودی حکومت نے مسجد حرام کی توسیع و تعمیر میں بیش بہا اور گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول فرمائے اور تا دیر اس حکومت کو قائم و دائم رکھے۔ آمین یا رب العالمین.

(٢٦) بَابُ أَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ

باب: 26- زمانۂ جاہلیت کا بیان

وضاحت: اسلام سے پہلے کا زمانہ جاہلیت کا زمانہ تھا جس میں کوئی اخلاقی اور شرعی قانون نہ تھا۔ ہمارے رجحان کے مطابق جاہلیت کی تحدید وقت سے نہیں بلکہ قانون وضابطے کے اعتبار سے ہونی چاہیے، یعنی طرز زندگی کا ہر وہ اقدام جاہلیت ہے جو اللہ سے بغاوت پر مبنی ہو۔ اگر اس کا تعلق اسلام سے پہلے وقت کے ساتھ ہے تو اسے جاہلیت قدیم کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس سلسلے میں چار مقامات پر اس لفظ کو استعمال کیا ہے: (ا) ﴿ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ﴾[1] (ب) ﴿حُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾[2] (ج) ﴿تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾[3] (د) ﴿حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾[4] اگر جاہلیت کا تعلق اسلام کے بعد سے ہے تو اسے جاہلیت جدیدہ کہا جاتا ہے جیسا کہ آج کل روشن خیالی کی آڑ میں اندھیر نگری مچی ہوئی ہے۔ عہد جاہلیت اس زمانے کو بھی کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے سے پہلے گزرا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس مقام پر زمانۂ جاہلیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے لے کر آپ کی بعثت تک کا زمانہ ہے۔[5]

٣٨٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى: قَالَ هِشَامٌ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ عَاشُورَاءُ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ

[3831] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ عاشوراء کے روز زمانۂ جاہلیت میں قریش روزہ رکھتے تھے۔ نبی ﷺ نے بھی اس دن روزہ رکھنے کا اہتمام فرمایا۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، لیکن جب

---

[1] آل عمران 3:154. [2] المآئدة 5:50. [3] الأحزاب 33:33. [4] الفتح 48:26. [5] فتح الباري: 7/188.

كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَا يَصُومُهُ.

[راجع: ١٥٩٢]

رمضان کا روزہ فرض ہوا تو جو چاہتا عاشوراء کا روزہ رکھتا، جو چاہتا نہ رکھتا۔

فائدہ: دور جاہلیت میں جنگل کا قانون ہونے کے باوجود کچھ اچھے کام بھی ہوتے تھے جنھیں اسلام نے نہ صرف برقرار رکھا بلکہ ان کی تحسین فرمائی ہے، انھی میں سے ایک عاشوراء کے دن کا روزہ ہے۔ عاشوراء دسویں محرم کو کہتے ہیں۔ دور جاہلیت میں اسے بڑے احترام سے دیکھا جاتا تھا۔ قریش اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں زبردست قحط پڑا، جب وہ ختم ہوا تو انھیں کسی نے بتایا کہ تم شکر کے طور پر عاشوراء کا روزہ رکھو، چنانچہ انھوں نے اس دن کا روزہ رکھنا شروع کر دیا جسے اسلام نے بھی برقرار رکھا۔ اس کی فضیلت اس قدر ہے کہ اس کے اہتمام سے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے معمولی سی ترمیم کی ہے کہ عاشوراء کے ساتھ ایک دن پہلے، یعنی نو تاریخ کا بھی روزہ رکھا جائے تاکہ مذہبی شعار میں اہل کتاب کی مخالفت ہو جائے۔[1] واللہ أعلم.

٣٨٣٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنَ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ، وَكَانُوا يُسَمُّونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرَ وَيَقُولُونَ: إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ، وَعَفَا الْأَثَرْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ، قَالَ: فَقَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ رَابِعَةً مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ، وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ: «الْحِلُّ كُلُّهُ».

[راجع: ١٠٨٥]

[3832] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین پر بہت بڑا گناہ ہے۔ اور وہ محرم کو صفر کہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جب اونٹ کی پشت کا زخم اچھا ہو جائے اور اس کا نشان جاتا رہے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام ؓ نے چار (4) ذوالحجہ کو احرام باندھا اور نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اسے عمرہ کے احرام میں بدل لیں تو انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کون کون سی چیز ہمارے لیے حلال ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: ''ہر چیز حلال ہوگئی۔''

فوائد و مسائل: ① حج کے احرام کے لیے مقررہ مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے نو دن ہیں۔ ان کے علاوہ دنوں میں عمرے کا احرام تو باندھا جا سکتا ہے لیکن حج کا احرام نہیں باندھا جا سکتا۔ ② دور جاہلیت میں لوگ حج کے مہینوں میں عمرے کا احرام باندھنا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس رسم بد کو ختم کرنے کے لیے ان دنوں میں حج کے احرام کو عمرے کے احرام میں تبدیل کرنے کا حکم دیا۔ ③ اہل جاہلیت کا طریقہ تھا کہ دوران حج میں استعمال ہونے والے اونٹوں کے زخم اچھے ہو جائیں تو پھر عمرہ کرنا چاہیے اور ان زخموں کے نشانات ماہ صفر گزر جانے کے بعد مٹتے تھے، اس سے پہلے پہلے وہ عمرہ کرنے کو جائز

[1] فتح الباري: 188/7.

نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے لیے مہینوں میں تقدیم و تاخیر بھی کرتے رہتے تھے۔ اس ناروا زیادتی کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ ہدایت فرمائی۔ عمرے سے فراغت کے بعد فرمایا: احرام کے باعث جو چیزیں تم پر حرام ہوئی تھیں وہ سب حلال ہیں۔ مشرکین کی تردید کے لیے آپ نے ان دنوں عمرے کا احرام باندھنے کا حکم دیا۔ ④ بہرحال دور جاہلیت کے جو کام قابل اصلاح تھے ان کی اصلاح کرنے کے بعد انھیں برقرار رکھا گیا۔ انھیں یکسر ختم نہیں کیا، البتہ جو کام اللہ سے بغاوت پر مبنی تھے انھیں یکسر ختم کر دیا گیا، مثلاً: لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور سود لینا دینا وغیرہ۔ واللّٰہ أعلم.

٣٨٣٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: كَانَ عَمْرٌو يَقُولُ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: جَاءَ سَيْلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَسَا مَا بَيْنَ الْجَبَلَيْنِ.

[3833] حضرت سعید بن مسیب اپنے باپ مسیب سے اور انھوں نے سعید کے دادا حزن سے روایت کی کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک ایسا سیلاب آیا جو مکہ کے دونوں پہاڑوں میں پھیل گیا۔

قَالَ سُفْيَانُ: وَيَقُولُ: إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَهُ شَأْنٌ.

(راویٔ حدیث) سفیان کہتے ہیں کہ عمرو نے بیان کیا کہ اس حدیث کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔

فوائد و مسائل: ① مکہ مکرمہ میں سیلاب اس پہاڑ کی طرف سے آیا کرتا تھا جو بالائی جانب میں واقع ہے۔ ایک دفعہ جب سیلاب آیا تو وہ بڑی دیوار جو مکہ کے بالائی حصے میں تھی بہہ گئی۔ لوگوں کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں پانی بیت اللہ میں داخل نہ ہو جائے تو انھوں نے اس کی بنیادیں مضبوط کرنے کا ارادہ کیا۔ پہلا وہ شخص جس نے اس کے اندر جھانک کر دیکھا اور اس کا ایک حصہ گرایا وہ ولید بن مغیرہ تھا۔ ② سیلاب اور بیت اللہ کی تعمیر بعثت نبوی سے پہلے واقع ہوئی۔ ③ اہل کتاب اپنی کتابوں میں یہ بات پاتے تھے کہ آخر زمانے میں بہت سیلاب آئیں گے۔ دور جاہلیت میں جب سیلاب آیا تو انھوں نے خیال کیا کہ آخری زمانے کے سیلابوں میں سے یہ پہلا سیلاب ہے۔ ④ بہرحال دور جاہلیت میں بیت اللہ کی تعمیر نو ہوئی۔ حدیث میں بہت بڑے واقعے سے مراد یہی قصہ ہے۔[1] واللّٰہ أعلم.

٣٨٣٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ بَيَانٍ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ مِّنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا: زَيْنَبُ بِنْتُ الْمُهَاجِرِ، فَرَآهَا لَا تَكَلَّمُ، فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ؟ قَالُوا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً، قَالَ لَهَا: تَكَلَّمِي فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ، هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ: مَنْ

[3834] حضرت قیس بن ابوحازم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قبیلۂ احمس کی ایک عورت کے پاس گئے جسے زینب بنت مہاجر کہا جاتا تھا۔ انھوں نے اسے دیکھا کہ وہ بات نہیں کرتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اسے کیا ہے یہ بات کیوں نہیں کرتی؟ لوگوں نے کہا کہ یہ خاموش رہ کر حج کرتی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: بات کرو، چپ رہنا جائز نہیں بلکہ یہ دور

① فتح الباري: 189/7.

أَنْتَ؟ قَالَ: امْرُؤٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، قَالَتْ: أَيُّ الْمُهَاجِرِينَ؟ قَالَ: مِنْ قُرَيْشٍ، قَالَتْ: مِنْ أَيِّ قُرَيْشٍ أَنْتَ؟ قَالَ: إِنَّكِ لَسَؤُولٌ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَتْ: مَا بَقَاؤُنَا عَلَى هٰذَا الْأَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِي جَاءَ اللهُ بِهِ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ: بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَئِمَّتُكُمْ، قَالَتْ: وَمَا الْأَئِمَّةُ؟ قَالَ: أَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُؤُسٌ وَّأَشْرَافٌ يَّأْمُرُونَهُمْ فَيُطِيعُونَهُمْ؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَهُمْ أُولٰئِكَ عَلَى النَّاسِ.

جاہلیت کی یاد ہے، تو وہ بول پڑی۔ پوچھنے لگی: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں مہاجرین میں سے ہوں۔ اس نے کہا: کون سے مہاجرین سے ہو؟ آپ نے فرمایا: قریش میں سے۔ اس نے کہا: قریش کے کس قبیلے سے ہو؟ فرمایا: تو بہت سوال کرتی ہے۔ میں ابوبکر ہوں۔ اس نے کہا: اس نیک امر پر جو اللہ نے ہمیں جاہلیت کے بعد عطا کیا ہے ہم کتنا عرصہ باقی رہیں گے؟ آپ نے فرمایا: تمھاری بقا اس پر اس وقت تک ہے جب تک تمھارے امام درست رہیں گے۔ اس نے پوچھا: امام کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تیری قوم کے چودھری اور سردار نہیں ہیں جو لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس نے کہا: کیوں نہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس یہی لوگوں کے امام ہیں۔

فوائد ومسائل: ① وہ عورت بڑی صاحب بصیرت اور عقلمند تھی۔ اسے پتہ تھا کہ وہ کثرتِ کلام کی عادی ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے طرزِ عمل پر تبصرہ فرمایا تھا، اس لیے اس نے نذر مانی کہ خاموشی سے حج کرے گی اور یہ التزام اس کے لیے بہتر ہے۔ چونکہ یہ عمل شریعت میں جائز نہ تھا کیونکہ یہ دور جاہلیت کی یاد ہے کہ وہ چپ کا روزہ رکھ کر حج کرتے تھے جیسا کہ کتب حدیث میں ابواسرائیل کا واقعہ ہے جس نے نذر مانی تھی کہ وہ خاموش رہ کر حج کرے گا اور سواری، سایہ دار چیز استعمال نہیں کرے گا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے منع فرما دیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی جاہلیت پر مبنی ایک امر کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ ② حدیث میں امر صالح سے مراد اسلام ہے اور ائمہ کی بقا سے مراد یہ ہے کہ ان کی استقامت سے حدود قائم ہوں۔ لوگوں کے حقوق محفوظ ہوں اور ہر چیز مناسب مقام پر ہو بہر حال جب تک قوم کے سردار اور حکمران دین اسلام پر ٹھیک ٹھیک چلتے رہیں گے تو دین اسلام باقی رہے گا بصورت دیگر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا جیسا کہ آج اسلامی دنیا کا حال ہے کہ ان میں دین حق بے کس و بے سہارا ہے۔ اسلامی ممالک کے حکمران فروغ اسلام میں دلچسپی نہیں رکھتے، صرف ایک سعودی حکومت ہے جسے ان حالات میں اسلام کی نشر واشاعت کا خیال ہے اور اس میں دلچسپی رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تادیر اسے قائم رکھے۔ آمین۔

٣٨٣٥ - حَدَّثَنِي فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَسْلَمَتِ امْرَأَةٌ

[3835] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ایک حبشی عورت جو کسی عربی کی لونڈی تھی وہ مسلمان ہوگئی۔ مسجد میں اس کا چھوٹا سا جھونپڑا تھا۔ وہ ہمارے پاس

سَوْدَاءُ لِبَعْضِ الْعَرَبِ، وَكَانَ لَهَا حِفْشٌ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَتْ: فَكَانَتْ تَأْتِينَا فَتَحَدَّثُ عِنْدَنَا، فَإِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَدِيثِهَا قَالَتْ:

وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيبِ رَبِّنَا
أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِي

فَلَمَّا أَكْثَرَتْ قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: وَمَا يَوْمُ الْوِشَاحِ؟ قَالَتْ: خَرَجَتْ جُوَيْرِيَةٌ لِبَعْضِ أَهْلِي وَعَلَيْهَا وِشَاحٌ مِّنْ أَدَمٍ، فَسَقَطَ مِنْهَا، فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِ الْحُدَيَّا وَهِيَ تَحْسِبُهُ لَحْمًا، فَأَخَذَتْ، فَاتَّهَمُونِي بِهِ فَعَذَّبُونِي حَتَّى بَلَغَ مِنْ أَمْرِهِمْ أَنَّهُمْ طَلَبُوا فِي قُبُلِي، فَبَيْنَا هُمْ حَوْلِي وَأَنَا فِي كَرْبِي، إِذْ أَقْبَلَتِ الْحُدَيَّا حَتَّى وَازَتْ بِرُؤُوسِنَا، ثُمَّ أَلْقَتْهُ فَأَخَذُوهُ، فَقُلْتُ لَهُمْ: هٰذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ. [راجع: ٤٣٩]

آیا جایا کرتی تھی اور باتیں کیا کرتی تھی۔ جب وہ اپنی باتوں سے فارغ ہوتی تو یہ شعر ضرور پڑھتی:

کمر بند ہار والا دن ہمارے رب کے عجائبات میں سے ہے
کہ اس نے مجھے شہر کفر سے نجات دی

جب کئی مرتبہ اس نے یہ شعر پڑھا تو حضرت عائشہ ؓ نے اس سے دریافت کیا کہ اس شعر کا پس منظر کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے مالک کی ایک لڑکی باہر نکلی جو سرخ چمڑے کا ایک ہار پہنے ہوئے تھی۔ وہ اس سے گر گیا تو ایک چیل اس پر جھپٹی اور وہ اسے گوشت سمجھ کر اٹھا لے گئی۔ لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی اور مجھے سخت سزا دینے لگے یہاں تک کہ انھوں نے میری شرمگاہ کی بھی تلاشی لی۔ تاہم جب وہ میرے چاروں طرف جمع تھے اور میں اپنی مصیبت میں مبتلا تھی اس دوران میں وہ چیل آئی اور ہمارے سروں کے اوپر اڑنے لگی۔ پھر اس نے وہی ہار نیچے گرا دیا۔ لوگوں نے اسے اٹھایا تو میں نے ان سے کہا: یہ وہ ہار ہے جس کی تم نے مجھ پر تہمت لگائی تھی: حالانکہ میں بالکل بے گناہ تھی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں دور جاہلیت کی منظر کشی کی گئی ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے وہ مظالم دکھانا مقصود ہیں جو اہل جاہلیت اپنی زبانوں اور اپنے کاموں سے غریبوں پر ڈھایا کرتے تھے، چنانچہ اس حدیث میں ایک حبشی لونڈی کی اپنی آپ بیتی اور دردناک داستان بیان ہوئی ہے کہ انھوں نے ایک سرخ چمڑے کے ہار کے لیے اسے متہم کیا، پھر اسے برآمد کرنے کے لیے اس کی شرمگاہ تک کی تلاشی لی گئی۔ یہ ایسا فعل جاہلیت ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ ② حافظ ابن حجر ؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اس جاہلیت کا آئینہ اور نمونہ دکھایا جائے جس کی اصلاح دین اسلام نے کی ہے۔[1]

٣٨٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَلَا مَنْ

[3836] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”خبردار! تم میں سے جو قسم اٹھانا چاہے اسے اللہ کے سوا کسی دوسرے کی

① فتح الباري: 191/7.

كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ إِلَّا بِاللهِ»، فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِآبَائِهَا فَقَالَ: «لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ». [راجع: ٢٦٧٩]

قسم نہیں اٹھانی چاہیے۔'' قریش اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے باپ دادا کی قسم نہ اٹھایا کرو۔''

فوائد ومسائل: ① جس چیز کی قسم اٹھائی جائے، قسم میں اس کی تعظیم مطلوب ہوتی ہے اور حقیقی عظمت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس بنا پر غیر اللہ کی قسم اٹھا کر اس غیر کو اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں کرنا چاہیے۔ ② دور جاہلیت میں لوگ اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاتے تھے اور اس سے ان کی تعظیم بجالانا مقصود تھا۔ شریعت نے اس سے منع کر دیا کہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام یا اس کی صفات کی اٹھانی چاہیے۔ اس کے علاوہ نبی، رسول، فرشتہ، روح اور امانت وغیرہ کی قسم اٹھانا درست نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ کی قسم کو اللہ کے ساتھ شرک اور کفر قرار دیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

٣٨٣٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ: أَنَّ الْقَاسِمَ كَانَ يَمْشِي بَيْنَ يَدَيِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَقُومُ لَهَا وَيُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُومُونَ لَهَا، يَقُولُونَ إِذَا رَأَوْهَا: كُنْتِ فِي أَهْلِكِ مَا أَنْتِ! مَرَّتَيْنِ.

[3837] حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت قاسم جنازے کے آگے آگے چلتے تھے اور اسے دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے تھے۔ اور وہ حضرت عائشہ ؓ کے حوالے سے خبر دیتے تھے کہ اہل جاہلیت جب جنازے کو دیکھتے تو اس کے لیے کھڑے ہو جاتے اور دو مرتبہ کہا کرتے تھے: تو وہی ہے جو اپنے اہل کے پاس تھا۔

فائدہ: زمانۂ جاہلیت میں لوگ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے قائل نہ تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ مرنے کے بعد جب روح نکلتی ہے تو نیک آدمی کی روح کسی اچھے پرندے کی شکل اختیار کر لیتی ہے جیسے کبوتر وغیرہ اور برے آدمی کی روح کسی گندے اور برے پرندے کا بھیس بدل لیتی ہے، مثلاً: الو اور کوا وغیرہ۔ اسے وہ صدی یا ہام سے تعبیر کرتے تھے۔ حدیث کے آخری الفاظ اس عقیدے کی نشاندہی کرتے ہیں، یعنی تیرا وہی حال ہے جو زندگی میں تھا، اگر اس وقت اچھا تھا تو اب بھی اچھا ہوگا، اگر اس وقت برا تھا تو اب بھی برا ہوگا۔ بہرحال اس حدیث میں دور جاہلیت کا ایک طریقہ بیان ہوا ہے جو مُردوں سے متعلق تھا۔

٣٨٣٨ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْعَبَّاسِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ عَلٰى ثَبِيرٍ، فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ

[3838] حضرت عمرو بن میمون سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ مشرک لوگ مزدلفہ سے واپس نہیں ہوتے تھے حتی کہ سورج کی دھوپ ثبیر پہاڑ پر آ جاتی۔ نبی ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور طلوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے کوچ فرمایا۔

ﷺ فَأَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ. [راجع: ١٦٨٤]

فوائد و مسائل: ① مشرکین مکہ دور جاہلیت میں مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے بلکہ رات یہاں قیام کرتے، پھر صبح کے وقت آواز لگاتے: أَشْرِقْ ثَبِيرُ! اے ثبیر پہاڑ! تو دھوپ کی وجہ سے جلدی روشن ہو جاتا کہ ہم گھروں کو واپس جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت فرمائی۔[1] ② قریش میں جاہلیت کی یہ رسم اس قدر سرایت کر چکی تھی کہ حضرت جبیر بن مطعم ؓ کا بیان ہے کہ عرفہ کے دن میرا اونٹ گم ہو گیا تو میں اسے تلاش کرتے کرتے کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میدان عرفہ میں کھڑے ہیں، مجھے تعجب ہوا کہ حمس، یعنی قریش کا عرفہ میں آنا کیونکر ہے وہ تو مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے رسول اللہ ادھر کس لیے آئے ہیں؟[2] ③ بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس جاہلیت کی رسم کو ختم کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر تم وہاں سے واپس لوٹو جہاں سے سب لوگ لوٹتے ہیں۔''[3]

٣٨٣٩ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ: حَدَّثَكُمْ يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ ﴿وَكَأْسًا دِهَاقًا﴾ [النبأ: ٣٤] قَالَ: مَلْأَى مُتَتَابِعَةً؟.

[3839] حضرت عکرمہ سے روایت ہے، انھوں نے ﴿وَكَأْسًا دِهَاقًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس کے معنی ہیں: بھرا ہوا پیالہ جس کا مسلسل دور چلے۔

٣٨٤٠ - قَالَ: وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ: اسْقِنَا كَأْسًا دِهَاقًا.

[3840] حضرت ابن عباس ؓ نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، وہ (اپنے) زمانۂ جاہلیت میں یہ لفظ استعمال کرتے تھے: ''ہمیں چھلکتے ہوئے شراب کے جام پلاتے رہو۔''

فائدہ: حضرت ابن عباس ؓ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے باپ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ سے دور جاہلیت میں یہ الفاظ سنے لیکن جاہلیت سے مراد قبل از بعثت نہیں کیونکہ ابن عباس ؓ بعثت کے دس سال بعد پیدا ہوئے ہیں، لہٰذا اس مقام پر جاہلیت نسبیہ مراد ہے، یعنی میں نے ان سے یہ قول مسلمان ہونے کے بعد سنا، انھوں نے اپنے دور جاہلیت کا واقعہ ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ دور جاہلیت میں شراب پینے کا عام رواج تھا۔ جام پر جام انڈیلنے کی عادت تھی۔ اسلام نے اس پر آہستہ آہستہ پابندی عائد کی جیسا کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

٣٨٤١ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَصْدَقُ

[3841] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب سے سچی بات جو کوئی شاعر کہہ سکتا تھا وہ لبید شاعر نے کہی: ''آگاہ رہو! اللہ کے

① صحيح البخاري، الحج، حديث: 1684. ② صحيح البخاري، الحج، حديث: 1664. ③ البقرة 2:199.

كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ

وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُّسْلِمَ».

[انظر: ٦١٤٧، ٦٤٨٩]

سوا ہر چیز کو زوال ہے۔'' اور امیہ بن ابی صلت (شاعر) مسلمان ہونے کے قریب تھا۔''

فوائد ومسائل: ① لبید بن ربیعہ عامری بہت نامور شاعر ہیں جنھوں نے دور جاہلیت میں بہت عمدہ شعر کہے۔ انھوں نے اسلام لانے کے بعد کوئی شعر نہیں کہا اور یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شعر کا بدل قرآن دیا ہے۔ اب شعر کہنے کو دل نہیں چاہتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فوت ہوئے۔[1] ② حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے مجھے فرمایا: ''تجھے امیہ بن ابی صلت کا کوئی شعر یاد ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ''سناؤ۔'' میں نے ایک شعر پڑھا۔ میں نے آپ کے کہنے پر اس کے سو شعر پڑھے تو آپ نے فرمایا: ''وہ اپنے اشعار میں مسلمان ہونے کی قریب تھا (لیکن وہ مسلمان نہیں ہوا)۔''[2] امیہ زمانۂ جاہلیت میں عبادت کرتا تھا اور آخرت کا بھی قائل تھا۔ اس کے اشعار میں اکثر توحید کا ذکر ملتا ہے۔[3]

٣٨٤٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ لِأَبِي بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ، فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ: أَتَدْرِي مَا هٰذَا؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ، إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ فَلَقِيَنِي فَأَعْطَانِي بِذٰلِكَ، فَهٰذَا الَّذِي أَكَلْتَ مِنْهُ، فَأَدْخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ.

[3842] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو انھیں خراج (محصول) لا کر دیا کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے اپنی ضروریات میں استعمال کیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ غلام کوئی چیز لایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ کھایا۔ غلام نے ان سے کہا: آپ جانتے ہیں یہ کیا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (بتائیں) یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے دور جاہلیت میں ایک شخص کے لیے کہانت کی تھی، حالانکہ میں کہانت نہیں جانتا تھا بلکہ میں نے اس شخص کو دھوکا دیا تھا۔ اتفاق سے ایک دن وہ مجھے ملا تو اس نے کہانت کا بدل مجھے دیا ہے اور اس سے آپ نے کھایا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (سنتے ہی) اپنا ہاتھ گلے میں ڈالا اور پیٹ کی تمام چیزیں قے کر کے نکال دیں۔

فوائد ومسائل: ① شرعی دلیل کے بغیر مستقبل کی خبریں دینا کہانت ہے۔ ہماری شریعت میں حُلْوَانُ الْكَاهِنِ، یعنی

[1] فتح الباري: 7/193. [2] صحيح مسلم، الشعر، حديث: 5885 (2255). [3] عمدة القاري: 11/551.

کاہن کا نذرانہ حرام ہے، اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قے کر کے اسے نکال دیا۔ آپ نے تقویٰ اور احتیاط کی بنا پر ایسا کیا بصورت دیگر آپ اس کا تاوان بھی دے سکتے تھے۔ ظہور نبوت سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں اس طرح کے کام بہت ہوتے تھے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ حرام کی ملازمت سے ملنے والی پنشن بھی حرام ہے۔ اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ ③ واضح رہے کہ خراج اس رقم کو کہتے ہیں جو غلام کما کے روزانہ اپنے آقا کو ادا کرتا ہے اور یہ طے شدہ ہوتی ہے۔ واللہ أعلم.

٣٨٤٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَبَايَعُونَ لُحُومَ الْجَزُورِ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ. قَالَ: وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا، ثُمَّ تَحْمِلَ الَّتِي نُتِجَتْ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ. [راجع: ٢١٤٣]

[3843] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اہل جاہلیت اونٹ کے گوشت کی خرید وفروخت حبل الحبلہ کی مدت تک کرتے تھے۔ اور حبل الحبلہ یہ ہے کہ کوئی حاملہ اونٹنی اپنا بچہ جنے، پھر نوزائیدہ بچہ جب حاملہ ہو تو قیمت کی ادائیگی کی جائے۔ نبی ﷺ نے اس قسم کی خرید وفروخت ممنوع قرار دی ہے۔

فائدہ: حدیث میں مذکورہ خرید وفروخت دور جاہلیت کی یاد ہے، نیز اس میں کئی خرابیاں ہیں، مثلاً: نہ معلوم اونٹنی کو حمل ہے یا ویسے ہی پیٹ پھولا ہوا ہے جیسا کہ عورتوں کو بھی حمل کاذب ہو جاتا ہے۔ اگر حمل ہے تو وہ بچہ زندہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ زندہ رہ کر زمانۂ حمل تک حمل قبول کرتا ہے یا نہیں۔ کئی ایک ایسے احتمالات ہیں جو جھگڑے کا باعث ہیں اور جھگڑے والی خرید وفروخت جس میں قیمت نامعلوم ہو یا بیچی جانے والی چیز مجہول ہو یا مدت ادائیگی معلوم نہ ہو، خرید وفروخت کی ایسی تمام صورتیں ناجائز ہیں۔ واللہ أعلم.

٣٨٤٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ: قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ: كُنَّا نَأْتِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَيُحَدِّثُنَا عَنِ الْأَنْصَارِ، وَكَانَ يَقُولُ لِي: فَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا، يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، وَفَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا، يَوْمَ كَذَا وَكَذَا. [راجع: ٣٧٧٦]

[3844] حضرت غیلان بن جریر سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتے تھے تو وہ ہمیں انصار کے واقعات سنایا کرتے تھے اور مجھے کہا کرتے تھے: تمھاری قوم نے فلاں، فلاں روز ایسا ایسا کام کیا اور فلاں فلاں دن ایسا ایسا کام سرانجام دیا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان سے انصار کے کارنامے بیان کرتے تھے۔ وہ واقعات زمانۂ جاہلیت کے بھی ہوتے تھے اور اسلامی کارناموں کا بھی ذکر ہوتا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کی بیان کردہ تمام روایات میں کسی نہ کسی پہلو سے زمانۂ جاہلیت کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ حالات بیشتر معاشی، اقتصادی، سیاسی، اخلاقی اور مذہبی کوائف سے متعلق ہیں، جن میں برے اور اچھے ہر قسم کے حالات کا تذکرہ ہوا ہے۔ اسلام نے عہد جاہلیت کو ختم کیا اور جو خوبیاں تھیں انھیں برقرار رکھا کیونکہ وہ خوبیاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی ہدایات سے ماخوذ تھیں۔

(۲۷) [بَابُ الْقَسَامَةِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ]

باب: 27- زمانۂ جاہلیت کی قسامت کا بیان

وضاحت: امام بخاری ؒ کا قائم کردہ مذکورہ عنوان بنیادی نہیں بلکہ اضافہ ہے کیونکہ بنیادی طور پر پیش کردہ حدیث زمانۂ جاہلیت کے حالات سے متعلق ہے۔ چونکہ اس میں ایک اہم اور اضافی فائدہ تھا جسے ایک الگ عنوان سے نمایاں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ پیش کردہ حدیث کے بعد تمام احادیث قسامت کے عنوان سے متعلق نہیں بلکہ بنیادی عنوان ''زمانۂ جاہلیت کے حالات وواقعات'' سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس وضاحت کے بعد قسامت یہ ہے کہ کسی محلے یا بستی میں کوئی مقتول ہے مگر کسی ذریعے سے بھی قاتل کا پتہ نہ چل سکے تو محلے کے پچاس آدمیوں کا انتخاب کر کے ان سے قسم لی جائے کہ ان کے محلے والوں کا اس مقتول سے کوئی تعلق نہیں۔ اسے قسامت کہتے ہیں۔ دور جاہلیت کے اس قانون کو اسلام نے برقرار رکھا ہے۔

٣٨٤٥ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا قَطَنٌ أَبُو الْهَيْثَمِ: حَدَّثَنَا أَبُو يَزِيدَ الْمَدَنِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ قَسَامَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَفِينَا بَنِي هَاشِمٍ، كَانَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ اسْتَأْجَرَهُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنْ فَخِذٍ أُخْرٰى، فَانْطَلَقَ مَعَهُ فِي إِبِلِهِ، فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ قَدِ انْقَطَعَتْ عُرْوَةُ جُوَالِقِهِ، فَقَالَ: أَغِثْنِي بِعِقَالٍ أَشُدُّ بِهِ عُرْوَةَ جُوَالِقِي لَا تَنْفِرُ الْإِبِلُ، فَأَعْطَاهُ عِقَالًا فَشَدَّ بِهِ عُرْوَةَ جُوَالِقِهِ، فَلَمَّا نَزَلُوا عُقِلَتِ الْإِبِلُ إِلَّا بَعِيرًا وَّاحِدًا، فَقَالَ الَّذِي اسْتَأْجَرَهُ: مَا شَأْنُ هٰذَا الْبَعِيرِ لَمْ يُعْقَلْ مِنْ بَيْنِ الْإِبِلِ؟ قَالَ: لَيْسَ لَهُ عِقَالٌ، قَالَ فَأَيْنَ عِقَالُهُ؟ قَالَ: فَحَذَفَهُ بِعَصًا كَانَ فِيهَا أَجَلُهُ، فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: أَتَشْهَدُ الْمَوْسِمَ؟ قَالَ: مَا أَشْهَدُ وَرُبَّمَا شَهِدْتُهُ، قَالَ: هَلْ أَنْتَ مُبْلِغٌ عَنِّي رِسَالَةً مَّرَّةً مِّنَ الدَّهْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، ذٰلِكَ، قَالَ: فَكَتَبَ، إِذَا أَنْتَ شَهِدْتَ

[3845] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ دور جاہلیت میں سب سے پہلا قسامت کا واقعہ ہمارے قبیلے بنو ہاشم میں ہوا تھا۔ بنو ہاشم کے ایک شخص کو قریش کی دوسری شاخ کے ایک شخص نے اجرت پر رکھا۔ اب یہ ہاشمی نوکر اپنے صاحب کے ساتھ اس کے اونٹ لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں اس نوکر کے پاس سے ایک دوسرا ہاشمی شخص گزرا جس کی بوری کا بندھن ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے رسی دے دو جس کے ساتھ میں بوری کا منہ باندھ دوں تاکہ اونٹ (بدک کر) بھاگ نہ جائیں۔ اس نے اسے رسی دے دی جس کے ساتھ اس شخص نے اپنی بوری کا منہ باندھ لیا۔ جب انھوں نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو ایک اونٹ کے علاوہ سب اونٹوں کو باندھ دیا گیا۔ جس شخص نے ہاشمی کو نوکر رکھا تھا اس نے کہا: اس اونٹ کا کیا حال ہے کہ اسے دوسرے اونٹوں کی طرح باندھا نہیں گیا؟ ہاشمی نے کہا: اس کی رسی نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا: تو اس کی رسی کہاں ہے؟ پھر اسے لاٹھی سے مارا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ پھر اس کے پاس سے ایک یمنی شخص گزرا تو زخمی ہاشمی نے اس سے کہا: کیا تم حج کے لیے جا رہے ہو؟ اس نے کہا:

الْمَوْسِمَ فَنَادِ: يَا آلَ قُرَيْشٍ! فَإِذَا أَجَابُوكَ فَنَادِ: يَا آلَ بَنِي هَاشِمٍ! فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاسْأَلْ عَنْ أَبِي طَالِبٍ، فَأَخْبِرْهُ أَنَّ فُلَانًا قَتَلَنِي فِي عِقَالٍ، وَمَاتَ الْمُسْتَأْجَرُ، فَلَمَّا قَدِمَ الَّذِي اسْتَأْجَرَهُ أَتَاهُ أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ: مَا فَعَلَ صَاحِبُنَا؟ قَالَ: مَرِضَ فَأَحْسَنْتُ الْقِيَامَ عَلَيْهِ فَوَلِيتُ دَفْنَهُ، قَالَ: قَدْ كَانَ أَهْلَ ذَاكَ مِنْكَ، فَمَكَثَ حِينًا ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي أَوْصَى إِلَيْهِ أَنْ يُبْلِغَ عَنْهُ وَافَى الْمَوْسِمَ فَقَالَ: يَا آلَ قُرَيْشٍ! قَالُوا: هٰذِهِ قُرَيْشٌ، قَالَ: يَا بَنِي هَاشِمٍ! قَالُوا: هٰذِهِ بَنُو هَاشِمٍ، قَالَ: مَنْ أَبُو طَالِبٍ؟ قَالُوا: هٰذَا أَبُو طَالِبٍ، قَالَ: أَمَرَنِي فُلَانٌ أَنْ أُبْلِغَكَ رِسَالَةً أَنَّ فُلَانًا قَتَلَهُ فِي عِقَالٍ، فَأَتَاهُ أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ لَهُ: اخْتَرْ مِنَّا إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِنْ شِئْتَ أَنْ تُؤَدِّيَ مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ فَإِنَّكَ قَتَلْتَ صَاحِبَنَا، وَإِنْ شِئْتَ حَلَفَ خَمْسُونَ مِنْ قَوْمِكَ أَنَّكَ لَمْ تَقْتُلْهُ، فَإِنْ أَبَيْتَ قَتَلْنَاكَ بِهِ، فَأَتَى قَوْمَهُ فَقَالُوا: نَحْلِفُ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ قَدْ وَلَدَتْ لَهُ، فَقَالَتْ: يَا أَبَا طَالِبٍ! أُحِبُّ أَنْ تُجِيزَ ابْنِي هٰذَا بِرَجُلٍ مِّنَ الْخَمْسِينَ وَلَا تَصْبِرْ يَمِينَهُ حَيْثُ تُصْبَرُ الْأَيْمَانُ، فَفَعَلَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ: يَا أَبَا طَالِبٍ! أَرَدْتَّ خَمْسِينَ رَجُلًا أَنْ يَّحْلِفُوا مَكَانَ مِائَةٍ مِّنَ الْإِبِلِ، يُصِيبُ كُلَّ رَجُلٍ بَعِيرَانِ، هٰذَانِ بَعِيرَانِ فَاقْبَلْهُمَا عَنِّي وَلَا تَصْبِرْ يَمِينِي حَيْثُ تُصْبَرُ الْأَيْمَانُ، فَقَبِلَهُمَا، وَجَاءَ ثَمَانِيَةٌ وَّأَرْبَعُونَ فَحَلَفُوا.

نہیں، میں حج کو نہیں جا رہا بلکہ کبھی چلا بھی جاتا ہوں۔ ہاشمی نے کہا: جس سال تم حج کے لیے جاؤ تو کیا وہاں میرا پیغام پہنچا دو گے؟ یمنی نے کہا: ہاں۔ ہاشمی نے کہا: جب تم حج کے موسم میں جاؤ تو بآواز بلند کہو: آل قریش! جب وہ تمھیں جواب دیں تو کہو: اے آل بنو ہاشم! اگر وہ تمھیں جواب دیں تو ابو طالب کا پوچھو اور ان سے میرا بیان کرو کہ فلاں شخص نے مجھے ایک رسی کے عوض قتل کر دیا ہے۔ اس وصیت کے بعد وہ نوکر فوت ہو گیا۔ جس شخص نے اسے اجرت پر لیا تھا جب وہ واپس آیا تو ابو طالب اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھی کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: وہ بیمار ہو گیا تھا۔ میں نے خدمت گزاری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن وہ مر گیا تو میں نے اسے دفن کر دیا۔ ابو طالب نے کہا: تم سے یہی توقع تھی۔ تھوڑا ہی وقت گزرا ہو گا کہ وہ شخص آ گیا جسے اس نے وصیت کی تھی کہ وہ اس کا پیغام پہنچائے جبکہ وہ حج کے موسم میں آئے۔ اس نے آتے ہی کہا: اے آل قریش! لوگوں نے کہا: قریش یہ ہیں۔ پھر اس نے کہا: اے آل بنو ہاشم! لوگوں نے کہا: یہ بنو ہاشم ہیں۔ اس نے کہا: ابوطالب کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ابوطالب ہیں۔ اس نے کہا: مجھے فلاں شخص نے کہا تھا کہ میں تمھیں پیغام دوں کہ فلاں شخص نے اسے ایک رسی کے بدلے قتل کر دیا ہے۔ اب ابوطالب اس شخص کے پاس گئے اور اسے کہا: تین چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو: اگر تم چاہو تو سو اونٹ بطور دیت ادا کرو کیونکہ تو نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے۔ اور اگر چاہو تو تمھاری قوم کے پچاس آدمی اس کی قسم اٹھا لیں کہ تم نے اسے قتل نہیں کیا۔ اگر تم اس پر تیار نہیں ہو تو ہم تجھے اس کے بدلے قتل کر دیں گے۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا تو وہ اس بات کے لیے تیار ہو گئے کہ ہم قسم اٹھا لیں

گے۔ اس دوران میں بنو ہاشم کی ایک عورت ابوطالب کے پاس آئی جو اسی قبیلے کے ایک شخص کی بیوی تھی اور اس کے بطن سے اس شخص کا ایک بچہ بھی تھا، اس نے کہا: ابو طالب! میں یہ چاہتی ہوں کہ پچاس آدمیوں میں سے میرے اس بچے کو معاف کر دیں اور جہاں قسمیں لی جاتی ہیں، اس سے وہاں قسم نہ لی جائے۔ ابوطالب نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد ان میں سے ایک اور شخص آیا اور کہا: ابو طالب! آپ نے سو اونٹوں کے بجائے پچاس آدمیوں سے قسم طلب کی ہے، اس طرح ہر شخص کے ذمے دو اونٹ پڑتے ہیں۔ میری طرف سے یہ دو اونٹ قبول کریں اور مجھے اس مقام پر قسم کے لیے مجبور نہ کریں جہاں قسم لی جاتی ہے۔ ابوطالب نے اسے بھی منظور کر لیا۔ اس کے بعد بقیہ اڑتالیس (48) آدمی آئے اور انھوں نے قسمیں اٹھائیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا حَالَ الْحَوْلُ، وَمِنَ الثَّمَانِيَةِ وَأَرْبَعِينَ عَيْنٌ تَطْرِفُ.

حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی اس واقعے کو پورا سال بھی نہ گزرا تھا کہ ان اڑتالیس آدمیوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں رہا جو آنکھ ہلاتا ہو، یعنی وہ سب صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔

فوائد ومسائل: ① قسامت کے احکام ومسائل ہم کتاب الدیات میں بیان کریں گے۔ بہرحال قسامت امور جاہلیہ میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلاترمیم واضافہ برقرار رکھا، بلکہ اپنے عہد مبارک میں اس پر عمل بھی کیا لیکن دیت اپنی طرف سے دے دی تاکہ مقتول کا خون ضائع نہ ہو۔[1] ② مذکورہ واقعے میں قسم دینے والوں نے مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان کھڑے ہو کر قسمیں اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں سزا دی کہ ان میں سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔ ③ حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ کچھ لوگوں نے خانہ کعبہ میں قسامت کے طور پر قسمیں اٹھائیں، پھر وہ ایک پہاڑ کے نیچے جا کر ٹھہرے تو ایک پتھر اوپر سے گرا جس سے دب کر سب مر گئے۔ جھوٹی قسم اٹھانا، پھر اس کام کے لیے مساجد کو استعمال کرنا بے حد خطرناک ہے۔ کتنے لوگ

[1] صحيح البخاري، الديات، حديث: 6898.

آج بھی دیکھے جاتے ہیں کہ انھوں نے یہ حرکت کی، پھر وہ تباہ و برباد ہو گئے، لہٰذا ہر مسلمان کو اس طرح کے اقدام سے بچنا چاہیے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مرنے والوں کی تمام جائیداد حویطب کو ملی جس کی ماں کے کہنے سے ابوطالب نے اسے قسم دینے سے مستثنیٰ کر دیا تھا، اس لیے مکہ مکرمہ میں سب سے زیادہ صاحب جائیداد حویطب ہی تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اگرچہ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جب یہ واقعہ پیش آیا، تاہم انھوں نے یہ واقعہ معتبر لوگوں سے سنا اور بیان کیا۔[1]

٣٨٤٦ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللهُ لِرَسُولِهِ ﷺ، فَقَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوا، قَدَّمَهُ اللهُ لِرَسُولِهِ ﷺ فِي دُخُولِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ. [راجع: ٣٧٧٧]

[3846] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ بعاث کی لڑائی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے برپا کرا دی تھی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انصار کی جماعت ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ ان کے سردار مارے جا چکے تھے یا زخمی پڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس (لڑائی) کو اپنے رسول ﷺ کی خاطر پہلے برپا کرا دیا تاکہ انصار اسلام میں داخل ہو جائیں۔

فوائد و مسائل: ① ممکن تھا کہ اگر انصار کے سردار زندہ ہوتے تو انصار کے لیے ایمان لانے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے یا رسول اللہ ﷺ کو مدینہ طیبہ نہ آنے دیتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا پہلے صفایا کر دیا۔ ان سرداروں میں سے ایک عبداللہ بن ابی زندہ تھا جس نے منافقت کا لبادہ اوڑھ لیا اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ سازی میں لگا رہا۔ آخر کار وہ اپنے بیٹے کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت کیا ہے کہ جنگ بعاث اگرچہ دور جاہلیت میں لڑی گئی لیکن اہل اسلام کے لیے رحمت ثابت ہوئی۔ واللہ أعلم.

٣٨٤٧ - وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ: أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: لَيْسَ السَّعْيُ بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سُنَّةً، إِنَّمَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْعَوْنَهَا وَيَقُولُونَ: لَا نُجِيزُ الْبَطْحَاءَ إِلَّا شَدًّا.

[3847] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ صفا و مروہ کے درمیان بطن وادی میں سعی سنت نہیں بلکہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ یہ سعی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بطحاء سے دوڑ کر ہی گزریں گے۔

فائدہ: صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا سنت ہے اور اس کی ابتدا بی بی ہاجرہ سے ہوئی تھی، لیکن یہ سعی ایک مخصوص جگہ میں ہے، یعنی جہاں سبز نشانات ہیں اور بجلی کی ٹیوبیں لگی ہوئی ہیں ان کے درمیان دوڑنا سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہ مسلک ہے کہ ایک مخصوص جگہ کے درمیان دوڑنا سنت ہے۔ سارے بطن وادی میں سعی کرنا سنت نہیں بلکہ یہ اہل جاہلیت کا شعار

① فتح الباري: 199/7.

تھا کہ وہ ساری وادی میں دوڑ لگاتے تھے۔ ہمارے بعض کم علم مسلمان بھی ایسا کرتے ہیں۔ انھیں سمجھانا چاہیے کہ ساری وادی میں دوڑ لگانے کی ضرورت نہیں اور نہ عورتوں کو اس طرح کرنا چاہیے۔

٣٨٤٨ - حَدَّثَنَا [عَبْدُ] اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: أَخْبَرَنَا مُطَرِّفٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا السَّفَرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اسْمَعُوا مِنِّي مَا أَقُولُ لَكُمْ، وَأَسْمِعُونِي مَا تَقُولُونَ، وَلَا تَذْهَبُوا فَتَقُولُوا: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ مِنْ وَرَاءِ الْحِجْرِ، وَلَا تَقُولُوا: الْحَطِيمُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِي سَوْطَهُ أَوْ نَعْلَهُ أَوْ قَوْسَهُ.

[3848] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: لوگو! جو میں تمھیں کہتا ہوں وہ مجھ سے سنو اور جو تم کہتے ہو وہ مجھے سناؤ اور بھٹکے نہ پھرو، پھر تم کہو گے: ابن عباس نے یہ کہا تھا، ابن عباس نے وہ کہا تھا۔ جو شخص بیت اللہ کا طواف کرے وہ حطیم کے پیچھے (باہر) سے کرے۔ اور اسے حطیم نہ کہو کیونکہ دور جاہلیت میں جب کوئی شخص قسم اٹھانے کے لیے آتا تو وہ اپنا کوڑا، جوتا یا کمان وہاں پھینک دیتا تھا۔

فوائد و مسائل: ① ابن عباس ؓ کا مطلب ہے کہ لفظ حطیم دور جاہلیت کی یادگار ہے۔ اہل جاہلیت جو کچھ کرتے تھے یہ حطیم اس پر دلالت کرتا ہے۔ وہ اپنا کوڑا، جوتا اور کمان وغیرہ اس میں پھینک کر قسم اٹھاتے تھے، اگر وہ جھوٹی قسم اٹھاتے تو دنیا میں چکنا چور ہو جاتے، اس وجہ سے لوگ اسے حطیم کہتے ہیں۔ ② غالباً حضرت ابن عباس ؓ نے اس لیے یہ نام استعمال کرنے سے کراہت محسوس کی، ان کی کراہت کی بنیاد اہل جاہلیت کا کردار اور عقیدہ تھا جو اب متروک ہو چکا ہے۔ ویسے حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے، قریش نے کم مائیگی کی وجہ سے اس پر چھت نہیں ڈالی تھی، اس لیے طواف اس کے پیچھے سے ہی کرنا چاہیے۔

٣٨٤٩ - حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ، فَرَجَمُوهَا فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ.

[3849] حضرت عمرو بن میمون سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بندر دیکھا جس کے اردگرد بہت سے بندر جمع تھے۔ اس بندر نے زنا کیا تھا۔ انھوں (دوسرے بندروں) نے اسے سنگسار کیا تو میں نے بھی ان کے ساتھ اسے پتھر مارے۔

فوائد و مسائل: ① اس واقعے کی تفصیل اس طرح ہے: عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں یمن میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بندر، بندریا کو لے کر آیا اور اس کا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ اس دوران میں ایک چھوٹا بندر آیا۔ اس نے بندریا کو اشارہ کیا تو اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ بندر کے نیچے سے نکالا اور چھوٹے بندر کے ساتھ چلی گئی، پھر اس نے صحبت کی، میں انھیں دیکھ رہا تھا۔ فراغت کے بعد وہ بندریا واپس آئی اور اپنا ہاتھ بندر کے نیچے کرنے لگی۔ اتنے میں وہ بیدار ہو گیا

اور ایک چیخ ماری تو بندر جمع ہو گئے۔ یہ اس بندریا کی طرف اشارہ کرتا اور چلا رہا تھا۔ آخر دوسرے بندر اِدھر اُدھر گئے تو اس چھوٹے بندر کو پکڑ لائے جسے میں نے بھی پہچان لیا، پھر انھوں نے ان کے لیے ایک گڑھا کھودا اور دونوں کو اس میں کھڑا کر کے سنگسار کر ڈالا۔ اس وقت میں نے رجم کا عمل انسانوں کے علاوہ جانوروں میں دیکھا۔[1] ② اس حدیث پر منکرین حدیث نے اعتراض کیا ہے کہ عمرو بن میمون نے کیسے سمجھ لیا کہ اس بندر نے زنا کیا ہے کیونکہ جانوروں میں تو سلسلۂ ازدواج نہیں ہے اور نہ بندریا کسی کی بیوی ہی تھی، پھر انھیں رجم کرنے کا کیا مطلب؟ غیر مکلّف کی طرف زنا کی نسبت کرنا پھر ان پر حدرجم قائم کرنا عجیب بات ہے؟ لیکن کیا یہ بعید از عقل ہے کہ زنا کی برائی، گندگی اور خرابی بیان کرنا مقصود ہو۔ زنا اور بدکرداری اس قدر معیوب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض حیوانات میں اس سے نفرت کا ادراک پیدا کیا اور انھوں نے اس عمل پر حد رجم جاری کی، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک گھوڑے کو نسل کشی کے لیے اس گھوڑی کے پاس لایا گیا جس کے بطن سے وہ پیدا ہوا تھا، لیکن گھوڑے نے اس سے جفتی نہ کی، پھر لوگوں نے گھوڑی کو بند کمرے میں رکھا اور اس پر کپڑے ڈال کر گھوڑے کو اس پر داخل کیا تو اس نے جفتی کی۔ جب اس نے اپنی ماں کی بو سونگھی تو غیرت کے مارے اپنے آلۂ تناسل کو چبا ڈالا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب گھوڑے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ادراک پیدا کر دیا جو ذہانت و فطانت میں بندروں سے بہت پیچھے ہے تو بندروں میں اس ادراک کا پیدا ہونا ناممکن نہیں جو بے شمار عادات میں انسانوں سے ملتے جلتے ہیں۔[2] ③ واضح رہے کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ خود عمرو بن میمون مشہور تابعی اور ثقہ عابد تھے۔ سند کے اعتبار سے اس روایت پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا، البتہ درایت کے لحاظ سے اسے محل نظر ٹھہرایا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک زنا کی گندگی اور خرابی ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عمرو بن میمون کو اپنی ایک نشانی دکھائی جسے انھوں نے آگے بیان کیا ہے۔ حیوانات کے اندر بعض اوقات اس طرح کا ادراک ممکن ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بیان کردہ واقعے سے معلوم ہوتا ہے۔ ④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس احتمال کو بھی ذکر کیا ہے کہ یہ بندر جن تھے جنھوں نے حیوانات کی شکل اختیار کر رکھی تھی اور جنات بھی انسانوں کی طرح شریعت کے مکلّف ہیں اور ان پر حدود کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ جنوں کا وجود قرآن کریم سے ثابت ہے، پھر جنوں کا حیوانات کی شکل اختیار کرنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ایک جن نے سانپ کی شکل اختیار کر کے ایک انصاری نوجوان کو مار دیا تھا۔[3] اگر بندر کی شکل اختیار کیے جن زنا کا ارتکاب کریں تو ان پر حد کیوں نہ جاری کی جائے جب کہ شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا صحیح و متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ بہر حال نقل و روایت اور عقل و درایت کے اعتبار سے صحیح بخاری کی اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ منکرین حدیث تو اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ واللہ المستعان.

٣٨٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ: سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: خِلَالٌ مِّنْ خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ:

[3850] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جاہلیت کی عادات میں سے نسب میں طعن کرنا اور نوحہ کرنا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ تیسری خصلت بھول

① فتح الباري: 202/7. ② فتح الباري: 203/7. ③ صحيح مسلم، السلام، حديث: 5839 (2236).

الطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالنِّيَاحَةُ، وَنَسِيَ الثَّالِثَةَ، قَالَ سُفْيَانُ: وَيَقُولُونَ: إِنَّهَا الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْأَنْوَاءِ.

گئے ہیں۔ سفیان نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ تیسری خصلت ستاروں کے ذریعے سے بارش طلب کرنا ہے۔

فائدہ: کچھ لوگوں نے تیسری خصلت حسب ونسب پر فخر کرنا بیان کی ہے، لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں تین عادات نسب میں طعن، نوحہ کرنا اور ستاروں کے ذریعے سے بارش مانگنا ہے۔ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں چار عادات ایسی برقرار رہیں گی جو دور جاہلیت کی یادگار ہیں، لوگ انھیں ترک نہیں کریں گے: وہ حسب ونسب پر فخر کرنا، کسی نسب پر طعن کرنا، ستاروں کے ذریعے سے بارش طلب کرنا اور مصیبت پر نوحہ کرنا ہے۔''[1] ستاروں کے ذریعے سے بارش طلب کرنا یہ ہے کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں جائے تو بارش ہوگی۔ اس طرح کا عقیدہ آج بھی بعض لوگوں میں پایا جاتا ہے، حالانکہ بارش کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کی تشریح کتاب الاستسقاء میں گزر چکی ہے۔

(۲۸) بَابُ مَبْعَثِ النَّبِيِّ ﷺ

باب:28- نبی ﷺ کی بعثت کا بیان

مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ ابْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ.

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کا نسب شریف عدنان تک بیان کیا کیونکہ انساب کے ماہرین کا اس حد تک اتفاق ہے۔ اس کے بعد بہت اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تالیف ''التاریخ الکبیر'' میں رسول اللہ ﷺ کا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام تک بیان کیا ہے جو حسب ذیل ہے: عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تارح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔[2] رسول اللہ ﷺ جب اپنا نسب بیان کرتے تو معد بن عدنان سے آگے نہ جاتے تھے۔[3] رسول اللہ ﷺ کے تیسرے جد امجد عبدمناف ہیں جن کا نام مغیرہ اور کنیت ابوعبدشمس ہے۔ یہ بہت خوبصورت تھے، اس لیے انھیں قمر البطحاء کہا جاتا تھا۔ ان کی دو بیویاں تھیں: ایک عاتکہ بنت مرہ جس کے بطن سے ہاشم، عبدشمس اور مطلب پیدا ہوئے اور دوسری بیوی واقدہ بنت عمرو ہیں جس سے نوفل پیدا ہوا۔ ہاشم تجارت کے لیے شام گئے تو راستے میں مدینہ طیبہ میں عمرو بن زید کے ہاں قیام کیا۔ ان کی دختر سلمیٰ بنت عمرو سے نکاح ہوا۔ شام سے واپسی پر ان کی رخصتی ہوئی تو اسے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ آگئے، پھر

[1] صحيح مسلم، الجنائز، حديث: 2160 (934). [2] التاريخ الكبير: 5/1. [3] فتح الباري: 207/7.

جب تجارت کے لیے شام گئے تو انھیں ساتھ لے گئے جبکہ وہ حاملہ تھیں۔ انھیں مدینہ طیبہ میں چھوڑ کر شام چلے گئے۔ وہیں ان کی وفات ہوگئی۔ سلمٰی نے ایک بچہ جنم دیا جس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ وہ اپنے ماموؤں بنونجار کے پاس سات سال رہا، پھر ان کا چچا مطلب بن عبدمناف مدینہ طیبہ آیا تو والدہ سے خفیہ طور پر اسے مکے لے آیا۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ سواری پر تمھارے پیچھے کون ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ یہ میرا غلام ہے۔ لوگ اسے عبدمطلب کہنے لگے۔ یہ نام مشہور ہو گیا۔ یہی رسول اللہ ﷺ کے جدامجد ہیں۔ ان کی کنیت ابوالحارث ہے اور حارث ان کا بڑا بیٹا ہے۔ ان کا ایک دوسرا بیٹا عبداللہ ہے جو کسریٰ نوشیرواں کے زمانے میں پیدا ہوا۔ ان کی شادی آمنہ بنت وہب سے ہوئی۔ جب عبداللہ فوت ہوا تو ان کی بیوی آمنہ حمل سے تھیں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے اور ترکے میں ام ایمن آئیں جنھوں نے آپ کی پرورش کی۔ ابوطالب، عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب پیدا ہوئے تو عبدالمطلب نے ان کا نام محمد رکھا۔ لوگوں کے پوچھنے پر یہ نام رکھنے کی وجہ بتائی کہ آسمانوں پر اللہ اور زمین پر اللہ کی مخلوق اس کی تعریف کرے۔ رسول اللہ ﷺ واقعی اسم با مسمی ہیں ...... ﷺ......

٣٨٥١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ، فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً، ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ، فَهَاجَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَكَثَ بِهَا عَشْرَ سِنِينَ، ثُمَّ تُوُفِّيَ ﷺ. [انظر: ٣٩٠٢، ٣٩٠٣، ٤٤٦٥، ٤٩٧٩]

[3851] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی، پھر آپ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس کے بعد آپ کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور آپ نے وہاں دس برس قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے وفات پائی۔

فوائد و مسائل: ① مبعث مصدر میمی ہے جس کے معنی بھیجنا ہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ راجح قول یہ ہے کہ آپ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ نبوت کے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے بعد پندرہ سال تک مکہ میں قیام کیا۔ ان میں سے سات برس آپ روشنی اور نور دیکھتے اور غائبانہ آوازیں سنتے رہے اور آٹھ برس تک وحی کا نزول ہوتا رہا۔[1] لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ میں رہے، اس کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں قیام کیا۔ جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی ...... ﷺ......

(٢٩) بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِمَكَّةَ

باب: 29- اُن تکالیف کا بیان جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام ؓ نے مکہ مکرمہ میں مشرکین سے اٹھائیں

وضاحت: اس سلسلے میں بہت سی احادیث پہلے بھی گزر چکی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام ؓ نے بعثت

① صحیح مسلم، الفضائل، حدیث: 6104 (2353).

کے بعد جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو مشرکین کے ہاتھوں بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لوہے کا لباس پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا اور انھیں خوب مارا پیٹا جاتا، لیکن ان کے پائے استقلال میں ذرا بھر کمزوری اور لغزش نہ آتی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ایمان میں اضافہ ہوتا۔[1]

٣٨٥٢ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا بَيَانٌ وَّإِسْمَاعِيلُ قَالَا: سَمِعْنَا قَيْسًا يَقُولُ: سَمِعْتُ خَبَّابًا يَقُولُ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّهُوَ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، وَقَدْ لَقِينَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ شِدَّةً، فَقُلْتُ: أَلَا تَدْعُو اللهَ لَنَا؟ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَّجْهُهُ فَقَالَ: «لَقَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ بِمِشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ عِظَامِهِ مِنْ لَّحْمٍ أَوْ عَصَبٍ، مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُوضَعُ الْمِيشَارُ عَلٰى مَفْرِقِ رَأْسِهِ، فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَلَيُتِمَّنَّ اللهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللهَ».

[3852] حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ بیت اللہ کے سائے میں چادر اوڑھے تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور ہمیں مشرکین کے ہاتھوں سخت تکالیف پہنچ رہی تھیں۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ بیٹھ گئے، آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ”بلاشبہ تم سے پہلے کچھ لوگ ایسے تھے کہ لوہے کی کنگھیوں کو ان کے گوشت اور پٹھوں سے گزار کر ان کی ہڈیوں تک پہنچا دیا جاتا اور اس قدر سنگین تکالیف بھی انھیں ان کے دین سے برگشتہ نہ کر سکیں۔ کسی کے سر پر آرا رکھ کر انھیں دولخت کر دیا گیا، یہ سختی بھی انھیں ان کے دین سے نہ پھیر سکی۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ایک نہ ایک دن ضرور کمال تک پہنچائے گا حتی کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک تنہا سفر کرے گا اسے اللہ کے سوا کسی اور کا ڈر نہیں ہو گا۔“

زَادَ بَيَانٌ: «وَالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهِ». [راجع: ٣٦١٢]

(راویٔ حدیث) حضرت بیان نے اپنی روایت میں یہ الفاظ بیان کیے: ”سوائے بھیڑیے کے کہ اپنی بکریوں کے معاملے میں اس (مسافر) کو اس سے ڈر ہو گا۔“

فوائد و مسائل: ① صنعاء ملک یمن کا ایک شہر ہے جس میں بکثرت باغات ہوتے ہیں اور حضر موت شمالی عرب کا ایک قصبہ ہے جہاں کھجوروں کے باغات ہیں۔ ان کے درمیان پیدل چلنے والوں کے لیے پندرہ دن کی مسافت ہے۔ اس حدیث میں امن عام مراد ہے جو غلبۂ اسلام کے بعد پورے عرب میں لوگوں کو حاصل ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں ایسے واقعات ہوئے کہ چرواہے اپنی بکریوں کے معاملے میں بھیڑیوں سے بے خوف تھے حتی کہ انھیں ان کی موت کا علم ہی اس وقت ہوا جب بھیڑیوں نے بکریوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ ② آج کل سعودی عرب میں اس قسم کا امن تمام لوگوں کو ملا ہے۔ وہاں

[1] فتح الباري: 209/7.

سونے سے بھری دوکانیں کھلی رہتی ہیں کسی کو چوری کا ڈر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس حکومت کو قائم و دائم رکھے جو اشاعت اسلام اور ترویج توحید میں پیش پیش ہے۔ ③ بہر حال امام بخاری ؒ کا مقصود ان تکالیف کو بیان کرنا ہے جو مشرکین کی طرف سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام ؓ کو اٹھانا پڑیں۔ رضي الله عنهم أجمعين.

٣٨٥٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ النَّجْمَ فَسَجَدَ، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ إِلَّا سَجَدَ، إِلَّا رَجُلٌ رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًى فَرَفَعَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ، وَقَالَ: هٰذَا يَكْفِينِي، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا بِاللهِ. [راجع: ١٠٦٧]

[3853] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے سورۂ نجم تلاوت فرمائی تو سجدہ کیا۔ اس وقت آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ صرف ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنے ہاتھ میں کنکریاں لیں، ان پر اپنا سر رکھ کر کہنے لگا: میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔ آخر کار میں نے اسے دیکھا کہ اسے کفر کی حالت میں قتل کر دیا گیا۔

فوائد و مسائل: ① مسلمانوں کو مشرکین نے اس قدر تکلیفیں دیں کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سورۂ نجم تلاوت کی اور مشرکین نے آپ کے ہمراہ سجدہ کیا تو مسلمانوں نے سمجھا کہ مشرکین نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کی اطلاع جب مہاجرین حبشہ کو ملی تو وہ واپس آ گئے، پھر انھیں پہلے سے زیادہ تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ وہ دوبارہ ہجرت حبشہ پر مجبور ہو گئے۔ عنوان سے اس حدیث کی یہی مطابقت ہے۔ ② واضح رہے کہ امیہ بن خلف نے سجدہ نہیں کیا تھا۔ وہ غزوۂ بدر میں بحالت کفر قتل کیا گیا۔ والله أعلم.

٣٨٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدٌ وَّحَوْلَهُ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ، جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ بِسَلَا جَزُورٍ، فَقَذَفَهُ عَلَى ظَهْرِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ، فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَأَخَذَتْهُ مِنْ ظَهْرِهِ، وَدَعَتْ عَلَى مَنْ صَنَعَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ: أَبَا جَهْلِ ابْنَ هِشَامٍ، وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ - أَوْ: أُبَيَّ بْنَ خَلَفٍ» شُعْبَةُ

[3854] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک دن نبی ﷺ سر بہ سجود تھے اور قریش کے کچھ لوگ بھی آپ کے اردگرد جمع تھے۔ اس دوران میں عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی بچہ دانی اٹھائی اور نبی ﷺ کی پشت مبارک پر اسے ڈال دیا۔ اس وجہ سے آپ اپنا سر مبارک نہ اٹھا سکے۔ پھر سیدہ فاطمہ ؓ آئیں تو انھوں نے اسے آپ کی پشت مبارک سے دور کیا اور جس نے یہ فعل کیا تھا اس کے حق میں بددعا کی۔ نبی ﷺ نے بھی ان کے خلاف بایں الفاظ بددعا فرمائی: ''اے اللہ! قریش کی اس جماعت کو پکڑ لے: ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کو۔'' حضرت عبداللہ

الشَّاكُّ - فَرَأَيْتُهُمْ قُتِلُوا يَوْمَ بَدْرٍ، فَأُلْقُوا فِي بِئْرٍ غَيْرَ أُمَيَّةَ - أَوْ أُبَيٍّ - تَقَطَّعَتْ أَوْصَالُهُ، فَلَمْ يُلْقَ فِي الْبِئْرِ. [راجع: ٢٤٠]

بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا یہ لوگ بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور ایک کنویں میں انھیں ڈال دیا گیا، البتہ امیہ یا ابی کو کنویں میں نہیں ڈالا جا سکا کیونکہ اس کا ایک ایک جوڑ الگ ہو گیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① حدیث میں مذکورہ واقعہ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کے بعد پیش آیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جن مشرکین کے لیے بددعا کی ان میں ابوجہل کے بھائی عمارہ بن ولید کا نام بھی ہے، جبکہ کفار مکہ نے اسے عمرو بن عاص کے ہمراہ حبشہ روانہ کیا تھا تاکہ وہ وہاں سے مسلمانوں کو واپس لائے، لیکن وہاں کے بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا، پھر عمارہ وہیں مرا، واپس مکے نہیں آیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ واقعے میں رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے والوں میں وہ موجود تھا کیونکہ حبشہ جانے کے بعد وہ دوبارہ واپس مکے نہیں آیا۔[1] ② حدیث میں امیہ بن خلف یا ابی بن خلف شک کے ساتھ بیان ہوا ہے، یہ شک راویٔ حدیث شعبہ کی طرف سے ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ امیہ بن خلف تھا کیونکہ اس کا بھائی ابی بن خلف تو جنگ احد میں قتل ہوا تھا۔

٣٨٥٥ - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَوْ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبْزٰى قَالَ: سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ مَا أَمْرُهُمَا؟ ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ [الإسراء: ٣٣] ﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ [النساء: ٩٣] فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَمَّا أُنْزِلَتِ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُو أَهْلِ مَكَّةَ: فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ، وَدَعَوْنَا مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ، وَقَدْ أَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ. فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ﴾ الْآيَةَ [الفرقان: ٧٠] فَهٰذِهِ لِأُولٰئِكَ، وَأَمَّا الَّتِي فِي النِّسَاءِ: الرَّجُلُ إِذَا عَرَفَ الْإِسْلَامَ وَشَرَائِعَهُ، ثُمَّ قَتَلَ، فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ

[3855] حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابزی نے فرمایا کہ تم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان دونوں آیات میں مطابقت کے متعلق سوال کرو: ''اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔'' دوسری آیت: ''جس نے کسی مسلمان کو دانستہ قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے۔'' چنانچہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: جب سورۂ فرقان کی آیت نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے کہا: ہم نے ان جانوں کا بھی خون کیا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا۔ ہم تو اللہ کے سوا دوسرے معبودان باطلہ کی عبادت بھی کرتے رہے ہیں اور بدکاریوں کا بھی ہم نے ارتکاب کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ توبہ کر لیں اور ایمان لائیں تو وہ اس حکم میں شامل نہیں ہیں، یعنی یہ آیت مشرکین مکہ کے لیے ہے۔ اور جو آیت سورۂ نساء میں ہے وہ اس

1 فتح الباري: 211/7.

خَالِدًا فِيهَا، فَذَكَرْتُهُ لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ: إِلَّا مَنْ نَدِمَ. [انظر: ٤٥٩٠، ٤٧٦٢، ٤٧٦٣، ٤٧٦٤، ٤٧٦٥، ٤٧٦٦]

شخص کے لیے ہے جو اسلام اور اس کے حکم کو جاننے پہنچاننے کے بعد کسی کو دانستہ قتل کرتا ہے تو اس کی سزا ابدی جہنم ہے۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف جب امام مجاہد کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ لوگ اس حکم سے الگ ہیں جو توبہ کر لیں۔

فوائد و مسائل: ① حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم نے ایسے لوگوں کو قتل کیا ہے جن کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا تھا، یعنی انھوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا کہ ہم نے مسلمانوں کو اس قدر اذیتیں دیں اور تکلیفوں سے دوچار کیا کہ انھیں اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑے۔ ② حدیث میں مذکور مسئلے کی وضاحت اس طرح ہے کہ سورۂ فرقان میں ارشاد باری تعالیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل ناحق کے بعد اگر کوئی توبہ کر لے اور نیک اعمال بجا لائے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا،[1] جبکہ سورۂ نساء کی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔[2] بظاہر ان دو آیات میں تعارض ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت کفار کے متعلق ہے اور دوسری آیت مسلمانوں سے متعلق ہے، لہٰذا شان نزول کے مختلف ہونے کی وجہ سے تعارض نہ رہا۔ لیکن یہ ان کی اپنی رائے ہے جسے جمہور امت نے قبول نہیں کیا اور نہ ان کے شاگرد رشید امام مجاہد رحمہ اللہ ہی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ جمہور اہل سنت کا موقف ہے کہ سورۂ نساء کا حکم وعید کے طور پر ہے تاکہ لوگ قتل کرنے سے باز رہیں، البتہ قاتل کی توبہ بھی دوسرے گناہوں کی طرح مقبول ہے۔ اس کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں گے۔

٣٨٥٦ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِأَشَدِّ شَيْءٍ صَنَعَهُ الْمُشْرِكُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي حِجْرِ الْكَعْبَةِ إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ ابْنُ أَبِي مُعَيْطٍ، فَوَضَعَ ثَوْبَهُ فِي عُنُقِهِ، فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيدًا، فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى أَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن

[3856] حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا: مجھے مشرکین کے سب سے سنگین ظلم کے متعلق بتاؤ جو انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ روا رکھا تو انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ ایک دفعہ حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اس دوران میں عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر بہت زور سے آپ کا گلا گھونٹا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سامنے سے آ کر اس کے دونوں شانے پکڑ لیے اور اسے پیچھے دھکیل کر نبی ﷺ سے ہٹا دیا اور کہا: کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا

① الفرقان 25:70. ② النسآء 4:93.

يَقُولَ رَبِّيَ ٱللَّهُ﴾ [غافر:٢٨] الْآيَةَ.

رب اللہ ہے۔

تَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. وَقَالَ عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ: قِيلَ لِعَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ. [راجع: ٣٦٧٨]

ابن اسحاق نے اوزاعی رحمہ اللہ سے بیان کرنے میں عیاش بن ولید کی متابعت کی ہے۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ آپ بے ہوش ہو گئے تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم ایسے شخص کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ انھوں نے بڑے کٹھن حالات میں رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا۔ اور آپ ''مومن آل فرعون'' سے افضل ہیں بلکہ آپ کی ایک گھڑی اس کی تمام زندگی سے افضل تھی کیونکہ اس نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈنکے کی چوٹ اپنے ایمان کو ظاہر کیا۔[2]

(٣٠) بَابُ إِسْلَامِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 30- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا

وضاحت: قبل ازیں حدیث میں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا اور سورۂ مومن کی آیت تلاوت فرمائی، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے، چنانچہ اس عنوان کے تحت آپ کے سبقتِ اسلام کو ثابت کرنا مقصود ہے۔[3]

٣٨٥٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ مَعِينٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُجَالِدٍ عَنْ بَيَانٍ، عَنْ وَبَرَةَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: قَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ وَّامْرَأَتَانِ وَأَبُو بَكْرٍ. [راجع: ٣٦٦٠]

[3857] حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جبکہ آپ کے ہمراہ صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

---

1 مسند أبي يعلى: 362/6. 2 فتح الباري: 214،213/7. 3 فتح الباري: 214/7.

فوائد و مسائل: ① سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لانے والے پانچ غلام: حضرت بلال، حضرت زید، حضرت عامر، حضرت ابوفکیہ اور حضرت عبید رضی اللہ عنہم ہیں اور دو عورتیں حضرت خدیجہ اور حضرت ام ایمن یا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ ② یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے کیونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آدمیوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی آپ ہی نے خرید کر آزاد کیا تھا تاکہ انھیں مشرکین کی تکالیف سے چھٹکارا ملے جو انھیں اسلام کی وجہ سے دی جاتی تھیں۔[1]

(٣١) بَابُ إِسْلَامِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 31- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

٣٨٥٨ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هَاشِمٌ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: مَا أَسْلَمَ أَحَدٌ إِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِي أَسْلَمْتُ فِيهِ، وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَإِنِّي لَثُلُثُ الْإِسْلَامِ. [راجع: ٣٧٢٦]

[3858] حضرت ابو اسحاق سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جس دن میں مسلمان ہوا، دوسرے لوگ بھی اس دن اسلام لائے اور مسلمان ہونے والے تیسرے آدمی کی حیثیت سے مجھ پر سات دن گزرے۔

فائدہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے علم کے اعتبار سے کہی ورنہ ان سے پہلے حضرت علی، حضرت خدیجہ، حضرت ابوبکر اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اسلام لا چکے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ سب لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہوئے ہوں۔ یہ حضرات دن کے پہلے حصے میں مسلمان ہوئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دن کے آخری حصے میں اسلام قبول کیا ہو۔ اس کی یہ توجیہ بھی کی جا سکتی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مذکورہ کلام بالغ افراد کے اعتبار سے ہے اور وہ صرف حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت نابالغ تھے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا خاتون تھیں۔ واللہ أعلم.

(٣٢) بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ

باب: 32- جنات کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ [الجن: ١].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”آپ انھیں بتا دیں، میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن کریم کو کان لگا کر سنا۔“

وضاحت: جن اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ ان میں نیک اور بد ہر طرح کے لوگ ہیں۔

---

① فتح الباري: 214/7.

وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل اور مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ انسانی شکل میں بھی ظاہر ہو سکتے ہیں۔

٣٨٥٩ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ بْنُ أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ مَعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَأَلْتُ مَسْرُوقًا: مَنْ آذَنَ النَّبِيَّ ﷺ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْآنَ؟ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوكَ - يَعْنِي عَبْدَ اللهِ - أَنَّهُ آذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ.

[3859] حضرت معن بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، انھوں نے کہا: میں نے مسروق سے پوچھا کہ جس رات جنات نے قرآن مجید سنا تھا، نبی ﷺ کو ان کے متعلق کس نے بتایا تھا؟ مسروق نے کہا: مجھے تیرے والد، یعنی عبداللہ نے بتایا کہ آپ ﷺ کو ایک درخت نے جنات کے متعلق اطلاع دی تھی۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ سے جنات کے قرآن سننے کا واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا۔ بعض اوقات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور بعض اوقات آپ موجود نہ تھے، اس لیے وہ رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بتایا کہ میں جنات کو قرآن سنانے گیا تھا۔ ② ایک روایت میں ہے کہ ایک درخت نے رسول اللہ ﷺ کو جنات کے متعلق خبر دی تھی۔ وہ درخت کیکر کا تھا۔[1]

٣٨٦٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَدِّي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِدَاوَةً لِّوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَتْبَعُهُ بِهَا فَقَالَ: «مَنْ هٰذَا؟» فَقَالَ: أَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: «ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا، وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ» فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ أَحْمِلُهَا فِي طَرَفِ ثَوْبِي حَتّٰى وَضَعْتُ إِلٰى جَنْبِهِ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ، حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ: مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ؟ قَالَ: «هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ، وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ، وَنِعْمَ الْجِنُّ! فَسَأَلُونِي الزَّادَ، فَدَعَوْتُ اللهَ لَهُمْ أَنْ لَّا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ وَّلَا رَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيْهَا طُعْمًا». [راجع: ١٥٥]

[3860] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ وہ ایک دفعہ نبی ﷺ کے وضو اور قضائے حاجت کے لیے پانی کا برتن اٹھائے آپ کے پیچھے چل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم کون ہو؟“ میں نے عرض کیا: ابوہریرہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”استنجا کرنے کے لیے چند ڈھیلے تلاش کر کے مجھے دو، لیکن ہڈی اور لید نہ لانا۔“ چنانچہ میں اپنے کپڑے کے ایک کونے میں انھیں اٹھائے حاضر ہوا اور انھیں لا کر آپ کے قریب رکھ دیا۔ پھر میں وہاں سے ہٹ گیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہڈی اور گوبر کا کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ جنات کی خوراک ہیں۔ میرے پاس نصیبین کے جنات کا ایک وفد آیا۔ وہ بہت اچھے جن تھے۔ انھوں نے مجھ سے کھانے کے متعلق سوال کیا۔ میں نے ان کے لیے اللہ سے دعا کی کہ جب بھی ان

1 فتح الباري: 217/7.

کی نظر ہڈی یا گوبر پر پڑے تو وہ ان پر کھانا پائیں۔"

فوائد و مسائل: ① یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس نے ہڈی کو جنات کی اور گوبر کو ان کے حیوانات کی خوراک بنا دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنات کھاتے پیتے ہیں۔ ② نصیبین آج کل یہ الجزیرہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تاریخی شہر جنوبی ترکی میں شامی سرحد پر واقع ہے۔ اس کے بالمقابل سرحد پار شام کا شہر القامشلی ہے۔ شمالی عراق کے شہر موصل اور نصیبین کا درمیانی فاصلہ تقریباً اڑھائی سو کلومیٹر ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: اٹلس فتوحات اسلامیہ (طبع دارالسلام) ص: 135. ③ رسول اللہ ﷺ کے پاس جن کئی مرتبہ حاضر ہوئے۔ ایک بار بطن نخلہ میں جہاں آپ قرآن مجید پڑھ رہے تھے ان کی تعداد سات تھی۔ ان میں سے ایک کا نام زوبعہ تھا۔ دوسری مرتبہ حجون میں۔ تیسری مرتبہ بقیع میں۔ ان راتوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ چوتھی مرتبہ مدینہ طیبہ کے باہر۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔ پانچویں مرتبہ ایک سفر کے دوران میں جبکہ آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔[1] جنات کا وجود قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ جو لوگ ان کا انکار کرتے ہیں یا انھیں پہاڑی مخلوق خیال کرتے ہیں وہ مسلمان کہلانے کے باوجود قرآن و حدیث کا انکار کرتے ہیں۔

(٣٣) بَابُ إِسْلَامِ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

٣٨٦١ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰى عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا بَلَغَ أَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لِأَخِيهِ: اِرْكَبْ إِلٰى هٰذَا الْوَادِي، فَاعْلَمْ لِي عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، يَأْتِيهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ، وَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهِ، ثُمَّ ائْتِنِي، فَانْطَلَقَ الْأَخُ حَتّٰى قَدِمَهُ وَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى أَبِي ذَرٍّ فَقَالَ لَهُ: رَأَيْتُهُ يَأْمُرُ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، وَكَلَامًا مَا هُوَ بِالشِّعْرِ، فَقَالَ: مَا شَفَيْتَنِي مِمَّا أَرَدْتُ، فَتَزَوَّدَ وَحَمَلَ شَنَّةً لَهُ، فِيهَا مَاءٌ، حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَالْتَمَسَ النَّبِيَّ ﷺ وَلَا

باب: 33- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

[3861] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی بعثت کے متعلق علم ہوا تو انھوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ اس وادی (مکہ) جانے کے لیے سواری تیار کرو اور اس آدمی کے متعلق مجھے معلومات فراہم کرو جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ اس کی باتوں کو خود غور سے سننا، پھر میرے پاس آنا، چنانچہ ان کا بھائی وہاں سے روانہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی باتیں سن کر واپس آیا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں نے انھیں خود دیکھا ہے وہ لوگوں کو اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور میں نے ان سے جو کلام سنا وہ شعر نہیں ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا جو ارادہ تھا تو نے مجھے اس کے متعلق مطمئن نہیں

① فتح الباري: 216/7.

يَعْرِفُهُ، وَكَرِهَ أَنْ يَسْأَلَ عَنْهُ حَتّٰى أَدْرَكَهُ بَعْضُ اللَّيْلِ، فَرَآهُ عَلِيٌّ فَعَرَفَ أَنَّهُ غَرِيبٌ، فَلَمَّا رَآهُ تَبِعَهُ فَلَمْ يَسْأَلْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ، حَتّٰى أَصْبَحَ ثُمَّ احْتَمَلَ قِرْبَتَهُ، وَزَادَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَظَلَّ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَا يَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى أَمْسٰى، فَعَادَ إِلٰى مَضْجَعِهِ فَمَرَّ بِهِ عَلِيٌّ فَقَالَ: أَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ أَنْ يَّعْلَمَ مَنْزِلَهُ؟ فَأَقَامَهُ فَذَهَبَ بِهِ مَعَهُ، لَا يَسْأَلُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ، حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ الثَّالِثِ فَعَادَ عَلِيٌّ عَلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ فَأَقَامَ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ: أَلَا تُحَدِّثُنِي مَا الَّذِي أَقْدَمَكَ؟ قَالَ: إِنْ أَعْطَيْتَنِي عَهْدًا وَّمِيثَاقًا لَّتُرْشِدَنِّنِي فَعَلْتُ، فَفَعَلَ، فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ: فَإِنَّهُ حَقٌّ وَّهُوَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَإِذَا أَصْبَحْتَ فَاتْبَعْنِي، فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ شَيْئًا أَخَافُ عَلَيْكَ قُمْتُ كَأَنِّي أُرِيقُ الْمَاءَ، فَإِنْ مَضَيْتُ فَاتْبَعْنِي حَتّٰى تَدْخُلَ مَدْخَلِي، فَفَعَلَ فَانْطَلَقَ يَقْفُوهُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَدَخَلَ مَعَهُ، فَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهِ وَأَسْلَمَ مَكَانَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «ارْجِعْ إِلٰى قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَكَ أَمْرِي»، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ، فَخَرَجَ حَتّٰى أَتَى الْمَسْجِدَ فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، ثُمَّ قَامَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوهُ حَتّٰى أَوْجَعُوهُ، وَأَتَى الْعَبَّاسُ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ، قَالَ: وَيْلَكُمْ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ مِنْ غِفَارٍ، وَّأَنَّ طَرِيقَ تِجَارِكُمْ إِلَى الشَّامِ؟ فَأَنْقَذَهُ مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ

کیا۔ آخر انھوں نے خود رخت سفر باندھا۔ انھوں نے اپنے ساتھ زاد سفر اور پانی کا مشکیزہ لیا اور مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مسجد حرام میں حاضری دی اور نبی ﷺ کو تلاش کرنے لگے جبکہ وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے آپ کے متعلق پوچھنا بھی مناسب خیال نہ کیا۔ کچھ رات گزر گئی۔ وہ لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا اور سمجھ گئے کہ کوئی مسافر ہے۔ جب ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان (کے کہنے پر ان) کے پیچھے پیچھے چلنے لگے (پھر ان کے ہاں رات بھر ٹھہرے) لیکن کسی نے ایک دوسرے کے متعلق کوئی بات نہ کی حتی کہ صبح ہو گئی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنا زاد سفر اور مشکیزہ اٹھا کر مسجد حرام میں آ گئے اور سارا دن مسجد میں رہے۔ یہ دن بھی یونہی گزر گیا اور وہ نبی ﷺ کو نہ دیکھ سکے حتی کہ شام ہو گئی۔ وہ سونے کی تیاری کرنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا وہ سمجھ گئے کہ ابھی انھیں اپنی منزل مقصود نہیں مل سکی۔ وہ انھیں وہاں سے پھر اپنے ساتھ لے آئے اور آج بھی کسی نے ایک دوسرے سے بات نہ کی۔ جب تیسرا دن ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ وہی کام کیا اور اپنے ساتھ لے گئے اور ان سے پوچھا: کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ یہاں آنے کا باعث کیا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم میری رہنمائی کرنے کا پورا پورا وعدہ کرو تو میں بیان کرتا ہوں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ کر لیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان سے پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: بلاشبہ وہ حق پر ہیں اور اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اچھا اب صبح کو تم میرے پیچھے پیچھے چلنا۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات دیکھی جس سے مجھے آپ کے متعلق کوئی

مِنَ الْغَدِ لِمِثْلِهَا، فَضَرَبُوهُ وَثَارُوا إِلَيْهِ فَأَكَبَّ الْعَبَّاسُ عَلَيْهِ. [راجع: ٣٥٢٢]

خطرہ ہوا تو میں کھڑا ہو جاؤں گا، گویا میں نے پیشاب کرنا ہے اور اگر میں چلتا رہوں تو تم بھی میرے پیچھے چلتے رہو حتی کہ جہاں میں داخل ہوں وہاں چلے آنا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے حتی کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ انھوں نے آپ ﷺ کی باتیں سنیں اور وہیں مسلمان ہو گئے۔ نبی ﷺ نے انھیں فرمایا: ''اب تم اپنی قوم میں واپس جاؤ، انھیں خبردار کرو، حتی کہ تمھارے پاس میرا کوئی دوسرا حکم آ جائے۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان مشرکین میں پکار کر کلمۂ توحید کا اعلان کروں گا، چنانچہ وہ وہاں سے مسجد حرام آئے اور بآواز بلند کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی سارا مجمع ان پر ٹوٹ پڑا اور انھیں (سخت) مارا اور بہت نقصان پہنچایا۔ اس دوران میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر جھک پڑے اور فرمانے لگے: تمھاری ہلاکت ہو! تم جانتے نہیں ہو کہ یہ شخص قبیلۂ غفار سے ہے اور تمھارے تاجروں کے شام جانے کا راستہ اسی طرف ہے؟ اس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر کو ان سے بچایا۔ دوسرے دن پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا تو لوگوں نے انھیں بہت مارا اور سارے کافر ان پر ٹوٹ پڑے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور ان پر جھک پڑے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام جندب ہے۔ اسلام لانے میں پہل کی اور تکلیفیں اٹھائیں، پھر اپنی قوم میں چلے گئے اور مدت تک وہیں رہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ بلند مرتبہ، تارک دنیا اور مہاجرین کرام میں سے ہیں۔ زندگی کے آخری ایام مقام ربذہ میں گزارے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ② جب معلومات لینے کے لیے مکہ مکرمہ گئے تو آپ اپنا

مقصد کسی سے ظاہر نہ کرتے کیونکہ اس طرح مشرکین تکلیف پہنچانے میں مزید دلیر ہو جاتے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا دین ظاہر ہو، اس لیے اگر کوئی شخص مشرکین سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھتا تو وہ اسے بتاتے نہیں تھے۔ وہ لوگوں کو آپ کے پاس جانے سے روکتے تھے یا اس سے دھوکا کرتے تاکہ واپس چلا جائے۔ ③ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے طواف میں ملے۔ ان روایات میں کوئی تضاد اور مخالفت نہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے ہوں، پھر رات کے وقت دوران طواف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ہو۔[1] واللہ أعلم. اس حدیث کے مزید فوائد حدیث: 3522 میں ملاحظہ کریں۔

(٣٤) بَابُ إِسْلَامِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 34- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

٣٨٦٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ ابْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ يَقُولُ: وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنَّ عُمَرَ لَمُوثِقِي عَلَى الْإِسْلَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عُمَرُ، وَلَوْ أَنَّ أُحُدًا ارْفَضَّ لِلَّذِي صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوقًا أَنْ يَرْفَضَّ. [انظر: ٣٨٦٧، ٦٩٤٢]

[3862] حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے مسجد کوفہ میں فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے قبل مجھے اسلام لانے کی پاداش میں باندھ رکھا تھا لیکن تم لوگوں نے جو سلوک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا ہے اس کی وجہ سے اگر اُحد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سرک جائے تو اس کے لائق ہے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تاریخ اسلام کا بہت بڑا المیہ ہے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اس پر اظہار افسوس فرماتے ہیں کہ زمانۂ کفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے باندھ رکھا تھا لیکن آج خود مسلمان ایک خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق سے اپنے ہاتھ رنگ رہے ہیں۔ یہ ایسا خوفناک کام ہے کہ اس وجہ سے احد پہاڑ کو پھٹ جانا اور اپنی جگہ سے ہٹ جانا چاہیے۔ ② واضح رہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیر حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تفصیل کتب تاریخ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ واللہ أعلم.

(٣٥) بَابُ إِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 35- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

٣٨٦٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ

[3863] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

[1] فتح الباري: 220/7.

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ. [راجع: ٣٦٨٤]

انھوں نے فرمایا: جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، اس وقت سے ہم لوگ باعزت زندگی گزارنے کے قابل ہوئے۔

فائدہ: اس حدیث کے فوائد حدیث: 3684 کے تحت ملاحظہ کریں۔

٣٨٦٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: فَأَخْبَرَنِي جَدِّي زَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا، إِذْ جَاءَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّهْمِيُّ أَبُو عَمْرٍو، عَلَيْهِ حُلَّةُ حِبَرٍ، وَقَمِيصٌ مَكْفُوفٌ بِحَرِيرٍ، وَهُوَ مِنْ بَنِي سَهْمٍ وَهُمْ حُلَفَاؤُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ لَهُ: مَا بَالُكَ؟ قَالَ: زَعَمَ قَوْمُكَ أَنَّهُمْ سَيَقْتُلُونَنِي إِنْ أَسْلَمْتُ، قَالَ: لَا سَبِيلَ إِلَيْكَ - بَعْدَ أَنْ قَالَهَا أَمِنْتُ - فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِي، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُونَ؟ فَقَالُوا: نُرِيدُ هٰذَا ابْنَ الْخَطَّابِ الَّذِي صَبَأَ، قَالَ: لَا سَبِيلَ إِلَيْهِ، فَكَرَّ النَّاسُ. [انظر: ٣٨٦٥]

[3864] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر خوفزدہ تھے۔ اچانک ان کے پاس ابوعمرو عاص بن وائل سہمی آیا جو ایک دھاری دار خوبصورت چادر اور ریشمی کرتا پہنے ہوئے تھا۔ وہ قبیلۂ بنوسہم سے تھا جو زمانۂ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے کہا: تمھارا کیا حال ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمھاری قوم کہتی ہے کہ اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ عاص نے کہا: تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ عاص کی اس بات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں امان میں آ گیا ہوں۔ عاص باہر نکلا اور لوگوں سے ملا جبکہ مکہ کا میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ عاص نے ان سے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم ابن خطاب کی خبر لینے جا رہے ہیں جو بے دین ہو چکا ہے۔ عاص نے کہا: اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے۔

فوائد و مسائل: ① جو شخص اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو جاتا عرب اسے صابی کہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو قبیلۂ بنوسہم نے انھیں بے دین کہا اور ان کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ② عاص اپنی قوم کا سردار تھا اور اس کی بات مانی جاتی اور پیروی کی جاتی تھی جب اس نے کہا کہ عمر پر تمھارا کوئی بس نہیں چلے گا تو اس حوصلہ افزائی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوف جاتا رہا۔ ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال مسلمان ہوئے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کا خوف و ہراس جاتا رہا اور لوگوں میں اسلام نمایاں ہونا شروع ہو گیا۔ ان کے دور خلافت میں اسلام نے خوب ترقی کی اور بہت فتوحات ہوئیں۔ ④ واضح رہے کہ عاص بن وائل حضرت عمرو بن عاص سہمی کے والد ہیں۔ اس نے زمانۂ اسلام تو پایا لیکن مسلمان نہ ہوا۔

٣٨٦٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُهُ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ اجْتَمَعَ النَّاسُ عِنْدَ دَارِهِ وَقَالُوا: صَبَأَ عُمَرُ، وَأَنَا غُلَامٌ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِي، فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَيْهِ قَبَاءٌ مِّنْ دِيبَاجٍ فَقَالَ: قَدْ صَبَأَ عُمَرُ، فَمَا ذَاكَ فَأَنَا لَهُ جَارٌ، قَالَ: فَرَأَيْتُ النَّاسَ تَصَدَّعُوا عَنْهُ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ؟ قَالُوا: الْعَاصُ ابْنُ وَائِلٍ. [راجع: ٣٨٦٤]

[3865] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو لوگ ان کے گھر کے قریب جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عمر بے دین ہو گیا ہے۔ میں ان دنوں بچہ تھا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ اچانک ایک آدمی آیا جس نے ریشمی قبا پہن رکھی تھی۔ اس نے کہا: عمر اپنے دین سے پھر گیا ہے تو کیا ہوا! میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ سن کر لوگ منتشر ہو گئے۔ میں نے پوچھا: یہ صاحب کون تھے؟ تو لوگوں نے کہا: یہ عاص بن وائل ہے۔

فائدہ: اس کے فوائد حدیث: 3864 میں ملاحظہ کریں۔

٣٨٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنِي عُمَرُ: أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ قَطُّ يَقُولُ: إِنِّي لَأَظُنُّهُ كَذَا إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ، بَيْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ إِذْ مَرَّ بِهِ رَجُلٌ جَمِيلٌ فَقَالَ عُمَرُ: لَقَدْ أَخْطَأَ ظَنِّي أَوْ إِنَّ هٰذَا عَلٰى دِينِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، أَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ، عَلَيَّ الرَّجُلَ، فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ اسْتُقْبِلَ بِهِ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ، قَالَ: فَإِنِّي أَعْزِمُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا أَخْبَرْتَنِي، قَالَ: كُنْتُ كَاهِنَهُم [فِي الْجَاهِلِيَّةِ،] قَالَ: فَمَا أَعْجَبُ مَا جَاءَتْكَ بِهِ جِنِّيَّتُكَ؟ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا فِي السُّوقِ جَاءَتْنِي أَعْرِفُ فِيهَا الْفَزَعَ، فَقَالَتْ: أَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَإِبْلَاسَهَا وَيَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ إِنْكَاسِهَا، وَلُحُوقَهَا بِالْقِلَاصِ وَأَحْلَاسِهَا؟ قَالَ عُمَرُ: صَدَقَ، بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ آلِهَتِهِمْ إِذْ جَاءَ

[3866] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق فرمایا کہ میرے خیال کے مطابق یہ اس طرح ہے وہ اسی طرح ہوئی جیسا کہ وہ اس کے متعلق اظہار خیال کرتے تھے، چنانچہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت شخص وہاں سے گزرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شخص اپنے دین جاہلیت پر ہے یا زمانۂ جاہلیت میں اپنی قوم کا کاہن رہا ہے یا پھر میرا گمان غلط ہے۔ اس شخص کو میرے پاس لاؤ! اسے بلایا گیا تو آپ نے اس کے سامنے اپنی بات دہرائی۔ اس نے کہا کہ میں نے تو آج کے دن جیسا معاملہ کبھی نہیں دیکھا جو کسی مسلمان کو پیش آیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تیرے لیے ضروری قرار دیتا ہوں کہ مجھے صحیح صورتِ حال سے آگاہ کرو۔ اس نے اقرار کیا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں اپنی قوم کا کاہن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تیرے پاس تیرے جنات جو خبریں لاتے تھے ان میں سے حیران کن اور عجیب تر خبر

رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهُ فَصَرَخَ بِهِ صَارِخٌ، لَمْ أَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ أَشَدَّ صَوْتًا مِّنْهُ يَقُولُ: يَا جَلِيحْ! أَمْرٌ نَّجِيحْ، رَجُلٌ فَصِيحْ يَقُولُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، فَوَثَبَ الْقَوْمُ، قُلْتُ: لَا أَبْرَحُ حَتّٰى أَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هٰذَا، ثُمَّ نَادٰى: يَا جَلِيحْ! أَمْرٌ نَّجِيحْ، رَجُلٌ فَصِيحْ يَقُولُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا أَنْ قِيلَ: هٰذَا نَبِيٌّ.

سناؤ۔ اس شخص نے کہا: میں ایک دن بازار میں تھا کہ ایک جنّی میرے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور اس نے کہا: کیا آپ نے جنوں کو ان کی حیرانی اور ان کے سرنگوں ہونے کے بعد ان کی مایوسی کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنی اونٹنیوں اور ان کے ٹاٹوں کے ساتھ چمٹ گئے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے۔ ایک دفعہ میں بھی مشرکین کے بتوں کے پاس سو رہا تھا کہ ایک آدمی بچھڑا لے کر آیا اور اس نے اسے ذبح کیا۔ اس کے اندر سے اس قدر زوردار چیخ برآمد ہوئی کہ میں نے اس سے زیادہ سخت چیخ کبھی نہ سنی تھی۔ اس نے کہا: اے دشمن! میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں جس سے مراد مل جائے۔ ایک فصیح اور خوش بیان شخص یہ کہتا ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ یہ سنتے ہی وہاں تمام لوگ چونک پڑے اور اچھل کر دوڑنے لگے۔ میں نے کہا: میں تو اسی جگہ رہوں گا تاکہ اس کے پس پردہ کچھ معلوم کروں۔ پھر اس نے آواز دی: اے دشمن! معاملہ واضح ہے۔ آدمی خوش بیان ہے جو کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم زیادہ عرصہ نہیں ٹھہرے تھے کہ کہا گیا: یہ نبی مکرم ہیں۔ .... صلی اللہ علیہ وسلم ....

فوائد و مسائل: ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر امت کا کوئی نہ کوئی محدث ہوا ہے، میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''[1] ② واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو بات کہتے وہ ہو جاتی جیسا کہ شروع حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے متعلق اظہار خیال کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خوبصورت شخص کے متعلق جس گمان کا اظہار کیا وہ اسی طرح تھا، چنانچہ اس نے اقرار بھی کیا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے خوش طبعی کے طور پر فرمایا: اب تیرے جن کا کیا حال ہے؟ وہ غصے سے بھر گیا اور کہنے لگا: اے عمر! تم زمانۂ جاہلیت میں جو شرک وغیرہ کرتے تھے وہ میرے پیشے کہانت سے زیادہ برا تھا۔ آپ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں جس سے میں اب تائب ہو چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کا امیدوار ہوں۔ ③ اس جن سے اس آدمی نے جو گفتگو کی تھی اس کا مطلب یہ تھا آخر الزمان نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ تمام جن عربوں کے تابع

① صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث: 3689.

ہو جائیں گے اور ان کے دین کی پیروی کریں گے کیونکہ وہ نبی جنوں اور انسانوں دونوں کے لیے ہے۔ ④ کہا جاتا ہے کہ یہی واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا باعث ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس واقعے کو اسلام عمر کے زیر عنوان بیان کیا ہے۔[1] واللہ أعلم.

٣٨٦٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ لِلْقَوْمِ: لَوْ رَأَيْتُنِي مُوثِقِي عُمَرُ عَلَى الْإِسْلَامِ أَنَا وَأُخْتُهُ وَمَا أَسْلَمَ، وَلَوْ أَنَّ أُحُدًا انْقَضَّ لِمَا صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوقًا أَنْ يَنْقَضَّ. [راجع: ٣٨٦٢]

[3867] حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے میں نے خود کو اور ان کی ہمشیر کو دیکھا کہ وہ ہمیں اسلام لانے کی پاداش میں باندھے ہوئے تھے اور جو کچھ تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ برتاؤ کیا ہے اگر احد پہاڑ اس کے باعث ریزہ ریزہ ہو جائے تو وہ اس کے لائق ہے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی اور ان کے بہنوئی ہیں۔ ان کی ہمشیر حضرت فاطمہ، حضرت سعید کے نکاح میں تھیں۔ جب ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحالت کفر انھیں رسیوں سے باندھ کر ان کی تذلیل کیا کرتے تھے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کفر کی حالت میں کرتے تھے جبکہ تم لوگوں نے مسلمان ہوتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا ہے کہ اگر اس وجہ سے احد پہاڑ گر پڑے اور ریزہ ریزہ ہو جائے تو واقعی اس لائق ہے۔ واللہ أعلم. ② سیرت کی کتابوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ ابوجہل نے اعلان کیا: جو کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر لائے گا میں اسے ایک سو اونٹ بطور انعام دوں گا۔ حضرت عمر اپنی تلوار سونت کر نکلے تو کسی نے کہا: پہلے اپنے بہنوئی اور بہن کی خبر لو، وہ دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کے گھر کا رخ کیا۔ وہاں جا کر بہن اور بہنوئی کو رسیوں سے جکڑ دیا اور اپنی بہن کو بہت مارا۔ آخر شرم سار ہو کر کہنے لگے: مجھے وہ کلام سناؤ جو تم میرے آنے سے پہلے پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب وہ کلام سنا اور پڑھا تو بے ساختہ کلمۂ شہادت منہ سے نکل گیا اور مسلمان ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی...... رضی اللہ عنہ

(٣٦) بَابُ انْشِقَاقِ الْقَمَرِ

باب: 36- چاند کے پھٹ جانے کا بیان

٣٨٦٨ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ

[3868] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے انھیں دکھا دیے یہاں تک

[1] فتح الباري: 229/7.

عَنْهُ: أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ، حَتَّى رَأَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا. [راجع: ٣٦٣٧]

کہ انھوں نے حراء پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

٣٨٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى فَقَالَ: «اشْهَدُوا»، وَذَهَبَتْ فِرْقَةٌ نَحْوَ الْجَبَلِ.

[3869] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جس وقت چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو ہم نبی ﷺ کے ہمراہ منیٰ کے میدان میں تھے۔ آپ نے فرمایا: ''(لوگو!) گواہ رہو۔'' اور چاند کا ایک ٹکڑا دوسرے سے الگ ہو کر پہاڑ کی دوسری طرف چلا گیا۔

وَقَالَ أَبُو الضُّحَى. عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: انْشَقَّ بِمَكَّةَ.

ایک روایت میں ہے کہ شق قمر کا معجزہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوا۔

وَتَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ. [راجع: ٣٦٣٦]

محمد بن مسلم نے اس کی متابعت کی ہے۔

٣٨٧٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا بَكْرُ ابْنُ مُضَرَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ ابْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ عَلَى زَمَانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. [راجع: ٣٦٣٨]

[3870] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند پھٹ گیا تھا۔

٣٨٧١ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ. [راجع: ٣٦٣٦]

[3871] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ واقعی چاند دولخت ہوا تھا۔

فوائد و مسائل: ① ان تمام احادیث میں معجزہ شق قمر کا بیان ہے جس کی تفصیل ہم حدیث: 3636, 3637, 3638 کے تحت بیان کر آئے ہیں۔ بہرحال قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں چاند کے پھٹ جانے کا واقعہ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

ایک بندہ مسلم کے لیے ان سے زیادہ اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس واقعہ کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر چاند نہ پھٹا ہوتا تو اس وقت کافر اور مخالفین اس آیت کی تکذیب کر دیتے جس میں شق قمر کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔''[1] اگر یہ واقعہ نہ ہوا ہوتا تو کفار مسلمانوں پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتے۔ ② بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ شق قمر اگر رات کے وقت ہوا تھا تو تمام دنیا کے لوگ اسے دیکھتے صرف اہل مکہ تک محدود نہ رہتا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ اس طرح کے سماوی واقعہ کو تمام لوگ دیکھیں کیونکہ رات کے وقت عموماً لوگ بے خبر اور سوئے ہوتے ہیں۔ ان کے دروازے بھی بند ہوتے ہیں اس بنا پر یہ اعتراض لغو ہے۔ چاند کو گرہن لگتا ہے مگر اسے دیکھنے والے بہت کم ہوتے ہیں، نیز گرہن بعض ممالک میں ہی دیکھا جاتا ہے، لہٰذا شق قمر کے لیے ضروری نہیں کہ تمام دنیا کے لوگ اسے دیکھتے، جن ممالک میں شق قمر دیکھا گیا اس کی تفصیل معجزات میں بیان کر دی گئی ہے۔

(٣٧) بَابُ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ»، فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ، وَرَجَعَ عَامَّةُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ، فِيهِ عَنْ أَبِي مُوسٰى وَأَسْمَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب: 37- ہجرت حبشہ کا بیان

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے خواب میں تمھاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے۔ وہاں کھجوروں کے باغات ہیں اور وہ دو پتھریلے میدانوں کے درمیان واقع ہے۔'' چنانچہ جن لوگوں نے ہجرت کرنا تھی وہ مدینہ طیبہ کے طرف ہجرت کر کے چلے گئے بلکہ جو مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے تھے وہ بھی مدینہ طیبہ واپس چلے آئے۔ اس کے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت اسماء بنت عمیس ؓ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وضاحت: جب مشرکین نے مکہ کے مسلمانوں کو تکلیفیں دینا شروع کیں تاکہ یہ دین اسلام چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں حبشے کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور حکم دیا کہ تم غلبۂ اسلام ہونے تک وہاں رہو۔ یہ ہجرت دو دفعہ عمل میں آئی: پہلی ہجرت میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ وہ مکہ مکرمہ سے پیدل سمندر کی طرف گئے، وہاں نصف دینار کرائے پر کشتی لی اور حبشہ پہنچ گئے، پھر جب انھیں خبر ملی کہ سورۂ نجم کی تلاوت کے وقت مشرکین نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سجدہ کیا ہے تو وہ واپس لوٹ آئے۔ جب مشرکین کے مظالم کا نشانہ بنے تو انھوں نے دوبارہ حبشے کی طرف ہجرت کی۔ اس وقت ان کی تعداد تراسی (83) مرد اور اٹھارہ (18) خواتین تھیں۔ امام بخاری ؒ نے اس عنوان کے تحت تین احادیث ذکر کی ہیں

[1] القمر 1:54.

اور انھیں خود ہی مختلف مقامات پر متصل سند سے بیان کیا ہے، چنانچہ حدیث عائشہ، کتاب المناقب، حدیث: 3905، حدیث ابو موسیٰ اسی باب کے آخر میں، حدیث: 3876 اور حدیث اسماء، کتاب المغازی، حدیث: 4230 میں ہے۔

٣٨٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَدِيِّ ابْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ قَالَا لَهُ: مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُكَلِّمَ خَالَكَ عُثْمَانَ فِي أَخِيهِ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ؟ وَكَانَ أَكْثَرَ النَّاسُ فِيمَا فَعَلَ بِهِ، قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَانْتَصَبْتُ لِعُثْمَانَ حِينَ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً وَّهِيَ نَصِيحَةٌ، فَقَالَ: أَيُّهَا الْمَرْءُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ، فَانْصَرَفْتُ، فَلَمَّا قَضَيْتُ الصَّلَاةَ جَلَسْتُ إِلَى الْمِسْوَرِ وَإِلَى ابْنِ عَبْدِ يَغُوثَ، فَحَدَّثْتُهُمَا بِالَّذِي قُلْتُ لِعُثْمَانَ وَقَالَ لِي، فَقَالَا: قَدْ قَضَيْتَ الَّذِي كَانَ عَلَيْكَ، فَبَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ مَّعَهُمَا، إِذْ جَاءَنِي رَسُولُ عُثْمَانَ، فَقَالَا لِي: فَقَدِ ابْتَلَاكَ اللهُ، فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا نَصِيحَتُكَ الَّتِي ذَكَرْتَ آنِفًا؟ قَالَ: فَتَشَهَّدْتُ ثُمَّ قُلْتُ: إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ ﷺ وَآمَنْتَ بِهِ، وَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَصَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَرَأَيْتَ هَدْيَهُ، وَقَدْ أَكْثَرَ النَّاسُ فِي شَأْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدَّ، فَقَالَ لِي: يَا ابْنَ أَخِي! أَدْرَكْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، وَلٰكِنْ قَدْ

[3872] حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے، ان سے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث ٹٹاٹنا نے کہا کہ تمھیں اپنے ماموں حضرت عثمان ٹٹاٹنا سے ان کے بھائی ولید بن عقبہ کے متعلق گفتگو کرنے سے کون منع کرتا ہے؟ لوگ اس بارے میں بکثرت چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ عبیداللہ بیان کرتے ہیں کہ جب عثمان ٹٹاٹنا نماز کے لیے باہر نکلے تو میں ان کے راستے میں کھڑا ہو گیا اور ان سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے اور کوئی خیر خواہی کی بات کرنی ہے؟ حضرت عثمان ٹٹاٹنا نے ان سے کہا: بھلے آدمی! میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ یہ سن کر میں وہاں سے واپس آ گیا۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو مسور اور ابن عبد یغوث ٹٹاٹنا کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے وہ گفتگو کی جو عثمان ٹٹاٹنا سے میں نے کی اور جو انھوں نے مجھ سے کہا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ تم نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔ اس دوران میں جب میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس حضرت عثمان ٹٹاٹنا کا قاصد آ گیا۔ ان دونوں نے مجھے کہا کہ تمھیں اللہ تعالیٰ نے امتحان میں ڈالا ہے۔ آخر میں وہاں سے چلا اور حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ انھوں نے فرمایا: وہ کون سی خیر خواہی تھی جس کا ذکر آپ نے ابھی کیا تھا؟ میں نے تشہد پڑھا اور ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا، آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور آپ پر ایمان لائے، پہلی دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ کر آپ کی سیرت اور طریقے کو دیکھا ہے۔

خَلَصَ إِلَيَّ مِنْ عِلْمِهِ مَا خَلَصَ إِلَى الْعَذْرَاءِ فِي سِتْرِهَا، قَالَ: فَتَشَهَّدَ عُثْمَانُ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ ﷺ، وَآمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهِ مُحَمَّدٌ ﷺ، وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَمَا قُلْتَ، وَصَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَبَايَعْتُهُ، وَاللهِ مَا عَصَيْتُهُ وَلَا غَشَشْتُهُ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ، ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اللهُ أَبَا بَكْرٍ فَوَاللهِ مَا عَصَيْتُهُ وَلَا غَشَشْتُهُ، ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَوَاللهِ مَا عَصَيْتُهُ وَلَا غَشَشْتُهُ، ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ، أَفَلَيْسَ لِي عَلَيْكُمْ مِثْلُ الَّذِي كَانَ لَهُمْ عَلَيَّ؟ قَالَ: بَلٰى، قَالَ: فَمَا هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي تَبْلُغُنِي عَنْكُمْ؟ فَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَأْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ فَسَنَأْخُذُ فِيهِ إِنْ شَاءَ اللهُ بِالْحَقِّ، قَالَ: فَجَلَدَ الْوَلِيدَ أَرْبَعِينَ جَلْدَةً وَّأَمَرَ عَلِيًّا أَنْ يَّجْلِدَهُ، وَكَانَ هُوَ يَجْلِدُهُ.

بات یہ ہے کہ ولید بن عقبہ کے بارے میں لوگ بہت باتیں کرتے ہیں، لہٰذا آپ پر ضروری ہے کہ اس پر حد قائم کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے علم میں سے میرے پاس اتنا ضروری علم پہنچ چکا ہے جس قدر ایک کنواری لڑکی کو اس کے پردے میں پہنچتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: بے شک اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر مبعوث کیا۔ ان پر اپنی کتاب نازل کی۔ اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور اس حق پر ایمان لایا جو رسول اللہ ﷺ کو دے کر بھیجا گیا تھا اور پہلی دو ہجرتیں کیں جیسا کہ تو نے کہا ہے۔ بلاشبہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا اور آپ سے بیعت کی۔ اللہ کی قسم! نہ تو میں نے آپ کی نافرمانی کی اور نہ آپ سے کوئی دھوکا فریب ہی کیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی ان کی نافرمانی نہ کی اور نہ انھیں کوئی دھوکا فریب ہی دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب کر لیا گیا تو اللہ کی قسم! میں نے ان کی بھی نافرمانی نہ کی اور نہ ان سے دھوکا فراڈ ہی کیا۔ پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا تو کیا میرا تم پر اتنا بھی حق نہیں جتنا ان کا مجھ پر تھا؟ عبیداللہ نے کہا: کیوں نہیں، پھر انھوں نے فرمایا: ان باتوں کی کیا حقیقت ہے جو تمھاری طرف سے مجھے پہنچ رہی ہیں؟ جہاں تک تم نے ولید بن عقبہ کے بارے میں ذکر کیا ہے تو ہم ان شاء اللہ اس معاملے میں حق کے ساتھ اس کی گرفت کریں گے۔ پھر آپ نے ولید بن عقبہ کو چالیس کوڑے مارنے کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ اسے کوڑے لگائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کوڑے مارا

کرتے تھے۔

وَقَالَ يُونُسُ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَفَلَيْسَ لِي عَلَيْكُمْ مِّنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِي كَانَ لَهُمْ؟. [راجع: ٣٦٩٦]

اس حدیث کو یونس اور زہری کے بھتیجے نے بھی زہری سے بیان کیا ہے۔ اس روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول بایں الفاظ بیان ہوا ہے: کیا تم لوگوں پر میرا وہی حق نہیں ہے جو ان لوگوں کا تم پر تھا؟!

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: ﴿بَلَآءٌ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ [البقرة:٤٩] مَا ابْتُلِيتُمْ بِهِ مِنْ شِدَّةٍ، وَفِي مَوْضِعٍ: الْبَلَاءُ الْإِبْتِلَاءُ وَالتَّمْحِيصُ مِنْ بَلَوْتُهُ وَمَحَّصْتُهُ، أَيْ: إِسْتَخْرَجْتُ مَا عِنْدَهُ. يَبْلُو: يَخْتَبِرُ. ﴿مُبْتَلِيكُم﴾ [البقرة:٢٤٩]: مُخْتَبِرُكُمْ. وَأَمَّا قَوْلُهُ: (بَلَاءٌ عَظِيمٌ): النِّعَمُ، وَهِيَ مِنْ أَبْلَيْتُهُ وَتِلْكَ مِنَ ابْتَلَيْتُهُ.

ابو عبداللہ (امام بخاری) رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ کا مطلب ہے کہ جس شدت اور تنگی میں ڈال کر تمھیں آزمایا گیا۔ اور (ابو عبیدہ نے) ایک مقام پر کہا کہ بلاء کے معنی ابتلاء اور تمحیص کے ہیں، یعنی جو اس کے پاس تھا وہ میں نے نکالا۔ يَبْلُو کے معنی وہ آزماتا ہے۔ اور ﴿مُبْتَلِيكُمْ﴾ کے معنی ہیں وہ تمھارا امتحان لینے والا ہے۔ اور جہاں تک بلائے عظیم کا تعلق ہے تو اس میں بلاء سے مراد نعمتیں ہیں۔ جب یہ نعمت کے معنی میں ہو تو أَبْلَيْتُهُ سے ہوگا۔ اور امتحان کے معنی میں اس صورت میں ہوگا جب اِبْتَلَيْتُهُ سے ہوگا، یعنی اگر آپ کہنا چاہیں کہ میں نے اس پر انعام کیا تو آپ کہیں گے أَبْلَيْتُهُ اور اگر کہنا چاہیں کہ میں نے اس کا امتحان لیا تو کہیں گے اِبْتَلَيْتُهُ.

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ہجرت حبشہ کو ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حبشے کی طرف پہلی ہجرت میں شمولیت کی اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی خبر میں دیر ہوئی تو آپ بہت پریشان ہوئے۔ آخر کار ایک عورت حبشے سے آئی، اس نے بتایا کہ میں نے ان دونوں کو وہاں دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان کا ساتھی ہے۔'' حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر ہجرت کی ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت مذکورہ حدیث ذکر کرنے میں یہی نکتہ پیش نظر رکھا ہے، لیکن حبشے کی دوسری ہجرت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شامل نہیں ہوئے، اس لیے حدیث میں پہلی دو ہجرتوں سے مراد حبشہ اور مدینہ طیبہ کی ہجرت ہے۔ اس حدیث سے متعلقہ دیگر مباحث ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اور کچھ کتاب الحدود میں ذکر کریں گے۔ باذن اللہ تعالیٰ۔

٣٨٧٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ

[3873] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَّأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَذَكَرَتَا لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوا فِيهِ تِيكَ الصُّوَرَ، أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور اس کے اندر تصویریں تھیں۔ انھوں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''جب ان میں کوئی نیک مرد ہوتا اور اس کی وفات ہو جاتی تو اس کی قبر کو وہ لوگ مسجد بنا لیتے اور پھر اس میں ان کی تصویریں رکھ دیتے۔ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے۔''

فائدہ: اس حدیث میں ہجرت حبشہ کا ذکر ہے کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ ؓ نے حبشے کی طرف ہجرت کی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ ہند بنت ابوامیہ ؓ نے اپنے شوہر حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد ؓ کے ساتھ پہلی ہجرت کی اور حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان ؓ نے اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشے کی طرف دوسری ہجرت میں شمولیت کی۔ ان کا شوہر وہاں جا کر عیسائی ہو گیا اور وہیں مرا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ شاہ حبشہ نے اپنی سرکردگی میں اس نکاح کو سرانجام دیا۔ اس حدیث سے متعلقہ دیگر مباحث کتاب الجنائز، حدیث: 1341 کے تحت گزر چکے ہیں، انھیں یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔[1]

٣٨٧٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ السَّعِيدِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ قَالَتْ: قَدِمْتُ مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ وَأَنَا جُوَيْرِيَةٌ فَكَسَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ خَمِيصَةً لَّهَا أَعْلَامٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ الْأَعْلَامَ بِيَدِهِ وَيَقُولُ: «سَنَاهْ سَنَاهْ». قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: يَعْنِي: حَسَنٌ حَسَنٌ. [راجع: ٣٠٧١]

[3874] حضرت ام خالد بنت خالد ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب میں سرزمین حبشہ سے واپس آئی تو اس وقت میں چھوٹی بچی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اوڑھنے کے لیے ایک چادر عنایت فرمائی جس میں نقوش تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنا دست مبارک ان نقوش پر پھیرتے ہوئے فرما رہے تھے: ''یہ چادر اچھی ہے۔ یہ چادر خوبصورت ہے۔'' امام حمیدی ؒ نے کہا ہے کہ سناہ کے معنی ''اچھا اور خوبصورت'' کے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ام خالد، سیدنا خالد بن سعید کی بیٹی اور خالد بن زبیر بن عوام کی والدہ ہیں، اس لیے وہ ام خالد بھی ہیں اور بنت خالد بھی۔ ② لفظ سناہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت حبشہ کی مناسبت سے اس ملک کی زبان کا لفظ استعمال فرمایا جس کے معنی خوبصورت اور اچھا کے ہیں۔ ③ ان کے والد گرامی حضرت خالد بن سعید بن عاص ؓ نے حبشے کی طرف دوسری ہجرت میں شمولیت کی۔ ام خالد کی پیدائش حبشے میں ہوئی تو اس کا نام ''أمة'' رکھا گیا۔ انھوں نے ہی اس کی کنیت ام خالد رکھی تھی۔ ان کی والدہ کا نام امینہ بنت خلف ہے۔[2] ④ ایک روایت میں ہے کہ ام خالد نے کہا: میں نے اس

---

1 فتح الباري: 239/7. 2 فتح الباري: 239/7.

وقت زرد رنگ کی قمیص پہن رکھی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے سنه سنه کے الفاظ استعمال فرمائے۔[1] ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چادر اور قمیص دونوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرمائے ہوں۔

٣٨٧٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي فَيَرُدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا، قَالَ: «إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا». فَقُلْتُ لِإِبْرَاهِيمَ: كَيْفَ تَصْنَعُ أَنْتَ؟ قَالَ: أَرُدُّ فِي نَفْسِي. [راجع: ١١٩٩]

[3875] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے اور ہم آپ کو سلام کرتے تو آپ ہمیں اس کا جواب دیتے تھے لیکن جب ہم شاہ حبشہ نجاشی کے پاس سے واپس آئے اور ہم نے دوران نماز میں آپ کو سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! قبل ازیں ہم آپ کو سلام کہتے تھے تو آپ ہمیں اس کا جواب دیتے تھے۔ (اب کیا ہوا ہے؟) آپ نے فرمایا: ”نماز میں ایک مشغولیت ہوتی ہے۔“ میں نے ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ آپ کیسے کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: میں دل سے جواب دے دیتا ہوں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حبشہ سے لوٹ کر مدینہ طیبہ آئے۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے حبشے کی طرف دوسری ہجرت میں شمولیت کی تھی اور آپ اس وقت مدینہ طیبہ واپس آئے تھے جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کی تیاری میں مصروف تھے۔ چونکہ آپ کو حبشے میں پتہ چلا کہ رسول اللہ مدینہ طیبہ چلے گئے ہیں، اس لیے انھوں نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا۔[2] ② اس حدیث میں دوران نماز میں دل سے سلام کا جواب دینے کا ذکر ہے، حالانکہ حدیث میں ہاتھ کے اشارے سے جواب دینا بھی ثابت ہے، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب لوگ رسول اللہ ﷺ کو دوران نماز میں سلام کرتے تو آپ انھیں کیسے جواب دیتے تھے؟ تو انھوں نے کہا: اس طرح کرتے اور انھوں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔[3]

٣٨٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ، فَرَكِبْنَا سَفِينَةً فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ، فَوَافَقْنَا

[3876] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم یمن میں تھے، جب نبی ﷺ کے متعلق ہمیں پتہ چلا کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے ہیں۔ ہم کشتی میں سوار ہوئے تو وہ ہمیں حبشہ میں لے گئی۔ وہاں ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پایا تو ان کے ساتھ

---

① صحيح البخاري، الجهاد، حديث: 3071. ② فتح الباري: 239/7. ③ سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 927.

جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَكُمْ أَنْتُمْ [يَا] أَهْلَ السَّفِينَةِ! هِجْرَتَانِ».
[راجع: ٣١٣٦]

اقامت اختیار کر لی۔ پھر ہم مدینہ طیبہ آئے اور نبی ﷺ سے اس وقت ملے جب آپ نے خیبر فتح کر لیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے کشتی والو! تمھارے لیے دو ہجرتیں ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ نے پہلے مکے کی طرف ہجرت کی، اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں لوگوں کے ہمراہ حبشے کی طرف بھیج دیا وہ حبشہ جانے کے بجائے اپنی قوم کے علاقے کی طرف متوجہ ہوئے جو مشرقی جانب حبشہ کے بالمقابل ہے۔ جب انھیں خبر ملی کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے جا چکے ہیں تو وہ اپنی قوم کے مسلمانوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن سمندری لہروں نے انھیں حبشہ پہنچا دیا تو وہ سیدنا جعفر ؓ کے ساتھ وہیں رک گئے، پھر مدینہ طیبہ اس وقت پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔[1] ② دو ہجرتیں یہ ہیں: ایک مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری حبشہ سے مدینہ طیبہ کی طرف اور جن لوگوں نے ہجرت حبشہ نہیں کی تھی ان کے لیے صرف ایک ہی ہجرت ہے جو مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہوئی۔

(٣٨) بَابُ مَوْتِ النَّجَاشِيِّ

باب: 38- شاہ حبشہ نجاشی کی موت کا بیان

٣٨٧٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ: «مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ، فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلٰى أَخِيكُمْ أَصْحَمَةَ». [راجع: ١٣١٧]

[3877] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جس دن نجاشی (شاہِ حبشہ) فوت ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''آج ایک نیک آدمی فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو اور اپنے بھائی اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھو۔''

٣٨٧٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ عَطَاءً حَدَّثَهُمْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَصَفَّنَا وَرَاءَهُ، فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ. [راجع: ١٣١٧]

[3878] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی۔ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

٣٨٧٩ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا

[3879] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے ایک اور

[1] فتح الباري: 237/7.

يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔

تَابَعَهُ عَبْدُ الصَّمَدِ. [راجع: ۱۳۱۷]

عبدالصمد نے سلیم بن حیان سے روایت کرنے میں یزید بن ہارون کی متابعت کی ہے۔

۳۸۸۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَعَى لَهُمُ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَقَالَ: «اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ». [راجع: ۱۲٤٥]

[3880] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شاہ حبشہ نجاشی کی موت کے متعلق اسی دن آگاہ کر دیا تھا جس دن اس کا انتقال ہوا۔ اور آپ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو۔''

۳۸۸۱ - وَعَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدٌ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَفَّ بِهِمْ فِي الْمُصَلَّى فَصَلَّى عَلَيْهِ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. [راجع: ۱۲٤٥]

[3881] حضرت ابو ہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام ؓ کی جنازگاہ میں صف بندی کی اور نجاشی کی نماز جنازہ پڑھتے وقت چار تکبیریں کہیں۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری ؒ نے ان احادیث سے ثابت کیا ہے کہ نجاشی کی موت اسلام پر ہوئی تھی، اس لیے نبی ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ نجاشی کے اسلام کے متعلق جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ امام بخاری ؒ کی شرائط کے مطابق نہ تھا، اس لیے انھوں نے ایسی احادیث پیش کی ہیں جو اس کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ② چونکہ ہجرت حبشہ کا عنوان تھا اور مسلمانوں نے حبشے کی طرف ہجرت کی تھی، اس لیے تبعاً موت نجاشی پر مشتمل احادیث ذکر کی ہیں۔ براہ راست اس موت کا ہجرت حبشہ سے کوئی تعلق نہیں۔ امام بخاری ؒ نے ایک اضافی فائدے کے لیے اسے بیان فرمایا ہے۔ ③ حبشہ کے فرمانروا کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ اس کا نام اصحمہ تھا جس کا عربی میں ترجمہ عطیہ ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ پر غائبانہ ایمان لائے تھے اور وہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال فوت ہوئے۔ ④ ان تمام احادیث سے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا ثبوت بھی ملتا ہے اگرچہ بعض حضرات نے اس واقعے کی مختلف تاویلیں کی ہیں لیکن ان میں کوئی وزن نہیں ہے۔ روایات کے ظاہری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ ⑤ غائبانہ جنازہ ہر مرنے والے کے لیے نہیں بلکہ ایسی شخصیت کے لیے ہے جس کی قومی،

ملی، سیاسی یا علمی خدمات ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں سیکڑوں اصحاب آپ کی عدم موجودگی میں فوت ہوئے لیکن آپ نے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی، صرف حضرت نجاشی ہیں جن کی غائبانہ نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا۔ واللہ أعلم.

(۳۹) بَابُ تَقَاسُمِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

باب: 39- نبی ﷺ کے خلاف مشرکین کا عہد و پیمان کرنا

وضاحت: جب قریش مکہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امن کی جگہ مل گئی ہے اور دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی وجہ سے اسلام چاروں طرف پھیلنے لگا ہے تو عداوت وحسد کے جوش میں آ کر انھوں نے بنو ہاشم کے خلاف ایک معاہدہ تحریر کیا کہ ان سے خرید و فروخت اور نکاح شادی کا معاملہ نہ کیا جائے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کریں۔ انھوں نے اس ظالمانہ دستاویز کو بیت اللہ کے اندر لٹکا دیا۔ اس معاہدے کی رو سے بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے اور تین سال اسی نظر بندی میں رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے کہا کہ اس دستاویز کو دیمک چاٹ گئی ہے صرف اس میں اللہ کا نام باقی ہے۔ ابوطالب نے کفار قریش سے کہا کہ میرے بھتیجے نے یہ خبر دی ہے اور وہ کبھی جھوٹے ثابت نہیں ہوئے، اگر ان کا بیان صحیح ہے تو ہم مرتے دم تک اسے تمھارے حوالے نہیں کریں گے اور اگر اس کا بیان جھوٹ ہو تو ہم اسے تمھارے حوالے کر دیں گے، چنانچہ کفار قریش نے ایک دوسرے کو اس ناروا سلوک پر ملامت کی، اس طرح انھیں قید سے رہائی ملی۔ نبوت کے ساتویں سال یہ بائیکاٹ شروع ہوا اور تین سال تک حوالات کا سلسلہ جاری رہا۔ مذکورہ عنوان میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشرکین کے اسی عہد و پیمان کا ذکر ہے۔[1]

۳۸۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أَرَادَ حُنَيْنًا: «مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ». [راجع: ١٥٨٩]

[3882] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب جنگ حنین کا ارادہ کیا تو فرمایا: ''ان شاء اللہ کل ہمارا قیام بنو کنانہ کے ڈیرے پر ہو گا جہاں مشرکین نے کفر پر قائم رہنے کے لیے قسمیں اٹھائی تھیں۔''

فوائد و مسائل: ① اس مقام پر یہ روایت مختصر طور پر بیان ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ مکہ مکرمہ آتے ہوئے کہے،[2] اس لیے احتمال ہے کہ فتح مکہ کے سال آپ نے ارشاد فرمایا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کے اگلے دن یہ الفاظ فرمائے کہ ہم کل خیف بنی کنانہ میں پڑاؤ کریں گے۔[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ الفاظ فرمائے تھے جبکہ طواف وداع کے لیے مکہ جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ

---

(1) فتح الباري: 241/7. (2) صحيح البخاري، الحج، حديث: 1589. (3) صحيح البخاري، الحج، حديث: 1590.

نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع دونوں وقت ایسا کہا تھا۔[1] ② امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بنو ہاشم سے ترک موالات کا واقعہ شرائط کے مطابق نہ تھا، اس لیے آپ نے مذکورہ حدیث ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے کیونکہ یہ حدیث واقعے کی بنیاد پر دلالت کرتی ہے، گویا اہل مغازی نے جو واقعہ نقل کیا ہے وہ اس حدیث کی تشریح ہے کہ مشرکین نے اپنے کفر پر جمے رہنے کی قسمیں اٹھائیں تھیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ان کٹھن حالات سے نجات دی جو کفار قریش نے پیدا کر رکھے تھے۔

(٤٠) بَابُ قِصَّةِ أَبِي طَالِبٍ

باب: 40- ابوطالب کا واقعہ

وضاحت: رسول اللہ ﷺ کے چار چچے تھے: ابوطالب، ابولہب، حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ان میں سے ابوطالب رسول اللہ کے حقیقی چچا تھے کیونکہ آپ کے والد ماجد کے سگے بھائی تھے۔ جب تک زندہ رہے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا پورا پورا دفاع کیا اور آپ کی پرزور حمایت کی مگر قومی پاسداری کی وجہ سے اسلام قبول نہ کیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاروں چچانے اسلام کا زمانہ پایا لیکن ان میں سے دو مسلمان ہوئے اور دو نے کفر کی روش اختیار کیے رکھی۔ جو مسلمان ہوئے ان کے نام مسلمانوں جیسے تھے اور جنھوں نے کفر کو پسند کیا ان کے نام بھی مسلمانوں جیسے نہ تھے، چنانچہ ابوطالب کا نام عبدِ مناف اور ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا جبکہ مسلمان ہونے والے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما تھے۔[2]

٣٨٨٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: مَا أَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ فَوَاللهِ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ، قَالَ: «هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ وَّلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ». [انظر: ٦٢٠٨، ٦٥٧٢]

[3883] حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ آپ نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا جو آپ کی حمایت کیا کرتا تھا اور آپ کی خاطر دوسروں سے خفا ہوتا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ٹخنوں تک ہلکی آگ میں ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کی تہ میں بالکل نیچے ہوتا۔''

فائدہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ سے ابوطالب کے متعلق سوال کرنا اس روایت کے ضعف پر دلالت کرتا ہے جس کا مضمون یہ ہے: جب ابوطالب پر موت کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے لا إله إلا الله پڑھنے کے متعلق کہا لیکن اس نے انکار کر دیا، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہوئے دیکھے تو اپنے کان اس کی طرف لگائے پھر رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''اے میرے بھتیجے! اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے جو آپ نے پیش کیا تھا۔'' یہ روایت بالکل ناقابل اعتبار ہے جو صحیح بخاری کی حدیث کے معارض پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس کے شرک پر مرنے کی یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

① فتح الباري: 242/7. ② فتح الباري: 246/7.

رسول اللہ ﷺ کو ان الفاظ میں خبر دی کہ آپ کا چچا جو گمراہ تھا وہ مر گیا ہے تو آپ نے فرمایا: ''اسے دفن کر دو۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ بحالت شرک مرا ہے۔ آپ نے فرمایا: بس، اسے دفن کر دو۔[1] اس حدیث کا واضح مطلب ہے کہ ابوطالب شرک کی حالت میں مرا ہے۔[2]

٣٨٨٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ أَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ: «أَيْ عَمِّ! قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ». فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَّعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: يَا أَبَا طَالِبٍ! تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهِ حَتّٰى قَالَ آخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهِ: عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْهُ». فَنَزَلَتْ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن يَسْتَغْفِرُوا۟ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓا۟ أُو۟لِى قُرْبَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَـٰبُ ٱلْجَحِيمِ﴾ [التوبة:١١٣] وَنَزَلَتْ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِى مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ [القصص:٥٦]. [راجع: ١٣٦٠]

[3884] حضرت ابن مسیب سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے پاس نبی ﷺ تشریف لائے جبکہ اس کے پاس ابوجہل بھی بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے چچا! ایک بار لا إله إلا الله کہہ دے۔ میں اس وجہ سے اللہ کے پاس تمھارے لیے حجت قائم کر سکوں گا۔'' ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: ابوطالب! کیا عبدالمطلب کے مذہب سے روگردانی کر رہے ہو؟ وہ بار بار اسے یہی کہتے رہے حتی کہ ابوطالب نے آخری بات ان سے یہی کہی کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں آپ کے لیے اللہ سے استغفار ضرور کروں گا جب تک مجھے روکا نہ جائے گا۔'' پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''نبی اور اہل ایمان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ قریبی ہی کیوں نہ ہوں جبکہ انھیں معلوم ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔'' اور یہ آیت بھی نازل ہوئی: ''بے شک آپ جسے پسند کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔''

فائدہ: ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کا بہت دفاع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا کہ جب تک ابوطالب زندہ رہا قریش مجھے تکلیف پہنچانے سے خائف تھے۔ جب وہ فوت ہوا تو قریش کو ہمت ہوئی کہ آپ کو اذیت پہنچائیں حتی کہ ایک بے وقوف نے آپ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی تھی۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ کی کوشش اور خواہش کے باوجود ابوطالب نے اسلام قبول نہیں کیا، تاہم رسول اللہ ﷺ کی برکت سے اسے ہلکے عذاب میں رکھا جائے گا۔[3] روایت میں عبداللہ بن ابی امیہ کا ذکر ہے۔ وہ مسلمانوں کا سخت مخالف تھا اور رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھتا تھا لیکن فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا اور طائف میں اللہ تعالیٰ نے اسے شہادت سے سرفراز فرمایا۔[4]

[1] سنن أبي داود، الجنائز، حديث: 3214. [2] فتح الباري: 245/7. [3] فتح الباري: 244/7. [4] عمدة القاري: 593/11.

٣٨٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ فَقَالَ: «لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ». [انظر: ٦٥٦٤]

[3885] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا، جب آپ کے سامنے آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اس کو میری سفارش کچھ فائدہ دے گی کہ کم گہری آگ میں رکھا جائے گا جس میں اس کے صرف ٹخنے ڈوبے ہوں گے مگر اس سے بھی اس کا دماغ ابل رہا ہوگا۔''

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَّالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَّزِيدَ بِهٰذَا، وَقَالَ: «تَغْلِي مِنْهُ أُمُّ دِمَاغِهِ».

ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''اس کا اصل دماغ کھولنے لگے گا۔''

فوائد و مسائل: ① مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دعوتِ حق پیش کی تو اس نے کہا: اگر مجھے قریش کی عار کا اندیشہ نہ ہو کہ وہ کہیں گے ابوطالب نے موت سے گھبرا کر اپنا دین چھوڑ دیا ہے، تو میں ضرور تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔[1] بہرحال اس نے کلمہ نہیں پڑھا، اس لیے وہ عذاب میں گرفتار ہوگا۔ ② ایک روایت میں ہے کہ جب اس کا دماغ ابلنے لگے گا تو اندر سے بھیجا نکل کر اس کے قدموں پر پڑے گا۔[2] کفار کے اعمال انھیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے لیکن ابوطالب کو رسول اللہ ﷺ کی حمایت کے نتیجے میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا۔ یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور آپ کی برکت ہے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل جہنم کے عذاب کی نوعیت ایک دوسرے سے مختلف ہوگی۔[3] ④ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی صحیح رہنمائی کرنا رسول اللہ ﷺ کی ذمے داری ہے لیکن صراط مستقیم پر چلانا اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کسی کو راہ راست پر نہیں لا سکتے۔ آپ صرف راستہ دکھا سکتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔[4]

(٤١) [بَابُ] حَدِيثِ الْإِسْرَاءِ

باب: 41- حدیث اسراء، یعنی مکہ سے بیت المقدس جانے کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا﴾ [الإسراء: ١].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''پاک ہے وہ ذات جس نے ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی۔''

٣٨٨٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

[3886] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے،

---

① مسند أحمد: 441/2. ② السيرة النبوية لابن إسحاق: 65/1، و فتح الباري: 245/7، 246. ③ فتح الباري: 246/7.
④ الشورى 42: 52.

عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ». [انظر: ٤٧١٠]

انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جب قریش نے (اسراء کی بابت) میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا تو میں ان لوگوں کو اس کی نشانیاں بتانے لگا جبکہ اس وقت میں اسے دیکھ رہا تھا۔''

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اسراء اور معراج کے لیے الگ الگ عنوان قائم کیے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اسراء اور معراج دونوں الگ الگ راتوں میں ہوئے ہیں، مگر یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الصلاۃ میں ایک عنوان ان الفاظ میں قائم کیا ہے: [كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ فِي الْإِسْرَاءِ] ''اسراء کی رات نماز کس طرح فرض ہوئی؟'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات میں ہوئی ہیں کیونکہ نمازوں کی فرضیت معراج کے موقع پر ہوئی تھی۔[1] ② اکثر علمائے سلف اور محدثین کا موقف ہے کہ اسراء اور معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ بیداری کی حالت میں ہوئے۔ ③ جب رسول اللہ ﷺ نے معراج کا واقعہ بیان کیا تو کفار قریش نے انکار کیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی۔ اس دن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' ہو گیا۔ ④ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف جانے میں یہ حکمت ہے کہ آپ دونوں قبلوں کی زیارت کر لیں اور وہاں جا کر انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کرائیں۔ یا اس لیے وہاں تشریف لے گئے کہ بیت المقدس مقام محشر ہے، آپ وہاں گئے تا کہ مختلف فضائل سے شرف یاب ہوں۔ واللہ أعلم۔

(٤٢) بَابُ الْمِعْرَاجِ

باب: 42- واقعۂ معراج کا بیان

وضاحت: اسراء اور معراج کا واقعہ روح اور جسم کے ساتھ حالت بیداری میں ایک ہی رات پیش آیا۔ اسراء مسجد حرام سے بیت المقدس تک اور معراج بیت المقدس سے آسمانوں تک رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی۔ معراج ہجرت سے ایک سال قبل ہوا۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ واللہ أعلم۔

٣٨٨٧ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامُ ابْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ حَدَّثَهُ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ قَالَ: «بَيْنَمَا أَنَا فِي الْحَطِيمِ - وَرُبَّمَا قَالَ: فِي الْحِجْرِ -

[3887] حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس شب کا حال بیان کیا جس میں آپ کو معراج ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا ہوا کہ میں حطیم یا حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے یہاں سے

1 فتح الباري: 247/7.

مُضْطَجِعًا إِذْ أَتَانِي آتٍ فَقَدَّ - قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ -: فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهِ إِلٰى هٰذِهِ»، فَقُلْتُ لِلْجَارُودِ وَهُوَ إِلٰى جَنْبِي: مَا يَعْنِي بِهِ؟ قَالَ: مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهِ إِلٰى شِعْرَتِهِ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: مِنْ قَصِّهِ إِلٰى شِعْرَتِهِ - «فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِي ثُمَّ أُتِيتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَّمْلُوءَةٍ إِيمَانًا، فَغُسِلَ قَلْبِي ثُمَّ حُشِيَ، ثُمَّ أُعِيدَ ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ دُونَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ أَبْيَضَ» فَقَالَ لَهُ الْجَارُودُ: هُوَ الْبُرَاقُ يَا أَبَا حَمْزَةَ؟ قَالَ أَنَسٌ: نَعَمْ. «يَضَعُ خَطْوَهُ عِنْدَ أَقْصٰى طَرْفِهِ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِي جِبْرِيلُ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ، فَفَتَحَ.

یہاں تک چاک کر دیا...... راوی کہتا ہے: میں نے جارود سے پوچھا، جو میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے: اس سے کیا مراد ہے؟ تو انھوں نے کہا: حلقوم سے ناف تک۔ میں نے اسے یہ کہتے ہوئے بھی سنا کہ سینے سے ناف تک......" پھر اس نے میرا دل نکالا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے لبریز تھا۔ میرا دل دھویا گیا۔ پھر اسے ایمان سے بھر کر اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس ایک سفید رنگ کا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا...... جارود نے کہا: ابوحمزہ! وہ براق تھا؟ حضرت ابوحمزہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں (وہ براق تھا)...... وہ اپنا قدم منتہائے نظر پر رکھتا تھا۔ تو میں اس پر سوار ہوا۔ میرے ہمراہ حضرت جبریل علیہ السلام روانہ ہوئے۔ انھوں نے آسمان اول پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا گیا: تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے بتایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا: آپ کو یہاں تشریف لانے کا پیغام بھیجا گیا تھا؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ پھر جواب ملا: مرحبا! آپ کا تشریف لانا مبارک ہو۔ تشریف لانے والا بہت اچھا ہے۔ پھر اس (دربان) نے دروازہ کھول دیا۔

فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا فِيهَا آدَمُ، فَقَالَ: هٰذَا أَبُوكَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ، وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ، قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ، فَفَتَحَ: فَلَمَّا

جب میں وہاں گیا تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ تمھارے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اچھے بیٹے اور بزرگ نبی! خوش آمدید۔ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چڑھے حتی کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا: تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہے؟

خَلَصْتُ إِذَا يَحْيٰى وَعِيسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ، قَالَ: هٰذَا يَحْيٰى وَعِيسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا، فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ، قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَفُتِحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يُوسُفُ، قَالَ: هٰذَا يُوسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ، وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ.

بتایا کہ محمد ﷺ ہیں۔ دریافت کیا گیا: کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: آپ کا تشریف لانا مبارک ہو۔ آنے والا مہمان بہت اچھا ہے اور اس (دربان) نے دروازہ کھول دیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں آپس میں خالہ زاد ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا اور ان دونوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا: برادر عزیز اور نبیٔ محترم! خوش آمدید۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام مجھے لے کر تیسرے آسمان پر چڑھے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا: حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انھیں بلایا گیا تھا؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: آپ کا تشریف لانا مبارک ہو۔ تشریف لانے والا مہمان بہت اچھا ہے۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ یوسف علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کہا: انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا: نیک طینت بھائی اور نبیٔ محترم! خوش آمدید۔

ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ، قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: أَوَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ، فَفُتِحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِدْرِيسُ، قَالَ: هٰذَا إِدْرِيسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ

پھر حضرت جبریل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے کر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انھیں دعوت دی گئی تھی؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: خوش آمدید! جس سفر پر آئے ہو وہ مبارک اور خوشگوار ہو۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام

الصَّالِحِ، وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ، قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ ﷺ، قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُونُ، قَالَ: هٰذَا هَارُونُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ، وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ، قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: مَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا مُوسٰى، قَالَ: هٰذَا مُوسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ.

سے ملاقات ہوئی۔ حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کریں۔ میں نے سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا: اے برادر گرامی اور نبیٔ محترم! خوش آمدید۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام مجھے لے کر پانچویں آسمان پر چڑھے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ انھوں نے کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: انھیں بلایا گیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: انھیں خوش آمدید! اور جس سفر پر آئے ہیں وہ خوش گوار اور مبارک ہو۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا: اے معزز بھائی اور نبیٔ محترم! خوش آمدید۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام مجھے لے کر چھٹے آسمان پر چڑھے۔ اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ انھوں نے کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: انھیں خوش آمدید! سفر مبارک ہو۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا: اخی المکرّم اور نبیٔ محترم! خوش آمدید۔

فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى، قِيلَ لَهُ: مَا يُبْكِيكَ؟ قَالَ: أَبْكِي لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِي، ثُمَّ

پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے۔ پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ انھوں نے کہا: میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوعمر جوان جسے میرے بعد رسول بنا کر بھیجا گیا

صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِبْرَاهِيمُ، قَالَ: هٰذَا أَبُوكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، قَالَ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ.

ہے اس کی امت جنت میں میری امت سے زیادہ تعداد میں داخل ہوگی۔ حضرت جبریل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر لے کر چڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ انھوں نے کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انھیں دعوت دی گئی تھی؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: خوش آمدید! اور جس سفر پر تشریف لائے ہیں وہ خوشگوار اور مبارک ہو۔ پھر میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجیے۔ میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے پسر عزیز اور نبیٔ محترم خوش آمدید۔

ثُمَّ رُفِعْتُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَإِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ، وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ، قَالَ: هٰذِهِ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى، وَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَانِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ، ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ، ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّإِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ وَّإِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ: هِيَ الْفِطْرَةُ الَّتِي أَنْتَ عَلَيْهَا وَأُمَّتُكَ، ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوسٰى فَقَالَ: بِمَا أُمِرْتَ؟ قَالَ: أُمِرْتُ بِخَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَّإِنِّي وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک بلند کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح بڑے بڑے ہیں اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح چوڑے چوڑے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں چار نہریں تھیں: (ان میں) دو نہریں بند اور دو نہریں کھلی ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ نہریں کیسی ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ بند نہریں تو جنت کی ہیں اور جو کھلی ہیں وہ نیل اور فرات کا سرچشمہ ہیں۔ پھر بیت المعمور کو میرے سامنے لایا گیا۔ پھر میرے سامنے ایک پیالہ شراب کا، ایک پیالہ دودھ کا اور ایک پیالہ شہد کا لایا گیا تو میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ فطرت اسلام ہے جس پر آپ اور آپ کی امت قائم ہے۔ پھر مجھ پر شب و روز میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ جب میں واپس لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے میرا گزر

وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ: بِمَ أُمِرْتَ؟ قُلْتُ: أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، قَالَ: سَأَلْتُ رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنْ أَرْضَى وَأُسَلِّمُ. قَالَ: فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادَانِي مُنَادٍ: أَمْضَيْتُ فَرِيضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي».

[راجع: ٣٢٠٧]

ہوا۔ انھوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے دن رات میں پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ کی امت ہر دن پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ اللہ کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور اس معاملے میں بنی اسرائیل کے ساتھ سر توڑ کوشش کر چکا ہوں، لہٰذا آپ اپنے رب کی طرف لوٹ جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کریں، چنانچہ میں لوٹ کر گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دس نمازیں معاف کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے پھر ویسا ہی کہا۔ پھر اللہ کے پاس گیا تو اللہ نے مزید دس نمازیں معاف کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے پھر ویسا ہی کہا۔ پھر میں لوٹ کر گیا تو مجھے دس نمازیں اور معاف کر دی گئیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے پھر ویسا ہی کہا، چنانچہ میں لوٹ کر گیا تو مجھے ہر دن میں دس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر لوٹا تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر ویسا ہی کہا۔ میں پھر لوٹا تو مجھے ہر دن میں پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا: ہر دن میں پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا: آپ کی امت دن میں پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ میں تم سے پہلے لوگوں کا خوب تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل پر خوب زور ڈال چکا ہوں، لہٰذا تم ایسا کرو پھر اپنے پروردگار کے پاس جاؤ اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کرو۔ میں نے جواب دیا میں اپنے رب سے کئی دفعہ درخواست کر چکا ہوں، اب مجھے حیا آتی ہے، لہٰذا میں راضی ہوں اور اس کے حکم کو تسلیم کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں

آگے بڑھا تو ایک منادی (خود اللہ تعالیٰ) نے آواز دی کہ
میں نے حکم جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف بھی کر دی۔“

فائدہ: رسول اللہ ﷺ پہلے بیت المقدس تشریف لے گئے، پھر آسمانوں کی طرف چلے۔ اس میں مخالفین کے لیے اظہار حق مقصود تھا کیونکہ اگر سیدھے مکے ہی سے آسمانوں کی طرف جاتے تو مخالفین کے لیے بیان و وضاحت کی کوئی صورت نہ پائی جاتی لیکن جب آپ نے فرمایا کہ میں رات کے ایک حصے میں بیت المقدس گیا ہوں تو انھوں نے آپ سے بیت المقدس کی جزئیات پوچھیں جو انھوں نے بھی دیکھ رکھی تھیں اور انھیں اس بات کا بھی علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے کبھی بیت المقدس نہیں گئے ہیں، جب آپ نے انھیں بیت المقدس کی جزئیات بیان فرمائیں جو انھوں نے پوچھی تھیں تو آپ کی سچائی واضح ہوگئی اور مشرکین مکہ کو یقین ہو گیا کہ واقعی آپ رات کے تھوڑے سے حصے میں وہاں گئے ہیں۔ جب بیت المقدس جانے کی تصدیق ہوگئی تو باقی سفر کی تصدیق کے لیے بھی راہ ہموار ہوگئی۔ اس سے اہل ایمان کے ایمان میں پختگی اور منکرین کی بدبختی میں اور اضافہ ہوا۔[1] واضح رہے کہ انبیاء ﷺ سے ملاقات کی جو ترتیب اس حدیث میں ہے یہی زیادہ صحیح اور قابل ترجیح ہے، یعنی پہلے آسمان پر حضرت آدم، دوسرے پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ، تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ واللہ أعلم.

رسول اللہ ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ کے بعد کچھ مشاہدات کیے جن کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں: ❁ سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ایک ایسی جگہ پر پہنچے جہاں قضا وقدر کے فرشتوں کے قلم حرکت میں تھے۔ آپ نے ان کی آواز سنی۔ ❁ رسول اللہ ﷺ جنت میں داخل ہوئے تو وہاں موتیوں کے گنبد دیکھے۔ جنت کی مٹی کستوری کی تھی جس سے خوشبو مہک رہی تھی۔ ❁ جنت میں آپ نے نہر کوثر دیکھی جس کے کناروں پر خولدار موتیوں کے قبے تھے۔ اس کے اندر بھی کستوری کا گارا تھا جو مہک رہا تھا۔ ❁ رسول اللہ ﷺ نے وہاں ایک درخت دیکھا جس پر رنگ برنگی روشنی تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام ایک طرف ہٹ گئے تو رسول اللہ ﷺ وہاں سجدہ ریز ہو گئے۔ ❁ رسول اللہ ﷺ کو وہاں پانچ نمازوں اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کا تحفہ ملا، نیز بشارت ملی کہ آپ کی امت میں سے جس نے شرک نہیں کیا ہوگا اس کے تمام کبیرہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ ❁ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر تمام اہل آسمان مارے خوشی کے مسکرا رہے تھے لیکن جہنم کے داروغہ مالک کے چہرے پر مسکراہٹ کے نشانات نہ تھے۔ ❁ رسول اللہ ﷺ نے وہاں جنت کا مشاہدہ کیا تو اس کے انار مٹکوں کی طرح بڑے بڑے اور پرندے بختی اونٹوں کی طرح قدآور تھے اور جہنم کی آگ اتنی شدید تھی کہ اگر پتھر اور لوہا اس میں پھینک دیا جائے تو فوراً پگھل جائے۔ ❁ رسول اللہ ﷺ نے وہاں حورعین کو دیکھا، انھیں سلام کیا، انھوں نے جواب دیا اور اپنے متعلق بتایا کہ ہم خیراتٌ حسان ہیں۔ ❁ رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ بیٹے! آج تمھاری رب سے ملاقات ہوگی، چونکہ تیری امت آخری امت اور تمام امتوں سے زیادہ ہے، اس کے لیے اپنے رب سے ان کی ضروریات ضرور طلب کریں۔[2]

---

[1] فتح الباري : 252/7. [2] فتح الباري : 271/7.

٣٨٨٨ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا جَعَلْنَا ٱلرُّءْيَا ٱلَّتِىٓ أَرَيْنَٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ [الإسراء: ٦٠] قَالَ: هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ: ﴿وَٱلشَّجَرَةَ ٱلْمَلْعُونَةَ فِى ٱلْقُرْءَانِ﴾ [الإسراء: ٦٠] قَالَ: هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ. [انظر: ٤٧١٦، ٦٦١٣]

[3888] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ''اور وہ منظر جو ہم نے آپ کو دکھایا صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا'' سے مراد خواب نہیں بلکہ یہ آنکھ کی رؤیت تھی جو رسول اللہ ﷺ کو اسی رات دکھائی گئی جس رات آپ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تھی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن میں شجرۂ ملعونہ سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ معراج خواب کی حالت میں ہوا تھا۔ حدیث رویاء کو عین سے مقید کرنے کا یہ اشارہ ہے کہ رؤیت سے مراد حالت بیداری میں دیکھنا ہے۔ ② اس میں لوگوں کا امتحان تھا، چنانچہ کچھ لوگ اس بات کو ناممکن خیال کرتے تھے کہ ایک رات میں بیت المقدس کیسے پہنچا جا سکتا ہے، نیز مشرکین کے لیے یہ بات بھی باعث فتنہ تھی کہ زقوم کا درخت آگ میں پروان چڑھے گا، حالانکہ آگ تو درخت کو جلا کر ختم کر ڈالتی ہے۔ یہ تھوہر اہل جہنم کا کھانا ہوگا جو پیٹ میں گرم پانی کی طرح کھولے گا۔[1] تھوہر کا درخت اگرچہ دنیاوی تھوہر کی مانند ہوگا مگر زہر اور تلخی میں اس قدر خطرناک ہوگا کہ اہل دوزخ کے پیٹ اور ان کی آنتوں کو پھاڑ دے گا، اس کے پتے اژدہے سانپوں کے پھنوں کی طرح ہوں گے جس کی صراحت قرآن میں ہے۔[2]

(٤٣) بَابُ وُفُودِ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ وَبَيْعَةِ الْعَقَبَةِ

باب: 43- مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ کے پاس وفود انصار کا آنا اور بیعت عقبہ کا بیان

٣٨٨٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. ح، وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِينَ عَمِيَ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ

[3889] حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے تھے تو وہ انھیں چلتے پھرتے وقت پکڑ کر چلتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا طویل واقعہ سنا۔ ابن بکیر نے اپنی روایت میں بیان کیا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں عقبہ کی رات نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھا جب ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا

① الدخان 44:43-46. ② الصّٰفّٰت 37:64,65.

ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، بِطُولِهِ. قَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ فِي حَدِيثِهِ: وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا. [راجع: ۲۷۵۷]

پختہ عہد کیا تھا۔ اگرچہ لوگوں میں غزوۂ بدر کا چرچا زیادہ ہے لیکن میرے نزدیک عقبہ کی بیعت، بدر کی لڑائی میں حاضری سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

فوائد ومسائل: ① عقبہ منیٰ میں ایک گھاٹی کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایام حج کے دوران منیٰ میں مختلف قبائل سے ملتے اور انھیں دعوتِ اسلام دیتے تھے۔ ایک دفعہ عقبہ کے پاس قبیلۂ خزرج کے چند لوگوں سے ملاقات کی۔ انھیں اسلام کی دعوت دی جسے انھوں نے قبول کر لیا۔ دوسرے سال انصار کے بارہ آدمی آئے۔ ان میں حضرت عبادہ بن صامت ؓ بھی تھے۔ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عقبہ کے مقام پر حاضر ہوئے اور آپ کی بیعت کی۔ اسے اصطلاح عام میں بیعت عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے۔ اگلے سال ستر آدمی حج کے لیے آئے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے عقبہ میں ملاقات کرنے کا وعدہ فرمایا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور وہاں انھوں نے آپ سے بیعت کی۔ اسے بیعت عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے وہاں آپ نے ہر چھوٹے قبیلے کا ایک نقیب مقرر فرمایا۔ ② حضرت کعب ؓ کہتے ہیں کہ اگرچہ اسلام کی نشر و اشاعت میں غزوۂ بدر کی بڑی شہرت ہے لیکن میرے نزدیک بیعت عقبہ کی زیادہ افضلیت ہے کیونکہ بیعت عقبہ ہی اسلام کی ترقی کا باعث ہے اور اس وجہ سے اسلام کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہوئی۔

۳۸۹۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: كَانَ عَمْرٌو يَقُولُ: سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: شَهِدَ بِي خَالَايَ الْعَقَبَةَ.

[3890] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں اپنے دو ماموؤں کے ساتھ بیعت عقبہ (ثانیہ) میں حاضر ہوا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: أَحَدُهُمَا الْبَرَاءُ بْنُ مَعْرُورٍ. [انظر: ۳۸۹۱]

ابو عبداللہ (امام بخاری ؒ) کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے فرمایا: ان دو میں ایک براء بن معرور ؓ تھے۔

۳۸۹۱ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ: أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ: قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: أَنَا وَأَبِي وَخَالَايَ مِنْ أَصْحَابِ الْعَقَبَةِ. [راجع: ۳۸۹۰]

[3891] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں، میرے والد گرامی اور میرے دونوں ماموں مقام عقبہ میں بیعت کرنے والوں میں سے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① حضرت براء بن معرور ؓ حضرت جابر ؓ کے رضاعی ماموں ہیں۔ عقبہ ثانیہ کی رات سب سے پہلے

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ وہ اس وقت انصار کے سردار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے ایک ماہ پہلے وہ فوت ہو گئے۔ (2) اس بیعت کے وقت انصار کے تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب مقرر فرمایا جن کے نام یہ ہیں: ✿ اسعد بن زرارہ۔ ✿ رافع بن مالک۔ ✿ عبادہ بن صامت۔ ✿ سعد بن ربیع۔ ✿ منذر بن عمرو۔ ✿ عبداللہ بن رواحہ۔ ✿ براء بن معرور۔ ✿ عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ ✿ سعد بن عبادہ۔ ✿ اسید بن حضیر۔ ✿ سعد بن خیثمہ۔ ✿ ابوالہیثم بن تیہان یا رفاعہ بن عبدالمنذر ؓ...... ان میں سے براء بن معرور ؓ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے اس رات سب سے پہلے بیعت کی تھی۔ یہ بیعت اسلام کی نشر واشاعت کے لیے خشت اول ثابت ہوئی۔ اس کی تفصیل ہم مناقب انصار کے آغاز میں بیان کر آئے ہیں۔ (3) واضح رہے کہ حضرت جابر ؓ کی والدہ کا نام نصیبہ تھا۔ حضرت براء بن معرور ؓ آپ کے حقیقی ماموں نہ تھے بلکہ رضاعی ماموؤں میں یا آپ کی والدہ کے تعلق داروں میں سے ہیں۔ عرب، ماں کے تمام عزیزوں کو خال، یعنی ماموں کہتے ہیں۔

٣٨٩٢ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِذُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ مِنَ الَّذِينَ شَهِدُوا بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَمِنْ أَصْحَابِهِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ: «تَعَالَوْا بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَّا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَّلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَّفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ لَهُ كَفَّارَةٌ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللهُ فَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ، إِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ». قَالَ: فَبَايَعْتُهُ عَلَى ذٰلِكَ. [راجع: ١٨]

[3892] حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے، آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام ؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی اور عقبہ کی رات آپ سے عہد و پیمان کیا تھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ کے پاس صحابہ کی ایک جماعت تھی: ”آؤ مجھ سے اس بات کا عہد کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، نہ چوری کرو گے نہ زنا کرو گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ کسی پر ایسا بہتان لگاؤ گے جسے تم نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے تراشا ہو، نیز اچھی باتوں میں میری نافرمانی بھی نہیں کرو گے۔ تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ اور جو کوئی ان میں سے کسی کام کا مرتکب ہوا پھر اسے دنیا میں سزا مل گئی تو وہ سزا اس کے لیے کفارہ ہو گی۔ اور جس نے ان میں سے کوئی کام کیا اور اللہ نے اس پر پردہ پوشی کی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو اسے سزا دے اگر چاہے تو اسے معاف کر دے۔“ چنانچہ میں نے ان امور پر آپ سے بیعت کی۔

٣٨٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ

[3893] حضرت عبادہ بن صامت ؓ ہی سے روایت

ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنِ الصَّنَابِحِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: إِنِّي مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِينَ بَايَعُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَقَالَ: بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا، وَّلَا نَسْرِقَ، وَلَا نَزْنِيَ، وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا نَنْتَهِبَ، وَلَا نَقْضِيَ، بِالْجَنَّةِ إِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ، فَإِنْ غَشِينَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذٰلِكَ إِلَى اللهِ. [راجع: ١٨]

ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں ان نقباء میں سے ہوں جنھوں نے (عقبہ کی رات) رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ انھوں نے فرمایا: ہم نے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں گے، نیز ایسی جان کو قتل نہیں کریں گے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو، لوٹ مار نہیں کریں گے، نیز ہم جنت کے متعلق قطعی فیصلہ نہیں کریں گے۔ اگر ہم نے اسے پورا کیا تو ہمیں جنت ملے گی اور اگر ہم نے ان میں سے کسی کام کی خلاف ورزی کی تو اس کا فیصلہ اللہ پر ہے۔

فوائد ومسائل: ① حدیث میں ”لانقضي بالجنة“ یعنی ہم کسی کے لیے اس کے جنتی ہونے کا قطعی فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ بعض روایات میں ”لا نعصي“ ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ ہم جنت کے بدلے میں اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں ”لانعصي“ پر جملہ ختم ہو جائے کہ ہم اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ یہ مفہوم سورۂ صف کی آیت:12 کے مطابق ہے اور بالجنة کا تعلق ”بایعنا“ سے ہوگا، یعنی ہم نے جنت کے عوض یہ بیعت کی۔ ② بیعت سے مراد وہ عہد و اقرار ہے جو رسول اللہ ﷺ اسلام قبول کرنے والوں سے لیا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں ہجرت کرنے والی خواتین سے اس قسم کی بیعت لینے کا ذکر ہے۔[1] رسول اللہ نے ان کی تعلیم وتربیت کے لیے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا۔ انھوں نے حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں قیام کیا۔ پھر ان دونوں حضرات کی کوشش سے بہت سے انصار مسلمان ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے اسلام نے خوب ترقی کی۔ رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر ان حضرات نے ہجرت سے پہلے مدینہ طیبہ میں خطبۂ جمعہ کا اہتمام کیا جیسا کہ متعدد احادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ واللہ أعلم.

(٤٤) بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ ﷺ عَائِشَةَ وَقُدُومِهَا الْمَدِينَةَ وَبِنَائِهِ بِهَا

باب: 44- نبی ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا، پھر مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد ان کی رخصتی کا بیان

٣٨٩٤ - حَدَّثَنِي فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ

[3894] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب نبی ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو میں چھ برس کی تھی۔ پھر ہم مدینہ طیبہ آئے اور بنوحارث کے محلے میں

[1] فتح الباري: 278/7.

ﷺ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ فَوُعِكْتُ فَتَمَزَّقَ شَعْرِي، فَوَفَى جُمَيْمَةً فَأَتَتْنِي أُمِّي أُمُّ رُومَانَ وَإِنِّي لَفِي أُرْجُوحَةٍ وَّمَعِي صَوَاحِبُ لِي، فَصَرَخَتْ بِي فَأَتَيْتُهَا لَا أَدْرِي مَا تُرِيدُ بِي، فَأَخَذَتْ بِيَدِي حَتّٰى أَوْقَفَتْنِي عَلٰى بَابِ الدَّارِ، وَإِنِّي لَأَنْهَجُ حَتّٰى سَكَنَ بَعْضُ نَفَسِي، ثُمَّ أَخَذَتْ شَيْئًا مِّنْ مَّاءٍ فَمَسَحَتْ بِهِ وَجْهِي وَرَأْسِي، ثُمَّ أَدْخَلَتْنِي الدَّارَ، فَإِذَا نِسْوَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَ: عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ، فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَأَصْلَحْنَ مِنْ شَأْنِي فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللهِ ﷺ ضُحًى فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ.

[انظر: ٣٨٩٦، ٥١٣٣، ٥١٣٤، ٥١٥٦، ٥١٥٨، ٥١٦٠]

قیام کیا تو مجھے بخار آنے لگا، جس نے میرے بال گرا دیے۔ پھر جب میرے کندھوں تک بال ہو گئے تو میری والدہ حضرت ام رومان ؓ میرے پاس آئیں۔ اس وقت میں اپنی ہم عمر سہیلیوں سے جھولا جھول رہی تھی۔ میری والدہ نے مجھے زور سے آواز دی تو میں ان کے پاس چلی آئی اور مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مجھے کیوں بلا رہی ہیں؟ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر کے دروازہ کے پاس کھڑا کر دیا، جبکہ میرا سانس پھول رہا تھا، حتی کہ میرا سانس کنٹرول ہوا تو انھوں نے کچھ پانی میرے منہ اور سر پر ڈالا۔ پھر مجھے صاف کر کے گھر کے اندر لے گئیں۔ گھر میں چند انصاری خواتین موجود تھیں۔ انھوں نے کہا: مبارک ہو۔ تم خیر و برکت کے ساتھ آئی ہو، تمھارا نصیب اچھا ہے۔ پھر میری ماں نے مجھے ان کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے میرا بناؤ سنگھار کیا۔ پھر دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں خوفزدہ ہوگئی۔ انھوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا۔ اس وقت میری عمر نو برس کی تھی۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ کی بیان کردہ کئی ایک احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ کا نکاح چھ برس کی عمر میں ہوا اور رخصتی نو برس میں ہوئی اور نو برس تک وہ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو ان کی عمر اٹھارہ برس کی تھی، چنانچہ ایک روایت میں خود حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جب ان کا نکاح ہوا تو ان کی عمر چھ برس تھی اور جب وہ آپ کی خدمت میں لائی گئیں تو وہ نو برس کی تھیں، اس کے بعد نو برس تک آپ کی رفاقت میں رہیں۔[1] اصلی شہادت کے علاوہ دیگر ضمنی بیانات سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ نکاح اور رخصتی کے وقت آپ چھوٹی عمر کی تھیں، مثلاً: آپ جب رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لے گئیں تو گڑیوں سے کھیلتی تھیں۔[2] رخصتی کے وقت میں جھولا جھول رہی تھی۔ حدیث افک میں ہے کہ آپ اس وقت کمسن اور نوخیز لڑکی تھی۔[3] نکاح کے وقت آپ کو کوئی علم نہ تھا۔[4] اگر نکاح یا رخصتی کے وقت آپ کی عمر بیس یا اکیس برس تھی جیسا کہ معترضین حضرات کا کہنا ہے تو کیا اتنی عمر والی لڑکی کو کم سن یا نوخیز لڑکی کہا جا سکتا ہے؟ یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اس عمر میں لڑکی بالغ نہیں ہوتی تو نکاح اور رخصتی چہ معنی دارد؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

---

① صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5133. ② صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6287 (2440). ③ صحيح البخاري، النكاح، حديث: 5133. ④ طبقات ابن سعد: 43/8.

معترض یورپ کی سرد آب وہوا پر عرب کی گرم آب وہوا کو قیاس کر رہا ہے۔ واقعی ٹھنڈے ممالک میں دیر سے بلوغ آتا ہے لیکن گرم ممالک میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہاں بلوغ جلد آ جاتا ہے، چنانچہ حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میں نے اکیس سال کی لڑکی کو دیکھا جو دادی یا نانی بن چکی تھی۔[1] ② اس کے علاوہ اس نکاح سے مقصود نبوت وخلافت کے باہم رشتوں کو مضبوط کرنا تھا، نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی طبعی ذکاوت وذہانت سے اسلام کو فائدہ پہنچانا اور اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کا سامان مہیا کرنا تھا، الحمد للہ یہ مقاصد حرف بحرف پورے ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اس کی گواہ ہے، تاہم یہ نبوت کی ایک استثنائی مثال ہے جس کی مسلمانوں کو پیروی صرف استثنائی صورت ہی میں کرنی چاہیے۔ ③ بعض لوگوں نے ''الاکمال فی اسماء الرجال'' نامی رسالے کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی ہمشیر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس سال چھوٹی تھیں۔ انھوں نے 73ھ میں وفات پائی جبکہ ان کی عمر سو سال تھی۔ اس اعتبار سے ہجرت کے وقت ان کی عمر ستائیس سال بنتی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر دس سال کم، یعنی سترہ برس ہوگی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نکاح کے وقت ان کی عمر پندرہ برس ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ قول قیل کے صیغے سے بیان کیا گیا ہے جو اس کے کمزور ہونے کی علامت ہے، پھر یہ مستند روایات کے خلاف ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں خود لکھا ہے کہ شب عروسی کے وقت ان کی عمر نو برس تھی اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔ بہر حال عقل ونقل کے اعتبار سے حدیث بخاری کے مضمون میں کوئی ناممکن یا پیچیدہ بات نہیں ہے۔ اس کے لیے علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی کتاب ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر تحقیقی نظر'' کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

٣٨٩٥ - حَدَّثَنَا مُعَلًّى: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: «أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ أَرٰى أَنَّكِ فِي سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيرٍ وَّيَقُولُ: هٰذِهِ امْرَأَتُكَ فَأَكْشِفُ، فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَأَقُولُ: إِنْ يَّكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يُمْضِهِ». [انظر: ٥٠٧٨، ٥١٢٥، ٧٠١١، ٧٠١٢]

[3895] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں فرمایا تھا: ''میں نے تجھے دو بار خواب میں دیکھا کہ تم ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے میں ہو اور ایک شخص مجھ سے کہتا ہے کہ آپ کی اہلیہ ہیں۔ جب میں نے اس سے کپڑا ہٹایا تو تمھیں دیکھا۔ میں نے کہا: اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔''

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے اس طرح دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشمی کپڑے میں تجھے اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے اسے کہا: اس سے پردہ اٹھاؤ۔ جب اس نے پردہ اٹھایا تو وہ تو تھی۔ اسی طرح میں نے دوبارہ دیکھا تو یہی منظر سامنے آیا۔[2] کپڑا ہٹایا تو تمھیں دیکھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس صورت کی طرح ہو جو میں نے بحالت خواب ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی دیکھی تھی۔ اگر یہ بعثت سے قبل کا واقعہ ہے تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر بعثت کے بعد کا

---

[1] صحيح البخاري، الشهادات، باب: 18، قبل حديث: 2664. [2] صحيح البخاري، التعبير، حديث: 7012.

ہے تو پھر یہ تجاہل عارفانہ ہے جس میں شک کو یقین کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ عقد نکاح سے پہلے اپنی منگیتر کو ایک نظر دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔①

٣٨٩٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ سِنِينَ، فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ أَوْ قَرِيبًا مِّنْ ذٰلِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ. [راجع: ٣٨٩٤]

[3896] حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لے جانے سے تین برس قبل وفات پائی۔ پھر آپ ﷺ دو سال یا اس کے لگ بھگ ٹھہرے (اور آپ نے کسی خاتون سے شادی نہیں کی۔ بعد ازاں) آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جبکہ ان کی عمر چھ برس تھی، پھر ان کی رخصتی کی گئی جبکہ وہ نو برس کی تھیں۔

فائدہ: اس حدیث کے متعلق ایک مشہور اشکال ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین برس پہلے فوت ہوئیں۔ اگر ان کی وفات کے تین سال بعد نکاح کیا ہو تو وہ ہجرت کے وقت یا اس کے بعد ہوا ہوگا، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ دراصل اس حدیث میں وفات خدیجہ رضی اللہ عنہا اور نکاح عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہے۔ ان کی وفات کے بعد آپ مکہ معظمہ میں دو سال یا اس سے زیادہ عرصہ ٹھہرے۔ نکاح عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی رخصتی ایک مستقل امر ہے جس کا کلام سابق سے کوئی تعلق نہیں کہ ان سے نکاح ہوا تو وہ چھ سال کی تھیں، پھر ہجرت کے پہلے سال ان کی رخصتی عمل میں آئی تو وہ نو برس کی تھیں، چنانچہ اس کی تائید علامہ اسماعیلی کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے تین سال قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا جبکہ وہ چھ برس کی تھیں اور مدینہ طیبہ آنے کے بعد ان کی رخصتی ہوئی جبکہ وہ نو برس کی تھیں۔② حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سالِ وفات اور اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ میں جو بھی اختلاف ہو مگر اس امر پر کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھیں۔ یہی روایت حدیث کی تمام کتابوں میں ہے۔ یہ واقعہ خود عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اور ان سے سن کر حضرت عروہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت عروہ کون ہیں؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے جن کے سال و عمر سے حضرت عائشہ کے سال نکاح کا تعین کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، حالانکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے نو سال کی عمر میں رخصتی ہونا اتنا یقینی امر ہے کہ نو برس کی عمر کو ایک عرب لڑکی کے بلوغ کا زمانہ متعین کرتی ہیں ان کا فرمان ہے کہ جب لڑکی نو برس کی ہو جائے تو وہ عورت ہے۔③ عقلی طور پر یہ بات بعید از امکان نہیں کہ نو برس کی لڑکی بالغ ہو سکتی ہے، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انھوں نے اکیس سال کی ایک نانی دیکھی تھی جسے نو سال کی عمر میں حیض آیا اور دس سال کی عمر میں اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ اس کی بیٹی کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آیا۔④ لڑکوں کے متعلق بھی یہی معاملہ ممکن ہے،

① صحيح البخاري، النكاح، باب: 36، قبل حديث: 5125. ② فتح الباري: 281/7. ③ جامع الترمذي، النكاح، حديث: 1109. ④ فتح الباري: 341/5.

چنانچہ مغیرہ بن مقسم ضبی کوفی کہتے ہیں کہ میں بارہ سال کی عمر میں بالغ ہوگیا تھا۔[1] اسی طرح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی عمر میں صرف بارہ سال کا فرق تھا، یعنی باپ بیٹے میں صرف بارہ سال کا فرق تھا۔[2] آخر میں ہمارا دعویٰ ہے کہ انتہائی معتبر، مستند اور متفقہ روایات کے مطابق چھ سال کی عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا اور نو برس کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی، نیز تمام واقعات اور سالوں کی تطبیق کے مطابق نبوت کے پانچویں سال کے آخر میں پیدا ہوئیں۔ شوال 11 نبوی میں نکاح ہوا اور شوال 1 ہجری میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، پھر اٹھارہ سال کی عمر میں بیوگی سے دوچار ہوئیں ...... رضي الله عنها و عن سائر المسلمين......

(٤٥) بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ

باب: 45- نبی ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ وَّأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِّنَ الْأَنْصَارِ».

حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اگر ہجرت کا ثواب پیش نظر نہ ہوتا تو میں انصار کا ایک آدمی ہوتا۔''

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَّكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ، فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ».

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا:) ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر کے جا رہا ہوں جہاں بکثرت کھجوروں کے باغات ہیں۔ میرا ذہن یمامہ یا ہجر کی طرف گیا لیکن وہ تو مدینہ یثرب نکلا۔''

وضاحت: رسول اللہ ﷺ نے بیعت عقبہ ثانیہ کے دو ماہ تیرہ دن بعد یکم ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کو خیر باد کہا اور بارہ ربیع الاول کو مدینہ طیبہ پہنچے جبکہ حضرت ابوبکر اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ تھے۔ اس سے پہلے اہل مدینہ کو قرآن کی تعلیم دینے کے لیے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ پہنچ چکے تھے۔ ان کے ہمراہ حضرت بلال، حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔[3]

٣٨٩٧ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ: عُدْنَا خَبَّابًا فَقَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نُرِيدُ وَجْهَ اللهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَّضَى

[3897] حضرت ابو وائل سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی عیادت کی تو انھوں نے فرمایا: ہم نے نبی ﷺ کے ہمراہ ہجرت کی۔ اس سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا تھی، چنانچہ ہمارا ثواب اللہ

---

(1) صحيح البخاري، الشهادات، باب: 18، قبل حديث: 2664. (2) فتح الباري: 341/5. (3) فتح الباري: 283/7.

لَمْ يَأْخُذْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا، مِنْهُمْ: مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَّتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ إِذْخِرٍ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا. [راجع: ١٢٧٦]

کے ذمے ہو گیا۔ ہم میں سے کچھ ایسے بھی تھے کہ انھوں نے دنیا میں کچھ مفاد حاصل نہ کیا۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو انھوں نے صرف ایک کمبل چھوڑا۔ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر ننگا ہو جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پاؤں پر کچھ اذخر گھاس رکھ دیں۔ اور ہم میں سے کچھ ایسے ہیں کہ جن کا پھل پک چکا ہے اور وہ چن چن کر کھا رہا ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہجرت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کی اجازت سے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آئے کیونکہ آپ کے ہمراہ تو صرف حضرت ابوبکر اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما تھے۔ ہجرت کرنے والوں سے کچھ ایسے تھے جو دنیا کا مال و اسباب ملنے سے پہلے اللہ کو پیارے ہو گئے اور کچھ زندہ رہے۔ ان کا میوہ خوب پھلا پھولا۔ انھوں نے دینی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیاوی کشادگی کا دور بھی دیکھا اور آرام و راحت کی زندگی گزاری جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ ہر تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے۔[1]

٣٨٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ - هُوَ ابْنُ زَيْدٍ - عَنْ يَحْيٰى، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ - أُرَاهُ - يَقُولُ: «اَلْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ». [راجع: ١]

[3898] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اعمال، نیت پر موقوف ہیں۔ جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے شادی رچانے کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے جس طرف اس نے ہجرت کی۔ اور جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو گی، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہی سمجھی جائے گی۔''

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث، حدیث نیت یا حدیث ہجرت کے نام سے مشہور ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی مقصود ہونی چاہیے۔ اللہ کے ہاں اس کام کے ثمر آور ہونے کی یہی ایک صورت ہے۔ ② ہجرت کے لیے بھی یہی ضابطہ ہے کہ وہ بھی اپنا دین بچانے اور آخرت بنانے کے لیے ہو، بصورت دیگر دنیا کا مال و متاع تو حسب تقدیر مل ہی جائے گا۔ اگر نیت دنیا حاصل کرنے کی ہے تو آخرت میں محرومی کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔ اس بنا پر جو لوگ دنیا کمانے کے لیے

[1] الم نشرح 6:94.

غیر ممالک کا رخ کرتے ہیں، انھیں اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی چاہیے بالخصوص وہ لوگ جو روپے پیسے کی خاطر مغربی ممالک کا رخ کرتے ہیں اور وہاں جا کر اپنے بچے کھچے دین کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ العیاذ باللّٰہ.

٣٨٩٩ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ، عَنْ مُجَاهِدِ ابْنِ جَبْرٍ الْمَكِّيِّ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ: لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ.

[انظر: ٤٣٠٩، ٤٣١٠، ٤٣١١]

[3899] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے۔

٣٩٠٠ - قَالَ يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ: وَحَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ فَسَأَلْنَاهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ: لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ، كَانَ الْمُؤْمِنُونَ يَفِرُّ أَحَدُهُمْ بِدِينِهِ إِلَى اللهِ تَعَالَى وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ مَخَافَةَ أَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ أَظْهَرَ اللهُ الْإِسْلَامَ، وَالْيَوْمَ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ. [راجع: ٣٠٨٠]

[3900] حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں عبید بن عمیر لیثی کے ہمراہ حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم نے ان سے ہجرت کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا: اب ہجرت نہیں رہی، کیونکہ ایک وقت تھا جب مومن اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بھاگتے تھے۔ انھیں یہ خوف تھا کہ وہ دین کے بارے میں فتنے میں پڑ جائیں گے۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ آج اہل ایمان جہاں چاہیں اپنے رب کی عبادت کر سکتے ہیں، البتہ جہاد اور اس کی نیت کا ثواب باقی ہے۔

فائدہ: فتح مکہ کے بعد مدینے کی طرف ہجرت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ اب ہجرت کی مشروعیت ختم ہو چکی ہے کیونکہ دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا اب بھی واجب ہے بشرطیکہ دین میں خلل کا اندیشہ ہو۔ حضرت عائشہ ؓ کے فرمان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جہاں اللہ کی عبادت آزادی کے ساتھ نہ ہو سکے ایسے ملک سے ہجرت کرنا واجب ہے بصورت دیگر واجب نہیں۔ اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں اپنا دین ظاہر کر سکتا ہے اور بلا روک ٹوک اللہ کی عبادت کر سکتا ہے تو اس کا حکم دارالاسلام جیسا ہو گا بلکہ وہاں ٹھہرنا ہجرت سے افضل ہے کیونکہ وہاں قیام رکھنے سے لوگوں سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ تبلیغ اسلام کے نتیجے میں اسلام میں داخل ہوں گے، اس لیے اس قسم کی احادیث کو مقامی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ واللّٰہ أعلم.

٣٩٠١ - حَدَّثَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ

[3901] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت

نُمَيْرٍ: قَالَ هِشَامٌ: فَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ سَعْدًا قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ ﷺ وَأَخْرَجُوهُ، اللَّهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ.

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے (اپنی بیماری کے وقت) دعا مانگی: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات یہ تھی کہ میں اس قوم سے تیری رضا کے لیے جہاد کرتا جنھوں نے تیرے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور اسے اپنے وطن سے نکالا۔ اے اللہ! اب میرا گمان ہے کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جہاد کو بند کر دیا ہے۔

وَقَالَ أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ: مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا نَبِيَّكَ وَأَخْرَجُوهُ مِنْ قُرَيْشٍ. [راجع: ٤٦٣]

(راوی حدیث) ابان بن یزید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں روایت کیا ہے: وہ قوم جس نے تیرے نبی کو جھٹلایا اور انھیں اپنے وطن سے نکالا، اس سے قریش مراد ہیں۔

فائدہ: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوا کہ جنگ احزاب میں کفار قریش کی پوری طاقت صرف ہو چکی ہے، آخر کار وہ بھاگ نکلے ہیں تو شاید اب قریش میں لڑنے کی طاقت باقی نہیں رہی اور اب ہم میں اور ان میں جنگ نہ ہو۔ حضرت ابان کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اس سے کفار قریش مراد ہیں، بنو قریظہ نہیں جیسا کہ ایک دوسری روایت میں اس کی مزید وضاحت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یوں دعا کی: اے اللہ! اگر قریش کی لڑائیوں میں کچھ باقی رہ گیا ہے تو مجھے زندہ رہنے دے۔ اگر ہمارے اور ان کے درمیان تو نے جنگ کو ختم کر دیا ہے تو مجھے اس بیماری کی حالت میں شہادت کی موت دے دے، چنانچہ ان کا وہ زخم بہنے لگا جو رگ اکحل پر تیر لگنے کی وجہ سے ہوا تھا، یہاں تک ان کی موت واقع ہو گئی۔[1] اس سے مراد قریش ہیں کیونکہ انھوں نے ہی رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ اس سے مراد بنو قریظہ نہیں ہیں جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا ہے۔ واللہ أعلم.[2]

٣٩٠٢ - حَدَّثَنِي مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا رَوْحُ ابْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بُعِثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَرْبَعِينَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ، ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِينَ، وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ. [راجع: ٣٨٥١]

[3902] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب نبوت ملی تو آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ پھر آپ کو مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک مسلسل وحی آتی رہی۔ اس کے بعد آپ کو ہجرت کا حکم ہوا تو دس سال تک آپ مہاجر بن کر رہے۔ اور جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (63) سال تھی۔

٣٩٠٣ - حَدَّثَنِي مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا رَوْحُ

[3903] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے،

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4122. [2] فتح الباري: 286/7.

ابْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَكَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ. [راجع: ٣٨٥١]

انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے (نبوت ملنے کے بعد) تیرہ سال تک مکہ میں قیام فرمایا۔ اور جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (63) برس کی تھی۔

فائدہ: حضرت ابن عباس ؓ سے جب ان کے شاگرد عمار بن ابی عمار بیان کرتے ہیں تو ان کے الفاظ یہ ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں وحی نازل ہونے کے بعد پندرہ برس اقامت فرمائی ان میں سے سات سال تک آپ روشنی اور نور دیکھتے رہے، نیز غائبانہ آواز سنتے رہے، پھر آٹھ برس مسلسل وحی کا سلسلہ جاری رہا۔''[1] لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک مکہ مکرمہ رہے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا تو دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔[2]

٣٩٠٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عُبَيْدٍ - يَعْنِي ابْنَ حُنَيْنٍ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: «إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ». فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا، فَعَجِبْنَا لَهُ وَقَالَ النَّاسُ: انْظُرُوا إِلَى هٰذَا الشَّيْخِ، يُخْبِرُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، وَهُوَ يَقُولُ: فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هُوَ الْمُخَيَّرَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ أَعْلَمَنَا بِهِ، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِّنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، إِلَّا خُلَّةَ الْإِسْلَامِ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِي

[3904] حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ دنیا کی ظاہری رونق میں سے جو چاہے اللہ اسے وہ دے دے گا یا وہ نعمتیں پسند کرلے جو اللہ کے پاس ہیں تو اس نے ان نعمتوں کو پسند کیا جو اللہ کے پاس ہیں۔'' یہ سن کر حضرت ابوبکر ؓ رو پڑے اور فرمایا: ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ ہم نے ان پر تعجب کیا اور لوگوں نے کہا: اس بوڑھے کو دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ تو ایک بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تروتازگی اور اپنی نعمتیں دینے میں اختیار دیا ہے اور یہ شیخ کہتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ دراصل رسول اللہ ﷺ ہی کو اختیار دیا گیا تھا۔ اور ہم میں سب سے زیادہ ابوبکر ؓ اس کو جاننے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''رفاقت اور مال کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اب صرف اسلامی اخوت اور دوستی باقی

[1] صحیح مسلم، الفضائل، حدیث: 6401 (2353). [2] فتح الباري: 7/287.

بَكْرٍ». [راجع: ٤٦٦]

ہے۔ مسجد میں ابوبکر کے دریچے کے علاوہ کوئی دریچہ نہ رہنے دیا جائے۔"

فوائد و مسائل: ① کچھ صحابۂ کرام ‌رضی ‌اللہ ‌عنہم نے اپنی سہولت کے لیے اپنے گھروں کے دریچے مسجد نبوی کی طرف کھولے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب دریچوں کو بند کرنے کا حکم دیا لیکن حضرت ابوبکر ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ کے دریچے کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا تاکہ دوسرے صحابۂ کرام ‌رضی ‌اللہ ‌عنہم سے آپ کی امتیازی حیثیت برقرار رہے۔ اس دریچے اور کھڑکی کا باقی رکھنا حضرت ابوبکر ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ② اس حدیث میں رفاقت سے مراد سفر ہجرت ہے جس میں اور کوئی صحابی شریک نہیں۔ واللہ أعلم.

٣٩٠٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً، فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا نَحْوَ أَرْضِ الْحَبَشَةِ حَتَّى بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي، فَقَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ: فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَأَنَا لَكَ جَارٌ، ارْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ، فَرَجَعَ وَارْتَحَلَ مَعَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَطَافَ ابْنُ الدَّغِنَةِ عَشِيَّةً فِي أَشْرَافِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ، أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَيَصِلُ الرَّحِمَ،

[3905] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے والدین کو دین حق کی پیروی کرتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔ اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ صبح و شام دونوں وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نہ آتے ہوں۔ پھر جب مسلمانوں کو سخت اذیت دی جانے لگی تو حضرت ابوبکر ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کی نیت سے (مکہ سے) نکلے۔ جب آپ برک الغماد کے مقام پر پہنچے تو انھیں ابن دغنہ ملا جو قبیلۂ قارہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا: اے ابوبکر! کہاں جا رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیر و سیاحت کروں اور اپنے رب کی یکسوئی سے عبادت کروں۔ ابن دغنہ کہنے لگا: تمھارے جیسا شخص نہ تو نکلنے پر مجبور ہوسکتا ہے اور نہ اسے کوئی نکال ہی سکتا ہے کیونکہ ضرورت مند محتاج لوگوں کے پاس جو چیز نہیں ہوتی تم انھیں مہیا کرتے ہو، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہو، ناداروں کی کفالت اور مہمانوں کی ضیافت کرتے ہو اور راہ حق میں اگر کسی کو مصیبت آئے تو تم اس کی مدد کرتے ہو، لہذا میں تمھیں پناہ دیتا ہوں تم (مکہ) لوٹ چلو اور اپنے شہر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرو، چنانچہ

وَيَحْمِلُ الْكَلَّ، وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ؟ فَلَمْ تُكَذِّبْ قُرَيْشٌ بِجِوَارِ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ: مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَلْيُصَلِّ فِيهَا وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِينَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ، فَإِنَّا نَخْشٰى أَنْ يَّفْتِنَ نِسَاءَنَا وأَبْنَاءَنَا.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔ اس کے بعد ابن دغنہ رات کے وقت قریش کے سرداروں سے ملا اور ان سے کہا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جیسا شخص نہ تو نکلنے پر مجبور ہو سکتا ہے اور نہ اسے کوئی نکال ہی سکتا ہے، کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو لوگوں کو وہ چیزیں مہیا کرتا ہے جو ان کے پاس نہیں ہوتیں، وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک اور بے کسوں کی کفالت کرتا ہے، مہمان نوازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور جب کبھی کسی کو راہ حق میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی مدد کرتا ہے۔ الغرض قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو مسترد نہ کیا۔ البتہ اس سے کہا کہ تم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور وہیں نماز یا جو چاہیں ادا کریں۔ علانیہ یہ کام کر کے ہمارے لیے اذیت کا باعث نہ بنیں کیونکہ یہ کام علانیہ کرنے سے ہمیں اپنی عورتوں اور بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔

فَقَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ، فَلَبِثَ أَبُو بَكْرٍ بِذٰلِكَ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِصَلَاتِهِ وَلَا يَقْرَأُ فِي غَيْرِ دَارِهِ، ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَذَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ، وَهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ.

ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچا دیا تو انھوں نے اس شرط کے مطابق مکہ میں دوبارہ رہائش رکھ لی، چنانچہ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کرتے۔ نہ تو نماز علانیہ ادا کرتے اور نہ اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ تلاوت ہی کرتے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا تو انھوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، وہاں نماز ادا کرتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ پھر ایسا ہوا کہ مشرکین کی عورتیں اور بچے بکثرت ان کے پاس جمع ہو جاتے، سب کے سب تعجب کرتے اور آپ کی طرف متوجہ رہتے۔

وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَّجُلًا بَكَّاءً لَّا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأَفْزَعَ ذٰلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ

چونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑی گریہ وزاری کرنے والے شخص تھے، جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو انھیں اپنی آنکھوں پر

الْمُشْرِكِينَ فَأَرْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا: إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ بِجِوَارِكَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَقَدْ جَاوَزَ ذٰلِكَ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، فَأَعْلَنَ بِالصَّلَاةِ وَالْقِرَاءَةِ فِيهِ، وَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ نِسَاءَنَا وَأَبْنَاءَنَا فَانْهَهُ فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ، وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ بِذٰلِكَ فَاسْأَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَإِنَّا قَدْ كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ الْاِسْتِعْلَانَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَاقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ، فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذٰلِكَ وَإِمَّا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيَّ ذِمَّتِي، فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَإِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ، وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمُسْلِمِينَ: «إِنِّي أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ»، فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ، وَرَجَعَ عَامَّةُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ قِبَلَ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَلَى رِسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَهَلْ تَرْجُو ذٰلِكَ بِأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لِيَصْحَبَهُ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ - وَهُوَ الْخَبَطُ - أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ.

قابو نہیں رہتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر سردارانِ قریش گھبرا گئے۔ بالآخر انھوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ اس کے آنے پر انھوں نے شکایت کی کہ ہم نے ابوبکر (ؓ) کو تمھاری وجہ سے اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں مگر انھوں نے اس سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے جس میں علانیہ نماز ادا کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے بگڑ جائیں گے، لہٰذا تم انھیں منع کرو اور اگر وہ اسے منظور کرلیں کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں تو امان برقرار ہے اگر نہ مانیں اور اس پر ضد کریں کہ علانیہ عبادت کریں گے تو تم اپنی پناہ ان سے واپس مانگ لو کیونکہ ہم لوگ تمھاری پناہ کو توڑنا پسند نہیں کرتے لیکن ہم ابوبکر ؓ کی علانیہ عبادت کو کسی صورت بھی برقرار نہیں رکھ سکتے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ابن دغنہ حضرت ابوبکر ؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: تمھیں معلوم ہے کہ میں نے تم سے کس بات پر معاہدہ کیا تھا، لہٰذا تم اس پر قائم رہو یا پھر میری امان مجھے واپس کرو کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب کے لوگ یہ خبر سنیں، جس کو میں نے امان دی تھی اسے پامال کردیا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: میں تیری امان واپس کرتا ہوں اور میں صرف اللہ عزوجل کی امان پر خوش ہوں۔ نبی ﷺ اس وقت مکہ ہی میں تھے اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا: ''مجھے تمھاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے۔ وہاں کھجوروں کے درخت ہیں اور اس کے دونوں طرف پتھریلے میدان ہیں، یعنی سیاہ پتھر ہیں۔'' یہ سن کر جس نے ہجرت کی تو وہ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا اور اکثر لوگ جنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، وہ بھی مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت ابوبکر ؓ

نے بھی مدینہ طیبہ جانے کی تیاری کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”ٹھہر جاؤ کیونکہ امید ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کے لیے روک لیا اور اپنی دونوں اونٹنیوں کو چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَبَيْنَمَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ: هٰذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَّمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: فِدًى لَّهُ أَبِي وَأُمِّي، وَاللهِ مَا جَاءَ بِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا أَمْرٌ، قَالَتْ: فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي بَكْرٍ: «أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ». فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: الصَّحَابَةَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَعَمْ»، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ إِحْدٰى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بِالثَّمَنِ» قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجَهَّزْنَاهُمَا أَحَثَّ الْجِهَازِ وَصَنَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً فِي جِرَابٍ، فَقَطَعَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِّنْ نِّطَاقِهَا فَرَبَطَتْ بِهِ عَلٰى فَمِ الْجِرَابِ فَبِذٰلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقِ.

ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ایک دن ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: دیکھو یہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر پر چادر اوڑھے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ پہلے کبھی اس وقت ہمارے پاس نہ آتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اللہ کی قسم! وہ اس وقت کسی خاص ضرورت ہی سے آئے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ کو اجازت دی گئی۔ پھر نبی ﷺ نے اندر آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اپنے لوگوں سے کہو ذرا باہر چلے جائیں۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہاں تو آپ ہی کے گھر والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے باپ آپ پر فدا ہوں! اللہ کے رسول! مجھے بھی ساتھ لیجیے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے باپ آپ پر قربان ہوں! اللہ کے رسول! میری دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(ٹھیک ہے لیکن ہم)

قیمت سے لیں گے۔'' حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ پھر ہم نے جلدی سے دونوں کا سامان سفر تیار کیا اور دونوں کے لیے ایک چمڑے کی تھیلی میں کھانا وغیرہ رکھ دیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ نے اپنے کمر بند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس سے تھیلی کا منہ بند کیا۔ اس وجہ سے ان کا لقب ذات النطاقین رکھا گیا۔

قَالَتْ: ثُمَّ لَحِقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلِ ثَوْرٍ فَكَمَنَا فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ، يَبِيتُ فِي الْغَارِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ - وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ ثَقِفٌ لَقِنٌ - فَيُدْلِجُ مِنْ عِنْدِهِمَا بِسَحَرٍ فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ فَلَا يَسْمَعُ أَمْرًا يُكْتَادَانِ بِهِ إِلَّا وَعَاهُ حَتَّى يَأْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذٰلِكَ حِينَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ، وَيَرْعٰى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ مِّنْحَةً مِّنْ غَنَمٍ فَيُرِيحُهَا عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلٍ وَّهُوَ لَبَنُ مِنْحَتِهِمَا وَرَضِيفِهِمَا حَتّٰى يَنْعِقَ بِهَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ. يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ، وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَّجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيلِ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيتًا - وَالْخِرِّيتُ: الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ - قَدْ غَمَسَ حِلْفًا فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ وَهُوَ عَلٰى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَأَمِنَاهُ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ، وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيلُ فَأَخَذَ بِهِمْ طَرِيقَ السَّوَاحِلِ. [راجع: ٤٧٦]

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ جبل ثور کی غار میں چلے گئے اور تین دن اس میں چھپے رہے۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر ؓ بھی رات کو ان کے پاس رہتے۔ وہ ایک ذہین اور زیرک نوجوان تھے۔ رات کے پچھلے پہر ان دونوں کے پاس سے واپس چلے آتے اور صبح مکہ میں قریش کے ساتھ اس طرح گھل مل جاتے جیسے رات کو وہیں رہے ہیں۔ پھر وہ جتنی باتیں اور تدابیر انھیں نقصان پہنچانے کی سنتے انھیں یاد رکھتے اور رات کی تاریکی میں آتے ہی یہ تمام رپورٹ انھیں پہنچا دیتے۔ حضرت ابوبکر ؓ کا غلام عامر بن فہیرہ بھی ان کے آس پاس اس طرح بکریاں چراتا کہ جب کچھ رات گزر جاتی تو وہ بکریوں کو ان کے پاس لے جاتا تو وہ رات کے وقت تازہ اور گرم گرم دودھ پی کر رات بسر کرتے، پھر عامر بن فہیرہ صبح منہ اندھیرے ہی ان بکریوں کو ہانک لے جاتا تھا، چنانچہ وہ تین راتوں میں ہر شب ایسا ہی کرتا رہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر ؓ نے قبیلۂ بنودیل کے ایک شخص کو مزدور مقرر فرمایا۔ یہ بنوعبد بن عدی میں سے تھا جو بڑا واقف کار رہبر تھا۔ اس نے آل عاص بن وائل سہمی سے عقد حلف کر رکھا تھا اور کفار قریش کے دین پر تھا۔ پھر ان دونوں حضرات نے اس کو امین بنا کر اپنی سواریاں اس کے حوالے کر دیں اور اس

سے تین دن بعد، یعنی تیسرے دن کی صبح کو غار ثور پر دونوں سواریوں کو لانے کا عہد لے لیا، چنانچہ وہ حسب وعدہ تیسری رات کی صبح کو اونٹنیاں لے کر حاضر ہوا۔ پھر دونوں حضرات، عامر بن فہیرہ اور راستہ بتانے والے شخص کو لے کر روانہ ہوئے اور اس رہبر نے ان کے ہمراہ ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا۔

٣٩٠٦ - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلِجِيُّ وَهُوَ ابْنُ أَخِي سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُرَاقَةَ بْنَ جُعْشُمٍ يَقُولُ: جَاءَنَا رُسُلُ كُفَّارِ قُرَيْشٍ يَجْعَلُونَ فِي رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ دِيَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مَنْ قَتَلَهُ أَوْ أَسَرَهُ، فَبَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِي مَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ قَوْمِي بَنِي مُدْلِجٍ أَقْبَلَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ جُلُوسٌ فَقَالَ: يَا سُرَاقَةُ! إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ آنِفًا أَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ أُرَاهَا مُحَمَّدًا وَّأَصْحَابَهُ، قَالَ سُرَاقَةُ: فَعَرَفْتُ أَنَّهُمْ هُمْ، فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِهِمْ، وَلٰكِنَّكَ رَأَيْتَ فُلَانًا وَّفُلَانًا، انْطَلَقُوا بِأَعْيُنِنَا يَبْتَغُونَ ضَالَّةً لَّهُمْ، ثُمَّ لَبِثْتُ فِي الْمَجْلِسِ سَاعَةً، ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ فَأَمَرْتُ جَارِيَتِي أَنْ تَخْرُجَ بِفَرَسِي وَهِيَ مِنْ وَّرَاءِ أَكَمَةٍ فَتَحْبِسَهَا عَلَيَّ وَأَخَذْتُ رُمْحِي فَخَرَجْتُ بِهِ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ، فَخَطَطْتُ بِزُجِّهِ الْأَرْضَ، وَخَفَضْتُ عَالِيَهُ حَتّٰى أَتَيْتُ فَرَسِي فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا تُقَرِّبُ بِي حَتّٰى دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِي فَرَسِي فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ، فَأَهْوَيْتُ يَدِي إِلٰى كِنَانَتِي فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْأَزْلَامَ

[3906] حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم ؓ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ کے بارے میں اس امر کا اعلان کر رہے تھے کہ جو شخص انھیں قتل کر دے یا زندہ گرفتار کر کے لائے تو ہر ایک کے بدلے ایک سو اونٹ اسے بطور انعام دیے جائیں گے، چنانچہ میں ایک وقت اپنی قوم بنو مدلج کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک آدمی آیا اور ہمارے پاس کھڑا ہو گیا جبکہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ابھی ساحل پر چند لوگ دیکھے ہیں۔ میں انھیں محمد اور ان کے ساتھی خیال کرتا ہوں۔ سراقہ کہتے ہیں: میں سمجھ گیا کہ یہ وہی ہیں مگر میں نے ایسے ہی اس سے کہہ دیا: وہ نہیں ہوں گے بلکہ تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا جو ابھی ہمارے سامنے سے گئے ہیں جو اپنا گم شدہ کوئی جانور تلاش کر رہے تھے۔ اس کے بعد میں تھوڑی دیر تک اس مجلس میں ٹھہرا رہا، پھر کھڑا ہوا اور اپنے گھر جا کر خادمہ سے کہا کہ وہ میرا گھوڑا لے کر باہر جائے اور اس کو ٹیلے کے پیچھے لے کر کھڑی رہے۔ پھر میں نے اپنا نیزہ سنبھالا اور مکان کی پچھلی جانب سے نکلا۔ نیزے کی نوک سے زمین پر خط لگا رہا تھا اور اس کا اوپر والا حصہ نیچے کیے ہوئے تھا۔ اس طرح میں اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو گیا۔ پھر اسے ہوا کی طرح سرپٹ دوڑایا تاکہ مجھے

فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا: أَضُرُّهُمْ أَمْ لَا؟ فَخَرَجَ الَّذِي أَكْرَهُ، فَرَكِبْتُ فَرَسِي وَعَصَيْتُ الْأَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِي حَتّٰى إِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَأَبُو بَكْرٍ يُكْثِرُ الِالْتِفَاتَ سَاخَتْ يَدَا فَرَسِي فِي الْأَرْضِ حَتّٰى بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا، ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تُخْرِجُ يَدَيْهَا، فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً إِذَا لِأَثَرِ يَدَيْهَا عُثَانٌ سَاطِعٌ فِي السَّمَاءِ مِثْلُ الدُّخَانِ، فَاسْتَقْسَمْتُ بِالْأَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِي أَكْرَهُ فَنَادَيْتُهُمْ بِالْأَمَانِ فَوَقَفُوا فَرَكِبْتُ فَرَسِي حَتّٰى جِئْتُهُمْ، وَوَقَعَ فِي نَفْسِي حِينَ لَقِيتُ مَا لَقِيتُ مِنَ الْحَبْسِ عَنْهُمْ أَنْ سَيَظْهَرُ أَمْرُ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ جَعَلُوا فِيكَ الدِّيَةَ وَأَخْبَرْتُهُمْ أَخْبَارَ مَا يُرِيدُ النَّاسُ بِهِمْ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِمُ الزَّادَ وَالْمَتَاعَ، فَلَمْ يَرْزَآنِي وَلَمْ يَسْأَلَانِي إِلَّا أَنْ قَالَ: «أَخْفِ عَنَّا»، فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابَ أَمْنٍ، فَأَمَرَ عَامِرَ بْنَ فُهَيْرَةَ فَكَتَبَ فِي رُقْعَةٍ مِّنْ أَدَمٍ، ثُمَّ مَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ.

جلدی پہنچائے۔ لیکن جب میں ان کے قریب ہو گیا تو میرے گھوڑے نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ میں گھوڑے سے گر پڑا۔ میں کھڑا ہوا اور ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس میں سے تیر نکال کر فال لی کہ میں ان لوگوں کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں؟ تو وہ بات سامنے آئی جو مجھے ناگوار تھی، مگر میں پھر بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تیروں کی فال کو تسلیم نہ کیا۔ میرا گھوڑا مجھے لے کر پھر اتنا قریب پہنچ گیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قراءت سنی۔ آپ کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اِدھر اُدھر بہت دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور خود میں بھی اس کے اوپر سے گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑے کو ڈانٹا تو بڑی مشکل سے اس کے پاؤں نکلے، مگر جب وہ سیدھا ہوا تو اس کے اگلے دونوں پاؤں سے دھوئیں کی طرح غبار نمودار ہوا جو آسمان تک پھیل گیا۔ میں نے پھر تیروں سے فال لی تو وہی نکلا جسے میں برا جانتا تھا۔ آخر میں نے انھیں امان کے ساتھ آواز دی تو وہ ٹھہر گئے۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا اور جب مجھے ان تک پہنچنے میں رکاوٹیں پیش آئیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ضرور بول بالا ہو گا، چنانچہ میں نے آپ کو بتایا کہ آپ کی قوم نے آپ کے متعلق سو اونٹ مقرر کر رکھے ہیں۔ پھر میں نے وہ باتیں بیان کیں جو وہ لوگ آپ کے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔ بعدازاں میں نے انھیں زادِ راہ اور کچھ سامان پیش کیا، لیکن انھوں نے نہ تو میرے مال میں کمی کی اور نہ کچھ مانگا ہی، البتہ یہ ضرور کہا: ''ہمارا حال لوگوں سے پوشیدہ رکھیں۔'' میں نے ان سے درخواست کی کہ میرے لیے ایک تحریرِ امن لکھ دیں۔ آپ نے عامر بن فہیرہ

کو حکم دیا جس نے مجھے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر سندِ امان لکھ دی اور پھر رسول اللہ ﷺ آگے روانہ ہو گئے۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَقِيَ الزُّبَيْرَ فِي رَكْبٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا تُجَّارًا قَافِلِينَ مِنَ الشَّامِ، فَكَسَا الزُّبَيْرُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ ثِيَابَ بَيَاضٍ، وَّسَمِعَ الْمُسْلِمُونَ بِالْمَدِينَةِ مَخْرَجَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ مَّكَّةَ فَكَانُوا يَغْدُونَ كُلَّ غَدَاةٍ إِلَى الْحَرَّةِ، فَيَنْتَظِرُونَهُ حَتّٰى يَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِيرَةِ، فَانْقَلَبُوا يَوْمًا بَعْدَمَا أَطَالُوا انْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا آوَوْا إِلَى بُيُوتِهِمْ أَوْفَى رَجُلٌ مِّنْ يَهُودَ عَلٰى أُطُمٍ مِّنْ آطَامِهِمْ لِأَمْرٍ يَّنْظُرُ إِلَيْهِ فَبَصُرَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابِهِ مُبَيَّضِينَ يَزُولُ بِهِمُ السَّرَابُ، فَلَمْ يَمْلِكِ الْيَهُودِيُّ أَنْ قَالَ بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: يَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ! هٰذَا جَدُّكُمُ الَّذِي تَنْتَظِرُونَ، فَثَارَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ بِظَهْرِ الْحَرَّةِ، فَعَدَلَ بِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ حَتّٰى نَزَلَ بِهِمْ فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، وَذٰلِكَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ.

ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ اس دوران میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات سوداگر مسلمانوں کی ایک جماعت سے ہوئی جو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت ملک شام سے آ رہی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید پوشاک پہنائی۔ اِدھر مسلمان اہل مدینہ کو رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے کی خبر پہنچی تو وہ لوگ مقام حرہ تک ہر روز صبح آپ کے استقبال کے لیے آتے اور آپ کا انتظار کرتے، پھر دوپہر کی گرمی انھیں واپس جانے پر مجبور کر دیتی، چنانچہ وہ ایک روز حسب معمول بہت انتظار کے بعد واپس آ گئے اور اپنے گھروں میں بیٹھے تھے کہ ایک یہودی کسی کام کی خاطر، اپنے قلعوں میں سے کسی قلعے پر چڑھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا۔ جس قدر آپ نزدیک ہو رہے تھے اتنا ہی دور سے سراب کم ہوتا جاتا تھا تب اس یہودی سے نہ رہا گیا اور وہ فوراً آواز بلند پکار اٹھا: اے جماعت عرب! یہ ہے تمھارا بلند مرتبہ معزز سردار جس کا تم شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیار لے کر آپ کے استقبال کو دوڑے، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کو مقام حرہ کے پیچھے ملے، انھیں ساتھ لیے دائیں مڑے، پھر انھوں نے بنو عمرو بن عوف کے ہاں پڑاؤ کیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول سوموار کے دن کا ہے۔

فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ لِّلنَّاسِ وَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَامِتًا، فَطَفِقَ مَنْ جَاءَ مِنَ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ لَّمْ يَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُحَيِّي أَبَا بَكْرٍ، حَتّٰى أَصَابَتِ

الغرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر لوگوں سے ملنے لگے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے یہاں تک کہ وہ انصاری جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ

الشَّمْسُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى ظَلَّلَ عَلَيْهِ بِرِدَائِهِ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ، فَلَبِثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَنِي عَمْرِو ابْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَّأُسِّسَ الْمَسْجِدُ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى وَصَلّٰى فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَسَارَ يَمْشِي مَعَهُ النَّاسُ حَتّٰى بَرَكَتْ عِنْدَ مَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ وَهُوَ يُصَلِّي فِيهِ يَوْمَئِذٍ رِّجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَكَانَ مِرْبَدًا لِّلتَّمْرِ لِسُهَيْلٍ وَّسَهْلٍ غُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي حَجْرِ [أَسْعَدِ] ابْنِ زُرَارَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ: «هٰذَا إِنْ شَاءَ اللهُ الْمَنْزِلُ»، ثُمَّ دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الْغُلَامَيْنِ فَسَاوَمَهُمَا بِالْمِرْبَدِ لِيَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا، فَقَالَا: [لَا] بَلْ نَهَبُهُ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَبٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَّقْبَلَهُ مِنْهُمَا هِبَةً حَتّٰى ابْتَاعَهُ مِنْهُمَا، ثُمَّ بَنَاهُ مَسْجِدًا، وَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِي بُنْيَانِهِ وَيَقُولُ:

«هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ
هٰذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَرْ»

وَيَقُولُ:

«اللّٰهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَهْ
فَارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ»

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو سلام کرتے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آ گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر آپ پر اپنی چادر کا سایہ کیا تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنوعمرو بن عوف کے ہاں تقریباً دس راتیں قیام پذیر رہے۔ آپ نے وہیں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی اساس تقویٰ پر ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ آپ کی اونٹنی مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ اس میں اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھتے تھے اور وہ سہل اور سہیل دو یتیم بچوں کی کھجوروں کا کھلیان تھا جو اسعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارا اِن شاءاللہ یہی مقام ہو گا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور ان سے کھلیان کی قیمت معلوم کی تاکہ اسے مسجد بنا سکیں۔ ان دونوں نے کہا: ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے بلکہ اللہ کے رسول! ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہبہ منظور نہ فرمایا بلکہ قیمت دے کر ان سے وہ جگہ خرید لی اور وہاں مسجد کی بنیاد رکھی اور اس مسجد کی تعمیر میں رسول اللہ ﷺ سب لوگوں کے ساتھ اینٹیں اٹھاتے اور فرماتے: ''یہ بوجھ اٹھانا کوئی خیبر کا بوجھ اٹھانا نہیں۔ اے ہمارے رب! یہ تو باعث ثواب اور پاکیزہ کام ہے۔'' نیز آپ فرماتے: ''اے اللہ! ثواب تو آخرت ہی کا ثواب ہے۔ اے اللہ! تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔''

فَتَمَثَّلَ بِشِعْرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يُسَمَّ لِي. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَلَمْ يَبْلُغْنَا فِي

راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مسلمان کا شعر پڑھا جس کے نام کا مجھے علم نہیں۔ ابن شہاب نے کہا: احادیث

الْأَحَادِيثِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَمَثَّلَ بِبَيْتِ شِعْرٍ تَامٌّ غَيْرِ هٰذَا الْأَبْيَاتِ.

میں ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بیت کے علاوہ کسی کا پورا شعر پڑھا ہو۔

فوائد و مسائل: ① جب کچھ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے آئے تو کفار مکہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر محمد (ﷺ) مکہ مکرمہ میں ہمارے ہاتھوں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر یہ خطرہ ہمارے کنٹرول میں نہیں رہے گا، لہٰذا اس کا علاج فوری طور پر سوچنا چاہیے۔ اس غرض سے انھوں نے دارالندوہ میں ایک میٹنگ رکھی اور شرکائے مجلس سے اس کے متعلق تجاویز و آراء طلب کیں۔ کسی نے کہا: اسے پابہ زنجیر کر کے قید کر دیا جائے۔ شیطان، جو اس مجلس میں انسانی روپ دھار کر موجود تھا، کہنے لگا: یہ تجویز درست نہیں کیونکہ اس کے پیروکار اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر اسے چھڑانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ دوسرے نے کہا کہ اسے یہاں سے جلا وطن کر دیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم ہر روز کی بک بک سے نجات پا جائیں گے۔ شیطان نے کہا: یہ تجویز بھی درست نہیں کیونکہ اس شخص کے کلام و بیان میں اتنا جادو ہے کہ وہ جہاں جائے گا وہاں اس کے جاں نثار پیدا ہو جائیں گے، پھر وہ انھیں لے کر کسی وقت بھی آپ پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ بعد میں ابوجہل بولا: ہم سب قبائل میں سے ایک ایک نوجوان لے لیں اور یہ سب مل کر محمد (ﷺ) پر یکبارگی حملہ کر دیں اور اسے جان سے مار ڈالیں۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ بنوعبد مناف سب قبیلوں سے لڑائی کا خطرہ مول نہیں لے سکتے، لامحالہ خون بہا کا فیصلہ ہوگا جو سب قبائل مل کر ادا کریں گے۔ یہ رائے سن کر شیطان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی اور اس نے اس رائے کو بہت پسند کیا۔ پھر اس کام کے لیے وقت بھی اسی مجلس میں طے ہو گیا کہ فلاں رات یہ سب نوجوان مل کر محمد (ﷺ) کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور جب وہ باہر نکلے تو یکبارگی اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔ ادھر یہ مشورے ہو رہے تھے ادھر اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی اپنے نبی کو اس مجلس کی کارروائی سے مطلع کر دیا اور آپ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے نبی! وہ وقت یاد کریں، جب کافر آپ کے متعلق خفیہ تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا جلا وطن کر دیں، وہ بھی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ ہی سب سے اچھی تدبیر کرنے والا ہے۔''[1] چنانچہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی رات قاتلوں کے گروہ نے آپ کا محاصرہ کرنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ وہ بروقت اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گئے۔ جب صبح تک آپ برآمد نہ ہوئے تو وہ خود اندر داخل ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گھر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی موجود نہیں۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ آپ جا چکے ہیں تو ان کی برہمی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ اللہ نے اس پورے ہاؤس کی پاس کردہ تدابیر کو بری طرح ناکام بنا دیا تھا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے قبل تین مقامات پر اختصار سے اسے بیان کیا ہے، چنانچہ حدیث: 476 میں اس کا پہلا حصہ بیان ہوا ہے۔ پھر حدیث: 2263 میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک آدمی کو ملازم رکھا جو انھیں ساحل سمندر کے راستے سے لے گیا اور حدیث: 2297 میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا، اس وقت سے اپنے والدین کو دین اسلام کے تابع پایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ چار ماہ تک اپنی اونٹنیوں کو کیکر کے پتے کھلاتے رہے۔

---

[1] الأنفال 8:30.

اب اس مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ نے پوری حدیث کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ③ تاریخ اسلام میں ہجرت کی بڑی اہمیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ 27 صفر 13 نبوت بمطابق 12 ستمبر 622ء بروز جمعرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ سے نکلے۔ مکے سے چار پانچ میل کے فاصلے پر کوہ ثور ہے۔ وہاں جا کر آپ نے تین دن ایک غار میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد یکم ربیع الاول بمطابق 16 ستمبر 622ء بروز سوموار آپ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک ہفتہ سفر جاری رکھنے کے بعد 8 ربیع الاول 13 نبوت بمطابق 23 ستمبر 622ء بروز سوموار مدینہ سے متصل قباء نامی بستی میں پہنچ گئے۔ جمعرات تک یہاں آرام فرمایا۔ اس دوران میں آپ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ 12 ربیع الاول 1 ہجری جمعہ کے دن آپ قباء سے روانہ ہوئے۔ بنوسالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہوگیا۔ آپ نے اس مقام پر مسلمانوں کے ہمراہ جمعہ ادا کیا۔ فراغت کے بعد آپ یثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے جسے مدینہ طیبہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا اور مسجد نبوی کی بنیاد رکھی جس کا مذکورہ حدیث کے آخر میں ذکر ہے۔ ④ رسول اللہ ﷺ نے جس مسلمان کا شعر پڑھا تھا وہ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہیں جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ حدیث ہجرت کے متعلق یہ چند وضاحتی نوٹ ہیں۔ اس کی تفصیلات تو بہت زیادہ ہیں۔ قارئین کرام کتب سیرت کی طرف رجوع کریں۔ واللہ المستعان.

٣٩٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ وَفَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: صَنَعْتُ سُفْرَةً لِّلنَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ حِينَ أَرَادَ الْمَدِينَةَ فَقُلْتُ لِأَبِي: مَا أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُهُ إِلَّا نِطَاقِي، قَالَ: فَشُقِّيهِ، فَفَعَلْتُ، فَسُمِّيتُ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَسْمَاءُ ذَاتُ النِّطَاقِ. [راجع: ٢٩٧٩]

[3907] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا جب انھوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے اپنے والد گرامی سے کہا: میں اپنے ازار بند کے علاوہ توشہ دان باندھنے کے لیے کچھ نہیں پاتی۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کرلو، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت سے میرا نام ذات النطاقین ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاق کہا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اپنا ازار بند پھاڑنے کا مشورہ دیا تھا وہ ان کے والد گرامی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے ہجرت کی رات اپنے پٹکے کو پھاڑ کر دو حصے کر لیے: ایک حصے سے توشہ دان باندھا اور دوسرے کو خود استعمال کیا۔ چونکہ اس کا ایک حصہ خود استعمال کیا، اس لیے اسے ذات النطاق بھی کہا جاتا ہے۔[1] ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بھی بیان کیا ہے۔[2]

٣٩٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا

[3908] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

① فتح الباري: 7/294. ② صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4665.

غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ تَبِعَهُ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَسَاخَتْ بِهِ فَرَسُهُ، قَالَ: ادْعُ اللهَ لِي وَلَا أَضُرُّكَ، فَدَعَا لَهُ، قَالَ: فَعَطِشَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَمَرَّ بِرَاعٍ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَأَخَذْتُ قَدَحًا فَحَلَبْتُ فِيهِ كُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ فَأَتَيْتُهُ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيتُ. [راجع: ٢٤٣٩]

کہا: جب نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ آنے کا ارادہ کیا تو سراقہ بن مالک بن جعشم آپ کے پیچھے لگ گیا۔ نبی ﷺ نے اس کے لیے بددعا کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ اس نے عرض کی: آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ پھر آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ راوی کہتا ہے کہ اس دوران میں رسول اللہ ﷺ کو پیاس لگی اور آپ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے۔ حضرت ابوبکر ؓ نے کہا: میں نے پیالہ لیا اور اس میں کچھ دودھ دوہا اور آپ کے پاس لایا تو آپ نے اسے نوش فرمایا حتی کہ میں خوش ہو گیا۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری ؒ نے حدیث ہجرت بیان کرنے کے بعد اس دوران میں پیش آنے والے چیدہ چیدہ واقعات بیان کرنا شروع کیے ہیں۔ ان واقعات میں ایک واقعہ حضرت سراقہ بن مالک ؓ کا ہے جب انھوں نے انعام کے لالچ میں رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر بددعا کی: ''اے اللہ! تو اپنی مرضی کے مطابق اس کی طرف سے ہمارے لیے کافی ہے۔''[1] ایک روایت میں ہے کہ آپ نے بددعا کی: ''اے اللہ! اسے زمین پر گرا دے'' تو اس کے گھوڑے نے اسی وقت اسے زمین پر پٹخ دیا۔[2] ② دوسرا واقعہ چرواہے کی ایک بکری سے دودھ دوہنے کا ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

٣٩٠٩ - حَدَّثَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَتْ: فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُهُ بِقُبَاءٍ، ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ تَدْخُلُ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، ثُمَّ حَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ. وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُّلِدَ فِي الْإِسْلَامِ.

[3909] حضرت اسماء ؓ سے روایت ہے کہ (بوقت ہجرت) وہ عبداللہ بن زبیر ؓ سے حاملہ تھیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں اس وقت (مکہ سے) نکلی جب وضع حمل کا وقت قریب آ پہنچا تھا۔ میں مدینہ طیبہ آئی اور قباء میں قیام کیا تو عبداللہ بن زبیر ؓ وہیں پیدا ہوئے۔ پھر میں اسے نبی ﷺ کے پاس لے گئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا تو آپ نے ایک کھجور منگوائی۔ پھر آپ نے اسے چبا کر اس میں اپنا لعاب دہن ملایا اور نومولود کے منہ میں ڈال دیا۔ (اس طرح) سب سے پہلے جو چیز اس کے شکم میں گئی وہ رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ پھر آپ نے اس کے منہ

① فتح الباري: 301/7. ② صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3911.

میں کھجور ڈالنے کے بعد اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ یہ مہاجرین کا زمانۂ اسلام میں پہلا بچہ تھا جو (مدینہ طیبہ میں) پیدا ہوا۔

تَابَعَهُ خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا هَاجَرَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ حُبْلَى.

[انظر: ٥٤٦٩]

خالد بن مخلد نے زکریا بن یحییٰ کی متابعت کی ہے۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت اسماء ؓ نے جب نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی تو وہ حاملہ تھیں۔

٣٩١٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَتَوْا بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ تَمْرَةً فَلَاكَهَا ثُمَّ أَدْخَلَهَا فِي فِيهِ فَأَوَّلُ مَا دَخَلَ بَطْنَهُ رِيقُ النَّبِيِّ ﷺ.

[3910] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ (ہجرت کے بعد) پہلا بچہ جو اسلام میں پیدا ہوا وہ عبداللہ بن زبیر ؓ ہیں۔ وہ (ان کے گھر والے) انھیں نبی ﷺ کی خدمت میں لائے تو نبی ﷺ نے ایک کھجور لی اور اسے چبایا۔ پھر آپ نے اسے اس (عبداللہ ؓ) کے منہ میں ڈالا۔ ان کے پیٹ میں پہلی داخل ہونے والی چیز نبی ﷺ کا لعاب دہن تھا۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو مکے بھیجا تاکہ وہ آپ کی رفیقۂ حیات حضرت سودہ بنت زمعہ ؓ، دونوں صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم ؓ، ام ایمن ؓ اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ ؓ کو مکے سے مدینے لے آئیں۔ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابی بکر ؓ، ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان ؓ اور دونوں بہنیں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء ؓ بھی تشریف لائیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے۔ یہ حالات اور حضرت اسماء ؓ کا کہنا کہ میں نے مقام قباء میں حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کو جنم دیا، اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ ہجرت کے پہلے سال پیدا ہوئے۔[1] مدینہ طیبہ میں مہاجرین کے ہاں یہ پہلے مولود تھے۔ انصار میں ہجرت کے بعد پہلا بچہ مسلمہ بن مخلد اور حبشہ میں ہجرت کے بعد پہلا بچہ عبداللہ بن جعفر ؓ پیدا ہوا۔ جب عبداللہ بن زبیر ؓ پیدا ہوئے تو انھیں دودھ پلانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر وہ جب سات یا آٹھ برس کے ہوئے تو ان کے والد گرامی زبیر ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپ سے بیعت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے انھیں بیعت کر لیا۔[2]

٣٩١١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ:

[3911] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے،

① فتح الباري: 311/7. ② صحيح مسلم، الآداب، حديث: 5616 (2146).

حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَقْبَلَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ وَهُوَ مُرْدِفٌ أَبَا بَكْرٍ، وَأَبُو بَكْرٍ شَيْخٌ يُعْرَفُ وَنَبِيُّ اللهِ ﷺ شَابٌّ لَّا يُعْرَفُ، قَالَ: فَيَلْقَى الرَّجُلُ أَبَا بَكْرٍ، فَيَقُولُ: يَا أَبَا بَكْرٍ! مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْكَ؟ فَيَقُولُ: هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِينِي السَّبِيلَ، قَالَ: فَيَحْسِبُ الْحَاسِبُ أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْنِي الطَّرِيقَ وَإِنَّمَا يَعْنِي سَبِيلَ الْخَيْرِ، فَالْتَفَتَ أَبُو بَكْرٍ فَإِذَا هُوَ بِفَارِسٍ قَدْ لَحِقَهُمْ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذَا فَارِسٌ قَدْ لَحِقَ بِنَا فَالْتَفَتَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ»، فَصَرَعَهُ الْفَرَسُ ثُمَّ قَامَتْ تُحَمْحِمُ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ! مُرْنِي بِمَ شِئْتَ، فَقَالَ: «فَقِفْ مَكَانَكَ، لَا تَتْرُكَنَّ أَحَدًا يَّلْحَقُ بِنَا».

انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے پیچھے (سواری پر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شکل و صورت میں بوڑھے تھے انھیں ہر ایک پہچانتا تھا لیکن نبی ﷺ نوجوان غیر معروف تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ راستے میں اگر کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرتا اور پوچھتا اے ابوبکر! یہ آدمی کون ہے جو تمھارے آگے ہے؟ وہ جواب دیتے: یہ شخص مجھے رستہ بتانے والا ہے۔ پوچھنے والا یہ سمجھتا کہ وہ عام رستہ بتانے والا ہے، حالانکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مراد نیکی کا راستہ ہوتا۔ اس دوران میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گوشۂ چشم سے دیکھا تو ایک شخص جو گھوڑے پر سوار ہے وہ ان کے قریب آ پہنچا ہے۔ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! یہ سوار ہم تک پہنچ رہا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے مڑ کر دیکھا تو فرمایا: ''اے اللہ! اسے گرا دے۔'' تو اسے گھوڑے نے گرا دیا۔ پھر وہ گھوڑا ہنہناتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس شخص نے عرض کی: اللہ کے نبی! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں تعمیل ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور کسی کو ہمارے پاس نہ پہنچنے دو۔''

قَالَ: فَكَانَ أَوَّلَ النَّهَارِ جَاهِدًا عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ آخِرَ النَّهَارِ مَسْلَحَةً لَّهُ. فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ جَانِبَ الْحَرَّةِ ثُمَّ بَعَثَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَاؤُوا إِلٰى نَبِيِّ اللهِ ﷺ، وَأَبِي بَكْرٍ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِمَا وَقَالُوا: ارْكَبَا آمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ، وَحَفُّوا دُونَهُمَا بِالسِّلَاحِ، فَقِيلَ فِي الْمَدِينَةِ: جَاءَ نَبِيُّ اللهِ! جَاءَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ فَأَشْرَفُوا يَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ: جَاءَ نَبِيُّ اللهِ، [جَاءَ نَبِيُّ اللهِ] فَأَقْبَلَ يَسِيرُ حَتّٰى

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ دن کے آغاز میں آپ کو پکڑنے والا تھا اور دن کے آخری حصے میں آپ کے لیے ہتھیار کا کام دینے لگا۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے پاس حرہ کی جانب فروکش ہوئے۔ پھر آپ نے انصار مدینہ کی طرف پیغام بھیجا تو وہ نبی ﷺ کی حفاظت کے لیے آ گئے۔ انھوں نے ان دونوں کو سلام کیا اور کہا: آپ امن و امان سے سوار رہیں۔ اب آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی، چنانچہ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور انصار نے ہتھیار لے کر ان دونوں کو اپنے جلو میں لیا اور

نَزَلَ جَانِبَ دَارِ أَبِي أَيُّوبَ فَإِنَّهُ لَيُحَدِّثُ أَهْلَهُ إِذْ سَمِعَ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ وَّهُوَ فِي نَخْلٍ لِّأَهْلِهِ يَخْتَرِفُ لَهُمْ، فَعَجِلَ أَنْ يَّضَعَ الَّذِي يَخْتَرِفُ لَهُمْ فِيهَا فَجَاءَ وَهِيَ مَعَهُ، فَسَمِعَ مِنْ نَّبِيِّ اللهِ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: «أَيُّ بُيُوتِ أَهْلِنَا أَقْرَبُ؟» فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: أَنَا يَا نَبِيَّ اللهِ، هٰذِهِ دَارِي وَهٰذَا بَابِي. قَالَ: «فَانْطَلِقْ فَهَيِّئْ لَنَا مَقِيلًا».

عازم مدینہ ہوئے۔ ادھر مدینہ طیبہ میں یہ نعرہ لگایا جا رہا تھا: اللہ کے نبی آ گئے! اللہ کے نبی تشریف لے آئے! لوگ اونچی جگہوں پر چڑھ کر آپ کو دیکھ رہے تھے اور کہتے تھے: اللہ کے نبی تشریف لے آئے! اللہ کے نبی آ گئے! اسی حال میں چلتے چلتے آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے پاس اتر پڑے۔ آپ گھر والوں سے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سنا جبکہ وہ اس وقت اپنے گھر والوں کے باغ میں کھجوریں چن رہے تھے، وہ جلدی سے جمع کی ہوئی کھجوریں ساتھ ہی لے کر آ گئے اور نبی ﷺ سے باتیں سن کر اپنے گھر واپس چلے گئے۔ اس دوران میں نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے عزیزوں میں سے کس کا گھر قریب ہے؟“ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”چلو اور ہمارے لیے قیلولہ کرنے کی جگہ تیار کرو۔“

قَالَ: قُومَا عَلَى بَرَكَةِ اللهِ تَعَالَى، فَلَمَّا جَاءَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ وَأَنَّكَ جِئْتَ بِحَقٍّ وَّقَدْ عَلِمَتْ يَهُودُ أَنِّي سَيِّدُهُمْ وَابْنُ سَيِّدِهِمْ، وَأَعْلَمُهُمْ وَابْنُ أَعْلَمِهِمْ، فَادْعُهُمْ فَاسْأَلْهُمْ عَنِّي قَبْلَ أَنْ يَّعْلَمُوا أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ فَإِنَّهُمْ إِنْ يَّعْلَمُوا أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ قَالُوا فِيَّ مَا لَيْسَ فِيَّ، فَأَرْسَلَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ فَأَقْبَلُوا فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ! وَيْلَكُمْ اتَّقُوا اللهَ، فَوَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، إِنَّكُمْ لَتَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللهِ حَقًّا، وَأَنِّي جِئْتُكُمْ

انھوں نے عرض کی: اللہ کی برکت سے آپ دونوں حضرات اٹھیں (قیلولے کا انتظام ہو چکا ہے)۔ پھر جب نبی ﷺ ان کے گھر میں داخل ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وہاں آ گئے اور عرض کی: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ یہودی جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور سردار کا بیٹا ہوں، ان کا بڑا عالم اور بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ آپ انھیں بلا کر ان سے میرے متعلق پوچھیں لیکن انھیں یہ علم نہ ہونے پائے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اگر انھیں پتہ چل گیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو میرے متعلق ایسی باتیں کریں گے جو مجھ میں نہیں ہیں، چنانچہ نبی ﷺ نے (انھیں)

بِحَقٍّ فَأَسْلِمُوا»، قَالُوا: مَا نَعْلَمُهُ، قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ، قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالَ: «فَأَيُّ رَجُلٍ فِيكُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ»، قَالُوا: ذَاكَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا، وَأَعْلَمُنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا، قَالَ: «أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ؟» قَالُوا: حَاشَا لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ، قَالَ: «أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ؟» قَالُوا: حَاشَا لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ، قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ قَالُوا حَاشَا لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ: «يَا ابْنَ سَلَامٍ! اخْرُجْ عَلَيْهِمْ»، فَخَرَجَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ! اتَّقُوا اللهَ فَوَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنَّكُمْ لَتَعْلَمُونَ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ وَأَنَّهُ جَاءَ بِحَقٍّ، فَقَالُوا لَهُ: كَذَبْتَ، فَأَخْرَجَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

[راجع: ٣٣٢٩]

پیغام بھیجا تو وہ آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تب رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''اے جماعتِ یہود! تمھاری خرابی ہو، اللہ سے ڈرو۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! بلاشبہ تم خوب جانتے ہو کہ یقیناً میں اللہ کا رسول ہوں اور تمھارے پاس حق لے کر آیا ہوں، لہٰذا تم اسلام لے آؤ۔'' انھوں نے کہا کہ ہم تو اس بات کو نہیں جانتے۔ یہ بات انھوں نے نبی ﷺ سے تین مرتبہ کہی۔ آپ نے فرمایا: ''تم میں عبداللہ بن سلام کیسا شخص ہے؟'' انھوں نے کہا: وہ ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور ہمارا بڑا عالم اور بڑے عالم کا فرزند ارجمند ہے۔ آپ نے فرمایا: ''بتاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو؟'' انھوں نے کہا کہ اللہ ایسا نہ کرے، وہ اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو؟'' انھوں نے کہا: اللہ انھیں بچائے، وہ اسلام قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ آپ نے پھر تیسری مرتبہ پوچھا: ''اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو؟'' انھوں نے کہا: اللہ انھیں محفوظ رکھے، وہ مسلمان ہونے والے نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن سلام! باہر آؤ۔'' وہ باہر آئے اور ان سے کہا: اے گروہ یہود! اس اللہ سے ڈرو جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ تم خوب جانتے ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور سچا مذہب لے کر آئے ہیں۔ یہودیوں نے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے۔ پھر (اس بدتمیزی کی بنا پر) رسول اللہ ﷺ نے انھیں باہر نکال دیا۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دو سال اور چند ماہ بڑے تھے لیکن دیکھنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بوڑھے معلوم ہوتے تھے کیونکہ ان کے بال کافی سفید ہو چکے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ کے تمام بال سیاہ تھے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ جوان آدمی ہیں۔ ② حضرت ابوبکر چونکہ تجارت پیشہ تھے اور اکثر اطراف عرب کا سفر کرتے رہتے تھے، اس لیے لوگ آپ کو جانتے پہچانتے تھے۔ ③ اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ وہ آپ کی

مدینہ آمد کا سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین سوالات کیے اور کہا: ان کا جواب صرف نبی جانتا ہے۔ اول یہ کہ قیامت کب آئے گی اور اس کی علامات کیا ہیں؟ دوسرا یہ کہ اہل جنت کو سب سے پہلے کون سا کھانا کھلایا جائے گا؟ تیسرا یہ کہ بچہ کبھی اپنے باپ اور کبھی ماں کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جب ان تینوں سوالوں کا تسلی بخش جواب دیا تو وہ مسلمان ہو گئے۔ ④ اس کے بعد یہودیوں کا کردار بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے جو کچھ فرمایا وہ ان پیش گوئیوں کی بنا پر تھا جو اس وقت تورات میں موجود تھیں۔ انھی پیش گوئیوں کی بنا پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔[1]

٣٩١٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ - يَعْنِي - عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ أَرْبَعَةَ آلَافٍ فِي أَرْبَعَةٍ، وَفَرَضَ لِابْنِ عُمَرَ ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَخَمْسَمِائَةٍ، فَقِيلَ لَهُ: هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ فَلِمَ [نَقَصْتَهُ] مِنْ أَرْبَعَةِ آلَافٍ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا هَاجَرَ بِهِ أَبَوَاهُ، يَقُولُ: لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ.

[3912] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مہاجرین اولین میں سے ہر ایک کے لیے چار چار ہزار وظیفہ مقرر فرمایا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے ساڑھے تین ہزار درہم دینا منظور کیا۔ ان سے عرض کیا گیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تو مہاجرین اولین میں سے ہیں آپ نے ان کا وظیفہ چار ہزار سے کم کیوں مقرر کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس نے اپنے والدین کے ہمراہ ہجرت کی تھی۔ ایسا شخص اس مہاجر کی طرح نہیں ہوسکتا جس نے تن تنہا ہجرت کی ہو۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خانہ کی ہجرت کا بیان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مہاجرین اولین کے وظائف مقرر فرمائے کہ بیت المال سے انھیں چار چار ہزار درہم دیا جائے۔ مہاجرین اولین سے مراد وہ حضرات ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں، یعنی بیت المقدس اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی، یا وہ لوگ جنھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔[2] ② ہجرت کے وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عمر گیارہ سال تھی۔ ③ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انصاف پسندی کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اس سلسلے میں اپنے بیٹے کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ ④ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے وہی وظیفہ مقرر کیا جو مہاجرین کے لیے مقرر کیا تھا۔[3]

٣٩١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؛ ح: [راجع: ١٢٧٦].

[3913] حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

٣٩١٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ

[3914] (دوسری سند کے ساتھ یہی روایت ہے)

① فتح الباري: 315/7. ② فتح الباري: 317/7. ③ عمدة القاري: 639/11.

الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَبْتَغِي وَجْهَ اللهِ وَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَضٰى لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا: مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ شَيْئًا نُكَفِّنُهُ فِيهِ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، فَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ بِهَا وَنَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنْ إِذْخِرٍ. وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا. [راجع: ۱۲۷٦]

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تو ہمارا مقصد صرف اللہ کی رضا تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا اجر بھی ضرور دے گا، چنانچہ ہم میں سے کچھ حضرات اللہ کو پیارے ہو گئے اور دنیا میں انھوں نے اپنا کوئی بدلہ نہیں پایا۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو احد کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ ہمیں ان کے سامان میں کوئی ایسی چیز نہ ملی جس میں ہم انھیں کفن دیتے۔ ایک کمبل کے علاوہ اور کچھ نہیں ملا، وہ بھی ایسا کہ اگر ہم اس سے ان کا سر چھپاتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور اگر ان کے پاؤں چھپاتے تو سر کھلا رہتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ''ہم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا سر چھپا دیں اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دیں۔'' اور ہم میں سے بعض ایسے ہیں جن (کے اجر) کا پھل پک چکا ہے، جسے وہ چن چن کر کھا رہے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کی اجازت سے ہجرت کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہجرت کر کے آنے والے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ② حدیث نمبر: 3914 کے فوائد، حدیث: 3897 کے تحت ملاحظہ کریں۔ ③ واضح رہے کہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت بیان کی جب وہ بیمار ہوئے اور ابووائل راویٔ حدیث ان کی بیمار پرسی کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔[1]

۳۹۱۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: هَلْ تَدْرِي مَا قَالَ أَبِي لِأَبِيكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّ أَبِي قَالَ لِأَبِيكَ: يَا أَبَا مُوسٰى! هَلْ يَسُرُّكَ إِسْلَامُنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهِجْرَتُنَا مَعَهُ وَجِهَادُنَا مَعَهُ

[3915] حضرت ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تجھے علم ہے کہ میرے والد گرامی نے آپ کے والد گرامی سے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے والد گرامی نے آپ کے والد گرامی سے کہا تھا: اے ابوموسیٰ! کیا یہ بات آپ کے لیے خوشی کا باعث ہو گی کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہمارا اسلام لانا، آپ کے

[1] صحيح البخاري، الرقاق، حديث: 6448.

وَعَمَلُنَا كُلُّهُ مَعَهُ بَرَدَ لَنَا وَأَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ؟ فَقَالَ أَبِي: لَا وَاللهِ، قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيرًا، وَأَسْلَمَ عَلَى أَيْدِينَا بَشَرٌ كَثِيرٌ، وَإِنَّا لَنَرْجُو ذٰلِكَ، فَقَالَ أَبِي: لٰكِنِّي أَنَا وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا؟ وَأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ، فَقُلْتُ: إِنَّ أَبَاكَ وَاللهِ خَيْرٌ مِّنْ أَبِي.

ہمراہ ہمارا ہجرت کرنا، آپ کے ہمراہ ہمارا جہاد کرنا، الغرض آپ کے ہمراہ ہمارے تمام اعمال ہمارے لیے ٹھنڈک کا باعث ہوں، اور وہ اعمال جو ہم نے آپ ﷺ کے بعد کیے ہیں وہ برابری کے معاملے پر ختم ہو جائیں۔ نہ ہمیں ان کا ثواب ملے اور نہ ان کے متعلق باز پرس ہی ہو۔ اس پر آپ کے والد نے میرے والد سے کہا: اللہ کی قسم! میں اس پر راضی نہیں ہوں کیونکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی جہاد کیا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے اور بہت سے اعمال خیر بجا لائے۔ ہمارے ہاتھ پر ایک مخلوق نے اسلام قبول کیا، لہٰذا ہم تو اس کے ثواب کی بھی امید رکھتے ہیں۔ میرے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن جہاں تک میرا سوال ہے تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری خواہش ہے کہ ہمارے وہ اعمال ہی محفوظ رہیں جو ہم نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کیے ہیں اور جتنے اعمال ہم نے آپ کے بعد کیے ہیں ان سب کے بدلے میں ہم سے برابری کا معاملہ کیا جائے۔ صرف یہ ہو کہ ہم نجات پا جائیں، نہ ثواب ہو اور نہ عقاب۔ ابو بردہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کے والد گرامی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) میرے والد گرامی (ابوموسیٰ اشعری) سے بہرحال بہتر تھے۔

فائدہ: ایک روایت میں حضرت ابو بردہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی۔ میں نے ان سے سنا، آپ نے فرمایا: جب سے میں مسلمان ہوا ہوں اور جو نماز بھی ادا کی ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔[1] اس کے بعد انھوں نے مذکورہ واقعہ بیان کیا۔ اس موقف میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ خوف کا مقام امید کے مقام سے بہرحال اعلیٰ اور افضل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کسر نفسی، تواضع اور خوف الٰہی کی بنا پر تھا، ورنہ ان کا ایک ایک عمل اور ایک ایک عدل و انصاف ہماری تمام عمر کے نیک اعمال سے کہیں زیادہ وزنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آج تک کوئی ایسا مدبر، منتظم، عادل، حق پرست اور رعایا پرور حاکم پیدا ہی نہیں ہوا۔[2]

---

① المستدرك على الصحيحين: 442/2، طبع دار الكتب العلمية. ② فتح الباري: 318/7.

٣٩١٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ أَوْ بَلَغَنِي عَنْهُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا قِيلَ لَهُ: هَاجَرَ قَبْلَ أَبِيهِ يَغْضَبُ، قَالَ: وَقَدِمْتُ أَنَا وَعُمَرُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَوَجَدْنَاهُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا إِلَى الْمَنْزِلِ، فَأَرْسَلَنِي عُمَرُ وَقَالَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ هَلِ اسْتَيْقَظَ؟ فَأَتَيْتُهُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَبَايَعْتُهُ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ، فَانْطَلَقْنَا إِلَيْهِ نُهَرْوِلُ هَرْوَلَةً حَتَّى دَخَلَ عَلَيْهِ فَبَايَعَهُ ثُمَّ بَايَعْتُهُ. [انظر: ٤١٨٦، ٤١٨٧]

[3916] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، جب ان سے کہا جاتا تھا کہ تم نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو وہ ناراض ہو جاتے۔ انھوں نے وضاحت کی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ اس وقت آپ آرام فرما تھے، اس لیے ہم اپنے گھر واپس آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دوبارہ بھیجا اور فرمایا: جا کر دیکھ آؤ کہ آپ ﷺ ابھی بیدار ہوئے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ میں آیا، اندر چلا گیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں آپ ﷺ کے بیدار ہونے کی اطلاع دی۔ اس کے بعد ہم آپ ﷺ کی خدمت میں دوڑے ہوئے حاضر ہوئے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور آپ سے بیعت کی اور میں نے بھی دوبارہ بیعت کی۔

فائدہ: جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی کہتا کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ہجرت کی ہے تو اس سے ایسے گفتگو کرتے جیسے کوئی غصے سے بات کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھیں ان کے والد پر فوقیت نہ دی جائے۔ گویا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کی اس غلط فہمی کا سبب بیان کر دیا کہ اصل حقیقت یہ تھی، اس سے کچھ لوگوں نے سمجھ لیا کہ میں نے اپنے والد گرامی سے پہلے ہجرت کی ہے، حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے یہ بیعت رضوان کا واقعہ ہے۔ مدینہ طیبہ میں آنے کی بیعت اس سے مقصود نہیں ہے کیونکہ اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کمسن تھے اور بیعت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اس کے تین سال بعد غزوۂ احد ہوا تو انھیں کم عمر ہونے کی وجہ سے جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔[1] واللہ أعلم.

٣٩١٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ قَالَ: ابْتَاعَ أَبُو بَكْرٍ مِّنْ عَازِبٍ رَّحْلًا فَحَمَلْتُهُ مَعَهُ قَالَ: فَسَأَلَهُ عَازِبٌ عَنْ مَّسِيرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: أُخِذَ عَلَيْنَا بِالرَّصَدِ

[3917] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے والد عازب سے پالان خریدا تو میں اسے اٹھا کر ان کے ہمراہ گیا۔ اس دوران میں حضرت عازب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے سفر ہجرت کا حال دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: چونکہ ہماری نگرانی ہو رہی تھی، اس لیے ہم (غار سے) رات

[1] فتح الباري: 320/7.

فَخَرَجْنَا لَيْلًا فَأَحْيَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتَّى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ، ثُمَّ رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ فَأَتَيْنَاهَا وَلَهَا شَيْءٌ مِّنْ ظِلٍّ، قَالَ: فَفَرَشْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَرْوَةً مَّعِي ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ، فَانْطَلَقْتُ أَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعٍ قَدْ أَقْبَلَ فِي غُنَيْمَةٍ يُّرِيدُ مِنَ الصَّخْرَةِ مِثْلَ الَّذِي أَرَدْنَا فَسَأَلْتُهُ: لِمَنْ أَنْتَ يَا غُلَامُ؟ فَقَالَ: أَنَا لِفُلَانٍ، فَقُلْتُ لَهُ: هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَّبَنٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ لَهُ: هَلْ أَنْتَ حَالِبٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَخَذَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ، فَقُلْتُ لَهُ: انْفُضِ الضَّرْعَ، قَالَ: فَحَلَبَ كُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ وَّمَعِي إِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ عَلَيْهَا خِرْقَةٌ قَدْ رَوَّأْتُهَا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: اشْرَبْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى رَضِيتُ، ثُمَّ ارْتَحَلْنَا وَالطَّلَبُ فِي إِثْرِنَا. [راجع: ٢٤٣٩]

کے وقت نکلے۔ ہم پوری رات اور دن بھر تیزی سے سفر کرتے رہے۔ جب دوپہر ہوئی تو ہمیں ایک چٹان دکھائی دی۔ ہم اس کے قریب پہنچے تو اس کی آڑ میں تھوڑا سا سایہ بھی موجود تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنی پوستین بچھا دی۔ نبی ﷺ اس پر لیٹ گئے اور میں قرب و جوار کی صفائی کرنے لگا۔ اتفاق سے ادھر ایک چرواہے پر نظر پڑی جو اپنی بکریاں ہانکتا ہوا آ رہا تھا اور وہ بھی ہماری طرح پتھر کی چٹان سے سایہ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: (بچے) تم کس کے غلام ہو؟ اس نے بتایا کہ میں فلاں شخص کا غلام ہوں۔ میں نے پوچھا: تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ میں نے اس سے کہا: کیا تم کچھ دودھ نکال سکتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر وہ اپنے ریوڑ کی ایک بکری لایا تو میں نے اس سے کہا: پہلے اس کے تھن صاف کر لو۔ پھر اس نے کچھ دودھ نکالا۔ میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا، اس کے منہ پر کپڑا باندھا ہوا تھا، میں اس مشکیزے میں رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی لایا تھا۔ میں نے دودھ پر پانی ڈالا تو وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ میں اسے لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! اسے نوش فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے نوش جاں فرمایا جس سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ہم نے اپنا سفر شروع کیا کیونکہ ہمارے متلاشی ہمارے تعاقب میں تھے۔

٣٩١٨ - قَالَ الْبَرَاءُ: فَدَخَلْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ عَلَى أَهْلِهِ فَإِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ أَصَابَتْهَا حُمّٰى فَرَأَيْتُ أَبَاهَا يُقَبِّلُ خَدَّهَا وَقَالَ: كَيْفَ أَنْتِ يَا بُنَيَّةُ؟.

[3918] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر گیا تو ان کی صاحبزادی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں۔ انھیں سخت بخار تھا۔ میں نے ان کے والد کو دیکھا، انھوں نے ان کے رخسار

پر بوسہ دیا اور فرمایا: پیاری بیٹی! تمھاری طبیعت کیسی ہے؟

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ سفر ہجرت میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کا فدا کارانہ ساتھ دیا اور آپ کی ہر ممکن خدمت کی۔ اس کے صلے میں قیامت تک کے لیے آپ کو "یار غار" کا لقب ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر ایسی فضیلت حاصل ہے جو چاند کو تمام ستاروں پر ہے۔ زندگی کے بعد بھی وہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں محو استراحت ہیں۔ رضي الله عنه وأرضاه. ② اس حدیث میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کے متعلق آیا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ یقیناً یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت نابالغہ تھیں اور وہ بھی اس وقت حد بلوغت کو نہیں پہنچے تھے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کا ذکر صرف اس مقام پر کیا ہے، حالانکہ صحیح بخاری میں متعدد مرتبہ سفر ہجرت بیان ہوا ہے۔[1]

٣٩١٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي عَبْلَةَ: أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ وَسَّاجٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَنَسٍ خَادِمِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَيْسَ فِي أَصْحَابِهِ أَشْمَطُ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ فَغَلَّفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ. [انظر: ٣٩٢٠]

[3919] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو نبی ﷺ کے خادم خاص ہیں، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ (مدینہ طیبہ) تشریف لائے تو آپ کے اصحاب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کے بال سفید ہو رہے ہوں، اس لیے انھوں نے مہندی اور وسمہ کا خضاب لگا رکھا تھا۔

٣٩٢٠ - وَقَالَ دُحَيْمٌ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ وَسَّاجٍ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ فَكَانَ أَسَنَّ أَصْحَابِهِ أَبُو بَكْرٍ فَغَلَّفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ حَتّٰى قَنَأَ لَوْنُهَا. [راجع: ٣٩١٩]

[3920] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے اصحاب میں سب سے زیادہ عمر والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے مہندی اور وسمہ کا خضاب استعمال کیا تو اس سے ان کے بالوں کا رنگ بہت سرخ ہو گیا جو قدرے سیاہی مائل تھا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دو سال بڑے تھے لیکن شکل وصورت میں آپ جوان معلوم ہوتے تھے جبکہ مدینہ طیبہ آمد کے وقت حضرت ابوبکر کے بال سفید ہو رہے تھے، اس لیے آپ نے مہندی اور وسمہ استعمال کیا۔ ② کتم، آس کی طرح ایک پتہ ہوتا ہے۔ اس کا درخت سخت پتھروں میں اُگتا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل كتاب اللباس میں آئے گی۔[2]

٣٩٢١ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ

[3921] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت

① فتح الباري: 321/7. ② فتح الباري: 322/7.

يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِّنْ كَلْبٍ يُقَالُ لَهَا: أُمُّ بَكْرٍ، فَلَمَّا هَاجَرَ أَبُو بَكْرٍ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا هٰذَا الشَّاعِرُ الَّذِي قَالَ هٰذِهِ الْقَصِيدَةَ رَثٰى كُفَّارَ قُرَيْشٍ:

وَمَاذَا بِالْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ
مِنَ الشِّيزٰى تُزَيَّنُ بِالسَّنَامِ
وَمَاذَا بِالْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ
مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكِرَامِ
تُحَيِّينَا السَّلَامَةَ أُمُّ بَكْرٍ
فَهَلْ لِّي بَعْدَ قَوْمِي مِنْ سَلَامِ
يُحَدِّثُنَا الرَّسُولُ بِأَنْ سَنَحْيَا
وَكَيْفَ حَيَاةُ أَصْدَاءٍ وَّهَامِ؟

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبیلۂ بنوکلب کی ایک عورت سے شادی کی جسے ام بکر کہا جاتا تھا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی تو اسے طلاق دے دی۔ پھر اس کے چچا زاد نے اس سے نکاح کر لیا۔ یہ وہی شاعر ہے جس نے کفار قریش کی مرثیہ خوانی میں یہ قصیدہ کہا:

کہاں ہیں قلیب بدر والے جو شیزی لکڑی سے بنے ہوئے پیالوں کے مالک تھے، جو اونٹ کی کوہان کے گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ کہاں ہیں قلیب بدر والے جو گانے والی لونڈیوں کے مالک تھے اور شراب نوشی میں شریک ہونے والے تھے۔ ام بکر میری سلامتی کی دعائیں کرتی ہے۔ میری قوم کی ہلاکت کے بعد میری سلامتی کا کیا فائدہ؟ یہ رسول ہمیں دوبارہ زندہ ہونے کی خبریں بیان کرتا ہے، حالانکہ ہڈیاں اور کھوپڑیاں کیسے زندہ ہوں گی؟

فوائد و مسائل: ① فاکہی نے اس حدیث میں اضافہ بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا اور انھوں نے کبھی شراب نوشی نہیں کی۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حرمت شراب سے قبل شراب نوشی کی تھی کیونکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی کا حال زیادہ جاننے والی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شراب پینے کی روایت ابوالقموص نے بیان کی ہے جس کی ملاقات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کینہ پرور رافضی تھا۔[1] ② شیزیٰ آبنوس کا درخت ہے جس سے بڑے بڑے پیالے بنائے جاتے تھے۔ ان میں اونٹ کے گوشت کو سجا کر رکھا جاتا اور آنے والے مہمانوں کو پیش کیا جاتا تھا۔ اس وقت نوجوان باندیاں گانا گاتیں اور شراب نوشی کا دور چلتا تھا۔ شاعر انھیں یاد کر کے مقتولین بدر کا مرثیہ کہہ رہا ہے۔ ③ اس حدیث میں ہجرت سے متعلقہ ایک واقعہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آتے وقت ام بکر نامی اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے یہاں بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٣٩٢٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَارِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِأَقْدَامِ الْقَوْمِ

[3922] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں غار ثور میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا۔ میں نے اوپر سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے قوم قریش کے قدم نظر آئے۔ میں نے کہا: اللہ کے نبی! اگر ان میں سے کسی نے نیچے جھک کر

① فتح الباري: 7/322، 323.

فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! لَوْ أَنَّ بَعْضَهُمْ طَأْطَأَ بَصَرَهُ رَآنَا، قَالَ: «اسْكُتْ يَا أَبَا بَكْرٍ، اثْنَانِ اللهُ ثَالِثُهُمَا». [راجع: ٣٦٥٣]

دیکھ لیا تو وہ ہمیں ضرور دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر! خاموش رہو۔ ہم ایسے دو ہیں کہ جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے (اس لیے ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا)۔''

فوائد ومسائل: ① اللہ کے ساتھ سے مراد اس کی نصرت وتائید اور حفاظت ہے جبکہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر مستوی ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ حرف بحرف پورا ہوا۔ سارے کفار عرب مل کر بھی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر غالب نہ آسکے۔ ③ ایک روایت میں ہے کہ کفار قریش میں سے ایک آدمی ننگا ہو کر پیشاب کرنے لگا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم فکر نہ کرو، اس نے ہمیں دیکھا ہوتا تو اس طرح ننگا ہو کر پیشاب نہ کرتا۔''[1] اس حدیث کے فوائد حدیث: 3653 میں ملاحظہ فرمائیں۔

٣٩٢٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ: «وَيْحَكَ، إِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وُرُودِهَا؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا». [راجع: ١٤٥٢]

[3923] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے ہجرت کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس! ہجرت تو بہت مشکل کام ہے۔ کیا تمھارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''تم ان کی زکاۃ ادا کرتے ہو؟'' اس نے عرض کیا: ہاں (زکاۃ ادا کرتا ہوں)۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو ان میں کوئی اونٹنی دوسروں کو دیتا ہے تاکہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرے؟'' اس نے کہا: ہاں (ایسا کرتا ہوں) آپ نے فرمایا: ''کیا تم، انھیں پانی پلانے کے روز، دودھ خیرات کرتے ہو؟'' اس نے کہا: ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم تمام بستیوں (اور شہروں) سے پرے رہ کر عمل کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے کسی عمل کا ثواب ضائع نہیں کرے گا۔''

فائدہ: دیہاتی لوگ چونکہ ہجرت پر صبر نہیں کر سکتے تھے اور ان میں مدینے کی سختیاں برداشت کرنے کی ہمت نہ تھی، اس لیے آپ نے اسے ہجرت سے روکا جیسا کہ ایک دیہاتی کو مدینہ طیبہ میں بخار ہو گیا تھا تو وہ بیعت توڑ کر چلا گیا، اس لیے آپ نے فرمایا: ''تم ہجرت نہ کرو بلکہ جب تم حقوق پورے ادا کرتے ہو تو تم پر اپنے وطن میں اقامت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' اس حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے یہاں بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

[1] فتح الباري: 16/7.

(٤٦) بَابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ الْمَدِينَةَ

باب : 46- نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری

وضاحت: رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ ربیع الاول میں مکہ مکرمہ کو خیر باد کہا لیکن بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد ماہ محرم ہی میں ہجرت کا عزم کر لیا تھا، پھر آپ ﷺ آٹھ یا بارہ ربیع الاول بروز سوموار کو مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اکثر صحابۂ کرام ﷺ آپ سے پہلے مدینہ طیبہ پہنچ چکے تھے۔ اس کی تفصیل ہجرت کے باب میں بیان ہو چکی ہے۔

٣٩٢٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ: سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، ثُمَّ قَدِمَ عَلَيْنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَّبِلَالٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

[3924] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم ؓ تشریف لائے۔ پھر ہمارے ہاں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال ؓ کی آمد ہوئی۔

فائدہ: موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد ؓ تشریف لائے جبکہ اس حدیث میں حضرت مصعب بن عمیر ؓ کے پہلے آنے کا ذکر ہے۔ دراصل حضرت ابوسلمہ ؓ مدینہ طیبہ میں اقامت کے لیے مکہ مکرمہ سے نہیں نکلے تھے بلکہ مشرکین کے خوف سے بھاگ آئے تھے جبکہ حضرت مصعب بن عمیر ؓ مدینہ طیبہ میں اقامت کرنے اور اہل مدینہ کو دینی تعلیم دینے کے لیے آئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی جہت اولیت مختلف ہے۔[1] واللہ أعلم.

٣٩٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَكَانُوا يُقْرِؤُنَ النَّاسَ، فَقَدِمَ بِلَالٌ وَّسَعْدٌ وَّعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَّى

[3925] حضرت براء بن عازب ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم ؓ تشریف لائے۔ وہ دونوں لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے۔ پھر حضرت بلال، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عمار بن یاسر ؓ آئے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب ؓ نبی ﷺ کے بیس صحابۂ کرام ؓ کو ساتھ لے کر مدینہ میں آئے۔ پھر نبی ﷺ (مدینہ طیبہ) تشریف لائے، میں نے اہل مدینہ کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا وہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف

[1] عمدة القاري: 11/647.

جَعَلَ الْإِمَاءُ يَقُلْنَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَمَا قَدِمَ حَتّٰى قَرَأْتُ: ﴿سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى﴾ [الأعلى: ١] فِي سُوَرٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ.

آوری سے خوش ہوئے تھے۔ لونڈیاں بھی خوشی سے کہنے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کی جب مدینہ طیبہ میں آمد ہوئی تو میں مفصل کی دوسری کئی سورتوں کے ساتھ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ بھی سیکھ چکا تھا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا اور مدینہ طیبہ میں معلم اور مبلغ کا منصب ان کے حوالے کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو حضرت کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سعد بن خیثمہ کے پاس ٹھہرے۔ دراصل حضرت سعد کنوارے تھے۔ ان کے گھر کو بیت العزاب، یعنی کنواروں کا گھر کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کے گھر مستقل اقامت اختیار کی اور اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت سعد بن خیثمہ کے پاس بھی بیٹھا کرتے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ امن وامان سے قباء میں تشریف فرما ہیں تو وہ بھی آپ کے بعد قباء میں آ گئے۔[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے کے قریب پہنچے تو بنو نجار کی بچیاں دف بجاتی ہوئی نکلیں اور یہ اشعار پڑھ رہی تھیں:

''ہم قبیلۂ نجار کی لڑکیاں ہیں زہے قسمت ہمیں رسول اللہ ﷺ کا پڑوس نصیب ہوا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں انصار کی لڑکیاں یہ شعر گا رہی تھیں:

''وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر بدر کامل طلوع ہوا، ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک داعی اللہ کی طرف بلاتا رہے۔''

اس آخری روایت کی سند متصل ہے۔ صحیح اور راجح امر یہ ہے کہ مذکورہ اشعار غزوۂ تبوک سے واپسی پر پڑھے گئے۔[2] ② اس حدیث میں ''مفصل'' سے مراد سورۂ حجرات سے آخر تک تمام سورتیں ہیں۔ انھیں مفصل اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں ہر سورت کے بعد بسم اللہ سے فصل کا تکرار ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں: ''طوال مفصل'' یہ سورۂ حجرات تا سورۂ بروج تک ہے۔ ''اوساط مفصل'' یہ سورۂ بروج سے لے کر سورۂ بینہ تک ہے اور ''قصار مفصل'' یہ سورۂ بینہ سے لے کر آخری سورت الناس تک ہے۔

٣٩٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ

[3926] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آنے لگا۔ میں

[1] عمدة القاري: 646/11. [2] فتح الباري: 327/7.

رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَّبِلَالٌ، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَتْ: فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُولُ:

(تیمار داری کرنے کے لیے) دونوں کے پاس گئی اور کہا: ابا جان! کیا حال ہے؟ اے بلال! تم کیسے ہو؟ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر ؓ کو بخار آتا تو کہتے:

كُلُّ امْرِئٍ مُّصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ہر کوئی اپنے اہل خانہ میں صبح کرتا ہے، حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب ہے۔

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ [الْحُمّٰى] يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ وَيَقُولُ:

اور حضرت بلال ؓ کا بخار جب اتر جاتا تو وہ بآواز بلند کہتے:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَّحَوْلِي إِذْخِرٌ وَّجَلِيلُ؟
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِّيَاهَ مَجَنَّةٍ؟
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَّطَفِيلُ؟

کاش! مجھے پتہ چل جائے کیا میں اس وادی میں رات گزاروں گا، جبکہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل نامی گھاس ہو گی؟ کیا میں کسی دن مجنہ کے پانیوں تک پہنچوں گا؟ کیا میرے سامنے شامہ اور طفیل نامی پہاڑیاں ظاہر ہوں گی؟

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ». [راجع: ١٨٨٩]

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو حالات سے آگاہ کیا تو آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! ہمیں مدینہ طیبہ محبوب بنا دے جیسے ہمیں مکہ مکرمہ محبوب تھا بلکہ اس سے زیادہ محبت پیدا کر دے اور اس کی آب و ہوا اچھی کر دے، نیز ہمارے لیے اس کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما، اس کی وبائی امراض جحفہ منتقل کر دے۔''

فوائد و مسائل: ① جحفہ میں اس وقت یہودی رہا کرتے تھے اور یہ مدینہ طیبہ سے سات مراحل پر واقع ہے۔ اس کے اور سمندر کے درمیان صرف چھ میل کا فاصلہ ہے۔ اب اہل مصر کا میقات ہے۔ آب و ہوا کی خرابی کی وجہ سے اب بھی مشہور ہے۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ کی بددعا کا اثر ہے۔ ② حضرت بلال ؓ بخار اترنے کے بعد یہ بھی کہا کرتے تھے: ''اے اللہ! عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت کر۔ انھیں اپنی رحمت سے باہر نکال دے جیسے انھوں نے ہمیں اس وبائی سرزمین میں آنے پر مجبور کیا۔''[1] ③ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عامر بن فہیرہ کے پاس بھی جاتی اور اس سے حال پوچھتی تو وہ بھی کہتے کہ موت آنے سے پہلے ہی مجھے اس کا ذائقہ محسوس ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور

---

[1] صحيح البخاري، فضائل المدينة، حديث: 1889.

عرض کی: اللہ کے رسول! یہ حضرات شدت بخار کی وجہ سے ہذیان کا شکار ہیں۔ خود حضرت عائشہ ؓ کو مدینے پہنچ کر اس قدر سخت بخار ہوا کہ آپ کے بال جھڑ گئے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی آب و ہوا کے خوشگوار ہونے کی دعا فرمائی۔ اس کی تفصیل کتاب فضائل المدینة کے آخر میں حدیث: 1889 کے تحت ملاحظہ کریں۔

٣٩٢٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَدِيٍّ أَخْبَرَهُ: دَخَلْتُ عَلَى عُثْمَانَ؛ ح: وَقَالَ بِشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عُثْمَانَ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ وَآمَنَ بِمَا بُعِثَ بِهِ مُحَمَّدٌ ﷺ، ثُمَّ هَاجَرْتُ هِجْرَتَيْنِ، وَنِلْتُ صِهْرَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَبَايَعْتُهُ. فَوَاللهِ مَا عَصَيْتُهُ وَلَا غَشَشْتُهُ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ تَعَالَى.

[3927] حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت عثمان ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا: امابعد بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا اور جو شریعت محمد ﷺ لے کر آئے تھے اس پر ایمان لائے، پھر میں نے دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی بیعت کی۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ آپ سے خیانت ہی کا مرتکب ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر لیا۔

تَابَعَهُ إِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ مِثْلَهُ. [راجع: ٣٦٩٦]

اسحاق کلبی نے اس حدیث کی متابعت کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار، حضرت عثمان ؓ کی خدمت میں ولید بن عقبہ کی شکایت لے کر پہنچے تھے کہ وہ شراب نوشی کرتا ہے اور اس کے متعلق لوگ بہت چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل حدیث: 3696 میں گزر چکی ہے۔ ② اس مقام پر مقصد یہ ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے فرمایا: میں نے دو ہجرتیں کی ہیں: ایک ہجرت مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف اور ان کے ساتھ ان کی بیوی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ بھی تھیں، پھر وہاں سے واپس مکہ آئے۔ دوسری ہجرت مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف۔ اس وقت بھی رفیقۂ حیات حضرت رقیہ ؓ آپ کے ہمراہ تھیں، اس لیے کہا گیا کہ آپ نے دو ہجرتیں کی ہیں۔ ③ واضح رہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم ؓ کو حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع ؓ مدینہ طیبہ لے کر آئے تھے۔ حضرت زینب ؓ اپنے خاوند ابو العاص ؓ کے پاس کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں ٹھہریں۔[1]

[1] فتح الباري: 7/329، 330.

٣٩٢٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ؛ ح: وَأَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَّجَعَ إِلَى أَهْلِهِ وَهُوَ بِمِنًى فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا عُمَرُ فَوَجَدَنِي فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رِعَاعَ النَّاسِ وَإِنِّي أَرٰى أَنْ تُمْهِلَ حَتّٰى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ فَإِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ، وَتَخْلُصَ لِأَهْلِ الْفِقْهِ وَأَشْرَافِ النَّاسِ وَذَوِي رَأْيِهِمْ. قَالَ عُمَرُ: لَأَقُومَنَّ فِي أَوَّلِ مَقَامٍ أَقُومُهُ بِالْمَدِينَةِ. [راجع: ٢٤٦٢]

[3928] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے اہل خانہ کی طرف آ رہے تھے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری حج میں ان کے ساتھ تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے راستے میں پالیا (تو ایک اعلان کرنے کا مشورہ کیا)۔ میں نے عرض کی: اے امیر المومنین! موسم حج میں عام لوگ جمع ہوتے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ اس اعلان کے لیے کچھ دیر کریں۔ جب مدینہ طیبہ تشریف لائیں جو کہ دارِ ہجرت اور سنت نبوی کا مرکز ہے وہاں آپ فقیہ، اہل فکر اور صاحب بصیرت لوگوں کو پائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مدینہ طیبہ پہنچ کر میں سب سے پہلے لوگوں سے اسی موضوع پر گفتگو کروں گا۔

فوائد ومسائل: ① اس مقام پر یہ حدیث انتہائی اختصار سے بیان ہوئی ہے۔ دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی شخص کے متعلق اطلاع ملی کہ اس نے کہا ہے کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کر دوں گا۔ چونکہ اس طرح کی افواہیں حکومت کے استحکام کے خلاف ہوتی ہیں، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا نوٹس لینا چاہا جسے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے مشورہ دینے سے مؤخر کر دیا گیا۔ اس کی تفصیل حدیث: 6830 میں بیان ہوگی۔ بإذن اللہ تعالیٰ۔ ② اس حدیث کی عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں اہل مدینہ کے صاحب بصیرت اور اہل شعور ہونے کا ذکر ہے۔ واللہ أعلم.

٣٩٢٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَائِهِمْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ طَارَ لَهُمْ فِي السُّكْنٰى حِينَ قَرَعَتِ الْأَنْصَارُ عَلَى سُكْنَى الْمُهَاجِرِينَ، قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ: فَاشْتَكٰى عُثْمَانُ عِنْدَنَا فَمَرَّضْتُهُ حَتّٰى تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِي أَثْوَابِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا

[3929] حضرت ام علاء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، جو انصاری خاتون ہیں اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیعت بھی کی تھی، انھوں نے بیان کیا کہ جب انصار نے مہاجرین کی میزبانی کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون ان کے حصے میں آئے۔ وہ ہمارے پاس آ کر بیمار ہو گئے تو میں نے ان کی خوب دیکھ بھال کی لیکن وہ جانبر نہ ہو سکے۔ جب وہ فوت ہوئے تو ہم نے انھیں ان کے کپڑوں میں رہنے دیا۔ اس دوران میں نبی ﷺ تشریف لائے۔ میں نے کہا: ابو سائب! تم پر اللہ کی رحمت ہو، میری تمھارے لیے گواہی

السَّائِبِ، شَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللهَ أَكْرَمَهُ؟» قَالَتْ: قُلْتُ: لَا أَدْرِي، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ فَمَنْ؟ قَالَ: «أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللهِ الْيَقِينُ، وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَمَا أَدْرِي وَاللهِ وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِي». قَالَتْ: فَوَاللهِ لَا أُزَكِّي بَعْدَهُ أَحَدًا، قَالَتْ: فَأَحْزَنَنِي ذٰلِكَ فَنِمْتُ فَأُرِيتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ عَيْنًا تَجْرِي فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: «ذٰلِكَ عَمَلُهُ». [راجع: ١٢٤٣]

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے ہاں اکرام سے نوازا ہے۔ (یہ سن کر) نبی ﷺ نے فرمایا: ”تمھیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے اکرام سے نوازا ہے؟“ حضرت ام علاء ؓ نے عرض کیا: واقعی مجھے کوئی علم نہیں ہے لیکن اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ اور کسے نوازے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”واقعی عثمان انتقال کر چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں ان کے لیے اچھی امید رکھتا ہوں لیکن حتمی طور پر میں اپنے متعلق بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔“ حضرت ام علاء ؓ نے کہا: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں کسی کا تزکیہ نہیں کروں گی، البتہ مجھے اس واقعے سے کافی رنج ہوا۔ پھر میں سوگئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعون ؓ کے لیے ایک بہتا ہوا چشمہ ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ عثمان کا عمل ہے۔“

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کا دربار عجیب استغناء کا شاہکار ہے۔ انسان کتنا ہی بلند مرتبہ ہو لیکن اللہ کی بے پروائی اور کبریائی سے بے خوف نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں ہے: ”آپ کہہ دیجیے! میں کوئی نرالا رسول نہیں ہوں اور میں یہ نہیں جانتا کہ مجھ سے کیا سلوک کیا جائے گا اور تم سے کیا برتاؤ کیا جائے گا۔“[1] حدیث میں اسی امر کو بیان کیا گیا ہے۔ ② اس حدیث کے آخر میں ہے کہ عثمان بن مظعون ؓ کا نیک عمل ایک جاری چشمے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اعمال صالحہ، خوبصورت آدمی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور برے اعمال ایک بدصورت آدمی کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔[2] ہر دو احادیث برحق ہیں اور ان میں نیکوکار اور بدکردار لوگوں کے مراتب اعمال کے مطابق کیفیات بیان کی گئی ہیں۔ اصل حقیقت تو قیامت کے دن کھل کر سامنے آئے گی۔ اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں جو بتایا ہے اس پر ایمان لانا چاہیے اور بس۔

٣٩٣٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِرَسُولِهِ ﷺ، فَقَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

[3930] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ بعاث کی لڑائی کو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی آمد سے پہلے ہی برپا کر دیا تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انصار باہمی اختلاف و انتشار کا شکار

1 الأحقاف 46:9. ② مسند أحمد: 288/4.

الْمَدِينَةَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَاتُهُمْ فِي دُخُولِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ. [راجع: ٣٧٧٧]

تھے اور ان کے سردار قتل ہو چکے تھے۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ انصار اسلام میں داخل ہوں۔

فوائد و مسائل: ① مدینہ طیبہ میں غریب لوگ باقی رہ گئے تھے۔ سردار اور امیر مارے جا چکے تھے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو شاید تکبر وغرور کی وجہ سے اسلام میں داخل نہ ہوتے۔ اگر اس وقت ان میں انتشار نہ ہوتا تو وہ اپنی ریاست کو باقی رکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے تابع نہ ہوتے۔ ② صرف ایک سردار جس کی تاجپوشی ہونے والی تھی اس نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔ اہل اسلام کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ہماری مراد رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سے ہے۔ آخر کار خود اپنے بیٹے کے ہاتھوں ذلیل ہوا۔ واللہ المستعان.

٣٩٣١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحًى وَعِنْدَهَا قَيْنَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَعَازَفَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ، مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَإِنَّ عِيدَنَا هٰذَا الْيَوْمُ». [راجع: ٤٥٤، ٩٤٩]

[3931] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ ان کے ہاں آئے جبکہ نبی ﷺ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کا دن تھا۔ دو بچیاں یوم بعاث کے متعلق اشعار پڑھ رہی تھیں جو انصار کے شعراء نے اپنے کارناموں کے متعلق کہے تھے۔ حضرت ابوبکر ؓ نے کہا: یہ تو شیطان کا باجا ہے (کیوں بج رہا ہے)؟ آپ نے دو مرتبہ ایسا کہا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! ان بچیوں کو چھوڑ دو۔ بلاشبہ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور ہمارے لیے آج عید کا دن ہے۔''

فوائد و مسائل: ① یوم بعاث رسول اللہ کی بعثت سے دس سال پہلے ہوا تھا۔ اس میں انصار کی جنگ ہوئی جس میں بہت سے سردار مارے گئے جیسا کہ قبل ازیں حدیث میں بیان ہوا ہے۔ ② امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہو کہ یوم بعاث، انصار کے لیے نیک فال ثابت ہوا اور مہاجرین کے لیے بھی خیر و برکت کا ذریعہ بنا کہ انصار نے ان کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ اگر سردار زندہ ہوتے تو شاید یہ اعزاز و اکرام انھیں نہ ملتا۔ ③ اس حدیث سے صوفیاء نے سماع کے جواز پر استدلال کیا ہے اور آج بھی گانے بجانے کے دلدادہ اس حدیث کو پیش کرتے ہیں، حالانکہ وہ بچیاں گانے والی پیشہ ور گلوکارہ نہیں تھیں، بلکہ انصار کی چھوٹی بچیاں تھیں، پھر اشعار بھی غزلیہ قسم کے نہ تھے بلکہ جنگی ترانے تھے جن میں بہادری اور شجاعت کا ذکر تھا۔ وہ بھی اپنوں میں گائے جا رہے تھے بر سر عام اسٹیج پر فنکاری ''کے جوہر'' دکھانے کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ ④ قرآن و حدیث میں گانے بجانے کو واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہے جس کی ہم آئندہ وضاحت کریں گے۔ باذن اللہ تعالیٰ.

٣٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ

[3932] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف

الصَّمَدِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ فَقَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ الضُّبَعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ نَزَلَ فِي عُلُوِّ الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى مَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ قَالَ: فَجَاؤُوا مُتَقَلِّدِي سُيُوفِهِمْ قَالَ: وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفَهُ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ، حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: فَكَانَ يُصَلِّي حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ، وَيُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلَى مَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ فَجَاؤُوا فَقَالَ: «يَا بَنِي النَّجَّارِ! ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هٰذَا» فَقَالُوا: لَا وَاللهِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللهِ تَعَالَى، قَالَ: فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ، كَانَتْ فِيهِ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَتْ فِيهِ خِرَبٌ، وَكَانَ فِيهِ نَخْلٌ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ، وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، قَالَ: فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، قَالَ: وَجَعَلُوا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً، قَالَ: جَعَلُوا يَنْقُلُونَ ذَاكَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مَعَهُمْ، يَقُولُونَ:

«اللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ
فَانْصُرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ».

[راجع: ٢٣٤]

لائے تو عوالی مدینہ میں ایک قبیلے کے پاس اقامت فرمائی، جنھیں بنوعمرو بن عوف کہا جاتا تھا۔ آپ ان کے ہاں چودہ دن ٹھہرے۔ پھر آپ نے بنونجار کے سرداروں کو پیغام بھیجا تو وہ مسلح ہو کر آئے۔ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ اونٹنی پر سوار ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے (دوسری اونٹنی پر) سوار ہیں۔ بنونجار کے سردار آپ کے اردگرد ہیں، یہاں تک کہ آپ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے صحن میں اپنا سامان رکھ دیا۔ پہلے معمول یہ تھا کہ جس جگہ آپ کو نماز کا موقع مل جاتا وہاں نماز پڑھ لیتے تھے، کوئی مسجد نہ تھی یہاں تک کہ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے۔ پھر آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا، چنانچہ آپ نے بنونجار کے سرداروں کو بلایا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے انھیں فرمایا: ''اے بنونجار! تم اپنا یہ باغ مجھے فروخت کر دو۔'' انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے وصول کریں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس باغ میں جو چیزیں تھیں وہ میں تمھیں بتاتا ہوں: اس میں مشرکین کی قبریں، کچھ گڑھے اور چند ایک کھجور کے درخت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی قبروں کے متعلق حکم دیا کہ انھیں اکھاڑ دیا جائے۔ گڑھوں کو ہموار کر دیا گیا اور کھجوروں کے درخت کاٹ دیے گئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کھجوروں کے تنوں کو مسجد کے قبلے میں کھڑا کر دیا اور اس کی دونوں طرف پتھر رکھ دیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام پتھر اٹھاتے اور یہ رجز بھی پڑھتے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ (پتھر اٹھاتے اور شعر پڑھتے) تھے: ''اے اللہ! بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے۔ انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔''

فوائد و مسائل: ① مدینہ طیبہ سے نجد کی طرف جہت کو عالیہ اور تہامہ کی جہت کو سافلہ کہا جاتا تھا، قباء عوالی مدینہ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا علو مدینہ میں نزول فرمانا سرفرازی اور بلندی کے شگون کے لیے تھا۔ ② اس باغ کے متعلق پہلے ایک حدیث میں وضاحت تھی کہ وہ کھجوریں خشک کرنے کی جگہ تھی۔ ممکن ہے کہ پہلے باغ ہوں، پھر ویران ہو کر کھجوروں کے لیے جگہ بن گئی ہو۔ وہ باغ عمرو کے دو بیٹوں سہل اور سہیل کے لیے تھا جو یتیم ہو چکے تھے اور وہ حضرت اسعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس باغ کی قیمت ادا کریں، چنانچہ انھوں نے دس دینار بطور قیمت ادا کیے۔ ③ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے تو کھجوروں کی چھڑیوں سے مسجد کا ڈھانچہ تیار کیا اور ہجرت کے چار سال بعد اسے اینٹوں اور گارے سے تعمیر کیا۔[1] ④ چونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت اور مدینہ طیبہ تشریف لانے کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان فرمایا ہے۔ واللہ أعلم.

(٤٧) بَابُ إِقَامَةِ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ

باب: 47- مہاجر کا مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مکہ میں ٹھہرنا

٣٩٣٣ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ ابْنَ أُخْتِ النَّمِرِ: مَا سَمِعْتَ فِي سُكْنَى مَكَّةَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثٌ لِلْمُهَاجِرِ بَعْدَ الصَّدَرِ».

[3933] امام زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سنا جبکہ وہ نمر کندی کے بھانجے سائب بن یزید سے پوچھ رہے تھے کہ تم نے (مہاجر کے) مکہ میں ٹھہرنے کے متعلق کیا سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مہاجر کو طواف وداع کے بعد تین دن تک مکہ میں رہنے کی اجازت ہے۔''

فوائد و مسائل: ① حضرت علاء ایک جلیل القدر اور مستجاب الدعوات صحابی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بحرین کا حاکم بنایا۔ ان کا نام عبداللہ بن عماد ہے۔ یہ بنوامیہ کے حلیف تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔ صحیح بخاری میں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔[2] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر اگر کسی مقام پر تین دن تک پڑاؤ کرتا ہے تو اس پر احکام سفر جاری رہیں گے، تین دن سے زائد پڑاؤ پر اقامت کے احکام لاگو ہوں گے۔ ③ واضح رہے کہ مہاجرین کے لیے یہ وقتی حکم تھا کہ وہ حج کی ادائیگی کے بعد مکے میں تین روز تک قیام کریں۔ اس کے بعد وہ مدینہ طیبہ واپس ہو جائیں۔ فتح مکہ کے بعد یہ پابندی ختم ہو گئی۔ واللہ أعلم.

---

① فتح الباري: 308/7. ② فتح الباري: 333/7.

(٤٨) بَابُ التَّارِيخِ، مِنْ أَيْنَ أَرَّخُوا التَّارِيخَ؟

باب: 48- اسلامی تاریخ کب سے شروع ہوئی؟

وضاحت: سن نبوی اور سن ہجری کے متعلق چند اشارات حسب ذیل ہیں جنھیں علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے: ○ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آغاز اسلام میں بلکہ عہد نبوت اور عہد صدیقی میں سن کا رواج نہیں تھا۔ اس کی تدوین عہد فاروقی میں ہوئی۔ پہلے طریقہ یہ تھا کہ ہجرت سے اتنے مہینے پیشتر یا اتنے مہینے بعد یہ واقعہ ہوا، پھر لوگوں نے ان مہینوں کو سال بنا لیا اور سن کی ترتیب شروع ہوگئی۔ ○ یہ جو مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبوت کے بعد تیرہ برس مکہ میں رہے، یہ پورے تیرہ برس نہیں بلکہ کسور کے ساتھ ہیں، یعنی چند مہینوں کی کمی کے ساتھ تیرہ برس بنتے ہیں۔ ○ سن نبوی کو سن ہجری کے ساتھ جوڑنے میں ایک غلطی عام ہے، وہ یہ کہ لوگ سن ہجری کی خصوصیات سن نبوی پر بھی قائم کرتے ہیں، مثلاً: سن ہجری محرم سے شروع ہو کر ذوالحجہ کے آخر تک پورا ہوتا ہے مگر سن نبوی کا یہ حال نہیں۔ وہ مبہم طریقے سے کسی مہینے سے شروع ہو کر ذوالحجہ پر تمام ہوتا ہے اور آخر میں محرم سے شروع ہو کر ربیع الاول پر تمام ہوتا ہے۔ ○ قرآن مجید کے اشارات اور ابن اسحاق کی روایت کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ 1 نبوی رمضان سے شروع ہوا، گویا چار مہینے کے بعد ہی ذوالحجہ میں چار مہینوں پر تمام ہوا اور آخری سال 14 نبوی محرم اور صفر صرف دو مہینوں پر تمام ہوا اس بنا پر سن نبوی بارہ برس اور چھ مہینوں پر مشتمل ہے جسے عام طور پر 13 برس کہہ دیتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ○ ہجرت کا آغاز ربیع الاول سے ہوا مگر سن ہجری کی تدوین کے وقت دو مہینے آگے بڑھا کر محرم 13 نبوی سے محرم 1 ہجری کا آغاز ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سال کے حساب میں تدقیق اور غور سے کام نہ لیا جائے تو دو مہینے مکرر پڑ جاتے ہیں، اس لیے 14 نبوی نہیں بولتے کیونکہ 14 نبوی کے صرف دو مہینے ہیں اور وہ 1 ہجری میں داخل کر لیے گئے ہیں۔ ○ اب سن نبوی کا حال یہ ہے کہ اس کا پہلا سال چار مہینے کا، اس کے بعد 12 سال 12 مہینوں پر مشتمل اور آخری سال دو مہینوں کا پڑتا ہے۔ ○ اس تفصیل کی بنا پر صحیح احادیث میں جو واقعات ہیں ان کے اعداد و شمار میں ترمیم نہیں کرنی چاہیے بلکہ سن کے حساب میں ترمیم کی گنجائش ہے کیونکہ سن کا حساب اصل نہیں بلکہ صحیح احادیث میں آنے والے اعداد و شمار اصل ہیں۔[1]

٣٩٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: مَا عَدُّوا مِنْ مَّبْعَثِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا مِنْ وَّفَاتِهِ، مَا عَدُّوا إِلَّا مِنْ مَّقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ.

[3934] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ لوگوں نے تاریخ کا شمار نبی ﷺ کی بعثت سے نہیں کیا اور نہ آپ کی وفات ہی سے شمار کیا ہے بلکہ آپ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے تاریخ کا شمار کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت کے چار سال بعد تاریخ کا آغاز کیا جب انھیں حضرت ابوموسیٰ اشعری نے خط لکھا تھا کہ آپ کے خطوط ہمارے پاس آتے ہیں ان پر تاریخ نہیں ہوتی۔ آپ تاریخ لکھا کریں تاکہ واقعات کا حساب لگانے میں سہولت رہے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ کا آغاز کیا۔ جب آپ نے تاریخ شروع کرنے کا ارادہ فرمایا

① عمر عائشہ رضی اللہ عنہا پر تحقیقی نظر، ص: 22.

تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا۔ کسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تاریخ کا آغاز کریں۔ کسی نے بعثت سے شروع کرنے کا مشورہ دیا اور کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے تاریخ چلانے کے لیے کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ہجرت سے تاریخ کی ابتدا کریں کیونکہ ہجرت ہی حق و باطل کے درمیان امتیاز کرتی ہے، چنانچہ ان کے مشورے پر اتفاق کر لیا گیا اور سال کا پہلا مہینہ محرم سے شروع ہوا۔ اگرچہ آپ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری ماہ ربیع الاول میں ہوئی تھی لیکن سال کا آغاز محرم سے کیا کیونکہ آپ کی تیاری محرم میں شروع ہو چکی تھی جبکہ حج کے موقع پر بیعت عقبہ ثانیہ ہو چکی تھی، نیز یہ مہینہ حاجیوں کی واپسی کا ہوتا ہے۔ ② واضح رہے کہ یہ فیصلہ ہجرت کے سولھویں یا سترھویں سال طے پایا۔[1] ③ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تاریخ مقرر کرنے کی چار صورتیں تھیں: یوم پیدائش، یوم بعثت، یوم وفات اور ہجرت۔ یوم پیدائش اور یوم بعثت میں تو کافی اختلاف ہے اور یوم وفات حسرت و افسوس کا دن ہے، اس سے رسول اللہ ﷺ کی جدائی کی یاد تازہ ہوتی تھی، اس لیے ہجرت سے اسلامی سال کی ابتدا کی گئی اور درج ذیل آیت کریمہ سے اس کا استنباط کیا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہ مسجد جس کی پہلے دن سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی تھی۔''[2] مسجد کی بنیاد اس دن رکھی گئی جس دن رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مدینے میں داخل ہوئے۔ ④ واضح رہے کہ عرب کے ہاں تاریخ قمری سال کے حساب سے ہے، شمسی سال کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اس حساب میں رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں ہوتا ہے کیونکہ چاند پہلے رات کو ظاہر کرتا ہے، اس کے بعد دن کا آغاز ہوتا ہے۔ بہرحال اہل اسلام نے اپنی تاریخ کا آغاز یکم محرم سے کیا اور اسے قرآنی آیت: ﴿مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ﴾ سے استنباط کیا کیونکہ اس وقت اسلامی ترقی کا آغاز ہوا اور امن و سلامتی سے انھیں تبلیغ اسلام کا موقع ملا، نیز مسجد قباء کی بنیاد رکھی گئی۔ ⑤ یہودیوں نے بیت المقدس کی ویرانی اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھ جانے سے اپنی اپنی تاریخ کا آغاز کیا، نیز یکم محرم سن ہجری کا آغاز ہے تکمیل نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آج یکم محرم 1429 کا آغاز ہے۔ 1429 کی تکمیل نہیں جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

٣٩٣٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ فَفُرِضَتْ أَرْبَعًا، وَتُرِكَتْ صَلَاةُ السَّفَرِ عَلَى الْأُولَى.

[3935] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ آغاز میں نماز صرف، دو رکعت فرض ہوئی تھی۔ پھر نبی ﷺ نے ہجرت کی تو فرض نماز چار رکعت کر دی گئی، البتہ نماز سفر کو سابقہ حالت میں باقی رکھا گیا۔

تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ. [راجع: ٣٥٠]

معمر سے روایت کرنے میں عبدالرزاق نے یزید بن زریع کی متابعت کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① مغرب کی نماز پہلے سے ہی تین رکعات تھی، جبکہ صبح کی نماز سفر و حضر میں دو رکعت فرض ہے اور ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعت کی گئیں۔ ان میں اضافہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے ایک ماہ بعد کیا گیا۔ اسی مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں بیان کیا ہے۔[3] ② جب دنیا کی آبادی زیادہ ہو گئی تو حضرت آدم علیہ السلام کے

---

① فتح الباري: 336/7. ② التوبة 9:108. ③ فتح الباري: 336/7.

وقت سے تاریخ کا شمار ہونے لگا۔ اب تواریخ کی تفصیل درج ہے: ○ حضرت آدم علیہ السلام سے طوفان نوح تک ایک تاریخ۔ ○طوفان نوح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے تک دوسری تاریخ۔ ○ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام تک تیسری۔ ○ وہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے روانہ ہونے تک چوتھی۔ ○ وہاں سے حضرت داود علیہ السلام تک پانچویں۔ ○ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام تک چھٹی۔ ○ حضرت سلیمان علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ساتویں تاریخ ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی تاریخ کا آغاز یکم محرم سے ہوا۔[1] واللہ أعلم.

(٤٩) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ» وَمَرْثِيَتِهِ لِمَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ

باب:49- نبی ﷺ کی دعا: "اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت قبول فرما" اور جو لوگ مکہ مکرمہ میں فوت ہو گئے ان کے لیے آپ ﷺ کے اظہار افسوس کا بیان

وضاحت: یہ عنوان دو اجزاء پر مشتمل ہے: پہلا رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے: "اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو قائم رکھ۔" دوسرا یہ کہ جنھوں نے ہجرت نہیں کی ان کے متعلق اظہار افسوس۔ چنانچہ یہ دونوں اجزاء پیش کردہ حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔

٣٩٣٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: عَادَنِي النَّبِيُّ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ مَّرَضٍ أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرَى وَأَنَا ذُو مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِّي وَاحِدَةٌ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: «لَا»، قَالَ: فَأَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ؟ قَالَ: «لَا» قَالَ: «الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ».

[3936] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ میری تیمارداری کے لیے تشریف لائے۔ میں اس بیماری میں موت کے قریب ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے مرض کی شدت آپ خود ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میرے پاس مال کی فراوانی ہے اور میری صرف ایک بیٹی وارث ہے۔ کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں" عرض کی: نصف مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: "ایک تہائی (صدقہ کر دو) اور یہ تہائی بھی بہت ہے۔ تمھارا اپنی اولاد کو مالدار چھوڑ کر جانا اس سے بہتر ہے کہ انھیں محتاج چھوڑو، وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔"

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ: «أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ وَلَسْتَ بِنَافِقٍ نَّفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا آجَرَكَ اللهُ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أُخَلَّفُ

احمد بن یونس نے ابراہیم بن سعد سے یہ روایت [أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ] کے بعد بایں الفاظ نقل کی ہے: "تم جو بھی خرچ کرو جس سے مقصود اللہ کی رضامندی ہو تو اس کا ثواب تمھیں اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرمائے گا حتی کہ وہ لقمہ جو تم

[1] عمدة القاري: 11/654.

بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ، وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ، اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ. [راجع: ١٢٩٥]

اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے وہ بھی باعث ثواب ہوگا۔" میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا میں اپنے ساتھیوں کے بعد (مکہ میں) پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: "تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے۔ تم جو عمل بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے کرو گے، اس سے تمھارا درجہ اور مرتبہ اور زیادہ ہوگا۔ شاید تم ان کے بعد زندہ رہو گے حتی کہ تمھارے سبب ایک قوم نفع اٹھائے گی اور دوسرے لوگ نقصان پہنچائے جائیں گے۔ اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت قبول فرما اور انھیں ایڑیوں کے بل نہ لوٹا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ بے چارے سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر افسوس کرتے تھے کہ وہ مکہ مکرمہ میں فوت ہوگئے۔"

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَمُوسَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ: «أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ». [راجع: ٥٦]

احمد بن یونس اور موسیٰ نے ابراہیم سے أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ بیان کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ہجرت کی قدر و قیمت اور اہمیت وفضیلت بتانا مقصود ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے استقامت کی دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ! ان کی ہجرت کو قائم رکھ اور شرف قبولیت سے ہمکنار کر۔ انھیں ہجرت کے برعکس کوئی کام کر کے الٹے پاؤں مت پھیر۔ پھر آپ نے حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر اظہار افسوس فرمایا کہ وہ بے چارے اپنی مجبوری کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ نہ آسکے اور انھیں مکے ہی میں موت آئی۔ ③ اس حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک پیش گوئی کا ذکر ہے، چنانچہ وہ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ عراق اور فارس فتح کیا۔ مسلمانوں کو فتوحات سے مال ملا اور مشرکین کو نقصان ہوا کہ وہ شکست کھا کر میدان چھوڑ گئے۔ ④ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں اولاد کثیر سے نوازا۔ ⑤ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو تنگ دست وقلاش بننے کے بجائے حلال ذرائع سے زیادہ مال کما کر دولت مند بننے کی تعلیم دیتا ہے۔ ہاں، اگر حرام ذرائع سے مال جمع کیا جائے یا وہ مال ایمان واسلام سے غافل کر دے تو ایسا مال اللہ کی طرف سے موجب لعنت ہے۔

(٥٠) بَابٌ: كَيْفَ آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ؟

باب: 50- نبی ﷺ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کس طرح قائم کیا؟

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ لَمَّا قَدِمْنَا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ طیبہ آئے تو نبی ﷺ نے میرے اور حضرت سعد بن

الْمَدِينَةَ.

ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔

وَقَالَ أَبُو جُحَيْفَةَ: آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ.

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کے مابین سلسلہ مؤاخات قائم کیا۔

وضاحت: مہاجرین جب اپنا گھر بار، کاروبار اور عزیز واقارب چھوڑ کر مدینہ طیبہ آئے تو غم خواری اور آباد کاری کا مسئلہ سب سے بڑا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکیمانہ سیاست اور ایک نادر حکمت عملی کے تحت مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تاکہ مہاجرین کی ٹوٹی ہوئی معیشت کی کمر سیدھی کرنے کے ساتھ جاہلیت کی عصبیتیں بھی ختم ہو جائیں۔ محبت وغیرت جو کچھ ہو وہ اسلام کے لیے ہو۔ رنگ ونسل اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں اور بلندی وپستی کا معیار صرف تقویٰ اور انسانیت ہو۔ اس بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبی قرابت داروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ وراثت کا یہ حکم غزوۂ بدر تک قائم رہا، پھر ایک دوسرے کے وارث بننے کا حکم تو منسوخ کر دیا گیا، البتہ بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں مہاجرین کے درمیان بھی مؤاخات کا سلسلہ قائم کیا تھا جس کی تفصیل کتب حدیث میں ملتی ہے اور دوسری بار مدینہ طیبہ میں مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے قائم کردہ اس عنوان میں یہ دوسرا بھائی چارہ مقصود ہے۔

٣٩٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَآخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلَّنِي عَلَى السُّوقِ، فَرَبِحَ شَيْئًا مِّنْ أَقِطٍ وَّسَمْنٍ، فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ أَيَّامٍ وَّعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ؟»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: «فَمَا سُقْتَ فِيهَا؟» فَقَالَ: وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ». [راجع: ٢٠٤٩]

[3937] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو نبی ﷺ نے ان کے اور سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان (حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ) کو پیش کش کی کہ وہ اپنی بیویاں اور اپنا مال انھیں آدھا آدھا تقسیم کر دیتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و عیال اور مال و اسباب میں برکت فرمائے! مجھے بازار کا راستہ بتائیں، چنانچہ انھیں (بازار جانے سے) کچھ پنیر اور گھی کا نفع ہوا۔ نبی ﷺ نے کچھ دنوں بعد حضرت عبدالرحمٰن پر زردی (خوشبو) کے اثرات دیکھے تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کتنا مہر دیا ہے؟'' انھوں نے کہا: گٹھلی بھر سونا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ولیمہ ضرور

کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔“

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے انصار کا ایثار اور مہاجرین کی خودداری روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میری دو بیویاں ہیں۔ آپ دیکھ لیں جو زیادہ پسند ہو میں اسے طلاق دے دوں اور عدت گزارنے کے بعد آپ اس سے شادی کر لیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار نے بہت بڑھ چڑھ کر اپنے مہاجر بھائیوں کا اعزاز و اکرام کیا تھا اور بے انتہا ایثار و قربانی سے کام لیا تھا لیکن مہاجرین نے ان کی نوازشات سے کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ان سے صرف اتنا ہی حاصل کیا جس سے وہ اپنی کمزور معیشت کی کمر سیدھی کر سکتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انصار نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپ ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان ہمارے کھجور کے باغات تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: ”نہیں۔“ انصار نے اپنے بھائیوں سے کہا: آپ باغات میں محنت کیا کریں، ہم پیداوار میں آپ کو شریک رکھیں گے۔ انھوں نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے۔ ہم اس پیش کش کو قبول کرتے ہیں۔[1] ② بہرحال رسول اللہ ﷺ نے اس مؤاخات کو محض کھوکھلے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا بلکہ اسے ایک ایسا نافذ العمل عہد و پیمان قرار دیا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ اس بھائی چارے میں ایثار و ہمدردی کے ملے جلے جذبات تھے، اس لیے اس سلسلۂ مؤاخات نے اس نئے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پُر کر دیا تھا۔

(٥١) بَابٌ :

باب: 51- بلا عنوان

وضاحت: یہ عنوان مستقل نہیں بلکہ پہلے عنوان کا تکملہ ہے کیونکہ پیش کردہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری پر جو واقعات پیش آئے، انھی کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے اور دوسری روایت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کے ایک معاملے کا ذکر ہے۔ واللّٰه أعلم.

٣٩٣٨ - حَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ سَلَامٍ بَلَغَهُ مَقْدَمُ النَّبِيِّ ﷺ الْمَدِينَةَ فَأَتَاهُ يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ، فَقَالَ: إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ: مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَّأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟ وَمَا بَالُ الْوَلَدِ يَنْزِعُ إِلَى أَبِيهِ أَوْ إِلَى أُمِّهِ؟ قَالَ: «أَخْبَرَنِي بِهِ جِبْرِيلُ آنِفًا»، قَالَ ابْنُ سَلَامٍ: ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، قَالَ: «أَمَّا أَوَّلُ

[3938] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند ایک چیزوں کے بارے میں پوچھا، چنانچہ انھوں نے کہا: میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق دریافت کرتا ہوں جنھیں صرف نبی ہی جانتا ہے: قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ پہلا کھانا جو اہل جنت تناول کریں گے وہ کیا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی باپ سے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کی شکل و صورت پر ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے ابھی

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3782.

أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِّنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ، وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَّأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ الْحُوتِ، وَأَمَّا الْوَلَدُ فَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ، وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ مَاءَ الرَّجُلِ نَزَعَتِ الْوَلَدَ»، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللهِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهُتٌ، فَاسْأَلْهُمْ عَنِّي قَبْلَ أَنْ يَّعْلَمُوا بِإِسْلَامِي، فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ فِيكُمْ؟» قَالُوا: خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا، وَأَفْضَلُنَا وَابْنُ أَفْضَلِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ؟» قَالُوا: أَعَاذَهُ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ، فَأَعَادَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا مِثْلَ ذٰلِكَ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ عَبْدُ اللهِ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ. قَالُوا: شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا، وَتَنَقَّصُوهُ، قَالَ: هٰذَا كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللهِ. [راجع: ٣٣٢٩]

ابھی ان باتوں کی حضرت جبریل علیہ السلام نے خبر دی ہے۔" حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: فرشتوں میں وہ تو یہودیوں کا دشمن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کی پہلی علامت آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک ہانک کر لائے گی۔ پہلا کھانا جو جنتی تناول کریں گے وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا (جو نہایت لذیذ اور جلد ہضم ہونے والا ہوتا ہے۔) جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفے سے پہلے رحم مادر میں پہنچ جائے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی سے سبقت کر جائے تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔" حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ پھر انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! یہود بہت زیادہ بہتان لگانے والے لوگ ہیں۔ اس سے پہلے کہ انھیں میرے اسلام لانے کا علم ہو، آپ ان سے میرے متعلق دریافت کریں، چنانچہ یہودی آئے تو نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: "عبداللہ بن سلام تمھارے اندر کیسا آدمی ہے؟" انھوں نے کہا: وہ ہم سے بہتر اور سب سے بہتر باپ کا بیٹا ہے اور وہ ہم سے افضل اور افضل باپ کا بیٹا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہو جائے تو تمھارے کیا تأثرات ہوں گے؟" انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اسے اسلام سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آپ ﷺ نے اس بات کو دہرایا تو انھوں نے وہی جواب دیا۔ اس دوران میں حضرت عبداللہ بن سلام باہر نکل آئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں۔ یہ سن کر یہودیوں نے کہا کہ یہ ہم میں سے شریر ہے اور شریر باپ کا بیٹا ہے اور پھر انھوں نے ان کی شان میں کمی کرنا شروع کر دی تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے (ان سے) اسی بات کا خطرہ تھا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں قوم یہود کی ایک عادت بیان ہوئی ہے کہ جب وہ اپنے خلاف کسی سے کوئی بات سنتے ہیں تو اس کے خلاف بدزبانی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بدکردار لوگوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ جو شخص ان کے مزاج کے خلاف ہو، خواہ وہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو وہ اس کی برائی کریں گے۔ علمائے سوء کا بھی یہی حال ہے کہ اگر کوئی عالم فاضل ان کے اختیار کردہ کسی موقف سے اختلاف کرے تو اس کے سب فضائل و کمالات ایک طرف ڈال کر اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اکثر فقہی متعصب علماء اس مرض میں گرفتار ہیں۔ ② چونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان فرمایا ہے۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مچھلی کا جگر انتہائی لذیذ اور بہترین کھانا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اہل جنت کی جنت میں پہلے اس کھانے سے ضیافت فرمائے گا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو ان کا ناشتہ مچھلی کے جگر سے ہوگا اور چشمۂ سلسبیل سے جام بھر بھر کر انھیں پلائے جائیں گے۔[1]

٣٩٣٩، ٣٩٤٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو: سَمِعَ أَبَا الْمِنْهَالِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مُطْعِمٍ قَالَ: بَاعَ شَرِيكٌ لِّي دَرَاهِمَ فِي السُّوقِ نَسِيئَةً، فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللهِ، أَيَصْلُحُ هٰذَا؟ فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ، وَاللهِ لَقَدْ بِعْتُهَا فِي السُّوقِ فَمَا عَابَهُ أَحَدٌ فَسَأَلْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ هٰذَا الْبَيْعَ، فَقَالَ: «مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَيْسَ بِهِ بَأْسٌ وَّمَا كَانَ نَسِيئَةً فَلَا يَصْلُحُ»، وَالْقَ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ أَعْظَمَنَا تِجَارَةً، فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَقَالَ مِثْلَهُ.

[3940,3939] حضرت عبدالرحمٰن بن مطعم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میرے ایک ساتھی نے بازار میں چند درہم ادھار پر فروخت کیے تو میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اس نے کہا: سبحان اللہ! اللہ کی قسم! میں نے انھیں بازار میں فروخت کیا ہے۔ کسی نے بھی اس خرید و فروخت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ہم اس طرح خرید و فروخت کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”جو نقد ہو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ ادھار پر اس طرح کی خرید و فروخت جائز نہیں۔“ تم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، اس خرید و فروخت کے متعلق ان سے دریافت کرو کیونکہ وہ ہم سے بہت بڑے تاجر تھے۔ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے یہی جواب دیا۔

وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: فَقَدِمَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ وَقَالَ: نَسِيئَةً إِلَى الْمَوْسِمِ أَوِ الْحَجِّ. [راجع: ٢٠٦٠، ٢٠٦١]

(راویِ حدیث) حضرت سفیان کبھی اس کو بایں الفاظ بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ہم اس طرح کی خرید و فروخت کرتے تھے اور کبھی بایں الفاظ بیان کرتے

[1] المعجم الكبير للطبراني: 93/2، وفتح الباري: 341/7.

تھے: ہم موسم یا حج تک ادھار خرید وفروخت کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① یعنی سفیان روایت کرتے وقت کبھی تو ادھار کی مدت کا تعین نہیں کرتے تھے اور کبھی ادھار کی مدت بیان کرتے کہ وہ موسم یا حج تک مدت ادھار کرتے تھے۔ ② بہرحال اس طرح کی خرید وفروخت جائز نہیں کیونکہ کرنسی کی خرید وفروخت میں ادھار جائز نہیں ہوتا بلکہ اسی مجلس میں لین دین کرنا ضروری ہے جیسا کہ کتاب البیوع میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے۔ ③ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

(٥٢) بَابُ إِتْيَانِ الْيَهُودِ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ

باب: 52- نبی ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری پر یہودیوں کا آپ کے پاس آنا

﴿هَادُوا﴾ [البقرة: ٦٢]: صَارُوا يَهُودًا، وَأَمَّا قَوْلُهُ: ﴿هُدْنَا﴾ [الأعراف:١٥٦]: تُبْنَا، هَائِدٌ: تَائِبٌ.

قرآن میں ﴿هَادُوا﴾ کے معنی ہیں: ”انھوں نے یہودیت کو اختیار کیا۔“ اور ﴿هُدْنَا﴾ کے معنی ہیں: ”ہم نے توبہ کی۔“ اسی سے هَائِدٌ بنا ہے جس کے معنی ہیں توبہ کرنے والا۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ کا اسلوب ہے کہ الفاظ حدیث کی مناسبت سے قرآنی الفاظ کی لغوی تشریح کرتے ہیں، چونکہ حدیث میں قوم یہود کا ذکر آیا ہے، اس لیے قرآن میں آنے والے دو الفاظ کی تشریح کر دی۔ پہلا لفظ: ﴿هَادُوا﴾ ہے جو سورۂ مائدہ: (41) میں ہے اس کے معنی ہیں: وہ لوگ جو یہودی ہوئے اور دوسرا لفظ ﴿هُدْنَا﴾ ہے جو سورۂ اعراف: (156) میں ہے۔ اس کے معنی ”ہم نے توبہ کی“ ہیں۔ ابو عبیدہ نے بھی اسی طرح ان الفاظ کی تشریح کی ہے۔[1]

٣٩٤١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ آمَنَ بِي عَشَرَةٌ مِّنَ الْيَهُودِ لَآمَنَ بِيَ الْيَهُودُ».

[3941] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اگر دس یہودی مجھ پر ایمان لے آتے تو سب یہودی مسلمان ہو جاتے۔“

فوائد ومسائل: ① مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے اور ان میں دس آدمی بڑا اثر ورسوخ رکھتے تھے: بنونضیر میں ابو یاسر بن اخطب، اس کا بھائی حیی بن اخطب، کعب بن اشرف اور رافع بن ابی الحقیق۔ بنو قینقاع میں عبداللہ بن حنیف، فنحاص اور رفاعہ بن زید۔ بنو قریظہ میں سے زبیر بن باطیا، کعب بن اسعد اور شمویل بن زید۔ اگر یہ یہودی مسلمان ہو جاتے تو مدینے کے تمام یہودی مسلمان ہو جاتے لیکن ان میں سے کسی کو اسلام نصیب نہیں ہوا۔ ان سرداروں میں سے صرف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث بیان کی تو کعب احبار نے کہا کہ حدیث میں بارہ اشخاص کا ذکر ہے کیونکہ قرآن میں ہے: ”ہم نے ان میں بارہ نقیب مقرر کیے۔“[2] یہ سن کر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ کعب احبار کے مقابلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قدر وقیمت ہمارے نزدیک زیادہ ہے۔[3]

---

[1] عمدة القاري:11/660. [2] المائدة 5:12. [3] فتح الباري:7/344,345.

٣٩٤٢ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ - أَوْ مُحَمَّدُ - بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْغُدَانِيُّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَإِذَا أُنَاسٌ مِّنَ الْيَهُودِ يُعَظِّمُونَ عَاشُورَاءَ وَيَصُومُونَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «نَحْنُ أَحَقُّ بِصَوْمِهِ فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ». [راجع: ٢٠٠٥]

[3942] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب نبی ﷺ مدینہ طیبہ آئے تو آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہم اس دن روزہ رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں۔'' پھر آپ نے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

٣٩٤٣ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ وَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ فَسُئِلُوا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالُوا: هٰذَا هُوَ الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللهُ فِيهِ مُوسٰى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلٰى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَحْنُ أَوْلٰى بِمُوسٰى مِنكُمْ»، فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ. [راجع: ٢٠٠٤]

[3943] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب نبی ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ ان سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر فتح دی تھی، چنانچہ ہم اس دن کی تعظیم کے پیش نظر روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم تمھاری نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔'' پھر آپ نے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

فوائد ومسائل: ① اس مقام پر ایک اشکال ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں ربیع الاول کو آئے۔ اس وقت یہودیوں کا روزہ رکھنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آئندہ سال محرم میں اس کا علم ہوا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہودی شمسی سال کے اعتبار سے روزہ رکھتے ہوں اور اس سال عاشوراء کا روزہ ماہ ربیع الاول میں آیا ہو۔ ② بہرحال اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کا ذکر ہے۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: ''اگر میں زندہ رہا تو آئندہ سال نویں محرم کا روزہ رکھوں گا، لیکن آئندہ سال آنے سے پہلے ہی آپ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ واللّٰہ أعلم.

٣٩٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُؤُسَهُمْ،

[3944] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سر کے بال پیشانی پر لٹکاتے تھے جبکہ قریش مانگ نکالتے تھے اور اہل کتاب بھی سر کے بال اپنی پیشانیوں پر لٹکائے رکھتے تھے۔ نبی ﷺ کے پاس جس معاملے کے متعلق اللہ کا حکم نہ آتا تھا آپ اہل کتاب کی موافقت پسند

وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ رُؤُسَهُمْ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ، ثُمَّ فَرَقَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسَهُ.

[راجع: ٣٥٥٨]

فرماتے تھے۔ بعد میں نبی ﷺ مانگ نکالنے لگے۔

فوائد ومسائل: ① اہل کتاب چونکہ ایک ساوی شریعت کے قائل تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس جن کاموں میں اللہ کی طرف سے کوئی حکم نہ آتا تو آپ ان کی موافقت پسند فرماتے، پھر جب آپ کو بذریعۂ وحی پتہ چلا کہ بالوں میں مانگ نکالنا تو ملتِ ابراہیم ہے تو آپ اس پر عمل پیرا ہوئے۔ پھر آپ نے مشرکین کی موافقت کی کوئی پروانہ کی۔ ② اس حدیث میں یہود کی ایک رسم کا ذکر ہے جس کی مخالفت کی گئی ہے۔ اسی مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں ذکر فرمایا ہے۔

٣٩٤٥ - حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: هُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّؤُوهُ أَجْزَاءً فَآمَنُوا بِبَعْضِهِ وَكَفَرُوا بِبَعْضِهِ. [انظر: ٤٧٠٥، ٤٧٠٦]

[3945] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ اہل کتاب ہی تو ہیں جنھوں نے آسمانی کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ وہ اس کے کچھ حصے پر ایمان لائے جبکہ کچھ حصے کا انکار کر دیا۔

فائدہ: قرآن کریم میں ہے: ''جیسا کہ ہم نے عذاب تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا۔ جنھوں نے (اپنے) قرآن (تورات) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔''[1] اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنھوں نے اپنے قرآن، یعنی تورات و انجیل کے حصے بخرے کر دیے، کچھ کو مانا اور کچھ کا انکار کر دیا۔ اس حدیث میں اہل کتاب کے گندے کردار سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کے ساتھ بہت ناروا سلوک کیا ہے، اس لیے یہ لوگ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ واللہ أعلم.

(٥٣) بَابُ إِسْلَامِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

باب: 53- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

٣٩٤٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ شَقِيقٍ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ: قَالَ أَبِي، ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ: أَنَّهُ تَدَاوَلَهُ بِضْعَةَ

[3946] حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھیں دس سے کچھ زیادہ آدمیوں نے یکے بعد دیگرے خریدا اور ان کے مالک بنتے رہے۔

[1] الحجر 15:90,91.

عَشَرَ مِنْ رَبٍّ إِلَى رَبٍّ.

٣٩٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: أَنَا مِنْ رَامَ هُرْمُزَ.

[3947] حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں رام ہرمز کا رہنے والا ہوں۔

٣٩٤٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: فَتْرَةٌ بَيْنَ عِيسَى وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ سِتُّمِائَةِ سَنَةٍ.

[3948] حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان زمانۂ فترت چھ سو سال ہے۔

فوائد ومسائل: ① ان احادیث کا مرکزی عنوان سے تعلق اس طرح ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مختلف آقاؤں کے غلام رہنے اور اپنے وطن مالوف سے ہجرت کرنے کے بعد مسلمان ہوئے۔ وہ فارس کے شہر رام ہرمز کے رہنے والے تھے۔ دین حق کی طلب میں انھوں نے وطن چھوڑا۔ پہلے عیسائی ہوئے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا، پھر قوم عرب نے انھیں گرفتار کر کے یہودیوں کے ہاں فروخت کر دیا یہاں تک کہ وہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلی مجلس میں دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ انھوں نے اپنے یہودی آقا سے مکاتبت کی جس کی رقم خود رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ ان سے بہت خوش تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا: ”سلمان فارسی ہمارے اہل بیت سے ہیں۔“[1] انھوں نے بہت طویل عمر پائی۔ 36 ہجری کو مدائن میں فوت ہوئے۔ ② ”فترت“ کے معنی انقطاع ہیں۔ اصطلاحی طور پر اس سے وہ مدت مراد ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول نہ آیا ہو۔ صحیح احادیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درمیانی عرصہ زمانۂ فترت کہلاتا ہے جو بقول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چھ سو سال ہے۔ عرب کے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ کسر کو حذف کر کے پورا عدد ذکر کر دیتے ہیں جیسا کہ اس مقام پر ایسا ہوا ہے کیونکہ زمانۂ فترت پانچ سو سال سے زیادہ اور چھ سو سے کم ہے۔ عرب میں کسر کو پورا کرنے یا اسے حذف کر دینے کا طریقہ جاری وساری ہے۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان احادیث کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ غلامی کی لمبی زندگی گزارنے کے بعد اور وطن سے ہجرت کر کے لمبی مدت تک حق کی تلاش میں رہے۔ بالآخر انھوں نے اس گوہر نایاب کو پالیا اور اسلام کی دولت سے شرف یاب ہوئے۔ رضي الله عنه و أرضاه.

---

① المصنف لابن أبي شيبة: 148/12، وسلسلة الأحاديث الضعيفة: 179/8، رقم: 3704.

غزوات کا معنی ومفہوم اور ان کی تعداد

کفار مکہ اور مشرکین نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں پر کیسے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اور ان کے خلاف کیسی کیسی کارروائیاں کیں، ان کی مختصر تفصیل سابقہ اوراق میں بیان ہو چکی ہے۔ بالآخر مسلمان ان کی جفاؤں سے تنگ آ کر اپنا گھر بار اور مال ومتاع چھوڑ کر مدینہ طیبہ آ گئے لیکن یارانِ طریقت نے پھر بھی مسلمانوں کا پیچھا نہ چھوڑا اور وہ اپنے ظلم وستم سے باز نہ آئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ مسلمان ان کی گرفت سے چھوٹنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور مدینہ طیبہ میں انھیں ایک پُر امن جائے قرار مل گئی ہے، ان کا جوش غضب اور بھڑکا اور انھوں نے عبداللہ بن ابی کو ایک خط لکھا جو پہلے ہی مسلمان کے خلاف دانت پیس رہا تھا۔ مشرکین نے عبداللہ بن ابی اور اس کے مشرک ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں لکھا:

> ''تم لوگوں نے ہمارے صاحب کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے، اس لیے ہم اللہ کی قسم اٹھا کر تمھیں کہتے ہیں کہ تم ان لوگوں سے لڑائی کرو یا پھر انھیں مدینے سے نکال دو، بصورت دیگر ہم اپنی پوری جمعیت کے ساتھ تم لوگوں پر حملہ کر کے تمھارے تمام مردوں کو قتل کر دیں گے اور تمھاری خواتین کو بر سر عام رسوا کریں گے۔''[1]

پورے عرب میں قریش پیرزادے شمار ہوتے تھے۔ بہادری، شجاعت اور فصاحت وبلاغت میں وہ بے نظیر تھے۔ مناسک حج ادا کرنے والے لوگ بھی پہلے انھیں جھک کر سلام کرتے۔ اس بنا پر تمام عرب ان سے ڈرتے تھے، اس لیے جب یہ خط عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچا تو وہ اہل مکہ کے حکم کی تعمیل کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے سینے میں کینہ لیے ہوئے تھا کیونکہ اس کی تاجپوشی کی تقریب میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری رکاوٹ بنی تھی، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لیے جمع ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ''قریش کی دھمکی تم پر گہرا اثر کر گئی ہے۔ تم خود اپنے آپ کو جتنا نقصان پہنچا دینا چاہتے ہو، قریش تمھیں اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ کیا تم اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کرنا چاہتے ہو؟'' رسول اللہ ﷺ کی یہ نصیحت سن کر یہ لوگ منتشر ہو گئے۔[2]

اس کے بعد قریش نے براہ راست مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ تم مکے سے بحفاظت نکل آنے پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہم

---

[1] سنن أبي داود، الخراج، حديث : 3004. [2] سنن أبي داود، الخراج، حديث : 3004.

یثرب پہنچ کر تمھارا کام تمام کر سکتے ہیں۔ ان دھمکیوں کا اثر یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ رات جاگ کر گزارتے یا صحابۂ کرام ؓ کے پہرے میں سوتے تھے، چنانچہ ایک رات رسول اللہ ﷺ جاگ رہے تھے کہ فرمایا: ''آج رات میرے صحابہ میں سے کون جفاکش مرد میرے ہاں پہرہ دے گا؟'' اس دوران میں ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی تو آپ نے فرمایا: ''تم کون ہو؟'' عرض کی: میں سعد بن ابی وقاص ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کیسے آنا ہوا؟'' کہا: میرے دل میں آپ کے متعلق خطرہ پیدا ہوا تو میں آپ کے ہاں پہرہ دینے کے لیے حاضر ہو گیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعا دی اور آرام سے سو گئے۔[1]

یاد رہے کہ پہرے کا یہ انتظام چند راتوں کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ مسلسل اور دائمی تھا، چنانچہ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے لیے پہرہ دیا جاتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: ''اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔''[2] تب رسول اللہ ﷺ نے خیمے سے سر نکالا اور فرمایا: ''لوگو! واپس چلے جاؤ۔ اللہ نے میری حفاظت کا ذمہ اٹھا لیا ہے۔''[3] ایسے پُر خطر حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ''جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے انھیں بھی جنگ کی اجازت دی گئی کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔''[4]

جن حالات میں یہ اجازت دی گئی وہ قریش کی سرکشی کے پیدا کردہ تھے، اس لیے حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمان اپنے تسلط کا دائرہ قریش کی اس تجارتی شاہراہ تک پھیلا دیں جو مکے سے شام تک آتی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دو منصوبے تشکیل دیے:

1. جو قبائل اس تجارتی شاہراہ پر واقع تھے ان کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔
2. اس تجارتی شاہراہ کی جاسوسی کرنے اور اس پر گشتی دستے بھیجنے کا پروگرام بنایا۔

یہ آخری منصوبہ سرایا اور غزوات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی تفصیل سے آگاہ کرنے کے لیے امام بخاری ؒ نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے چودہ سال صبر و تحمل سے کام لینے کے بعد ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کے مصداق تلوار اٹھائی ہے جبکہ اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ رہا تھا۔ کیا ایسا دشمن جو سامانِ جنگ مہیا کر کے جنگ کرنے پر تلا ہوا ہے ایسے دشمن کی روک تھام کے لیے کچھ نہ کیا جاتا۔ آج بھی متحارب حکومتیں سامان جنگ کو روکنا ضروریات جنگ میں شمار کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں صرف نو جنگیں ایسی ہیں جن میں قتل و قتال کی نوبت آئی اور طرفین کے مقتولین کی

---

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2885. [2] المائده 5:67. [3] جامع الترمذي، أبواب تفسير القرآن عن رسولِ الله ﷺ، حديث: 3046. [4] الحج 22:38.

تعداد دس ہزار سے زیادہ نہیں جبکہ آج تہذیب وتمدن کے دعویدار ایک گھنٹے میں لاکھوں جانیں ضائع کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے اور قتل وغارت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

لغوی طور پر مغازي، مغزیٰ کی جمع ہے اور مغزیٰ باب غزا یغزو کا مصدر میمی ہے۔ ظرف مکان بھی ممکن ہے، یعنی غزوے کی جگہ لیکن اس مقام پر مصدری معنی مراد ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: غزو کے معنی قصد کے ہیں اور کلام کے مقصد کو مغزی کہا جاتا ہے۔ یہاں مغازی سے مراد رسول اللہ ﷺ کا بذات خود کفار کا قصد کرنا یا ان کی طرف لشکر بھیجنا ہے اور کفار کا قصد بھی عام معنوں میں ہے کہ آپ ان کے شہروں کا قصد کریں یا ان مقامات کا جہاں انھوں نے پڑاؤ کیا ہو جیسا کہ غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق میں آپ نے کفار کا قصد کیا تھا۔[1]

دراصل غزوہ اس جہاد کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے خود شرکت کی ہو اور جس جہاد میں آپ نے شرکت نہ کی ہو اسے سریہ کہا جاتا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ غزوے اور سریے میں فرق نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے کتاب المغازی میں سرایا اور بعوث کا ذکر بھی کیا ہے جبکہ عام محدثین اور اہل سیر غزوے اور سریے میں فرق کرتے ہیں اور یہی مشہور ومعروف ہے۔ غزوات نبوی کی تعداد میں بہت سے اقوال ہیں۔ سترہ سے ستائیس تک ان کی تعداد بتائی جاتی ہے۔ ذیل میں ایک نقشہ دیا جاتا ہے جو آپ کے غزوات کی نشان دہی کرتا ہے۔ یہ نقشہ تاریخی کتب سے لیا گیا ہے۔

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
1	ودان (الابواء)	صفر 2 ھـ	ودان
2	بواط	ربيع الأول 2 ھـ	بواط
3	العشيرة	جمادى الأولى 2 ھـ	العشيرة
4	بدر الأولى	جمادى الثانية 2 ھـ	وادي سفوان
5	بدر الكبرىٰ	رمضان 2 ھـ	بدر
6	بني سليم	شوال 2 ھـ	قرقرة الكدر
7	بني قينقاع	شوال 2 ھـ	المدينة
8	السويق	ذو الحجة 2 ھـ	قرقرة الكدر

[1] فتح الباري: 348/7.

نمبر	غزوے کا نام	غزوے کی تاریخ	غزوے کا مقام
9	ذي أمر	محرم 2 هـ	ذو أمر
10	بحران	ربيع الأول 3 هـ	بحران
11	أحد	شوال 3 هـ	جبل أحد
12	حمراء الأسد	شوال 3 هـ	حمراء الأسد
13	بني النضير	ربيع الأول 4 هـ	ضواحي المدينة
14	ذات الرقاع	شعبان 4 هـ	ذات الرقاع
15	بدر الآخرة	شعبان 4 هـ	بدر
16	دومة الجندل	ربيع الأول 5 هـ	دومة الجندل
17	بني المصطلق	شعبان 5 هـ	المريسيع
18	الخندق	شوال 5 هـ	المدينة
19	بني قريظة	ذو القعدة 5 هـ	ضواحي المدينة
20	بني لحيان	جمادى الأولى 6 هـ	غران
21	ذي قرد	جمادى الأولى 6 هـ	ذو قرد
22	الحديبية	ذو القعدة 6 هـ	الحديبية
23	خيبر	محرم 7 هـ	خيبر
24	عمرة القضاء	ذو الحجة 7 هـ	مكة المكرمة
25	فتح مكة	رمضان 7 هـ	مكة المكرمة
26	حنين	شوال 8 هـ	وادي حنين
27	الطائف	شوال 8 هـ	الطائف
28	تبوك	رجب 9 هـ	تبوك

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: غزوات اور سرایا کی مجموعی تعداد سو ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ راویوں کے

مختلف اعتبارات ہیں۔ بہت سے راوی مدینے سے شروع ہونے والے ایک سفر کو ایک غزوہ شمار کرتے ہیں اگرچہ اس سفر میں کئی ایک غزوات وقوع پذیر ہو جائیں، چنانچہ ان کے نزدیک فتح مکہ، غزوہ طائف، غزوہ حنین اور غزوہ اوطاس ایک غزوہ ہیں کیونکہ ان کا سفر ایک ہے جبکہ دوسرے راویوں کے نزدیک جس میں لڑائی کی نوبت آئے وہ غزوہ شمار ہوگا اگرچہ وہ تھوڑی دیر کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ اس قسم کا اختلاف نظریاتی ہے حقیقی نہیں۔[1]

ہم نے کتاب بدء الخلق کے آغاز میں لکھا تھا کہ کتاب المغازی کوئی الگ نوعیت کی مستقبل کتاب نہیں بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ہی ایک حصہ ہے۔ چونکہ اس کے ابواب بہت پھیلے ہوئے ہیں، اس لیے اسے الگ کتاب کا نام دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا سفر حجۃ الوداع، آپ کے مرض اور آپ کی وفات کے ابواب بیان ہوئے ہیں کیونکہ یہ سب سیرت طیبہ کے احوال کا تکملہ ہے اور تاریخ کا حصہ ہیں جس کا آغاز امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب بدء الخلق سے کیا ہے۔ آپ نے اس بڑے عنوان کے تحت پانچ سو تریسٹھ (563) احادیث بیان کی ہیں جن میں چھہتر (76) معلق اور باقی موصول ہیں۔ ان میں چار سو دس (410) احادیث مکرر اور باقی ایک سو ترپن (153) خالص ہیں۔ تریسٹھ (63) احادیث کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ اس میں تقریباً بیالیس (42) ایسے آثار بھی مروی ہیں جنھیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام نے بیان کیا ہے۔ ان احادیث و آثار پر امام بخاری رحمہ اللہ نے 90 چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں جن سے امام بخاری رحمہ اللہ کی دقت فہم اور باریک بینی کا پتہ چلتا ہے۔ غزوات کے علاوہ بہت سے فقہی مسائل اور اسنادی اسرار و رموز بھی بیان کیے ہیں جن کی ہم ضرورت کے مطابق تشریح کریں گے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ احادیث صحیح بخاری کے مطالعے کے دوران میں ہماری معروضات کو ضرور مدنظر رکھیں اور ان احادیث کو اپنے علمی اضافے کے لیے نہیں بلکہ عملی کردار کو سنوارنے کے لیے پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور قیامت کے دن ہمارے ساتھ اپنی رحمت و شفقت کا برتاؤ کرے۔ آمین.

[1] فتح الباري: 350/7.
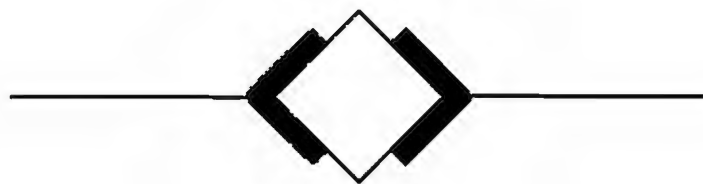
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

64 - كِتَابُ الْمَغَازِي

نبی ﷺ کے غزوات کا بیان

(1) بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ [أَوِ الْعُسَيْرَةِ]

باب: 1- غزوۂ عشیرہ یا عسیرہ کا بیان

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: أَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ ﷺ الْأَبْوَاءَ، ثُمَّ بُوَاطَ، ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ.

ابن اسحاق نے کہا: نبی ﷺ نے سب سے پہلے ابواء کی جنگ لڑی، پھر بواط اور پھر عشیرہ کی جنگیں لڑیں۔

وضاحت: عشیرہ اور عسیرہ ایک ہی چیز ہے صرف شین اور سین کا فرق ہے لیکن مشہور عشیرہ ہے جسے ابن اسحاق نے بھی اختیار کیا ہے۔ جحفہ سے مدینہ طیبہ کی جانب تیئیس (23) میل دور ایک گاؤں کا نام ابواء ہے، اسے ودان بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں وبائی امراض بہت ہیں، اس لیے اس گاؤں کا نام ابواء رکھا گیا ہے۔ اسے اوباء ہونا چاہیے تھا لیکن قلب حروف کی بنا پر ابواء پڑھا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لانے کے تقریباً ایک سال بعد صفر کے مہینے میں نکلے۔ آپ نے قریش کے ایک تجارتی قافلے کا رخ کیا تھا لیکن قبیلۂ ضمرہ بن بکر کے رئیس مجدی نے آپ سے صلح کر لی اور جنگ لڑے بغیر آپ واپس آ گئے۔ آپ نے ان دنوں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ بواط قبیلۂ جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو ینبع کے قریب ہے۔ یہ غزوہ دوسری ہجری ماہ ربیع الاول میں واقع ہوا۔ اسی طرح عشیرہ ایک قبیلے یا جگہ کا نام ہے۔ اس مقام پر دو ہجری ماہ جمادی الاولیٰ میں یہ غزوہ ہوا۔ یہ تینوں جہاد ہجرت کے ایک سال بعد کیے گئے۔ ان تینوں اسفار میں رسول اللہ ﷺ نے قریش کے تاجروں کا تعاقب کیا جو ملک شام میں تجارت کے لیے جاتے تھے۔ عملی طور پر جنگ نہیں ہوئی۔

٣٩٤٩ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: كُنْتُ إِلَى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، فَقِيلَ لَهُ: كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ؟ قَالَ: تِسْعَ عَشْرَةَ، قِيلَ: كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ؟ قَالَ: سَبْعَ عَشْرَةَ،

[3949] حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں (بیٹھا ہوا) تھا کہ ان سے پوچھا گیا: نبی ﷺ نے کتنی جنگیں لڑی ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ انیس (19)۔ میں نے پوچھا: آپ کتنی جنگوں میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے؟ انھوں نے فرمایا: سترہ

قُلْتُ: فَأَيُّهُمْ كَانَتْ أَوَّلَ؟ قَالَ: الْعُشَيْرَ أَوِ الْعُسَيْرَةَ، فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ، فَقَالَ: الْعُشَيْرَةَ.

[انظر: ٤٤٠٤، ٤٤٧١]

(17) میں۔ میں نے پوچھا سب سے پہلا غزوہ کون سا تھا؟ انھوں نے بتایا کہ عشیر یا عسیرہ۔ میں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ (صحیح لفظ) عشیرہ ہے۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ بدر کا سبب عشیرہ کا سفر تھا۔ رسول اللہ ﷺ قریش کے سردار ابوسفیان کا پیچھا کرنے کے لیے نکلے جو شام سے مالِ تجارت لے کر واپس مکے جا رہے تھے۔ اور ابوجہل وغیرہ اس کے تعاون کے لیے نکلے۔ مالِ تجارت والا قافلہ تو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن مقام بدر پر اسلام اور کفر کے مابین عظیم معرکہ برپا ہوا جس میں ابوجہل اور قریش کے بڑے بڑے سورما مارے گئے۔ کفر کی کمر ٹوٹ گئی اور اسلام کا عروج شروع ہوا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی کا آغاز غزوۂ عشیرہ سے کیا ہے اور اس میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں، حالانکہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ اس سے پہلے تقریباً تین غزوات ہو چکے تھے۔ اس بنا پر حضرت زید بن ارقم کے قول کی یہ توجیہ ہو گی کہ شاید اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ مسلمان نہ ہوئے ہوں، یا انھوں نے چھوٹے چھوٹے غزوات کو ذکر کرنا مناسب خیال نہ کیا ہو، یا انھوں نے اپنے علم کے مطابق بیان کیا ہو اور اس عشیرہ سے پہلے غزوات کا انھیں علم نہ ہو سکا۔ ③ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اول المغازی کو بیان کرنا نہیں بلکہ غزوۂ عشیرہ کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوۂ بدر کبریٰ کے لیے بطور تمہید کے ہے۔ انھوں نے ابن اسحاق کا قول بھی اسی لیے ذکر کیا ہے تاکہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت سے اول المغازی کا وہم دور ہو جائے۔ ④ غزوۂ عشیرہ سے پہلے سرایا اور غزوات حسب ذیل ہیں: * سریۂ سیف البحر، رمضان 1ھ۔ * سریۂ رابغ، شوال 1ھ۔ * غزوۂ ابواء، صفر 2ھ۔ * سریۂ ضرار، ذی القعدہ 1ھ۔ * غزوۂ بواط، ربیع الاول 2ھ۔ * غزوۂ سفوان، ربیع الاول 2ھ۔ اس کے بعد غزوۂ عشیرہ جمادی الاولیٰ 2 ہجری میں پیش آیا۔ پھر سریۂ نخلہ رجب 2 ہجری میں ہوا۔ آخر میں غزوۂ بدر کبریٰ ہوا جو حق و باطل کے درمیان حقیقی فیصلہ کن غزوہ تھا جسے قرآن نے یوم الفرقان کا نام دیا ہے۔ ⑤ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ جنگیں خود لڑی ہیں ان میں بدر، اُحد، احزاب، بنی مصطلق، خیبر، مکہ، حنین اور طائف سرفہرست ہیں۔ بنو قریظہ سے جنگ، احزاب ہی کا حصہ تھا۔ واللہ أعلم.

(٢) بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يُقْتَلُ بِبَدْرٍ

باب: 2- نبی ﷺ کا ان لوگوں کو ذکر کرنا جو بدر میں قتل ہوں گے

وضاحت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے کفار کے مقتولین کی نشاندہی فرمائی تھی۔ آپ ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے کہ کل یہ فلاں کی قتل گاہ ہو گی۔ یہ فلاں کی قتل گاہ ہو گی۔ آپ نے جو مقام کفار کے متعلق بتائے تھے وہ انھیں جگہوں میں مارے گئے۔[1]

٣٩٥٠ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا

[3950] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

1 صحیح مسلم، الجهاد، حدیث: 4621 (1779).

شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو ابْنُ مَيْمُونٍ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ صَدِيقًا لِأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَّكَانَ أُمَيَّةُ إِذَا مَرَّ بِالْمَدِينَةِ نَزَلَ عَلَى سَعْدٍ، وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا، فَنَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ بِمَكَّةَ، فَقَالَ لِأُمَيَّةَ: انْظُرْ لِي سَاعَةَ خَلْوَةٍ لَعَلِّي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ، فَخَرَجَ بِهِ قَرِيبًا مِّنْ نِّصْفِ النَّهَارِ فَلَقِيَهُمَا أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ: يَا أَبَا صَفْوَانَ! مَنْ هٰذَا مَعَكَ؟ فَقَالَ: هٰذَا سَعْدٌ، فَقَالَ لَهُ أَبُو جَهْلٍ: أَلَا أَرَاكَ تَطُوفُ بِمَكَّةَ آمِنًا وَّقَدْ أَوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ تَنْصُرُونَهُمْ وَتُعِينُونَهُمْ؟ أَمَا وَاللهِ لَوْلَا أَنَّكَ مَعَ أَبِي صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ إِلٰى أَهْلِكَ سَالِمًا، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ وَّرَفَعَ صَوْتَهُ عَلَيْهِ: أَمَا وَاللهِ لَئِنْ مَّنَعْتَنِي هٰذَا لَأَمْنَعَنَّكَ مَا هُوَ أَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ، طَرِيقَكَ عَلَى الْمَدِينَةِ، فَقَالَ لَهُ أُمَيَّةُ: لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلٰى أَبِي الْحَكَمِ سَيِّدِ أَهْلِ الْوَادِي، فَقَالَ سَعْدٌ: دَعْنَا عَنْكَ يَا أُمَيَّةُ، فَوَاللهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّهُمْ قَاتِلُوكَ»، قَالَ: بِمَكَّةَ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي، فَفَزِعَ لِذٰلِكَ أُمَيَّةُ فَزَعًا شَدِيدًا، فَلَمَّا رَجَعَ أُمَيَّةُ إِلٰى أَهْلِهِ قَالَ: يَا أُمَّ صَفْوَانَ! أَلَمْ تَرَيْ مَا قَالَ لِي سَعْدٌ؟ قَالَتْ: وَمَا قَالَ لَكَ؟ قَالَ: زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ، فَقُلْتُ لَهُ: بِمَكَّةَ؟ قَالَ: لَا

انھوں نے کہا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں امیہ بن خلف کے دوست تھے اور امیہ جب مدینہ طیبہ سے گزرتا تو ان کے پاس ٹھہرتا تھا۔ اسی طرح جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ جاتے تو اس کے پاس قیام کرتے۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بغرض عمرہ مکہ مکرمہ گئے اور امیہ کے پاس قیام کیا۔ انھوں نے امیہ سے کہا کہ میرے لیے تنہائی کا وقت دیکھو تاکہ میں عمرہ کرلوں، چنانچہ امیہ انھیں دوپہر کے وقت اپنے ساتھ لے کر نکلا تو ان کی ابوجہل سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے پوچھا: اے ابوصفوان! تمھارے ساتھ یہ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ سعد بن معاذ ہیں۔ ابوجہل نے کہا: میں تمھیں مکہ میں امن کے ساتھ طواف کرتا ہوا نہ دیکھوں۔ تم لوگوں نے بے دین حضرات کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور تم اپنے خیال کے مطابق ان کا تعاون بھی کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر اس وقت تم ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر سلامتی کے ساتھ نہیں جا سکتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند ابوجہل سے کہا: خبردار! اللہ کی قسم! اگر تو مجھے اس وقت طواف سے روکے گا تو میں بھی تجھے اس سے سخت کام سے منع کروں گا، یعنی مدینے کی طرف سے تمھارا راستہ بند کرلوں گا۔ امیہ کہنے لگا: اے سعد! ابوالحکم کے سامنے بلند آواز سے گفتگو نہ کرو۔ یہ اس وادی کا سردار ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیہ تم اس طرح کی گفتگو نہ کرو۔ اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے سن چکا ہوں: ''یقیناً وہ تجھے قتل کریں گے۔'' امیہ نے پوچھا: کیا (وہ) مکہ میں (مجھے قتل کردیں گے)؟ انھوں نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں۔ یہ سن کر امیہ بہت گھبرایا۔ جب وہ اپنی بیوی کے پاس لوٹا تو اس نے کہا: ام صفوان! تجھے معلوم

أَدْرِي، فَقَالَ أُمَيَّةُ: وَاللهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ اسْتَنْفَرَ أَبُو جَهْلٍ النَّاسَ، قَالَ: أَدْرِكُوا عِيرَكُمْ، فَكَرِهَ أُمَيَّةُ أَنْ يَخْرُجَ، فَأَتَاهُ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ: يَا أَبَا صَفْوَانَ، إِنَّكَ مَتٰى يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِي تَخَلَّفُوا مَعَكَ، فَلَمْ يَزَلْ بِهِ أَبُو جَهْلٍ حَتّٰى قَالَ: أَمَّا [إِذْ] غَلَبْتَنِي فَوَاللهِ لَأَشْتَرِيَنَّ أَجْوَدَ بَعِيرٍ بِمَكَّةَ، ثُمَّ قَالَ أُمَيَّةُ: يَا أُمَّ صَفْوَانَ! جَهِّزِينِي، فَقَالَتْ لَهُ: يَا أَبَا صَفْوَانَ! وَقَدْ نَسِيتَ مَا قَالَ لَكَ أَخُوكَ الْيَثْرِبِيُّ؟ قَالَ: لَا، مَا أُرِيدُ أَنْ أَجُوزَ مَعَهُمْ إِلَّا قَرِيبًا. فَلَمَّا خَرَجَ أُمَيَّةُ أَخَذَ لَا يَتْرُكُ مَنْزِلًا إِلَّا عَقَلَ بَعِيرَهُ، فَلَمْ يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتّٰى قَتَلَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرٍ. [راجع: ٣٦٣٢]

ہے کہ مجھے سعد نے کیا کہا ہے؟ اس نے کہا: کیا کہا ہے؟ امیہ نے کہا: اس نے بتایا ہے کہ محمد کے کہنے کے مطابق وہ مجھے کسی نہ کسی دن موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ میں نے پوچھا: کیا مکہ میں مجھے قتل کریں گے؟ تو انھوں نے کہا: مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ امیہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! اب میں مکہ سے باہر کبھی نہیں جاؤں گا، چنانچہ جب غزوۂ بدر کا موقع آیا تو ابوجہل نے لوگوں کو لڑائی کی تیاری کے لیے کہا، نیز انھیں ابھارا کہ تم اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے نکلو، لیکن امیہ نے مکے سے باہر نکلنے کو پسند نہ کیا۔ ابوجہل نے اس کے پاس آ کر کہا: اے ابوصفوان! تم وادی کے سردار ہو۔ جب لوگ دیکھیں گے کہ تم لڑائی کے لیے نہیں نکل رہے تو وہ بھی نہیں نکلیں گے۔ ابوجہل مسلسل اصرار کرتا رہا حتی کہ امیہ نے کہا: اگر تو مجھے مجبور کرتا ہے تو اللہ کی قسم! میں ایسا تیز رفتار اونٹ خریدتا ہوں جس کا مکے میں کوئی ثانی نہیں ہو گا۔ پھر امیہ ملعون نے (اپنی بیوی سے) کہا: اے ام صفوان! میرا جنگی سامان تیار کرو۔ اس نے کہا: اے ابوصفوان! کیا تم اپنے یثربی بھائی (دوست) کی بات بھول گئے ہو؟ امیہ بولا: میں بھولا نہیں ہوں لیکن ان کے ساتھ صرف تھوڑی دور تک جاؤں گا۔ جب امیہ نکلا تو راستے میں جس منزل پر بھی ٹھہرنا ہوتا یہ اپنا اونٹ قریب ہی باندھ لیتا۔ وہ مسلسل ایسے ہی احتیاط کرتا رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے میدان بدر میں کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کا عنوان سے تعلق اس طرح بنتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امیہ کے بارے میں بہت پہلے پیش گوئی فرمائی تھی کہ اسے قتل کر دیا جائے گا، لیکن صحیح مسلم کے حوالے سے ہم نے جو حدیث بیان کی ہے وہ اس عنوان کے زیادہ حسب حال ہے کیونکہ اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کی رات نشاندہی فرمائی تھی کہ فلاں کی قتل گاہ یہ اور فلاں کی یہ ہے۔ واللہ أعلم. ② علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی اسے قتل کریں گے۔ اگرچہ اسے مسلمانوں نے قتل کیا تھا لیکن ابوجہل اس کے قتل کا سبب بنا کیونکہ اسی نے امیہ کو مکے سے نکلنے پر مجبور کیا تھا، لہٰذا قتل کی نسبت

ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کی طرف کرنا صحیح ہے۔[1] لیکن یہ موقف اختیار کرنے سے اس حدیث کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں رہے گا، نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس موقف کی تردید کے لیے یہ حدیث ہی کافی ہے کیونکہ اس میں اس نے بیوی سے کہا تھا کہ میرے متعلق محمد (ﷺ) نے خبر دی ہے کہ وہ میرے قاتل ہیں۔ یہاں ابوجہل کا ذکر تک نہیں ہے۔ اس بنا پر علامہ کرمانی کو وہم ہوا ہے۔[2]

(۳) [بَابُ] قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ

باب: 3- غزوۂ بدر کا واقعہ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ○ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ○ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ﴾ [آل عمران: ١٢٣-١٢٧]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور اللہ تعالیٰ نے بدر میں اس وقت تمھاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے، لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ تم شکر گزار بن جاؤ گے۔ جب آپ اہل ایمان سے کہہ رہے تھے: کیا تمھیں یہ کافی نہیں کہ تمھارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمھاری مدد کرے؟ کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو، اللہ سے ڈرتے رہو اور دشمن تم پر فوراً چڑھ آئے تو تمھارا رب خاص نشان زدہ پانچ ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کرے گا۔ مدد کی خبر اللہ نے تمھیں اس لیے دی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمھارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بڑا زبردست کمال حکمت والا ہے۔ تاکہ اللہ کافروں کا ایک بازو کاٹ دے یا انھیں ایسا ذلیل کرے کہ وہ ناکام ہو کر پسپا ہو جائیں۔“

فَوْرِهِمْ: غَضَبِهِمْ.

﴿فَوْرِهِمْ﴾ کے معنی ہیں کفار کا جوش و غضب، یعنی غضبناک ہو کر تم پر حملہ کر دیں۔

وَقَالَ وَحْشِيٌّ: قَتَلَ حَمْزَةُ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ ابْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ.

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن خیار کو قتل کیا تھا۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ﴾ [الأنفال: ٧]

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمھارا ہو گا اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ (تجارتی قافلہ) تمھارے ہاتھ لگ جائے۔“

---

① حاشیه کرماني: 188/7. ② فتح الباري: 353/7.

الشَّوْكَةُ: الْحَدُّ. ﴿الشَّوْكَةُ﴾ کے معنی نوکدار کانٹے کے ہیں۔

وضاحت: مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلے پر بدر نامی ایک گاؤں ہے جو بدر بن مخلد کے نام سے آباد تھا یا ایک کنویں کا نام ہے جس کا پانی بہت صاف تھا جس میں چاند نظر آتا تھا۔ 17 رمضان 2 ہجری میں وہاں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ بدر ہوئی جس میں کفار قریش کے بڑے بڑے ستر سورما مارے گئے اور اتنے ہی قید ہوئے۔ اس فیصلہ کن جنگ نے کفر اور اہل کفر کی کمر توڑ دی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے جو آیات بیان کی ہیں ان میں جنگ بدر کی کچھ تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں سے مدد فرمائی۔ اتنی بھاری تعداد سے اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کی مدد کرنا محض ان کا اعزاز و اکرام مقصود تھا اور ان کے حوصلے بلند کرنے کے لیے تھا بصورت دیگر ایک ہزار کفار کی ہلاکت کے لیے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا۔ عنوان میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر بھی ہے۔ انھوں نے غزوۂ بدر میں طعیمہ بن عدی بن خیار کو قتل کیا تھا۔ وحشی بن حرب، طعیمہ کے بھائی کا غلام تھا۔ اس نے اپنے بھائی کے قتل کے بدلے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے پر وحشی کو آزادی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وحشی غزوۂ اُحد میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب حضرت حمزہ ادھر سے گزرے تو اس نے چھوٹے نیزے سے وار کر کے انھیں شہید کر دیا۔ اس کی تفصیل ہم غزوۂ اُحد کے بیان میں ذکر کریں گے۔ یاد رہے کہ ابن خیار راوی کا وہم ہے، صحیح ابن نوفل ہے۔ واللہ أعلم.

٣٩٥١ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ: لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، غَيْرَ أَنِّي تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَّلَمْ يُعَاتَبْ أَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا، إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيعَادٍ. [راجع: ٢٧٥٧]

[3951] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جتنی جنگیں لڑی ہیں، میں غزوۂ تبوک کے علاوہ دیگر تمام جنگوں میں حاضر رہا، البتہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکا تھا، لیکن جو لوگ اس جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے، ان میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ نے عتاب نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ قافلۂ قریش کو تلاش کرنے کی نیت سے نکلے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے کسی طے شدہ پروگرام کے بغیر ہی مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان مڈبھیڑ کرا دی۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر آئندہ بیان ہوگا، البتہ اس مقام پر غزوۂ بدر کا پس منظر بیان کرنا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگی تیاری کے ساتھ باہر نہیں نکلے تھے بلکہ آپ کا مقصد صرف ابوسفیان کے قافلے پر گرفت کرنا تھی جو شام کے علاقے سے ہتھیار خرید کر واپس آ رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان سے جنگی سامان چھیننے کا پروگرام تشکیل دیا کیونکہ ایسے ہنگامی حالات میں دشمن سے اسلحہ چھین لینا ہی ایک بہترین جنگی چال ہے، بلکہ اس کے برعکس رواداری کرنا سیاسی غلطی ہے۔ ② اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ فرمایا تھا کہ دو گروہوں تجارتی قافلے یا لشکر میں سے ایک پر آپ کو کامیاب کرے گا، لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو

ابوسفیان کے قافلے پر کامیابی زیادہ محبوب تھی کیونکہ اس سے لڑائی کے بغیر جنگی سامان ہاتھ آنے کی امید تھی۔ ابوسفیان نے ساحلی راستہ اختیار کیا اور اپنا قافلہ مسلمانوں سے بچا کر نکل جانے میں کامیاب ہوگیا۔ ادھر ابوجہل اس قافلے کی مدد کے لیے ایک ہزار کی نفری کے ساتھ مکے سے نکل پڑا تھا، چنانچہ مقام بدر میں حق و باطل کے درمیان عظیم معرکہ برپا ہوا۔ ③ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ سے جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے والوں پر کسی قسم کا اظہارِ ناراضی نہیں فرمایا، لیکن غزوۂ تبوک کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ اس میں تمام مسلمانوں کو جنگ کے لیے باہر نکلنے کا حکم تھا، اس لیے جو لوگ نہیں گئے ان پر عتاب نازل ہوا جن میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

(٤) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [الأنفال: ٩-١٣].

باب: 4- ارشاد باری تعالیٰ: ”اور تم اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمھاری فریاد کو سن لیا کہ میں ایک ہزار فرشتوں کی قطار تمھاری مدد کو بھیج رہا ہوں۔ یہ بات اللہ نے تمھیں اس لیے بتائی کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمھارے دل مطمئن ہو جائیں، ورنہ مدد تو جب بھی ہو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ یقیناً اللہ بڑا زبردست کمال حکمت والا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تمھارا خوف دور کرنے کے لیے تم پر غنودگی طاری کر دی اور آسمان سے تم پر بارش برسا دی تاکہ تمھیں پاک کرے اور شیطان کی نجاست تم سے دور کر دے اور تمھارے دلوں کو مضبوط کر دے، نیز تمھارے قدم جما دے۔ جب تمھارا پروردگار فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں، لہٰذا تم مسلمانوں کے قدم جمائے رکھو۔ میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا، لہٰذا تم ان کی گردنوں پر اور ان کے ہر جوڑ پر ضربیں لگاؤ۔ یہ اس لیے تھا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو اللہ ایسے لوگوں کو شدید سزا دینے والا ہے“ کا بیان

وضاحت: یہ آیات سورۂ انفال کی ہیں، قبل ازیں سورۂ آل عمران کی آیات کا حوالہ تھا، امام بخاری رحمہ اللہ ان دونوں قسم کی آیات کو جمع کرنا چاہتے ہیں کہ ان آیات میں غزوۂ بدر کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے ایک ہزار فرشتے بھیجنے کا وعدہ تھا، پھر تین ہزار کا وعدہ ہوا، جب گھبراہٹ لاحق ہوئی تو یہ تعداد بڑھا کر مشروط طور پر پانچ ہزار کر دی، نیز ان آیات میں دیگر انعامات کا بھی ذکر ہے۔ جب مسلمان مقام بدر پر دیر سے پہنچے تو کفار میٹھے چشموں پر قبضہ کر چکے تھے، نشیبی زمین بھی ان کے قبضے میں آ چکی تھی، ایسے حالات میں مسلمانوں کے دلوں میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ کچھ صحابہ جنبی ہو گئے تو انھوں نے بحالت جنابت ہی نمازیں پڑھیں، پھر اللہ تعالیٰ نے تیز بارش نازل فرمائی جس سے جسمانی اور روحانی طہارت کا بندوبست ہوا۔ اس بارش سے ریتلی زمین بھی جم گئی، جبکہ کفار پھسلن کی وجہ سے پریشان ہوئے۔ اس قسم کے دیگر انعامات کا ان آیات میں ذکر ہوا ہے۔ تفصیلات معلوم کرنے کے لیے کسی بھی مستند تفسیر کا مطالعہ کریں۔ واللّٰہ أعلم.

٣٩٥٢ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مُخَارِقٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ: شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا لَأَنْ أَكُونَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى: ﴿فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَـٰتِلَآ﴾ [المائدة: ٢٤] وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ، يَعْنِي قَوْلَهُ. [انظر: ٤٦٠٩]

[3952] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ میں ایک ایسی بات دیکھی، اگر وہ بات مجھے حاصل ہوتی تو کسی نیکی کو اس کے برابر خیال نہ کرتا۔ ہوا یوں کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ مشرکین پر بددعا کر رہے تھے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم ایسا نہیں کہیں گے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: ''تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور وہاں دونوں لڑائی کرو۔'' بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا تھا اور آپ ان پاکیزہ جذبات سے مسرور ہوئے۔

فائدہ: ہوا یوں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے دن ابوسفیان کا قافلہ لوٹنے کے لیے لوگوں کو ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ سے نکلے تھے۔ وادئ صفراء میں جا کر پتہ چلا کہ ابوسفیان اپنے قافلے کے ہمراہ محفوظ طریقے سے نکل چکا ہے اور قریش نے مقام بدر کا ارادہ کیا ہے اور وہ لڑائی کے لیے تیار ہیں۔ ایسے حالات میں آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے یکے بعد دیگرے آپ کو یقین دلایا۔ چونکہ یہ پہلی لڑائی تھی اور انصار سے معاہدہ نصرت و تحفظ کا تھا، وہ بھی مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے۔ یہ نہیں تھا کہ وہ مدینے سے باہر دشمنوں سے جنگ لڑیں گے، اس لیے آپ انصار کی طرف سے اظہار جذبات کے منتظر تھے۔ آپ نے فرمایا: لوگو! مجھے مشورہ دو، اس سے مقصود انصار تھے اور یہ بات انصار کے کمانڈر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے

بھانپ لی، چنانچہ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کا جو بھی ارادہ ہو آپ اس کے مطابق پیش قدمی کریں، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں ساتھ لے کر اس سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں بھی آپ کے ساتھ کود پڑیں گے۔ ہمارا ایک آدمی بھی اس سے پیچھے نہیں رہے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور آپ پر نشاط طاری ہوئی۔[1]

٣٩٥٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ». فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ، فَقَالَ: حَسْبُكَ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ [القمر: ٤٥]. [راجع: ٢٩١٥]

[3953] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن اللہ سے عرض کی: "اے اللہ! میں تجھے، تیرے عہد اور وعدے کا واسطہ دیتا ہوں (اب اس وعدے کو پورا کر)۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری عبادت نہ ہو (تو پھر کفار کو غالب کردے)۔" اس دوران میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر عرض کی: اللہ کے رسول! بس یہی کافی ہے۔ اللہ آپ کی ضرور مدد کرے گا، چنانچہ آپ وہاں سے نکلے تو زبان پر یہ کلمات جاری تھے: "عنقریب یہ (مشرکین کی) جماعت شکست خوردہ ہوگی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔"

فوائد و مسائل: ① سورۂ قمر کی اس آیت میں ایک واضح پیش گوئی تھی۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت مسلمانوں کے ظاہری حالات ایسے دگرگوں تھے کہ اس پیش گوئی کا پورا ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ مسلمانوں کو اپنی جان بچانے کے لیے شعب ابی طالب میں محصور کردیا گیا تھا۔ ان کا معاشرتی بائیکاٹ ہو چکا تھا۔ قریش کے ظلم وستم سے مجبور ہو کر 83 مسلمان (مرد وخواتین) حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ ایسے حالات میں اس آیت کا نزول ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مقام بدر میں اسے حرف بحرف پورا کردیا۔ ② رسول اللہ ﷺ نے میدان بدر میں جب اپنے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ تیاری اور نفری میں کفار سے کم ہیں تو آپ نے گھاس سے تیار کیے گئے ایک جھونپڑے میں نہایت تضرع اور عاجزی سے دعا مانگی۔ اگرچہ آپ کو اللہ کے وعدے کے مطابق نصرت وتائید کا پورا یقین تھا لیکن آپ کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی پر تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو وعدہ پورا کرنے پر کوئی مجبور نہیں کرسکتا۔ یہ مقام خوف، مقام رجاء کے آگے ہے اور مقام رجاء سے کہیں افضل ہے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقام رجاء پر فائز تھے اور بزعم خویش رسول اللہ ﷺ کو تسلی دے رہے تھے کہ اللہ اپنے وعدے کو ضرور پورا کرے گا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کا مقام اس سے کہیں آگے تھا کہ آپ کے سامنے اللہ کی عظمت وجلالت اور شانِ بے نیازی تھی۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ مقام خوف پر نظر رکھتے تھے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مقام رجاء، یعنی امید کا غلبہ تھا۔ واللہ أعلم.

---

[1] فتح الباري: 7/359.

(٥) بَابٌ:

٣٩٥٤ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ: أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ أَنَّهُ سَمِعَ مِقْسَمًا مَّوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النسآء:٩٥] عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُونَ إِلَى بَدْرٍ.

[انظر: ٤٥٩٥]

باب:5- بلاعنوان

[3954] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل آیت کے متعلق فرمایا: ''مومنین میں سے جہاد سے بیٹھ رہنے والے (اور جہاد میں شرکت کرنے والے) برابر نہیں ہیں۔'' اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے اور جو اس میں شریک نہ ہوئے۔

فوائد و مسائل: ① اس آیت کریمہ میں اصحاب بدر کی بزرگی اور فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ان کے مرتبے اور مقام کو کوئی نہیں پا سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے فرمایا: ''اے اہل بدر! تم جو چاہو کرو تمھارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔''[1] ② حضرت ابن عباس ؓ کی مراد یہ ہے کہ مذکورہ آیت غزوۂ بدر میں نازل ہوئی۔ امام بخاری ؒ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو غزوۂ بدر میں بیان کیا ہے جبکہ دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ مذکورہ آیت صرف اہل بدر کے متعلق نہیں بلکہ اس میں ایک قاعدہ بیان ہوا ہے جو اہل بدر کو بھی شامل ہے۔ واللہ أعلم.

(٦) بَابُ عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ

٣٩٥٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ. [انظر: ٣٩٥٦]

٣٩٥٦ - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلَى سِتِّينَ وَالْأَنْصَارُ [نَيِّفًا] وَّأَرْبَعِينَ وَمِائَتَيْنِ. [راجع: ٣٩٥٥]

باب:6- شرکائے بدر کی تعداد کا بیان

[3955] حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ مجھے اور ابن عمر ؓ کو کمسن شمار کیا گیا تھا (اس لیے غزوۂ بدر میں شریک نہیں کیا گیا)۔

[3956] حضرت براء بن عازب ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بدر کی جنگ کے وقت کم عمر تھے۔ اور بدر کی لڑائی میں مہاجرین کی تعداد ساٹھ سے کچھ زیادہ تھی جبکہ انصار دو سو چالیس سے کچھ اوپر تھے۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی عمر غزوۂ بدر کے موقع پر تیرہ برس تھی۔ جہاد کی خواہش رکھنے کے باوجود انھیں اور

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 3983.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو اجازت نہیں ملی۔ غزوۂ خندق میں انھیں شریک کیا گیا۔ اسی طرح غزوۂ اُحد میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو شریک نہیں کیا گیا اگرچہ اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ جنگ میں ان لوگوں کو شامل فرماتے جو بالغ ہوتے تھے۔ غزوۂ بدر میں کفار کی تعداد سات سو پچاس یا ایک ہزار کے لگ بھگ تھی اور ان کے پاس اسلحہ بھی کافی تھا جبکہ مسلمانوں کی تعداد تین سو دس یا تین سو انیس کے درمیان تھی۔ ہتھیار بھی پورے نہ تھے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کا بول بالا فرمایا۔ آج بھی اگر فضائے بدر پیدا ہو جائے تو اللہ کی مدد اور اس کی تائید مسلمانوں کے شامل حال ہو سکتی ہے۔

٣٩٥٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّهُمْ كَانُوا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ أَجَازُوا مَعَهُ النَّهَرَ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَمِائَةٍ، قَالَ الْبَرَاءُ: لَا وَاللهِ، مَا جَاوَزَ مَعَهُ النَّهَرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ. [انظر: ٣٩٥٨، ٣٩٥٩]

[3957] حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے اصحاب محمد ﷺ نے بتایا جو بدر میں شریک تھے کہ ان کی تعداد اصحاب طالوت جتنی تھی، جنھوں نے ان کے ساتھ نہر کو پار کیا تھا۔ وہ تین سو دس سے کچھ اوپر تھے۔ حضرت براء نے فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت طالوت کے ہمراہ نہر کو صرف وہی لوگ پار کر سکے جو مومن تھے۔

٣٩٥٨ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كُنَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَتَحَدَّثُ أَنَّ عِدَّةَ أَصْحَابِ بَدْرٍ عَلَى عِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَمِائَةٍ. [راجع: ٣٩٥٧]

[3958] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ہم اصحاب محمد ﷺ آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی اصحاب طالوت کی تھی جنھوں نے ان کے ساتھ نہر عبور کی تھی۔ اور اس نہر کو پار کرنے والے صرف اہل ایمان تھے۔ ان کی تعداد تین سو دس سے کچھ زیادہ تھی۔

٣٩٥٩ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ أَصْحَابَ بَدْرٍ ثَلَاثَمِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ بِعِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ، وَمَا جَاوَزَ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ. [راجع: ٣٩٥٧]

[3959] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مزید ایک روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو دس سے کچھ زیادہ تھے۔ وہ اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر تھے جنھوں نے ان کے ساتھ نہر پار کی تھی۔ اور اسے عبور کرنے والے صرف ایمان دار ہی تھے۔

فوائد و مسائل: ① جب دمشق کے نواح میں طالوت اور جالوت کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے طالوت کی فوج کا نہر اردن کے ذریعے سے امتحان لینا چاہا۔ حضرت طالوت نے اپنی فوج سے فرمایا: ''جس نے اس نہر سے پانی پیا وہ میرا ساتھی نہیں۔ میرا ساتھی وہ ہے جو اسے نہ چکھے گا الا یہ کہ چلو بھر پانی پی لے، پھر ان میں سے چند آدمیوں کے سوا سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔''[1] ② طالوت کی اس فوج میں حضرت داود علیہ السلام بھی شامل تھے جنھوں نے جالوت کو قتل کیا جو کفر کی کمان کر رہا تھا۔ ③ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جیسے اصحاب طالوت مومن تھے ایسے ہی اصحاب بدر بھی سب کے سب مومن تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو بدر میں شریک نہیں ہوئے وہ مومن نہیں کیونکہ یہ تو ایک ہنگامی جنگ تھی۔ الغرض اصحاب بدر، طالوت کے ساتھیوں کے ساتھ تعداد اور صفت ایمان میں برابر تھے۔ اصحاب بدر کی تعداد تین سو تیرہ کے لگ بھگ تھی۔ واللہ أعلم. ④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آٹھ آدمی ایسے ہیں جنھیں غزوۂ بدر میں عدم شمولیت کے باوجود مال غنیمت سے حصہ دیا گیا کیونکہ وہ کسی خاص مجبوری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، وہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ ○ حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو قافلۂ کفار کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ ○ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مقام روحاء سے مدینے کی نگرانی کے لیے واپس کر دیا گیا۔ ○ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو اہل عالیہ کے لیے اور حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ کو قبیلۂ عمرو بن عوف پر نگران مقرر کیا گیا۔ ○ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ مقام روحاء میں گر پڑے اور ان کی ہڈی ٹوٹ گئی، انھیں واپس مدینے بھیج دیا گیا۔ ○ حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔[2]

(٧) بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى كُفَّارِ قُرَيْشٍ: شَيْبَةَ، وَعُتْبَةَ، وَالْوَلِيدِ، وَأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَّهَلَاكِهِمْ

باب: 7- نبی ﷺ کی کفار قریش: شیبہ، عتبہ، ولید اور ابوجہل پر بددعا اور ان کی تباہی کا بیان

٣٩٦٠ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْكَعْبَةَ فَدَعَا عَلَى نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ: عَلَى شَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ، فَأَشْهَدُ بِاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعَى قَدْ

[3960] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے قبلہ رو ہو کر کفار قریش کے چند لوگوں: شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابوجہل بن ہشام کے خلاف بددعا کی تھی۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کی لاشیں میدان بدر میں دیکھیں۔ سورج کی سخت حرارت نے ان کی لاشوں کو بدبودار کر دیا تھا اور یہ نہایت گرم دن تھا۔

---

[1] البقرة 2:249. [2] فتح الباري: 7/365.

غَيَّرَتْهُمُ الشَّمْسُ، وَكَانَ يَوْمًا حَارًّا. [راجع: ٢٤٠]

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے جبکہ سرداران قریش کچھ دور بیٹھے تھے۔ ان میں سے عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور ذبح شدہ اونٹ کی اوجھڑی گندگی سمیت لایا اور اسے آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا۔ وہ اتنی بوجھل تھی کہ آپ اس کی وجہ سے اٹھ نہ سکے۔ سیدہ فاطمہ ؓ آئیں اور انھوں نے اسے دور کیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے نام بنام ان کے متعلق بددعا کی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ یہ سب کے سب غزوۂ بدر میں مارے گئے۔[1] ② یہ لوگ معاشرے میں عضو فاسد کی حیثیت اختیار کر چکے تھے، اس لیے ان کا کاٹ دینا ہی مناسب تھا، اس لیے آپ نے ان کے لیے بددعا کی اور انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ ساری قوم کے لیے بددعا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، البتہ حضرت نوح اور حضرت موسیٰ ؑ سے ساری قوم کے لیے بددعا کرنا ثابت ہے جو ان کی شانِ جلالی کا مظہر ہے۔ قیامت کے دن وہ اس کے متعلق افسوس کا اظہار کریں گے۔

(٨) بَابُ قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ

باب: 8- ابوجہل کے قتل کا بیان

وضاحت: صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ عنوان ان الفاظ میں ہے: [بَابُ: قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ وَغَيْرِهِ] "ابوجہل وغیرہ کے قتل کا بیان" اور یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس عنوان کے تحت ابوجہل کے علاوہ دوسرے مقتولوں کا بھی ذکر ہے۔[2]

٣٩٦١ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: أَخْبَرَنَا قَيْسٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ أَتَى أَبَا جَهْلٍ وَبِهِ رَمَقٌ يَوْمَ بَدْرٍ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ: هَلْ أَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ؟.

[3961] حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ وہ بدر کے دن ابوجہل کے پاس گئے جبکہ وہ آخری سانس لے رہا تھا۔ ابوجہل نے کہا: مجھ سے بڑھ کر کوئی آدمی ہے جسے تم نے قتل کیا ہو؟

٣٩٦٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ؟» فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى

[3962] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: "کون ہے جو پتہ کر کے آئے کہ ابوجہل کا کیا حشر ہوا؟" حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ حقیقت حال معلوم کرنے گئے تو دیکھا کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے قتل کر دیا ہے اور اس کا جسم ٹھنڈا پڑا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا: آیا تو ہی ابوجہل ہے؟ انھوں نے اس کی ڈاڑھی پکڑ لی تو ابوجہل نے کہا: اس سے بھی بڑا کوئی

① صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 240. ② عمدة القاري: 18/12.

بَرَدَ، قَالَ: أَأَنْتَ أَبُو جَهْلٍ؟ قَالَ: فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، قَالَ: وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ - أَوْ: رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ؟ -.

آدمی ہے جسے تم نے آج قتل کیا ہو؟ یا کہا کہ اس سے بھی بڑا کوئی آدمی ہے جسے اس کی قوم نے قتل کر ڈالا ہو؟

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ؟.

[انظر: ٣٩٦٣، ٤٠٢٠]

احمد بن یونس نے اپنی روایت میں یہ الفاظ بیان کیے ہیں: ''کیا تو ہی ابوجہل ہے؟''

٣٩٦٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ: «مَنْ يَنْظُرُ مَا فَعَلَ أَبُو جَهْلٍ؟» فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ فَقَالَ: أَنْتَ، أَبَا جَهْلٍ؟ قَالَ: وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ - أَوْ قَالَ: قَتَلْتُمُوهُ؟ -.

[3963] حضرت انس ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: ''کون دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل کا کیا حشر ہوا؟'' حضرت عبداللہ بن مسعود معلوم کرنے گئے تو دیکھا کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے قتل کر دیا ہے اور اس کا جسم ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر فرمایا: کیا تو ہی ابوجہل ہے؟ اس نے کہا: کیا اس آدمی سے بڑھ کر کوئی ہے جسے اس کی قوم نے قتل کیا یا کہا: اسے تم نے قتل کیا ہے؟

حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُثَنَّى: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ: أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَحْوَهُ. . [راجع: ٣٩٦٢]

حضرت انس ؓ سے مروی ایک دوسری روایت بھی اسی طرح مروی ہے۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت کے مطابق ابوجہل نے کہا: کاش! مجھے کسانوں نے نہ مارا ہوتا۔[1] اس لعنتی نے انصار کو ذلیل سمجھتے ہوئے ایسا کہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے اس مردود کے ہاتھوں سخت تکلیف اٹھائی تھی، اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے اس کی ڈاڑھی پکڑی، پھر اس کا سر کاٹا اور اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یہ اللہ کے دشمن کا سر ہے۔'' اس پر آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ایک روایت کے مطابق جب عبداللہ بن مسعود ؓ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا تو لعین کہنے لگا: اے ذلیل، بکریاں چرانے والے، تو بڑے سخت مقام پر چڑھ گیا ہے۔ پھر انھوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔[2] ② واضح رہے کہ عفراء ؓ ایک صحابیہ ہیں۔ ان کے دونوں بیٹوں کا نام معاذ اور معوذ ہے۔ ان کے والد محترم حضرت حارث بن رفاعہ ہیں۔ ان کے تیسرے بھائی کا نام عوف ہے وہ بھی بدر میں موجود تھا۔

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4020. [2] فتح الباري: 368/7.

٣٩٦٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَتَبْتُ عَنْ يُوسُفَ بْنِ الْمَاجِشُونِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ فِي بَدْرٍ، يَعْنِي حَدِيثَ ابْنَيْ عَفْرَاءَ. [راجع: ٣١٤١]

[3964] حضرت صالح بن ابراہیم سے روایت ہے، انھوں نے اپنے باپ سے، پھر اپنے دادا (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) سے عفراء کے دونوں بیٹوں کے بدر (میں کارنامے) کے متعلق یہ حدیث بیان کی ہے۔

فائدہ: اس روایت کی تفصیل اس طرح ہے: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوۂ بدر کے دن صف میں کھڑا تھا، اچانک مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دائیں بائیں دو نو عمر جوان ہیں۔ میں دل میں تمنا کرنے لگا: کاش! میرے دائیں بائیں کڑیل جوان ہوتے۔ اتنے میں ایک نے اپنے ساتھی سے چھپ کر مجھے کہا: چچا جان! مجھے ابوجہل دکھائیں۔ میں نے کہا: بھتیجے! تم اسے کیا کرو گے؟ اس نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میرا وجود اس کے وجود سے الگ نہیں ہوگا یہاں تک کہ جس کی موت پہلے لکھی ہے وہ مر جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے اس کی دلیری پر تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے شخص نے مجھے اشارے سے متوجہ ہو کر یہی بات کہی۔ میں نے چند لمحوں بعد دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان چکر لگا رہا ہے۔ میں نے اسے دیکھتے ہی کہا: یہ ہے وہ ابوجہل جس کے متعلق تم مجھ سے ابھی ابھی پوچھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں اپنی تلواریں لیے جھپٹ پڑے اور اسے مار کر قتل کر دیا، پھر پلٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کس نے قتل کیا ہے؟'' دونوں نے کہا: میں نے قتل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم اپنی اپنی تلواریں صاف کر چکے ہو؟'' بولے نہیں۔ آپ نے دونوں کی تلواریں دیکھ کر فرمایا: ''تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔'' البتہ ابوجہل کا ساز و سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا۔ دونوں حملہ آوروں کا نام معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء ہے۔[1]

٣٩٦٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيُّ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَقَالَ قَيْسٌ: وَفِيهِمْ أُنْزِلَتْ ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ ٱخْتَصَمُوا۟ فِي رَبِّهِمْ﴾ [الحج: ١٩] قَالَ: هُمُ الَّذِينَ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ: عَلِيٌّ، وَحَمْزَةُ، وَعُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ، وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ،

[3965] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں پہلا شخص ہوں گا جو اللہ کے دربار میں جھگڑا چکانے کے لیے دو زانوں ہو کر بیٹھوں گا۔ قیس بن عباد نے کہا کہ انھی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ''یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔'' ان سے مراد وہ حضرات ہیں جو غزوۂ بدر کے دن ایک دوسرے کے مقابلے کے لیے لڑائی میں نکلے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اور کفار کی طرف سے شیبہ بن ربیعہ،

[1] صحيح البخاري، فرض الخمس، حديث :3141.

وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ . [انظر: ٣٩٦٧، ٤٧٤٤]

عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ سامنے آئے۔

٣٩٦٦ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَزَلَتْ ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ ٱخْتَصَمُوا۟ فِى رَبِّهِمْ﴾ [الحج: ١٩] فِي سِتَّةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ: عَلِيٍّ وَّحَمْزَةَ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ . [انظر: ٣٩٦٨، ٣٩٦٩، ٤٧٤٣]

[3966] حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا یہ آیت کریمہ: ''یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اللہ کے بارے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا۔'' قریش کے چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی: (تین مسلمانوں کی طرف سے، یعنی) حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اور (تین کفار کی طرف سے، یعنی) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

٣٩٦٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّوَّافُ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ - كَانَ يَنْزِلُ فِي بَنِي ضُبَيْعَةَ، وَهُوَ مَوْلًى لِّبَنِي سَدُوسَ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: فِينَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ ٱخْتَصَمُوا۟ فِى رَبِّهِمْ﴾ [الحج: ١٩]. [راجع: ٣٩٦٥]

[3967] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ درج ذیل آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی تھی: ''یہ دو گروہ ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔''

٣٩٦٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتُ فِي هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ السِّتَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ، نَّحْوَهُ. [راجع: ٣٩٦٦]

[3968] حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ خوب قسم اٹھا کر فرمایا کرتے تھے کہ سورۂ حج کی آیات ان چھ آدمیوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو بدر کی لڑائی میں ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے تھے۔ راوی نے پہلی حدیث کی طرح اسے بھی بیان کیا۔

فائدہ: پہلے لڑائی کا قاعدہ یہ ہوتا تھا کہ ایک آدمی میدان میں نکلتا اور فریق مخالف کو للکارتا ہوا کہتا: کوئی ہے مقابلہ کرنے والا۔ پھر دوسرے فریق کی طرف سے ایک آدمی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آتا۔ اسے مبارزت کہتے ہیں۔ ان کے درمیان مقابلہ ہوتا، باقی صفیں تماشائی کے طور پر دیکھتی رہتیں۔ کبھی تو اسی پر فیصلہ ہو جاتا کبھی ہلہ بول دیا جاتا۔ قریش مکہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ ان کی طرف سے تین شخص میدان میں نکلے: عتبہ، شیبہ اور ولید۔ کہنے لگے: اے محمد! ہم سے لڑنے کے لیے کسی کو میدان میں بھیجیں۔ ادھر سے انصار کی طرف سے تین جوان نکلے تو انھوں نے کہا: ہم تم سے نہیں لڑنا چاہتے۔ ہم تو اپنی برادری،

یعنی قریشیوں سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے حمزہ! اٹھو، اے علی! تم بھی میدان میں اترو اور اے عبیدہ! تم بھی مقابلے کے لیے جاؤ۔“ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے مقابلے میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ولید کے مقابلے میں کھڑے ہوئے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو پہلے ہی وار میں قتل کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے مدمقابل ولید بن عتبہ کو جھٹ مار لیا، لیکن حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے مدمقابل عتبہ بن ربیعہ کے درمیان ایک ایک وار کا مقابلہ ہوا اور دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے پر گہرا زخم لگایا۔ اتنے میں حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما اپنے اپنے شکار سے فارغ ہو کر آ گئے، آتے ہی عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا لائے۔ ان کا پاؤں کٹ گیا تھا اور جنگ سے واپسی پر وادئ صفراء میں ان کا انتقال ہو گیا۔[1]

٣٩٦٩ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسٍ [قَالَ]: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا: إِنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ ٱخْتَصَمُوا۟ فِى رَبِّهِمْ﴾ [الحج:١٩] نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ بَرَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ: حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ وَّعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ، وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ. [راجع: ٣٩٦٦]

[3969] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ قسم اٹھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ آیت: ”یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔“ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو بدر کی لڑائی میں ایک دوسرے کے مقابلے کے لیے نکلے تھے، یعنی سیدنا حمزہ، علی اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم مسلمانوں کی طرف سے۔ اور عتبہ، شیبہ، جو ربیعہ کے بیٹے تھے، نیز ولید بن عتبہ کفار کی طرف سے (نکلے تھے۔)

فوائد و مسائل: ① بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آیت کریمہ میں مبارزت سے مراد مسلمان اور اہل کتاب ہیں۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ مذکورہ مخاصمت بدر کے دن مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوئی تھی، چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر کہا کہ مذکورہ آیت کریمہ ان چھ شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے بدر کی جنگ میں اپنی اپنی صفوں سے باہر آ کر مقابلہ کیا تھا۔ ② ان میں سے حضرت علی اور ولید بن عتبہ تو نوجوان تھے باقی چاروں پختہ عمر کے تھے۔ واللہ أعلم.

٣٩٧٠ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ السَّلُولِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ: أَشَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا؟ قَالَ: وَبَارَزَ وَظَاهَرَ.

[3970] ابو اسحاق سبیعی سے روایت ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا جبکہ میں سن رہا تھا: کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، انھوں نے تو مبارزت کی تھی اور غالب رہے تھے۔

فوائد و مسائل: ① جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی وہ آئے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق طرح

[1] فتح الباري: 372/7.

طرح کے عیب تلاش کرتے رہتے تھے جن کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ ان میں سے کسی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کم سنی کی وجہ سے یہ گمان ہوا ہوگا کہ شاید وہ میدان بدر میں شریک نہ ہوئے ہوں اور اس کے متعلق حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جب سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ صرف شرکت کی تھی بلکہ انھوں نے ولید بن عتبہ کو میدان میں نکل کر للکارا تھا اور پہلے ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ ② واضح رہے کہ ظاهر کے معنی اوپر تلے دو زرہیں پہننا بھی ہیں۔ واللّٰہ أعلم.

٣٩٧١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ قَالَ: حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ، فَذَكَرَ قَتْلَهُ وَقَتْلَ ابْنِهِ، فَقَالَ بِلَالٌ: لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ. [راجع: ٢٣٠١]

[3971] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے امیہ بن خلف سے ایک معاہدہ کیا تھا، اس کے بعد جب بدر کی جنگ ہوئی، پھر انھوں نے امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کے قتل ہونے کا واقعہ ذکر کیا۔ اس دن بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آج امیہ (قتل ہونے سے) بچ گیا تو میں (آخرت کے عذاب سے) نجات نہیں پا سکوں گا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت بلال رضی اللہ عنہ مکے میں امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو امیہ نے انھیں سخت سزا دینا شروع کر دی۔ بالآخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔ ② مذکورہ حدیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے جذبات کا اظہار اسی وجہ سے کیا تھا۔ اس واقعے کی تفصیل حسب ذیل ہے: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف سے ایک تحریری معاہدہ کیا تھا کہ وہ مکے میں میری جائیداد کی حفاظت کرے گا اور میں مدینہ طیبہ میں اس کی جائیداد کو محفوظ رکھوں گا۔ بدر کے دن جب لوگ سو گئے تو میں پہاڑ کی طرف نکلا تاکہ حسب معاہدہ اس کی حفاظت کروں۔ اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ وہ دوڑ کر انصار کے پاس گئے اور کہا: اگر آج امیہ بچ نکلا تو میری کوئی نجات نہیں۔ اس کے بعد انصار کا ایک گروہ ہمارے تعاقب میں ہو لیا۔ جب مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ وہ ہمیں پکڑ لیں گے تو میں نے امیہ کے بیٹے کو چھوڑ دیا تاکہ وہ اس کے قتل میں مشغول ہو جائیں اور میں امیہ کو لے کر نکل جاؤں، لیکن انھوں نے اس کے بیٹے کو قتل کر کے جلدی سے ہمارا پیچھا کیا اور ہم سے آملے۔ امیہ بہت بھاری آدمی تھا۔ جب انھوں نے ہمیں پا لیا تو میں نے امیہ کو گھٹنوں کے بل لیٹ جانے کا کہا۔ وہ لیٹ گیا تو میں اسے بچانے کے لیے اس پر جھک گیا، لیکن انصار نے میرے پیچھے سے اسے تلواریں مارنا شروع کر دیں حتی کہ اسے قتل کر دیا۔ میرے پاؤں پر بھی اس کی تلوار سے زخم آیا۔ راوی کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بعد میں ہمیں وہ زخم کا نشان دکھایا کرتے تھے۔[1] چونکہ امیہ کو قتل کرتے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی انصار کے ساتھ تلوار مارنے میں شریک تھے، اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی امیہ کے قاتلوں میں شمار ہوتے ہیں۔ امیہ کا ایک دوسرا کردار آئندہ حدیث میں بیان ہو رہا ہے۔

٣٩٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ

[3972] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

[1] صحيح البخاري، الوكالة، حديث: 2301.

شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَرَأَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَسَجَدَ بِهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرَ أَنَّ شَيْخًا أَخَذَ كَفًّا مِّنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ فَقَالَ: يَكْفِينِي هٰذَا.

وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سورۂ نجم تلاوت فرمائی تو اس میں آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی سجدہ کیا لیکن ایک بوڑھے شخص نے (سجدہ کرنے کی بجائے) مٹھی بھر مٹی اپنے ماتھے پر رکھی اور کہا: مجھے یہی کافی ہے۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا. [راجع: ١٠٦٧]

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: اس کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں وضاحت ہے کہ وہ بوڑھا جس نے زمین پر سجدہ کرنے کے بجائے مٹی یا کنکریاں ہاتھ میں لے کر انھیں پیشانی پر رکھ لیا تھا وہ امیہ بن خلف مردود تھا۔[1] ② یہ وہی امیہ بن خلف ہے جسے میدان بدر میں حضرت بلال ؓ نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا۔ اس مناسبت سے اس حدیث کو امام بخاری ؒ نے بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٣٩٧٣ - أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: كَانَ فِي الزُّبَيْرِ ثَلَاثُ ضَرَبَاتٍ بِالسَّيْفِ، إِحْدَاهُنَّ فِي عَاتِقِهِ، قَالَ: إِنْ كُنْتُ لَأُدْخِلُ أَصَابِعِي فِيهَا، قَالَ: ضُرِبَ ثِنْتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَّوَاحِدَةً يَوْمَ الْيَرْمُوكِ. قَالَ عُرْوَةُ: وَقَالَ لِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ حِينَ قُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: يَا عُرْوَةُ! هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَا فِيهِ؟ قُلْتُ: فِيهِ فَلَّةٌ فُلَّهَا يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ: صَدَقْتَ.

[3973] حضرت عروہ ؒ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت زبیر ؓ کے جسم پر تلوار کے تین گہرے زخم تھے۔ ان میں سے ایک تو ان کے کندھے پر تھا۔ میں اس کے اندر اپنی انگلیاں ڈالا کرتا تھا۔ انھیں دو زخم بدر کے دن لگے تھے اور ایک جنگ یرموک میں آیا تھا۔ جب عبداللہ بن زبیر ؓ شہید ہو گئے تو مجھے عبدالملک بن مروان نے کہا: کیا تم حضرت زبیر ؓ کی تلوار کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: کوئی نشانی ہے؟ میں نے کہا: اس کی دھار میں دندانے پڑے ہوئے ہیں اور یہ بدر کے روز پڑے تھے۔ اس نے کہا: تو نے سچ کہا ہے۔

بِهِنَّ فُلُولٌ مِّنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

''فوجوں سے لڑتے لڑتے ان کی تلواروں میں دندانے پڑے ہوئے ہیں۔''

ثُمَّ رَدَّهُ عَلٰى عُرْوَةَ، قَالَ هِشَامٌ: فَأَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَّأَخَذَهُ بَعْضُنَا وَلَوَدِدْتُ أَنِّي

پھر عبدالملک نے وہ تلوار حضرت عروہ کو واپس کر دی۔ ہشام نے کہا: ہم نے آپس میں اس کی قیمت کا اندازہ تین

[1] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4863.

كُنْتُ أَخَذْتُهُ. [راجع: ٣٧٢١]

ہزار لگایا تو اسے ہمارے ایک عزیز نے خرید لیا۔ میری خواہش تھی کہ کاش! اسے میں خرید لیتا۔

٣٩٧٤ - حَدَّثَنِي فَرْوَةُ عَنْ عَلِيٍّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ. قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ.

[3974] حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار پر چاندی کا کام تھا۔ ہشام نے کہا: (میرے والد) عروہ کی تلوار چاندی سے مرصع تھی۔

٣٩٧٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالُوا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ: أَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي إِنْ شَدَدْتُ كَذَبْتُمْ، فَقَالُوا: لَا نَفْعَلُ، فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى شَقَّ صُفُوفَهُمْ فَجَاوَزَهُمْ وَمَا مَعَهُ أَحَدٌ، ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا فَأَخَذُوا بِلِجَامِهِ فَضَرَبُوهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهِ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ عُرْوَةُ: كُنْتُ أُدْخِلُ أَصَابِعِي فِي تِلْكَ الضَّرَبَاتِ أَلْعَبُ وَأَنَا صَغِيرٌ.

[3975] حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ یرموک کے موقع پر کہا: کیا آپ حملہ نہیں کرتے تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر حملہ کریں؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں نے حملہ کیا تو تم میرا ساتھ نہیں دو گے۔ انھوں نے کہا: ہم اس طرح ہرگز نہیں کریں گے، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کیا حتی کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے، حالانکہ ان کے ساتھ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر جب واپس آنے لگے تو دشمنوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کندھے پر دو کاری زخم لگائے۔ ان کے درمیان ایک زخم تھا جو بدر کی جنگ میں لگا تھا۔ میں ان زخموں میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا جبکہ اس وقت میں چھوٹی عمر کا تھا۔

قَالَ عُرْوَةُ: وَكَانَ مَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِينَ، فَحَمَلَهُ عَلٰى فَرَسٍ وَّوَكَّلَ بِهِ رَجُلًا. [راجع: ٣٧٢١]

حضرت عروہ نے کہا: جنگ یرموک میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے جن کی عمر اس وقت صرف دس برس تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے حوالے کر دیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① ان روایات میں جب راوی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے غزوۂ بدر سے متعلق کارنامے بیان کرتا ہے تو زخم کے دو نشانات میدان بدر میں اور ایک نشان یرموک کا ذکر کرتا ہے اور اگر یرموک کی جنگ سے متعلق بہادری کے جوہر بیان کرتا ہے تو دو زخم یرموک کے اور ایک زخم غزوۂ بدر کا بیان کرتا ہے۔ دراصل کل زخم چار تھے۔ دو غزوۂ بدر میں اور دو ہی یرموک میں آئے تھے۔ لیکن جو زخم یرموک کی لڑائی میں لگے ان میں سے ایک بدر کی لڑائی کے دو زخموں کے درمیان تھا اور دوسرا زخم یوم بدر کے

زخموں سے ایک جانب الگ تھا، اس لیے ان روایات میں کوئی تضاد نہیں۔ جو راوی یرموک کا ایک زخم بیان کرتا ہے اس کی مراد یوم بدر کے دو زخموں کے درمیان والا زخم ہے۔ اس کی صورت مندرجہ ذیل ہے: بدر، یرموک، بدر، یرموک۔ ② اس حدیث میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بدر کے موقع پر کارناموں کا ذکر ہے کہ دشمنوں کو مارتے مارتے ان کی تلوار میں دندانے پڑ چکے تھے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔ ③ یرموک، شام کے علاقے میں ایک مقام کا نام ہے جو دمشق کے قریب ہے۔ اس مقام پر رومیوں کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی ہوئی تھی جس میں رومیوں نے چاروں طرف سے اپنی قوت جمع کر کے مقابلہ کیا تھا۔ اس میں ستر ہزار رومیوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ ان میں سے کوئی بھاگ نہ سکے۔ ان کی فوج بیس لاکھ کے قریب تھی۔ ان میں سے ایک لاکھ پانچ ہزار رومی قتل ہوئے۔ چالیس ہزار قیدی بنائے گئے اور باقی بھاگ گئے جبکہ مسلمانوں کی تعداد چار لاکھ تھی۔ اس لڑائی میں اہل بدر میں سے ایک سو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت کی۔ معرکۂ یرموک 13 ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا۔ مسلمانوں کی فوج کے کمانڈر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح دی۔

٣٩٧٦ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِينَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوا فِي طَوِيٍّ مِّنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيثٍ مُخْبِثٍ، وَكَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ، فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ الْيَوْمَ الثَّالِثَ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشَى وَتَبِعَهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوا: مَا نَرَى يَنْطَلِقُ إِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهِ حَتَّى قَامَ عَلَى شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ: «يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ! وَيَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ! أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ؟ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا، فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟» قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَّا أَرْوَاحَ لَهَا، فَقَالَ

[3976] حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کی لڑائی میں اللہ کے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ قریش کے چوبیس (24) مقتول سردار مقام بدر کے ایک بہت ہی اندھیرے اور گندے کنویں میں پھینک دیے جائیں۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جہاد میں جب دشمن پر غالب ہوتے تو میدان جنگ میں تین دن تک قیام کرتے، چنانچہ جنگ بدر کے خاتمے کے تیسرے دن آپ کے حکم سے آپ کی سواری پر کجاوہ باندھا گیا تو آپ روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ آپ شاید اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ آخر آپ اس کنویں کے کنارے آ کر کھڑے ہو گئے اور کفار قریش کے مقتولین کے نام اور ان کے باپ دادا کے نام لے کر انھیں پکارنے لگے: ''اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں! کیا آج تمھارے لیے یہ بہتر نہیں تھا کہ تم نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی؟ یقیناً ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے حاصل کر

رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ».

لیا تو کیا تمھارے رب کا جو تمھارے متعلق وعدہ تھا وہ تمھیں بھی پوری طرح مل گیا؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! آپ ان لاشوں سے کیوں محو گفتگو ہیں جن میں جان نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو میں ان سے کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔"

قَالَ قَتَادَةُ: أَحْيَاهُمُ اللهُ، حَتَّى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ تَوْبِيخًا وَتَصْغِيرًا وَنَقِمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا. [راجع: ٣٠٦٥]

(راویٔ حدیث) حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت انھیں زندہ کر دیا تھا تاکہ اپنے نبی کی بات ان کو سنائے۔ یہ سب کچھ ان کی زجر و توبیخ، ذلت و نامرادی اور حسرت و ندامت کے لیے تھا۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ مفتوحہ علاقوں میں تین دن تک قیام فرمایا کرتے تھے تاکہ ○ شہداء کی قبریں کھود کر انھیں دفن کیا جائے۔ ○ کفار کے مقتولین کے لیے گڑھے کھود کر ان میں ڈالا جائے۔ ○ زخمیوں کی مرہم پٹی کی جائے۔ ○ مفتوحہ علاقے کا انتظام کیا جائے۔ ○ اس علاقے کے گرد و پیش میں اگر کوئی فتنہ فساد ہو تو اس کا بندوبست کیا جائے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حدیث کے آخر میں راویٔ حدیث حضرت قتادہ کی تاویل امام بخاری رحمہ اللہ نے اس لیے پیش کی ہے تاکہ ان لوگوں کی تردید کی جائے جو سماع موتی کے قائل ہیں۔[1] واقعی جو لوگ اس سے سماع موتی ثابت کرتے ہیں ان کا موقف مبنی بر حقیقت نہیں ہے کیونکہ یہ سنانا تو رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔ دوسرا یہ بھی ہے کہ آیت میں وضاحت ہے کہ "آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔"[2] ③ سونے کے بعد جملہ دنیاوی تعلقات ٹوٹنے کے ساتھ دنیاوی زندگی کے لوازمات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ سننا بھی اس میں شامل ہے۔ عالم برزخ میں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ سنا دے تو یہ ایک اور چیز ہے، اس کا سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں۔

٣٩٧٧ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ﴿ٱلَّذِينَ بَدَّلُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ كُفْرًا﴾ قَالَ: هُمْ وَاللهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ، قَالَ عَمْرٌو: هُمْ قُرَيْشٌ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ نِعْمَةُ اللهِ ﴿وَأَحَلُّوا۟ قَوْمَهُمْ دَارَ ٱلْبَوَارِ﴾ [إبراهيم: ٢٨] قَالَ: النَّارَ يَوْمَ بَدْرٍ. [انظر: ٤٧٠٠]

[3977] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے آیت کریمہ: "جنھوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا" کے متعلق فرمایا: اللہ کی قسم! اس سے مراد کفار قریش تھے۔ (راویٔ حدیث) عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ اس سے مراد کفار قریش ہیں۔ اور محمد ﷺ اللہ کی نعمت تھے۔ (نیز ارشاد باری تعالیٰ:) "اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر اتارا" سے مراد یہ ہے کہ کفار قریش نے جنگ بدر کے دن اپنی قوم

[1] فتح الباري: 378/7. [2] فاطر 22:35.

کو دوزخ میں جھونک دیا۔

فوائد و مسائل: ① آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ کفار قریش نے اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہ کی بلکہ اس کا انکار کر دیا اور اپنی قوم کو، جنھوں نے بدر کی جنگ میں ان کا ساتھ دیا تھا، ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا جبکہ اہل مدینہ نے اس نعمت کو اپنے سینے سے لگایا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دونوں جہانوں میں سرفراز فرمایا۔ ② ﴿دَارَ الْبَوَارِ﴾ کی تفسیر راوی نے ان الفاظ میں کی ہے کہ اس سے مراد وہ آگ ہے جس میں وہ بدر کے دن داخل ہوئے کیونکہ جو انسان اس آگ میں داخل ہوگا اسے وہ ہلاک کر دے گی۔ واللہ أعلم.

٣٩٧٨ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ: «إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ»، فَقَالَتْ: وَهَلَ، إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ وَذَنْبِهِ وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ الْآنَ». [راجع: ١٢٨٨]

[3978] حضرت عروہ ؒ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ ؓ کے پاس اس بات کا ذکر ہوا کہ ابن عمر ؓ نبی ﷺ کے حوالے سے یہ بیان کرتے ہیں: ”یقیناً مردے کو اس کے عزیزوں کے رونے کی وجہ سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔“ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: وہ بھول گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا: ”بے شک اس مردے کو اس کی غلطیوں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے جبکہ اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔“

٣٩٧٩ - قَالَتْ: وَذٰلِكَ مِثْلُ قَوْلِهِ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْقَلِيبِ وَفِيهِ قَتْلَى بَدْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ لَهُمْ مَّا قَالَ: «إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ»، إِنَّمَا قَالَ: «إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ» ثُمَّ قَرَأَتْ ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ ٱلْمَوْتَىٰ﴾ [النمل: ٨٠] ﴿وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِى ٱلْقُبُورِ﴾ [فاطر: ٣٥] يَقُولُ: حِينَ تَبَوَّءُوا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ. [راجع: ١٣٧١]

[3979] حضرت عائشہ ؓ نے مزید فرمایا: یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ ابن عمر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے جبکہ اس میں مشرکین کی لاشوں کو بدر کے دن ڈالا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ”جو میں کہتا ہوں وہ اسے سن رہے ہیں، حالانکہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا: ”اب انھیں معلوم ہو گیا ہے کہ جو میں انھیں کہتا تھا وہ حق تھا۔“ پھر حضرت عائشہ ؓ نے یہ آیت پڑھی: ”آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔“ ”اور نہ آپ ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔“ عروہ کہتے ہیں: حضرت عائشہ کا مقصد یہ ہے کہ جب وہ آگ میں اپنے ٹھکانوں پر پہنچ چکے۔

٣٩٨٠، ٣٩٨١ - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:

[3981,3880] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ بدر کے غیر آباد کنویں پر کھڑے

وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى قَلِيبِ بَدْرٍ، فَقَالَ: «هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟» ثُمَّ قَالَ: «إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ»، فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ، فَقَالَتْ: إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ»، ثُمَّ قَرَأَتْ ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾ [النمل: ٨٠] حَتّٰى قَرَأَتِ الْآيَةَ. [راجع: ١٣٧٠، ١٣٧١]

ہوئے اور (اس میں پڑے ہوئے کافروں سے) فرمایا: ''کیا تمھارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ تم نے سچا پا لیا ہے؟'' پھر آپ نے فرمایا: ''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اب یہ اسے سن رہے ہیں۔'' حضرت عائشہ ؓ سے یہ ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا: وہ اب جانتے ہیں کہ میں انھیں جو کہتا تھا وہ سچ تھا۔ پھر انھوں نے یہ پوری آیت پڑھی: ''بے شک آپ ان مردوں کو سنا نہیں سکتے۔''

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ نے ان احادیث کو اس لیے بیان کیا ہے کہ ان میں کفار قریش کا ذکر ہے جو میدان بدر میں جہنم واصل ہوئے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے ایک غیر آباد کنویں پر کھڑے ہو کر انھیں جہنم میں جانے کی خبر دی، لیکن شارحین نے اس مقام پر مسئلہ سماع موتی کی تفصیل بیان کی ہے، حالانکہ اس مقام پر قطعاً اس کی ضرورت نہیں۔ ہم کتاب الجنائز میں اس مسئلے پر تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ ② بعض اہل علم نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے يَسْمَعُوْنَ کے بجائے يَعْلَمُوْنَ بیان کیا ہے، ان کے بقول جب مردوں کے لیے علم ثابت ہے تو سماع کیسے محال ہوگا؟ ممکن ہے دونوں ہوں۔ اگر علم (ان کا جاننا) خرق عادت کے طور پر ہے تو سماع سننا بھی ایسے ہوگا یا جیسے علم کے لیے زندہ کیا گیا ایسے سماع کے لیے بھی زندہ کیا گیا ہوگا۔ ہمارے رجحان کے مطابق اس نکتہ آفرینی کا یہ جواب ہے کہ علم (جاننے) کا تعلق تو روح سے ہے جو موجود ہے اور اسے فنا نہیں ہے اور سماع (سننے) کا تعلق آلۂ روح، یعنی کانوں سے ہے۔ روح کے زندہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور نہ یہ بات ہی زیر بحث ہے کیونکہ روح کا علم، یعنی جاننا یقینی اور باقی ہے۔ بحث اس سماع سے متعلق ہے جس کا تعلق آلۂ روح یعنی کانوں سے ہے۔ آیا مرنے کے بعد سماع آلۂ روح (کانوں) سے حاصل ہوتا ہے یا نہیں جبکہ مرنے کے بعد جملہ حواس ختم ہو چکے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ کی پیش کردہ آیت میں اسماع (سنانے) کی نفی ہے سماع (سننے) کی نہیں، حالانکہ اسماع اصل ہے اور سماع اس کی فرع ہے جب اصل نہیں تو فرع کیسے ہوگی۔ ③ بہرحال قرآنی آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ مقتولین بدر کو وقتی طور پر سنانا خصوصیات رسالت میں سے تھا۔ اس پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں، اللہ تعالیٰ جب چاہے، جسے چاہے اور جس قدر چاہے مردوں کو سنا سکتا ہے۔ اہل بدعت کا یہ عقیدہ کہ مدفون بزرگ ان کی فریاد سنتے ہیں اور حاجات پوری کرتے ہیں سراسر باطل ہے جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

(٩) بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا

باب: 9- غزوۂ بدر میں شریک ہونے والوں کی فضیلت

٣٩٨٢ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

[3982] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے

مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: أُصِيبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَّهُوَ غُلَامٌ، فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي، فَإِنْ تَكُنْ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ، وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى تَرَ مَا أَصْنَعُ؟ فَقَالَ: «وَيْحَكِ أَوَ هَبِلْتِ أَوَجَنَّةٌ وَّاحِدَةٌ هِيَ؟ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ وَّإِنَّهُ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ».

[راجع: ٢٨٠٩]

کہا کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی جنگ میں شہید ہو گئے جبکہ وہ کم عمر ہی تھے تو ان کی والدہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اللہ کے رسول! آپ کو معلوم ہے کہ مجھے حارثہ سے کتنی محبت تھی۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور ثواب کی امید رکھتی ہوں۔ اگر کوئی اور صورت ہے تو آپ دیکھیں گے میں کیا کرتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تم پر رحم کرے! کیا دیوانی ہو رہی ہو؟ وہاں کوئی ایک جنت ہے؟ وہاں تو بہت سی جنتیں ہیں اور تمھارا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔''

فوائد و مسائل: ① صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ ایک ایسا تیر لگنے سے شہید ہوئے تھے جس کے مارنے والے کا علم نہیں تھا۔ اس بنا پر حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو فکر لاحق ہوئی کہ نامعلوم اس کا انجام کیا ہو۔[1] ② دوسری روایت میں یہ وضاحت ہے کہ ان کی والدہ نے کہا: اللہ کے رسول! اگر وہ کسی اور صورت حال سے دوچار ہے تو میں رونے دھونے میں اپنی تمام طاقت صرف کر دوں گی۔[2] رسول اللہ نے اسے فرمایا: ''تو پاگل ہو گئی ہے کہ بیٹے کے جنتی یا غیر جنتی ہونے کا سوال کرتی ہے، یقین سے کیوں نہیں کہتی کہ میرا بیٹا جنت میں ہے۔ وہ کون سی جنت ہے؟ سوال تو یہ کرنا چاہیے تھا؟ وہ جنت الفردوس میں ہے جس سے نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کے اوپر تو اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔'' ③ اس حدیث سے بدر میں شریک ہونے والوں کی فضیلت ثابت ہوئی کہ وہ سب جنتی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے۔

٣٩٨٣ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ حُصَيْنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبَا مَرْثَدٍ وَّالزُّبَيْرَ وَكُلُّنَا فَارِسٌ، قَالَ: انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِّنَ الْمُشْرِكِينَ مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ. فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِيرُ عَلَى بَعِيرٍ لَّهَا حَيْثُ قَالَ

[3983] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے، ابو مرثد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم پر روانہ کیا۔ ہم سب شہسوار تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سب چلتے رہو، جب تم روضۂ خاخ پر پہنچو تو وہاں تمھیں مشرکین کی عورت ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے جو حاطب بن ابو بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام ہے۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جس جگہ کا پتہ دیا تھا ہم نے وہیں اس عورت کو ایک اونٹ پر جاتے ہوئے پایا۔ ہم نے اسے کہا: خط ہمارے حوالے کر دو۔ اس نے کہا: ہمارے

① صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2809. ② صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2809.

رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقُلْنَا: الْكِتَابَ، فَقَالَتْ: مَا مَعَنَا كِتَابٌ، فَأَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا، فَقُلْنَا: مَا كَذَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ، فَلَمَّا رَأَتِ الْجِدَّ أَهْوَتْ إِلَى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَأَخْرَجَتْهُ، فَانْطَلَقْنَا بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبْ عُنُقَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟» قَالَ حَاطِبٌ: وَاللهِ مَا بِي أَنْ لَّا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ، أَرَدْتُ أَنْ تَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَّدْفَعُ اللهُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي، وَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا لَهُ هُنَاكَ مِنْ عَشِيرَتِهِ مَنْ يَّدْفَعُ اللهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ، فَقَالَ: «صَدَقَ وَلَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا». فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبْ عُنُقَهُ، فَقَالَ: «أَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ» فَقَالَ: «لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ؟ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ، أَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»، فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ.

[راجع: ۳۰۰۷]

پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھا کر اس کی تلاشی لی تو واقعی ہمیں کوئی خط نہ ملا لیکن ہم نے اسے کہا: رسول اللہ ﷺ کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ خط ہمارے حوالے کر دو بصورت دیگر ہم تجھے ننگا کر دیں گے۔ جب اس نے ہمارا یہ سخت رویہ دیکھا تو اس نے اپنا ہاتھ اپنے کمر بند کی طرف مائل کر دیا اور اس نے خود کو اپنی چادر میں لپیٹ رکھا تھا۔ بہر حال اس نے خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! اس نے اللہ، اس کے رسول اور جملہ اہل ایمان سے دغا کیا ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں، میں اس کی گردن اڑاتا ہوں۔ لیکن نبی ﷺ نے حاطب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جو تو نے کردار ادا کیا ہے اس پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا؟'' حاطب نے کہا: اللہ کی قسم! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں۔ میرا مقصد صرف اہل مکہ پر احسان کرنا تھا تاکہ اس کے باعث اللہ تعالیٰ میرے اہل و اولاد اور مال و دولت کو محفوظ رکھے۔ آپ کے اصحاب میں سے جتنے حضرات بھی ہیں ان سب کا وہاں قبیلہ موجود ہے اور اللہ ان کے ذریعے سے ان کے اہل و عیال اور مال و متاع کی حفاظت کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ سچ کہہ دیا ہے، اس لیے تم بھی اس کے متعلق کلمۂ خیر ہی کہو۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس شخص نے اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان سے خیانت کی ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ اہل بدر سے نہیں ہے۔'' پھر فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر کے حالات سے مطلع ہوا اور فرمایا: آئندہ تم جو چاہو کرو تمھارے لیے جنت ثابت ہو چکی ہے'' یا فرمایا: ''میں نے تمھاری

مغفرت کر دی ہے۔'' یہ سن کر حضرت عمر ؓ آبدیدہ ہو گئے
اور کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں اہل بدر کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھا، انھیں معاف کر دیا اور ان کے لیے جنت کو واجب کر دیا۔ آئندہ تم جو چاہو کرو، یہ خوش خبری گناہ کو جائز سمجھنے کے لیے نہیں ہے جو خلاف شرع ہوں کیونکہ اس خوش خبری کا تعلق احکام دنیا سے نہیں بلکہ امورِ آخرت سے ہے۔ حدود وغیرہ کے ارتکاب پر ان کا اجراء ہوگا جیسا کہ حضرت قدامہ بن مظعون ؓ بدری صحابی ہیں۔ انھوں نے شراب پی تو حضرت عمر ؓ نے ان پر حد جاری فرمائی۔ وہ ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ حضرت عمر ؓ نے خواب میں دیکھا کہ انھیں مصالحت کے لیے حکم دیا جا رہا ہے تو انھوں نے حضرت قدامہ ؓ کو بلا کر ان سے صلح کر لی۔[1] اس سے مراد گزشتہ گناہ نہیں بلکہ آئندہ جو صادر ہوں گے ان کی معافی کا اعلان ہے۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی تابعی نے اس حدیث سے یہی سمجھا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ ان کا حبان بن عطیہ سے کسی بات پر جھگڑا ہوا تو ابو عبدالرحمٰن سے کہا کہ حضرت علی ؓ کو جنگ و قتال کی جرأت ایک حدیث کی وجہ سے ہوئی، پھر انھوں نے یہی حدیث بیان کی کہ اس میں اہل بدر کے متعلق امور مستقبلہ کی معافی کا ذکر ہے۔[2] ② حضرت عمر ؓ دین کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ منافقین کے متعلق ان کا سخت رویہ تو مشہور ہے۔ ان کی رائے ملکی قانون اور سیاست پر مبنی تھی کہ جو شخص ملک وملت کے ساتھ بے وفائی کر کے جنگی راز دشمن کو پہنچائے وہ مجرم قابل گردن زدنی ہے۔ اس قسم کی فوجی غلطی پر اس کا کورٹ مارشل ہونا چاہیے اور اس پر نفاق کا اطلاق بھی، نفاق عقیدہ کے طور پر نہیں بلکہ نفاق عملی کے اعتبار سے تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کی صحیح نیت جان کر اور ان کے بدری ہونے کی بنا پر حضرت عمر ؓ سے اتفاق نہیں کیا بلکہ انھیں معذور قرار دے کر چھوڑ دیا، پھر اس سے حضرت عمر ؓ کا اشکبار ہونا شدتِ خوشی کی وجہ سے تھا کیونکہ مذکورہ عظیم خوش خبری انھیں بھی شامل تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا آبدیدہ ہونا رنج وغم کی وجہ سے ہو کہ میں نے خواہ مخواہ حضرت حاطب ؓ کے متعلق سختی کی اور انھیں منافق کہا۔ اگرچہ وہ نفاق عملی تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کے کلام سے واضح ہو گیا کہ ان کی شان اس نفاق عملی سے بھی بلند اور ارفع تھی۔ واضح رہے کہ خوشی کے آنسو ٹھنڈے اور رنج والم کے گرم ہوتے ہیں۔ واللہ أعلم.

(١٠) بَابٌ:

باب: 10- بلا عنوان

٣٩٨٤ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ الْغَسِيلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَّالزُّبَيْرِ بْنِ

[3984] حضرت ابو اسید ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بدر کے روز فرمایا: ''جب کافر تمھارے قریب آ جائیں تو انھیں تیروں سے مارو اور

① السنن الكبرى للنسائي: 138/5، رقم: 5270، وفتح الباري: 382/7. ② صحيح البخاري، استتابة المرتدين، حديث: 6939.

الْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ: «إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ». [راجع: ٢٩٠٠]

اپنے تیروں کی حفاظت کرو۔"

٣٩٨٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ الْغَسِيلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَّالْمُنْذِرِ ابْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ: «إِذَا أَكْثَبُوكُمْ - يَعْنِي: أَكْثَرُوكُمْ - فَارْمُوهُمْ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ». [راجع: ٢٩٠٠]

[3985] حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بدر کے دن ہدایت جاری کی تھی کہ جب کافر تمھارے قریب آ جائیں، یعنی تم پر ہجوم کر لیں تو انھیں تیروں سے چھلنی کرو اور اپنے تیروں کو محفوظ رکھو۔"

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بہت سی صلاحیتیں عنایت فرمائی تھیں۔ آپ فنونِ حرب کے ماہر اور بہترین فوجی کمانڈر تھے۔ باکمال جنرل اپنی فوج کا سامان جنگ بڑی احتیاط سے استعمال کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فوجی ہدایات جاری فرمائیں کہ دشمن کا جب ہجوم ہو جائے تو احتیاط سے تیر اندازی کرو۔ زمین اور سمندر میں تیر پھینک کر انھیں ضائع نہ کرو کہ اس سے دشمن کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور نہ جلدی جلدی تیر اندازی کرو انھیں لگیں یا نہ لگیں۔ آج بھی جنگی اصول یہی ہے جو ساری دنیا میں مسلم ہے کہ اپنے اسلحہ و بارود کو بے کار ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ أعلم. واضح رہے کہ اس بلاعنوان میں متعلقات بدر کا بیان ہے۔

٣٩٨٦ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرُّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ - وَأَصْحَابُهُ - أَصَابَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً، سَبْعِينَ أَسِيرًا وَّسَبْعِينَ قَتِيلًا. قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ، وَالْحَرْبُ سِجَالٌ. [راجع: ٣٠٣٩]

[3986] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اُحد کے دن تیر اندازوں پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تو مشرکین نے اس جنگ میں ہمارے ستر ساتھیوں کو شہید کر دیا جبکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے بدر کے دن ایک سو چالیس مشرکین کو نقصان پہنچایا تھا۔ ان میں سے ستر قیدی تھے اور ستر قتل ہوئے تھے۔ ابو سفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہوتی ہے۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ اُحد میں پیش آنے والا ایک واقعہ انتہائی اختصار کے ساتھ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔ دراصل فوج کے کمانڈر کا دوران جنگ میں اہم کام اپنی فوج کی ترتیب اور ان کی مورچہ بندی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جبل اُحد کو اپنی پشت پر رکھا تا کہ یہ طرف محفوظ ہو جائے، البتہ اس کا ایک درہ غیر محفوظ تھا، وہاں آپ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں پچاس تیرانداز مقرر کیے تا کہ دشمن اس طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو، اور انھیں تاکید کر دی کہ ہمیں فتح ہو یا شکست، تم نے اس مقام کو نہیں چھوڑنا۔ جب مسلمانوں نے کفار پر حملہ کیا تو وہ اس کی تاب نہ لا کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے جب اس صورت حال کو دیکھا تو کفار کا مال واسباب جمع کرنا شروع کر دیا۔ فوج کا جو دستہ پہاڑی پر تعینات تھا وہ بھی اتر کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ خالد بن ولید نے جب دیکھا کہ درہ بالکل خالی ہے تو پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اچانک حملہ دیکھ کر مسلمانوں کے اوسان خطا ہو گئے تو کچھ مسلمان مدینے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹ آیا جبکہ تیسرا گروہ میدان چھوڑ کر کنارے پر بیٹھ گیا۔ اس دوران میں مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہو گئے۔ خود رسول اللہ ﷺ کو زخم آئے۔ شہدائے اُحد کی تعداد ستر ہے۔ اس کا قرینہ درج ذیل آیت کریمہ میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جب تم پر مصیبت آئی تو اس سے دوگنا صدمہ تم کفار کو پہلے پہنچا چکے تھے۔''[1] اس آیت میں خطاب اہل اُحد سے ہے کہ تم نے اس نقصان سے پہلے دوگنا نقصان غزوۂ بدر میں کفار کو پہنچایا تھا اور اس پر اتفاق ہے کہ غزوۂ بدر میں ستر کفار کو قتل کیا اور ستر ہی قیدی بنائے گئے تھے۔ کفار کا یہ نقصان، احد کے وقت مسلمانوں کے نقصان سے دوگنا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے اور جن مؤرخین نے ان کی تعداد ستر سے کم وبیش بتائی ہے وہ حقیقت پر مبنی نہیں۔[2] واللہ أعلم.

٣٩٨٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ يَزِيدَ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ، وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِي آتَانَا بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ». [راجع: ٣٦٢٢]

[3987] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''اچانک خیر و برکت وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں غزوۂ اُحد کے بعد عطا فرمائی اور خلوص عمل کا ثواب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بدر کی لڑائی کے بعد عطا فرمایا۔''

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب میں دیکھا کہ گائے کو ذبح کیا جا رہا ہے اور ایک آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کے ہاں خیر و برکت ہے۔[3] اس حدیث میں خواب کی تعبیر بیان ہوئی ہے کہ گائے کے ذبح ہونے سے مراد وہ مصیبت ہے جو مسلمانوں کو اُحد کی لڑائی میں برداشت کرنی پڑی اور لفظ خیر کی تعبیر وہ خیر و برکت تھی جو بدر ثانی میں لوگوں کو پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل مضبوط کیے، حالانکہ ان سے کہا گیا تھا کہ لوگ تمھارے خلاف لڑنے کے لیے جمع ہوئے ہیں تو اس میں ان کا ایمان مزید مضبوط ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔[4] ② اس خیر کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ خیر سے مراد وہ شہادت کا درجہ ہے جو مسلمانوں میں سے خوش قسمت حضرات کو نصیب ہوا اور ثواب الصدق سے مراد وہ صلہ ہے جو اللہ تعالیٰ

① آل عمران 3:165. ② فتح الباري: 384/7. ③ صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3622. ④ آل عمران 3:173.

نے میدان بدر میں فتح کی صورت میں عنایت فرمایا، بہرحال مسلمان ہر صورت میں خیر و برکت کا مالک ہوتا ہے کیونکہ غازی و شہید ہر دو نام اس کے لیے صد عزو شرف کا باعث ہیں۔

٣٩٨٨ - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: إِنِّي لَفِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ إِذِ الْتَفَتُّ فَإِذَا عَنْ يَمِينِي وَعَنْ يَسَارِي فَتَيَانِ حَدِيثَا السِّنِّ فَكَأَنِّي لَمْ آمَنْ بِمَكَانِهِمَا، إِذْ قَالَ لِي أَحَدُهُمَا سِرًّا مِّنْ صَاحِبِهِ: يَا عَمِّ! أَرِنِي أَبَا جَهْلٍ، فَقُلْتُ: يَا ابْنَ أَخِي وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: عَاهَدْتُ اللهَ إِنْ رَأَيْتُهُ أَنْ أَقْتُلَهُ أَوْ أَمُوتَ دُونَهُ، فَقَالَ لِيَ الْآخَرُ سِرًّا مِّنْ صَاحِبِهِ مِثْلَهُ، قَالَ: فَمَا سَرَّنِي أَنِّي بَيْنَ رَجُلَيْنِ مَكَانَهُمَا، فَأَشَرْتُ لَهُمَا إِلَيْهِ، فَشَدَّا عَلَيْهِ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتّٰى ضَرَبَاهُ، وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ.

[راجع: ٣١٤١]

[3988] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں غزوۂ بدر میں صف بستہ تھا۔ اس دوران میں میں نے مڑ کر دیکھا کہ میرے دائیں بائیں دو کمسن لڑکے کھڑے ہیں تو گویا (اپنے دائیں اور بائیں) ان دو (نوعمر لڑکوں) کے ہونے کی وجہ سے میرا اطمینان جاتا رہا (اور میں دل میں ڈر ہی رہا تھا) کہ اتنے میں ان میں سے ایک نے چپکے سے پوچھا تا کہ اس کا ساتھی نہ سن سکے: اے چچا! مجھے ابوجہل دکھاؤ۔ میں نے اسے کہا: اے بھتیجے! تو ابوجہل کو کیا کرے گا؟ اس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے قتل کر کے رہوں گا یا خود اپنی جان کا نذرانہ اللہ کے حضور پیش کر دوں گا۔ پھر مجھے دوسرے نے بھی چپکے سے اپنے ساتھی کو بے خبر رکھتے ہوئے اس طرح کہا، چنانچہ اس وقت مجھے ان دونوں جوانوں کے درمیان کھڑے ہو کر بہت خوشی ہوئی۔ میں نے اشارے سے انھیں ابوجہل دکھایا تو وہ دیکھتے ہی ابوجہل پر باز کی طرح جھپٹے اور اس کا کام تمام کر دیا اور وہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔

فوائد و مسائل: ① ان دونوں بچوں کا نام معاذ اور معوذ تھا۔ انھوں نے پہلے ہی یہ عہد کیا تھا کہ ابوجہل ہمارے رسول ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، اس لیے ہم اسے ختم کر کے ہی رہیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عزم کو پورا کر دیا لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ یہ دونوں کمسن بچے ہیں جو بوقت ضرورت مجھے دشمن سے نہیں بچا سکیں گے۔ ② بعض حضرات نے یہ معنی کیے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ انھیں پہچانتے نہیں تھے، اسی لیے انھیں ڈر پیدا ہوا کہ شاید وہ دشمن ہیں، لیکن یہ معنی صحیح معلوم نہیں ہوتے کیونکہ دشمن اس طرح کھڑا نہیں ہوتا بلکہ پہلے معنی ہی صحیح ہیں کہ نوخیز ہونے کی وجہ سے انھیں تردد ہوا کہ اگر یہ دونوں بھاگ کھڑے ہوئے تو میں اکیلا رہ جاؤں گا یا دشمن کے حملے کے وقت میرا دفاع نہیں کر سکیں گے جیسا کہ ایک روایت میں وضاحت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خیال پیدا ہوا، میری دونوں طرف دو بچے ہیں، اس لیے دشمن

مجھ پر حملہ کر دے گا اور یہ دونوں میرا دفاع نہیں کر سکیں گے۔[1] ③ ان دونوں بچوں کو باز سے تشبیہ دی کیونکہ اس میں وصف شجاعت اور شکار کو جھپٹ لینا پایا جاتا ہے، اسی طرح یہ دونوں ابوجہل پر جھپٹ پڑے حتی کہ اسے ہلاک کر دیا۔

٣٩٨٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَشَرَةً عَيْنًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهَا عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُو لِحْيَانَ، فَنَفَرُوا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِّنْ مِّائَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِي مَنْزِلٍ نَزَلُوهُ فَقَالُوا: تَمْرُ يَثْرِبَ، فَاتَّبَعُوا آثَارَهُمْ فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَّأَصْحَابُهُ لَجَؤُوا إِلٰى مَوْضِعٍ فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوا لَهُمْ: انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ، وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا. فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: أَيُّهَا الْقَوْمُ! أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، اَللّٰهُمَّ! أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ ﷺ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا وَّنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ: خُبَيْبٌ، وَّزَيْدُ ابْنُ الدَّثِنَةِ، وَرَجُلٌ آخَرُ.

[3989] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور بنوزہرہ کے حلیف حضرت عمرو بن جاریہ ثقفی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے دس جاسوس بھیجے اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا جو عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا ہیں۔ جب یہ لوگ عسفان اور مکہ کے درمیان مقام ہدہ پر پہنچے تو بنو ہذیل کے ایک قبیلے کو ان کے آنے کی اطلاع مل گئی۔ اس قبیلے کا نام بنولحیان تھا۔ اس قبیلے کے سو تیر انداز ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاش میں نکلے اور ان کے نشانات قدم کو دیکھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ آخر کار اس جگہ پہنچ گئے جہاں بیٹھ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کھجوریں کھائی تھیں۔ انھوں نے گٹھلیاں دیکھ کر کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں۔ اب وہ ان کے نشانات قدم پر چلتے رہے۔ جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے انھیں دیکھا تو انھوں نے ایک اونچی جگہ پر پناہ لی۔ انھوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور کہا کہ نیچے اترو اور خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمھارے کسی آدمی کو بھی ہم قتل نہیں کریں گے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ساتھیو! میں ہرگز کسی کافر کی ذمہ داری پر نہیں اتروں گا۔ پھر انھوں نے دعا کی: ”اے اللہ! اپنے نبی ﷺ کو ہمارے حالات کی خبر دے۔“ پھر کافروں نے انھیں تیر مارنا شروع کر دیے حتی کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ بعد میں ان کے عہد و پیمان پر تین شخص نیچے اترے۔ یہ حضرات حضرت خبیب، زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما اور ایک تیسرے صحابی تھے۔

---

[1] صحيح البخاري، فرض الخمس، حديث: 3141، و فتح الباري: 385/7.

فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا، قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَاللّٰهِ لَا أَصْحَبُكُمْ، إِنَّ لِي بِهٰؤُلَاءِ أُسْوَةً، - يُرِيدُ الْقَتْلٰى - فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ فَأَبٰى أَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَانْطُلِقَ بِخُبَيْبٍ وَّزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتّٰى بَاعُوهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتّٰى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ، فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ، فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَّهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ عَنْهُ حَتّٰى أَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ وَالْمُوسٰى بِيَدِهِ، قَالَتْ: فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ، فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ، قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ، وَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَّأْكُلُ قِطْفًا مِّنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ، وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ، وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ، وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَيْبًا، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسِبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُّ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَّاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَّلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا، ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ:

قبیلے والوں نے جب ان تینوں پر قابو پا لیا تو ان کی کمانوں سے تانتیں اتار کر ان کے ساتھ انھیں مضبوط باندھ دیا۔ تیسرے شخص نے کہا: یہ تمھاری پہلی عہد شکنی ہے۔ میں تمھارے ساتھ کبھی نہیں جا سکتا۔ میرے لیے ان مقتول ساتھیوں کی زندگی نمونہ ہے۔ کفار نے انھیں گھسیٹنا شروع کیا اور زبردستی کی لیکن وہ کسی طرح ان کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئے، چنانچہ وہ حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے گئے اور انھیں فروخت کر دیا اور یہ بدر کی لڑائی کے بعد کا واقعہ ہے۔ حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خرید لیا کیونکہ انھوں ہی نے حارث بن عامر کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کچھ دنوں تک ان کے ہاں قید رہے۔ آخر انھوں نے ان کے قتل کو آخری شکل دی۔ ان دنوں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کی ایک لڑکی سے استرہ مانگا تاکہ اپنے زیر ناف بال صاف کر لیں۔ اس نے استرہ دے دیا۔ اتفاق سے اس کا ایک چھوٹا سا بیٹا (کھیلتے کھیلتے) حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا جبکہ وہ اس سے بے خبر تھی۔ جب وہ ان کی طرف آئی تو دیکھا کہ انھوں نے اس (بچے) کو اپنی ران پر بٹھایا ہوا ہے اور استرہ ان کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت گھبرائی۔ اس نے کہا: میری گھبراہٹ کو محسوس کر کے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: تمھیں اندیشہ ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا۔ تم یقین رکھو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ اس خاتون نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! ایک دن میں نے انھیں دیکھا کہ اپنے ہاتھ میں خوشۂ انگور لیے ان کو کھا رہے ہیں، حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں مکہ میں کوئی پھل بھی نہیں تھا۔ وہ تو اللہ کا بھیجا ہوا رزق تھا جو اس نے

خبیب کو عطا فرمایا تھا۔ پھر بنو حارث انھیں قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو۔ انھوں نے مہلت دے دی تو انھوں نے دو رکعات ادا کیں، فراغت کے بعد کہا: اللہ کی قسم! اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں گھبرا گیا ہوں تو میں ضرور نماز لمبی کرتا۔ پھر انھوں نے دعا کی: ''اے اللہ! ان میں ایک ایک کو تباہی سے دوچار کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ۔'' پھر یہ اشعار پڑھے:

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

جب مسلمان ہوتے دنیا سے چلوں
مجھ کو کیا غم کون سی کروٹ گروں
میرا مرنا ہے اللہ کی ذات میں
وہ اگر چاہے نہ ہوں گا میں زبوں
تن جو ٹکڑے ٹکڑے اب ہو جائے گا
اس کے جوڑوں میں وہ برکت دے فزوں

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُو سَرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ.

اس کے بعد ابو سروعہ عقبہ بن حارث ان کی طرف بڑھا اور انھیں شہید کر دیا۔

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلَاةَ. وَأَخْبَرَ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا خَبَرَهُمْ، وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيمًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِّثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَّقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا.

حضرت خبیب ہی نے مسلمانوں کے لیے طریقہ جاری کیا کہ قید کر کے قتل کیا جائے تو نماز ادا کرنے کی سنت ادا کرے۔ ادھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جس دن شہید ہوئے تھے اسی دن نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان کی خبر دے دی تھی۔ جب قریش کے کچھ لوگوں کو خبر ہوئی کہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں تو انھوں نے چند آدمی بھیجے کہ وہ ان کی لاش سے کچھ کاٹ کر لائیں، جس سے انھیں پہچانا جا سکے کیونکہ انھوں نے قریش کے بڑے سرداروں میں سے ایک سردار کو (بدر میں) قتل کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے بادل کی طرح شہد کی مکھیوں کی ایک فوج

بھیج دی، چنانچہ انھوں نے کسی کو بھی ان کی لاش کے قریب نہ آنے دیا اور وہ ان کے جسم سے کچھ کاٹنے پر قادر نہ ہو سکے۔

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: ذَكَرُوا مُرَارَةَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيَّ، وَهِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ، رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا. [راجع: ٣٠٤٥]

حضرت کعب بن مالک نے کہا: مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی دونوں نیک بزرگ تھے جو بدر میں شریک ہوئے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے جن دس آدمیوں کو بطور جاسوس بھیجا ان میں سے سات کے نام یہ ہیں: مرثد بن ابومرثد غنوی، خالد بن بکیر، معتب بن عبید، خبیب بن عدی، زید بن دثنہ، عبداللہ بن طارق اور ان کے امیر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ باقی تین حضرات کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ شاید وہ ان کے خدمت گزار ہوں گے، اس لیے ان ناموں کے متعلق توجہ نہیں دی گئی۔[1] ان میں سے سات تو وہیں شہید ہو گئے اور باقی دو کو مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیا گیا۔ زید بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا اور اپنے باپ کے بدلے میں انھیں شہید کیا اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا کیونکہ ان کے باپ حارث کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن قتل کیا تھا۔ انھوں نے اپنے باپ کے بدلے میں انھیں شہید کیا۔[2] ② چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد شہدائے بدر کے فضائل بیان کرنا ہے اور اس روایت میں ہے کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے قریش کے بڑے سرداروں میں سے ایک سردار کو قتل کیا تھا، اس لیے کفار قریش نے ان سے انتقام لیا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں محفوظ رکھا۔ ایک روایت میں صراحت ہے کہ بدر کے دن ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا۔[3] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے عقبہ بن ابی معیط کو گرفتار کر کے قتل کیا تھا۔[4] ③ حدیث کے آخر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ہے اگرچہ اس حصے کا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے واقعے سے کوئی تعلق نہیں، تاہم حدیث کے اس حصے سے ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت مرارہ اور حضرت ہلال رضی اللہ عنہما بدری صحابی نہیں۔ سب سے پہلے جس نے انکار کیا وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت اثرم ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اس بنا پر انکار کیا ہے کہ اگر یہ دونوں بدری صحابی ہوتے تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان سے چشم پوشی کی جاتی لیکن یہ نص کے مقابلے میں قیاس کو پیش کرنا ہے۔ بہرحال اس حدیث میں صراحت ہے کہ وہ نیک اور بزرگ آدمی تھے جنھوں نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی تھی۔ اس سے ان کی مدح اور منقبت مقصود ہے۔[5] حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے متعلق دیگر تفصیلات ہم آئندہ بیان کریں گے۔ إن شاء الله.

٣٩٩٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ

[3990] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان سے ذکر کیا گیا کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ جو جنگ

---

[1] فتح الباري: 475/7. [2] فتح الباري: 477/7. [3] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4086. [4] فتح الباري: 387/7.

[5] فتح الباري: 388/7.

عَنْهُمَا ذُكِرَ لَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَّكَانَ بَدْرِيًّا مَّرِضَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ، وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ.

بدر میں شریک تھے، جمعہ کے دن بیمار ہو گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سوار ہوئے اور ان کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے جبکہ سورج بلند ہو چکا تھا اور جمعہ کا وقت قریب تھا لیکن انھوں نے جمعہ نہ پڑھا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی اور ان کے بہنوئی ہیں۔ بہت مستجاب الدعوات تھے۔ ② انھیں براہ راست غزوۂ بدر میں شرکت کا موقع نہیں ملا لیکن انھیں بدری کہا جاتا ہے۔ انھیں اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے جاسوسی کے لیے کہیں بھیجا تھا۔ وہ غزوۂ بدر کے بعد اپنی مہم سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں مال غنیمت سے حصہ دیا، گویا یہ حکمی طور پر بدری ہیں۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے جمعہ کے دن سفر شروع کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لیے جمعہ کے دن اپنے سفر کا آغاز کیا۔ اس عذر کی وجہ سے انھوں نے جمعہ ادا نہ کیا کیونکہ انھیں مجبوری لاحق تھی۔ ہاں، اگر جمعے کا وقت ہو چکا ہو تو سفر جائز نہیں۔ پہلی صورت میں بھی صرف جواز ہے، البتہ ترک اولیٰ ضرور ہے۔ واللہ أعلم.

٣٩٩١ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَّدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلُهَا عَنْ حَدِيثِهَا، وَعَنْ مَّا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ. فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ إِلَى عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ، أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ - وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا - فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ، فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ، فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِّفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ، رَجُلٌ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ، فَقَالَ لَهَا:

[3991] حضرت عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے، انھوں نے عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری کو خط لکھا کہ وہ حضرت سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں اور ان سے اس واقعے کی تفصیلات پوچھیں جو انھیں پیش آیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے انھیں کیا جواب دیا تھا جب انھوں نے فتویٰ طلب کیا تھا؟ چنانچہ عمر بن عبداللہ بن ارقم نے عبداللہ بن عتبہ کے جواب میں لکھا کہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا ہے کہ وہ سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کا تعلق بنو عامر بن لؤی سے تھا اور وہ بدر کی جنگ میں شرکت کرنے والوں میں سے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان (سعد بن خولہ) کی وفات ہوئی جبکہ وہ (سبیعہ اسلمیہ) اس وقت حاملہ تھیں۔ ان کی وفات کے کچھ دن بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ جب نفاس کے ایام سے فارغ ہوئیں تو نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے لیے انھوں نے اچھے کپڑے زیب تن کیے۔ اس دوران میں قبیلۂ بنو عبدالدار کے ایک شخص

مَا لِي أَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ؟ تُرَجِّينَ النِّكَاحَ؟ فَإِنَّكِ وَاللهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتّٰى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَّعَشْرٌ، قَالَتْ سُبَيْعَةُ: فَلَمَّا قَالَ لِي ذٰلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي.

حضرت ابوسنابل بن بعکک رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا: میرا خیال ہے کہ نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے تم نے زینت کی ہے؟ کیا نکاح کرنے کا پروگرام ہے؟ اللہ کی قسم! تم اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتیں جب تک (عدتِ وفات کے) چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔ حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ابوسنابل رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ بات کی تو میں نے شام ہوتے ہی اپنے کپڑے پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ''وضع حمل کے بعد تم اپنی عدت پوری کر چکی ہو اور اگر چاہو تو نکاح کر سکتی ہو۔''

تَابَعَهُ أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: وَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: حَدَّثَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰى بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ: أَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ، وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا أَخْبَرَهُ. [انظر: ٥٣١٩]

اصبغ نے اس روایت کی متابعت کی ہے۔ انھوں نے اپنی سند بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ محمد بن ایاس بن بکیر نے انھیں بتایا ہے کہ ان کے باپ حضرت ایاس بن بکیر نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا بدری ہونا مذکور ہے، نیز حضرت لیث بن سعد کے اثر کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کبیر میں مکمل تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس مقام پر صرف ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ کے بدری ہونے پر اکتفا کیا کیوں کہ اتنا بیان کرنا ہی مقصود تھا۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، اس کے بعد وہ اگر چاہے تو نکاح کر سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اگر حاملہ عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور اسے غسل دیا جا رہا ہو اور ابھی وہ تختۂ غسل پر ہو اور عورت بچہ جنم دے دے تو اس کی عدتِ وفات ختم ہو جاتی ہے، اسے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔[1]

(١١) بَابُ شُهُودِ الْمَلَائِكَةِ بَدْرًا

باب: 11- فرشتوں کا جنگ بدر میں حاضر ہونا

٣٩٩٢ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ

[3992] سیدنا رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک تھے،

1. عمدة القاري: 42/12.

ابْنِ رَافِعِ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ؟» قَالَ: مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، قَالَ: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ. [انظر: ٣٩٩٤]

انھوں نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے پاس آ کر پوچھا: آپ اہل بدر کو اپنے ہاں کیا مقام دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔'' یا اس کی مانند کوئی کلمہ ارشاد فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اسی طرح وہ فرشتے جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے وہ بھی دیگر فرشتوں سے افضل ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ افضیلت کا حصول، غزوۂ بدر میں شرکت کی وجہ سے ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اگرچہ فرشتے دوسری جنگوں میں بھی شریک ہوئے تھے، لیکن غزوۂ بدر میں انھوں نے باقاعدہ لڑائی کی اور وہ دیگر فرشتوں سے افضل قرار پائے۔ ③ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کے شامل ہونے کی بشارت دی، پھر تین ہزار کی، جب گھبراہٹ ہوئی تو پانچ ہزار فرشتوں کے شامل ہونے کی خوشخبری دی، جبکہ ایک فرشتہ ہی ان کا کام تمام کرنے کے لیے کافی تھا، تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی اور انسانی شکل میں فرشتے بھیج کر ان کی مدد فرمائی۔ ④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فرشتوں کے ہاتھوں جو کافر مارے جاتے وہ دوسرے مقتولوں سے مختلف ہوتے تھے۔ ان کی گردنوں اور جوڑوں پر داغ ہوتے تھے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مسلمان کافر کو مارنے کے لیے دوڑ رہا تھا، اتنے میں اس پر کوڑا برسنے کی آواز آئی اور کافر گرتے ہی مر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تیسرے آسمان سے اللہ کی مدد آئی تھی۔''①

٣٩٩٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ مُّعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، وَكَانَ رَافِعٌ مِّنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ، فَكَانَ يَقُولُ لِابْنِهِ: مَا يَسُرُّنِي أَنِّي شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ. قَالَ: سَأَلَ جِبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ بِهٰذَا.

[3993] حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے تھے جبکہ (ان کے والد) حضرت رافع رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ کرنے والوں میں موجود تھے، وہ اپنے بیٹے (حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ) سے کہا کرتے تھے کہ بیعت عقبہ کی حاضری کے مقابلے میں مجھے بدر کی حاضری سے اتنی خوشی نہیں ہوئی۔ انھوں نے بیان کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور ان کے والد گرامی حضرت رافع رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ بعض اوقات باپ بیٹے میں مباحثہ شروع ہو جاتا کہ ان میں سے افضل کون ہے؟ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ عقبۂ ثانیہ کی بیعت افضل عمل ہے کیونکہ یہ بیعت، اسلام کی نشر و اشاعت اور رسول اللہ ﷺ کی کامیابی کا باعث تھی، گویا اسلام

① فتح الباري: 390/7، و صحيح مسلم، الجهاد، حديث: 4588 (1763).

کی بنیاد یہ ہے جبکہ ان کے بیٹے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ غزوۂ بدر میں شمولیت افضل عمل ہے کیونکہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی صریح نص موجود ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔[1] ② بہرحال اس مباحثے میں حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ حق بجانب تھے کیونکہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا فرمان تھا اور اس میں اجتہاد یا قیاس آرائی کو دخل نہ تھا جبکہ ان کے باپ کا موقف اجتہاد پر مبنی تھا۔ ③ اگرچہ بیعت عقبہ اسلام کی نشرواشاعت کی بنیاد ہے لیکن بعض اوقات فرع اپنی اصل سے بڑھ جاتی ہے جیسا کہ علم وفضل میں بعض اوقات شاگرد اپنے استاد سے بڑھ جاتا ہے۔

٣٩٩٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ: أَخْبَرَنَا يَحْيٰى: سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ: أَنَّ مَلَكًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ. وَعَنْ يَحْيَى أَنَّ يَزِيدَ ابْنَ الْهَادِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَهُ يَوْمَ حَدَّثَهُ مُعَاذٌ هٰذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ يَزِيدُ: فَقَالَ مُعَاذٌ: إِنَّ السَّائِلَ هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. [راجع: ٣٩٩٢]

[3994] حضرت معاذ بن رفاعہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک فرشتے نے نبی ﷺ سے سوال کیا۔ (راوئ حدیث) حضرت یحییٰ کہتے ہیں کہ جس دن معاذ بن رفاعہ انھیں یہ حدیث بیان کر رہے تھے وہ یزید بن ہاد کے ہمراہ تھے۔ یزید نے کہا: معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (رسول اللہ ﷺ سے) سوال کرنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید بن ہاد نے یحییٰ کو خبر دی کہ جس دن معاذ نے تمھیں حدیث بیان کی اس دن میں بھی تمھارے ساتھ تھا۔ یزید نے یہ بھی بیان کیا کہ معاذ نے سائل کا نام لیا تھا لیکن یحییٰ بھول گئے۔ انھیں یاد نہیں رہا۔ وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ ② سوال کیا تھا اس کا ذکر حدیث: 3992 میں ہو چکا ہے۔ واللہ أعلم.

٣٩٩٥ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ: «هٰذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ». [انظر: ٤٠٤١]

[3995] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: ''یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو اپنے گھوڑے کا سر تھامے لڑائی کے لیے ہتھیار لگائے ہوئے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سرخ گھوڑے پر سوار تھے جس کی پیشانی کے بال گندھے ہوئے تھے۔ زرہ پہنے اور گرد وغبار سے اٹے ہوئے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے جدا نہ ہوں حتی کہ آپ راضی ہو جائیں، کیا آپ خوش ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، میں راضی ہوں۔'' ابن اسحاق سے روایت ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کو اونگھ آئی پھر بیدار ہوئے تو فرمایا: ''اے ابوبکر! تمھیں خوشخبری ہو کہ تمھارے پاس اللہ کی مدد آ گئی ہے۔ یہ جبرئیل علیہ السلام اپنے گھوڑے کی

---

① فتح الباري: 390/7.

لگام تھامے ہوئے ہیں۔"[1] ② اس جنگ میں فرشتوں کے اترنے میں یہ حکمت تھی کہ مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنا مقصود تھا جیسا کہ قرآن کریم نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فرشتوں کی شمولیت اس لیے تھی کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمھارے دل مطمئن ہو جائیں۔"[2] ویسے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے پر سے مشرکین کو تہس نہس کر سکتے تھے لیکن ایسا کرنا عام عادت کے خلاف تھا۔ واللہ أعلم.

(١٢) بَابٌ :	باب: 12 - بلاعنوان

وضاحت: اس باب کا کوئی عنوان نہیں۔ اس طرح کے ابواب، سابقہ عنوان کا تکملہ اور تتمہ ہوتے ہیں، چنانچہ اس باب میں غزوۂ بدر کے متعلقات اور اس میں شرکت کرنے والوں کا ذکر ہوگا۔

٣٩٩٦ - حَدَّثَنِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَاتَ أَبُو زَيْدٍ وَلَمْ يَتْرُكْ عَقِبًا وَكَانَ بَدْرِيًّا. [راجع: ٣٨١٠]

[3996] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ابوزید رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کی اولاد نہیں تھی اور وہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

فائدہ: ابوزید کا نام قیس بن سکن ہے۔ انصاری اور خزرجی ہیں۔ جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن جمع کیا تھا ان میں وہ بھی تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔ ان کی کنیت نام پر غالب ہے۔ لاولد فوت ہوئے تھے۔ ایک روایت کے مطابق انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی جائیداد کے وارث بنے تھے۔[3] انھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی، اس وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔[4]

٣٩٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ: أَنَّ أَبَا سَعِيدِ بْنَ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ أَهْلُهُ لَحْمًا مِّنْ لُّحُومِ الْأَضْحَى، فَقَالَ: مَا أَنَا بِآكِلِهِ حَتَّى أَسْأَلَ، فَانْطَلَقَ إِلَى أَخِيهِ لِأُمِّهِ - وَكَانَ بَدْرِيًّا - قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: إِنَّهُ حَدَثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ، نَقْضٌ لِّمَا

[3997] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر سے واپس آئے تو ان کے اہل خانہ نے قربانی کا گوشت انھیں پیش کیا۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ گوشت میں نہیں کھاؤں گا یہاں تک کہ میں اس کے متعلق پوچھ لوں (تسلی کر لوں)، چنانچہ وہ اپنے مادری بھائی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جو بدری تھے اور ان سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ تمھارے جانے کے بعد حکم منسوخ ہو گیا جس میں قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانا منع کیا

① السيرة النبوية لابن هشام: 626/1، و فتح الباري: 390/7. ② آل عمران 3:126. ③ صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث: 5004. ④ فتح الباري: 392/7.

كَانُوا يُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ أَكْلِ لُحُومِ الْأَضْحٰى بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ. [انظر: ٥٥٦٨]

گیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔ ② ان کی آنکھ ایک جنگ میں تیر لگنے سے خراب ہوگئی تو وہ اسے ہتھیلی پر رکھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی: اللہ کے رسول! میں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہوں، اگر اس نے یہ دیکھ لیا تو اندیشہ ہے کہ وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو اس کی جگہ پر رکھ دیا اور ہتھیلی سے اسے دبا دیا۔ اس کی بینائی دوسری آنکھ سے اچھی تھی، نیز آپ نے ان کے لیے جنت کی دعا بھی کی۔[1] ③ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ 23 ہجری کو فوت ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کی قبر میں اترے۔[2] ④ فقر وفاقہ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت کی تھی۔ جب کشادگی آئی تو ممانعت کو ختم کر دیا گیا لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا۔ انھیں اپنے بھائی قتادہ رضی اللہ عنہ سے نیا حکم معلوم ہوا۔ واللہ أعلم.

٣٩٩٨ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ الزُّبَيْرُ: لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ مُدَجَّجٌ لَّا يُرٰى مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ وَهُوَ يُكْنٰى أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهُ فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ. قَالَ هِشَامٌ: فَأُخْبِرْتُ أَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ: لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِي عَلَيْهِ ثُمَّ تَمَطَّأْتُ فَكَانَ الْجَهْدَ أَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنٰى طَرَفَاهَا، قَالَ عُرْوَةُ: فَسَأَلَهُ إِيَّاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَخَذَهَا، ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، فَلَمَّا قُبِضَ أَبُو بَكْرٍ سَأَلَهَا إِيَّاهُ عُمَرُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ،

[3998] حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوا جو ہتھیاروں سے لیس تھا۔ اس کی صرف دو آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ اس کی کنیت ابو ذات کرش تھی۔ اس نے کہا: میں ابو ذات کرش ہوں۔ میں نے برچھے سے اس پر حملہ کیا اور اس کی آنکھوں پر ایسا تاک کر مارا کہ وہ تاب نہ لاکر مر گیا۔ ہشام کہتے ہیں: مجھے خبر دی گئی کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھا اور زور لگا کر پوری طاقت سے برچھا نکالا جبکہ اس کے دونوں کنارے ٹیڑھے ہو چکے تھے۔ عروہ نے کہا: وہ برچھا رسول اللہ ﷺ کے طلب کرنے پر انھوں نے آپ کو دے دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو انھوں نے وہ برچھا واپس لے لیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مانگنے پر انھیں دے دیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مانگ لیا تو انھیں دے دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

[1] مسند أبي يعلى: 120/3. [2] عمدة القاري: 47/12.

فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتّٰى قُتِلَ.

شہادت ہوئی تو انھوں نے واپس لے لیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے ان سے مانگا تو انھوں نے دے دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ برچھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ہاتھ لگا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے واپس لے کر اپنے پاس رکھا جو ان کی شہادت تک ان کے پاس رہا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک کارنامے کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔ ② زبیر رضی اللہ عنہ نے وہ نیزہ اتنے زور سے مارا تھا کہ اس کی آنکھ کی سخت ہڈی سے آگے گزر گیا، جسے پوری طاقت سے کھینچا گیا تو وہ ٹیڑھا ہو گیا۔ اسے تبرک کے طور پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء نے اپنے پاس رکھا، پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے پاس رکھا۔ ان کی شہادت کے بعد ان کا تمام ساز و سامان عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا دیا گیا۔ ممکن ہے کہ یہ تاریخی نیزہ اسی سامان کے ساتھ وہاں پہنچا دیا گیا ہو۔ واللہ أعلم.

٣٩٩٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِذُ اللهِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بَايِعُونِي». [راجع: ١٨]

[3999] حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو غزوۂ بدر میں شریک تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری بیعت کرلو۔''

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس غرض سے بیان کیا ہے کہ اس میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے غزوۂ بدر میں شریک ہونے کا ذکر ہے۔ ② یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ انھوں نے عقبہ ثانیہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی۔ اس حدیث میں اسی بیعت کی طرف اشارہ ہے۔

٤٠٠٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَبَنّٰى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ - وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ

[4000] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ انھوں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اپنا لے پالک بنایا اور اپنی بھتیجی ہند بنت ولید سے اس کا نکاح کر دیا جبکہ وہ ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام

مِّنَ الْأَنْصَارِ - كَمَا تَبَنّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ زَيْدًا. وَكَانَ مَنْ تَبَنّٰى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِيرَاثَهُ حَتّٰى أَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ ﴾ [الأحزاب:٥] فَجَاءَتْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. [انظر: ٥٠٨٨]

تھے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ زمانۂ جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جسے لے پالک قرار دیا جاتا لوگ اسے اس (نقلی باپ) کی طرف منسوب کرتے تھے۔ وہ اس (نقلی باپ) کا وارث بھی ہوتا تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ”منہ بولے بیٹوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی نسبت سے پکارو......“ حضرت سہلہ ؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں......اس کے بعد ایک طویل حدیث کا ذکر ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت ابوحذیفہ ؓ کے غزوۂ بدر میں شریک ہونے کا ذکر ہے۔ ② ان کا بھائی ولید بن عتبہ اس جنگ میں مارا گیا تھا لیکن حضرت ابوحذیفہ ؓ نے اسلام قبول کیا اور یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ ان کی زوجۂ محترمہ حضرت سہلہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: سالم ؓ جوان ہو گئے ہیں، اس بنا پر ان کے گھر رہنے سے حضرت ابوحذیفہ ؓ کے دل میں کچھ وسواس پیدا ہوتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اسے دودھ پلانے کا حکم دیا تھا۔ اس کی مکمل تفصیل کتاب النکاح، حدیث: 5088 کے تحت بیان ہوگی۔ ان کا پورا نام سہلہ بنت سہیل ؓ ہے۔ یہ وہ سہلہ نہیں جنھوں نے حضرت سالم ؓ کو آزاد کیا تھا کیونکہ وہ انصار خاندان سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ ان کا تعلق قریش سے ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠٠١ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي وَجُوَيْرِيَاتٌ يَّضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ حَتّٰى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَّعْلَمُ مَا فِي غَدٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَقُولِي هٰكَذَا، وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ». [انظر: ٥١٤٧]

[4001] حضرت خالد بن ذکوان سے روایت ہے، وہ ربیع بنت معوذ ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری شب زفاف کی صبح کو میرے پاس نبی ﷺ تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جس طرح تم بیٹھے ہو۔ کچھ بچیاں اس وقت دف بجا رہی تھیں اور میرے ان آباء و اجداد کے اوصاف گا رہی تھیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک بچی گاتے گاتے کہنے لگی: ہم میں ہے ایک نبی جو جانتا ہے کل کی بات۔ اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس طرح نہ کہو بلکہ اس طرح کہو جس طرح پہلے کہہ رہی تھی۔“

فوائد و مسائل: ① غزوۂ بدر میں حضرت ربیع ؓ کے والد حضرت معوذ ؓ، ان کے چچا عوف یا معاذ دونوں شہید ہو گئے تھے۔ انصار کی بچیاں دف بجا کر ان کی بہادری کے کارنامے گا رہی تھیں تاکہ سننے والوں میں جوش و جذبہ پیدا ہو۔ عنوان سے یہی

مناسبت ہے۔ ② اس حدیث سے خوشی کے موقع پر دف بجانے اور ترانے گانے کا جواز ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ گانے والی معروف گلوکارہ نہ ہو بلکہ چھوٹی بچیاں ہوں اور ایسے اشعار پڑھے جائیں جو بہادری اور شجاعت پر مشتمل ہوں۔ یہ یاد رہے کہ عشقیہ غزلیات اور خلاف شریعت مضامین گانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ چونکہ ایک شعر سے رسول اللہ ﷺ کا عالم غیب ہونا ظاہر ہو رہا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا کیونکہ عالم الغیب صرف ایک اللہ ہے۔ جو لوگ نبی ﷺ کو غیب دان کہتے ہیں وہ آپ سے محبت نہیں بلکہ عداوت کرتے ہیں کیونکہ وہ آپ کو اللہ کے برابر لانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

٤٠٠٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَّلَا صُورَةٌ»، يُرِيدُ التَّمَاثِيلَ الَّتِي فِيهَا الْأَرْوَاحُ. [راجع: ٣٢٢٥]

[4002] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابوطلحہ ؓ نے بتایا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی لڑائی میں شریک تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا کوئی تصویر ہو۔'' ان کی مراد کسی جاندار کی تصویر تھی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ ؓ کا غزوۂ بدر میں شریک ہونے کا بیان ہے۔ ② دیگر احادیث کی روشنی میں رکھوالی اور نگرانی کا کتا، کھیتی اور جانوروں کی حفاظت کرنے والا اور شکاری کتا رکھنے کی اجازت ہے لیکن رحمت کا فرشتہ پھر بھی داخل نہیں ہوگا کیونکہ کتا نجس ہے اور اس سے بدبو آتی ہے اور گندی بو سے فرشتے بھاگتے ہیں۔ ③ تصاویر کے متعلق بھی کچھ گنجائش ہے بشرطیکہ وہ غیر جاندار کی ہوں یا اگر جاندار کی ہیں تو انھیں روندا جائے جیسا کہ قالین وغیرہ پر ہوتی ہیں جسے نیچے بچھایا جاتا ہے۔ بعض حضرات کا موقف ہے کہ اگرچہ ایسی تصاویر کی اجازت ہے مگر دخول ملائکہ نہیں ہوگا لیکن حضرت ابن عباس ؓ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تخصیص کے قائل ہیں۔ امام بخاری ؒ کا بھی یہی رجحان ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ: أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِّنْ

[4003] حضرت علی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ بدر کی غنیمت سے میرے حصے میں ایک اونٹنی آئی اور نبی ﷺ نے دوسری اونٹنی مجھے مال فے کے خمس سے عنایت فرمائی تھی۔ میں نے ارادہ کیا کہ سیدہ فاطمہ بنت نبی ﷺ کی رخصتی عمل میں لاؤں۔ میں نے بنوقینقاع کے

نَّصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْطَانِي مِمَّا أَفَاءَ اللهُ مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا فِي بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ فَأَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ فَنَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي، فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ، وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، حَتَّى جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُهُ فَإِذَا أَنَا بِشَارِفَيَّ قَدْ أُجِبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِينَ رَأَيْتُ الْمَنْظَرَ، قُلْتُ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ قَالُوا: فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَهُوَ فِي هٰذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، عِنْدَهُ قَيْنَةٌ وَّأَصْحَابُهُ، فَقَالَتْ فِي غِنَائِهَا: أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ.

ایک زرگر سے معاہدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے تا کہ ہم اذخر گھاس لائیں۔ میرا خیال تھا کہ اس گھاس کو سناروں کے پاس فروخت کر کے اس سے اپنی شادی کا ولیمہ کروں گا، چنانچہ میں نے دونوں اونٹنیوں کے لیے پالان، بوریاں اور رسیاں جمع کرنا شروع کر دیں جبکہ میری دونوں اونٹنیاں ایک انصاری شخص کے گھر کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب میں نے تمام سامان جمع کر لیا تو میں اپنی اونٹنیوں کے پاس آ کر کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے کوہان کاٹ دیے گئے ہیں اور ان کی کوکھیں چیر کر ان کی کلیجیاں نکال لی گئی ہیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھے اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہا۔ میں نے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب نے کیا ہے اور وہ اس گھر میں انصار کے ساتھ شراب نوشی میں مصروف ہیں۔ ایک گلوکارہ اور اس کے سازندے بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اس لونڈی نے اپنے گانے میں کہا: ؎ اے حمزہ! ان موٹی اونٹنیوں کا قصد کرو۔

فَوَثَبَ حَمْزَةُ إِلَى السَّيْفِ فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا. قَالَ عَلِيٌّ: فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ الَّذِي لَقِيتُ فَقَالَ: «مَا لَكَ؟» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ، عَدَا حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتَيَّ فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَّعَهُ شَرْبٌ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ

اچانک حمزہ اٹھے، تلوار ہاتھ میں لی اور ان کے کوہان کاٹ دیے اور ان کی کوکھیں چیر کر ان سے کلیجیاں نکال لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (فوراً) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ نبی ﷺ نے میری تکلیف کو بھانپ لیا۔ آپ نے پوچھا: ''اے علی! تجھے کیا ہوا ہے؟'' میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں پر دست درازی کی ہے۔ انھوں نے ان کے کوہان کاٹ دیے ہیں اور ان کی کوکھیں چیر دی ہیں۔ وہ اس گھر میں موجود ہیں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ

فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَأُذِنَ لَهُ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ، فَإِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ، مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ، فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي؟ فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرَى، فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ. [راجع: ٢٠٨٩]

شراب نوشی میں مصروف ہیں۔ نبی ﷺ نے اپنی چادر منگوائی، اسے زیب تن کیا اور چل پڑے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہو لیے حتی کہ آپ ﷺ اس مکان میں آئے جہاں حمزہ موجود تھے۔ آپ نے داخل ہونے کی اجازت مانگی جو اسی وقت دے دی گئی نبی ﷺ (اندر تشریف لے گئے اور) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کی کارگزاری پر ملامت کرنے لگے۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ حمزہ نشے میں دھت ہیں اور ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو دیکھا پھر نظر اونچی کی اور آپ کے گھٹنے دیکھے، پھر نظر اوپر اٹھائی اور آپ کا چہرہ دیکھا، پھر کہا: تم تو میرے باپ کے غلام ہو۔ نبی ﷺ جان گئے کہ ابھی وہ نشے کی حالت میں ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ الٹے پاؤں واپس ہوئے۔ پھر آپ وہاں سے تشریف لے آئے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ واپس آ گئے۔

فوائد و مسائل: ① اس روایت میں غزوۂ بدر کا تذکرہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غنیمت بدر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جوان اونٹنی دی تھی۔ ② حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا اور کہا وہ نشے کی حالت میں کیا اور کہا۔ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ یہ حرمت شراب سے پہلے کا واقعہ ہے۔[1] رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نشہ اترنے کے بعد ان اونٹنیوں کی قیمت ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دلوا دی تھی۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غزوۂ بدر کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی عمل میں آئی تھی۔

٤٠٠٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ: أَنْفَذَهُ لَنَا ابْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ، سَمِعَهُ مِنِ ابْنِ مَعْقِلٍ: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَبَّرَ عَلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، فَقَالَ: إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا.

[4004] حضرت عبداللہ بن معقل مزنی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے جنازے پر تکبیریں کہیں اور فرمایا: وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

فوائد و مسائل: ① تکبیرات تو تمام جنازوں میں کہی جاتی ہیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازے میں زیادہ تکبیریں کہیں اور زیادہ تکبیریں کہنے کی وجہ یہ بیان کی کہ انھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی اور انھیں اس وجہ سے خاص درجہ حاصل

---

① صحيح البخاري، المساقاة، حديث: 2375.

تھا۔ ② اگرچہ نماز جنازہ میں پانچ، چھ اور سات تکبیرات کہنے کا ذکر روایات میں آیا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل جنازے پر چار تکبیرات کہنے کا ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ ③ اس حدیث میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی غزوۂ بدر میں شرکت کا بیان ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔[1]

٤٠٠٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، تُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ - قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، قَالَ: سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَّ عَلَيَّ، حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا وَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا. [انظر: ٥١٢٢، ٥١٢٩، ٥١٤٥]

[4005] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ان اصحاب میں سے تھے جنھوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی اور وہ مدینہ میں فوت ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر تمھارا ارادہ ہو تو اپنی دختر حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کر دوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس پر غور کروں گا۔ پھر میں کئی راتیں ٹھہرا رہا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابھی میں یہی مناسب خیال کرتا ہوں کہ ان دنوں نکاح نہ کروں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا: اگر تم چاہو تو میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کر دوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ غصہ آیا، مگر میں چند راتیں ہی ٹھہرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا، اس پر میں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ پھر مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور انھوں نے کہا: شاید تم مجھ سے ناراض ہو گئے ہو کیونکہ تم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا اور میں نے خاموشی اختیار کرتے ہوئے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے کہا: ہاں مجھے رنج تو ہوا تھا۔ انھوں نے فرمایا: دراصل بات یہ تھی کہ مجھے تمھاری پیش کش قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہ تھا لیکن رسول اللہ

[1] فتح الباري: 394/7.

ﷺ نے (مجھ سے) حفصہ ؓ کا ذکر کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا راز فاش کرنا مجھے منظور نہ تھا۔ ہاں، اگر آپ ﷺ اپنا ارادہ ترک کر دیتے تو میں انھیں ضرور قبول کر لیتا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت خنیس بن حذافہ سہمی مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ پہلے انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ واپس ہوئے تو بدر میں شرکت کی۔ وہاں شدید زخمی ہو گئے۔ مدینہ طیبہ میں زخم کے شدت اختیار کرنے سے فوت ہو گئے۔ یہ حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے پچیس ماہ بعد حضرت حفصہ ؓ سے نکاح کیا۔ ② حضرت عمر ؓ کو حضرت ابوبکر ؓ کے متعلق زیادہ خفگی اس لیے ہوئی کہ حضرت عثمان ؓ نے پہلے اس معاملے پر غور وفکر کرنے کی مہلت طلب کی، پھر معذرت کر دی، جبکہ سیدنا ابوبکر ؓ نے سرے سے کوئی جواب ہی نہ دیا۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر ؓ سے تعلق خاطر بھی زیادہ تھا، اس لیے ناراضی بھی زیادہ ہوئی جو وضاحت کرنے سے ختم ہو گئی۔

٤٠٠٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ: سَمِعَ أَبَا مَسْعُودٍ الْبَدْرِيَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ صَدَقَةٌ». [راجع: ٥٥]

[4006] حضرت ابومسعود بدری ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''آدمی کا اپنی بیوی اور اولاد پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔''

٤٠٠٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي إِمَارَتِهِ: أَخَّرَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرَ - وَهُوَ أَمِيرُ الْكُوفَةِ - فَدَخَلَ أَبُو مَسْعُودٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ، - جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ، شَهِدَ بَدْرًا - فَقَالَ: لَقَدْ عَلِمْتَ نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَصَلَّى، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا أُمِرْتُ.

[4007] امام زہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے عروہ بن زبیر سے سنا جبکہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کے دورِ خلافت میں ان سے بیان کر رہے تھے کہ ایک دن حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ نے نماز عصر تاخیر سے پڑھی جبکہ وہ کوفہ کے گورنر تھے۔ ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری ؓ نے ان کے پاس جا کر انھیں کہا...... وہ زید بن حسن کے نانا اور بدر میں شریک تھے...... آپ جانتے ہیں کہ حضرت جبریل ؑ نازل ہوئے اور نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے مطابق پانچ نمازیں ادا کیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''مجھے اس طرح حکم ملا ہے۔''

كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ. [راجع: ٥٢١]

بشیر بن ابومسعود بھی اپنے والد سے یہ حدیث اسی طرح بیان کرتے تھے۔

٤٠٠٨ - حَدَّثَنَا مُوسٰى: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «الْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ».

[4008] حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات ہیں، جو کوئی انھیں رات کو پڑھے وہ اس کے لیے کافی ہیں۔''

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَّهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيهِ. [انظر: ٥٠٠٨، ٥٠٠٩، ٥٠٤٠، ٥٠٥١]

(راویٔ حدیث) حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے ان سے یہ حدیث پوچھی تو انھوں نے مجھے یہ حدیث بیان فرمائی۔

فوائد و مسائل: ① ان احادیث کے بیان سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، لیکن غزوۂ بدر میں شرکت کرنے کے متعلق کچھ اختلاف ہے۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ بدر میں مقیم ہونے کی بنا پر بدری ہیں، بدر کی جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے، لیکن صحیح موقف یہی ہے کہ وہ بدر کی جنگ میں شریک ہونے کی بنا پر بدری ہیں، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کردہ دوسری حدیث میں صراحت ہے کہ انھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی، نیز اثبات کی، نفی پر ترجیح ہوتی ہے۔ اس قاعدے کی بنا پر ان کی غزوۂ بدر میں شرکت یقینی ہے۔ ② واضح رہے کہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کی دختر ام بشر پہلے سعید بن زید کے نکاح میں تھیں بعد میں انھوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لیا تو ان کے بطن سے حضرت زید بن حسن پیدا ہوئے۔ اس اعتبار سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حسن کے نانا ہیں جیسا کہ روایت میں صراحت ہے۔ ③ رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھنے سے اس رات کے مصائب سے پناہ مل جاتی ہے یا دخول جنت کے لیے وہ کافی ہو جاتی ہیں۔ واللّٰہ أعلم.

٤٠٠٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ ابْنُ الرَّبِيعِ: أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ. [راجع: ٤٢٤]

[4009] حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ نبی ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور انصار میں سے، انھوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی۔

٤٠١٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ - هُوَ ابْنُ صَالِحٍ -: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ: حَدَّثَنَا يُونُسُ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ - وَّهُوَ

[4010] ابن شہاب زہری سے روایت ہے، انھوں نے کہا: پھر میں نے حصین بن محمد ...... جو قبیلۂ بنو سالم کے سرداروں میں سے ہیں ...... سے مذکورہ حدیث پوچھی جو محمود

أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَّهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ - عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ فَصَدَّقَهُ. [راجع: ٤٢٤]

بن ربیع نے حضرت عتبان کے حوالے سے بیان کی تھی تو انھوں نے اس کی تصدیق کر دی۔

فوائد و مسائل: ① مذکورہ حدیث کتاب التہجد میں نمبر 1186 کے تحت مفصل طور پر گزر چکی ہے۔ اس مقام پر صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔ انھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ ② حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ وہ انصاری صحابی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے منہ پر پانی کی کلی ڈالی تھی جبکہ ان کی عمر اس وقت پانچ سال تھی۔ ③ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں فوت ہوئے۔ والله أعلم.

٤٠١١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، وَكَانَ مِنْ أَكْبَرِ بَنِي عَدِيٍّ، وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَّهُوَ خَالُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

[4011] حضرت ابن شہاب زہری سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے خبر دی، وہ قبیلۂ بنو عدی کے اکابر میں سے ہیں اور ان کے والد گرامی نبی ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بحرین کا حاکم مقرر کیا۔ یہ بھی بدر کی جنگ میں شریک تھے۔ اور یہ حضرت عبداللہ بن عمر اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم کے ماموں ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عامر بن ربیعہ اور قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہما کو بدری صحابی ثابت کیا ہے۔ حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ہمشیر زینب بنت مظعون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیر صفیہ بنت خطاب حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اس بنا پر یہ دونوں ایک دوسرے کے بہنوئی ہیں اور حضرت قدامہ جناب عبداللہ بن عمر اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم کے ماموں ہیں۔[1] ② حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں بحرین کے حاکم تھے، ان کے متعلق شراب نوشی کی شکایت ملی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں معزول کر کے حضرت عثمان بن ابی العاص کو وہاں کا حاکم تعینات کیا، پھر جرم ثابت ہونے پر ان پر حد جاری کی، پھر ایسا اتفاق ہوا کہ سفر حج میں دونوں اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شب سو کر جلدی اٹھے اور فرمایا: میرے پاس قدامہ کو حاضر کرو، مجھے خواب میں ان سے صلح کرنے کی تلقین کی گئی ہے، وہ میرے اسلامی بھائی ہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل سے خلش نکال کر ان سے صلح کر لی۔[2]

٤٠١٢، ٤٠١٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ أَسْمَاءَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ

[4013,4012] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بتایا کہ ان کے

① عمدة القاري: 56/12. ② فتح الباري: 400/7.

الزُّهْرِيِّ: أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ: أَنَّ عَمَّيْهِ - وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا - أَخْبَرَاهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، قُلْتُ لِسَالِمٍ: فَتُكْرِيهَا أَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنَّ رَافِعًا أَكْثَرَ عَلٰى نَفْسِهِ.

[راجع: ٢٣٣٩]

دونوں چچا جو بدر کی جنگ میں شریک تھے انھوں نے انھیں خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زرعی زمینوں کو ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ راویٔ حدیث نے حضرت سالم سے کہا کہ آپ تو زمین ٹھیکے پر دیتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، لیکن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اپنے آپ پر سختی کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت رافع کے دونوں چچا ظہیر اور مظہر ہیں جو رافع بن عدی بن یزید انصاری کے بیٹے ہیں۔ یہ دونوں غزوۂ بدر میں شریک تھے جیسا کہ روایت میں صراحت ہے لیکن علامہ دمیاطی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دونوں غزوۂ احد میں شریک تھے۔ انھوں نے ابن سعد کی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا کہا ہے، حالانکہ ان کا غزوۂ بدر میں شریک ہونا صحیح روایات سے ثابت ہے۔ ان کا انکار مبنی بر حقیقت نہیں۔[1] ② مزارعت اور ٹھیکے کے متعلق مکمل بحث کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔ ایک مخصوص حصے کی پیداوار لینے پر زمین کرائے پر دینا منع ہے، لیکن پیسوں کے عوض کرائے پر زمین لینے سے رسول اللہ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ چونکہ پہلی قسم باعث اختلاف ہو سکتی تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ واللہ أعلم.

٤٠١٤ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ: رَأَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيَّ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا.

[4014] حضرت شداد بن ہاد لیثی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے وہ بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضرت رفاعہ بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔ ② اس حدیث کو علامہ اسماعیلی نے یوں بیان کیا ہے کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے اللّٰہ أکبر کبیرًا کہا تھا۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے مکمل حدیث اس لیے ذکر نہیں کی کہ وہ موقوف تھی، نیز وہ آپ کی غرض سے زائد بھی۔[2] بہر حال حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور وہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے آغاز میں فوت ہوئے تھے۔ واللہ أعلم.

٤٠١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ

[4015] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ ...... جو بنو عامر بن لؤی

[1] فتح الباري: 400/7. [2] فتح الباري: 400/7.

ابْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَّهُوَ حَلِيفٌ لِّبَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَّكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ رَآهُمْ، ثُمَّ قَالَ: أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ؟ قَالُوا: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ».

[راجع: ٣١٥٨]

کے حلیف اور نبی ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک تھے...... نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو جزیہ لانے کے لیے بحرین روانہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور آپ نے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لائے۔ جب انصار نے ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سنی تو انھوں نے نماز فجر نبی ﷺ کے ساتھ ادا کی۔ آپ ﷺ جب (نماز سے) فارغ ہوئے تو وہ (انصار) آپ کے سامنے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب انھیں دیکھا تو آپ مسکرائے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ مال لائے ہیں؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں، اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''تمھیں بشارت ہو اور تم اس چیز کی امید رکھو جو تمھیں خوش کر دے گی، اللہ کی قسم! مجھے تمھاری غربت کا ڈر نہیں لیکن مجھے یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تمھارے لیے اس طرح دنیا پھیلا دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیلا دی گئی تھی اور تم اس کے متعلق اس طرح رغبت رکھو گے جس طرح انھوں نے رغبت رکھی تھی پھر وہ تمھیں اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شرکت کی تھی۔ وہ غزوۂ اُحد، خندق اور دیگر غزوات میں بھی شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فوت ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ ② بحرین، بصرہ اور عمان کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ ان کے باشندوں سے جزیے کی ادائیگی پر صلح کر لی گئی تھی۔ وہاں کے گورنر حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر فرمایا۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے بڑی قیمتی نصیحت فرمائی ہے کہ فقر اور تنگ دستی اس قدر نقصان دہ نہیں جس قدر مال و دولت کی فراوانی نقصان دہ ہے کیونکہ غربت میں اللہ یاد رہتا ہے جبکہ دولت کے نشے میں اللہ بھول جاتا ہے۔

٤٠١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا. [راجع: ٣٢٩٧]

[4016] حضرت نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر طرح کے سانپ کو مار ڈالا کرتے تھے۔

٤٠١٧ - حَتَّى حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ فَأَمْسَكَ عَنْهَا.

[4017] حضرت ابولبابہ بدری رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا کہ نبی ﷺ نے گھروں میں نکلنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے تو وہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) ان (کو مارنے) سے رک گئے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر بدری صحابی ہیں۔ یہ کسی وجہ سے بدر کی لڑائی میں براہ راست شریک نہیں ہو سکے تھے، البتہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں مال غنیمت اور اس کے اجر و ثواب میں شریک قرار دیا تھا۔[1] ② عام طور پر سفید اور پتلے سانپ گھروں میں برآمد ہوتے ہیں اور جن ان کی شکل و صورت اختیار کر لیتے ہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں مارنے سے منع فرمایا۔[2] ③ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک انھیں وارننگ دی جائے، اگر نہ جائیں تو انھیں مارنے کی اجازت ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠١٨ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالُوا: ائْذَنْ لَّنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ، قَالَ: «وَاللهِ لَا تَذَرُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا». [راجع: ٢٥٣٧]

[4018] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور کہا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ معاف کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ان کے فدیے سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔''

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے بدر کی لڑائی میں قید ہو کر آئے۔ وہ انصار کے بھانجے اس بنا پر تھے کہ عبدالمطلب کی والدہ بنونجار سے تھیں، اس بنا پر انھوں نے ان کا فدیہ معاف کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فرمایا: ''ان کا فدیہ پورا پورا وصول کیا جائے'' کیونکہ بھائی، باپ، بیٹا کوئی بھی ہو جب وہ دین کا دشمن ہو تو اس کی پاسداری سر بسر توہین دین ہے۔ ② اس حدیث کی عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر میں قیدی ہوئے اور ان کی سفارش کرنے والے انصار بھی غزوۂ بدر میں شرکت کر چکے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میں تو مسلمان ہوں مگر مشرکین مکہ مجھے زبردستی پکڑ کر لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر حقیقت میں ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کر دے گا۔ بظاہر تو آپ ان اہل مکہ کے ساتھ شامل ہو کر مسلمانوں سے

---

[1] فتح الباري: 400/7. [2] سنن أبي داود، الأدب، حديث: 5256.

لڑنے آئے ہیں۔"[1]

٤٠١٩ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَدِيٍّ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ؛ ح: وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ، ثُمَّ الْجُنْدَعِيُّ: أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ - وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ - أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ، أَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقْتُلْهُ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّهُ قَطَعَ إِحْدَى يَدَيَّ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَمَا قَطَعَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ». [انظر: ٦٨٦٥]

[4019] حضرت مقداد بن عمرو کندی ؓ سے روایت ہے...... وہ بنو زہرہ کے حلیف تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے...... انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! اگر میری کسی کافر سے ٹکر ہو جائے اور ہم دونوں ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش میں لگ جائیں اور وہ لڑائی میں میرا ایک ہاتھ اڑا دے، پھر وہ مجھ سے خوفزدہ ہو کر کسی درخت کی پناہ لے اور مجھے کہے کہ میں تو اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا ہوں تو کیا اللہ کے رسول! میں اسے قتل کروں جبکہ وہ ایسا کہتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرو۔'' انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! (پہلے) وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے اور میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے یہ اقرار کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے ہرگز قتل نہ کرو ورنہ اس کو وہ درجہ حاصل ہوگا جو تجھے اس کے قتل سے پہلے حاصل تھا اور تیرا حال وہ ہو جائے گا جو کلمۂ اسلام پڑھنے سے پہلے اس کا تھا۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو انسان کلمۂ شہادت ادا کر کے مسلمان ہو جاتا ہے، اس کا خون اور مال محفوظ ہو جاتا ہے، پھر اس کے باطن احوال کی کرید کرنے کے ہم مکلف نہیں ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے حالات میں فرمایا: ''کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا کہ اس میں کفر چھپا ہوا ہے۔''[2] کلمۂ توحید کا اقرار کرنے سے پہلے وہ معصوم الدم نہیں تھا، یعنی اسے قتل کرنا درست تھا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد وہ معصوم الدم ہو گیا، یعنی اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو تم محفوظ الدم نہیں رہو گے بلکہ تمھیں اس کے قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ ② اس حدیث میں حضرت مقداد ؓ کے غزوۂ

① مسند أحمد: 353/1، و فتح الباري: 402/7. ② صحيح مسلم، الإيمان، حديث: 277 (96).

بدر میں شریک ہونے کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔

٤٠٢٠ - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ: «مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ؟» فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ فَقَالَ: آنْتَ أَبَا جَهْلٍ؟ قَالَ ابْنُ عُلَيَّةَ: قَالَ سُلَيْمَانُ هٰكَذَا قَالَهَا أَنَسٌ، قَالَ: آنْتَ أَبَا جَهْلٍ، قَالَ: وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ؟ - قَالَ سُلَيْمَانُ: أَوْ قَالَ: قَتَلَهُ قَوْمُهُ - قَالَ: وَقَالَ أَبُو مِجْلَزٍ: قَالَ أَبُو جَهْلٍ: فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِي.

[راجع: ٣٩٦٢]

[4020] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: ''ابوجہل کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اسے کون دیکھ کر آتا ہے؟'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور دیکھا کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے قتل کر دیا ہے اور اس کی لاش ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ انھوں نے پوچھا: تو ہی ابوجہل ہے؟ (راویٔ حدیث) ابن علیہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان تیمی نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کہا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے پوچھا تھا: تو ہی ابوجہل ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا اس سے اونچے کسی آدمی کو تم نے (آج) قتل کیا ہے؟ راویٔ حدیث سلیمان نے کہا: یا اسے اس کی قوم نے قتل کیا ہو؟ ابومجلز کی روایت کے مطابق ابوجہل نے کہا: کاش! کسان کے علاوہ مجھے کوئی اور قتل کرتا۔

فوائد و مسائل: ① اس مردود کو تکلیف ہوئی کہ مدینے کے کاشت کاروں کے ہاتھوں کیوں مارا گیا ہے؟ کاش! یہ رئیس کسی رئیس کے ہاتھوں مارا جاتا۔ قوی اونچ نیچ کا تصور اس کے دماغ میں آخر تک سمایا رہا۔ ② حضرت انس رضی اللہ عنہ اگرچہ بدر کی جنگ میں شریک نہ تھے، تاہم انھوں نے کسی بدری صحابی سے سن کر یہ واقعہ بیان فرمایا ہے۔ ③ بہرحال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں جن سے ابوجہل نے کہا تھا: بکریوں کے چرواہے! تو ایک سخت چوٹی پر چڑھا ہے۔ انصار چونکہ زراعت پیشہ تھے، اس لیے ابوجہل نے حقارت کے طور پر کہا: کاش! مجھے زراعت پیشہ قتل نہ کرتے، کوئی بڑا آدمی قتل کرتا۔ فخر و غرور کا یہ وہ جادو ہے جو سر چڑھ کر بولتا ہے۔

٤٠٢١ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَقِينَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا،

[4021] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی: آپ ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں۔ پھر ہماری ملاقات انصار کے دو نیک لوگوں سے ہوئی جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ (راویٔ حدیث) عبیداللہ نے کہا: پھر میں نے اس حدیث کا تذکرہ

فَحَدَّثْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ، وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ. [راجع: ٢٤٦٢]

عروہ بن زبیر سے کیا تو انھوں نے بتایا کہ وہ دو مرد عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی ؓ ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے یہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی ؓ بدری صحابہ سے ہیں۔ یہ دونوں بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ اس کے بعد انھوں نے غزوۂ بدر، اُحد اور خندق میں شرکت کی۔ حضرت معن بن عدی ؓ حضرت ابوبکر ؓ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ کے وقت شہید ہوئے تھے۔ ② اس حدیث میں خلافتِ ابوبکر کا بیان ہے جو آئندہ تفصیل سے بیان ہوگا۔[1] ③ یہ حدیث "حدیث سقیفہ" کے نام سے مشہور ہے۔

٤٠٢٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ: كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّينَ خَمْسَةَ آلَافٍ، خَمْسَةَ آلَافٍ وَّقَالَ عُمَرُ: لَأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلَى مَنْ بَعْدَهُمْ.

[4022] حضرت قیس سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والوں کا وظیفہ پانچ، پانچ ہزار تھا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: میں انھیں بعد میں آنے والوں پر ضرور برتری دوں گا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدری صحابہ دوسروں سے افضل ہیں۔ ② حضرت مالک بن اوس کی روایت ہے کہ حضرت عمر ؓ مہاجرین کو پانچ پانچ ہزار، انصار کو چار چار ہزار اور ازواج مطہرات ؓ میں سے ہر ایک کو بارہ ہزار وظیفہ دیتے تھے۔[2] یہ خلافت راشدہ کی برکات تھیں اور بیت المال کا صحیح مصرف تھا لیکن افسوس کہ یہ برکات عروج اسلام کے ساتھ خاص ہو کر رہ گئیں۔ اس دور انحطاط میں یہ باتیں خواب و خیال معلوم ہوتی ہیں۔ بیت المال کا نظام تو صرف کھانے پینے کا دھندا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے صحیح مقام عطا فرمائے۔ آمین، یارب العالمین۔

٤٠٢٣ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ، وَذٰلِكَ أَوَّلَ مَا وَقَرَ الْإِيمَانُ فِي قَلْبِي. [راجع: ٧٦٥]

[4023] حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز مغرب میں سورۂ والطور پڑھتے سنا۔ یہ پہلا موقع تھا جب میرے دل میں ایمان نے قرار پکڑا۔

٤٠٢٤ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ: «لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ».

[4024] حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا تھا: "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان پلید لوگوں کی سفارش کرتے تو میں ان کے کہنے پر ضرور انھیں چھوڑ دیتا۔"

---

① صحيح البخاري، الحدود، حديث: 6830. ② السنن الكبرٰى للبيهقي: 349/6، وفتح الباري: 404/7.

وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُولَى يَعْنِي مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدًا، ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ، يَعْنِي الْحَرَّةَ، فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدًا، ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ. [راجع: ۳۱۳۹]

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت پہلا فساد برپا ہوا تو اس نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا۔ اور واقعۂ حرہ کے وقت دوسرا فساد رونما ہوا تو اس نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا۔ پھر تیسرا فتنہ برپا ہوا تو وہ اس وقت تک ختم نہیں ہوا جب تک ان میں کوئی خیر و برکت باقی تھی۔

فوائد و مسائل: ① جب جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بدری قیدیوں میں قید ہو کر مدینہ طیبہ آئے تو انھیں مسجد نبوی کے قریب رکھا گیا۔ اس وقت انھوں نے نماز مغرب میں رسول اللہ ﷺ کی قراءت سنی تو اس سے متاثر ہوئے۔ آئندہ مسلمان ہونے کے لیے یہی قراءت سبب بنی۔[1] ایک روایت کے مطابق حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے کچھ آیات تلاوت فرمائیں تو مارے خوف کے میرا دل اڑنے لگا۔ وہ آیات یہ تھیں: ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ۝﴾ ”کیا وہ بغیر کسی چیز کے خود ہی پیدا ہو گئے ہیں۔ یا وہ (خود اپنے) خالق ہیں، یا آسمانوں اور زمین کو انھوں نے پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ اللہ پر یقین نہیں رکھتے۔ یا ان کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں؟ یا یہ ان خزانوں کے نگران ہیں۔“[2] ② رسول اللہ ﷺ نے مطعم بن عدی کے متعلق جن جذبات کا اظہار فرمایا، اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ طائف سے واپس لوٹے تو مطعم کی پناہ میں داخل ہوئے۔ اس نے آپ کو بچانے کے لیے اپنے چاروں بیٹوں کو مسلح کر کے بیت اللہ کے کونوں پر کھڑا کر دیا تھا، جس سے قریش ڈر گئے اور آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور کہنے لگے: ہم مطعم کی پناہ نہیں توڑ سکتے، نیز انھوں نے وہ عہد نامہ ختم کرانے میں بڑا کردار ادا کیا تھا جو قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف کیا تھا۔[3] ③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک عظیم سانحہ ہے۔ یہ شہادت بلا وجہ اور مظلومانہ تھی۔ آپ نے عدم تشدد کی پالیسی اختیار کی۔ فسادیوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انتقام لیا جب جمل، صفین اور نہروان میں ہزاروں مسلمان مارے گئے بلکہ اکثر بدری صحابہ موت کا لقمہ بن چکے تھے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب بدری صحابہ اس فتنے کا شکار ہوئے بلکہ اس وقت سے ان کی اموات شروع ہو گئیں اور وہ بہت جلد ختم ہو گئے، چنانچہ بدری صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہونے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں جو واقعۂ حرہ سے چند سال پہلے فوت ہوئے۔ تیسرے فتنے نے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے وجود ہی کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد کوئی صحابی زندہ نہ رہا۔[4]

[1] صحيح البخاري، الجهاد، حديث: 3050. [2] الطور 52:35-37، وصحيح البخاري، التفسير، حديث: 4853. [3] فتح الباري: 404/7. [4] فتح الباري: 405/7.

٤٠٢٥ - حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَّعُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ، عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيثِ، قَالَتْ: فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ، فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ، فَقُلْتُ: بِئْسَ مَا قُلْتِ، تَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا؟ فَذَكَرَ حَدِيثَ الْإِفْكِ.

[راجع: ٢٥٩٣]

[4025] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں اور ام مسطح ؓ جا رہی تھیں کہ اچانک ام مسطح اپنی چادر میں پھسل پڑیں۔ ان کی زبان سے نکلا: مسطح کا برا ہو۔ میں نے کہا: تو نے اچھی بات نہیں کہی۔ ایک ایسے شخص کو برا کہتی ہو جو بدر کی جنگ میں شریک ہو چکا ہے؟ پھر انھوں نے تہمت کا واقعہ بیان کیا۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث افک کا ایک حصہ ہے جس کی وضاحت سورۂ نور کی تفسیر میں بیان ہوگی۔ ② حضرت ام مسطح ؓ حضرت ابوبکر ؓ کی ہمشیر اور سیدہ عائشہ ؓ کی پھوپھی تھیں، بیمار ہو گئیں تو کمزوری کی وجہ سے چلتے ہوئے اپنی چادر میں پھسل پڑیں۔ ③ اس حدیث سے مقصود حضرت مسطح ؓ کے متعلق بیان کرنا ہے کہ وہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان پر حد قذف لگائی کیونکہ وہ سیدہ عائشہ ؓ پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھے۔ حضرت مسطح کے والد کا نام اثاثہ اور ان کی والدہ کا نام سلمیٰ ہے۔[1]

٤٠٢٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ مُّوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: هٰذِهِ مَغَازِي رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هُوَ يُلْقِيهِمْ: «هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟».

[4026] حضرت ابن شہاب زہری سے روایت ہے، انھوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے غزوات کا بیان ہے۔ پھر انھوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کفار کی لاشوں کو قلیب بدر میں پھینکوا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ”تمھارے رب نے تم سے (سزا کا) جو وعدہ کیا تھا، کیا تم نے اسے سچا پالیا ہے؟“

قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: قَالَ نَافِعٌ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: قَالَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ: يَا رَسُولَ اللهِ!

راوی کہتا ہے کہ صحابۂ کرام ؓ کی ایک جماعت نے کہا: اللہ کے رسول! آپ ایسے لوگوں کو آواز دے رہے

① عمدة القاري: 63/12.

تُنَادِي نَاسًا أَمْوَاتًا؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا قُلْتُ مِنْهُمْ».

ہیں جو مر چکے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں، تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔''

فَجَمِيعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنْ قُرَيْشٍ مِّمَّنْ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ أَحَدٌ وَّثَمَانُونَ رَجُلًا.

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمام قریش مہاجر جو بدر میں شریک تھے اور انھیں غنیمت سے حصہ ملا ان کی تعداد اکیاسی تھی۔

وَكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُولُ: قَالَ الزُّبَيْرُ: قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوا مِائَةً، وَاللهُ أَعْلَمُ.

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے حصے تقسیم کیے گئے اور وہ ایک سو تھے۔ واللہ أعلم.

[راجع: ۱۳۷۰]

فائدہ: قبل ازیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بیان ہوا تھا کہ غزوۂ بدر میں مہاجرین کی تعداد ساٹھ سے زائد تھی۔[1] لیکن یہ تعداد ان اصحاب کی ہے جنھوں نے عملی طور پر غزوۂ بدر میں حصہ لیا۔ کچھ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے جاسوسی کے لیے بھیجا تھا اور کچھ حضرات مدینہ طیبہ میں امامت اور نگرانی کے لیے رہ گئے تھے۔ ان کو بھی حکمی طور پر شریک کیا گیا اور انھیں غنیمت سے حصہ دیا۔ اس اعتبار سے مال غنیمت کے سو حصے کیے، البتہ عملی طور پر شرکائے بدر مہاجرین کی تعداد اکیاسی تھی۔ ممکن ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آزاد مہاجرین کا ذکر ہو اور اس حدیث میں آزاد، موالی اور غلام وغیرہ مراد ہوں۔[2]

٤٠٢٧ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: ضُرِبَتْ يَوْمَ بَدْرٍ لِلْمُهَاجِرِينَ بِمِائَةِ سَهْمٍ.

[4027] حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ بدر کے روز مہاجرین کے لیے سو حصے مقرر کیے گئے تھے۔

فائدہ: مہاجرین کے پاس تین گھوڑے بھی تھے، مال غنیمت میں سے ہر گھوڑے کے دو، دو حصے لگائے گئے تھے۔ کچھ لوگ کام کی وجہ سے شریک نہ ہوئے تھے، البتہ ان کا حصہ مال غنیمت میں لگایا تھا، اس اعتبار سے مہاجرین کے لیے مال غنیمت سے سو حصے مقرر کیے گئے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ توجیہ اچھی ہے لیکن میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ مال غنیمت کے کل حصے سو تھے جن میں بیس حصے خمس کے نکال کر باقی اسی حصے مہاجرین پر تقسیم ہوئے۔ مہاجرین کی تعداد تقریباً اسی تھی، اس اعتبار سے مال غنیمت کے سو حصے کیے گئے تھے۔[3]

---

[1] صحیح البخاري، المغازي، حدیث: 3956. [2] فتح الباري: 406/7. [3] فتح الباري: 407/7.

(١٣) بَابُ تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ

فِي الْجَامِعِ الَّذِي وَضَعَهُ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَى حُرُوفِ الْمُعْجَمِ.

اَلنَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَاشِمِيُّ ﷺ، أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، عُمَرُ، عُثْمَانُ، عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، إِيَاسُ بْنُ الْبُكَيْرِ، بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ، حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ حَلِيفٌ لِقُرَيْشٍ، أَبُو حُذَيْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ الْقُرَشِيُّ، حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ - قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِي النَّظَّارَةِ - خُبَيْبُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ، خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ، رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ، رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ أَبُو لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيُّ، الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ، زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ أَبُو طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ، أَبُو زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ، سَعْدُ ابْنُ مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ، سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ، سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ، سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ، ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَأَخُوهُ. [عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْقُرَشِيُّ]، عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْهُذَلِيُّ، عُتْبَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الْهُذَلِيُّ، عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ، عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ

باب: 13- بدر میں شریک ہونے والوں کے اسمائے گرامی

امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح کے اس باب میں حروف تہجی کی ترتیب سے بدر میں شریک حضرات کے اسماء ذکر کیے ہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ الہاشمی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ بن عبد المطلب الہاشمی، قریش کے حلیف حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ قرشی، حضرت حارثہ بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ، حضرت خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ، حضرت رفاعہ بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام قرشی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن مالک زہری رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن خولہ قرشی رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ظہیر بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ظہیر انصاری کے بھائی (مظہر رضی اللہ عنہ)، حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ، حضرت عتبہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ بن حارث قرشی رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن ربیعہ عنزی

الْقُرَشِيُّ، عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيُّ، [عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ، عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْقُرَشِيُّ خَلَّفَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى ابْنَتِهِ وَضَرَبَ لَهُ بِسَهْمِهِ، عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ]، عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ، عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ الْعَنَزِيُّ، عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ، عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْأَنْصَارِيُّ، عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ، قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُونٍ، قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْأَنْصَارِيُّ، مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ، مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَأَخُوهُ، مَالِكُ بْنُ رَبِيعَةَ أَبُو أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ، مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ، مَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ، مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ، الْمِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ، هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عویم بن ساعدہ انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ، حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ، حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ، معوذ کے بھائی (معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ)، حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت مرارہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ، مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب بن عبد مناف رضی اللہ عنہ، حضرت معن بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ، بنو زہرہ کے حلیف حضرت مقداد بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ، حضرت ہلال بن امیہ انصاری رضی اللہ عنہ۔

وضاحت: قبل ازیں شرکائے بدر کا تفصیلی ذکر تھا۔ اب ان کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔ اس میں تمام شرکاء بدر کا ذکر نہیں بلکہ مخصوص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ہیں۔ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام اس عنوان کے تحت موجود نہیں ہیں، حالانکہ ان کے شریک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، مثلاً: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی شرافت اور بزرگی کی بنا پر پہلے ذکر کیا ہے، اسے حروف تہجی میں شامل نہیں کیا گیا:

محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ الہاشمی

(1) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
(3) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
(4) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
(5) حضرت ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ
(6) حضرت بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ[1]
(7) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب الہاشمی
(8) قریش کے حلیف حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

---

[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام۔

(9) حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ قرشی
(10) حضرت حارثہ بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ [1]
(11) حضرت خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ
(12) حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ
(13) حضرت رفاعہ بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ
(14) حضرت ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ
(15) حضرت زبیر بن عوام قرشی رضی اللہ عنہ
(16) حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ
(17) حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ
(18) حضرت سعد بن مالک زہری رضی اللہ عنہ
(19) حضرت سعد بن خولہ قرشی رضی اللہ عنہ
(20) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی رضی اللہ عنہ
(21) حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ
(22) حضرت ظُہیر بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ
(23) حضرت ظُہیر انصاری کے بھائی (مظہر رضی اللہ عنہ)
(24) حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ
(25) حضرت عتبہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ
(26) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ
(27) حضرت عبیدہ بن حارث قرشی رضی اللہ عنہ
(28) حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ
(29) حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ [2]
(30) حضرت عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ
(31) حضرت عامر بن ربیعہ عنزی رضی اللہ عنہ
(32) حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ
(33) حضرت عویم بن ساعدہ انصاری رضی اللہ عنہ
(34) حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ
(35) حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
(36) حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ
(37) حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ
(38) حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ
(39) معوذ کے بھائی (معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ)
(40) حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ
(41) حضرت مرارہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ
(42) حضرت مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب بن عبدمناف رضی اللہ عنہ
(43) حضرت معن بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ
(44) حضرت مقداد بن عمرو کندی [3] رضی اللہ عنہ
(45) حضرت ہلال بن امیہ انصاری رضی اللہ عنہ

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی کو بطور عنوان ذکر کیا ہے۔ اگر گنتی میں انھیں شامل کریں تو کل چھیالیس افراد ہیں جنھیں امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف ان افراد کے نام لکھے ہیں جن کے متعلق اس کتاب میں کہیں نہ کہیں صراحت ہے کہ وہ بدر کی لڑائی میں شریک تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح اگرچہ بدری صحابی ہیں لیکن ان کے متعلق اس کتاب میں کہیں صراحت نہیں کہ وہ بدر میں شریک ہوئے تھے، اس لیے آپ نے ان کا نام ذکر نہیں کیا۔ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے خوف طوالت کے پیش نظر ہم ان کی تفصیل سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کتب

---

① ان کا نام حارثہ بن سراقہ ہے جو دشمن کی نقل و حرکت دیکھنے کے لیے تعینات تھے اور تیر لگنے سے غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ ② قبیلۂ عامر بن لؤی کے حلیف ہیں۔ ③ بنوزہرہ کے حلیف ہیں۔

تاریخ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ واللہ المستعان.

(١٤) [بَابُ] حَدِيثِ بَنِي النَّضِيرِ، وَمَخْرَجِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ، وَمَا أَرَادُوا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ

باب:14- یہود بنونضیر کا واقعہ اور رسول اللہ ﷺ کا دو مسلمانوں کی دیت کے متعلق ان کے پاس جانا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی دغابازی کا بیان

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ: كَانَتْ عَلَى رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِّنْ وَّقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ وَقْعَةِ أُحُدٍ.

امام زہری نے بیان کیا کہ یہ سانحہ، غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد اور غزوۂ اُحد سے پہلے ہوا تھا۔

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿هُوَ ٱلَّذِىٓ أَخْرَجَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿أَن يَخْرُجُوا۟﴾ [الحشر: ٢]

ارشاد باری تعالیٰ: ''وہ اللہ ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے نکالا، یہ ان کی پہلی جلاوطنی ہے......۔''

وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُونَةَ وَأُحُدٍ.

ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق یہ سانحہ، بئر معونہ اور غزوۂ اُحد کے بعد ہوا تھا۔

وضاحت: ہجرت کے بعد کفار تین حصوں میں بٹ گئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے صلح کر لی کہ نہ تو وہ خود لڑیں گے اور نہ دشمنوں کی مدد ہی کریں گے جیسا کہ مدینہ طیبہ کے یہودیوں، بنوقریظہ اور بنوقینقاع نے رسول اللہ ﷺ سے صلح کی تھی۔ ○ جنھوں نے علانیہ طور پر رسول اللہ ﷺ سے اعلان جنگ کیا جیسا کہ کفار قریش تھے۔ انھوں نے ہر طرح سے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف مورچہ بندی کی۔ ○ جنھوں نے آئندہ حالات پر اپنے آپ کو چھوڑ دیا جیسا کہ دیگر قبائل عرب نے کردار ادا کیا۔ یہودیوں میں سے بنوقینقاع نے عہد توڑا تو انھیں اذرعات کی طرف جلاوطن کیا گیا۔ اس کے بعد بنونضیر نے عہد و پیمان توڑا، ان کا رئیس حیی بن اخطب تھا۔ اسی واقعے سے متعلق کچھ تفصیلات اس عنوان کے تحت بیان ہوں گی۔[1] واضح رہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اختیار کردہ موقف کے مطابق اخراج بنونضیر کو غزوۂ اُحد اور واقعہ بئر معونہ سے پہلے ذکر کیا ہے اور اس کی تائید میں حضرت عروہ کا قول بیان کیا ہے جسے امام زہری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے لیکن ان کا یہ موقف عام مؤرخین کی صراحت کے خلاف ہے، نیز مغازی کے امام ابن اسحاق نے اس واقعے کو سریۂ بئر معونہ کے بعد بتایا ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے خود اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ غزوۂ بنونضیر کا سبب کیا تھا اسے ہم آئندہ بیان کریں گے۔

٤٠٢٨ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ

[4028] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: بنونضیر اور بنوقریظہ نے (رسول اللہ ﷺ کے

[1] فتح الباري: 412/7.

عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ وَ النَّضِيرُ فَأَجْلَى بَنِي النَّضِيرِ وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ، حَتَّى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ، وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ فَآمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا، وَأَجْلَى يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ: بَنِي قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ، وَكُلَّ يَهُودِ الْمَدِينَةِ.

خلاف) لڑائی کی تو آپ نے بنونضیر کو جلا وطن کر دیا اور بنو قریظہ پر احسان کرتے ہوئے انھیں برقرار رکھا حتی کہ انھوں نے دوبارہ آپ سے لڑائی کی تو آپ نے ان کے مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں، بچوں اور دیگر مال و اسباب کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، البتہ ان میں سے کچھ لوگوں نے نبی ﷺ کے پاس آ کر پناہ لی تو آپ نے انھیں امن دے دیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر آپ نے مدینہ طیبہ کے تمام یہود، یعنی بنو قینقاع جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قوم سے تھے اور یہود بنو حارثہ کو وہاں سے نکال دیا۔ الغرض آپ نے مدینہ طیبہ کے تمام یہودیوں کو مدینہ طیبہ سے جلا وطن کر دیا۔

فوائد و مسائل: ① مدینہ طیبہ سے یہود بنونضیر کو جلا وطن کرنے کے عام طور پر دو سبب بیان کیے جاتے ہیں: ○ بئر معونہ کے واقعہ کے بعد عمرو بن امیہ ضمری نے دو آدمیوں کو قتل کر دیا، حالانکہ ان کے قبیلے سے رسول اللہ ﷺ کا عہد و پیمان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی دیت ادا کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس سلسلے میں آپ بنونضیر کے پاس گئے تو انھوں نے بظاہر آمادگی کا اظہار کیا لیکن در پردہ آپ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی سازش کی، تاہم اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے آپ کو مطلع کر دیا تو آپ وہاں سے مدینہ طیبہ واپس آ گئے، پھر ان پر چڑھائی کی اور جلا وطن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ (آیت: 11) میں اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ○ بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ کے تین علماء ہمارے تین علماء سے مناظرہ کریں۔ اگر دوران مناظرہ ہمارے علماء کو آپ کے علماء نے قائل کر لیا تو ہم مسلمان ہو جائیں گے لیکن اندرون خانہ یہ سازش تھی کہ ہمارے تین آدمی خنجر چھپا کر لے جائیں گے اور مسلمانوں کے تینوں علماء کو قتل کر دیں گے۔ اس سازش کی اطلاع ایک عورت نے دی تو رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر سے فرمایا کہ تمھاری سازش بے نقاب ہو چکی ہے۔ اب تمھیں صرف دس دن کی مہلت ہے، چنانچہ انھیں جلا وطن کر دیا گیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے قوی قرار دیا ہے۔[1] ② بہر حال تمام اہل مغازی اس بات پر متفق ہیں کہ بنونضیر کی جلا وطنی غزوۂ اُحد کے بعد عمل میں آئی جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد سے پہلے کا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠٢٩ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي

[4029] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: یہ

① فتح الباري: 414/7.

بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: سُورَةُ الْحَشْرِ، قَالَ: قُلْ: سُورَةُ النَّضِيرِ. تَابَعَهُ هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ. [انظر: ٤٦٤٥، ٤٨٨٢، ٤٨٨٣]

سورۃ الحشر ہے تو انھوں نے فرمایا: ''اسے سورۂ نضیر کہو۔ ہشام نے ابوبشر سے روایت کرنے میں ابوعوانہ کی متابعت کی ہے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے دو اسباب کی بنا پر سورۂ حشر کہنے سے گریز کرتے تھے: ○ مسلمانوں میں حشر سے مراد حشر آخرت مشہور ہے جبکہ اس میں اول حشر سے مراد اخراج بنونضیر ہے۔ ○ سورۂ حشر کہنے سے ابہام رہتا ہے جبکہ سورۂ بنونضیر کے نام سے اصل واقعے کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔ لیکن تمام قراء نے اس سورت کا یہی نام تجویز کیا ہے اور اسی نام سے یہ سورت مشہور ہے، پھر نام رکھنے میں لغوی معنی بھی ملحوظ نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ اس سورت کا مذکورہ نام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔[1]

٤٠٣٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخَلَاتِ حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ. [راجع: ٢٦٣٠]

[4030] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ انصار کے لوگ نبی ﷺ کے لیے کچھ کھجوریں بطور تحفہ دے دیتے تھے، حتی کہ جب بنو قریظہ اور بنونضیر کو آپ نے فتح کیا تو اس کے بعد آپ وہ کھجوریں واپس کر دیتے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے اہل خانہ نے مجھے بھیجا تاکہ ہماری کھجوریں ہمیں واپس مل جائیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے وہ کھجوریں ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دے دی تھیں۔ اتنے میں وہ بھی آ گئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں: اللہ کی قسم! یہ پھل تمھیں نہیں ملیں گے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عنایت کر رکھے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دس گنا دینے کے وعدے پر وہ درخت ان سے واگزار فرمائے۔[2] ② رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد انصار سے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو میں تمھیں اس مال فے سے حصہ دوں لیکن اس صورت میں مہاجرین تمھاری جائیدادوں پر قابض رہیں گے اور اگر تم چاہو تو مال فے سے انھیں حصہ دوں، اس صورت میں وہ تمھارے مکانات اور باغات واپس کر دیں گے۔'' تو انھوں نے دوسری صورت کو اختیار کیا۔[3]

٤٠٣١ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَرَّقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَنَزَلَ ﴿مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا

[4031] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کے درخت جلائے اور کچھ کاٹ دیے جو بویرہ مقام میں تھے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''جو درخت تم نے کاٹے ہیں یا انھیں ان

[1] فتح الباري: 416/7. [2] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4120. [3] فتح الباري: 416/7.

قَآئِمَةً عَلَىٰٓ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ ٱللَّهِ﴾ [الحشر: ٥]. [راجع: ٢٣٢٦] کے تنوں پر قائم رہنے دیا ہے یہ سب اللہ کے حکم ہی سے تھا۔''

فوائد و مسائل: ① مدینے کے قریب بنونضیر کا ایک باغ تھا جسے بویرہ کہتے تھے۔ اس میں بہت سے کھجوروں کے درخت تھے۔ جب مسلمانوں نے بنونضیر کا محاصرہ کرنا چاہا تو یہ درخت کام میں رکاوٹ بن رہے تھے، چنانچہ جو درخت رکاوٹ بن سکتے تھے انھیں کاٹ کر اور جہاں زیادہ گنجان تھے وہاں انھیں آگ لگا کر محاصرہ کرنے کے لیے راہ صاف کر لی گئی تو اس پر مخالفین نے ایک شور برپا کر دیا کہ دیکھو مسلمان درختوں کو کاٹ کر فساد فی الارض کا ارتکاب کر رہے ہیں، حالانکہ ان کا اصلاح فی الارض کا دعویٰ ہے۔ اس آیت میں ان کے پروپیگنڈے کا جواب دیا گیا ہے۔ ② چونکہ اس اجازت کا ذکر قرآن میں کہیں بھی مذکور نہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی آتی تھی جسے وحی خفی کہا جاتا ہے، جو احادیث کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ ③ دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنگی ضرورت کے لیے کوئی تخریبی کارروائی کرنی پڑے تو وہ فساد فی الارض کی تعریف میں نہیں آتی۔ واللہ أعلم.

٤٠٣٢ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا حَبَّانُ: أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ، قَالَ: وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ:

[4032] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بنونضیر کی کھجوروں کو آگ لگائی تو اس کے متعلق حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

بنولوی (قریش) کے سردار یہ بات معمولی سمجھ کر برداشت کر رہے تھے کہ بویرہ کا باغ پوری طرح آگ کی لپیٹ میں آ کر جل رہا ہے۔

قَالَ: فَأَجَابَهُ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ:

ابوسفیان بن حارث نے یہ جواب دیتے ہوئے کہا:

أَدَامَ اللهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيعٍ
وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ
سَتَعْلَمُ أَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ
وَتَعْلَمُ أَيَّ أَرْضَيْنَا تَضِيرُ

اللہ کرے مدینہ میں یوں آگ لگتی رہے اور اس کے اطراف میں یوں ہی شعلے اٹھتے رہیں۔ تمھیں جلدی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری کس زمین کو نقصان پہنچتا ہے۔

[راجع: ٢٣٢٦]

فوائد و مسائل: ① بنولوی قریش کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ ان میں اور بنونضیر میں عہد و پیمان تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ انھیں

عار دلاتے ہیں اور ان کی ہجو کرتے ہیں کہ وہ بنونضیر کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ ان کے دوستوں کے باغ جلتے رہے وہاں کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ ابوسفیان بن حارث اس وقت مسلمان نہ تھے۔ ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آگ کا پھیلنا ہمیں کوئی نقصان نہیں دے گا کیونکہ ہماری ارض مکہ تو بہت دور ہے، البتہ اس آگ کا پھیلاؤ تمھیں نقصان دے گا کہ تمھارے گھر ہی اس آگ میں جلیں گے۔ ہمارے گھروں تک یہ آگ نہیں پہنچے گی۔ ابوسفیان کی یہ بددعا مردود ہوگئی کیونکہ مدینہ طیبہ آج بھی جنت کی فضا رکھتا ہے۔ ② بہرحال بنوقینقاع کی جلاوطنی کے بعد بنونضیر کو بھی مدینہ سے رسوا کر کے نکالا گیا۔ رہے بنوقریظہ تو ان کا جو حشر ہوا اس کی تفصیل سورۂ احزاب (آیت: 26) میں بیان ہوئی ہے، جس کی تشریح ہم آئندہ کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

٤٠٣٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيُّ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعَاهُ إِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَّكَ رَغْبَةٌ فِي دُخُولِ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُونَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَأَدْخِلْهُمْ فَلَبِثَ قَلِيلًا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: هَلْ لَّكَ رَغْبَةٌ فِي عَبَّاسٍ وَّعَلِيٍّ يَسْتَأْذِنَانِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا دَخَلَا وَسَلَّمَا قَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا، وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِي الَّذِي أَفَاءَ اللهُ عَلٰى رَسُولِهِ ﷺ مِنْ مَّالِ بَنِي النَّضِيرِ، فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَّعَبَّاسٌ فَقَالَ الرَّهْطُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اقْضِ بَيْنَهُمَا، وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ، فَقَالَ عُمَرُ: اتَّئِدُوا، أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»، يُرِيدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ؟ قَالُوا: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ؟ قَالَا:

[4033] حضرت مالک بن اوس بن حدثان نصری سے روایت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بلایا تو اچانک آپ کے چوکیدار یرفاء آئے اور کہا کہ حضرت عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اندر آنا چاہتے ہیں، کیا آپ کی طرف سے انھیں اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: انھیں اندر بلا لو۔ تھوڑی دیر بعد یرفاء پھر آئے اور کہا کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی اجازت چاہتے ہیں، آیا انھیں اندر آنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ جب یہ دونوں بزرگ اندر تشریف لے آئے اور سلام کہا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیرالمومنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیجیے اور وہ دونوں بزرگ اس جائیداد کے متعلق جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بنونضیر کے مال سے بطور فے عطا فرمایا تھا۔ اس موقع پر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا: (جب انھوں نے ایک دوسرے پر تنقید کی) تو حاضرین بولے: امیرالمومنین! آپ ان دونوں کا فیصلہ کر دیں تاکہ ان دونوں میں کوئی جھگڑا نہ رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا صبر کرو! میں آپ لوگوں سے اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول

نَعَمْ، قَالَ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَّمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ، فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَمَآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْهُمْ فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿قَدِيرٌ﴾ [الحشر:٦] فَكَانَتْ هٰذِهِ خَالِصَةً لِّرَسُولِ اللهِ ﷺ: ثُمَّ وَاللهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَهَا عَلَيْكُمْ، لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا وَقَسَمَهَا فِيكُمْ حَتّٰى بَقِيَ هٰذَا الْمَالُ مِنْهَا، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللهِ، فَعَمِلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَيَاتَهُ، ثُمَّ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَبَضَهُ أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهِ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ. فَأَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ وَّقَالَ: تَذْكُرَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ عَمِلَ فِيهِ كَمَا تَقُولَانِ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ فِيهِ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ، ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهُ سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِي أَعْمَلُ فِيهِ بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ، وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي فِيهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي كِلَاكُمَا، وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ، وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ، فَجِئْتَنِي - يَعْنِي عَبَّاسًا - فَقُلْتُ لَكُمَا: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»، فَلَمَّا بَدَا لِي أَنْ أَدْفَعَهُ

اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہم انبیاء کی جائیداد تقسیم نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی مراد خود اپنی ذات کریمہ تھی؟ حاضرین نے کہا: یقیناً آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ کو بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی؟ ان دونوں بزرگوں نے بھی ہاں میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں آپ لوگوں سے اس معاملے کے متعلق گفتگو کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس مالِ فے میں سے خاص طور پر عطا فرما دیا تھا، جو آپ کے سوا اور کسی کو نہیں دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے اموال میں سے جو کچھ اپنے رسول کو دیا ہے تم نے اس کے لیے کوئی گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے......'' (یعنی تم نے کوئی جنگ وغیرہ نہیں کی) تو یہ مال خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھا لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے تمھیں نظر انداز کر کے اسے اپنے لیے مخصوص نہیں فرمایا اور نہ تم پر اپنی ذات ہی کو ترجیح دی تھی۔ آپ نے وہ مال تمھیں دیا اور تم پر تقسیم کر دیا حتی کہ اس میں سے صرف یہ مال باقی رہا ہے جو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل و عیال پر سال بھر خرچ کرتے تھے اور جو مال باقی بچتا تھا، اسے آپ اللہ تعالیٰ کے مصارف میں خرچ کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا زندگی بھر یہی معمول رہا۔ پھر جب نبی ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا جانشیں ہوں اور اس مال کو انھوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اسے انھی

إِلَيْكُمَا قُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِّ فِيهِ بِمَا عَمِلَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ، وَمَا عَمِلْتُ فِيهِ مُذْ وَلِيتُ، وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهُ إِلَيْنَا، بِذٰلِكَ فَدَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا، أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ؟ فَوَاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ! لَا أَقْضِي فِيهِ بِقَضَاءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَادْفَعَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهُ. [راجع: ٢٩٠٤]

مصارف میں خرچ کرتے رہے جن میں رسول اللہ ﷺ خرچ کیا کرتے تھے اور آپ لوگ یہیں موجود تھے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہی طریقہ اختیار کیا جیسا کہ آپ لوگوں کو بھی اس کا اقرار ہے۔ اللہ کی قسم! وہ اپنے طرز عمل میں سچے، مخلص، صحیح راستے پر اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اٹھا لیا تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین ہوں اور اپنی امارت کے دو سال تک اس پر قابض رہا اور اسے انھی مصارف میں خرچ کرتا رہا جن میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں بھی اپنے طرز عمل میں سچا، مخلص، صحیح راستہ پر گامزن اور حق کی پیروی کرنے والا تھا۔ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے۔ آپ دونوں ایک ہیں اور آپ کا معاملہ بھی ایک ہے۔ اے عباس! تم میرے پاس آئے تو میں نے تم دونوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' پھر میں نے سوچا کہ وہ جائیداد تمھارے حوالے کر دوں تو میں نے تمھیں کہا: اگر تم چاہتے ہو تو میں یہ جائیداد اس شرط پر تمھارے حوالے کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کیے ہوئے عہد کی تمام ذمہ داریوں کو پورا کرو گے اور اس میں وہی طرز عمل اختیار کرو گے جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور جیسا آغاز خلافت سے میرا ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو مجھ سے اس کے متعلق گفتگو نہ کرو۔ اس وقت تم نے کہا: اس شرط پر جائیداد ہمارے حوالے کر دو تو میں نے اسے تمھارے سپرد کر دیا۔ کیا اب تم مجھ سے

اس کے سوا کوئی اور فیصلہ طلب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، قیامت تک میں اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ اگر تم ان شرائط کو پورا کرنے سے عاجز ہو تو جائیداد مجھے واپس کر دو۔ میں خود اس کا انتظام کروں گا۔

٤٠٣٤ - قَالَ: فَحَدَّثْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ، أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ: أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ، فَقُلْتُ لَهُنَّ: أَلَا تَتَّقِينَ اللهَ؟ أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ - يُرِيدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ - إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هٰذَا الْمَالِ». فَانْتَهٰى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ.

[4034] امام زہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا تذکرہ حضرت عروہ بن زبیر سے کیا تو انھوں نے فرمایا کہ مالک بن اوس نے یہ روایت تم سے صحیح صحیح بیان کی ہے۔ میں نے نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ سیدہ عائشہ ؓ سے سنا ہے، وہ فرماتی ہیں: نبی ﷺ کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمان ؓ کو حضرت ابوبکر ؓ کی پاس بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ وہ انھیں اس جائیداد سے آٹھواں حصہ دیں جو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بنونضیر سے بطور فے دیا تھا، اور میں انھیں اس سے منع کرتی تھی۔ میں نے ان سے کہا: تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی نہیں ہو؟ کیا تمھیں علم نہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے...... اس سے آپ ﷺ کی مراد اپنی ذات کریمہ تھی...... تاہم آل محمد کو ان کی ضروریات کے مطابق تازندگی ملتا رہے گا۔'' جب حضرت عائشہ نے ازواج مطہرات کو یہ حدیث سنائی تو انھوں نے بھی اپنا خیال بدل دیا۔

قَالَ: فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ، مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا. ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ، كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ

حضرت عروہ ؒ نے فرمایا: یہی وہ صدقات ہیں جن کا انتظام پہلے حضرت علی ؓ کے ہاتھ میں تھا۔ انھوں نے حضرت عباس ؓ کو اس سے روک رکھا تھا بلکہ وہ خود اس کا بندوبست کرتے تھے۔ پھر وہ صدقات حسن بن علی، پھر حسین بن علی کے قبضے میں رہے۔ ان کے بعد علی بن حسین اور حسن

رَسُولِ اللهِ ﷺ حَقًّا. [انظر: ٦٧٢٧، ٦٧٣٠]

بن حسن کے انتظام میں آ گئے۔ وہ دونوں باری باری اس کا انتظام کرتے رہے۔ پھر زید بن حسن کے پاس آئے جبکہ حقیقتاً وہ رسول اللہ ﷺ کے صدقات ہی تھے (اور یہ حضرات ان میں مالکانہ تصرف نہیں کرتے تھے)۔

٤٠٣٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا: أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ، وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ.

[راجع: ٣٠٩٢]

[4035] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ اور حضرت عباس ؓ حضرت ابوبکر ؓ کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی زمین جو فدک میں تھی اور جو خیبر سے آپ کو حصہ ملا تھا، اس میں سے اپنا ورثہ طلب کرتے تھے۔

٤٠٣٦ - فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هٰذَا الْمَالِ». وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.

[راجع: ٣٠٩٣]

[4036] حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا تھا: ''ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ آل محمد ﷺ کو اس جائیداد سے خرچہ ضرور ملتا رہے گا۔'' اللہ کی قسم! میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی قرابت خود اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے کہ ان سے اچھا برتاؤ اور حسن سلوک کروں۔

فوائد و مسائل: ① ان تمام احادیث میں اموال بنونضیر کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بطور فے عطا فرمائے تھے، اس لیے امام بخاری ؒ نے انھیں ذکر فرمایا ہے۔ ② دراصل بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ کو ایک گھناؤنی سازش کے تحت مار ڈالنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ آپ ایک کام کے لیے ان کے پاس گئے اور دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: کون ہے جو چھت پر چڑھ کر اوپر سے چکی کا پاٹ گرائے اور آپ کو کچل دے؟ ایک بدبخت یہودی عمرو بن جحاش بولا: میں یہ کام کروں گا، لیکن رسول اللہ ﷺ کو اس کی بروقت اطلاع ہو گئی۔ آپ وہاں سے واپس آ گئے اور آتے ہی انھیں پیغام بھیج دیا کہ تم دس دن کے اندر اندر یہاں سے نکل جاؤ۔ جو سامان تم اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو تمھیں اس کی اجازت ہے۔ دس دن کے بعد جو شخص نظر آیا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ آپ کے اس پیغام سے وہ اس قدر دہشت زدہ ہوئے کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر وہاں سے نکل جانے کی تیاریاں کرنے لگے اور اپنے مکانوں کی چھتیں اکھاڑ اکھاڑ کر ان کی لکڑیاں اپنے اونٹوں پر لادنے لگے۔ وہ خود ہی اپنے گھروں کو مسمار کر رہے تھے اور مسلمان بھی اپنی ضروریات کے مطابق ان کے گھروں کو مسمار کر رہے تھے۔ قرآن کریم میں ہے: ''وہ یقین کر بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے انھیں اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے، مگر اللہ نے انھیں ایسے رخ سے آ لیا جس کا

انھیں وہم وخیال بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ خود ہی اپنے گھروں کو برباد کرنے لگے اور مسلمانوں کے ہاتھوں بھی کروانے لگے، اے اہل بصیرت! عبرت حاصل کرو۔''[1] ان کے سردار حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق نے مدینے سے نکل کر خیبر کا رخ کیا اور کچھ شام کی طرف چلے گئے۔ بہرحال یہود بنونضیر کا ذکر مقصود ہے۔ ③ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اموال تین طرح کے تھے: ○ جو آپ کو ہبہ کیے گئے تھے۔ ○ اموال بنونضیر جو ان کے جلاوطن ہونے کے بعد آپ کو ان کا حق دار بنایا گیا تھا۔ ○ خیبر اور فدک وغیرہ سے بطور خمس آپ کو ملا تھا۔ یہ سب آپ کی ملکیت تھے اور آپ ان سے اہل و عیال کے اخراجات پورے کرتے اور مسلمانوں کی ضرورتوں پر خرچ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان کی ملکیت ختم ہوگئی اور وہ تمام اموال صدقہ قرار پائے جیسا کہ ان احادیث میں ان کا ذکر ہے۔

(١٥) بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ

باب: 15- کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ

وضاحت: کعب بن اشرف یہودیوں کے قبیلے بنوقریظہ میں سے تھا۔ اپنے اشعار کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ اور اہل اسلام کی مذمت کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ غزوۂ بدر میں جب مشرکین مکہ کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اسے سخت صدمہ ہوا۔ اس جنگ میں جو کافر قتل ہوئے تھے ان کا مرثیہ پڑھتا اور اپنے اشعار کے ذریعے سے کفار قریش کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ اس کی شرارتوں کا خاتمہ کرنے کے لیے مجبوراً اسے قتل کرنے کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ درج ذیل حدیث میں اس کے قتل کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

٤٠٣٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ»، فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا، قَالَ: «قُلْ». فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ، قَالَ: وَأَيْضًا وَاللهِ لَتَمَلُّنَّهُ، قَالَ: إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى

[4037] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کعب بن اشرف کی کون خبر لیتا ہے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت تکلیف دی ہے۔'' حضرت محمد بن مسلمہ ؓ کھڑے ہوئے اور کہا: اللہ کے رسول! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کا کام تمام کردوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' انھوں نے عرض کی: پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں جو مناسب خیال کروں، اس سے کہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تجھے اجازت ہے۔'' چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ ؓ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے: یہ شخص ہم سے صدقہ مانگتا ہے اور اس نے ہمیں بڑی مصیبت میں مبتلا کررکھا ہے، لہٰذا

① الحشر 59:2.

أَيِّ شَيْءٍ يَّصِيرُ شَأْنُهُ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ: وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، فَقُلْتُ لَهُ: فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ؟ فَقَالَ: أُرٰى فِيهِ: وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ - فَقَالَ: نَعَمْ، ارْهَنُونِي، قَالُوا: أَيَّ شَيْءٍ تُرِيدُ؟ قَالَ: ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ، قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ؟ قَالَ: فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ، قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ، فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ؟ هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ. قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلَاحَ، فَوَاعَدَهُ أَنْ يَّأْتِيَهُ فَجَاءَهُ لَيْلًا وَّمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِّنَ الرَّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: أَيْنَ تَخْرُجُ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ - وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو: قَالَتْ: أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ، قَالَ: إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَرَضِيعِي أَبُو نَائِلَةَ - إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلٰى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَّأَجَابَ. قَالَ: وَيُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ، قِيلَ لِسُفْيَانَ: سَمَّاهُمْ عَمْرٌو؟ قَالَ: سَمّٰى بَعْضَهُمْ، قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو: أَبُو عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ، وَّالْحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ، وَّعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ. قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ: إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعَرِهِ فَأَشُمُّهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي

میں تجھ سے کچھ قرض لینے آیا ہوں۔ کعب بولا: اللہ کی قسم! ابھی تو تم اس سے اور بھی تکلیف اٹھاؤ گے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اب تو ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے، ہم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے، جبکہ تک دیکھ نہ لیں کہ آگے کیا رنگ ڈھنگ ہوتا ہے۔ اس وقت تو میں تیرے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ ایک یا دو وسق قرض لوں۔ (راویٔ حدیث) عمرو نے کبھی وسق یا دو وسق کا ذکر کیا ہے اور کبھی نہیں۔ کعب بن اشرف نے کہا: اچھا، تو میرے پاس کوئی چیز گروی رکھو۔ انھوں نے کہا: تم کیا چیز پسند کرتے ہو؟ کعب نے کہا: اپنی عورتیں رہن رکھ دو۔ انھوں نے کہا: ہم اپنی عورتیں تیرے پاس کیسے رہن رکھ دیں جبکہ تو عرب میں بہت خوبصورت آدمی ہے؟ کعب بولا: تو پھر اپنے بیٹے میرے پاس گروی رکھ دو۔ انھوں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے بیٹے تیرے پاس گروی رکھ دیں، انھیں کل گالی دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ انھیں ایک یا دو وسق کے عوض گروی رکھا گیا تھا اور یہ بات ہمارے لیے باعث شرم و عار ہے، البتہ ہم اپنے ہتھیار تیرے پاس گروی رکھ سکتے ہیں۔ بہرحال انھوں نے اس سے ہتھیار لے کر آنے کا وعدہ کر لیا۔ پھر رات کے وقت کعب کے رضاعی بھائی ابو نائلہ رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے۔ کعب نے ان کو قلعے کی ایک طرف بلایا، پھر خود ان کے پاس آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: تو اس وقت کہاں جا رہا ہے؟ کعب نے جواب دیا: اس وقت تو صرف محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہے۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی نے بیان کیا کہ کعب ملعون کی بیوی نے کہا: میں تو ایسی آواز سنتی ہوں جس سے خون ٹپکتا ہے۔ کعب نے کہا: (خطرے کی کوئی بات نہیں۔

اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ.

وہاں پر) میرا دوست محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابونائلہ ہے۔ کرم پیشہ انسان اگر رات کے وقت نیزہ زنی کے لیے بلایا جائے تو اس دعوت کو قبول کر لیتا ہے۔ ادھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ دو اور آدمی لے کر آئے تھے۔ (راویٔ حدیث) سفیان سے پوچھا گیا: کیا آپ کے شیخ عمرو نے ان کا نام لیا تھا؟ انھوں نے کہا: کچھ آدمیوں کا نام لیا تھا۔ البتہ عمرو کے علاوہ دوسروں نے بیان کیا کہ وہ اپنے ہمراہ ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر کو لائے تھے۔ عمرو نے بیان کیا کہ وہ (محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ) اپنے ساتھ دو آدمی لائے تھے اور انھوں نے (اپنے ان دونوں ساتھیوں سے) کہا کہ جب کعب یہاں آئے گا تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب تم دیکھو کہ میں نے اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے اور اس کے سر کو تھام لیا ہے تو تم نے جلدی سے اس کا کام تمام کر دینا ہے۔

وَقَالَ مَرَّةً: ثُمَّ أُشِمُّكُمْ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ. وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو: قَالَ عِنْدِي أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ، قَالَ عَمْرٌو: فَقَالَ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشَمَّ رَأْسَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَشَمَّهُ، ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَتَأْذَنُ لِي؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ: دُونَكُمْ، فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ.

راوی نے ایک دفعہ یوں بیان کیا کہ میں تمھیں اس کا سر سونگھاؤں گا۔ الغرض وہ (کعب) ان کے پاس چادر لپیٹے ہوئے آیا جبکہ اس سے خوشبو کی مہک اٹھ رہی تھی۔ تب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آج کی طرح خوشبودار ہوا کبھی نہیں سونگھی۔ عمرو کے علاوہ (دوسرے راوی) نے بیان کیا کہ کعب نے کہا: میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو سب عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی بے نظیر ہے۔ عمرو نے بیان کیا کہ پھر محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا تو مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ تب انھوں نے خود بھی سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھایا۔ پھر انھوں نے کہا: کیا مجھے دوبارہ سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر جب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے مضبوط پکڑ لیا تو

اپنے ساتھیوں سے کہا: ادھر آؤ اور اس کا کام تمام کر دو، چنانچہ انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کے قتل کی خوشخبری سنائی۔

فوائد و مسائل: ① کعب کا باپ اشرف بنونبہان قبیلے سے تھا۔ دور جاہلیت میں اس نے کسی آدمی کو قتل کر دیا، پھر وہاں سے بھاگ کر مدینہ طیبہ میں آ گیا اور بنونضیر سے عہد و پیمان کر لیا، پھر اس نے ابوالحقیق کی لڑکی عقیلہ سے شادی کی تو اس سے کعب پیدا ہوا۔ اس کے قتل کرنے کے متعلق دو سبب بیان کیے جاتے ہیں: (ا) غزوۂ بدر کے بعد اس نے قریش کو جنگ پر ابھارا اور ہر قسم کے مال و اسباب کے ساتھ تعاون کا یقین دلایا بلکہ ساٹھ آدمیوں کا وفد لے کر مکے گیا اور انھیں مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔ اس کے علاوہ یہ شاعر بھی تھا اپنے اشعار میں اسلام اور اہل اسلام کی توہین کرتا اور مسلم خواتین کے متعلق نازیبا اشعار کہتا تھا۔ (ب) اس نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی اور پروگرام اس طرح طے پایا کہ جب آپ مکان میں تشریف فرما ہوں تو اچانک آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا جائے لیکن حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس سے مطلع کر دیا اور آپ کو اپنے پروں میں چھپا کر لے آئے تو واپس آ کر آپ نے فرمایا: ''اب اس کی ایذا رسانی انتہا کو پہنچ چکی ہے، اسے قتل کرنا چاہیے'' چنانچہ اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔[1] ② کعب بن اشرف یہودی کے قتل میں پانچ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حصہ لیا: محمد بن مسلمہ، ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس، ابونائلہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم۔ خود رسول اللہ ﷺ بقیع تک ان کے ساتھ آئے، پھر اللہ کا نام لے کر انھیں روانہ کیا اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! ان کی مدد فرما۔'' یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب اسے قتل کر کے واپس آئے تو بقیع کے پاس پہنچ کر انھوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر اس کا سر آپ کے آگے پھینک دیا۔ آپ نے اس کے قتل ہو جانے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔[2]

(١٦) [بَابُ] قَتْلِ أَبِي رَافِعٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْحُقَيْقِ، وَيُقَالُ: سَلَّامُ بْنُ أَبِي الْحُقَيْقِ

باب: 16- ابو رافع عبداللہ بن ابی الحقیق کے قتل کا واقعہ جسے سلام بن ابوالحقیق بھی کہا جاتا ہے

كَانَ بِخَيْبَرَ وَيُقَالُ: فِي حِصْنٍ لَّهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ.

وہ خیبر میں رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حجاز مقدس میں اس کا قلعہ تھا وہ اس میں رہتا تھا۔ امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: اسے کعب بن اشرف کے بعد قتل کیا گیا۔

وضاحت: ابورافع یہودی خیبر میں رہتا تھا۔ اسلام اور مسلمانوں کا سخت ترین دشمن، ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی برائی اور مذمت کیا کرتا تھا۔ چونکہ دشمن دین کعب بن اشرف کو قبیلۂ اوس کے انصار نے قتل کیا تھا، اس لیے ابورافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے قبیلۂ خزرج کے انصار نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں حضرت

[1] فتح الباري: 7/421، 422. [2] فتح الباري: 7/424.

مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابوقتادہ، خزاعی بن اسود اور عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا، چنانچہ قبیلۂ خزرج کے جوانوں نے اسے کیفر کردار تک پہنچایا۔[1]

٤٠٣٨ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَهْطًا إِلَى أَبِي رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَتِيكٍ بَيْتَهُ لَيْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ. [راجع: ٣٠٢٢]

[4038] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند آدمیوں کو ابورافع یہودی کی طرف بھیجا تو عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے اور اسے قتل کر دیا جبکہ وہ سو رہا تھا۔

٤٠٣٩ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى أَبِي رَافِعٍ الْيَهُودِيِّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَتِيكٍ، وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللهِ ﷺ وَيُعِينُ عَلَيْهِ، وَكَانَ فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ، فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لِأَصْحَابِهِ: اجْلِسُوا مَكَانَكُمْ، فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ وَّمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّي أَنْ أَدْخُلَ، فَأَقْبَلَ حَتَّى دَنَا مِنَ الْبَابِ، ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِي حَاجَةً، وَقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ: يَا عَبْدَ اللهِ! إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ، فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ، فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيقَ عَلَى وَدٍّ.

[4039] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند انصار کو ابورافع یہودی کے پاس بھیجا اور ان پر حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ ابورافع رسول اللہ ﷺ کو سخت اذیت دیا کرتا تھا اور آپ کے مخالفین کی اعانت کرتا تھا۔ زمین حجاز میں اس کا قلعہ تھا اور وہ اس میں رہائش پذیر تھا۔ جب یہ لوگ اس کے پاس پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور شام کے وقت لوگ اپنے مویشی واپس لا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم اپنی جگہ پر ٹھہرو، میں جاتا ہوں اور دربان سے مل کر اس سے نرم نرم باتیں کر کے قلعے کے اندر جانے کی کوئی تدبیر کرتا ہوں، چنانچہ وہ قلعے کی طرف روانہ ہوئے اور دروازے کے قریب پہنچ کر خود کو کپڑوں میں اس طرح چھپا لیا گویا وہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت اہل قلعہ اندر جا چکے تھے۔ دربان نے اپنا آدمی سمجھ کر آواز دی: اے اللہ کے بندے! میں دروازہ بند کر رہا ہوں اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ جا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

[1] فتح الباري: 7/428.

کہ میں یہ سن کر (قلعے کے) اندر داخل ہوا اور چھپ گیا۔ جب سب لوگ اندر آ چکے تو دربان نے دروازہ بند کر کے چابیاں کھونٹی پر لٹکا دیں۔

قَالَ: فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ وَكَانَ فِي عَلَالِيَّ لَهُ، فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ، قُلْتُ: إِنِ الْقَوْمُ نَذِرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتَّى أَقْتُلَهُ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ. فَقُلْتُ: يَا أَبَا رَافِعٍ! فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَا دَهِشٌ فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا، وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَأَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ! فَقَالَ: لِأُمِّكَ الْوَيْلُ إِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اٹھ کر چابیاں لیں اور قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ ادھر ابو رافع کے پاس رات کے وقت قصہ گوئی ہوا کرتی تھی اور وہ اپنے بالاخانہ میں رہتا تھا۔ جب داستان گو اس کے پاس سے چلے گئے تو میں اس کی طرف چلنے لگا۔ جب کوئی دروازہ کھولتا تو اندر کی طرف سے اسے بند کر لیتا تھا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اگر لوگوں کو میری خبر ہو جائے تو مجھ تک ابو رافع کو قتل کرنے سے پہلے نہ آ سکیں۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک تاریک مکان میں اپنے بچوں کے درمیان سو رہا ہے۔ چونکہ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کس جگہ پر ہے اس لیے میں نے ابو رافع کہہ کر آواز دی۔ اس نے جواب دیا: تو کون ہے؟ میں آواز کی طرف جھکا اور اس پر تلوار سے زور دار وار کیا جبکہ میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اس ضرب سے کچھ کام نہ بنا۔ وہ چلانے لگا تو میں مکان سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر میں پھر اندر آیا اور میں نے کہا: اے ابو رافع! یہ کیسی آواز تھی؟ اس نے کہا: تیری ماں پر مصیبت پڑے، ابھی ابھی کسی نے اس مکان میں مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے۔

قَالَ: فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ، ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيبَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ، فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ، فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا، حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ لَهُ فَوَضَعْتُ رِجْلِي وَأَنَا أُرَى أَنِّي قَدِ انْتَهَيْتُ إِلَى

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان کہ میں نے پھر ایک اور بھرپور وار کیا مگر وہ بھی خالی گیا اگرچہ اس کو زخم لگ چکا تھا لیکن وہ اس سے مرا نہیں تھا، اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھی، خوب زور دیا تو وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے اسے مار ڈالا ہے تو

الْأَرْضِ فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِي فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ: لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَعْلَمَ أَقَتَلْتُهُ؟ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيكُ قَامَ النَّاعِي عَلَى السُّورِ فَقَالَ: أَنْعَى أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ: النَّجَاءَ، فَقَدْ قَتَلَ اللهُ أَبَا رَافِعٍ، فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ لِي: «ابْسُطْ رِجْلَكَ»، فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّهَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ. [راجع: ٣٠٢٢]

میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا سیڑھی تک پہنچ گیا۔ چاندنی رات تھی، یہ خیال کر کے کہ میں زمین پر پہنچ گیا ہوں نیچے پاؤں رکھا تو دھڑام سے نیچے آ گرا جس سے میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اپنی پگڑی سے اسے باندھا اور باہر نکل کر دروازے پر بیٹھ گیا۔ اپنے دل میں کہا کہ میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے، لہٰذا جب صبح کے وقت مرغ نے اذان دی تو موت کی خبر دینے والا دیوار پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: لوگو! میں تمھیں حجاز کے سوداگر ابو رافع کے مرنے کی خبر دیتا ہوں۔ یہ سنتے ہی میں اپنے ساتھیوں کی طرف چلا اور ان سے کہا: یہاں سے جلدی بھاگو۔ اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو ہمارے ہاتھوں قتل کر دیا ہے۔ پھر وہاں سے نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ کو تمام قصہ سنایا۔ آپ نے مجھے فرمایا: ''اپنی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پھیلاؤ'' چنانچہ میں نے اپنی پنڈلی پھیلائی تو آپ نے اپنا دست مبارک اس پر پھیر دیا جس سے وہ ایسے ہوگئی گویا مجھے اس کی کبھی شکایت ہی نہ تھی۔

٤٠٤٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحٌ - هُوَ ابْنُ مَسْلَمَةَ -: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى أَبِي رَافِعٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَتِيكٍ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عُتْبَةَ فِي نَاسٍ مَعَهُمْ فَانْطَلَقُوا حَتَّى دَنَوْا مِنَ الْحِصْنِ، فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَتِيكٍ: امْكُثُوا أَنْتُمْ حَتَّى أَنْطَلِقَ أَنَا فَأَنْظُرَ، قَالَ: فَتَلَطَّفْتُ أَنْ أَدْخُلَ الْحِصْنَ فَفَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ قَالَ: فَخَرَجُوا بِقَبَسٍ يَطْلُبُونَهُ،

[4040] حضرت براء بن عازب ؓ سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک اور عبداللہ بن عتبہ ؓ کو چند لوگوں کے ہمراہ ابورافع کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ لوگ چلتے چلتے جب قلعے کے قریب پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عتیک ؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہاں ٹھہرو میں جا کر حالات کا جائزہ لیتا ہوں۔ عبداللہ ؓ نے کہا کہ میں اندر جانے کے لیے تدبیر کرنے لگا، چنانچہ لوگوں نے اپنا گدھا گم پایا تو وہ روشنی لے کر باہر نکلے اور اپنا گدھا تلاش کرنے لگے۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ مبادا پہچانا جاؤں تو میں نے اپنا سر اور

قَالَ: فَخَشِيتُ أَنْ أُعْرَفَ، فَغَطَّيْتُ رَأْسِي وَرِجْلِي كَأَنِّي أَقْضِي حَاجَةً ثُمَّ نَادٰى صَاحِبُ الْبَابِ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ أَنْ أُغْلِقَهُ، فَدَخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَأْتُ فِي مَرْبِطِ حِمَارٍ عِنْدَ بَابِ الْحِصْنِ، فَتَعَشَّوْا عِنْدَ أَبِي رَافِعٍ وَتَحَدَّثُوا حَتّٰى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلٰى بُيُوتِهِمْ، فَلَمَّا هَدَأَتِ الْأَصْوَاتُ وَلَا أَسْمَعُ حَرَكَةً خَرَجْتُ، قَالَ: وَرَأَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِي كُوَّةٍ فَأَخَذْتُهُ فَفَتَحْتُ بِهِ بَابَ الْحِصْنِ.

پاؤں ڈھانپ لیے، گویا میں قضائے حاجت کر رہا ہوں۔ پھر دربان نے آواز دی کہ جو کوئی داخل ہونا چاہتا ہے وہ میرے دروازہ بند کرنے سے پہلے داخل ہو جائے۔ میں قلعے میں داخل ہوگیا اور قلعے کے دروازے کے پاس گدھوں کے باڑے میں چھپ گیا۔ لوگوں نے ابو رافع کے پاس شام کا کھانا کھایا اور پھر اسے قصے سناتے رہے۔ آخر کچھ رات گئے وہ سب قلعے کے اندر ہی اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ اب سناٹا چھا چکا تھا اور کہیں کوئی حرکت نہ تھی تو میں (باڑے سے) نکلا۔ میں نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ دربان نے کنجی ایک طاق میں رکھی ہے، چنانچہ میں نے کنجی اپنے قبضے میں کی اور اس سے قلعے کا دروازہ کھولا۔

قَالَ: قُلْتُ: إِنْ نَذِرَ بِيَ الْقَوْمُ انْطَلَقْتُ عَلٰى مَهَلٍ، ثُمَّ عَمَدْتُ إِلٰى أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ فَغَلَّقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِّنْ ظَاهِرٍ، ثُمَّ صَعِدْتُ إِلٰى أَبِي رَافِعٍ فِي سُلَّمٍ فَإِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طَفِئَ سِرَاجُهُ فَلَمْ أَدْرِ أَيْنَ الرَّجُلُ؟ فَقُلْتُ: يَا أَبَا رَافِعٍ! قَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ وَصَاحَ، فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا. قَالَ: ثُمَّ جِئْتُ كَأَنِّي أُغِيثُهُ، فَقُلْتُ: مَا لَكَ يَا أَبَا رَافِعٍ؟ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي. فَقَالَ: أَلَا أُعْجِبُكَ؟ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ، دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَضَرَبَنِي بِالسَّيْفِ، قَالَ: فَعَمَدْتُ لَهُ أَيْضًا فَأَضْرِبُهُ أُخْرٰى فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا، فَصَاحَ وَقَامَ أَهْلُهُ، قَالَ: ثُمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي كَهَيْئَةِ الْمُغِيثِ، فَإِذَا هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهِ فَأَضَعُ السَّيْفَ فِي بَطْنِهِ ثُمَّ أَنْكَفِئُ عَلَيْهِ حَتّٰى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ ثُمَّ خَرَجْتُ

میں نے (دل میں) کہا: اگر لوگ مجھے معلوم کر لیں گے تو میں آرام سے نکل جاؤں گا۔ پھر میں نے ان کے کمروں کے دروازوں کا قصد کیا اور انھیں کھولنے لگا اور انھیں اندر سے بند کرتا جاتا تھا، پھر سیڑھی کے ذریعے سے ابورافع کی طرف چڑھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کمرے میں اندھیرا ہے کیونکہ انھوں نے چراغ گل کر دیا تھا، اس لیے معلوم نہ ہو سکا کہ ابورافع کہاں ہے؟ تو میں نے آواز دی: اے ابورافع! اس نے کہا: یہ کون ہے؟ میں آواز کی طرف بڑھا اور اس پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ وہ چلایا مگر وار خالی ہوگیا۔ میں پھر آیا، گویا میں اس کی مدد کو آیا ہوں۔ میں نے آواز بدل کر پوچھا: ابو رافع! کیا بات پیش آئی؟ اس نے کہا: تعجب کی بات ہے! تیری ماں غارت ہو! ابھی ابھی کوئی آدمی میرے کمرے میں آیا اور اس نے تلوار کے ساتھ مجھ پر حملہ کیا ہے۔ میں نے پھر اس کی آواز کی طرف بڑھ کر دوبارہ حملہ کیا لیکن اس حملے میں بھی وہ قتل نہ ہو سکا۔ پھر وہ چلانے لگا اور اس کے گھر

دَهِشًا حَتَّى أَتَيْتُ السُّلَّمَ أُرِيدُ أَنْ أَنْزِلَ فَأَسْقُطُ مِنْهُ فَانْخَلَعَتْ رِجْلِي، فَعَصَبْتُهَا ثُمَّ أَتَيْتُ أَصْحَابِي أَحْجُلُ، فَقُلْتُ لَهُمْ: انْطَلِقُوا فَبَشِّرُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَإِنِّي لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ، فَلَمَّا كَانَ فِي وَجْهِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ، فَقَالَ: أَنْعَى أَبَا رَافِعٍ.

والے بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں پھر آیا اور فریاد رسی کرنے والے کی طرح اپنی آواز تبدیل کی۔ اس وقت وہ چت لیٹا ہوا تھا۔ میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھی، پھر اس پر دباؤ ڈالا۔ جب میں نے ہڈی ٹوٹنے کی آواز سن لی تو میں وہاں سے نکل بھاگا۔ اس وقت میں بہت گھبرایا ہوا تھا، حتی کہ میں سیڑھی کے پاس آیا۔ جب میں نے نیچے اترنے کا ارادہ کیا تو اس سے گر پڑا جس سے میرے پاؤں کو موچ آ گئی۔ میں نے اسے اپنے کپڑے سے باندھا، پھر اپنے ساتھیوں کے پاس لنگڑاتا ہوا آیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سناؤ میں تو یہیں رہوں گا حتی کہ اس کی موت کا اعلان سن لوں، چنانچہ جب صبح ہوئی تو موت کی خبر دینے والا ایک اونچی جگہ پر چڑھا اور اعلان کیا کہ ابورافع کی موت واقع ہو چکی ہے۔

قَالَ: فَقُمْتُ أَمْشِي، مَا بِي قَلَبَةٌ، فَأَدْرَكْتُ أَصْحَابِي قَبْلَ أَنْ يَأْتُوا النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ.
[راجع: ٣٠٢٢]

حضرت عبداللہ بن عتیک ؓ کا بیان ہے کہ پھر میں چلنے کے لیے اٹھا تو مجھے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ میرے ساتھی نبی ﷺ کے پاس پہنچیں میں نے انھیں پا لیا۔ پھر میں نے آپ کو خوشخبری سنائی۔

فوائد و مسائل: ① ابورافع یہودی کی اہل اسلام کے خلاف خباثتیں انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔ وہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتا تھا۔ ایسے حالات میں اسے قتل کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ نے چند خزرجی صحابۂ کرام ؓ کی خواہش پر حضرت عبداللہ بن عتیک ؓ کی قیادت میں پانچ آدمیوں پر مشتمل ایک دستہ اس کے قتل پر مامور کیا۔ انھوں نے اس بدطینت کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کیا۔ پہلی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عتیک ؓ کی پنڈلی ٹوٹ جانے کا ذکر تھا جبکہ دوسری حدیث میں پاؤں کا جوڑ کھل جانے کا بیان ہے؟ ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ پنڈلی بھی ٹوٹی تھی اور پاؤں کا جوڑ بھی کھلا تھا۔ ان دونوں احادیث میں مختلف طرق سے ابورافع یہودی کے قتل کا بیان ہے۔ ② واضح رہے کہ ابورافع خیبر کے جس قلعے میں رہتا تھا وہ سرزمین حجاز کے قریب تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے وہ حجاز میں رہ کر تکلیفیں دیا کرتا تھا، پھر جلاوطنی کے بعد خیبر چلا گیا اور قتل کے وقت وہ اسی قلعے میں تھا۔ یہ ممکن ہے کہ اس کا ایک مکان خیبر میں ہو اور دوسرا حجاز میں۔ بہر حال قتل کے وقت وہ خیبر کے قلعے میں تھا۔ ③ ابورافع کے دو بھائی بھی تھے: ایک تو کنانہ جو حضرت صفیہ ؓ کا خاوند تھا اور دوسرا ربیع بن ابی الحقیق۔ ان دونوں

کو فتح خیبر کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔[1] ④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان دونوں سرداروں کے قتل سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین کے حالات کا تجسس کرنا جائز ہے اور جب ان کی ایذا رسانی حد سے بڑھ جائے تو ان کی بے عزتی کرنا اور انھیں اچانک قتل کرنا جائز ہے، نیز کسی کافر کو اپنے کفر پر اصرار ہو تو ایسے لوگوں کو قبل از قتل دعوت دینے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔[2]

(١٧) بَابُ غَزْوَةِ أُحُدٍ

باب: 17- غزوۂ اُحد کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [آل عمران: ١٢١]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جب آپ صبح دم اپنے گھر سے نکلے اور مسلمانوں کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔“

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ۝ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِن قَبْلِ أَن تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ﴾ [آل عمران: ١٣٩-١٤٣]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”(مسلمانو!) نہ تم کمزوری دکھاؤ اور نہ غم کھاؤ اگر فی الواقع تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تمھیں زخم لگے ہیں تو ایسے ہی زخم کافروں کو بھی لگ چکے ہیں اور ہم یہ دن لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں اور (یہ اس لیے بھی) تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان لے (ظاہر کر دے) جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں اور تاکہ تم میں سے کچھ لوگوں کو مقام شہادت ملے۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور اس لیے بھی کہ وہ اس آزمائش کے ذریعے سے اہل ایمان کو پاک صاف کر کے چھانٹ لے اور کفار کو ملیامیٹ کر دے۔ کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے جبکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں جانا (ظاہر نہیں کیا) کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ بلاشبہ اس سے پہلے تم شہادت کی آرزو کیا کرتے تھے کہ وہ تمھیں نصیب ہو، سو اب تم نے اسے بچشم خود دیکھ لیا ہے۔“

وَقَوْلُهُ: ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جو تم سے

[1] فتح الباري: 427/7. ② فتح الباري: 431/7.

تَحُسُّونَهُم﴾ تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلًا الْآيَةَ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٥٢]

وعدہ کر رکھا تھا اسے پورا کر دیا جبکہ تم کفار کو اللہ کے حکم سے خوب قتل کر رہے تھے...... کیونکہ وہ مومنوں کے لیے بڑے فضل والا ہے۔''

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا﴾ الْآيَةَ [آل عمران: ١٦٩].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں انھیں ہرگز مردہ نہ خیال کرو۔''

وضاحت: رمضان 2 ہجری میں غزوۂ بدر کے موقع پر قریش مکہ کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ ابوجہل کی موت کے بعد ابوسفیان نے قریش کی قیادت سنبھال لی۔ اس نے جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے: ○ طے ہوا کہ اس تجارتی قافلے کا سارا منافع جنگی اخراجات کے لیے جمع کرا دیا جائے جو جنگ بدر سے چند روز پہلے بچ بچا کر نکل آیا تھا۔ اس سے ایک ہزار اور پانچ ہزار، یعنی 6000 دینار جنگی اخراجات کے لیے جمع ہو گئے۔ ○ رضا کارانہ خدمت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ تمام اسلام دشمن قبائل کو اس جنگ میں شمولیت کی دعوت دی گئی، اس طرح قریش کے حلیف قبائل اور مسلمانوں کے مخالف قبائل قریش کی کمان میں جمع ہو گئے۔ ○ دو شعلہ بیان شعراء کی خدمات حاصل کی گئیں جو بدوی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف انتقام پر بھڑکاتے تھے اور ان ایام میں جنگی پروپیگنڈے کا سب سے مؤثر ذریعہ یہی تھا، چنانچہ شوال 3 ہجری میں قریش کے تین ہزار مسلح افراد ابو سفیان کی سربراہی میں احد کے میدان میں پہنچ گئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کردہ آیات کسی نہ کسی حوالے سے جنگ اُحد سے متعلق ہیں۔ تفصیلات کسی بھی تفسیر کی کتاب میں دیکھ لی جائیں۔ غزوۂ احد کے متعلق کچھ تفصیلات آئندہ بیان ہوں گی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''تَحُسُّونَ'' کی تفسیر ''تَسْتَأْصِلُونَ قَتْلًا'' سے کی ہے، یعنی تم قتل کر کے انھیں تباہ و برباد کر رہے تھے۔ ''اِسْتِيصَال'' کے معنی جڑ سے اکھاڑ دینا ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا اپنا کیا دھرا ان کے سامنے آ گیا اور نافرمانی کی سزا فوراً میدان جنگ میں مل گئی۔

٤٠٤١ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ: «هٰذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ». [راجع: ٣٩٩٥]

[4041] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے غزوۂ احد کے دن فرمایا: ''یہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو ہتھیار بند اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے، وہاں غزوۂ اُحد کے بجائے غزوۂ بدر کے الفاظ ہیں۔[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تنبیہ'' کا عنوان دے کر اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس حدیث میں غزوۂ احد کے الفاظ وہم پر مبنی ہیں۔[2]

---

① صحيح البخاري، المغازي، حديث: 3995. ② فتح الباري: 436/7.

لیکن اسے وہم قرار دینا صحیح نہیں۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں مقامات پر یہ الفاظ استعمال فرمائے ہوں، پھر فرشتوں کا اترنا دونوں غزوات میں ثابت ہے جیسا کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث پیش کی ہے۔ ② حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے احد کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد انھیں نہیں دیکھا۔[1] صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں: احد کے دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا، جنھوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد انھیں نہیں دیکھا۔ وہ حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔[2] ان روایات سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی حاضری یوم بدر کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ احد میں ان کی حاضری بلکہ لڑنا بھی ثابت ہے، اس لیے اس روایت میں ''یوم احد'' کے الفاظ کو وہم قرار دینا محل نظر ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ: أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: «إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ، وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ، وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هٰذَا، وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا وَلٰكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا».

[4042] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال بعد شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی، جیسے کوئی زندوں اور مردوں کو الوداع کہتا ہے۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ''میں تمھارے لیے میر کارواں (پیش رو) ہوں اور تم پر گواہ ہوں اور مجھ سے تمھاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ میں اس وقت بھی اپنی جگہ سے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے تمھارے متعلق یہ خطرہ نہیں کہ تم شرک میں مبتلا ہو گے بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں دلچسپی لینے لگو گے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے۔''

قَالَ: فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. [راجع: ١٣٤٤]

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ آخری دیدار تھا جو مجھے نصیب ہوا۔

فوائد و مسائل: ① 10 ہجری میں حجۃ الوداع سے فراغت کے بعد 11 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ کی وفات ہوئی جبکہ غزوۂ اُحد 3 ہجری میں ہوا، اس لیے راوی کا یہ کہنا کہ غزوۂ احد کے آٹھ برس بعد شہدائے احد پر نماز جنازہ پڑھی، یہ صحیح نہیں ہوسکتا، البتہ آٹھویں برس صحیح ہے۔ ② زندوں کا رخصت کرنا تو ظاہر ہے کیونکہ یہ واقعہ آپ کی حیات طیبہ کے آخری سال کا ہے اور مردوں کو الوداع کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب جسد عنصری کے ساتھ ان کی زیارت نہیں ہو سکے گی جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتی

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4054. [2] صحيح مسلم، الفضائل، حديث: 6004 (2306).

تھی۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اگرچہ وفات کے بعد بھی زندہ ہیں لیکن اخروی زندگی دنیا کی زندگی سے مختلف ہے۔[1] ④ چونکہ اس حدیث میں شہدائے احد کا ذکر تھا، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان فرمایا ہے کہ گویا آپ نے درج ذیل آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اس حدیث کو ذکر کیا ہے: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں انھیں ہرگز مردہ گمان نہ کریں بلکہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔''[2] قبل ازیں ہم اس حدیث سے متعلق احکام و مسائل بیان کر آئے ہیں۔[3]

٤٠٤٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقِينَا الْمُشْرِكِينَ يَوْمَئِذٍ وَّأَجْلَسَ النَّبِيُّ ﷺ جَيْشًا مِّنَ الرُّمَاةِ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ وَقَالَ: «لَا تَبْرَحُوا، إِنْ رَّأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا، وَإِنْ رَّأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا». فَلَمَّا لَقِينَا هَرَبُوا حَتّٰى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ، رَفَعْنَ عَنْ سُوقِهِنَّ، قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَأَخَذُوا يَقُولُونَ: الْغَنِيمَةَ الْغَنِيمَةَ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جُبَيْرٍ: عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَّا تَبْرَحُوا فَأَبَوْا، فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَ وُجُوهُهُمْ فَأُصِيبَ سَبْعُونَ قَتِيلًا.

[4043] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جنگ احد کے موقع پر جب ہمارا مشرکین سے آمنا سامنا ہوا تو نبی ﷺ نے تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں تعینات فرمایا اور انھیں یہ حکم دیا: ''تم نے اپنی جگہ پر برقرار رہنا ہے۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے مشرکین پر غلبہ حاصل کر لیا ہے تو بھی اس جگہ کو نہیں چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ وہ ہم پر غالب آ گئے ہیں تو بھی ہماری مدد کے لیے نہیں آنا۔'' جب ہم نے ان سے مقابلہ کیا تو وہ بھاگ نکلے۔ میں نے دیکھا کہ ان کی عورتیں پہاڑیوں پر بڑی تیزی کے ساتھ دوڑتی جا رہی تھیں۔ انھوں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے تھے اور ان کے پازیب دکھلائی دے رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر درے پر تعینات تیر اندازوں نے کہنا شروع کر دیا کہ دوڑو اور مال غنیمت حاصل کرو۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے نبی ﷺ نے تاکید کی تھی کہ تم نے اپنی جگہ کو نہیں چھوڑنا لیکن ان کے ساتھیوں نے ان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کی حکم عدولی کے نتیجے میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ستر (70) مسلمان شہید ہو گئے۔

وَأَشْرَفَ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ: أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ: «لَا تُجِيبُوهُ»، فَقَالَ: أَفِي الْقَوْمِ

اس کے بعد ابوسفیان نے پہاڑی سے آواز دی: کیا تمھارے ساتھ محمد (ﷺ) موجود ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① فتح الباري: 436/7. ② آل عمران 3:169. ③ صحيح البخاري، الجنائز، حديث: 1344.

ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ؟ قَالَ: «لَا تُجِيبُوهُ»، فَقَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ فَقَالَ: إِنَّ هٰؤُلَاءِ قُتِلُوا، فَلَوْ كَانُوا أَحْيَاءً لَأَجَابُوا، فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهُ، فَقَالَ لَهُ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللهِ، أَبْقَى اللهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِنُكَ.

"اسے کوئی جواب نہ دے۔" پھر اس نے پوچھا: کیا تمھارے ساتھ ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ آپ ﷺ نے اس کا جواب دینے سے بھی منع کر دیا۔ ابوسفیان نے پھر کہا: کیا تمھارے ہاں ابن خطاب موجود ہیں؟ اس کے بعد وہ خود ہی کہنے لگا کہ یہ سب قتل کر دیے گئے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے قابو ہو گئے اور فرمایا: اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ذلیل کرنے کے لیے انھیں ابھی باقی رکھا ہے۔

قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: اعْلُ هُبَلْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَجِيبُوهُ»، قَالُوا: مَا نَقُولُ؟ قَالَ: «قُولُوا: اللهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ»، قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَجِيبُوهُ»، قَالُوا: مَا نَقُولُ؟ قَالَ: «قُولُوا: اللهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ». قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَّالْحَرْبُ سِجَالٌ، وَتَجِدُونَ مُثْلَةً لَّمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِي. [راجع: ٣٠٣٩]

ابوسفیان نے کہا: اے ہبل! تو بلند ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اس کا جوب دو" صحابہ نے پوچھا: ہم کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کہو: اللہ سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔" ابوسفیان نے کہا: ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اس کا جواب دو۔" صحابہ نے عرض کی: کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: "کہو اللہ ہمارا مولی ہے اور تمھارا کوئی مولی نہیں۔" ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی ڈول کی طرح ہے، نیز تم اپنے مقتولین میں کچھ لاشوں کا مثلہ کیا ہوا پاؤ گے۔ میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ مجھے اس کا افسوس ہے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کی باتوں کا جواب دینے سے منع فرمایا تاکہ اس کے دل کا راز معلوم ہو جائے کہ وہ کس مقصد کے لیے پوچھ رہا ہے، نیز خاموشی اختیار کرنے میں دشمن کو بظاہر خوشی ہو گی لیکن جب آپ ﷺ کا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا زندہ ہونا معلوم ہو گا تو زیادہ رنج میں مبتلا ہوں گے۔ یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرینے سے معلوم کر لیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ ابوسفیان جب تک بولتا رہے اس کا جواب نہ دیا جائے لیکن اس کے خاموش ہو جانے کے بعد ممانعت نہیں، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب دینا نافرمانی اور حکم عدولی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ جواب دینے پر عتاب فرماتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفر کی آنکھ میں رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تینوں بزرگ کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوسفیان نے

صرف ان تینوں حضرات کے متعلق سوال کیا۔ ④ آج بھی کچھ لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے پرخاش رکھتے ہیں اور ان پر سب وشتم روا سمجھتے ہیں، جبکہ اسلام میں ان دونوں بزرگوں کا مقام بہت اونچا ہے اور اس مقام اور اہمیت کو روز اول کے کفر نے بھی محسوس کیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ان حضرات کی قدر ومنزلت کو خوب اجاگر کیا ہے۔[1]

٤٠٤٤ - أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: اصْطَبَحَ الْخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ نَاسٌ ثُمَّ قُتِلُوا شُهَدَاءَ. [راجع: ٢٨١٥]

[4044] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ احد کے دن صبح کے وقت کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب پی تھی اور پھر انھیں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔

فوائد ومسائل: ① غزوۂ احد سے پہلے شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے صبح کی وقت شراب نوشی کی۔ اس کے بعد اعلان جہاد ہوا تو شراب نوشی کرنے والے اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ اگر اس وقت یہ فعل برا ہوتا تو انھیں شہادت کا انعام نہ ملتا۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو شبہ تھا کہ شرابی شہید کیسے بن سکتا ہے؟ اس حدیث سے اس شبہ کا ازالہ مقصود ہے کہ ابھی تک شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی تو گناہ کا ارتکاب کیسے ہو گیا اور انعام سے محرومی کیسے لازم آئی؟ بعد میں جب شراب حرام ہوگئی تو پھر کسی بھی صحابی نے شراب کو منہ نہیں لگایا بلکہ جن برتنوں میں شراب نوشی کرتے تھے انھیں بھی توڑ ڈالا تھا۔ واللہ أعلم.

٤٠٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ أُتِيَ بِطَعَامٍ - وَكَانَ صَائِمًا - فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ - وَأُرَاهُ قَالَ -: وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ - أَوْ قَالَ: أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا - وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ. [راجع: ١٢٧٤]

[4045] ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا جبکہ وہ روزے سے تھے، انھوں نے فرمایا: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو (غزوۂ احد میں) شہید کر دیا گیا، حالانکہ وہ مجھ سے افضل اور بہتر تھے۔ انھیں ایک ہی چادر میں کفن دیا گیا۔ اگر ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ راوی نے کہا: میرا خیال ہے کہ انھوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بھی ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ بھی مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی یا ہمیں دنیا میں بہت کچھ دیا گیا۔ ہمیں تو اندیشہ ہے کہ مبادا یہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہو جو ہمیں اسی دنیا میں دیا جا رہا ہے۔ پھر آپ اس قدر روئے کہ کھانا نہ کھا سکے۔

فائدہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کی مذکورہ گفتگو کسر نفسی کے طور پر تھی۔ اور حضرت

① فتح الباري: 440/7.

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ وہ قریشی نوجوان تھے جو ہجرت سے پہلے ہی مدینہ طیبہ آ گئے اور یہاں آ کر بطور مبلغ کام کرنے لگے۔ ان کی قابل قدر محنت اور کوشش سے مدینہ طیبہ میں اسلام کو فروغ ملا افسوس کہ اسلام کا یہ سپاہی غزوۂ احد میں شہید ہوا اور انھیں عمرو بن قمئہ لیثی نے قتل کیا۔ اس نے قریش میں اس بات کو مشہور کر دیا کہ میں نے رسول اللہ کو ختم کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنا جھنڈا دیا تھا۔[1]

٤٠٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: «فِي الْجَنَّةِ». فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ.

[4046] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ احد کے دن ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا: اگر میں (جہاد میں) شہید کر دیا گیا تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں۔'' (یہ سن کر) اس نے وہ کھجوریں پھینک دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں۔ پھر وہ لڑتا رہا حتی کہ شہید ہو گیا۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ بدر میں حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی روایات میں ہے کہ انھوں نے ہاتھ میں کھجوریں لیں اور انھیں کھانا شروع کیا، پھر کہا: اگر ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہا تو میری یہ زندگی بہت طویل شمار ہوگی، پھر جنگ میں کود پڑے اور شہادت کا مرتبہ پایا۔ ② ان احادیث سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دین اسلام سے سچی اور لازوال محبت کا پتہ چلتا ہے۔ وہ اللہ کی جنت لینے کے لیے اپنی جان پر کھیل جاتے اور اللہ کی خاطر شہادت کے لیے بہت بے قرار رہتے تھے۔[2]

٤٠٤٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ خَبَّابِ ابْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَبْتَغِي وَجْهَ اللهِ، فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ، وَمِنَّا مَنْ مَّضَى أَوْ ذَهَبَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا، كَانَ مِنْهُمْ: مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَّمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ: «غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ، أَوْ قَالَ: أَلْقُوا عَلَى رِجْلِهِ مِنَ الْإِذْخِرِ». وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ

[4047] حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تھی اور ہمارا مقصد صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا تھا تو ہمارا ثواب اللہ کے ذمے ہو گیا۔ پھر ہم میں سے کچھ حضرات ایسے تھے جو گزر گئے جبکہ انھوں نے اپنے ثواب سے اس دنیا میں کچھ نہ دیکھا۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ وہ احد کی جنگ میں شہید ہوئے۔ انھوں نے اپنے ترکے میں صرف ایک دھاری دار چادر چھوڑی۔ جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب ان کے پاؤں ڈھانپے جاتے تو ان کا سر ننگا ہو جاتا۔ نبی ﷺ نے ہمیں فرمایا: ''اس چادر سے ان کا سر چھپا دو اور

① فتح الباري: 441/7. ② فتح الباري: 443/7.

لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا . [راجع: ١٢٧٦]

ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔" اور ہم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنھیں ان کے عمل کا بدلہ دنیا میں مل رہا ہے اور وہ اس سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① "ہمارا اجر اللہ کے ذمے ہو گیا" اس سے مراد اخروی اجر و ثواب ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم اور مہربانی کے طور پر اس اجر کو خود پر لازم اور واجب کیا ہے۔ اس سے مراد واجب شرعی نہیں جس کی کوتاہی سے مکلف اجتناب کرتا ہے اور "اپنے اجر سے کچھ نہ کھایا" سے مراد دنیوی اجر ہے۔ ② چونکہ اس حدیث میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے جو میدان احد میں ہوئی تھی، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اس کی تفصیل ہم کتاب الرقاق، حدیث: 6448 میں بیان کریں گے۔ بإذن اللہ تعالیٰ.

٤٠٤٨ - أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: [أَنَّ عَمَّهُ] غَابَ عَنْ بَدْرٍ فَقَالَ: غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ ﷺ، لَئِنْ أَشْهَدَنِي اللهُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيَرَيَنَّ اللهُ مَا أُجِدُّ، فَلَقِيَ يَوْمَ أُحُدٍ فَهُزِمَ النَّاسُ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ - يَعْنِي الْمُسْلِمِينَ - وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ، فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ: أَيْنَ يَا سَعْدُ؟ إِنِّي أَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ دُونَ أُحُدٍ، فَمَضَى فَقُتِلَ فَمَا عُرِفَ حَتَّى عَرَفَتْهُ أُخْتُهُ بِشَامَةٍ أَوْ بِبَنَانِهِ، وَبِهِ بِضْعٌ وَّثَمَانُونَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّضَرْبَةٍ وَّرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ. [راجع: ٢٨٠٥]

[4048] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے چچا غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے تو انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ پہلی ہی لڑائی میں غیر حاضر رہا، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی اور لڑائی میں مجھے نبی ﷺ کے ساتھ شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کتنی بے جگری سے لڑتا ہوں۔ پھر جب غزوۂ اُحد کا موقع آیا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں افراتفری پھیل گئی تو انھوں نے کہا: اے اللہ! مسلمانوں نے آج جو کچھ کیا ہے میں تیرے حضور اس کے لیے معذرت خواہ ہوں اور جو مشرکین نے کردار ادا کیا ہے میں اس سے اظہار بے زاری کرتا ہوں۔ پھر وہ اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ ان سے کہا: اے سعد! تم کہاں جا رہے ہو؟ میں احد کے دامن میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ پھر وہ جنگ میں کود پڑے اور شہید ہو گئے۔ ان کی لاش شناخت نہیں ہو رہی تھی۔ آخر ان کی بہن نے ایک تل اور انگلی کے پوروں سے انھیں پہچانا۔ انھیں نیزوں، تلواروں اور تیروں کے اَسّی (80) سے زیادہ زخم لگے تھے۔

فوائد و مسائل: ① ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے وقت مدینہ طیبہ میں موجود نہیں تھے۔ شاید

اپنے کسی کام کے لیے کہیں باہر گئے ہوں۔ اگرچہ غزوۂ بدر سے پہلے بھی کفار کے ساتھ جھڑپیں ہوئی تھیں لیکن غزوۂ بدر پہلی جنگ عظیم تھی جو کفر و اسلام کے درمیان برپا ہوئی۔ ② حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے اُحد کے دامن میں جنت کی خوشبو کو سونگھا، یہ خوشبو حقیقی تھی یا اسے مجازی معنی پر محمول کیا جائے؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دونوں معنی بیان کیے ہیں لیکن ہمارے نزدیک اسے مجازی معنی پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اسے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول کرنے میں عافیت ہے۔ روایات میں ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ جنت کو دیکھتا اور اس کی مہک سے محظوظ ہوتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اگر مرنے والا مقرب لوگوں میں سے ہے تو اس کے لیے خوشبوئیں، جنت کی نعمتیں اور آرام و سکون ہوگا۔''[1]

٤٠٤٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: [حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ] حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: فَقَدْتُ آيَةً مِّنَ الْأَحْزَابِ - حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ -، كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقْرَؤُهَا، فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ﴾ [الأحزاب: ٢٣] فَأَلْحَقْنَاهَا فِي سُورَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ. [راجع: ٢٨٠٧]

[4049] حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب ہم نے قرآن لکھنا شروع کیا تو مجھے سورۂ احزاب کی ایک آیت نہ ملی۔ میں رسول اللہ ﷺ کو وہ پڑھتے سنا کرتا تھا۔ ہم نے تلاش کی تو وہ آیت ہمیں حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس سے دستیاب ہوئی۔ وہ آیت یہ تھی: ''اہل ایمان میں سے کچھ ایسے مرد ہیں جنھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ (پورا) کر دکھایا۔ پھر ان میں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ انتظار کر رہے ہیں۔'' پھر ہم نے اس آیت کو قرآن کریم کی اُس سورت میں ذکر کر دیا۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں صراحت ہے کہ مذکورہ آیت شہدائے اُحد کے متعلق نازل ہوئی، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے خیال کے مطابق یہ آیت ہمارے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور اس طرح دیگر جاں نثاروں کے متعلق نازل ہوئی۔[2] بلکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے یقین کے مطابق یہ آیت حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔[3] ② واضح رہے کہ مذکورہ آیت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یاد تو تھی لیکن لکھی ہوئی کسی کے پاس نہ تھی۔ اس سے قرآن مجید کے تواتر میں کوئی خلل نہیں آتا کیونکہ تواتر کے لیے تحریری طور پر پایا جانا ضروری نہیں۔ اس وقت بھی تواتر حفظی موجود تھا، البتہ تواتر کتابی نہیں تھا۔ اس کی تفصیل ہم کتاب فضائل القرآن، حدیث: 4988 کے تحت بیان کریں گے۔ إن شاء اللہ.

٤٠٥٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ

[4050] حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب نبی ﷺ غزوۂ احد کے لیے روانہ

[1] الواقعة 56: 88، 89. [2] صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2805. [3] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4783.

يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلٰى غَزْوَةِ أُحُدٍ رَّجَعَ نَاسٌ مِّمَّنْ خَرَجَ مَعَهُ وَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فِرْقَتَيْنِ: فِرْقَةٌ تَقُولُ: نُقَاتِلُهُمْ، وَفِرْقَةٌ تَقُولُ: لَا نُقَاتِلُهُمْ، فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِى ٱلْمُنَٰفِقِينَ فِئَتَيْنِ وَٱللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوٓا۟﴾ [النساء:٨٨] وَقَالَ: «إِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الذُّنُوبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ». [راجع: ١٨٨٤]

ہوئے تو کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نکلے تھے واپس لوٹ آئے۔ (ان واپس آنے والوں کے متعلق) نبی ﷺ کے صحابۂ کرام ؓ کے دو گروہ بن گئے: ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم ان سے جنگ کریں گے اور دوسرا گروہ کہتا کہ ہم ان سے نہیں لڑیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ”تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تم دو گروہ بن گئے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بدعملی کی وجہ سے انھیں سابقہ حالت (کفر) کی طرف لوٹا دیا ہے۔“ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ”مدینہ، طیبہ ہے جو گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے۔“

فوائد و مسائل: ① غزوۂ احد کے موقع پر منافقین کی دو قسمیں سامنے آئیں: ایک قسم وہ تھی جس کا نفاق کھل کر اس وقت سامنے آیا جب عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی راستے سے مدینہ طیبہ واپس آ گیا۔ اور دوسری قسم وہ تھی جو لڑائی شروع ہونے کے بعد شکست کے وقت بھاگ کر مدینہ طیبہ آ گئے، ان میں مسلمان بھی تھے۔ انھی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا ہے۔“[1] ② مذکورہ حدیث میں منافقین کی وہ قسم مراد ہے جو راستے ہی میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ آ گئے تھے۔ سورۂ نساء کی آیت کریمہ ان کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ انھی کے متعلق حدیث کا آخری حصہ ہے کہ ان کے لیے مدینہ طیبہ بھٹی کی طرح ہے۔ وہ مدینہ چھوڑ جائیں گے یا مدینہ ان کے خبث کو دور کر دے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ تو راہ راست پر آ گئے اور کچھ مختلف روحانی وجسمانی بیماریوں میں مبتلا ہو کر خاک میں مل گئے۔ واللّٰہ أعلم.

(١٨) بَابٌ: ﴿إِذْ هَمَّت طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَٱللَّهُ وَلِيُّهُمَا﴾ الْآيَةَ [آل عمران:١٢٢]

باب: 18- ارشاد باری تعالیٰ: ”جب تم میں سے دو گروہوں نے کم ہمتی کا ارادہ کیا، حالانکہ اللہ ان دونوں کا مددگار تھا......“ کا بیان

٤٠٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِينَا ﴿إِذْ هَمَّت طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا﴾ بَنِي سَلِمَةَ وَبَنِي حَارِثَةَ وَمَا

[4051] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ ہمارے متعلق نازل ہوئی: ”جب دو گروہوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کیا۔“ یعنی ہمارے دو قبیلوں بنوسلمہ اور بنوحارثہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اب میرے لیے

[1] آل عمران 155:3.

أُحِبُّ أَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللهُ يَقُولُ: ﴿وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا﴾ [آل عمران: ١٢٢]. [انظر: ٤٥٥٨]

اس آیت کا اترنا گرانی کا باعث نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے: ''اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار تھا۔''

فوائد ومسائل: ① طائفتان سے مراد بنو حارثہ اور بنو سلمہ انصار کے دو قبیلے ہیں جو عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی راستے سے مدینہ طیبہ واپسی کے وقت پھسلنے لگے تھے۔ یہ دونوں قبیلے بھی واپسی کے لیے تیار ہو گئے لیکن سمجھانے کے بعد وہ اس اقدام سے رک گئے۔ ② کسی آیت کا اس انداز سے نازل ہونا کہ اس میں کسی کا عیب یا قباحت مذکور ہو، اسے ناگوار گزرتا ہے مگر آیت کے آخری حصے میں ان کی تسلی نازل ہوئی تو پہلے حصے میں جو گناہ معلوم ہوتا ہے وہ آخری حصے سے ختم ہو گیا۔ ممکن ہے کہ صرف دل میں خیال آیا ہو، اگر مصمم ارادہ ہوتا تو اس پر ضرور مؤاخذہ ہوتا کیونکہ جہاد سے علیحدگی اختیار کرنا اور رسول اللہ ﷺ سے موافقت نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ کبائر کے مرتکب سے اللہ تعالیٰ نہ محبت کرتا ہے اور نہ ان کی مدد ہی کرتا ہے۔ بہر حال اس آیت کریمہ میں ان کے لیے خوش خبری ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے تعریف سے مشرف ہوئے ہیں اور ان سے اس برے خیال پر مؤاخذہ نہیں کیا گیا کیونکہ یہ خیال عزم اور صمیم قلب سے نہ تھا۔ واللّٰہ أعلم.

٤٠٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «مَاذَا؟ أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟» قُلْتُ: لَا بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: «فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُكَ؟» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ أَبِي قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ كُنَّ لِي تِسْعَ أَخَوَاتٍ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْمَعَ إِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ، وَلٰكِنِ امْرَأَةً تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ، قَالَ: «أَصَبْتَ». [راجع: ٤٤٣]

[4052] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اے جابر! تم نے شادی کی ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''کنواری سے یا شوہر دیدہ سے؟'' میں نے کہا: بیوہ سے۔ آپ نے فرمایا: ''بہتر تھا کہ کنواری سے شادی کرتے تاکہ وہ تم سے ہنستی کھیلتی۔'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے والد گرامی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے نو لڑکیاں چھوڑ گئے ہیں، وہ میری نو بہنیں ہیں۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ ان کے ساتھ ایک اور ان جیسی ناتجربہ کار لڑکی اپنے گھر لے آؤں، لہٰذا میں نے شادی کے لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کیا ہے جو ان کی کنگھی پٹی کرے گی اور ان کی نگہداشت کا فریضہ بھی ادا کرتی رہے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① عنوان سابق ایک اضافی فائدے کے لیے تھا۔ بنیادی عنوان وہی ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اس میں غزوۂ اُحد کے واقعات بیان کرنا مقصود ہے۔ ② مذکورہ حدیث میں بھی حضرت جابر ؓ کے والد گرامی حضرت عبداللہ ؓ کی شہادت کا بیان ہے جو غزوۂ احد میں ہوئی۔ جب وہ شہید ہوئے تو اس وقت حضرت جابر ؓ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ سب

کاروبار ان کے سپرد ہوا۔ جب نو بہنوں کا بارگراں ناتواں کندھوں پر پڑا تو بہت پریشان رہتے تھے۔ والد کے ذمے قرض بھی بہت تھا جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کا ذکر ہے۔ ایسے حالات میں آپ نے ایک بیوہ سے شادی کی تاکہ وہ ان کی بہنوں کو سنبھالے اور امور خانہ داری کی نگہداشت کرے۔ واقعی ایسے حالات میں بیوہ اور تجربہ کار عورت ایک کنواری لڑکی سے بہتر ہوتی ہے، پھر خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی تصویب فرمائی جیسا کہ حدیث کے آخر میں ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠٥٣ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ أَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَّتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا وَّتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ، فَلَمَّا حَضَرَ جِذَاذُ النَّخْلِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ وَالِدِي قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَّتَرَكَ دَيْنًا كَثِيرًا، وَّإِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ، فَقَالَ: «اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ»، فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ فَلَمَّا نَظَرُوا إِلَيْهِ كَأَنَّهُمْ أُغْرُوا بِي تِلْكَ السَّاعَةَ، فَلَمَّا رَأٰى مَا يَصْنَعُونَ أَطَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «ادْعُ لَكَ أَصْحَابَكَ» فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتّٰى أَدَّى اللهُ عَنْ وَّالِدِي أَمَانَتَهُ وَأَنَا أَرْضٰى أَنْ يُّؤَدِّيَ اللهُ أَمَانَةَ وَالِدِي وَلَا أَرْجِعَ إِلٰى أَخَوَاتِي بِتَمْرَةٍ، فَسَلَّمَ اللهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتّٰى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً. [راجع: ٢١٢٧]

[4053] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد گرامی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور اپنے اوپر بہت سا قرض اور چھ بیٹیاں چھوڑ گئے تھے۔ جب کھجوریں اتارنے کا موسم آیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کو معلوم ہے کہ میرے باپ احد میں شہید ہو گئے ہیں اور بہت سا قرض چھوڑ گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں اور کچھ رعایت کریں۔ آپ نے فرمایا: ”تم جا کر کھجوروں کی الگ الگ ڈھیریاں لگاؤ۔“ میں نے آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا، پھر آپ کو بلانے گیا۔ جب قرض خواہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو اس وقت میرے خلاف اور زیادہ مشتعل ہو گئے۔ آپ نے جب ان کا طرز عمل دیکھا تو آپ نے پہلے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے پھر اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا: ”اپنے قرض خواہوں کو بلا لاؤ۔“ آپ ﷺ مسلسل انھیں ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ سے اس کی امانت ادا کر دی۔ میں اس بات پر ہی خوش تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد گرامی کی امانت پورے طور پر ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کے لیے ایک کھجور بھی نہ لے جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام دوسرے ڈھیر محفوظ رکھے حتی کہ میں اس ڈھیر کو بھی دیکھ رہا تھا جس پر نبی ﷺ رونق افروز تھے گویا اس میں سے کھجور کا ایک دانہ بھی کم نہ ہوا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو اس خیال سے قرض خواہوں کے پاس لائے تھے کہ وہ آپ کا لحاظ کریں گے اور کچھ قرض معاف کر دیں گے لیکن اس کا نتیجہ برعکس نکلا۔ چونکہ وہ یہودی تھے اور دنیاداری ان کے رگ و ریشے میں رچ بس چکی تھی، وہ یہ سمجھے کہ رسول اللہ ﷺ کی جابر رضی اللہ عنہ پر نظر عنایت ہے، اگر جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا مال کافی نہ ہوا تو باقی قرض خود رسول اللہ ﷺ اپنے پاس سے ادا کر دیں گے، اس لیے انھوں نے ادائیگی کے لیے تقاضا مزید سخت کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور مال میں اس قدر برکت پڑ گئی کہ قرض کی ادائیگی کے بعد کافی کھجوریں بچ گئیں۔ ② اس حدیث میں غزوۂ احد کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کی شہادت کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ ایک حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بایں طور واقع ہوئی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ملے تو میں انتہائی افسردہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے وجہ پوچھی تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے والد گرامی غزوۂ احد میں شہید ہو گئے ہیں اور اپنے پیچھے اہل و عیال اور کافی قرض چھوڑ گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھے بتاؤں کہ پروردگار نے تیرے والد کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر سے براہ راست گفتگو نہیں فرمائی۔ تیرے والد کو زندہ کیا اور اس سے بلاواسطہ کلام کیا اور فرمایا: میرے بندے! کسی خواہش کا اظہار کر تا کہ میں اسے پورا کروں۔ انھوں نے عرض کی: اے اللہ! مجھے زندہ کر کے دنیا میں بھیج دے تا کہ تیرے راستے میں دوبارہ شہید ہو جاؤں۔ اللہ نے فرمایا: یہ تو میرے ضابطے اور قانون کے خلاف ہے۔ یہ آیت کریمہ ان کے متعلق نازل ہوئی: ''جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے ہیں انھیں ہرگز مردہ گمان نہ کریں۔''[1] ③ پہلی حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نو بہنوں کا ذکر کیا تھا جبکہ اس حدیث میں چھ کا بیان ہے؟ دراصل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کل نو بہنیں تھیں۔ ان میں سے تین شادی شدہ تھیں جو اپنے خاوندوں کے پاس رہتی تھیں اور چھ کنواریاں تھیں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں۔[2]

٤٠٥٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ وَّمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ، عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ. [انظر: ٥٨٢٦]

[4054] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے احد کے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے ہمراہ دو آدمی ہیں جو آپ کی طرف سے لڑائی میں حصہ لے رہے ہیں۔ انھوں نے سفید لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ میں نے انھیں نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔

فوائد و مسائل: ① صحیح مسلم کی روایت میں صراحت ہے کہ وہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔[3] ② اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ احد میں بھی فرشتوں کا نزول ہوا تھا اور انھوں نے باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا تھا۔ ② اس حدیث میں

[1] آل عمران 3: 169، و جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: 3010. [2] فتح الباري: 447/7. [3] صحيح مسلم، الفضائل، حديث: 6004 (2306).

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ انھوں نے فرشتوں کو دیکھا اور انھیں شناخت بھی کیا۔ ④ بہرحال نزول ملائکہ غزوۂ بدر کے ساتھ مختص کرنا محل نظر ہے جیسا کہ بعض شارحین نے کہا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠٥٥ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ السَّعْدِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: نَثَلَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ كِنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: «ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي». [راجع: ٣٧٢٥]

[4055] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے احد کی جنگ میں میرے لیے اپنے ترکش سے تمام تیر نکال کر رکھ دیے اور فرمایا: ”ان پر تیروں کی بارش کرو، میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔“

٤٠٥٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُولُ: جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ. [راجع: ٣٧٢٥]

[4056] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے اپنے والد اور والدہ دونوں کو جمع فرمایا۔ (کہ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔)

٤٠٥٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ سَعْدُ ابْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ أَبَوَيْهِ كِلَاهُمَا، يُرِيدُ حِينَ قَالَ: «فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي» وَهُوَ يُقَاتِلُ. [راجع: ٣٧٢٥]

[4057] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُحد کی لڑائی میں میرے لیے اپنے والدین کو جمع فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ جب وہ جنگ کر رہے تھے تو اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔“

٤٠٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَجْمَعُ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ غَيْرَ سَعْدٍ. [راجع: ٢٩٠٥]

[4058] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے نہیں سنا کہ آپ نے فرمایا ہو: میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

٤٠٥٩ - حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ

[4059] حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے متعلق یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ آپ نے اپنے والدین کو

جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ: «يَا سَعْدُ! ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي». [راجع: ٢٩٠٥]

جمع کیا ہو۔ میں نے احد کے دن آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اے سعد! خوب تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔''

فوائد و مسائل: ① ان احادیث میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا اعزاز بیان ہوا ہے کہ ان کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔'' غزوۂ خندق کے موقع پر یہی الفاظ آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمائے تھے۔[1] ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمائے تھے یا ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ اعزاز احد کے دن حضرت سعد کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملا۔[2] ③ احادیث میں اس واقعے کا سبب بھی بیان ہوا ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ احد میں لوگ سخت مصیبت کا شکار ہوئے تو میں ایک طرف ہو گیا اور (دل میں) کہا: میں اپنی ذات سے دفاع کروں گا یا تو نجات پا جاؤں گا یا شہید ہو جاؤں گا۔ اس دوران میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جس کا چہرہ خون آلود ہے اور مشرکین نے اس کا گھیراؤ کیا ہوا ہے اس نے اپنے ہاتھ میں کنکریاں لیں اور مشرکین کو مار دیں، پھر میرے اور اس شخص کے درمیان حضرت مقداد رضی اللہ عنہ آگئے۔ میں نے ان سے اس شخص کے متعلق پوچھنا چاہا تو انھوں نے از خود مجھے کہا: اے سعد! یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور تجھے بلا رہے ہیں۔ میں وہاں سے اٹھا، گویا مجھے کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے آگے بٹھایا تو میں نے مشرکین پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اے سعد! تیر اندازی کرو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔''[3] بہر حال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ غزوۂ احد میں جب کفار نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف چڑھائی کی تو انھوں نے ایسے تیر برسائے کہ ایک کافر بھی رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ آسکا۔ والله أعلم.

٤٠٦٠، ٤٠٦١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُعْتَمِرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: زَعَمَ أَبُو عُثْمَانَ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّذِي يُقَاتِلُ فِيهِنَّ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ، عَنْ حَدِيثِهِمَا. [راجع: ٣٧٢٢، ٣٧٢٣]

[4061,4060] حضرت ابوعثمان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جن (بعض) ایام میں نبی ﷺ کفار سے لڑائی کر رہے تھے، آپ کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ ابوعثمان نے یہ بات حضرت سعد اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما سے سن کر بیان کی۔

٤٠٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ قَالَ: صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّطَلْحَةَ بْنَ

[4062] حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبید اللہ، مقداد (بن اسود)، اور حضرت سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہم کا ساتھی رہا ہوں۔ میں نے ان میں سے کسی کو نبی ﷺ سے

① صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث: 3720. ② فتح الباري: 107/7. ③ فتح الباري: 448/7.

عُبَيْدِ اللهِ وَالْمِقْدَادَ وَسَعْدًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِّنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ أُحُدٍ.

[راجع: ٢٨٢٤]

حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا، البتہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ غزوۂ اُحد کے متعلق بیان کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① پہلی حدیث میں ”بعض ایام“ سے مراد احد کی جنگ ہے۔ مہاجرین میں سے اکابر حضرات غزوات میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوا کرتے تھے لیکن غزوۂ احد میں اس قدر گھمسان کا رن پڑا کہ حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی دوسرا مہاجر آپ کے ساتھ نہ رہا۔ گزشتہ حدیث کے مطابق حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ایسے کٹھن حالات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ موجود تھے لیکن وہ سخت حالات کے بعد حاضر ہوئے تھے۔ حدیث میں ان دونوں حضرات کی تخصیص مہاجرین کے اعتبار سے ہے کیونکہ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد میں ایک مرتبہ ایسے حالات سے دوچار ہوئے کہ آپ کے ہمراہ سات انصار اور دو قریشی تھے۔[1] دو قریشی حضرات سے مراد حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما ہیں۔ مہاجرین میں سے صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما آپ کے ہمراہ تھے۔ ② دوسری حدیث کے مطابق ان حضرات کے حدیث بیان نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ انھیں سہو و نسیان کا اندیشہ لاحق تھا کہ شاید ان سے غلطی ہو جائے۔ اس بنا پر وہ احادیث بیان کرنے میں احتیاط کرتے تھے، نیز مذکورہ بیان حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی اپنی مصاحبت تک ہے ورنہ کتب حدیث میں ان حضرات سے بھی بہت سی احادیث مروی ہیں، البتہ یہ حضرات احتیاط ضرور کرتے تھے۔ واللہ أعلم.

٤٠٦٣ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ.

[راجع: ٣٧٢٤]

[4063] حضرت قیس سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو شل ہو چکا تھا۔ اس ہاتھ سے انھوں نے غزوۂ احد کے دن نبی ﷺ کا دفاع کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے مشرکین کے تیروں کو رسول اللہ ﷺ سے روکتے تھے۔ اس بنا پر اُحد کے دن انھیں تیس (30) سے زیادہ زخم لگے۔ ان کی شہادت والی اور اس کے ساتھ والی انگلی شل ہو گئیں۔ ② ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی انگلی کٹ گئی تو انھوں نے حس، یعنی سی کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم اللہ کا نام لیتے اور بسم اللہ کہتے تو فرشتے تمھیں اٹھا لیتے اور لوگ اس حالت میں تمھیں دیکھتے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو واپس کر دیا۔[2]

٤٠٦٤ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ

[4064] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب غزوۂ احد میں لوگوں نے نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیا

[1] صحيح مسلم، الفضائل، حديث: 4641 (1789). [2] سنن النسائي، الجهاد، حديث: 3151

اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَّهُ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا رَّامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِّنَ النَّبْلِ فَيَقُولُ: «انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ»، قَالَ: وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ ﷺ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ يُصِبْكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ، نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ. وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَّأُمَّ سُلَيْمٍ وَّإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ أَرٰى خَدَمَ سُوقِهِمَا تُنْقِزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُونِهِمَا تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ. وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدِ أَبِي طَلْحَةَ إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلَاثًا. [راجع: ٢٨٨٠]

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال لے کر خود نبی ﷺ کے اوپر ڈھال بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ زبردست تیرانداز تھے۔ انھوں نے اس روز دو یا تین کمانیں توڑی تھیں۔ اس دوران میں جو آدمی بھی آپ کے پاس سے تیروں کا ترکش لے کر گزرتا تو آپ اس سے کہتے: ''ان تیروں کو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھ دو۔'' نبی ﷺ اپنا سر مبارک اٹھا کر کافروں کو دیکھتے تو حضرت ابوطلحہ کہتے: میرے باپ آپ پر قربان ہوں! آپ سر مبارک نہ اٹھائیں، مبادا کفار کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔ میرا سینہ آپ کے سینے کے آگے قربانی کے لیے موجود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما کو بایں حالت دیکھا کہ وہ کپڑے اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں ان کے پازیب دیکھ رہا تھا وہ اپنی پشتوں پر مشکیں بھر بھر کر لا رہی تھیں اور لوگوں کے منہ میں پانی ڈال رہی تھیں۔ پھر واپس جاتیں اور مشکیں بھر کر لاتیں، پھر لوگوں کے منہ میں پانی انڈیل دیتیں۔ اس دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گر پڑی تھی۔

فوائد و مسائل: ① گزشتہ حدیث میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تھا اور وہ مہاجرین میں سے ہیں۔ اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ہے۔ ان کا نام زید بن سہل ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے باپ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار ہیں۔ ② حدیث کے آخر میں ہے کہ غزوۂ احد میں ان کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گری۔ اس روایت میں تلوار گرنے کا سبب ذکر نہیں ہوا لیکن صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عین جنگ کے وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اونگھ ڈال دی تاکہ انھیں زخموں سے آرام ہو۔ اس اونگھ کی حالت میں ان کے ہاتھوں سے تلواریں گریں۔ ان حضرات میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کے ہاتھ سے تلوار گری۔[1] حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ مجھ پر اونگھ طاری ہوگئی اور کئی مرتبہ میرے ہاتھ سے تلوار گری۔[2] مزید تفصیل آگے آئے گی۔ بإذن اللہ تعالیٰ۔

٤٠٦٥ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

[4065] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: احد کے دن مشرکین شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے تو

1 صحیح مسلم، الجهاد، حدیث: 4683 (1811)، و فتح الباري: 453/7. 2 صحیح البخاري، المغازي، حدیث: 4068.

عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ فَصَرَخَ إِبْلِيسُ - لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْهِ -: أَيْ عِبَادَ اللهِ أُخْرَاكُمْ، فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَبَصُرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ فَقَالَ: أَيْ عِبَادَ اللهِ! أَبِي أَبِي، قَالَ: قَالَتْ: فَوَاللهِ مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ، قَالَ عُرْوَةُ: فَوَاللهِ مَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ابلیس لعین نے بآواز بلند کہا: اللہ کے بندو! اپنے پیچھے والوں سے خبروار ہو جاؤ، اس بنا پر آگے جانے والے پیچھے آنے والوں سے بھڑ گئے۔ اس دوران میں حضرت حذیفہ ؓ نے دیکھا کہ ان کے والد گرامی یمان انھی میں ہیں (جنھیں مسلمان اپنا دشمن سمجھ کر مار رہے ہیں)۔ وہ کہنے لگے: اللہ کے بندو! یہ تو میرے والد ہیں، میرے والد کا خیال کرو لیکن لوگ نہ رُکے حتی کہ انھوں نے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت حذیفہ ؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمھیں معاف فرمائے۔ حضرت عروہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! حضرت حذیفہ ؓ ان کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہے حتی کہ حضرت حذیفہ ؓ فوت ہو گئے۔

بَصُرْتُ: عَلِمْتُ، مِنَ الْبَصِيرَةِ فِي الْأَمْرِ. وَأَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ، وَيُقَالُ: بَصُرْتُ وَأَبْصَرْتُ وَاحِدٌ. [راجع: ٣٢٩٠]

(امام بخاری ؒ کہتے ہیں:) بَصُرْتُ کے معنی صاحب بصیرت ہونا ہے، یعنی اس کے معنی عَلِمْتُ کسی امر میں بصیرت ہے جبکہ أَبْصَرْتُ آنکھوں سے دیکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا کہ بَصُرْتُ اور أَبْصَرْتُ ایک ہی چیز ہے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت حذیفہ ؓ کے والد گرامی حضرت یمان ؓ اور حضرت ثابت بن وقش بوڑھے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں بچوں اور عورتوں میں ٹھہرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ انھوں نے شہادت لینے کے لیے تلواریں اٹھائیں اور ہزیمت کے بعد مسلمانوں سے جا ملے۔ مسلمانوں نے انھیں نہ پہچانا۔ حضرت ثابت کو تو مشرکین نے شہید کیا لیکن حضرت یمان ؓ پر مسلمانوں کی تلواریں برسنے لگیں۔ چونکہ ہیجان کا وقت تھا، اس لیے مسلمانوں نے حضرت حذیفہ ؓ کی آواز پر کان نہ دھرا اور ان کے والد کو غلطی سے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا خون بہا دینا چاہا لیکن حضرت حذیفہ ؓ نے معاف کر دیا۔ جس نے حضرت یمان ؓ کو غلطی سے قتل کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے بھائی حضرت عتبہ بن مسعود ؓ تھے۔[1] ② امام بخاری ؒ کی عادت ہے کہ روایت میں کوئی لفظ قابل تفسیر ہو تو قرآن مجید کے حوالے سے اس کی لغوی تحقیق کر دیتے ہیں، فرمایا کہ بَصُرْتُ جب مجرد باب سے ہو تو اس کے معنی بصیرت، یعنی دل سے دیکھنا ہیں اور جب مزید فیہ کا باب ہو تو اس کے معنی بصارت، یعنی آنکھ سے دیکھنا ہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ مجرد اور مزید فیہ دونوں ایک ہی معنی دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

① فتح الباري: 453/7.

"سامری نے کہا: میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں کو نظر نہ آئی۔"[1]

(١٩) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ إِنَّمَا ٱسْتَزَلَّهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا۟ وَلَقَدْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ [آل عمران: ١٥٥].

باب: 19- ارشاد باری تعالیٰ: "جس دن دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی تو تم میں سے جو لوگ پھر گئے ہوئے ان کی کچھ غلطیوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیے تھے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا کیونکہ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے" کا بیان

وضاحت: جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر کے درہ چھوڑ گئے یا جو لوگ آپ کی پکار کے باوجود فرار ہوئے تو یہ شیطانی چال تھی۔ اہل ایمان کے عزم سے ایسا نہ ہوا تھا۔ اگرچہ پہلے آیت: 152 میں ان حضرات کی معافی کا اعلان کیا جا چکا ہے، تاہم دوبارہ پھر ذکر فرمایا تاکہ کوئی بدبخت، صحابۂ کرام ؓ کو ہدف تنقید یا نشانۂ ملامت نہ بنائے جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس کی مزید وضاحت ہے۔

٤٠٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا، فَقَالَ: مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقُعُودُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ، قَالَ: مَنِ الشَّيْخُ؟ قَالُوا: ابْنُ عُمَرَ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ أَتُحَدِّثُنِي؟ قَالَ: أَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ، أَتَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَتَعْلَمُهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَتَعْلَمُ أَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَبَّرَ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَ لِأُخْبِرَكَ وَلِأُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَأَلْتَنِي عَنْهُ: أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ، فَأَشْهَدُ أَنَّ اللهَ عَفَا عَنْهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَ

[4066] حضرت عثمان بن موہب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک شخص بیت اللہ کا حج کرنے آیا تو کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے پوچھا: یہ بیٹھے ہوئے لوگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ قریش ہیں۔ اس نے پھر پوچھا: یہ بوڑھا بزرگ شخص کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت ابن عمر ؓ ہیں۔ وہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگا: میں آپ سے کچھ پوچھنے والا ہوں کیا آپ مجھے جواب دیں گے؟ پھر اس نے کہا: میں آپ کو اس گھر کی حرمت و عزت کی قسم دیتا ہوں کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت عثمان بن عفان ؓ احد کی لڑائی سے بھاگ گئے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ غزوۂ بدر میں بھی موجود نہیں تھے بلکہ غیر حاضر تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ پھر اس نے کہا: کیا آپ کے علم میں

1 طٰہٰ 20:96.

تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيضَةً، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ»، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ، فَبَعَثَ عُثْمَانَ وَكَانَ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَمَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ الْيُمْنَى: «هٰذِهِ يَدُ عُثْمَانَ» فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ. فَقَالَ: «هٰذِهِ لِعُثْمَانَ»، اذْهَبْ بِهٰذَا الْآنَ مَعَكَ. [راجع: ٣١٣٠]

ہے کہ وہ بیعت رضوان سے بھی پیچھے رہ گئے تھے اور وہاں حاضر نہ تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ تب اس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ادھر آ! میں تجھے بتاؤں اور جو تو نے سوال کیا اس کی حقیقت سے آگاہ کروں۔ رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا احد کے دن راہ فرار اختیار کرنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا ہے۔ اور ان کا غزوۂ بدر سے غائب رہنا اس وجہ سے تھا کہ ان کی شریک حیات جو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں وہ بیمار تھیں۔ نبی ﷺ نے انھیں فرمایا: ”اے عثمان! تم ان کی تیمار داری کرو۔ تمھیں شرکائے بدر کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے حصے کے برابر تمھیں مال غنیمت بھی ملے گا۔“ اور بیعت رضوان سے ان کا پیچھے رہنا اس وجہ سے تھا کہ اگر مکہ مکرمہ میں کوئی شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے عزیز تر ہوتا تو آپ ﷺ ان کی جگہ اسے مکے بھیجتے۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ جانے کے بعد عمل میں آئی اور نبی ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”یہ عثمان کا ہاتھ ہے“ اور اسے اپنے دست اقدس پر رکھتے ہوئے فرمایا: ”یہ عثمان کی بیعت ہے۔“ اب ان جوابات کو ساتھ لے جاؤ اور جو کچھ دل میں آئے کہتے پھرو۔

فوائد و مسائل: ① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق تین سوالات کیے تھے میں اس کے نام سے مطلع نہیں ہو سکا۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اہل مصر سے تھا۔ ممکن ہے کہ وہ علاء بن عرار ہو۔[1] پھر دوسرے مقام پر جزم و وثوق سے لکھا ہے کہ اس کا نام حکیم تھا۔ لیکن انھوں نے اس سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ علاء بن عرار ہی تھا۔[2] بہر حال وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھا جو واقعات کی ظاہری سطح کو بیان کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی برائی کرنا چاہتا تھا۔ ② دراصل غزوۂ احد کے موقع پر عام مسلمانوں میں کفار کے اچانک حملے کی وجہ سے گھبراہٹ پھیل گئی تھی، البتہ رسول اللہ ﷺ اپنے چند ایک صحابہ سمیت کفار کے تمام حملوں کا انتہائی پامردی سے مقابلہ کر رہے

① فتح الباري: 7/75. ② فتح الباري: 7/454.

تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے تھوڑی دیر کے بعد اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آواز دی تو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اس غلطی کو معاف کر دیا اور اس معافی کا اعلان اپنی کتاب میں کر دیا جیسا کہ عنوان میں ذکر کردہ آیت سے واضح ہے۔ لیکن خارجی حضرات نے اللہ تعالیٰ کی اس معافی سے اتفاق نہیں کیا۔ وہ بدستور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ''فرار'' کا الزام لگاتے رہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو انھیں معاف کر دیا ہے لیکن تم لوگ انھیں معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔[1] ③ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان اعتراضات کا شافی جواب دیا تاکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق لوگوں کے فاسد اعتقاد کا ازالہ ہو جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی کو نکال دیا جائے مگر جن لوگوں کو کسی سے ناحق بغض ہوتا ہے وہ کسی طور پر مطمئن نہیں ہو سکتے۔ آج بھی کچھ ایسے کم فہم لوگ موجود ہیں جو سانپ نکل جانے کے بعد لکیر کو پیٹ رہے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے میں بڑا فخر سمجھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزشیں معاف کر دینے کا واضح طور پر اعلان کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھیں معاف کر دیا ہے کیونکہ وہ اہل ایمان کے لیے بڑے فضل والا ہے۔''[2] اللہ تعالیٰ نے معافی کے اس اعلان کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق خبث باطن رکھنے اور زبان درازی کی گنجائش ختم کر دی ہے۔ واللہ أعلم.

(٢٠) بَابٌ: ﴿إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰٓ أَحَدٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

[آل عمران: ١٥٣]

باب: 20- ارشاد باری تعالیٰ: ''جب تم بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے، دوسری طرف سے رسول تمھیں پکار رہا تھا...... اللہ تمھارے اعمال سے باخبر ہے'' کا بیان

تُصْعِدُونَ: تَذْهَبُونَ، أَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَيْتِ.

﴿تُصْعِدُوْنَ﴾ کے معنی ہیں: تَذْهَبُونَ، یعنی تم جا رہے تھے۔ أَصْعَدَ اور صَعِدَ فَوْقَ الْبَيْتِ کے معنی ہیں: وہ گھر کے اوپر چڑھا۔

وضاحت: پوری آیت کریمہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ''جب تم (جنگ اُحد میں) بھاگے جا رہے تھے اور کسی کی طرف مڑ کر نہ دیکھتے تھے، حالانکہ اللہ کا رسول تمھیں پیچھے سے بلا رہا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں پریشانی دی تاکہ ایسی بات پر غم نہ کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ اس پر غمزدہ ہو جو تمھیں مصیبت پہنچی اور جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔'' أَصْعَدَ مزید فیہ اور صَعِدَ مجرد دونوں ہم معنی ہیں اور اوپر چڑھنے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ أَصْعَدَ کے معنی جانا اور صَعِدَ کے معنی اوپر چڑھنا ہیں۔[3] اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تو یہ لوگ وادی میں جا رہے تھے لیکن جب دشمنوں نے راستہ تنگ کر دیا تو پہاڑوں پر چڑھنے لگے۔ واللہ أعلم.

---

1 صحیح البخاري، التفسیر، حدیث: 4515. 2 آل عمران 3:152. 3 فتح الباري: 7/455.

٤٠٦٧ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَّأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ: ﴿إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ﴾. [راجع: ٣٠٣٩]

[4067] حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ غزوۂ احد کے دن نبی ﷺ نے پیدل تیرانداز دستے پر حضرت عبداللہ بن جبیر ؓ کو سالار مقرر فرمایا لیکن وہ شکست خوردہ ہو کر مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ یہ ہزیمت اس وقت پیش آئی جبکہ رسول اللہ ﷺ انھیں پیچھے سے پکار رہے تھے۔

فوائد و مسائل: ① اقوام کی تاریخ میں بعض مواقع ایسے بھی ہیں کہ چند افراد کی غلطی کی سزا پوری قوم کو بھگتنی پڑتی ہے اور بعض دفعہ چند افراد کی کوشش سے پوری قوم کامیابی سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ غزوۂ اُحد میں بھی ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے درے پر تعینات صحابۂ کرام ؓ کو سخت تاکید فرمائی تھی کہ ہمارے حکم کے بغیر کسی حالت میں اس درے کو نہ چھوڑنا لیکن ان کی غلطی سے تمام قوم کو آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ اہل اسلام کی آزمائش کے لیے ایسا ضروری تھا تاکہ وہ آئندہ ہوشیار رہیں اور اس قسم کی غلطی دوبارہ نہ کریں۔ ② واضح رہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر کے انھیں رنج پہنچایا تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شکست سے دوچار کر کے انھیں رنج پہنچایا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو کئی قسم کے رنج پہنچائے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ منافقین کے واپس لوٹ جانے کا۔ ○ ہزیمت سے دوچار ہونے کا۔ ○ قرابت داروں کے شہید ہونے کا۔ ○ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر کا۔ ○ زخموں سے چور ہونے کا۔ ○ اس جنگ کے انجام کا۔ ③ اس میں یہ سبق بھی تھا کہ مومن نہ تو مصیبت کے وقت ڈگمگاتا اور آس توڑ بیٹھتا ہے اور نہ خوشی کے وقت حد سے زیادہ اترانے لگتا ہے بلکہ وہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنے والا اور معتدل مزاج رکھنے والا ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ میدان اُحد میں صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے۔①

(٢١) بَابٌ: ﴿ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنۢ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا﴾ [آل عمران: ١٥٤]

باب: 21- ارشاد باری تعالیٰ: ”پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر امن بخش اونگھ طاری کر دی“ کا بیان

٤٠٦٨ - وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، [عَنْ أَنَسٍ]، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ فِيمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ، حَتَّى سَقَطَ

[4068] حضرت ابوطلحہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو غزوۂ احد میں اونگھ نے آ دبایا حتی کہ تلوار میرے ہاتھ سے کئی مرتبہ گری۔ وہ گرتی میں اسے تھام لیتا، پھر گرتی تو میں اسے پکڑ لیتا تھا۔

① صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4561.

سَيْفِي مِنْ يَّدِي مِرَارًا، يَسْقُطُ وَآخُذُهُ، وَيَسْقُطُ فَآخُذُهُ. [انظر: ٤٥٦٢]

فوائد و مسائل: ① جنگ کے دوران میں اونگھ کا طاری ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور امن کا پیغام تھا کیونکہ اونگھ بے خوف شخص کو آتی ہے۔ خوف و ہراس میں مبتلا انسان کو نیند نہیں آتی۔ اتنے شدید غموں اور پریشانیوں کے بعد مسلمانوں پر اونگھ کا طاری ہونا اللہ کی طرف سے ایک نعمت غیر مترقبہ اور غیر معمولی امداد تھی۔ ② اونگھ سے جسمانی اور ذہنی دونوں طرح کا سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس سے بدن کی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور غم یکدم بھول جاتے ہیں، البتہ منافقین ایسے حالات میں بہت پریشان تھے۔ وہ کہتے پھرتے تھے: ''اگر اس معاملے میں ہمارا کچھ بھی عمل دخل ہوتا تو یہاں نہ مارے جاتے۔''[1]

(٢٢) بَابٌ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ [آل عمران: ١٢٨]

باب: 22- ارشاد باری تعالیٰ: ''آپ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں، وہ چاہے انھیں معاف کرے یا سزا دے کیونکہ وہ لوگ ظالم ہیں'' کا بیان

قَالَ حُمَيْدٌ وَّثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ: شُجَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ؟ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ [آل عمران: ١٢٨].

حمید اور ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ احد کے دن نبی ﷺ کو زخمی کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''بھلا وہ قوم فلاح سے کیسے ہمکنار ہوگی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا۔'' اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''(اے نبی!) آپ کو اس معاملے میں کچھ اختیار نہیں۔''

وضاحت: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام مسلم رحمہ اللہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کا رباعیات میں سے کوئی دانت ٹوٹ گیا اور سر مبارک زخمی ہو گیا۔ آپ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے اور فرماتے: ''وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کر دیا اور دانت توڑ دیا، حالانکہ وہ ان کو اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا۔'' اس موقعے پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔[2] اس موقعے پر چند مشرکین کا نام لے کر ان کے متعلق بددعا کی لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ وہ مسلمان ہو گئے اور اسلام کے جانباز سپاہی بن گئے۔

٤٠٦٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ السُّلَمِيُّ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ

[4069] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ آپ جب نماز فجر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھاتے تو یوں بددعا کرتے:

① آل عمران 3:154. ② صحیح مسلم، الجهاد، حدیث: 4645 (1791).

إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْأَخِيرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ: «اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَفُلَانًا»، بَعْدَمَا يَقُولُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ»، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَإِنَّهُمْ ظَٰلِمُونَ﴾[آل عمران:١٢٨]. [انظر: ٤٠٧٠، ٤٥٥٩، ٧٣٤٦]

''اے اللہ! فلاں، فلاں اور فلاں پر لعنت برسا۔'' یہ بددعا آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہنے کے بعد کرتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''(اے نبی!) آپ کو کچھ اختیار نہیں (وہ چاہے تو انھیں معاف کر دے یا انھیں سزا سے دوچار کرے) کیونکہ وہ ظالم ہیں۔''

٤٠٧٠ - وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْعُو عَلَى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَّالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَإِنَّهُمْ ظَٰلِمُونَ﴾ [آل عمران:١٢٨]. [راجع: ٤٠٦٩]

[4070] حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے خلاف بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''آپ کے ہاتھ میں معاملات کا اختیار نہیں ہے (وہ انھیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے) کیونکہ وہ ظالم ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① مذکورہ آیت کے سبب نزول کے متعلق اختلاف ہے۔ معلق حدیث تو غزوۂ احد سے متعلق ہے لیکن ان احادیث کا غزوۂ احد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چونکہ اس کے سبب کے بارے میں اختلاف ہے، اس لیے تنبیہ فرما دی۔ ② حدیث میں جن تینوں حضرات کا نام لیا گیا ہے، فتح مکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے انھیں اسلام لانے کی توفیق دی۔ ممکن ہے کہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ان کے خلاف بددعا کرنے سے منع فرما دیا۔ ③ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ نے قبیلہ لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر بددعا شروع کی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی لیکن صحیح بات یہ ہے کہ غزوۂ اُحد کی وجہ سے جن حضرات کے متعلق آپ نے بددعا کی تھی، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔[1]

(٢٣) بَابُ ذِكْرِ أُمِّ سُلَيْطٍ

باب: 23- حضرت ام سلیط ؓ کا ذکر خیر

وضاحت: حضرت ام سلیط ؓ کے خاوند ابوسلیط کا ہجرت سے پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ان سے مالک بن سنان ؓ نے نکاح کیا۔ ان سے مشہور صحابی حضرت ابوسعید خدری ؓ پیدا ہوئے۔ یہ خاتون غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں صراحت ہے۔[2]

① فتح الباري: 457/7. ② فتح الباري: 458/7.

٤٠٧١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَقَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ: إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَبَقِيَ مِنْهَا مِرْطٌ جَيِّدٌ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَعْطِ هٰذَا بِنْتَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الَّتِي عِنْدَكَ، يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ، فَقَالَ عُمَرُ: أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ بِهِ مِنْهَا - وَأُمُّ سَلِيطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ - قَالَ عُمَرُ: فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ. [راجع: ٢٨٨١]

[4071] حضرت ثعلبہ بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے مدینہ طیبہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کرائیں۔ ایک عمدہ قسم کی نفیس چادر بچ گئی تو ایک صاحب نے جو وہیں موجود تھے عرض کی: اے امیر المومنین! یہ چادر رسول اللہ ﷺ کی بیٹی (نواسی) کو دے دیں جو آپ کے نکاح میں ہیں۔ اس کا اشارہ حضرت ام کلثوم بنت علی ؓ کی طرف تھا لیکن حضرت عمر ؓ نے فرمایا: حضرت ام سلیط ؓ اس چادر کی ان سے زیادہ حق دار ہیں۔ ان کا تعلق قبیلۂ انصار سے تھا اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت بھی کی تھی۔ حضرت عمر ؓ نے (یہ بھی) فرمایا: غزوۂ احد میں وہ ہمارے لیے پانی کی مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عمر ؓ نے جس بصیرت کا ثبوت دیا ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ غزوۂ احد میں حضرت ام سلیط ؓ کی شرکت کو وجہ فضیلت قرار دیا گیا اور اسی بنیاد پر اس خاتونِ اسلام کو چادر دی گئی۔ اس جنگ میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم ؓ نے بھی وہی خدمات سرانجام دی تھیں جو ام سلیط ؓ کی فضیلت کا باعث تھا۔[1] ② واضح رہے کہ حضرت علی ؓ نے خود حضرت ام کلثوم ؓ کا نکاح حضرت عمر ؓ سے کیا تھا تاکہ اس جانب سے بھی حضرت عمر ؓ کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے قائم ہو جائے۔

(٢٤) [بَابُ] قَتْلِ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 24- حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ؓ کی شہادت کا بیان

٤٠٧٢ - حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ، قَالَ لِي

[4072] حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری سے روایت ہے، اس نے بیان کیا کہ میں عبیداللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب ہم حمص پہنچے تو مجھے عبیداللہ بن عدی نے کہا: کیا تمھیں وحشی بن حرب حبشی ؓ کو دیکھنے کی خواہش ہے، ہم اس سے حضرت حمزہ ؓ کی شہادت کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ وحشی

[1] صحيح البخاري، الجهاد و السير، حديث: 2881.

عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَدِيٍّ: هَلْ لَّكَ فِي وَحْشِيٍّ نَسْأَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ - وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ - فَسَأَلْنَا عَنْهُ، فَقِيلَ لَنَا: هُوَ ذَاكَ فِي ظِلِّ قَصْرِهِ، كَأَنَّهُ حَمِيتٌ، قَالَ: فَجِئْنَا حَتّٰى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيرٍ فَسَلَّمْنَا، فَرَدَّ السَّلَامَ. قَالَ: وَعُبَيْدُ اللهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ مَا يَرٰى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ، فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: يَا وَحْشِيُّ! أَتَعْرِفُنِي؟ قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: لَا وَاللهِ، إِلَّا أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا: أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيصِ، فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ، فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ فَلَكَأَنِّي نَظَرْتُ إِلٰى قَدَمَيْكَ. قَالَ: فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَّجْهِهِ ثُمَّ قَالَ: أَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ.

نے حمص میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ہم نے اس کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ وہ اپنے مکان کے سائے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ گویا وہ پانی سے بھری ہوئی سیاہ مشک ہے۔ پھر ہم ان کے پاس آئے اور تھوڑی دیر ان کے ہاں ٹھہرے رہے۔ پھر ہم نے سلام کیا تو انھوں نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔ عبیداللہ نے پگڑی کے ساتھ چہرہ ڈھانپا ہوا تھا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو صرف اس کی آنکھیں اور پاؤں نظر آرہے تھے۔ عبیداللہ نے پوچھا: اے وحشی! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وحشی نے عبیداللہ کی طرف دیکھ کر کہا: نہیں، اللہ کی قسم! البتہ میں اتنا جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا جسے ام قتال بنت ابوعیص کہا جاتا تھا۔ پھر مکہ میں اس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اس کے لیے کوئی دودھ پلانے والی تلاش کر رہا تھا۔ میں نے اس بچے کو اٹھایا جبکہ اس کی والدہ بھی ہمراہ تھی۔ پھر میں نے اس بچے کو دودھ پلانے والی کے حوالے کر دیا، گویا اب میں تیرے قدموں کو دیکھ رہا ہوں (جو اس بچے کے قدموں سے ملتے جلتے ہیں)۔ اس کے بعد عبیداللہ نے اپنا چہرہ کھولا اور اس سے کہا: کیا تم ہمیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات بیان کر سکتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ، فَقَالَ لِي مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ: إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ، قَالَ: فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنَيْنِ - وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ أُحُدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَادٍ - خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ إِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا أَنِ اصْطَفُّوا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ: هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟ قَالَ: فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ

واقعہ یوں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں طعیمہ بن عدی بن خیار کو قتل کیا تھا۔ میرے مالک جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا: اگر تم میرے چچا کے بدلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دو تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ جب قریش کے لوگ عینین کی لڑائی کے سال نکلے...... عینین، احد پہاڑ کے سامنے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس وقت میں بھی لڑنے والوں کے ہمراہ نکلا۔ جب لوگوں نے لڑائی کے لیے صف بندی کی تو

ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: يَا سِبَاعُ! يَا ابْنَ أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُورِ، أَتُحَادُّ اللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ؟ قَالَ: ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَكَانَ كَأَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ: وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا فِي ثُنَّتِهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ، قَالَ: فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدَ بِهِ.

سباع نے صف سے نکل کر آواز دی: کوئی ہے لڑنے والا؟ یہ سنتے ہی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور کہنے لگے: اے سباع! اے ام انمار کے بیٹے! جو عورتوں کا ختنہ کرتی تھی، کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے؟ اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اسے قصۂ پارینہ بنا دیا اور اسے صفحۂ ہستی سے نابود کر دیا۔ بہر حال میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے ایک پتھر کی آڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے اپنے نیزے سے ان پر وار کیا اور ان کے زیر ناف ایسا نیزہ پیوست کیا کہ وہ ان کی دونوں سرینوں کے پار ہو گیا۔ یہ ان کا آخری وقت تھا۔

فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰى فَشَا فِيهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى الطَّائِفِ، فَأَرْسَلُوا إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ رُسُلًا فَقِيلَ لِي: إِنَّهُ لَا يَهِيجُ الرُّسُلَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: «آنْتَ وَحْشِيٌّ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ؟»، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ بَلَغَكَ، قَالَ: «فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي؟»، قَالَ: فَخَرَجْتُ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ: لَأَخْرُجَنَّ إِلٰى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّي أَقْتُلُهُ فَأُكَافِئَ بِهِ حَمْزَةَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي ثَلْمَةِ جِدَارٍ كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّأْسِ، قَالَ: فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَوَضَعْتُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى

پھر جب قریش مکہ واپس آئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس آ کر مکہ میں مقیم ہو گیا، یہاں تک کہ مکہ میں بھی دین اسلام پھیل گیا۔ اس وقت میں طائف چلا گیا لیکن جب اہل طائف نے بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف قاصد روانہ کیے تو مجھ سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ قاصدوں کو کچھ نہیں کہتے، اس لیے میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا حتی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، پھر جب آپ ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے فرمایا: ”وحشی تو ہی ہے؟“ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تو نے ہی شہید کیا تھا؟“ میں نے عرض کی: آپ کو تو تمام رپورٹ پہنچ چکی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تو مجھ سے خود کو چھپا سکتا ہے؟“ بہر حال میں اٹھ کر باہر آ گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور مسیلمہ کذاب کا ظہور ہوا تو میں نے خیال کیا کہ مسیلمہ کے مقابلے کے لیے جانا چاہیے ممکن ہے کہ اسے قتل کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ اتار سکوں۔ اس کے بعد میں

خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ، قَالَ: وَوَثَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلَى هَامَتِهِ.

مسلمانوں کے ہمراہ نکلا۔ پھر وہی کچھ ہوا جو ہونا تھا۔ وہاں میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو پراگندہ بالوں کے ساتھ ایک شکستہ دیوار کی اوٹ میں کھڑا تھا گویا وہ خاکستری اونٹ کی مانند ہے۔ میں نے اسے نیزہ یوں مارا کہ اس کی دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھ کر اس کے دونوں شانوں کے پار کر دیا۔ پھر ایک انصاری نے دوڑ کر اس کی کھوپڑی پر تلوار کا وار کر دیا۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْفَضْلِ: فَأَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ ابْنُ يَسَارٍ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ: وَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْأَسْوَدُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایک لڑکی نے چھت پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ امیر المومنین کو ایک سیاہ غلام نے قتل کر دیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایسی بے دردی سے قتل کیا کہ ان کا سینہ چاک کر کے اندر سے دل نکالا اور آپ کی لاش کو بگاڑ دیا۔ ② یہ ایک قدرتی بات تھی کہ وحشی کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت یاد آجاتی، اس لیے آپ نے اسے اپنے سے دور رہنے کی تلقین فرمائی، بلکہ آپ نے اسے فرمایا: ''اے وحشی! جاؤ اللہ کے راستے میں جہاد کرو جس طرح تم پہلے اللہ کے راستے سے دوسروں کو روکتے تھے۔'' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک آپ کے سامنے نہیں آئے۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش تلاش کرنے کے لیے نکلے تو انھیں ایک نشیبی علاقے میں پایا۔ ان کی شکل کو بگاڑ دیا گیا تھا۔ انھیں دیکھ کر آپ کو بہت غم ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ صفیہ بنت عبدالمطلب اپنے بھائی کی لاش دیکھ کر کس قدر صدمے سے نڈھال ہو گی، نیز میرے بعد لوگ شہید کی لاش کے ساتھ ایسا ہی کرنا سنت سمجھ لیں گے تو میں انھیں اس حالت میں چھوڑ دیتا، اسے درندے اور پرندے کھا جاتے پھر قیامت کے دن ان کے پیٹوں سے برآمد ہو کر میدان حشر میں حاضر ہوتے۔''[1] ④ اگرچہ اسلام لانے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، تاہم وحشی کے دل میں اللہ کا ڈر تھا انھوں نے سوچا کہ جس طرح میں نے زمانۂ کفر میں ایک بڑے جلیل القدر آدمی کو شہید کیا، اسی طرح زمانۂ اسلام میں کسی خبیث اور بدترین انسان کو مار کر اس کا بدلہ چکاؤں، چنانچہ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب کو قتل کیا جس کی تفصیل كتاب الفتن میں آئے گی۔ ⑤ اس حدیث سے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی ذکاوت اور قیافہ شناسی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ایک روایت میں اس کی تفصیل ہے کہ وحشی نے عبیداللہ سے کہا: جب سے میں نے تجھے تیری رضاعی والدہ کے حوالے کیا، جس نے تجھے دودھ پلایا تھا اس وقت سے آج تک نہیں دیکھا اور وہ بھی میں نے اس حالت میں اسے دیا تھا کہ وہ ذی طُوٰی مقام میں اپنے اونٹ پر سوار تھی تو میں نے تجھے اٹھا کر اس کے حوالے کر دیا تھا۔ اٹھاتے وقت مجھے تیرا پاؤں نظر

① مسند أبي يعلى (حسين سليم) حديث: 3568، وفتح الباري: 7/464.

آیا تھا۔ اب تو میرے پاس آ کر کھڑا ہوا ہے تو میں نے اس پاؤں کو پہچان لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ کے قدموں کو اس بچے کے قدموں سے تشبیہ دی جسے پچاس سال پہلے اٹھایا تھا۔[1]

(٢٥) بَابُ مَا أَصَابَ النَّبِيَّ ﷺ مِنَ الْجِرَاحِ يَوْمَ أُحُدٍ

باب: 25- نبی ﷺ کو احد کے دن جو زخم لگے ان کا بیان

٤٠٧٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ: سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى قَوْمٍ فَعَلُوا بِنَبِيِّهِ - يُشِيرُ إِلَى رَبَاعِيَتِهِ - اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُولُ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ».

[4073] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر انتہائی سخت ہو جاتا ہے جو اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں..... آپ نے اپنے اگلے دو دندان مبارک کی طرف اشارہ کیا..... اس آدمی پر اللہ تعالیٰ کا غضب سخت ہوتا ہے جسے اللہ کے رسول نے اللہ کے راستے میں قتل کیا ہو۔''

فوائد و مسائل: ① رباعی وہ دانت ہوتے ہیں جو سامنے والے دو دانتوں کے دائیں بائیں ہوتے ہیں اور ہر انسان کے چار دانت رباعی ہوتے ہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب والے نچلے رباعی دانت کے ساتھ نچلا ہونٹ بھی زخمی ہوا تھا۔ غزوۂ احد میں عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا جس سے دائیں جانب والا نچلا رباعی دانت متاثر ہوا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے کسی شخص کے قتل کی اتنی حرص نہ تھی جتنی اپنے حقیقی بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کرنے کی خواہش تھی کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے اگلے دو دانت زخمی کیے تھے۔[2]

٤٠٧٤ - حَدَّثَنِي مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَبِيلِ اللهِ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللهِ ﷺ. [انظر: ٤٠٧٦]

[4074] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اس شخص پر اللہ کا سخت قہر نازل ہوتا ہے جسے اللہ کا نبی ﷺ اللہ کے راستے میں قتل کرے اور ان لوگوں پر بھی اللہ کا غضب سخت ہوا جنھوں نے اللہ کے نبی ﷺ کا چہرۂ انور خون آلود کیا۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ احد میں ایک حادثہ اس طرح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر اچانک ابی بن خلف نے حملہ کر دیا اور کہا:

1 فتح الباري: 461/7. ② فتح الباري: 457/7.

آج میں محمد کو قتل کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا: ''اے کذاب! بلکہ میں تجھے قتل کروں گا۔'' اس کے بعد آپ نے تاک کر ایسا نشانہ لگایا کہ وہ جہنم واصل ہو گیا اور جانبر نہ ہو سکا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔[1] ② رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے کسی کو مارنا نہیں چاہتے تھے مگر مکہ کے مشہور کافر کی انتہائی بدبختی تھی کہ وہ خود رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔ عبداللہ بن قمئہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کو زخمی کیا اور کہا: میں توڑنے والے کا بیٹا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تجھے توڑ ڈالے۔'' یہ شخص جب گھر واپس آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا وہ اسے سینگ مارتا رہا حتی کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔[2]

٤٠٧٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ: أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ وَّهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ وَبِمَا دُووِيَ، قَالَ: كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَغْسِلُهُ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَّسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ، فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ قِطْعَةً مِّنْ حَصِيرٍ وَّأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ وَّجُرِحَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ. [راجع: ٢٤٣]

[4075] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے رسول اللہ ﷺ کے زخموں کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زخموں کو کس نے دھویا تھا، ان پر کس نے پانی ڈالا تھا اور کس دوا سے آپ کا علاج کیا گیا تھا۔ انھوں نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: رسول اللہ ﷺ کی دختر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی ڈال رہے تھے۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون مزید بہہ رہا ہے تو انھوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جلا کر اس کی راکھ سے زخم بھر دیا تو خون رک گیا۔ اس دن آپ ﷺ کے اگلے دو دانت بھی متاثر ہوئے۔ آپ کا چہرۂ مبارک خون آلود ہوا اور آپ کے سر مبارک پر آپ کا خود ٹوٹ گیا۔

فوائد و مسائل: ① اُحد کے دن جب مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تو صحابیات، زخمیوں کی تیمارداری کے لیے میدان احد میں آئیں، ان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو زخمی حالت میں دیکھا تو آپ سے چمٹ گئیں، پھر آپ کے زخموں کو پانی سے دھونے لگیں تو پانی سے خون اور زیادہ بہنے لگا، اس کے بعد چٹائی کا ٹکڑا لیا اور اسے جلا کر اس کی راکھ کو زخم پر چپکا دیا، اس کے بعد خون بند ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''اس قوم پر اللہ کا غضب سخت ہو جاتا ہے جو اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کر دیتی ہے۔'' ② اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی عوارضات لاحق ہوئے ہیں، انھیں بیماریاں بھی لگتی ہیں تاکہ ان کے درجات بلند ہوں اور قوم انھیں دیکھ کر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے۔ اس سے بیماری کے وقت علاج کرنے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔[3]

---

① عمدة القاري: 116/12. ② فتح الباري: 457/7. ③ فتح الباري: 466/7.

٤٠٧٦ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ، وَاشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى مَنْ دَمَّى وَجْهَ رَسُولِ اللهِ ﷺ. [راجع: ٤٠٧٤]

[4076] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی غضب اس شخص پر نازل ہوتا ہے جسے (اللہ کے) نبی نے قتل کیا ہو اور اللہ کا قہر اس شخص پر بھی نازل ہوا جس نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کو خون آلود کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① ان احادیث میں غزوۂ احد کا ایک انتہائی خطرناک پہلو دکھایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا۔ اگلے دو دانت شہید ہوئے، جس سے آپ کو انتہائی تکلیف ہوئی۔ آپ کے خود کی کڑیاں سر مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ ② واضح رہے کہ حضرت ابن عباس ؓ غزوۂ احد میں شریک نہ تھے۔ شاید انھوں نے صحابہ سے سن کر بیان کیا ہو جو غزوۂ احد میں شریک تھے۔ ایسی روایات کو مراسیل صحابہ کہتے ہیں جو محدثین کے ہاں قابل حجت ہیں۔[1] ③ بہرحال ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام ؑ بشر ہوتے ہیں اور جو تکالیف دوسرے انسانوں کو پہنچتی ہیں حضرات انبیاء ؑ بھی ان سے دوچار ہوتے ہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور مصائب و تکالیف کا نشانہ بنتے ہیں۔ واللہ أعلم.

(٢٦) بَابٌ: ﴿ٱلَّذِينَ ٱسْتَجَابُوا۟ لِلَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [آل عمران: ١٧٢]

باب: 26- ارشاد باری تعالیٰ: ”جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا“ کا بیان

٤٠٧٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ﴿ٱلَّذِينَ ٱسْتَجَابُوا۟ لِلَّهِ وَٱلرَّسُولِ مِنۢ بَعْدِ مَآ أَصَابَهُمُ ٱلْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ مِنْهُمْ وَٱتَّقَوْا۟ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ [آل عمران: ١٧٢] قَالَتْ لِعُرْوَةَ: يَا ابْنَ أُخْتِي! كَانَ [أَبَوَاكَ] مِنْهُمْ: الزُّبَيْرُ وَأَبُو بَكْرٍ، لَمَّا أَصَابَ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَا أَصَابَ يَوْمَ أُحُدٍ وَانْصَرَفَ الْمُشْرِكُونَ خَافَ أَنْ يَرْجِعُوا، قَالَ: «مَنْ يَذْهَبُ فِي إِثْرِهِمْ؟» فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا، قَالَ: كَانَ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ.

[4077] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے آیت کریمہ: ”جن لوگوں نے زخمی ہو جانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا، ان میں سے جو نیک اور مخلص ہیں ان کے لیے اجر عظیم ہے۔“ تلاوت کی، تو عروہ سے فرمایا: اے میرے بھانجے! ان میں تیرے دونوں گرامی قدر والد حضرت زبیر اور حضرت ابوبکر ؓ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو غزوۂ احد میں جو صدمہ پہنچا تھا وہ پہنچ چکا اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ مبادا وہ واپس آ جائیں، اس لیے آپ نے اعلان فرمایا: ”کون ہے جو ان کفار کے تعاقب میں جائے گا؟“ یہ سن کر ستر صحابۂ کرام

[1] فتح الباري: 466/7.

رضی اللہ عنہم نے آپ کے حکم پر لبیک کہا۔ ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ ابوسفیان اور اس کا لشکر جب مقام روحاء پر پہنچا تو انھوں نے واپس آنے کا ارادہ کر لیا ہے تاکہ مسلمانوں کو مزید نقصان پہنچائیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ان کا تعاقب کرنا چاہیے تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں کو زخموں نے کمزور نہیں کیا اور نہ وہ دشمن کی طلب میں سست ہی ہوئے ہیں۔ ستر مسلمانوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دشمن کا تعاقب کیا۔ جب وہ مقام حمراء الاسد پر پہنچے تو معبد خزاعی نے ابوسفیان سے کہا کہ پہلی فوج سے بھی زیادہ لوگ تمھارے تعاقب میں آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان اور اس کے لشکر پر رعب ڈال دیا، پھر انھوں نے احد واپسی کا پروگرام ترک کر کے مکہ کا رخ کر لیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ کا تعاقب کرنے والوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں ان حضرات کی مدح سرائی کی ہے۔[1]

(٢٧) بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ أُحُدٍ

باب: 27- غزوۂ احد میں جو مسلمان شہید ہوئے

مِنْهُمْ: حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَالْيَمَانُ، وَ[أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ]، وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ.

ان میں سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت یمان، حضرت انس بن نضر اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم تھے۔

وضاحت: غزوۂ احد میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت یمان رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا جناب نضر بن انس رضی اللہ عنہ اور مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات گزشتہ احادیث میں بیان ہو چکے ہیں۔ ان حضرات نے اپنے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کی جو آج تناور اور ثمر آور کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

٤٠٧٨ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيدًا أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ.

[4078] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہمیں عرب کے قبائل میں سے کوئی ایسا قبیلہ معلوم نہیں جس کے شہید انصار سے زیادہ ہوں اور وہ قبیلہ قیامت کے دن انصار سے زیادہ عزت والا ہو۔

قَالَ قَتَادَةُ: وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ، وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوۂ احد میں قبیلۂ انصار کے ستر آدمی شہید ہوئے اور بئر معونہ کے دن ستر شہید

① فتح الباري: 7/467.

سَبْعُونَ، وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُونَ. قَالَ: وَكَانَ بِئْرُ مَعُونَةَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ، وَيَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ.

ہوئے اور اسی طرح یمامہ کے روز بھی ستر شہید ہوئے۔ بئر معونہ کا سانحہ تو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں پیش آیا تھا، البتہ یمامہ کی جنگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی جو مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی تھی۔

فوائد و مسائل: ① شہدائے احد میں چھ مہاجرین بھی شہید ہوئے تھے، اس لیے حدیث میں ستر کا عدد تحدید کے لیے نہیں بلکہ تقریب کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غزوۂ احد میں انصار اور مہاجرین کے شہداء میں سے انصار کے زیادہ تھے۔ ② ستر انصاری جو قرآن کریم کے حافظ، قاری اور عالم تھے محض تبلیغ اور اشاعتِ دین کے لیے نکلے تھے مگر دھوکے سے کفار نے انھیں شہید کر ڈالا۔ تفصیل آگے بیان ہوگی۔ ③ یمامہ، یمن کا ایک شہر ہے جہاں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر بھیجا، جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کی۔ تاریخ اسلام میں یہ معرکہ بہت مشہور ہے۔ مسلمانوں نے انتہائی صبر و استقلال سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ بالآخر مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے جہنم رسید کیا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔ اس جنگ میں ستر انصاری شہید ہوئے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صراحت کی ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠٧٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، ثُمَّ يَقُولُ: «أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِّلْقُرْآنِ؟» فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ: «أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا. [راجع: ١٣٤٣]

[4079] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ شہدائے اُحد میں سے دو، دو کو ایک کفن میں لپیٹتے، پھر دریافت فرماتے: ''ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟'' جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسے لحد میں قبلے کی طرف آگے کرتے اور فرماتے: ''میں قیامت کے دن ان کے حق میں گواہی دوں گا۔'' پھر آپ نے تمام شہداء کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور نہ انھیں غسل ہی دیا گیا۔

فوائد و مسائل: شہدائے اُحد کے فضائل و مناقب کا کیا کہنا! یہ اسلام کے وہ نامور فرزند ہیں جنھوں نے اپنے خون سے اسلام کے پودے کو پروان چڑھایا۔ اسلامی تاریخ قیامت تک ان پر ناز کرے گی۔ ان میں سے دو، دو آدمیوں کو ملا کر ایک قبر میں اتار کر، انھیں غسل دیے بغیر دفن کیا گیا اور قیامت کے دن یہ اسی حالت میں اللہ کی عدالت عالیہ میں حاضر ہوں گے۔ کسی نے

خوب کہا ہے:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

اللہ رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ان حضرات کے فی سبیل اللہ شہید ہونے کی وجہ سے اللہ کے ہاں مغفرت ہوئی اب نماز جنازہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، البتہ اگر کوئی پڑھنا چاہیے تو پڑھ سکتا ہے، بہرحال نماز جنازہ مشروع ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠٨٠ - وَقَالَ أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ: لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَبْكِي وَأَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ، فَجَعَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَنْهَوْنِي وَالنَّبِيُّ ﷺ لَمْ يَنْهَ، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَبْكِيهِ - أَوْ مَا تَبْكِيهِ - مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ». [راجع: ١٢٤٤]

[4080] حضرت جابر بن عبداللہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب میرے والد گرامی شہید ہوگئے تو میں رونے لگا اور ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانا چاہا تو نبی ﷺ کے صحابۂ کرام ؓ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ لیکن نبی ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ اور نبی ﷺ نے (آپ کی پھوپھی سے) فرمایا: ”اس پر مت رو، یا فرمایا: کیوں روتی ہو؟ فرشتے برابر ان کی لاش پر اپنے پروں کا سایہ کیے ہوئے تھے، یہاں تک انھیں اٹھا لیا گیا۔“

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کی طرف سے انھیں بہت عظمت سے نوازا گیا ہے۔ ان کی شہادت پر رونے دھونے یا افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ ② حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں: حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر ؓ کو رونے سے منع نہیں فرمایا۔ لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر ؓ کی پھوپھی فاطمہ بنت عمرو ؓ کو رونے سے منع فرمایا۔ صحیح مسلم کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔ حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ میری پھوپھی حضرت فاطمہ ؓ رونے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے رونا نہیں چاہیے۔“[1] بلکہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں بھی اس کی صراحت ہے۔[2] ③ اس حدیث سے معلوم ہوا کی میت کے چہرے سے کفن ہٹانا جائز ہے بشرطیکہ کوئی فائدہ ہو بصورت دیگر خلاف اولیٰ ہے کیونکہ ایسا کرنے سے غم وحزن میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے خلاف اولیٰ ہونے پر صحابۂ کرام ؓ کا منع کرنا بھی دلالت کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اس نہی پر انکار نہ کرنا بھی اس کی دلیل ہے کہ بلاوجہ میت کا چہرہ نہ کھولا جائے۔ واللہ أعلم.

٤٠٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ

[4081] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”میں

① صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6355 (2471)، وفتح الباري: 470/7. ② صحيح البخاري، الجنائز، حديث: 1244.

جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أُرٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: رَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ، ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرٰى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ بِهِ اللّٰهُ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ، وَرَأَيْتُ فِيهَا بَقَرًا، وَّاللّٰهُ خَيْرٌ، فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ أُحُدٍ». [راجع: ٣٦٢٢]

نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو حرکت دی تو اس کا اگلا حصہ جدا ہو گیا۔ اس کی تعبیر مسلمانوں کے اس نقصان کی صورت میں ظاہر ہوئی جو غزوۂ احد میں انھیں اٹھانا پڑا۔ میں نے دوبارہ اس کو لہرایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ اچھی ہو گئی۔ اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے ہمکنار کیا اور وہ از سر نو مجتمع ہو گئے۔ میں نے اسی خواب میں گائے دیکھی (جو ذبح ہو رہی تھی) اور اللہ تعالیٰ کے تمام امور خیر و برکت سے بھرپور ہوتے ہیں، اس کی تعبیر وہی تھی جو احد میں مسلمان شہید کیے گئے تھے۔‘‘

فوائد و مسائل: ① بعض روایات میں صراحت ہے کہ گائے کو ذبح کیا جا رہا تھا۔ اس اضافے سے خواب کی تعبیر پوری ہو جاتی ہے کیونکہ گائے کا ذبح ہونا میدان اُحد میں صحابۂ کرام ؓ کا شہید ہونا تھا، بظاہر احد کا حادثہ بہت حوصلہ شکن تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان جلد ہی سنبھل گئے اور اسلامی طاقت دوبارہ مجتمع ہو گئی، گویا احد کا حادثہ مسلمانوں کی آئندہ زندگی کے لیے بہت نفع بخش ثابت ہوا۔ کفار کے سالار، خالد بن ولید اور ابوسفیان ؓ جیسے بہادر حضرات اسلام میں داخل ہو گئے۔ ② حدیث میں ’’وَاللّٰهُ خَيْرٌ‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ شہدائے احد کے دنیا میں رہنے کے بجائے آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر تھا۔ واللہ أعلم.

٤٠٨٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ خَبَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ، فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى - أَوْ ذَهَبَ - لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَّلَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا [رِجْلَاهُ] خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ: «غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ، وَاجْعَلُوا عَلٰى رِجْلَيْهِ الْإِذْخِرَ، أَوْ قَالَ: أَلْقُوا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ» وَمِنَّا مَنْ

[4082] حضرت خباب بن ارت ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ اس سے ہمارا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھا۔ اس بنا پر ہمارا ثواب تو اللہ کے ذمے ہو گیا۔ اب ہم میں سے کچھ لوگ تو گزر گئے یا دنیا سے چلے گئے۔ انھوں نے دنیا میں اپنے ثواب سے کچھ نہ پایا۔ ان میں حضرت مصعب بن عمیر ؓ ہیں۔ وہ احد کے روز شہید کیے گئے۔ انھوں نے صرف ایک چادر چھوڑی۔ جب ہم اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تھے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب ان کے پاؤں چھپائے جاتے تو ان کا سر ننگا ہو جاتا۔ نبی ﷺ نے ہمیں فرمایا: ’’اس چادر سے ان کا سر چھپا دو اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس

أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا. [راجع: ١٢٧٦]

رکھ دو یا ڈال دو۔" اور ہم میں سے کچھ ایسے ہیں جن کا پھل دنیا میں پک چکا ہے اور وہ اس سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔ انھوں نے دنیا میں اسلامی ترقی کا دور نہیں دیکھا، ان کا سارا ثواب آخرت میں جمع ہو گیا۔ یہ قریشی نوجوان اسلام کے اولین مبلغ تھے، جنھوں نے ہجرت نبوی سے پہلے مدینہ طیبہ آ کر نشر اسلام کا فریضہ ادا کیا اور جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلامی ترقی کو دیکھا وہ بعد میں اقطارِ ارض کے وارث ہو کر تاج و تخت کے وارث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں بہت کچھ دیا اور آخرت میں بھی اجر عظیم کے حق دار ہوئے۔

(٢٨) بَابٌ: أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ

باب: 28- احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

عباس بن سہل نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

وضاحت: احد پہاڑ کا نام اُحد اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ پہاڑی سلسلے میں اکیلا ہے یا اس بنا پر اسے اُحد کہتے کہ اس کے سائے میں رہنے والے ایک اللہ کو ماننے والے اور توحید کو اختیار کرنے والے ہیں۔ مذکورہ معلق روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے خود ہی متصل سند سے بیان کیا ہے۔[1]

٤٠٨٣ - حَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ قَتَادَةَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ». [راجع: ٣٧١]

[4083] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "یہ احد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔"

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے احد پہاڑ کے متعلق اپنی محبت کے جذبات کا اظہار متعدد مرتبہ فرمایا، چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ کچھ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب مدینہ طیبہ کے در و دیوار نظر آئے تو احد پہاڑ کے متعلق محبت بھرے احساسات کا اظہار فرمایا۔ ② یہاں ایک اشکال ہے کہ پہاڑ ایک جامد چیز ہے وہ محبت کیسے کر سکتا ہے کیونکہ محبت کرنا ذی روح چیزوں کا کام ہے،

① صحيح البخاري، الزكاة، حديث: 1481.

بعض حضرات نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس سے مراد اہل احد، یعنی انصار ہیں جو احد کے سائے میں رہتے تھے۔ لیکن اہل تحقیق کا کہنا ہے کہ جمادات میں بھی محبت پائی جاتی ہے، اس لیے احد کی محبت مبنی بر حقیقت ہے۔ اس کے فوائد ہم آئندہ حدیث کی تشریح میں ذکر کریں گے۔

٤٠٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرٍو مَّوْلَى الْمُطَّلِبِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ: «هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا». [راجع: ٣٧١]

[4084] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب احد پہاڑ ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا: ”یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں کے درمیانی علاقے کو حرم قرار دیتا ہوں۔“

فوائد و مسائل: ① جانبین سے محبت حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جمادات میں محبت کا جذبہ پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے: ”دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔“[1] کنکریوں کا تسبیح کرنا بھی ثابت ہے، نیز مسجد نبوی میں رکھے ہوئے کھجور کے تنے نے رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے وقت رونا شروع کر دیا تھا جسے تمام حاضرین نے سنا۔ اسی طرح احد پہاڑ بھی اہل اسلام سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے جبل احد میں طبع ایمانی رکھ دی جس کی بنا پر وہ محبت کرتا ہے۔ واللہ أعلم. ② یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اسی دن سے مکہ کو حرم بنایا ہے اور قیامت تک اس کی حرمت باقی رہے گی، البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حرمت کا اظہار کیا تھا۔

٤٠٨٥ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: «إِنِّي فَرَطٌ لَّكُمْ، وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلٰكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ

[4085] حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر پڑھی جاتی ہے، پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ”میں تمہارے لیے میر کارواں ہوں اور تمہارے حق میں گواہی دوں گا۔ میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اپنے بعد تمہارے متعلق شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں رکھتا بلکہ مجھے ڈر یہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔“

[1] بنيّ إسرآئيل 17:44.

تَنَافَسُوا فِيهَا». [راجع: ١٣٤٤]

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ طیبہ کو اپنا دائمی مسکن قرار دے لیا تھا اور اس شہر سے آپ کو اس قدر محبت ہوگئی تھی کہ یہاں کا ذرہ ذرہ آپ کو محبوب تھا۔ اس محبت کی بنا پر احد پہاڑ سے محبت ایک فطری چیز تھی۔ آج بھی مدینہ طیبہ کی محبت ہر مسلمان کے رگ و ریشے میں رچی بسی ہے۔ اہل احد پر نماز جنازہ پڑھنا بھی اس محبت کا حصہ ہے۔ بعض لوگ اس نماز جنازہ کی تاویلات کرتے ہیں مگر حدیث کے الفاظ ان تاویلات کے خلاف ہیں۔ ② اس حدیث میں حوض کوثر پر شرف دیدار نبوی کا ذکر ہے۔ وہاں ہم سب مسلمان رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا اعزاز حاصل کریں گے۔ یہ اعزاز صرف اور صرف قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت کرنے والوں اور ان پر عمل پیرا رہنے والوں کو ملے گا۔ دعا ہے کہ اللہ کریم ہم سب کو عمل کی توفیق دے اور حوض کوثر پر رسول اللہ ﷺ کی ملاقات نصیب فرمائے۔ آمین.

(٢٩) بَابُ غَزْوَةِ الرَّجِيعِ، وَرِعْلٍ، وَذَكْوَانَ، وَبِئْرِ مَعُونَةَ، وَحَدِيثِ عَضَلٍ، وَالْقَارَةِ، وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ، وَخُبَيْبٍ وَأَصْحَابِهِ

باب: 29- غزوۂ رجیع، رعل و ذکوان اور بئر معونہ کا واقعہ، نیز عضل و قارہ، عاصم بن ثابت، خبیب اور ان کے ساتھیوں کا واقعہ

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ أَنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ.

ابن اسحاق نے کہا: ہم سے عاصم بن عمر نے بیان کیا کہ غزوۂ رجیع احد کے بعد پیش آیا تھا۔

وضاحت: امام بخاری ؒ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ رجیع اور حادثہ بئر معونہ ایک ہی واقعہ ہے لیکن یہ دو الگ الگ واقعات ہیں اور یہ دونوں غزوۂ اُحد کے بعد پیش آئے۔ 3 ہجری کے آخر میں غزوۂ رجیع پیش آیا جسے حضرت عاصم اور حضرت خبیب ؓ کا سریہ کہا جاتا ہے۔ رجیع، قبیلۂ ہذیل کے ایک چشمے کا نام ہے، وہاں ان حضرات کا عضل اور قارہ سے مقابلہ ہوا جبکہ بئر معونہ کا واقعہ 4 ہجری کے شروع میں پیش آیا۔ بئر معونہ بھی قبیلۂ ہذیل کے علاقے میں ہے لیکن عسفان اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ وہاں عامر بن طفیل نے ذکوان اور رعل قبائل کو ساتھ لے کر صفہ کے ستر (70) قراء کو شہید کیا تھا، البتہ ان دونوں واقعات کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ایک ہی رات، پہنچی۔ اگرچہ امام بخاری ؒ کی روایات میں عضل اور قارہ کے قبائل کی صراحت نہیں، تاہم ابن اسحاق نے ان کی تصریح کی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر ؒ نے ان کے حوالے سے لکھا ہے کہ غزوۂ احد کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس عضل اور قارہ کا ایک گروہ آیا اور کہا: اللہ کے رسول! ہم مسلمان ہیں، آپ ہمارے ساتھ چند علماء بھیجیں جو احکام دین کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کے ساتھ چھ صحابۂ کرام ؓ بھیجے اور یہ واقعہ رجیع سے متعلق ہے جو حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں کو پیش آیا۔[1] بہرحال غزوۂ رجیع، حضرت عاصم اور حضرت خبیب کا سریہ ہے جو عضل اور قارہ کے ساتھ 3 ہجری کے آخر میں پیش آیا اور بئر معونہ کا حادثہ سریۂ قراء کہلاتا ہے۔ یہ تعداد میں ستر (70) تھے اور یہ واقعہ رعل اور ذکوان سے

① فتح الباري: 474/7.

متعلق ہے۔ یہ 4 ہجری کے شروع میں پیش آیا۔ چونکہ یہ دونوں قریب قریب تھے، اس لیے امام بخاری ؒ نے ان دونوں کو اکٹھا ہی بیان کر دیا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٠٨٦ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ - وَهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ - فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُو لِحْيَانَ فَتَبِعُوهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى أَتَوْا مَنْزِلًا نَزَلُوهُ فَوَجَدُوا فِيهِ نَوَى تَمْرٍ تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا: هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ، فَتَبِعُوا آثَارَهُمْ حَتَّى لَحِقُوهُمْ فَلَمَّا انْتَهَى عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَؤُوا إِلَى فَدْفَدٍ وَجَاءَ الْقَوْمُ فَأَحَاطُوا بِهِمْ فَقَالُوا: لَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ إِنْ نَزَلْتُمْ إِلَيْنَا أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلًا، فَقَالَ عَاصِمٌ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، اللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ، فَقَاتَلُوهُمْ حَتَّى قَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ، وَبَقِيَ خُبَيْبٌ وَزَيْدٌ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ، فَلَمَّا أَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ نَزَلُوا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ حَلُّوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِي مَعَهُمَا: هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ عَلَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَلَمْ يَفْعَلْ فَقَتَلُوهُ، وَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَزَيْدٍ حَتَّى بَاعُوهُمَا

[4086] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک فوجی دستہ جاسوسی کے لیے روانہ کیا اور حضرت عاصم بن ثابت ؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا جو عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے۔ یہ حضرات چل پڑے حتی کہ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ بنولحیان کو ان کی خبر دی گئی، چنانچہ ان کے تقریباً ایک سو تیر انداز، مجاہدین کے تعاقب میں گئے۔ ان کے نقش قدم پر چلتے چلتے وہ لوگ ایک ایسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں مجاہدین نے پڑاؤ کیا تھا۔ وہاں انھیں کھجوروں کی گٹھلیاں ملیں جو وہ مدینہ منورہ سے توشہ کے طور پر لائے تھے۔ مشرکین کہنے لگے: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں، چنانچہ انھوں نے ان کے قدموں کے نشانات پر ان کا پیچھا کیا تو مجاہدین کو جا لیا۔ جب حضرت عاصم ؓ اور ان کے ساتھی چلنے سے عاجز آ گئے تو انھوں نے ایک اونچے ٹیلے پر پناہ لی۔ مشرکین آئے اور ان کا گھیراؤ کر لیا اور ان سے کہا: ہمارا تم سے عہد و میثاق ہے۔ اگر تم نیچے اتر آؤ تو ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ (امیر لشکر) حضرت عاصم ؓ نے کہا: میں تو کسی کافر کے عہد پر نیچے نہیں اتروں گا۔ انھوں نے دعا مانگی: اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے نبی کو اطلاع کر دے، چنانچہ انھوں نے مجاہدین سے لڑائی شروع کی اور انھیں تیر مارنے لگے یہاں تک کہ انھوں نے حضرت عاصم ؓ سمیت سات آدمیوں کو تیر مار مار کر شہید کر دیا۔ اب صرف تین آدمی حضرت خبیب، حضرت زید ؓ اور ایک تیسرا شخص باقی رہ گئے۔ مشرکین نے ان تینوں کو عہد و پیمان

بِمَكَّةَ فَاشْتَرٰى خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتّٰى إِذَا أَجْمَعُوا قَتْلَهُ اسْتَعَارَ مُوسًى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ، قَالَتْ: فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِّي فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتّٰى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلٰى فَخِذِهِ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّي وَفِي يَدِهِ الْمُوسٰى، فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى، وَكَانَتْ تَقُولُ: مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ، وَمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ، وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ فِي الْحَدِيدِ، وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَّزَقَهُ اللهُ، فَخَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ، فَقَالَ: دَعُونِي أُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَرَوْا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُّ، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ثُمَّ قَالَ:

دیا۔ وہ ان پر اعتبار کرتے ہوئے نیچے اتر آئے۔ جب مشرکین نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں کی تانتوں سے انھیں باندھ دیا۔ تیسرے شخص نے کہا، جو ان کے ساتھ تھا۔ یہ پہلا دھوکا ہے اور اس نے کفار کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے اسے کھینچا اور ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن وہ ساتھ نہ گیا تو اس کو بھی قتل کر دیا۔ وہ خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے گئے اور مکہ میں ان دونوں کو فروخت کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا کیونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ان کے باپ حارث کو بدر کے دن قتل کیا تھا۔ وہ ان کے پاس چند روز قیدی بن کر رہے حتی کہ انھوں نے خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے پر اتفاق کر لیا۔ اس دوران میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کی بیٹی سے استرا مانگا تاکہ زیر ناف بال صاف کر لیں تو اس نے استرا دے دیا۔ اس کا بیان ہے کہ میں اپنے بچے سے غافل ہو گئی حتی کہ وہ چلتے چلتے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ جب میں نے بچے کو اس حالت میں دیکھا تو بہت گھبرائی۔ میری گھبراہٹ کا اندازہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے بھی کر لیا جبکہ استرا ان کے ہاتھ میں تھا۔ انھوں نے مجھ سے کہا: کیا تمھیں اندیشہ ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا؟ میں، ان شاء اللہ، ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ حارث کی بیٹی کہا کرتی تھی: میں نے خبیب سے بڑھ کر اچھا کبھی کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے انھیں دیکھا کہ وہ خوشۂ انگور سے کھا رہے تھے، حالانکہ مکے میں اس وقت کوئی پھل نہ تھا جبکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ صرف اللہ کا رزق تھا جو اللہ نے انھیں دیا تھا۔ بہرحال مشرکین حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو لے کر حرم سے باہر نکلے تاکہ انھیں قتل کریں تو

انھوں نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں دو رکعتیں پڑھ لوں۔ نماز سے فراغت کے بعد وہ جلدی سے ان کی طرف گئے اور کہنے لگے: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم میرے متعلق گھبرا جانے کا گمان کرو گے تو میں اور زیادہ نماز پڑھتا۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ جاری کیا۔ پھر انھوں نے دعا مانگی: اے اللہ! انھیں گن گن کر ہلاک کر، پھر یہ شعر پڑھے:

مَا إِنْ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَضْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ
يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

''جب میں بحالت اسلام قتل ہو رہا ہوں تو مجھے کوئی پروا نہیں کہ اللہ کے لیے میں کس پہلو پر گروں گا۔ میرا شہید ہونا اللہ کی رضا کے لیے ہے، اگر وہ چاہے تو میرے بریدہ (کٹے پھٹے) جسم کے ٹکڑوں پر برکت ڈال دے۔''

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ. وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلَى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُونَهُ، وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ، فَبَعَثَ اللهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ. [راجع: ٣٠٤٥]

پھر حارث کا بیٹا عقبہ آگے بڑھا اور اس نے انھیں قتل کر دیا۔ دوسری طرف کفار قریش نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی طرف کچھ آدمی بھیجے تاکہ ان کے بدن کا کوئی حصہ لے آئیں جس سے وہ انھیں پہچان سکیں۔ دراصل حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے بھی بدر کی لڑائی میں قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک چھتا بھیج دیا جس نے قاصدوں کی دست برد سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی حفاظت کی، چنانچہ وہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش سے کوئی عضو حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

٤٠٨٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو: سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ: الَّذِي قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ أَبُو سِرْوَعَةَ.

[4087] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جس شخص نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، اس کی کنیت ابو سروعہ تھی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں سانحۂ رجیع کو بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے بعد دس جاں نثاروں کو ایک مہم پر روانہ کیا، ان میں سات کے نام حسب ذیل ہیں: ❁ عاصم بن ثابت۔ ❁ مرثد بن ابی مرثد۔ ❁ عبداللہ بن طارق۔ ❁ خبیب بن عدی۔ ❁ زید بن دثنہ۔ ❁ خالد بن بکیر۔ ❁ معتب بن عبید جو عبداللہ بن طارق کے مادری بھائی تھے۔ حافظ ابن

حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ باقی تین ان کے خدمت گزار ہوں گے، اس لیے ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے اور نہ اس طرف کسی نے توجہ ہی دی ہے۔[1] ان دس حضرات میں سے سات نے کفار کے عہد و پیمان پر اعتبار نہ کیا، اس لیے وہ اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے وہاں شہید ہو گئے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے شہید ہونے کی خبر اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچا دی۔ ان میں سے عبداللہ بن طارق، حضرت خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہم ان کے بہکاوے میں آ گئے، بالآخر کفار نے انھیں قید کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن طارق کو بھی وہیں قتل کر دیا گیا جبکہ باقی دو ساتھیوں کو مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیا گیا۔ ② حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جسم کا کوئی حصہ لینے کے لیے قریش نے چند آدمی بھیجے تاکہ ان کے شہید ہونے کا علم ہو جائے لیکن وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بعض نے لکھا ہے کہ سلافہ بنت سعد نے نذر مانی تھی کہ اگر میں نے عاصم پر قدرت حاصل کر لی تو اس کی کھوپڑی میں شراب نوشی کروں گی لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کے چھتے سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جسم کی حفاظت فرمائی۔[2] ③ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو ابو سروعہ عقبہ بن حارث نے قتل کیا تھا۔ لیکن ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عقبہ بن حارث نے کہا: میں نے حضرت خبیب بن عدی کو قتل نہیں کیا کیونکہ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا، البتہ ابومیسرہ عبدری نے میرے ہاتھ میں نیزہ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر نیزے کو حرکت دی اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسم میں پیوست کر دیا۔[3]

٤٠٨٨ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَبْعِينَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ، يُقَالُ لَهُمْ: الْقُرَّاءُ، فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ: رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ، عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا: بِئْرُ مَعُونَةَ، فَقَالَ الْقَوْمُ: وَاللهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا، إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُونَ فِي حَاجَةٍ لِّلنَّبِيِّ ﷺ فَقَتَلُوهُمْ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ.

[4088] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے ستر (70) آدمیوں کو کسی کام کے لیے بھیجا، جنھیں قراء کہا جاتا تھا۔ خاندان بنوسلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ایک کنویں کے پاس ان کے سامنے آئے، جسے بئر معونہ کہا جاتا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں سے کہا: اللہ کی قسم! ہم تم سے لڑنے نہیں آئے بلکہ ہم تو نبی ﷺ کی کسی حاجت برآری کے لیے یہاں سے گزر رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے ایک نہ سنی بلکہ ان حضرات کو قتل کر دیا۔ نبی ﷺ نے مہینہ بھر صبح کی نماز میں ان کفار کے خلاف بددعا فرمائی۔ یہ دعائے قنوت کی ابتدا ہے۔ اس سے پہلے ہم قنوت نہیں کرتے تھے۔

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوتِ، أَبَعْدَ الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ

(راویٔ حدیث) عبدالعزیز نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے دعائے قنوت کے متعلق پوچھا کہ وہ رکوع

① فتح الباري: 475/7. ② فتح الباري: 480/7. ③ فتح الباري: 481/7.

الْقِرَاءَةِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ.
[راجع: ١٠٠١]

کے بعد ہے یا قراءت سے فراغت کے بعد؟ انھوں نے فرمایا: رکوع کے بعد نہیں بلکہ قراءت سے فراغت کے وقت ہے۔

٤٠٨٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَنَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ.
[راجع: ١٠٠١]

[4089] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد ایک مہینہ قنوت پڑھی۔ آپ عرب کے قبائل کے خلاف بددعا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے جو ستر (70) قراء بھیجے تھے وہ دن کے وقت لکڑیاں اکٹھی کر کے فروخت کرتے، پھر اس قیمت سے اہل صفہ کے لیے کھانا تیار کرتے اور رات کے وقت قرآن کریم پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ انھیں جس کام کے لیے روانہ فرمایا روایات میں اس کی وضاحت ہے کہ قبیلۂ رعل اور ذکوان والوں نے رسول اللہ ﷺ سے فوجی مدد مانگی تو آپ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ستر قاری ان کے ہمراہ روانہ کر دیے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعوت دین اور اشاعتِ اسلام کے لیے بھیجا تھا۔ بہرحال یہ دونوں اغراض پیش نظر تھیں۔ تعلیم اسلام بھی مقصود تھی اور ان سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ ان کے ہمراہ کفار سے جہاد بھی کرنا ہے، لہٰذا دونوں قسم کی روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بہرحال ان قراء کو قتل کرنے والے دوسرے لوگ تھے اگرچہ وہ ان کے قبیلے سے تھے۔ جو انھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے لائے تھے وہ ان کے قاتل نہ تھے۔ اس سریے کو سریۃ القراء بھی کہا جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ابو براء عامر بن مالک رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن مسلمان نہ ہوا بلکہ اس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیج دیں جو میری قوم کو دین کی دعوت دیں، امید ہے کہ وہ اس دین کو قبول کر لیں گے۔ میں ان کی طرف سے ضمانت دیتا ہوں۔ آپ نے ستر قراء اس کے ہمراہ بھیج دیے۔ جب بئر معونہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے حضرت حرام بن ملحان کو عامر بن طفیل کے پاس بھیجا جو ابوالبراء کا بھتیجا تھا، اس نے رعل اور ذکوان قبائل کو ساتھ ملا کر ان تمام قراء کو گھیر لیا۔ لڑائی ہوئی، بالآخر یہ حضرات شہید ہو گئے۔ ابو براء کو جب ان حضرات کی اطلاع ملی تو اس نے اظہار افسوس کیا۔[1] ② مصیبت، جنگ اور غلبۂ دشمن کے وقت کی جانے والی دعا کو قنوت نازلہ کہا جاتا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ جب کسی پر بددعا یا کسی کے لیے دعا کا ارادہ فرماتے تو آخری رکعت کے رکوع کے بعد "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کہنے کے بعد اونچی آواز سے دعا فرماتے تھے۔[2]

٤٠٩٠ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رِعْلًا

[4090] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ قبیلۂ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دشمن کے خلاف مدد مانگی تو

[1] فتح الباري: 483/7. [2] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4560,4559.

وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ اسْتَمَدُّوا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى عَدُوٍّ فَأَمَدَّهُمْ بِسَبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ كُنَّا نُسَمِّيهِمُ الْقُرَّاءَ فِي زَمَانِهِمْ، كَانُوا يَحْتَطِبُونَ بِالنَّهَارِ، وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ، حَتَّى كَانُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قَتَلُوهُمْ وَغَدَرُوا بِهِمْ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ ذٰلِكَ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو فِي الصُّبْحِ عَلَى أَحْيَاءٍ مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، عَلَى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ. قَالَ أَنَسٌ: فَقَرَأْنَا فِيهِمْ قُرْآنًا ثُمَّ إِنَّ ذٰلِكَ رُفِعَ: بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا.

آپ ﷺ نے ستر (70) انصار بھیج کر ان کی مدد فرمائی۔ اس زمانے میں ہم انھیں قراء کہا کرتے تھے۔ وہ دن کے وقت لکڑیاں چن کر لاتے اور رات کو شب خیزی میں گزارتے تھے۔ جب یہ حضرات بئر معونہ تک پہنچے تو انھوں نے ان قراء کو قتل کر دیا اور ان سے عہد شکنی کی۔ نبی ﷺ کو اس حادثے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے مہینہ بھر قنوت نازلہ پڑھی۔ آپ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان قبائل عرب پر صبح کی نماز میں بددعا فرماتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے متعلق ہم قرآن مجید میں یہ آیات پڑھا کرتے تھے جنھیں بعد میں منسوخ کر دیا گیا: ''ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے رب کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ وہ ہم سے راضی ہوا اور اس نے ہمیں بھی راضی کر دیا۔''

وَعَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، عَلَى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ.

(راویٔ حدیث) قتادہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز میں ایک مہینہ قنوت پڑھی۔ آپ قبائل عرب رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان پر بددعا کرتے تھے۔

زَادَ خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ: أَنَّ أُولٰئِكَ السَّبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ قُتِلُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ. قُرْآنًا: كِتَابًا، نَحْوَهُ. [راجع: ١٠٠١]

(راویٔ حدیث) خلیفہ نے حضرت انس کے حوالے سے مزید یہ الفاظ بیان کیے ہیں کہ وہ ستر قراء انصار میں سے تھے جو بئر معونہ پر قتل کر دیے گئے۔ اس حدیث میں قرآن سے مراد اللہ کی کتاب ہے۔ (یہ حدیث) پہلی (عبدالاعلیٰ کی) حدیث کی طرح ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رعل اور ذکوان قبائل عرب نے رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگی تھی جبکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ خود عامر بن طفیل نے مجاہدین کے خلاف ان قبائل سے مدد مانگی تھی۔ ان روایات میں تضاد نہیں ہے کیونکہ ظاہری طور پر رعل اور ذکوان نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور دشمنوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگی لیکن باطن میں کفر چھپائے رکھا اور ان مجاہدین کے خلاف غداری کی اور دھوکے سے انھیں شہید کر دیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قبیلۂ بنوسلیم کے

دوسرے لوگوں سے عامر بن طفیل نے مدد مانگی ہوتا کہ مجاہدین قراء کا مقابلہ کر کے ان کو شہید کر دیا جائے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس قصے میں بنولحیان کا ذکر کسی راوی کا وہم ہے کیونکہ ان کا ذکر غزوۂ رجیع میں ہوا ہے جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قصے سے متعلق ہے وہ بئر معونہ کے حادثے میں شامل تھے۔[1] ان قبائل کا جرم اتنا سنگین تھا کہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی اور ایسا کرنا ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی بددعا قبول فرمائی اور یہ قبائل صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ إلا ماشاء اللہ.

٤٠٩١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ خَالَهُ - أَخَا أُمِّ سُلَيْمٍ - فِي سَبْعِينَ رَاكِبًا، وَكَانَ رَئِيسُ الْمُشْرِكِينَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ فَقَالَ: يَكُونُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَلِيَ أَهْلُ الْمَدَرِ، أَوْ أَكُونُ خَلِيفَتَكَ، أَوْ أَغْزُوكَ بِأَهْلِ غَطَفَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ. فَطُعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فُلَانٍ فَقَالَ: غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِّنْ آلِ بَنِي فُلَانٍ، ائْتُونِي بِفَرَسِي فَمَاتَ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ. فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سُلَيْمٍ - وَهُوَ رَجُلٌ أَعْرَجُ - وَرَجُلٌ مِّنْ بَنِي فُلَانٍ قَالَ: كُونَا قَرِيبًا حَتَّى آتِيَهُمْ فَإِنْ آمَنُونِي كُنْتُمْ وَإِنْ قَتَلُونِي أَتَيْتُمْ أَصْحَابَكُمْ، فَقَالَ: أَتُؤَمِّنُونِي أُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ فَأَوْمَئُوا إِلَى رَجُلٍ فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ، قَالَ هَمَّامٌ: أَحْسِبُهُ حَتَّى أَنْفَذَهُ بِالرُّمْحِ، قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ! فَلُحِقَ الرَّجُلُ فَقُتِلُوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْأَعْرَجِ كَانَ فِي رَأْسِ جَبَلٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْنَا ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوخِ: إِنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ ثَلَاثِينَ

[4091] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے ماموں، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی کو بھی ستر (70) سواروں کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مشرکین کے سردار عامر بن طفیل نے آپ ﷺ کے سامنے تین صورتیں رکھی تھیں۔ اس نے آپ سے کہا کہ دیہاتی آبادی پر آپ کی اور شہری آبادی پر میری حکومت ہو گی یا میں آپ کا جانشین ہوں گا یا پھر دو ہزار غطفانی لشکر سے آپ پر حملہ کروں گا، چنانچہ وہ ام فلاں کے گھر میں مرض طاعون میں مبتلا ہوا، کہنے لگا: فلاں قبیلے کی عورت کے گھر میں جوان اونٹ کی طرح مجھے بھی غدود نکل آیا ہے، میرا گھوڑا لاؤ، چنانچہ وہ اپنے گھوڑے کی پشت پر ہی مر گیا۔ بہر حال ام سلیم کے بھائی حرام بن ملحان، ایک اور صحابی جو لنگڑے تھے اور تیسرے صحابی جن کا تعلق بنو فلاں سے تھا آگے بڑھے۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم میرے قریب رہو۔ میں ان کے پاس پہلے جاتا ہوں اگر انھوں نے مجھے امن دے دیا تو تم لوگ قریب ہی ہو اور اگر مجھے انھوں نے قتل کر دیا تو آپ حضرات اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جائیں، چنانچہ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا تم مجھے امن دیتے ہو تا کہ میں تمھیں اللہ کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچاؤں؟ پھر وہ آپ ﷺ کا پیغام انھیں پہنچانے لگے تو قبیلے والوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا۔ اس نے پیچھے سے آ کر

[1] فتح الباري: 483/7.

صَبَاحًا، عَلَى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ الَّذِينَ عَصَوُا اللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ. [راجع: ١٠٠١]

ان پر نیزے سے وار کیا۔ وہ نیزہ ان کے آر پار ہو گیا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر، اللہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ دوسرے شخص کو بھی پکڑ لیا گیا۔ الغرض لنگڑے شخص کے علاوہ سب صحابہ کو قتل کر دیا گیا۔ وہ لنگڑا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا تھا۔ ان شہداء کی شان میں اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں جو بعد میں منسوخ ہو گئیں: ''ہم اپنے رب سے جا ملے، وہ ہم سے خوش ہوا اور اس نے ہمیں خوش کر دیا۔'' نبی ﷺ نے ان مشرکین پر تیس (30) دن تک بد دعا فرمائی، یعنی رعل و ذکوان اور بنولحیان پر قنوت کی اور عصیہ کے لیے بھی جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔

فائدہ: اس حدیث میں عامر بن طفیل کی موت کا ذکر ہے، حالانکہ اس کی موت کا سریہ قراء سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر عامر کی غداری کی وجہ سے قراء حضرات کی شہادت واقع ہوئی تھی، اس لیے اس کی موت کا بھی ذکر آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی غداری اور اپنے چچا ابو براء کی امان کا لحاظ نہ کرنے پر اس کے خلاف بد دعا فرمائی۔ بد دعا کے الفاظ یہ ہیں: ''اے اللہ! عامر کے شر سے مجھے کفایت فرما۔'' اس بد دعا کا اثر اس طرح ظاہر ہوا کہ طاعون کی گلٹی اس کے کان کے پیچھے نکل آئی جبکہ یہ ایک عورت کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ چونکہ بہادر آدمی بستر پر موت پسند نہیں کرتا، اس لیے وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہوا اور وہیں اسے موت نے آ لیا۔ بہر حال اس کی موت کا واقعہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے، سریہ قراء سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بئر معونہ کے حادثے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور مذکورہ گفتگو کی۔ واللہ أعلم.

٤٠٩٢ - **حَدَّثَنِي** حِبَّانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَنَسٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ - وَكَانَ خَالَهُ - يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهُ عَلَى وَجْهِهِ وَرَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ!. [راجع: ١٠٠١]

[4092] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: جب ان کے ماموں حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو بئر معونہ کے دن نیزا مارا گیا تو انھوں نے اس طرح اپنا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے اپنے چہرے اور سر پر چھڑک لیا، پھر کہا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

فوائد و مسائل: ① حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کا آخری اقدام ان کی کمال شجاعت اور دربار الٰہی میں حاضری کی فرحت و

خوشی پر دلالت کرتا ہے۔ انھیں اس بات کا علم تھا کہ شہید کا خون عام خون نہیں ہے بلکہ قیامت کے دن اس سے کستوری اور عنبر کی مہک اٹھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جاتا بلکہ انھیں خون آلود جسم ہی سے دفن کر دیا جاتا ہے۔ ② اس حدیث میں شہید کو غسل نہ دینے کی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ والله أعلم.

٤٠٩٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ أَبُو بَكْرٍ فِي الْخُرُوجِ حِينَ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْأَذَى فَقَالَ لَهُ: «أَقِمْ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَتَطْمَعُ أَنْ يُؤْذَنَ لَكَ؟ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنِّي لَأَرْجُو ذٰلِكَ»، قَالَتْ: فَانْتَظَرَهُ أَبُو بَكْرٍ، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ظُهْرًا فَنَادَاهُ فَقَالَ: «أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ، فَقَالَ: «أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! الصُّحْبَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الصُّحْبَةَ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! عِنْدِي نَاقَتَانِ، قَدْ كُنْتُ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ، فَأَعْطَى النَّبِيَّ ﷺ إِحْدَاهُمَا وَهِيَ الْجَدْعَاءُ فَرَكِبَا فَانْطَلَقَا حَتّٰى أَتَيَا الْغَارَ وَهُوَ بِثَوْرٍ فَتَوَارَيَا فِيهِ، فَكَانَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ غُلَامًا لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الطُّفَيْلِ ابْنِ سَخْبَرَةَ - أَخُو عَائِشَةَ لِأُمِّهَا، وَكَانَتْ لِأَبِي بَكْرٍ مِنْحَةٌ - فَكَانَ يَرُوحُ بِهَا وَيَغْدُو عَلَيْهِمْ وَيُصْبِحُ فَيَدَّلِجُ إِلَيْهِمَا ثُمَّ يَسْرَحُ فَلَا يَفْطُنُ بِهِ أَحَدٌ مِّنَ الرِّعَاءِ، فَلَمَّا خَرَجَ خَرَجَ مَعَهُمَا يُعْقِبَانِهِ حَتّٰى قَدِمَا الْمَدِينَةَ فَقُتِلَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ.

[4093] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب مکہ مکرمہ میں ابوبکر ؓ پر کفار کی سختیاں زیادہ ہو گئیں تو انھوں نے نبی ﷺ سے ہجرت کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی ٹھہرے رہو۔'' انھوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا آپ کو بھی اجازت ملنے کی امید ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، میں بھی ہجرت کی اجازت کا امیدوار ہوں۔'' حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر ؓ انتظار کرنے لگے۔ آخر ایک دن رسول اللہ ﷺ ظہر کے وقت تشریف لائے۔ آپ نے حضرت ابوبکر ؓ کو پکارا اور فرمایا: ''جو اہل خانہ آپ کے پاس ہیں انھیں ایک طرف کر دو۔'' حضرت ابوبکر ؓ نے کہا: اور کوئی نہیں صرف دو بیٹیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمھیں علم ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔'' حضرت ابوبکر ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا مجھے رفاقت نصیب ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، تم میرے ساتھ چلو گے۔'' عرض کی: اللہ کے رسول! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں اور میں نے انھیں ہجرت کے لیے تیار کر رکھا ہے، چنانچہ انھوں نے ایک اونٹنی، جس کا نام جدعاء تھا، نبی ﷺ کو دے دی۔ دونوں بزرگ سوار ہو کر چل پڑے حتی کہ غار ثور تک پہنچ گئے اور اس غار میں دونوں چھپے رہے۔ حضرت عامر بن فہیرہ جو حضرت عائشہ ؓ کے مادری بھائی عبداللہ بن طفیل بن سخبرہ کے غلام تھے، یہ (عامر) حضرت ابوبکر ؓ کی دودھ دینے والی اونٹنی کو صبح و شام چرانے کے لیے لے جاتے، رات کے آخری حصے میں ان دونوں (رسول اللہ

ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے پاس آتے۔ پھر اسے چرانے کے لیے صبح صبح لے جاتے۔ اس طرح کسی چرواہے کو بھی اس کا علم نہ ہو سکا۔ پھر جب یہ دونوں بزرگ غار ثور سے نکل کر روانہ ہوئے تو حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ ہی نکلے۔ وہ دونوں حضرات اس کو باری باری اپنا ردیف بناتے تھے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ بئر معونہ کے حادثے میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے تھے۔

وَعَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ: قَالَ لِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: فَأَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: لَمَّا قُتِلَ الَّذِينَ بِبِئْرِ مَعُونَةَ وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ: مَنْ هٰذَا؟ - فَأَشَارَ إِلٰى قَتِيلٍ - فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ: هٰذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَمَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ، ثُمَّ وُضِعَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ فَقَالَ: «إِنَّ أَصْحَابَكُمْ قَدْ أُصِيبُوا وَإِنَّهُمْ قَدْ سَأَلُوا رَبَّهُمْ فَقَالُوا: رَبَّنَا أَخْبِرْ عَنَّا إِخْوَانَنَا بِمَا رَضِينَا عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا»، فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ، وَأُصِيبَ فِيهِمْ يَوْمَئِذٍ عُرْوَةُ بْنُ أَسْمَاءَ بْنِ الصَّلْتِ، فَسُمِّيَ عُرْوَةُ بِهِ، وَمُنْذِرُ ابْنُ عَمْرٍو سُمِّيَ بِهِ مُنْذِرًا. [راجع: ٤٧٦]

ابواسامہ نے کہا کہ مجھے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد گرامی (حضرت عروہ) نے بتایا: جب بئر معونہ کے حادثے میں یہ حضرات شہید کر دیے گئے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو قیدی بنا لیا گیا تو عامر بن طفیل نے ایک مقتول کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: یہ کون ہیں؟ عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا کہ یہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا: میں نے اسے شہید ہونے کے بعد دیکھا کہ اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا۔ میں نے اوپر نظر اٹھائی تو اس کی لاش زمین و آسمان کے درمیان تھی۔ پھر اسے زمین پر رکھ دیا گیا۔ جب نبی ﷺ کو ان شہداء کی اطلاع ملی تو آپ نے ان حضرات کو خبر دیتے ہوئے فرمایا: ''تمھارے ساتھی شہید ہو چکے ہیں اور انھوں نے اپنے رب سے درخواست کی ہے: اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو اس امر کی اطلاع دے دے کہ ہم تیرے پاس پہنچ کر خوش ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے ہمیں یہ اطلاع کر دی ہے۔ اسی حادثے میں حضرت عروہ بن اسماء بن صلت رضی اللہ عنہ بھی شہید کر دیے گئے تھے۔ (زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاں جب بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام) عروہ، انھی عروہ بن اسماء کے نام پر رکھا گیا۔ حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی اسی حادثے میں شہید کیے گئے تھے تو

(زبیر رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے کا نام) منذر انھی کے نام پر رکھا گیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① عبداللہ بن طفیل، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مادری بھائی اس بنا پر تھا کہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا پہلے ان کے باپ کے نکاح میں تھیں۔ باپ بیٹا دونوں مکہ مکرمہ میں آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حلیف بن گئے۔ جب طفیل فوت ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ام رومان رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی اور اس سے حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ اس بنا پر عبداللہ بن طفیل ان کے ماں کی طرف سے بھائی ہیں۔ ② حضرت عامر بن فہیرہ ان کے غلام تھے جنھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے خرید لیا تھا۔ چونکہ بئر معونہ کے حادثے میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، اس لیے ہجرت کا ذکر ان کے تعارف کے طور پر ہوا ہے کہ انھوں نے سفر ہجرت کے دوران میں دو بزرگوں کی تمام خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش کا یہ اکرام فرمایا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھا لی گئی، پھر زمین پر رکھ دی گئی، شہدائے کرام کے یہی مراتب ہیں جو صرف انھی کو نصیب ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں، انھیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔''[1] حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو آسمان کی طرف اٹھانے اور زمین پر رکھنے کا ایک فائدہ تو یہ تھا کہ ان کی تعظیم و توقیر مقصود تھی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے کافر بہت مرعوب ہوئے۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک فال کے طور پر اپنی اولاد کے نام نیک لوگوں کے نام کے مطابق رکھنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ بڑے ہو کر وہ بھی ان کے نقش قدم پر چلیں جیسا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا۔ واللّٰه أعلم.

٤٠٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا، يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَيَقُولُ: «عُصَيَّةُ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ». [راجع: ١٠٠١]

[4094] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے مہینہ بھر نماز میں رکوع کے بعد دعائے قنوت فرمائی۔ اس قنوت میں آپ نے رعل اور ذکوان نامی قبائل کے خلاف بددعا کی۔ آپ فرماتے تھے: ''قبیلۂ عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔''

٤٠٩٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا - يَعْنِي - أَصْحَابَهُ بِبِئْرِ مَعُونَةَ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا حِينَ يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَّلِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ

[4095] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ان کفار پر ایک مہینہ بددعا کی تھی جنھوں نے بئر معونہ پر آپ کے معزز صحابہ کو قتل کیا تھا۔ آپ قبائل عرب رعل، بنولحیان اور عصیہ کے خلاف بددعا کرتے تھے، جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔

1 البقرة 2:154.

عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ.

قَالَ أَنَسٌ: فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهِ ﷺ فِي الَّذِينَ قُتِلُوا - أَصْحَابِ بِئْرِ مَعُونَةَ - قُرْآنًا قَرَأْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَعْدُ: بَلِّغُوا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ. [راجع: ١٠٠١]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق جو بئر معونہ کے روز شہید کیے گئے تھے، اپنے نبی ﷺ پر قرآن مجید کی آیات نازل کیں۔ ہم ان کی تلاوت کیا کرتے تھے جو بعد میں منسوخ ہوگئیں۔ (ان کا ترجمہ یہ ہے:) ''ہماری قوم کو پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں۔ ہمارا رب ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے خوش ہیں۔''

٤٠٩٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: كَانَ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ: قَبْلَهُ، قُلْتُ: فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ: بَعْدَهُ، قَالَ: كَذَبَ، إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أَنَّهُ كَانَ بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ: الْقُرَّاءُ - وَهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا - إِلٰى نَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَهْدٌ، قِبَلَهُمْ فَظَهَرَ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ. [راجع: ١٠٠١]

[4096] حضرت عاصم احول سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نماز میں قنوت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ نماز میں قنوت مشروع ہے۔ میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے ہے یا اس کے بعد؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رکوع سے پہلے ہے۔ میں نے کہا: فلاں شخص نے مجھے آپ کے حوالے سے بتایا کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ دراصل رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت کی تھی جبکہ آپ نے ستر (70) قراء کو مشرکین کی طرف روانہ فرمایا، جبکہ رسول اللہ ﷺ اور ان مشرکین کے درمیان عہد و پیمان تھا لیکن ان لوگوں نے اس عہد کی پاسداری نہ کی اور وہ غالب آ گئے (اور ان صحابہ کو شہید کر دیا)۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مہینہ بھر قنوت فرمائی اور اس میں ان مشرکین کے خلاف بددعا کی تھی۔

فوائد و مسائل: ① ان احادیث کو پیش کرنے کا مقصد کسی فقہی مسئلے کا بیان نہیں بلکہ صرف بئر معونہ کے سانحہ کی مناسبت سے انھیں ذکر کیا گیا ہے۔ اس حادثے میں عامر بن طفیل کا بڑا ہاتھ تھا۔ پہلے اس نے بنو عامر قبیلے کو مسلمان قراء کے خلاف بھڑکایا۔ جب انھوں نے انکار کر دیا تو قبیلۂ رعل، ذکوان اور عصیہ کو جنگ پر آمادہ کیا۔ یہ قبائل بنو سلیم کے تھے اور ان سے بھی رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ تھا مگر ان لوگوں نے عہد شکنی کی اور قراء کو ناحق مار ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس دردناک سانحے کا اس قدر

رنج پہنچا اور اتنے غمگین ہوئے کہ جن قبائل نے قراء سے غداری کی تھی آپ ان پر مہینہ بھر بددعا کرتے رہے۔ ② بئر معونہ کے المیہ نے غزوۂ احد کا چرچا تازہ کر دیا اور یہ اس لحاظ سے زیادہ المناک تھا کہ شہدائے احد تو کھلی اور دو بدو جنگ میں شہید ہوئے تھے مگر یہ بے چارے ایک شرمناک غداری کی نذر ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو اس سے زیادہ غمگین کبھی نہیں دیکھا تھا۔ رضي الله عنهم أجمعين.

(٣٠) بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْأَحْزَابُ

باب: 30- غزوۂ خندق، یعنی احزاب کا بیان

قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: كَانَتْ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ أَرْبَعٍ.

موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ یہ جنگ شوال چار ہجری میں ہوئی۔

وضاحت: ابوسفیان نے مشرکین مکہ، یہود مدینہ اور قبائل کو ساتھ ملا کر مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا، اس لیے اسے غزوۂ احزاب کہتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے ایک طرف خندق کھدوائی تھی، اس لیے اسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے۔ اس غزوے کے دو نام ہیں، یعنی غزوۂ احزاب اور غزوۂ خندق۔

٤٠٩٧ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ [قَالَ]: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَّهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْهُ، وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ. [راجع: ٢٦٦٤]

[4097] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے خود کو غزوۂ احد کے دن نبی ﷺ کے سامنے بھرتی کے لیے پیش کیا تو آپ نے انھیں اجازت نہ دی جبکہ ان کی عمر اس وقت چودہ سال تھی، لیکن غزوۂ خندق کے موقع پر خود کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اجازت دے دی۔ اس وقت وہ پندرہ سال کی عمر میں تھے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے درمیان ایک سال کا وقفہ تھا کیونکہ غزوۂ احد کے وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر چودہ برس تھی اور غزوۂ خندق میں وہ پندرہ سال کے ہو گئے تھے۔ ② دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ کی تائید میں پیش کیا ہے کہ غزوۂ خندق چار ہجری میں ہوا کیونکہ غزوۂ احد کا تین ہجری میں ہونا یقینی ہے اور ایک سال بعد غزوۂ خندق ہوا تو اس کا واضح مطلب ہے کہ وہ چار ہجری میں ہوا لیکن دوسرے سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا کیونکہ غزوۂ احد کے موقع پر ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر کے مقام پر لڑائی ہو گی مگر مکے میں قحط پڑ جانے کی وجہ سے ان کی تیاری نہ ہو سکی تو وہ اس سال، یعنی چار ہجری میں نہ آئے جبکہ نبی ﷺ چار ہجری میں بدر کی طرف تشریف لے گئے تھے، تاہم ابوسفیان اور دیگر مشرکینِ مکہ وغیرہ کے وہاں نہ آنے کی وجہ سے آپ ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے، پھر اس کے بعد آئندہ سال پانچ ہجری میں ابوسفیان نے مختلف قبائل اور یہود مدینہ کو ساتھ ملا کر مدینے پر چڑھائی کی۔ ③ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی پیش کردہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ غزوۂ احد کے وقت ان کی عمر کا

چودھواں سال شروع ہو چکا تھا اور غزوۂ خندق میں ان کی عمر کے پندرھویں سال کا اختتام تھا۔ اس طرح غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے درمیان دو سال کی مدت کا ہونا ناممکن نہیں ہے، اس لیے غزوۂ خندق عام مشہور اور قابلِ اعتماد قول کے مطابق پانچ ہجری میں ہوا۔[1] واللہ أعلم.

٤٠٩٨ - حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْخَنْدَقِ وَهُمْ يَحْفِرُونَ، وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى أَكْتَادِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ، فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ».

[4098] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ خندق کھودنے میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھود رہے تھے جبکہ ہم اپنے کندھوں پر مٹی اٹھا اٹھا کر باہر ڈال رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: ''اے اللہ! آخرت کی زندگی ہی آرام کی زندگی ہے، اس لیے تو مہاجرین اور انصار کو معاف کر دے۔''

فوائد و مسائل: ① غزوۂ خندق کے موقع پر مدینے کا موسم انتہائی سرد تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودتے وقت انصار اور مہاجرین کی تکلیف کو دیکھا تو ان کی تسلی کے لیے فرمایا: ''اصل آرام تو آخرت کے دن ملے گا اور دنیا کی تکلیفوں پر صبر کرنا مومن کی شان ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ثواب کی ترغیب دلانے کے لیے خود خندق کھودنے میں حصہ لیا اور آپ کے ساتھ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کام میں حصہ لیا کیونکہ اس وقت ان کے نوکر اور غلام نہ تھے جو خندق کھودنے کا کام کرتے۔ ② واضح رہے کہ مدینے کے گرد خندق کھودنے کی تجویز حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے مناسب خیال فرمایا۔[2]

٤٠٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْخَنْدَقِ، فَإِذَا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ، فَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ عَبِيدٌ يَعْمَلُونَ ذٰلِكَ لَهُمْ، فَلَمَّا رَأٰى مَا بِهِمْ مِّنَ النَّصَبِ وَالْجُوعِ قَالَ: «اللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَهْ، فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ».

[4099] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار سخت سردی میں صبح صبح خندق کی کھدائی کر رہے ہیں۔ ان کے غلام اور نوکر وغیرہ نہیں تھے جو خندق کھودنے کی خدمت بجا لاتے۔ آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مشقت اور بھوک دیکھی تو فرمایا: ''اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی ہے، اس لیے مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔''

---

① فتح الباري: 491/7. ② فتح الباري: 491/7.

فَقَالُوا مُجِيبِينَ لَهُ:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا.

[راجع: ٢٨٣٤]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو جواب دیتے ہوئے کہا: ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے جہاد کرنے کے لیے حضرت محمد ﷺ کی بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔

٤١٠٠ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِينَةِ وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلَى مُتُونِهِمْ وَهُمْ يَقُولُونَ:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا
عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدَا

[4100] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ انصار و مہاجرین نے مدینہ طیبہ کے اردگرد خندق کھودنا شروع کی۔ وہ اپنی پشتوں پر مٹی اٹھا رہے تھے اور کہتے تھے: ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت محمد ﷺ سے اسلام پر بیعت کی ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔

قَالَ: يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يُجِيبُهُمْ: «اللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ، فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ».

نبی ﷺ انھیں جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے: ''اے اللہ! خیر و برکت تو صرف اخروی زندگی میں ہے، اس لیے تو انصار و مہاجرین کو برکت عطا فرما۔''

قَالَ: يُؤْتَوْنَ بِمِلْءِ كَفِّي مِنَ الشَّعِيرِ فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ تُوضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ وَهِيَ بَشِعَةٌ فِي الْحَلْقِ وَلَهَا رِيحٌ مُنْتِنٌ.

[راجع: ٢٨٣٤]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان مجاہدین کے لیے چلو بھر جو لائے جاتے اور بدبودار چربی میں انھیں پکایا جاتا اور اس قسم کی خوراک کو مہاجرین کے سامنے رکھ دیا جاتا جبکہ وہ بہت بھوکے ہوتے تھے۔ اس قسم کا بدمزہ کھانا حلق کو پکڑتا اور اس میں پھنس جاتا تھا اور اس سے بو آتی تھی۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ شاعر نہیں تھے اور نہ شعر کہنا آپ کی شان ہی تھی، مذکورہ شعر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا تھا جو اس موقع پر آپ نے پڑھا تا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبات میں مزید تیزی آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر شعر پڑھا: ''اے اللہ! عضل اور قارہ پر لعنت فرما، ان کی وجہ سے ہمیں پتھر اٹھانے کی زحمت ہوئی ہے۔''[1] ایک روایت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ مٹی اٹھا رہے تھے اور بطن مبارک مٹی سے اٹا ہوا تھا اور آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے درج ذیل اشعار پڑھتے تھے: ''اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو

1. فتح الباري: 493/7.

ہم راہ راست نہ پاتے، نہ نماز پڑھتے اور نہ صدقہ خیرات کرتے۔ ہم پر سکون اور اطمینان نازل فرما اور اگر ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھ، ان دشمنوں نے ہمارے خلاف اقدام کیا ہے، ہم اس بغاوت کا پرزور انکار کرتے ہیں۔"[1] (2) حدیث کے آخر میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ جہاد کا بیان ہے کہ ناقص اور بدبودار کھانا ملنے کے باوجود ان کے جوش و خروش میں کمی نہیں آتی تھی۔ واقعی مجاہد کی یہی شان ہوتی ہے۔

٤١٠١ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ [كُدْيَةٌ] شَدِيدَةٌ فَجَاؤُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا: هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ، فَقَالَ: «أَنَا نَازِلٌ»، ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ وَّلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَّا نَذُوقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فِي الْكُدْيَةِ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ أَوْ أَهْيَمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! ائْذَنْ لِّي إِلَى الْبَيْتِ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي: رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا مَّا كَانَ فِي ذٰلِكَ صَبْرٌ، فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ قَالَتْ: عِنْدِي شَعِيرٌ وَّعَنَاقٌ، فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ، وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِي قَدْ كَادَتْ أَنْ تَنْضَجَ، فَقُلْتُ: طُعَيِّمٌ لِّي فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ، قَالَ: «كَمْ هُوَ؟» فَذَكَرْتُ لَهُ، قَالَ: «كَثِيرٌ طَيِّبٌ»، قَالَ: «قُلْ لَّهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ حَتّٰى آتِيَ». فَقَالَ: «قُومُوا»، فَقَامَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ قَالَ: وَيْحَكِ، جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ

[4101] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم خندق کے دن زمین کھود رہے تھے۔ اچانک ایک سخت چٹان نمودار ہوئی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: خندق میں ایک سخت چٹان نکل آئی ہے۔ آپ نے فرمایا: "میں خود اتر کر اسے دور کرتا ہوں۔" چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو (بھوک کی وجہ سے) آپ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے اور ہم بھی تین دن سے بھوکے پیاسے تھے۔ نبی ﷺ نے کدال اپنے ہاتھ میں لی اور جب اس چٹان پر ماری تو مارتے ہی وہ ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے گھر جانے کی اجازت دیں۔ پھر میں نے گھر آ کر اپنی بیوی سے کہا: آج میں نے نبی ﷺ کو اس حالت میں دیکھا ہے جو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکی۔ کیا تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس کچھ جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے جلدی سے بکری کا بچہ ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے۔ پھر ہم نے گوشت کے ٹکڑے ہنڈیا میں رکھے۔ اس کے بعد میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آٹا گوندھا جا چکا تھا اور گوشت چولہے پر پکنے کے قریب تھا۔ میں نے آپ سے گزارش کی: اللہ کے رسول! گھر کھانے کے لیے تھوڑا سا کھانا تیار ہے۔ آپ ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ آپ ﷺ نے

(2) صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2837.

بِالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمَنْ مَّعَهُمْ، قَالَتْ: هَلْ سَأَلَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: «ادْخُلُوا وَلَا تَضَاغَطُوا». فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّورَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ، فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ، قَالَ: «كُلِي هٰذَا وَأَهْدِي، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَّجَاعَةٌ». [راجع: ٣٠٧٠]

فرمایا: ''کھانا کس قدر ہے؟'' میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ تو مقدار میں بہت اور معیار میں بہت عمدہ اور پاکیزہ ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''بس اپنی بیوی سے کہو کہ میرے آنے سے پہلے ہنڈیا چولہے سے نہ اتارے اور نہ تنور سے روٹی نکالے۔'' پھر آپ نے صحابۂ کرام ؓ سے فرمایا: ''سب لوگ چلیں۔'' چنانچہ تمام مہاجرین اور انصار تیار ہو گئے۔ جب حضرت جابر ؓ گھر پہنچے تو اپنی بیوی سے کہا: اب کیا ہو گا؟ نبی ﷺ تو تمام مہاجرین اور انصار کو ساتھ لے کر تشریف لا رہے ہیں۔ ان کی بیوی نے پوچھا: کیا آپ ﷺ نے تم سے کچھ دریافت کیا تھا؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس دوران میں آپ ﷺ نے صحابۂ کرام ؓ سے فرمایا: ''سب اندر آ جاؤ لیکن ازدحام نہ کرو۔'' پھر آپ ﷺ نے روٹیوں کے ٹکڑے کیے اور ان پر گوشت ڈالنے لگے۔ جب آپ ہنڈیا اور تنور سے کچھ نکالتے تو انھیں ڈھانپ دیتے۔ آپ ﷺ نے وہ کھانا اپنے صحابۂ کرام ؓ کے قریب کر دیا۔ اسی طرح آپ مسلسل روٹیوں کے ٹکڑے کرتے رہے اور ان پر گوشت ڈالتے رہے حتی کہ تمام صحابۂ کرام ؓ سیر ہو گئے اور کھانا بھی بچ گیا۔ (آخر میں) آپ ﷺ نے حضرت جابر کی بیوی سے فرمایا: ''اب یہ کھانا تم خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ بھی بھیجو کیونکہ لوگ آج کل فاقے میں مبتلا ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا جب ہم خندق کھود رہے تھے تو اچانک ایک چٹان نمودار ہوئی جس پر کدال کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی تو آپ نے کدال اپنے ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر اسے چٹان پر مارا تو اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا: ''مجھے ملک شام کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت اس کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔'' پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو اس کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا: ''مجھے ایران کی کنجیاں سونپ دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اب اس ملک کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں'' پھر اللہ کا نام لے کر تیسری ضرب لگائی تو پوری چٹان ٹوٹ گئی۔ آپ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا: ''مجھے ملک

یمن کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اللہ قسم! میں اس مقام پر کھڑا صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔"[1] (2) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس، دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل گروپ تشکیل دیے اور ایک گروپ کو دس ہاتھ خندق کھودنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ خندق کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آئی جس نے کدال توڑ دیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ اس صورت حال سے نمٹا جا سکے، چنانچہ آپ نے کدال لے کر ضرب لگائی تو چٹان میں دراڑیں پڑ گئیں اور اس سے چمک پیدا ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور آپ کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اللہ اکبر کہا۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے اس چمک میں شام کے محلات کو دیکھا۔ میرے پاس جبرائیل آئے اور انھوں نے کہا: ایک دن آپ کی امت ان محلات پر قابض ہو جائے گی، چنانچہ مسلمان اس بشارت سے بہت خوش ہوئے۔[2]

٤١٠٢ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا فَانْكَفَيْتُ إِلَى امْرَأَتِي، فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا. فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيرٍ وَّلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا، وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ، فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَبِمَنْ مَّعَهُ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ كَانَ عِنْدَنَا، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ، فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ! إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا فَحَيَّهَلَا بِكُمْ». فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ». فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

[4102] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے نبی ﷺ کو سخت بھوک میں مبتلا دیکھا۔ میں اپنی بیوی کے پاس پلٹ کر آیا اور اسے کہا: کیا تمھارے پاس کوئی کھانے کی چیز موجود ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھے، نیز ہمارے ہاں پالتو بکری کا ایک بچہ بھی تھا۔ میں نے اسے ذبح کیا اور اس نے جو پیس کر آٹا تیار کیا، میرے ذبح سے فارغ ہونے تک وہ بھی آٹا گوندھ کر فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت کے ٹکڑے کر کے ہنڈیا میں ڈال دیے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس آنے لگا تو بیوی کہنے لگی: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا، چنانچہ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آہستہ سے بات کی۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! ہمارا ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ تھا، جسے ہم نے ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو کا آٹا پیسا ہے، جو ہمارے پاس تھے، آپ اور آپ کے چند اصحاب تشریف لائیں۔ نبی ﷺ نے بآواز بلند فرمایا: ''اے

---

(1) مسند أحمد: 303/4. (2) فتح الباري: 496/7.

يَقْدُمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ: بِكَ، وَبِكَ، فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ، فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ: «ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا»، وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَكَلُوا حَتّٰى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ. [راجع: ٣٠٧٠]

خندق کھودنے والو! جابر نے کھانے کی دعوت دی ہے، لہٰذا تم سب لوگ آ جاؤ۔'' رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''میرے آنے تک ہنڈیا کو چولہے سے نہ اتارو اور نہ گوندھے ہوئے آٹے کی روٹیاں ہی پکاؤ، چنانچہ میں گھر آیا اور رسول اللہ ﷺ بھی لوگوں کے آگے آگے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے جلدی سے آ کر بیوی کو اطلاع دی تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ایسا ایسا سلوک کرے! میں نے اسے کہا کہ جو تو نے کہا تھا میں نے وہی کچھ آپ سے کہا تھا۔ بہر حال اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں گوندا ہوا آٹا پیش کیا تو آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ ہنڈیا کی طرف متوجہ ہوئے تو اس میں بھی لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے فرمایا: ''روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ جو تمھارے ساتھ روٹیاں پکائے اور ہنڈیا سے سالن نکالتی رہو لیکن اسے چولہے سے نہ اتارو۔'' حال یہ تھا کہ صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی۔ میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ان سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا حتی کہ انھوں نے وہ کھانا چھوڑ دیا (اور کھانا بچ گیا) جب تمام لوگ فارغ ہو کر واپس گئے تو ہماری ہنڈیا جوں کی توں جوش مار رہی تھی اور گوندھے ہوئے آٹے سے اسی طرح روٹیاں پکائی جا رہی تھیں۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ خندق کے موقع پر کھانا زیادہ ہونے کا یہ دوسرا واقعہ ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آج میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز کو کمزور پایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو بھوک نے نڈھال کر رکھا ہے۔ کیا تمھارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انھوں نے کہا ''ہاں'' چنانچہ انھوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں، پھر اپنا دوپٹا لیا اور اس کے ایک حصے میں انھیں لپیٹ دیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں وہ روٹیاں لے کر جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: کیا تمھیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''اٹھو اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلو۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''ام سلیم! جو

کچھ تمھارے پاس ہے اسے لے آؤ۔'' حضرت ام سلیم ﷞ روٹیاں لے کر آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے ٹکڑے بنا دیے جائیں۔'' حضرت ام سلیم ﷞ نے ان پر گھی نچوڑ دیا، پھر آپ نے اس کھانے پر کچھ پڑھا اور فرمایا: ''دس آدمیوں کو بلاؤ'' چنانچہ وہ کھا کر باہر چلے گئے تو مزید دس آدمیوں کو بلایا۔ اس طرح سب آدمیوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا جبکہ وہ اَسّی (80) کے قریب تھے۔[1] ایک روایت میں ہے کہ آخر میں رسول اللہ ﷺ اور اہل خانہ نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد جو کھانا بچ گیا تھا اسے ہمسایوں میں تقسیم کر دیا۔[2] ایک روایت کے مطابق جو کھانا بچ گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے جمع کیا اور اس پر برکت کی دعا فرمائی تو وہ اتنا ہی ہو گیا جس قدر پہلے تھا۔[3] ② ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت جابر ﷛ کے گھر تشریف لائے، واپس جانے لگے تو حضرت جابر ﷛ کے منع کرنے کے باوجود ان کی بیوی نے آپ سے گزارش کی: اللہ کے رسول! میرے لیے اور میرے خاوند کے لیے دعا فرما دیں۔ آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے خاوند پر خیر و برکت نازل فرمائے۔ حضرت جابر ﷛ نے اظہار ناراضی فرمایا تو بیوی نے کہا: یہ کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائیں اور ہم آپ کی دعاؤں سے محروم رہیں۔[4]

٤١٠٣ - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ﴿إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ ٱلْأَبْصَٰرُ وَبَلَغَتِ ٱلْقُلُوبُ ٱلْحَنَاجِرَ﴾ قَالَتْ: كَانَ ذَاكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ.

[4103] حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل فرمانِ باری تعالیٰ کے متعلق فرمایا: ''جب وہ (مشرکین) تمھارے بالائی علاقے سے اور تمھارے نشیبی علاقے سے تم پر چڑھ آئے اور (مارے ڈر کے) تمھاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور دل حلق تک آ گئے تھے۔'' یہ صورت حال غزوۂ خندق کے وقت پیش آئی تھی۔

فوائد و مسائل: ① اس آیت میں کفار کی اتحادی فوجوں کی لشکر کشی کا بیان ہے کہ کفار غطفان جو مدینے سے مشرقی جانب ہیں انھوں نے مسلمانوں پر اوپر کی جانب سے اور نیچے کی جانب مغرب کی طرف سے کفار قریش نے حملہ کیا، یعنی اتحادی کافروں نے مسلمانوں کو گھیر لیا تھا۔ ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ تین ہزار فوجیوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکلے اور اپنی پشتیں سلع پہاڑ کی طرف کر لیں تاکہ پیچھے سے کوئی حملہ آور نہ آئے۔ اپنے اور کفار کے درمیان خندق کھدوا دی، عورتوں اور بچوں کو ٹیلوں پر محفوظ جگہ میں رکھا، تقریباً پچیس دن مدینے کا محاصرہ رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے سرد ہوا چھوڑی تو کفار کی اتحادی فوجیں منتشر ہو کر بھاگ نکلیں۔ ② اس جنگ کا آغاز اس طرح ہوا کہ غزوۂ احد کے بعد غزوۂ بنونضیر پیش آیا جس کے نتیجے میں یہودیوں کو مدینے سے نکال دیا گیا اور انھوں نے خیبر میں جا کر پناہ لے لی۔ انھی جلاوطن کیے ہوئے یہودیوں میں سے بیس افراد پر مشتمل ایک وفد قریش مکہ کے پاس آیا اور انھیں مسلمانوں پر ایک اجتماعی اور کاری ضرب لگانے کی ترغیب دی۔ کفار مکہ نے یہودی وفد کی

---

① صحیح البخاري، المناقب، حدیث: 3578. ② صحیح مسلم، الأشربة، حدیث: 5321 (2040). ③ صحیح مسلم، الأشربة، حدیث: 5318 (2040). ④ مسند أحمد: 398/3.

اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد یہ وفد بنوغطفان کے پاس گیا۔ یہ قبیلہ چونکہ پہلے ہی یہود کا حلیف تھا، لہٰذا وہ بھی فوراً تیار ہو گیا۔ بعدازاں یہ وفد دوسرے مسلمان دشمن قبائل کے پاس گیا حتی کہ تمام اسلام دشمن عناصر کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرلیا، چنانچہ ذی قعدہ 5 ہجری میں جنوبی اطراف سے ابوسفیان کی سرکردگی میں کفار قریش، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل کا چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ مرالظہران کے مقام پر بنوسلیم کے ذیلی قبائل بھی ابوسفیان کے لشکر سے آ کر مل گئے۔ مشرقی اطراف سے غطفانی قبائل فزارہ، حرہ اور اشجع بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس طرح مدینے تک پہنچتے پہنچتے اس لشکر کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی جبکہ مدینے کی کل آبادی بھی دس ہزار سے کم تھی۔ اس میں سے جنگجو افراد صرف تین ہزار تھے اور ان تین ہزار میں منافقین بھی شامل تھے۔ اگر مسلمانوں نے خندق کھود کر بروقت اپنا دفاع نہ کرلیا ہوتا تو یہ بہت بڑا لشکر مسلمانوں کو ایک ہی حملے میں نیست و نابود کرنے کے لیے کافی تھا۔ ایسے حالات میں مذکورہ بالا آیت کا نزول ہوا۔ واللہ أعلم.

٤١٠٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتَّى أَغْمَرَ بَطْنَهُ - أَوِ اغْبَرَّ بَطْنُهُ - يَقُولُ:

«وَاللهِ لَوْلَا اللهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا»

وَيَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ: «أَبَيْنَا أَبَيْنَا». [راجع: ٢٨٣٦]

[4104] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ خندق کے دن مٹی اٹھاتے تھے حتی کہ غبار نے آپ کا پیٹ چھپا دیا تھا یا آپ کا پیٹ غبار آلود ہو چکا تھا اور آپ یہ اشعار پڑھتے تھے:

''اللہ کی قسم! اگر اللہ (کا کرم) نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز ہی پڑھتے۔ (اے اللہ!) ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما۔ اور اگر ہم دشمن کا مقابلہ کریں تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ بلاشبہ ان لوگوں (اہل مکہ) نے ہم پر زیادتی کی ہے۔ جب انھوں نے فتنے کا ارادہ کیا تو ہم نے صاف انکار کر دیا۔''

ہم نے صاف انکار کر دیا، ہم نے صاف انکار کر دیا کہتے ہوئے آپ کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔

فائدہ: عربوں کی عادت تھی کہ مشکل حالات میں اشعار کے ذریعے سے ان کے جذبات کو ابھارا جاتا، پھر وہ دل جمعی اور لگن سے اپنا کام سرانجام دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا اشعار سے یہی کام لیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار پڑھے: ''اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی ہے، لہٰذا تو انصار اور مہاجرین کو معاف کر دے۔'' اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خندق کی مٹی اپنی کمر پر لادے یہ شعر پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتے: ''ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت محمد ﷺ کی بیعت کی ہے اس بات پر کہ جب تک زندہ رہیں گے اسلام کی خاطر

زندہ رہیں گے۔"[1]

٤١٠٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ». [راجع: ١٠٣٥]

[4105] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "بادصبا کے ذریعے سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد کو دبور ہوا سے تباہ کیا گیا۔"

فوائد ومسائل: ① مشرق سے چلنے والی ہوا کو صبا اور مغرب سے چلنے والی ہوا کو دبور کہتے ہیں۔ ② جب کفار نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیا تھا تو بادصبا چلی تھی جس کی تاب نہ لا کر کفار بھاگ نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں اس ہوا کا ذکر کیا ہے: "جب لشکر تم پر چڑھ آئے تھے تو ہم نے آندھی اور ایسے لشکر بھیج دیے جو تمھیں نظر نہ آتے تھے۔"[2] یہ ہوا بے انتہا ٹھنڈی اور اتنی تیز تھی کہ اس نے کفار کے خیمے اکھاڑ دیے، گھوڑوں کے رسے ٹوٹ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہنڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں، وہ اتنی ٹھنڈی تھی کہ بدن کو چیرتی اور آر پار ہوتی معلوم ہوتی تھی۔ اس سے کفار کے لشکر میں بدحواسی پھیل گئی اور بھگدڑ مچ گئی، جس کے نتیجے میں وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔[3] حضرت ابوسعید خدری ؓ کا بیان ہے کہ وہ خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے دل گھبراہٹ کی وجہ سے حلق تک آ گئے ہیں آپ ہمیں کوئی دعا بتائیں جو ہم پڑھیں تو آپ نے یہ دعا سکھائی: [اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رَوْعَاتِنَا] "اے اللہ! پردہ پوشی فرما اور ہمیں گھبراہٹ سے امن عطا کر۔" اس وقت اللہ تعالیٰ نے کفار پر سخت ٹھنڈی اور انتہائی تیز ہوا مسلط کر دی جس کی تاب نہ لا کر وہ میدان چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔[4]

٤١٠٦ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ وَخَنْدَقَ، رَسُولُ اللهِ ﷺ رَأَيْتُهُ يَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ حَتَّى وَارَى عَنِّي التُّرَابُ جِلْدَةَ بَطْنِهِ - وَكَانَ كَثِيرَ الشَّعَرِ - فَسَمِعْتُهُ يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ، وَهُوَ يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُولُ:

[4106] حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو میں نے خود دیکھا کہ آپ خندق کھودتے اور اس کی مٹی بھی اٹھا اٹھا کر باہر لاتے تھے حتی کہ آپ کے بطن مبارک کی جلد گرد و غبار سے اٹ گئی تھی جبکہ آپ کے سینے پر گھنے بال تھے۔ میں نے خود سنا کہ آپ ﷺ مٹی اٹھاتے ہوئے حضرت ابن رواحہ ؓ کے رجز یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

---

① صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4099. ② الأحزاب 33:9. ③ فتح الباري: 502/7. ④ مسند أحمد: 3/3.

«اللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا»

قَالَ: ثُمَّ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِآخِرِهَا. [راجع: ٢٨٣٦]

''اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا۔ نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ ہم پر اپنی طرف سے سکینت نازل فرما۔ اور اگر (دشمن سے) ہمارا آمنا سامنا ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ یہ لوگ ہمارے خلاف چڑھ آئے ہیں۔ اور جب یہ (ہم سے) کوئی فتنہ چاہتے ہیں تو ہم ان کی بات نہیں مانتے بلکہ انکار کر دیتے ہیں۔''

راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ آخری کلمات کو خوب کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔

فائدہ: غزوۂ احزاب کے موقع پر مدینہ طیبہ کی قیادت نہایت بیدار مغز اور چوکس تھی، وہ حالات کا جائزہ لے کر مناسب اقدام کرتی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اتحادی فوجوں کی اطلاع پاتے ہی ہائی کمان کی مجلس شوریٰ منعقد کی اور مدینے کا دفاع کرنے کا مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تجویز دی کہ اللہ کے رسول! فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے۔ یہ بڑی باحکمت دفاعی تجویز تھی۔ اہل عرب اس سے واقف نہ تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس پر فوراً عمل کرتے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو خندق کھودنے کا کام سونپ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کام کی ترغیب بھی دیتے تھے اور عملی طور پر اس میں حصہ بھی لیتے تھے۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی عملی شرکت اور آپ کی ترغیب کا بیان ہے۔

٤١٠٧ - حَدَّثَنِي عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ - هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ دِينَارٍ - عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ.

[4107] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: سب سے پہلے میں نے جس جنگ میں شرکت کی وہ غزوۂ خندق تھا۔

فائدہ: قبل ازیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خود فرمایا: میں نے خود کو غزوۂ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھرتی کے لیے پیش کیا تو آپ نے مجھے اجازت نہ دی۔ اس وقت میری عمر چودہ سال تھی اور غزوۂ خندق کے موقع پر بھرتی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے شرکت کی اجازت دے دی اور اس وقت میری عمر پندرہ برس تھی۔[1]

٤١٠٨ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ،

[4108] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ میں

1 صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4097.

عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِّي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَقَالَتِ: الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ وَأَخْشٰى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ، فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰى ذَهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ، قَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ.

نے ان سے کہا: آپ نے دیکھا کہ لوگوں نے کیا کیا ہے؟ مجھے تو حکومت کا کچھ حصہ بھی نہیں ملا۔ حضرت حفصہ ؓ نے فرمایا: لوگوں کے اجتماع میں شرکت کرو۔ وہ تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمھارے رک جانے سے مزید اختلاف ہو گا۔ آخر کار ان کے اصرار کرنے پر وہ اجتماع میں گئے۔ جب لوگ حضرت معاویہ ؓ کی بیعت کر کے چلے گئے تو امیر معاویہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اس (خلافت کے) موضوع پر جس نے کوئی بات کرنی ہے وہ اپنا سر اٹھائے، یقیناً ہم اس سے اور اس کے باپ سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ: أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ، وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذٰلِكَ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللهُ فِي الْجِنَانِ. قَالَ حَبِيبٌ: حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ.

حضرت حبیب بن مسلمہ ؓ نے کہا: اس وقت آپ نے اس بات کا جواب کیوں نہ دیا؟ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا کہ میں نے تو گرہ کھول کر بات کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ انھیں جواب دوں: خلافت کا تم سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جس نے تم سے اور تمھارے باپ سے اسلام کی سربلندی کے لیے جنگ لڑی تھی لیکن مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ مبادا میری اس بات سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف بڑھ جائے اور خونریزی ہو جائے اور میری طرف ایسی بات منسوب کر دی جائے جو میں نے نہ کہی ہو، نیز مجھے وہ اجر و ثواب یاد آ گیا جو صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنتوں میں تیار کر رکھا ہے۔ حبیب نے کہا: اچھا ہوا آپ محفوظ رہے اور فتنوں سے بچ گئے۔

قَالَ مَحْمُودٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ: وَنَوْسَاتُهَا.

(راویٔ حدیث) محمود نے عبدالرزاق سے [نَسْوَاتُهَا] کے بجائے [نَوْسَاتُهَا] کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ احزاب میں اگرچہ باقاعدہ جنگ کی صورت نہیں تھی، لیکن کفر نے ایک متحدہ محاذ کی شکل میں اسلام اور اہل اسلام کو ختم کرنے کے لیے مدینے پر چڑھائی کی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و کامیابی سے ہمکنار کیا۔ انھوں نے

خندق کھود کر شہر کو ان کے حملے سے محفوظ کر لیا تھا اور کفار اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے اور ناکام واپس لوٹ گئے۔ ② امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر ؓ کے اس ارشاد کی بنا پر پیش کیا جو انھوں نے حضرت امیر معاویہ ؓ کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ ''تم سے زیادہ خلافت کا حق دار وہ ہے جس نے تم سے اور تمھارے باپ سے اسلام کی سربلندی کے لیے جنگ لڑی تھی'' یعنی غزوۂ احد اور خندق کے دن معاویہ اور ان کے باپ ابوسفیان سے قتال کیا۔ اس مقابلے میں حضرت علی، مہاجرین اور حاضرین خندق ؓ مراد ہیں جن میں حضرت ابن عمر ؓ بھی شامل تھے۔ اس اعتبار سے اس واقعے کو غزوۂ خندق کے عنوان میں لایا گیا ہے۔ ③ بنو ہاشم زہد و تقوی میں پیش پیش تھے جبکہ بنو امیہ میں طاقت اور دولت تھی، چنانچہ جب تک ان میں قوت رہی انھوں نے بنو ہاشم کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ حضرت ابوسفیان ؓ تو آخر وقت تک مسلمانوں سے لڑتے رہے، آخر فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ ④ حضرت ابن عمر ؓ کا موقف تھا کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کے ہاتھ پر بیعت کر لینا مسلمانوں کی خونریزی سے بہتر ہے، اس لیے انھوں نے حضرت معاویہ ؓ اور ان کے بیٹے یزید سے بیعت کی۔ ⑤ بہرحال اس حدیث کی غزوۂ خندق سے یہ مناسبت ہے کہ خلفائے راشدین اور حضرت ابن عمر ؓ غزوۂ خندق میں موجود تھے جبکہ ابوسفیان اور حضرت معاویہ اس وقت مخالف اسلام تھے۔ اس مقام پر خلافت اور حکومت کے استحقاق سے بحث مقصود نہیں وہ ہم کتاب الاحکام میں بیان کریں گے۔ بإذن الله تعالٰی.

٤١٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ: «نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا». [انظر: ٤١١٠]

[4109] حضرت سلیمان بن صرد ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا: ''اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھ کر نہیں آئیں گے۔''

٤١١٠ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ يَقُولُ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ حِينَ أَجْلَى الْأَحْزَابُ عَنْهُ: «الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ». [راجع: ٤١٠٩]

[4110] حضرت سلیمان بن صرد ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب نبی ﷺ سے لشکر دور کر دیے گئے تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے۔ انھیں ہم سے لڑنے کی طاقت نہیں ہوگی۔ ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔''

فائدہ: جنگ احزاب ایک اعصابی جنگ تھی، اس میں کوئی خونریز معرکہ پیش نہیں آیا۔ اس کے باوجود ایک فیصلہ کن مرحلہ ثابت ہوئی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے دن اللہ سے دعا کی: ''اے اللہ! کتاب اتارنے والے، جلد حساب لینے والے ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! انھیں شکست سے دوچار کر اور انھیں جھنجوڑ کر رکھ دے۔''[1] بالآخر رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2933.

اور بروقت حکمت عملی کے نتیجے میں مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے، ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ بددلی کا شکار ہو گئے، نیز یہ واضح ہو گیا کہ عرب کی کوئی بھی طاقت مسلمانوں کی اس چھوٹی سی حکومت کو ختم نہیں کر سکتی کیونکہ جنگِ احزاب میں جتنی طاقت فراہم ہو گئی تھی اس سے زیادہ طاقت فراہم کرنا عربوں کے بس کی بات نہ تھی۔ اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی کے طور پر فرمایا: ''اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے بلکہ ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔'' آپ کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اگلے سال 6 ہجری میں آپ عمرے کے لیے تشریف لے گئے۔ صلح حدیبیہ ہوئی جو فتح مکہ کا سبب بنی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسند البزار کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب قریش نے احزاب کے دن بہت سی جماعتوں کو جمع کر لیا تو آپ نے فرمایا: ''آئندہ کے لیے یہ لوگ تم پر چڑھائی نہیں کریں گے بلکہ آج کے بعد تم لوگ ہی ان پر چڑھائی کرو گے۔''[1]

٤١١١ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: «مَلَأَ اللهُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا، كَمَا شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ». [راجع: ٢٩٣١]

[4111] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے خندق کے دن فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان (کافروں) کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ انھوں نے ہمیں صلاۃ وسطیٰ ادا کرنے سے روک دیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔''

٤١١٢ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَمَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغْرُبَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا»، فَنَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَمَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ. [راجع: ٥٩٦]

[4112] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خندق کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے۔ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں تو نماز نہیں پڑھ سکا تا آنکہ سورج غروب ہو گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے بھی نماز عصر نہیں پڑھی۔'' اس کے بعد ہم نبی ﷺ کے ہمراہ وادیٔ بطحان میں ٹھہرے اور آپ نے نماز کے لیے وضو کیا تو ہم نے بھی نماز کے لیے وضو کیا۔ پھر آپ نے سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر پڑھی۔ پھر اس کے بعد آپ نے نماز مغرب ادا کی۔

فوائد و مسائل: ① صلوۃ وسطیٰ کے متعلق صراحت ہے کہ اس سے مراد نمازِ عصر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس نماز کے فوت

---

① كشف الأستار على زوائد مسند البزار: 221/2، وفتح الباري: 506/7.

ہونے کی اس قدر تکلیف تھی کہ آپ نے مشرکین پر بددعا فرمائی۔[1] ایک روایت میں ہے: مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کی ادائیگی سے مصروف رکھا، چنانچہ آپ نے یہ تمام نمازیں ترتیب کے مطابق یکجا کر کے پڑھیں۔[2] ⓶ ان مختلف روایات میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ جنگ خندق کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا، کسی دن پانچوں رہ گئیں اور کسی دن نمازِ عصر بروقت نہ پڑھ سکے۔[3]

٤١١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ: «مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟» فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟» فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟» فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ». [راجع: ٢٨٤٦]

[4113] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے خندق کے دن فرمایا: ''کون ہے جو ہمیں دشمنوں کے حالات سے آگاہ کرے؟'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کی خبر لاتا ہوں۔ آپ نے پھر پوچھا: ''قوم کی خبر کون لائے گا؟'' تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں لاؤں گا۔ آپ نے تیسری مرتبہ پوچھا: ''قوم کے حالات سے ہمیں کون مطلع کرے گا؟'' تو اس مرتبہ بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ کام میں سرانجام دوں گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کے مخلص مددگار ہوتے ہیں اور میرا خاص مددگار زبیر ہے۔''

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ حالات کا جائزہ لینے کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ گئے تھے۔ ان روایات میں تضاد نہیں ہے کیونکہ قریش کی خبر لانے کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ گئے تھے، چنانچہ سردی کا موسم تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنے سینے سے لگایا تاکہ حذیفہ گرمی حاصل کریں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنوقریظہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا کیونکہ ان کا رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ تھا لیکن انھوں نے عہد شکنی اور غداری کی اور قریش سے ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ بہرحال دونوں جماعتوں کی خبر لانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں حضرات کو بھیجا تھا۔[4]

٤١١٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَا

[4114] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو غالب کیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اس اکیلے نے کافروں کے لشکر کو مغلوب کیا۔ (وہ باقی ہے اور) اس کے بعد کچھ بھی نہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، الدعوات، حديث: 6396. [2] سنن النسائي، الأذان، حديث: 663. [3] شرح نووي: 111/5. [4] فتح الباري: 508/7.

شَيْءَ بَعْدَهُ».

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ دیا اور انھیں فتح و کامرانی عطا فرمائی۔ مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کے لشکر کو مغلوب کیا، جنھوں نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی تھی۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہنے والا ہے، باقی ہر چیز نے فنا سے دوچار ہونا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔''①

٤١١٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ وَعَبْدَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ! سَرِيعَ الْحِسَابِ! اهْزِمِ الْأَحْزَابَ! اللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ».

[راجع: ٢٩٣٣]

[4115] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے افواج کفار پر بایں الفاظ بددعا فرمائی: ''اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے، جلدی حساب لینے والے، لشکر کفار کو شکست دے۔ اے اللہ! انھیں شکست دے اور ان کی طاقت کو متزلزل کر دے۔''

فوائد و مسائل: ① کفار عرب نے متحدہ محاذ بنا کر مدینہ طیبہ پر حملہ کیا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائی۔ ② اس دعا اَللّٰهُمَّ! مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ! اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ کا مصیبت و پریشانی کے وقت پڑھنا بصد خیر و برکت ہے، اس کی تشریح حدیث: 2933 کے تحت گزر چکی ہے۔

٤١١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ وَنَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْغَزْوِ أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ يَبْدَأُ فَيُكَبِّرُ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ يَقُولُ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ

[4116] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب کسی جنگ یا حج و عمرہ سے واپس آتے تو پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے، پھر یوں فرماتے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اسی کی حکومت ہے۔ حمد و ثنا بھی اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اے اللہ! ہم واپس ہو رہے ہیں، توبہ کرتے ہوئے، عبادت کرتے ہوئے، اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور اپنے رب کی حمد و ثنا کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اس

① القصص 28:88، وفتح الباري: 7/508.

وَحْدَهُ». [راجع: ١٧٩٧]

اکیلے نے کفار کی فوجوں کو شکست دے دی۔"

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا، چنانچہ مشرکین کی صفوں میں پھوٹ پڑ جانے اور پست ہمتی سرایت کر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر تند ہواؤں کا طوفان بھیج دیا جس نے ان کے خیمے اکھاڑ دیے، ہنڈیاں الٹ دیں اور اس کے ساتھ ہی فرشتوں کا لشکر بھیج دیا جس نے انھیں ہلا ڈالا اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے لشکر کو عزت بخشی، اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی نے لشکروں کو شکست دی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس کے بعد بخیر و سلامتی مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ جس روز خندق سے واپس آئے وہ بدھ کا دن تھا اور ذی قعدہ کے ختم ہونے میں صرف سات دن باقی تھے جبکہ محاصرے کا آغاز ماہ شوال میں ہوا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور کفار کو اللہ تعالیٰ نے مقصد حاصل کیے بغیر اپنے دلوں کی جلن دلوں ہی میں لیے واپس لوٹا دیا اور لڑائی کے لیے اہل ایمان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا، یقیناً وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔"[1]

(٣١) بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْأَحْزَابِ وَمَخْرَجِهِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ إِيَّاهُمْ

باب: 31- نبی ﷺ کا غزوۂ احزاب سے واپس آ کر بنو قریظہ پر چڑھائی کرنا اور ان کا محاصرہ کرنا

وضاحت: رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مختلف قبائل سے صلح کر کے انھیں اپنا حلیف بنا لیا تھا۔ بنو قریظہ بھی ان میں شامل تھے لیکن غزوۂ احزاب کے موقع پر کفار قریش اور قبائل غطفان سے ساز باز کر کے بنو قریظہ نے مسلمانوں سے غداری کی۔ رسول اللہ ﷺ نے پانچ ہجری 23 ذوالقعدہ کو تین ہزار مجاہدین اور چھتیس گھوڑوں کے ساتھ بنو قریظہ پر چڑھائی کی۔ جب انھیں پتہ چلا کہ ہم مسلمانوں کے غضب کا نشانہ بنیں گے تو خیبر کے رئیس حیی بن اخطب کے ہمراہ قلعہ بند ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پچیس دن تک ان کا محاصرہ کیا۔ اس عنوان کے تحت بنو قریظہ کے متعلق احادیث بیان ہوں گی۔

٤١١٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ! وَاللهِ مَا وَضَعْنَاهُ، فَاخْرُجْ إِلَيْهِمْ، قَالَ: «فَإِلَى أَيْنَ؟» قَالَ: هَاهُنَا، وَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ. [راجع: ٤٦٣]

[4117] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب نبی ﷺ غزوۂ خندق سے واپس لوٹے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو آپ کے پاس حضرت جبریل ؑ حاضر ہوئے اور کہا: آپ نے تو ہتھیار اتار دیے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم نے انھیں نہیں اتارا۔ اب آپ ان کی طرف کوچ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: "کس طرف جانا ہے؟" حضرت جبریل ؑ نے کہا کہ اس طرف اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی طرف لشکر کشی کی۔

[1] الأحزاب 33:25.

٤١١٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنْمٍ مَوْكِبِ جِبْرِيلَ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ.

[4118] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں اب بھی قبیلۂ بنو غنم کی گلیوں میں حضرت جبریل علیہ السلام کی سواری کی وجہ سے اٹھتا ہوا گرد و غبار دیکھ رہا ہوں، جب رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ پر چڑھائی کی تھی۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کو جب بنو قریظہ کی عہد شکنی کا علم ہوا تو تحقیق کے لیے حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور خوات بن جبیر رضی اللہ عنہم کو حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ جب یہ لوگ بنو قریظہ کے پاس پہنچے تو انھیں انتہائی خباثت پر آمادہ پایا، انھوں نے غلیظ گالیاں بکنا شروع کر دیں اور رسول اللہ ﷺ کی توہین کی، چنانچہ ان حضرات نے رسول اللہ ﷺ کو اشاروں میں بتایا کہ وہ بدعہدی پر تلے ہوئے ہیں۔ اس دوران میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اللہ کے رسول! ان پر کاری ضرب لگانے کے لیے اپنے رفقاء کو ساتھ لے کر بنو قریظہ کا رخ کریں، میں آگے آگے جا رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے اصحاب تو تھکاوٹ سے چور ہو چکے ہیں۔'' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ ان کا رخ کریں، میں ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کر دوں گا اور ان کے دلوں میں رعب اور دہشت ڈال دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ دوسرے فرشتوں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت فرشتوں کے گھوڑوں سے جو گرد و غبار اٹھ رہا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی منظر کشی کی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور دیگر فرشتے انسانی شکل میں تھے۔ حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی پہچان رسول اللہ ﷺ کے بتانے یا علامات و قرائن سے ہوئی تھی۔[1]

٤١١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ: «لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ»، فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذٰلِكَ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ. [راجع: ٩٤٦]

[4119] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے احزاب کے دن فرمایا: ''ہر شخص نماز عصر بنو قریظہ پہنچ کر ہی ادا کرے۔'' بعض حضرات کو نماز عصر کا وقت راستے میں آ گیا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم تو بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز ادا کریں گے جبکہ بعض نے کہا: ہم تو ابھی نماز پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمارے متعلق یہ ارادہ نہیں کیا کہ ہم نماز نہ پڑھیں۔ بعد میں نبی ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے کسی پر بھی خفگی کا اظہار نہ فرمایا۔

فوائد و مسائل: ① جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے کامیابی کے ساتھ واپس ہوئے تو ظہر کے وقت حضرت جبرئیل

① فتح الباري: 510/7.

علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: آپ کے لیے اللہ کا حکم یہ ہے کہ آپ فوراً بنوقریظہ پر فوج کشی کریں، چنانچہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو بھی سمع و اطاعت کا خوگر ہے اسے چاہیے کہ وہ نماز عصر بنوقریظہ پہنچ کر ادا کرے۔ راستے میں نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے والے دونوں فریق اجر و ثواب کے حق دار ہوئے لیکن جن لوگوں نے نماز کا وقت ہونے پر راستے میں ادا کر لی انھوں نے دو فضیلتوں کو حاصل کر لیا: ایک بروقت نماز عصر ادا کرنے کی اور دوسری بنوقریظہ بروقت پہنچنے کی جبکہ دوسرے فریق نے رسول اللہ ﷺ کے ظاہر فرمان کے پیش نظر نماز عصر تاخیر سے ادا کی، اس لیے ان پر بھی کوئی نکتہ چینی نہیں کی گئی۔[1] ② صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر کے متعلق حکم دیا کہ اسے بنوقریظہ پہنچ کر ادا کیا جائے۔[2] ان روایات میں تضاد نہیں کیونکہ جن لوگوں نے نماز ظہر پڑھ لی تھی انھیں فرمایا کہ نماز عصر بنوقریظہ جا کر ادا کریں اور جنھوں نے ابھی نماز ظہر نہ پڑھی تھی انھیں حکم دیا کہ نماز ظہر بنوقریظہ پہنچ کر پڑھیں۔[3] ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہد سے غلط اور صحیح دونوں صادر ہو سکتے ہیں اور خطا صادر ہونے پر اسے گناہ گار نہیں قرار دیا جا سکتا مگر جب اسے قرآن و حدیث سے اپنی اجتہادی غلطی کا علم ہو جائے تو اسے اجتہاد ترک کرنا اور کتاب و سنت پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

٤١٢٠ - حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ. وَحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخَلَاتِ حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ، وَإِنَّ أَهْلِي أَمَرُونِي أَنْ آتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ الَّذِينَ كَانُوا أَعْطَوْهُ أَوْ بَعْضَهُ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَعْطَاهُ أُمَّ أَيْمَنَ فَجَاءَتْ أُمُّ أَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِي عُنُقِي تَقُولُ: كَلَّا وَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، لَا يُعْطِيكَهُمْ وَقَدْ أَعْطَانِيهَا، أَوْ كَمَا قَالَتْ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «لَكِ كَذَا» وَتَقُولُ: كَلَّا وَاللهِ، حَتَّى أَعْطَاهَا - حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: - عَشَرَةَ أَمْثَالِهِ، أَوْ كَمَا قَالَ. [راجع: ٢٦٣٠]

[4120] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے باغات میں سے کچھ درخت نبی ﷺ کے لیے مقرر کر دیتے تھے یہاں تک کہ جب بنوقریظہ اور بنونضیر کو فتح کیا تو میرے اہل خانہ نے مجھے نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ میں آپ سے تمام یا کچھ کھجوروں کی واپسی کا مطالبہ کروں جو انھوں نے آپ کو دے رکھی تھیں۔ نبی ﷺ نے ہماری کچھ کھجوریں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دے رکھی تھیں۔ اس دوران میں وہ بھی تشریف لے آئیں تو انھوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہا: قطعاً نہیں، مجھے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! جو کھجوریں آپ نے مجھے عطا کی ہیں وہ تمھیں ہرگز واپس نہیں ملیں گی یا اس طرح کے کوئی اور کلمات کہے۔ نبی ﷺ (ان سے یہ) فرماتے تھے: ''تمھیں ان کے عوض اتنے درخت دے دیتے ہیں۔'' لیکن وہ کہتیں: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! یہ کھجوریں تمھیں واپس نہیں کروں گی۔ (راوی

[1] فتح الباري: 512/7. [2] صحيح مسلم، الجهاد والسير، حديث: 4602 (1770). [3] فتح الباري: 511/7.

حدیث معتمر کے والد گرامی سلیمان نے کہا:) میرا خیال ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے انھیں دس گنا زیادہ کھجوریں دے کر راضی کیا۔ یا (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) اس سے ملتے جلتے الفاظ بیان فرمائے تھے۔

فوائد و مسائل: ① ہجرت کے بعد انصار مدینہ نے مہاجرین سے مواسات اور ہمدری کرتے ہوئے اپنے کھجوروں کے باغات سے کچھ درخت وقتی طور پر نفع اٹھانے کے لیے انھیں دے دیے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی رسول اللہ ﷺ کو چند درخت استعمال کے لیے دیے تھے۔ آپ نے ان میں سے کچھ درخت حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عطا فرما دیے۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کے باغات فتح ہوئے تو مہاجرین ان کے مالک بن گئے، اس لیے انصار کی طرف سے وقتی طور پر عطا کردہ درخت انھیں واپس کر دیے گئے، لیکن حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے یہ خیال کیا کہ وہ ان درختوں کی مالک ہیں، اس لیے انھوں نے وہ درخت واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ چونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پرورش کرنے والی اور خدمت گزار تھیں، اس لیے حق حضانت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ ان کھجوروں کے عوض تمھیں دس گنا کھجوریں دی جائیں گی تو انھوں نے وہ درخت واپس کر دیے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کا نفع ہبہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصل چیز مالک اپنے پاس ہی رکھے۔[1]

٤١٢١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى سَعْدٍ فَأَتَى عَلَى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْأَنْصَارِ: «قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ خَيْرِكُمْ»، فَقَالَ: «هٰؤُلَاءِ قُرَيْظَةُ عَلَى حُكْمِكَ»، فَقَالَ: تَقْتُلُ مِنْهُمْ مُقَاتِلَتَهُمْ، وَتَسْبِي ذَرَارِيَّهُمْ، قَالَ: «قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللهِ»، وَرُبَّمَا قَالَ: «بِحُكْمِ الْمَلِكِ». [راجع: ٣٠٤٣]

[4121] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے قلعے سے نیچے اترے۔ نبی ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب وہ مسجد کے قریب آئے تو نبی ﷺ نے انصار سے فرمایا: ''اپنے سردار یا افضل کی طرف آگے بڑھو۔'' اس کے بعد آپ نے ان سے فرمایا: ''بنو قریظہ نے تمھیں ثالث مان کر ہتھیار ڈال دیے ہیں۔'' چنانچہ انھوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ان میں سے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا۔'' یا اس طرح فرمایا: ''تو نے بادشاہانہ فیصلہ دیا۔''

---

① فتح الباري: 513/7.

فائدہ: غزوۂ بنوقریظہ درحقیقت ایک اعصابی جنگ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انھوں نے پچیس روز قلعے میں محصور رہنے کی بنا پر یقین کرلیا تھا کہ ان میں مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں، اس لیے انھوں نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کردیا۔ قبیلۂ اوس کے انصار نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! قبیلۂ بنوقینقاع سے آپ نے جوسلوک فرمایا تھا وہ آپ کو یاد ہی ہے اور وہ ہمارے بھائی خزرج کے حلیف تھے اور بنوقریظہ ہمارے حلیف ہیں، لہٰذا ان پر احسان فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپ لوگ اس پر راضی نہیں کہ ان کے متعلق آپ ہی کا ایک آدمی فیصلہ کرے؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ معاملہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے ہے۔'' قبیلۂ اوس کے انصار نے کہا: ہم اس پر راضی ہیں۔ بنوقریظہ کو بھی ان سے سابقہ تعلقات کی بنا پر توقع تھی کہ وہ ہماری رعایت کریں گے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا وہ حدیث میں صراحت سے موجود ہے۔ ان کے فیصلے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ان کے متعلق وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ انتہائی عدل وانصاف پر مبنی تھا کیونکہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ موت وحیات کے نازک ترین لمحات میں خطرناک غداری کی تھی۔ اس کے علاوہ انھوں نے مسلمانوں کے خاتمے کے لیے ڈیڑھ ہزار تلواریں، دو ہزار نیزے، تین زرہیں اور پانچ سو ڈھالیں مہیا کر رکھی تھیں جن پر مسلمانوں نے فتح کے بعد قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد انھیں مدینہ لا کر قتل کردیا گیا جس کی تفصیل اگلی حدیث میں بیان ہوگی۔ إن شاء الله.

٤١٢٢ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، رَمَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُّقَالُ لَهُ: حِبَّانُ ابْنُ الْعَرِقَةِ - وَهُوَ حِبَّانُ بْنُ قَيْسٍ مِّنْ بَنِي مَعِيصِ بْنِ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ - رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ، فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ: قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ، وَاللهِ مَا وَضَعْتُهُ، اخْرُجْ إِلَيْهِمْ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَأَيْنَ؟» فَأَشَارَ إِلٰى بَنِي قُرَيْظَةَ، فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَنَزَلُوا عَلٰى حُكْمِهِ، فَرَدَّ الْحُكْمَ إِلٰى سَعْدٍ، قَالَ: فَإِنِّي

[4122] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تھے۔ قریش کے ایک حبان بن عرقہ نامی شخص...... جس کا اصل نام حبان بن قیس تھا اور وہ بنومعیص بن عامر بن لؤی کے قبیلے سے تھا...... نے انھیں تیر مارا جو ان کے بازو کی رگ میں لگا تھا۔ نبی ﷺ نے مسجد میں ان کا خیمہ نصب کرایا تھا تاکہ قریب سے ان کی بیمار پرسی کرلیا کریں۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے واپس لوٹے، ہتھیار اتار دیے اور غسل فرمالیا تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے جبکہ وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ نے تو ہتھیار اتار دیے ہیں، اللہ کی قسم! میں نے ابھی نہیں اتارے۔ آپ ان کی طرف چلیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کدھر؟'' تو انھوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ پر چڑھائی کی تو انھوں

أَحْكُمُ فِيهِمْ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى النِّسَاءُ وَالذُّرِّيَّةُ، وَأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ.

نے آپ کا فیصلہ قبول کر لیا، لیکن آپ نے ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت سعد نے کہا: میں تو ان کے متعلق یہ فیصلہ دیتا ہوں کہ ان میں سے جنگجو لوگ قتل کر دیے جائیں، ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنا لیے جائیں اور ان کا مال و دولت تقسیم کر دیا جائے۔

قَالَ هِشَامٌ: فَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ سَعْدًا قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ ﷺ وَأَخْرَجُوهُ، اللّٰهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَأَبْقِنِي لَهُ حَتّٰى أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ، وَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتِي فِيهَا، فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ فَلَمْ يَرُعْهُمْ، وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِّنْ بَنِي غِفَارٍ، إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا: يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ! مَا هٰذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ مِنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. [راجع: ٤٦٣]

(راویٔ حدیث) ہشام نے کہا: مجھے میرے والد گرامی (حضرت عروہ رحمہ اللہ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی: اے اللہ! تجھے بخوبی علم ہے کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں کہ میں تیرے راستے میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور انھیں (ان کے وطن سے) نکلنے پر مجبور کر دیا، لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ہماری اور ان کی لڑائی کو ختم کر دیا ہے، لہٰذا اگر ان سے جنگ کا کوئی حصہ باقی ہے تو مجھے زندگی عطا فرما تاکہ میں تیری رضا کے لیے ان سے جنگ کروں، لیکن اگر تو نے لڑائی کے سلسلے کو ختم ہی کر دیا ہے تو میرے اس زخم کو پھر سے ہرا کر دے اور اسی وجہ سے میری موت واقع کر دے۔ اس دعا کے بعد ان کے سینے سے خون جاری ہو گیا۔ مسجد میں قبیلۂ بنو غفار کا خیمہ بھی تھا۔ جب خون ان کی طرف بہتا ہوا آیا تو وہ گھبرائے اور انھوں نے کہا: خیمے والو! تمھاری طرف سے یہ خون ہماری طرف کیوں بہہ کر آ رہا ہے؟ جب دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ اسی زخم سے ان کی شہادت واقع ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کرنے سے پہلے حضرت علی اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو پیش قدمی کے طور پر روانہ فرمایا، پھر آپ نے خود ان پر فوج کشی کی۔ پچیس دن کے محاصرے کے بعد انھوں نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا کہ آپ جو مناسب خیال کریں، فیصلہ فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی ان سب کے ہاتھ باندھ دیے، عورتوں اور بچوں کو مردوں سے الگ کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے قبیلۂ اوس کی درخواست پر ان کا فیصلہ حضرت سعد

بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ انتہائی عدل و انصاف پر مبنی تھا، چنانچہ انھیں مدینہ لا کر بنونجار کی ایک عورت کے گھر میں قید کر دیا۔ پھر جب ان کے قتل کا وقت آ پہنچا تو مدینہ طیبہ میں نالیاں کھودی گئیں جو ان کے خون سے بھر گئیں۔ اس طرح ان دغا بازوں کی گردنیں اُڑائی گئیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا گیا۔ ان میں سے ریحانہ بنت عمرو کو آپ نے اپنے لیے منتخب فرمایا اور باقی قیدیوں کو نجد کے علاقے میں فروخت کر کے ان کے عوض ہتھیار خرید لیے۔ اس کارروائی کے ذریعے سے غدر و خیانت کے ان سانپوں کا مکمل طور پر صفایا ہو گیا جو مسلمانوں کے لیے سوہانِ روح بنے ہوئے تھے اور انھوں نے مسلمانوں کے خاتمے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رکھی تھیں۔ بنوقریظہ کی اس تباہی کے ساتھ ہی بنونضیر کا ایک شیطان اور جنگ احزاب کا ایک بڑا مجرم حیی بن اخطب بھی اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ یہ شخص حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ تھا۔ ② رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم تھا کہ جسے زیر ناف بال آ چکے ہوں اسے قتل کر دیا جائے۔ چونکہ حضرت عطیہ قرظی کو ابھی بال نہیں آئے تھے، لہٰذا انھیں زندہ چھوڑ دیا گیا، چنانچہ وہ مسلمان ہو کر شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ اسی طرح حضرت رفاعہ کو بھی بنونجار کی ایک خاتون سلمیٰ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی درخواست پر انھیں ہبہ کر دیا گیا۔ وہ بھی شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ چند اور افراد نے بھی ہتھیار ڈالنے کی کارروائی سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا، لہٰذا ان کی جان اور مال، نیز ان کی اولاد بھی محفوظ رہی۔ بنوقریظہ کے اموال کو رسول اللہ ﷺ نے خمس نکال کر مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ جس کے پاس گھوڑا تھا اسے تین حصے اور جو پیدل تھا اسے ایک حصہ دیا گیا۔ ③ یہ غزوہ ذی القعدہ میں پیش آیا اور پچیس روز تک ان کا محاصرہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں اس کے متعلق آیات نازل فرمائیں اور اس کی اہم جزئیات کا ذکر کیا۔ دشمن کے مختلف گروہوں میں پھوٹ اور ان کی پست ہمتی پر تبصرہ فرمایا۔

٤١٢٣ - حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَسَّانَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ: «اهْجُهُمْ - أَوْ هَاجِهِمْ - وَجِبْرِيلُ مَعَكَ». [راجع: ٣٢١٣]

[4123] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ غزوۂ بنوقریظہ کے موقع پر نبی ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”مشرکین کی ہجو کرو، حضرت جبریل علیہ السلام تمھارے ساتھ ہیں۔“

٤١٢٤ - وَزَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ: «اهْجُ الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ». [راجع: ٣٢١٣]

[4124] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ”مشرکین کی ہجو کرو۔ بلاشبہ حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت تمھیں حاصل ہے۔“

فوائد و مسائل: ① جب غزوۂ احزاب کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور کفار کو حسرت و ناکامی کے ساتھ واپس کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمانوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کون کرے گا؟“ حضرت کعب بن مالک، حضرت عبداللہ بن

رواحہ اور حضرت حسان بن ثابت ‌رضی ‌اللہ ‌عنہم کھڑے ہوئے تو آپ نے حضرت حسان ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ کا انتخاب کر کے فرمایا: ''ان کی مذمت کرو، روح القدس، یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی مدد کریں گے۔'' اس روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ قریظہ کے موقع پر حضرت حسان ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ سے یہ خدمت لی تھی۔[1] ② حضرت حسان ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ کا انتخاب اس لیے ہوا کہ انھیں میدان کارزار میں کودنے سے گھبراہٹ ہوتی تھی، اس لیے تیر و سنان سے دفاع کے بجائے زبان و بیان سے دفاع کا کام ان سے لیا گیا جبکہ حضرت کعب بن مالک اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہما میدان جنگ میں تجربہ کار تھے۔ اس کی تائید درج ذیل واقعے سے ہوتی ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر عورتوں اور بچوں کو حضرت حسان ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ کے ساتھ فارع نامی قلعے میں رکھا گیا تھا۔ اتفاق سے ایک یہودی قلعے کے اندر آ گیا تو حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا نے حضرت حسان ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ سے کہا کہ یہ یہودی قلعے کا چکر لگا رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام ‌رضی ‌اللہ ‌عنہم تو مصروف ہیں، آپ جائیں اور اسے قتل کریں۔ حضرت حسان ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ نے فرمایا: آپ جانتی ہیں کہ میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں۔ اس کے بعد حضرت صفیہ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا نے خود اپنا کمر بند باندھا اور خیمے سے ایک لکڑی اٹھائی، پھر لکڑی سے اس یہودی کو مار مار کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت حسان ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ سے کہا کہ وہ مرا پڑا ہے، آپ جائیں اور اس کے کپڑے اور مال واسباب لے آئیں۔ چونکہ وہ مرد ہے، اس لیے میں نے اس کے ہتھیار نہیں اتارے۔ حضرت حسان ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ گویا ہوئے: مجھے اس کے ہتھیار اور سامان کی کوئی ضرورت نہیں۔[2] ③ بہر حال مذکورہ احادیث میں کسی نہ کسی طرح سے بنوقریظہ کے یہودیوں کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری ‌رحمہ ‌اللہ نے غزوۂ بنوقریظہ کے ذیل میں انھیں بیان فرمایا ہے۔ ④ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہود مدینہ اپنی فطرت کے مطابق مسلمانوں کی بیخ کنی کے منصوبے بناتے رہتے تھے، اس لیے مدینہ طیبہ کو ان سانپوں سے پاک کرنا ضروری ہو گیا تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں قبائل سے مدینے کو پاک کر دیا تاکہ مسلمان بلاخوف و خطر اسلام کی آبیاری کریں۔

(٣٢) بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ

وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ، فَنَزَلَ نَخْلًا وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِأَنَّ أَبَا مُوسٰى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ.

باب: 32- غزوۂ ذات رقاع کا بیان

یہ جنگ محارب قبیلے سے ہوئی تھی جو خصفہ کی اولاد تھے اور یہ خصفہ بنوثعلبہ کی اولاد سے تھا جو غطفان قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ آپ ﷺ نے اس جنگ میں مقام نخل پر قیام کیا تھا۔ یہ غزوہ، غزوۂ خیبر کے بعد ہوا کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ غزوۂ خیبر کے بعد تشریف لائے تھے (اور غزوۂ ذات الرقاع میں ان کی شرکت ثابت ہے۔)

وضاحت: ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ کے متعلق تین قول ہیں: ○ اس جنگ میں پتھریلی زمین پر پیدل چلنے کی وجہ سے

---

① فتح الباري: 520/7. ② السيرة النبوية لابن هشام: 239/2.

مجاہدین کے پاؤں پھٹ گئے تھے۔ ان پر چیتھڑے لپیٹنے کی نوبت آ گئی تھی۔ صحابی نے اس وجہ تسمیہ کی صراحت کی ہے۔ ○ جس مقام پر یہ غزوہ ہوا وہاں مختلف رنگوں کے پہاڑ تھے، جس طرح چیتھڑوں کے رنگ ہوتے ہیں۔ ○ اس غزوے میں مختلف رنگوں والے جھنڈے بنائے گئے تھے۔ اس غزوے کے متعلق اہل مغازی میں اختلاف ہے کہ کب ہوا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان ہے کہ بعد از خیبر ہوا۔ اس کے لیے انھوں نے تین دلائل پیش کیے ہیں: ⊙ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شریک تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس غزوۂ خیبر کے بعد آئے ہیں۔ آپ پہلے حبشہ گئے، پھر مدینہ طیبہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئے اور انھیں خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا گیا تھا۔ ⊙ احادیث میں صراحت ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع ساتواں غزوہ ہے: پہلا بدر، دوسرا احد، تیسرا خندق، چوتھا بنو قریظہ، پانچواں مریسیع، چھٹا خیبر اور ساتواں ذات الرقاع۔ اس نص سے ثابت ہوا کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہے۔ ⊙ اس غزوے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شرکت بھی روایات سے ثابت ہے جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے موقع پر تشریف لائے تھے۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اگر غزوۂ ذات الرقاع، خیبر کے بعد ہوا ہے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے غزوۂ خیبر سے پہلے کیوں ذکر کیا۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تین وجوہ ذکر کی ہیں: ◻ امام بخاری رحمہ اللہ نے دیگر اصحاب مغازی کی رائے کو تسلیم کر لیا ہے کہ اس کا وقوع قبل از خیبر ہے۔ ◻ امام بخاری رحمہ اللہ کا اس مقام پر اسے بیان کرنا بعض راویوں کا تصرف ہے اور ان سے سہو ہوا ہے۔ ◻ اس نام کے دو غزوے ہوئے ہیں: ایک خیبر سے پہلے اور ایک خیبر کے بعد۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس اسلوب سے ان کے متعدد ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔[1]

٤١٢٥ - وَقَالَ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ: أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ، غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ.

[4125] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتویں غزوے، یعنی غزوۂ ذات الرقاع میں صلاۃ خوف پڑھائی تھی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يَعْنِي صَلَاةَ الْخَوْفِ بِذِي قَرَدٍ. [انظر: ٤١٢٦، ٤١٢٧، ٤١٣٠، ٤١٣٧]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی ﷺ نے صلاۃ خوف مقام ذی قرد میں پڑھی تھی۔

٤١٢٦ - وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ: حَدَّثَنِي زِيَادُ ابْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِي مُوسَى: أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبِ

[4126] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو غزوۂ محارب اور بنو ثعلبہ میں صلاۃ خوف پڑھائی تھی۔

[1] فتح الباري: 521/7.

وَثَعْلَبَةَ. [راجع: ٤١٢٥]

٤١٢٧ - وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: سَمِعْتُ وَهْبَ ابْنَ كَيْسَانَ: سَمِعْتُ جَابِرًا: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ فَلَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ، وَأَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ.

[4127] حضرت جابر ؓ سے ایک اور روایت ہے کہ نبی ﷺ غزوۂ ذات الرقاع کے لیے مقام نخل سے روانہ ہوئے تھے۔ وہاں آپ کا قبیلۂ غطفان کی ایک جماعت سے سامنا ہوا لیکن باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی تھی۔ البتہ مسلمانوں پر کفار کے اچانک حملے کا خطرہ تھا، اس لیے نبی ﷺ نے دو رکعت صلاۃ خوف پڑھائی۔

وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْقَرَدِ. [راجع: ٤١٢٥]

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کا بیان ہے کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ غزوۂ ذات قرد میں شریک تھا۔

فوائد و مسائل: ① صلاۃ خوف کے متعلق امام بخاری ؒ نے مختلف روایات پیش کی ہیں۔ اس سے مقصود صلاۃ خوف کے متعلق جو اختلاف ہے اسے بیان کرنا ہے کہ پہلے پہلے اسے کس مقام پر ادا کیا گیا۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ غزوۂ خندق کے وقت صلاۃ خوف کا حکم نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگی مصروفیات کی وجہ سے صلاۃ وسطیٰ، یعنی نماز عصر کو ترک فرمایا، حالانکہ اس کی حفاظت کے متعلق قرآن کریم میں خصوصی حکم ہے۔ غزوۂ خندق میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر، عصر اور مغرب کو عشاء کے وقت ادا کیا۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ صلاۃ خوف کا حکم غزوۂ ذات الرقاع میں ہوا۔ بعض نے غزوۂ عسفان میں بیان کیا ہے اور بعض غزوۂ ذی قرد کے موقع پر اس کے حکم کے قائل ہیں۔ ان مختلف روایات میں جمع کی یہی صورت ممکن ہے کہ اس کے متعلق اولیت کی قید نہ لگائی جائے۔ صرف یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ ذات الرقاع، غزوۂ ذی قرد اور غزوۂ عسفان وغیرہ میں صلوۃ خوف ادا فرمائی ہے۔ واللہ أعلم. ② عرب کے بدو جو صحرائے نجد میں خیمہ زن تھے اور وہ رہ رہ کر لوٹ مار کی کارروائیاں کرتے رہتے تھے، چونکہ یہ لوگ کسی آبادی یا شہر کے باشندے نہ تھے اور ان کا قیام مکانات اور قلعوں میں نہ تھا، اس لیے اہل مکہ اور باشندگان خیبر کی طرح ان پر پوری طرح قابو پالینا اور ان کے شر و فساد کو ختم کرنا بہت مشکل تھا۔ ان کے حق میں خوف زدہ کرنے والی تادیبی کارروائیاں ہی مفید ہو سکتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ قبیلۂ انمار یا بنو غطفان کی دو شاخیں بنو ثعلبہ اور بنو محارب، مسلمانوں کے خلاف جمع ہو رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی خبر سنتے ہی اپنے صحابۂ کرام ؓ کو ساتھ لے کر بلاد نجد کا رخ کیا، پھر مدینے سے دو دن کے فاصلے پر مقام نخل پر پہنچ کر بنو غطفان کے ایک گروہ سے سامنا ہوا لیکن جنگ نہ ہوئی۔ البتہ خطرہ ضرور تھا، اسی موقع پر صلاۃ خوف ادا فرمائی۔ ان بدوؤں پر رعب و دبدبہ قائم کرنے اور انھیں منتشر کرنے کی غرض سے آپ ﷺ نے جو تادیبی حملہ کیا اسے غزوۂ ذات الرقاع کا نام دیا جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

٤١٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو

[4128] حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے،

أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ وَّنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَّعْتَقِبُهُ، فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي وَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلٰى أَرْجُلِنَا.

انھوں نے کہا کہ ہم ایک غزوے میں نبی ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے جبکہ ہم چھ آدمی تھے۔ ہمارے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر باری باری سواری کرتے تھے۔ اس سفر میں ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے۔ میرے قدم بھی زخمی ہوئے حتی کہ میرے (پاؤں کے) ناخن گر گئے تو ہم نے اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ لیے، اس لیے اس غزوے کا نام ذات الرقاع رکھا گیا کیونکہ ہم نے اپنے پاؤں پر پٹیاں باندھی تھیں۔

وَحَدَّثَ أَبُو مُوسٰى بِهٰذَا الْحَدِيثِ ثُمَّ كَرِهَ ذٰلِكَ، قَالَ: مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ؟ كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَّكُونَ شَيْءٌ مِّنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی لیکن پھر وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ نیکی میں نے اس لیے نہیں کی تھی کہ اس کا شہرہ کروں۔ گویا انھوں نے اپنے اس عمل کو ظاہر کرنا پسند نہیں کیا۔

فوائد و مسائل: ① اس غزوے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی شرکت کا ذکر ہے اور وہ غزوۂ خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہوا ہے۔ ② حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان کرنا اچھا خیال نہ کیا کیونکہ انھوں نے انتہائی مشقت میں یہ کام کیا تھا اور اسے بیان کرنے میں تزکیۂ نفس پایا جاتا ہے، جبکہ نیک عمل کو چھپانا اس کے ظاہر کرنے سے افضل ہے اور یہی نیک عمل اور اچھائی کا حسن ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر تم صدقات کو چھپا کر دو اور فقراء کی ضروریات کو پورا کرو تو یہ عمل تمھارے لیے بہتر ہے۔''[1]

٤١٢٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ يَّزِيدَ بْنِ رُومَانَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ شَهِدَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَاةَ الْخَوْفِ: أَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وُّجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّتِي مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَّأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَصَفُّوا وُجَاهَ الْعَدُوِّ، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ مِنْ صَلَاتِهِ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَّأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ.

[4129] حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اس صحابی سے بیان کرتے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صلاۃ خوف پڑھی تھی کہ ایک گروہ نے آپ ﷺ کے ہمراہ صف بندی کی جبکہ دوسرا گروہ دشمن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جو گروہ آپ کے ہمراہ تھا، آپ نے اسے ایک رکعت پڑھائی۔ پھر آپ کھڑے رہے کہ ان لوگوں نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ پھر وہ چلے گئے اور دشمن کے سامنے صف بندی کی۔ پھر دوسرا گروہ آیا تو آپ نے ان کو باقی ماندہ دوسری رکعت پڑھائی۔ پھر آپ بیٹھے رہے حتی کہ

[1] البقرة 2:271.

لوگوں نے اپنی اپنی نماز پوری کر لی۔ پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

٤١٣٠ - وَقَالَ مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِنَخْلٍ فَذَكَرَ صَلَاةَ الْخَوْفِ.

[4130] حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ مقام نخل میں تھے۔ پھر انھوں نے صلاۃ خوف کا ذکر کیا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ. تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ: أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي أَنْمَارٍ. [راجع: ٤١٢٥]

امام مالک ؒ بیان کرتے ہیں کہ نماز خوف کے متعلق میں نے جتنی بھی روایات سنی ہیں، یہ روایت ان سب سے بہتر ہے۔ دوسری سند سے مروی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ بنو انمار میں صلاۃ خوف پڑھی تھی۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ بنو انمار، غزوۂ بنو محارب و ثعلبہ اور غزوۂ ذات الرقاع ایک ہی جنگ کے متعدد نام ہیں۔ ② غزوۂ ذات الرقاع کا سبب یہ ہے کہ ایک اعرابی مدینہ طیبہ کچھ سامان لایا اور اس نے کہا: میں نے بنو ثعلبہ اور بنو انمار کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ تم پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں اور تم ان سے غافل ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے چار سو مجاہدین اپنے ساتھ لیے اور ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق مجاہدین کی تعداد سات سو تھی۔ ③ اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بنو انمار، غزوۂ محارب و ثعلبہ سے متحد ہے اور غزوۂ محارب و ثعلبہ ہی غزوۂ ذات الرقاع ہے۔[1] ④ امام مالک ؒ کے کلام کا مقصد یہ ہے کہ انھوں نے صلاۃ خوف کے متعلق متعدد روایات سنی ہیں، جن میں مختلف کیفیات بیان ہوئی ہیں لیکن عمل کے اعتبار سے انھیں مذکورہ حدیث میں بیان کردہ طریقہ اچھا معلوم ہوا اور اسے اختیار کیا ہے۔

٤١٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى [بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ]، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ: يَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وُجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ يَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَّيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي

[4131] حضرت صالح بن خوات ؒ سے روایت ہے، وہ حضرت سہل بن ابی حثمہ ؓ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ صلاۃ خوف میں امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہوگا اور مجاہدین کا ایک گروہ امام کے ساتھ کھڑا ہو۔ اس دوران میں مجاہدین کا دوسرا گروہ دشمن کے سامنے صف آراء رہے، ان کے منہ دشمن کی طرف ہوں۔ امام اپنے ساتھ والے گروہ کو پہلے ایک رکعت پڑھائے، پھر وہ کھڑے ہو کر اپنا اپنا رکوع اور دو دو سجدے اسی جگہ کر لیں۔ پھر یہ گروہ دوسرے

[1] فتح الباري: 530/7.

مَكَانِهِمْ، ثُمَّ يَذْهَبُ هٰؤُلَاءِ إِلٰى مَقَامِ أُولٰئِكَ فَيَجِيءُ أُولٰئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ، ثُمَّ يَرْكَعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ.

گروہ کی جگہ چلا جائے اور امام ان کو بھی ایک رکعت پڑھائے، اس طرح امام کی دو رکعتیں پوری ہو جائیں گی اور یہ دوسرا گروہ ایک رکوع اور دو سجدے خود ادا کرے گا۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحِ ابْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

(راویٔ حدیث) مسدد اپنے استاد یحییٰ سے، وہ شعبہ سے اور وہ عبدالرحمٰن بن قاسم سے بواسطۂ قاسم، انھوں نے حضرت صالح بن خوات سے روایت کیا اور وہ سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے یہ کیفیت آپ ﷺ سے بیان کی ہے۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَحْيٰى: سَمِعَ الْقَاسِمَ: أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلٍ، حَدَّثَهُ قَوْلَهُ.

محمد بن عبیداللہ نے اپنی سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس لیے بیان کیا ہے کہ اس میں یہ صراحت ہے کہ حضرت صالح بن خوات رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، جبکہ پہلی حدیث میں یہ واسطہ مبہم تھا۔ ② واضح رہے کہ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ عہد رسالت میں کم سن تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو ان کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ ③ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے درخت کے نیچے رسول اللہ کی بیعت کی تھی اور بدر کے سوا دیگر غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ غزوۂ احد میں وہ ایک راہنما کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے لیکن علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ مذکورہ صفات حضرت سہل کی نہیں بلکہ ان کے باپ کی ہیں۔ روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صالح بن خوات نے صلاۃ خوف کا یہ طریقہ حضرت سہل سے نہیں بلکہ ان کے باپ سے اخذ کیا تھا۔[1] لیکن علامہ عینی نے واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ برس تھی لیکن انھوں نے آپ کی احادیث یاد کیں اور انھیں مضبوطی سے بیان کیا۔ ابوعمرو کہتے ہیں کہ حضرت سہل، مدینہ طیبہ کے باشندوں میں شمار ہوتے ہیں اور وہیں ان کی وفات ہوئی ہے۔[2]

٤١٣٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا

[4132] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد میں شریک ہوا۔ ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا اور ان کے سامنے صف بندی کی۔

① فتح الباري: 7/531. ② عمدة القاري: 12/164.

لَهُمْ. [راجع: ٩٤٢]

٤١٣٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ، ثُمَّ انْصَرَفُوا فَقَامُوا فِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ، فَجَاءَ أُولَئِكَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ قَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ وَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ. [راجع: ٩٤٢]

[4133] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو گروہوں میں سے ایک کو نماز پڑھائی جبکہ دوسرا گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر جن لوگوں نے نماز پڑھی، وہ گئے اور اپنے ساتھیوں کی جگہ کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کو ایک رکعت پڑھا دی، پھر سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ کھڑے ہوئے اور اپنی رہ جانے والی رکعت ادا کی۔ اسی طرح وہ بھی کھڑے ہوئے تو انھوں نے بھی اپنی ایک رکعت پوری کی جو باقی رہ گئی تھی۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو دو طریق سے بیان کیا ہے: پہلا طریق امام زہری کے شاگرد شعیب کا ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب صلاۃ الخوف میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور وہاں صلاۃ خوف کی مکمل کیفیت بیان ہوئی ہے۔[1] اور دوسرا طریق حضرت معمر کا ہے، اس میں بھی صلاۃ خوف کا طریقہ بیان ہوا ہے۔ ② اس روایت میں لفظ قضا اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ ادا کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ طریق شعیب میں یہ صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سلام کے بعد ہر آدمی نے اپنی باقی رکعت کو پورا کیا۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ صلاۃ خوف علاقۂ نجد میں ادا کی گئی اور یہ غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر ہوا۔[2] واللہ أعلم.

٤١٣٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي سِنَانٌ وَّأَبُو سَلَمَةَ: أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَ أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ. [راجع: ٢٩١٠]

[4134] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لیے گئے تھے۔

٤١٣٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ

[4135] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ انھوں نے نجد کی طرف رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس لوٹا اور ایک ایسی وادی میں دوپہر کا وقت ہو گیا جس میں خاردار درخت بہت زیادہ تھے۔

① صحيح البخاري، صلاة الخوف، حديث: 942. ② فتح الباري: 531/7.

رَسُولُ اللهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ، قَالَ جَابِرٌ: فَنِمْنَا نَوْمَةً، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْعُونَا فَجِئْنَاهُ، فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ لِي: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلْتُ لَهُ: اللهُ، فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ». ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

[راجع: ٢٩١٠]

رسول اللہ ﷺ نے وہیں پڑاؤ کیا جبکہ ہم لوگ وادی میں پھیل گئے اور درختوں کا سایہ تلاش کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ ببول کے ایک درخت کے نیچے محو استراحت ہوئے اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا دی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم تھوڑی ہی دیر سوئے ہوں گے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آواز دی۔ ہم آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں سو رہا تھا۔ اس نے میری تلوار سونت لی۔ میں بیدار ہوا تو ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ یہ کہنے لگا: اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور دیکھو یہ بیٹھا ہوا ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی سزا نہ دی۔

٤١٣٦ - وَقَالَ أَبَانُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ ﷺ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ لَهُ: تَخَافُنِي؟ فَقَالَ لَهُ: «لَا»، قَالَ: فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ: «اللهُ»، فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرَى رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعٌ وَّلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ.

[4136] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس آئے تو وہ ہم نے نبی ﷺ کے لیے چھوڑ دیا۔ اس دوران مشرکین میں سے ایک مشرک آیا جبکہ نبی ﷺ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اس نے آپ کی تلوار کو نیام سے نکال کر کہا: کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' اس نے کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ۔'' نبی ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ صورت حال دیکھ کر اسے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔ پھر نماز کھڑی کر دی گئی تو آپ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں، پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے ہٹ گئے تو دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ نبی ﷺ کی چار رکعات اور لوگوں کی دو، دو رکعتیں تھیں۔

وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ:

(راویٔ حدیث) مسدد نے ابوعوانہ سے، انھوں نے ابو

اِسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ، وَقَاتَلَ فِيهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ. [راجع: ٢٩١٠]

بشر سے روایت کی کہ اس آدمی کا نام غورث بن حارث تھا اور اس غزوے میں آپ ﷺ نے محارب خصفه سے قتال کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ غورث بن حارث نامی دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس دوران میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے سینے پر تھپڑ مارا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تلوار کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: ”بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ کوئی نہیں بچائے گا۔ آپ نے فرمایا: ”جا اور اپنا راستہ لے۔“ آپ نے اسے چھوڑ دیا اور کچھ نہ کہا۔ جاتے وقت اس نے کہا کہ آپ مجھ سے بہتر ثابت ہوئے ہیں۔ ② اس قصے سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کافروں سے نرمی کرتے تھے تاکہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ واقدی نے کہا ہے کہ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا اور وہ اپنی قوم میں گیا تو بہت سے لوگ اس کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔[1]

٤١٣٧ - **وَقَالَ** أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِنَخْلٍ فَصَلَّى الْخَوْفَ.

[4137] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ ہم مقام نخل میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ آپ نے صلاۃ خوف پڑھائی۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةِ نَجْدٍ صَلَاةَ الْخَوْفِ، وَإِنَّمَا جَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَيَّامَ خَيْبَرَ. [راجع: ٤١٢٥]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ہمراہ غزوۂ نجد میں صلاۃ خوف پڑھی۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس ان ایام میں آئے تھے جب آپ نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

فوائد و مسائل: ① نجد اونچی زمین کو کہتے ہیں جبکہ نشیبی زمین غور یا تہامہ کہلاتی ہے اور ذات رقاع کا علاقہ بھی نجد میں ہے، گویا غزوۂ نجد سے مراد غزوۂ ذاتِ رقاع ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ نجد، یعنی غزوۂ ذات رقاع میں صلاۃ خوف پڑھی تھی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ محاصرۂ خیبر کے دنوں میں مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ② اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ غزوۂ ذات رقاع، غزوۂ خیبر کے بعد ہوا ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایام خیبر میں مسلمان ہوئے، پھر انھوں نے اسلام لانے کے بعد غزوۂ ذات رقاع میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صلاۃ خوف ادا کی۔ ابوداود کی روایت میں تفصیل ہے کہ مروان بن حکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صلاۃ خوف پڑھی ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، پڑھی ہے۔ مروان نے کہا: کب پڑھی تھی؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: غزوۂ نجد کے دوران میں جہاد کے موقع پر پڑھی تھی۔[2] ③ واضح رہے کہ صلاۃ خوف کے متعلق کتب حدیث میں مختلف کیفیات آتی ہیں،

---

[1] فتح الباري: 534/7. [2] سنن أبي داود، صلاة السفر، حديث: 1240، وفتح الباري: 535/7.

حالات وجگہ کے پیش نظر جو صورت مناسب ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور یہ امیر وقت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ واللہ أعلم.

ضروری یادداشت: غزوۂ خندق کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح وکامرانی سے ہمکنار کیا۔ اس طرح مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کا اقتدار مضبوط ہو گیا اور جنگ احد کے بعد آس پاس کے بدوؤں نے اودھم مچار رکھا تھا اور مسلمانوں کو سخت مشکلات میں الجھا رکھا تھا، وہ نہایت ظالمانہ طریقے سے داعیانِ اسلام پر حملے کر کے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے، اب ان کی جرأت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ وہ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی سوچ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان دنوں اطلاع ملی کہ بنوغطفان کے دو قبیلے بنومحارب اور بنوثعلبہ لڑائی کے لیے بدوؤں اور دیہاتیوں کی نفری فراہم کر رہے ہیں۔ یہ خبر ملتے ہی آپ ﷺ نے نجد پر یلغار کا فیصلہ کیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ ان سنگ دل بدوؤں پر خوف طاری ہو جائے اور وہ دوبارہ مسلمانوں کے خلاف پہلے جیسی سنگین کارروائیوں کی جرأت نہ کریں۔ جب آپ نے یلغار کی تو بدو خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اہل سیر نے اس سلسلے میں ایک معین غزوے کا نام ذکر کیا ہے جو سرزمین نجد میں پیش آیا اور وہ اسی غزوے کو غزوۂ ذات رقاع قرار دیتے ہیں۔ اس کا مقصد بدوؤں کی شوکت پر کاری ضرب لگانا تھا تاکہ انھیں مدینے کی طرف منہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔ امام بخاری ؒ نے مذکورہ عنوان کے تحت اسی غزوے سے متعلق احادیث بیان کی ہیں۔ واللہ أعلم.

(۳۳) بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيعِ

باب: 33- بنوخزاعہ سے ہونے والے غزوۂ بنومصطلق کا بیان اور یہی غزوۂ مریسیع ہے

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ. وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: سَنَةَ أَرْبَعٍ.

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ یہ غزوہ 6 ہجری میں ہوا تھا۔ اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ 4 ہجری میں پیش آیا۔

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ: كَانَ حَدِيثُ الْإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيعِ.

نعمان بن راشد امام زہری سے بیان کرتے ہیں کہ واقعۂ افک غزوۂ مریسیع میں پیش آیا۔

وضاحت: مصطلق، جذیمہ بن سعد کا لقب ہے۔ اس کے نام پر قبیلہ مشہور ہوا اور یہ خزاعہ کی شاخ ہے۔ یہ قبیلہ اپنی قوم سے جدا ہو کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گیا تھا۔ اور مریسیع، مرسوع کی تصغیر ہے۔ یہ خزاعہ خاندان کا چشمہ تھا۔ اس مقام پر جو غزوہ ہوا اسے مصطلق یا مریسیع کہتے ہیں۔ اسی غزوے میں حضرت عائشہ ؓ کا ہار گم ہوا اور آیت تیمم نازل ہوئی۔ یہ غزوہ نزول حجاب کے بعد ہوا۔ پردے کے احکام حضرت زینب ؓ کے نکاح کے موقع پر نازل ہوئے۔ حضرت زینب کا نکاح 5 ہجری کی ابتدا میں ہوا اور واقعۂ افک اور غزوۂ مصطلق 5 ہجری شعبان میں پیش آیا، نیز واقعۂ افک، غزوۂ بنومصطلق سے واپسی پر ہوا۔ اس واقعے میں سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کے درمیان تلخ کلامی کا ذکر ہے اور وہ اس واقعے کے بعد 5 ہجری میں فوت ہوئے۔ امام بخاری ؒ نے موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ واقعہ 4 ہجری میں پیش آیا لیکن یہ صحیح نہیں۔ سہو قلم کا نتیجہ معلوم ہوتا

ہے۔ یہ غزوہ جنگی نقطۂ نظر سے کوئی بھاری بھرکم غزوہ نہیں ہے مگر اس حیثیت سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس غزوے میں چند ایسے واقعات پیش آئے جو سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف منافقین کا پردہ فاش ہوا تو دوسری طرف ایسے تعزیری قوانین نازل ہوئے جن سے اسلامی معاشرے میں نکھار پیدا ہوا۔ اس غزوے میں لڑائی وغیرہ کی نوبت نہیں آئی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے چشمۂ مریسیع کے پاس ان پر چھاپہ مار کر عورتوں، بچوں اور مال مویشی پر قبضہ کر لیا جیسا کہ صحیح بخاری میں اس کی صراحت ہے۔[1] قیدیوں میں حضرت جویریہ ؓ بھی تھیں جو بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابوضرار کی بیٹی تھی۔ وہ ثابت بن قیس ؓ کے حصے میں آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے خرید کر انھیں آزاد کیا، پھر ان سے نکاح کر لیا۔ اس شادی کی وجہ سے مسلمانوں نے بنو مصطلق کے ایک سو گھرانوں کو آزاد کر دیا کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سسرال بن گئے تھے۔ واللہ أعلم.

٤١٣٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَّبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِّنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَّعْزِلَ، وَقُلْنَا: نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، قَبْلَ أَنْ نَّسْأَلَهُ؟ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: «مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَّا تَفْعَلُوا، مَا مِنْ نَّسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ». [راجع: ٢٢٢٩]

[4138] حضرت ابن محیریز سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں مسجد میں داخل ہوا، میں نے وہاں حضرت ابوسعید خدری ؓ کو دیکھا تو ان کی خدمت میں بیٹھ گیا اور ان سے عزل کے متعلق سوال کیا۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ نے فرمایا: ہم غزوۂ بنو مصطلق میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے تو ہمیں عرب کی قیدی عورتیں دستیاب ہوئیں، پھر ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی کیونکہ ہمارے لیے مجرد رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ ہم نے چاہا کہ عزل کریں، پھر ہم نے سوچا کہ جب رسول اللہ ﷺ ہم میں موجود ہیں تو پھر ہم آپ سے پوچھے بغیر کیونکر عزل کریں؟ چنانچہ ہم نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم ایسا نہ بھی کرو تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ جو روح قیامت تک پیدا ہونے والی ہے وہ ضرور پیدا ہو کر رہے گی۔''

فوائد و مسائل: ① غزوۂ بنو مصطلق میں عورتیں قیدی بن کر مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ مجاہدین کو بیویوں سے جدا ہوئے عرصہ گزر گیا تھا، اس لیے انھیں اپنی لونڈیوں سے جماع کرنے کی خواہش ہوئی لیکن یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر انھیں حمل ٹھہر گیا تو امہات اولاد قرار پائیں گی اور انھیں فروخت نہیں کیا جا سکے گا، اس لیے انھوں نے عزل کرنا چاہا تو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے اسے ممنوع قرار دیا۔ ② اس حدیث کو خاندانی منصوبہ بندی کے لیے بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے،

① صحیح البخاري، العتق، حدیث: 2541.

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا بلکہ بعض روایات میں عزل کرنے کو خفیہ طور پر زندہ درگور کرنے سے تعبیر فرمایا، نیز یہ ایک بیوی اور خاوند کا پرائیویٹ اور انفرادی معاملہ ہے۔ اس پر قومی تحریک کی بنیاد رکھنا نری حماقت ہے۔ اس کی مزید تفصیل کتاب النکاح میں آئے گی۔

٤١٣٩ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ نَجْدٍ فَلَمَّا أَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ وَهُوَ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَّاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرِ يَسْتَظِلُّونَ، وَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَعَانَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَجِئْنَا فَإِذَا أَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: «إِنَّ هٰذَا أَتَانِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَاخْتَرَطَ سَيْفِي فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِي مُخْتَرِطٌ سَيْفِي صَلْتًا، قَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلْتُ: اللّٰهُ، فَشَامَهُ ثُمَّ قَعَدَ، فَهُوَ هٰذَا». قَالَ: وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ.

[4139] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ نجد میں شریک ہوئے۔ جب آپ کو دوپہر کی گرمی نے پالیا تو آپ اس وقت بہت خاردار درختوں کی وادی میں تھے، چنانچہ آپ نے ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے سائے کے لیے قیام کیا اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا دی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے پھیل گئے۔ ابھی ہم اسی کیفیت میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آواز دی۔ ہم حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اعرابی آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شخص جب میرے پاس آیا تو میں سو رہا تھا۔ اس دوران میں اس نے میری تلوار (مجھ پر) سونت لی۔ جب میں بیدار ہوا تو یہ میری ننگی تلوار سونتے ہوئے میرے سر پر کھڑا تھا، کہنے لگا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ۔ پھر اس نے تلوار نیام میں کر لی اور بیٹھ گیا اور دیکھ لو یہ بیٹھا ہوا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی سزا نہ دی۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت کے مطابق اس اعرابی نے تین مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ بچائے گا۔[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی خصوصی حفاظت فرمائی، بصورت دیگر اعرابی کو بار بار پوچھنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ رسول اللہ ﷺ ہتھیار کے بغیر اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن جب اعرابی کو احساس ہوا کہ انھیں قتل کرنا میرے بس میں نہیں تو خود کو آپ کے حوالے کر دیا۔[2] ② یہ واقعہ غزوۂ بنو مصطلق کے قریب قریب ہوا تھا، اس مناسبت سے یہاں بیان کر دیا گیا ہے وگرنہ بنیادی طور پر اس کا غزوۂ بنو مصطلق سے کوئی تعلق نہیں۔ واللّٰہ أعلم.

① صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2910. ② فتح الباري: 534/7.

(٣٤) بَابُ غَزْوَةِ أَنْمَارٍ

باب:34-غزوۂ انمار کا بیان

٤١٤٠ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي غَزْوَةِ أَنْمَارٍ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَطَوِّعًا». [راجع: ٤٠٠]

[4140] حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو غزوۂ انمار میں اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ مشرق کی طرف منہ کیے ہوئے تھے۔

فوائد ومسائل: ① سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس میں استقبال قبلہ ضروری نہیں اور نہ بحالت سجدہ پیشانی زمین پر رکھنا ہی واجب ہے بلکہ رکوع اور سجدہ اشارے سے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن امام بخاری ؒ نے فقہی مسئلہ بیان کرنے کے لیے اس حدیث کو یہاں ذکر نہیں کیا بلکہ غزوۂ انمار کے ثبوت کے لیے اسے پیش کیا ہے۔ ② امام بخاری ؒ کے اسلوب پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس غزوے کا ذکر پہلے ہونا چاہیے تھا، اسے غزوۂ بنو مصطلق کے ضمن میں ذکر کرنا مناسب نہیں۔ شاید امام بخاری ؒ کا موقف یہ ہے کہ غزوۂ انمار غزوۂ مریسیع کے دوران میں واقع ہوا ہو، چنانچہ ابو زبیر نے حضرت جابر ؓ سے روایت کی ہے کہ آپ غزوۂ بنو مصطلق کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، میں حاضر ہوا تو آپ اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے۔ لیث کی روایت سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ غزوۂ انمار میں رسول اللہ ﷺ نے صلاۃ خوف ادا کی تھی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ متعدد واقعات ہوں۔[1] ③ چونکہ واقعۂ افک غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی کے موقع پر پیش آیا، اس لیے آخر میں حدیثِ افک بیان کی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(٣٥) بَابُ حَدِيثِ الْإِفْكِ

باب:35-واقعۂ افک کا بیان

وَالْأَفَكُ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ. يُقَالُ: [أَفْكُهُمْ] وَأَفَكَهُمْ، فَمَنْ قَالَ: أَفَكَهُمْ، يَقُولُ: صَرَفَهُمْ عَنِ الْإِيمَانِ وَكَذَّبَهُمْ، كَمَا قَالَ: ﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ﴾ [الذاريات: ٩]: يُصْرَفُ عَنْهُ مَنْ صُرِفَ.

لفظ افک نِجس اور نَجَس کی طرح ہے، یعنی عین کلمہ ساکن اور مفتوح دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اور أفکھم کو ہمزہ کے کسرہ اور فتحہ سے پڑھا گیا ہے۔ جس نے اسے ماضی کے صیغے سے پڑھا ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے: اس نے ان کو ایمان سے پھیر دیا اور جھوٹا قرار دیا جیسا کہ دوسری جگہ پر ہے: "اس (قرآن یا ایمان یا قیامت) سے وہی منحرف ہوتا ہے جو اللہ کے علم میں منحرف قرار پا چکا ہوتا ہے۔"

---

① فتح الباري: 536/7.

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ جو لفظ متعدد مقامات پر آئے اس کی لغوی تشریح کر دیتے ہیں۔ چونکہ آیت کریمہ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَآءُو بِالْإِفْكِ﴾[1] میں لفظ افک آیا ہے، اس کی لغوی تشریح کی ہے۔ اس کے معنی صَرف، یعنی پھیرنا ہیں۔ چونکہ جھوٹ انسان کو بہت سی چیزوں سے پھیر دیتا ہے، اس لیے جھوٹ کو افک کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''اس (ایمان) سے وہی شخص پھیرا جاتا ہے جو (بھلائی سے) پھیرا گیا۔''[2] چونکہ واقعۂ افک میں سے اللہ تعالیٰ نے خیر کے کئی پہلو نکالے اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار نکھر کر سامنے آ گیا۔ اس بنا پر امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث افک کو بیان کیا ہے۔

٤١٤١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا، وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِّنْ حَدِيثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ أَوْعَى لِحَدِيثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَّأَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ، وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَّإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ، قَالُوا: قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَعَهُ.

[4141] حضرت ابن شہاب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ جب تہمت لگانے والوں نے ان کے متعلق وہ سب کچھ کہا جو انھیں کہنا تھا، ان تمام حضرات نے مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا ایک ایک حصہ بیان کیا۔ ان میں سے بعض کو یہ قصہ زیادہ بہتر طریقے سے یاد تھا اور وہ اچھے اسلوب میں اسے بیان کرتا تھا۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کی روایت یاد رکھی جو اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لی تھی اگرچہ کچھ لوگوں کو دوسروں کے مقابلے میں یہ روایت زیادہ بہتر طریقے سے یاد تھی، تاہم ان میں سے ایک کی روایت دوسرے کی بیان کردہ روایت کی تصدیق کرتی تھی۔ ان لوگوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس بیوی کا قرعہ نکل آتا رسول اللہ ﷺ اسے اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي، فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے ایک غزوہ جو آپ نے لڑا، اس میں ہمارے درمیان قرعہ اندازی فرمائی

[1] النور 24:11. [2] الذاریٰت 51:9.

ﷺ بَعْدَمَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ، فَكُنْتُ أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ، فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ، آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ، فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي فَلَمَسْتُ صَدْرِي، فَإِذَا عِقْدٌ لِّي مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ، فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ.

تو میرا نام نکل آیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ یہ واقعہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد کا ہے، چنانچہ مجھے ہودج سمیت اٹھا کر سوار کر دیا جاتا اور اس کے ساتھ اتارا جاتا تھا۔ اس طرح ہم روانہ ہوئے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اس غزوے سے فارغ ہو گئے تو واپس ہوئے۔ واپسی پر ہم مدینہ طیبہ کے قریب تھے (اور ایک جگہ ہمارا پڑاؤ تھا) ایک رات آپ نے کوچ کا اعلان فرمایا۔ جب لوگوں نے کوچ کی تیاری کی تو میں اٹھی اور تھوڑی دور چل کر لشکر کی حدود سے باہر نکل گئی، پھر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر میں اپنی سواری کے پاس پہنچی۔ وہاں پہنچ کر میں نے اپنا سینہ ٹٹولا تو ظفار کے مونگوں کا بنا ہوا میرا ہار گم تھا۔ اب میں واپس ہوئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی۔ اس تلاش میں کچھ دیر ہو گئی۔

قَالَتْ: وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يُرَحِّلُونِي فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ عَلَيْهِ - وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَّمْ يُهْبِلْهُنَّ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ - فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ وَحَمَلُوهُ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوا وَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَمَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ، فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَّلَا مُجِيبٌ، فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ.

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے اور مجھے سوار کیا کرتے تھے، انھوں نے میرے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ انھوں نے یہ خیال کیا کہ میں ہودج کے اندر ہی ہوں۔ دراصل ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی تھیں، بھاری بھرکم نہ ہوا کرتی تھیں اور نہ ان پر کوئی گوشت ہی ہوتا تھا کیونکہ انھیں معمولی خوراک ملتی تھی، اس لیے اٹھانے والوں نے جب ہودج اٹھایا تو اس کے ہلکے پن میں انھیں کوئی فرق محسوس نہ ہوا۔ یوں بھی میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی۔ الغرض انھوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے۔ لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار بھی مل گیا۔ جب میں وہاں آئی تو کوئی بھی نہیں تھا، نہ پکارنے والا اور نہ جواب دینے والا، اس لیے میں وہاں آئی جہاں اصل ڈیرہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے نہ ہونے کا جب انھیں علم ہو گا تو جلد ہی مجھے لینے

فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ، فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَّائِمٍ فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي - وَكَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ - فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي، وَوَاللهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ وَّلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ، وَهَوٰى حَتّٰى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلٰى يَدِهَا فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَرَكِبْتُهَا، فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتّٰى أَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ وَهُمْ نُزُولٌ.

کے لیے واپس آئیں گے۔

اس دوران میں بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی اور میں سوگئی۔ حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ وہ میرے ٹھکانے پر آئے تو دور سے انھیں کوئی سویا شخص دکھائی دیا۔ جب قریب آ کر مجھے دیکھا تو پہچان لیا کیونکہ پردے کے احکام اترنے سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ جب انھوں نے مجھے پہچان لیا تو إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُون پڑھنا شروع کر دیا۔ میں ان کی آواز سن کر بیدار ہوئی اور فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اللہ کی قسم! ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی اور إِنَّا لِلّٰه کے سوا میں نے ان سے کوئی لفظ نہیں سنا۔ وہ اپنے اونٹ سے اترے، اسے بٹھایا اور اس کی اگلی ٹانگ کو اپنے پاؤں سے دبائے رکھا۔ اس دوران میں اٹھی اور اس پر سوار ہوگئی۔ اب وہ سواری کو آگے سے پکڑے ہوئے لے کر چلے۔ جب ہم لشکر کے قریب پہنچے تو ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور لشکر بھی پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔

قَالَتْ: فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ، وَكَانَ الَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَ الْإِفْكِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ. قَالَ عُرْوَةُ: أُخْبِرْتُ أَنَّهُ كَانَ يُشَاعُ وَيُتَحَدَّثُ بِهِ عِنْدَهُ فَيُقِرُّهُ وَيَسْتَمِعُهُ وَيَسْتَوْشِيهِ. وَقَالَ عُرْوَةُ أَيْضًا: لَمْ يُسَمَّ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ أَيْضًا إِلَّا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ، وَّمِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ، وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ فِي نَاسٍ آخَرِينَ لَا عِلْمَ لِي بِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ عُصْبَةٌ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى، وَإِنَّ كِبْرَ ذٰلِكَ يُقَالُ: عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ.

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا اور جس نے بہتان کا بیڑا اٹھایا تھا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ حضرت عروہ نے بیان کیا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس تہمت کا چرچا کرتا۔ اس کے ہاں اس کا تذکرہ ہوتا اور وہ اس کی تصدیق کرتا۔ خوب غور اور توجہ سے سنتا اور اسے آگے پھیلانے کے لیے خوب کھود کرید کرتا۔ حضرت عروہ نے یہ بھی کہا: حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کے علاوہ مجھے کسی شخص کا نام معلوم نہیں ہو سکا جو تہمت لگانے والوں میں شریک تھے۔ اگرچہ اس میں شریک ہونے والے بہت سے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے لیکن اس معاملے میں بڑھ چڑھ کر

حصہ لینے والا عبداللہ بن ابی ابن سلول (رئیس المنافقین) تھا۔

قَالَ عُرْوَةُ: كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ أَنْ يُسَبَّ عِنْدَهَا حَسَّانُ، وَتَقُولُ: إِنَّهُ الَّذِي قَالَ:

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي ... لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

حضرت عروہ نے کہا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو اچھا نہیں خیال کرتی تھیں کہ ان کے پاس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جائے اور فرمایا کرتی تھیں کہ یہ شعر حسان ہی نے کہا ہے: مرا باپ دادا اور میری عزت و ناموس، محمد ﷺ کی عزت (کی حفاظت) کے لیے تمھارے سامنے ڈھال بنی رہیں گی۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا، وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ وَهُوَ يُرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرٰى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي، إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ: «كَيْفَ تِيكُمْ؟» ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَذٰلِكَ يُرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ حِينَ نَقَهْتُ، فَخَرَجْتُ مَعَ أُمِّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ، وَكَانَ مُتَبَرَّزَنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلٰى لَيْلٍ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيبًا مِّنْ بُيُوتِنَا، قَالَتْ: وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ قِبَلَ الْغَائِطِ، وَكُنَّا نَتَأَذّٰى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر ہم مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور وہاں پہنچتے ہی میں جو بیمار ہوئی تو مہینہ بھر بیمار ہی رہی۔ اس دوران میں تہمت لگانے والوں کی افواہوں کا لوگوں میں بہت چرچا رہا لیکن اس کے متعلق مجھے کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ بیماری کی حالت میں مجھے یہ شک ضرور گزرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے وہ لطف اور مہربانی نہ دیکھتی تھی جو آپ سے بیماری کی حالت میں پہلے دیکھا کرتی تھی۔ آپ میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے: ''تم کیسی ہو؟'' (تمھاری طبیعت کیسی ہے؟) صرف اتنا پوچھ کر واپس تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ کے اس طرز عمل سے مجھے شبہ ہوتا تھا لیکن مجھے اس شر کا شعور تک نہ تھا (جو پھیل چکا تھا) حتی کہ جب مجھے بیماری سے کچھ افاقہ ہوا تو میں ام مسطح کے ساتھ مناصع کی طرف گئی اور مناصع ہمارے لیے قضائے حاجت کی جگہ تھی۔ ہم وہاں صرف رات کے وقت جاتے تھے اور یہ ہمارے گھر میں بیت الخلاء بنانے سے پہلے کی بات ہے۔ میدان میں جا کر رفع حاجت کرنے میں ہمارا دستور پہلے عربوں جیسا تھا۔ ہم اپنے گھروں میں بیت الخلاء بنانے کو باعث تکلیف خیال کرتے تھے۔

قَالَتْ: فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ - وَهِيَ

ام المومنین (حضرت عائشہ) رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اور

ابْنَةُ أَبِي رُهْمِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَّأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ - فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِي حِينَ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ، فَقُلْتُ لَهَا: بِئْسَ مَا قُلْتِ، أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا؟ فَقَالَتْ: أَيْ هَنْتَاهْ وَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ؟ قَالَتْ: وَقُلْتُ: مَا قَالَ؟ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ، قَالَتْ: فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: «كَيْفَ تِيكُمْ؟» فَقُلْتُ لَهُ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ؟ قَالَتْ: وَأُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا، قَالَتْ: فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ لِأُمِّي: يَا أُمَّتَاهُ! مَاذَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ؟ قَالَتْ: يَا بُنَيَّةُ! هَوِّنِي عَلَيْكِ فَوَاللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا، لَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا، قَالَتْ: فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللهِ، أَوَ لَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا؟ قَالَتْ: فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَّلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، ثُمَّ أَصْبَحْتُ أَبْكِي، قَالَتْ: وَدَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، حِينَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْأَلُهُمَا وَيَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، قَالَتْ: فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ، وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ فِي

حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی والدہ باہر نکلیں اور وہ ابورہم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں۔ اور ان کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی تھیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور اس کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب ہے۔ الغرض میں اور ام مسطح حاجت سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف واپس آ رہی تھیں کہ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑیں اور کہنے لگیں: مسطح ذلیل ہو۔ میں نے کہا: آپ نے بری بات زبان سے نکالی ہے۔ کیا آپ ایک ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہو چکا ہے؟ اس نے کہا: اے بھولی بی بی! کیا تو نے اس کی باتیں نہیں سنیں؟ میں نے پوچھا: اس نے کیا کہا ہے؟ انھوں نے بہتان لگانے والوں کا واقعہ ذکر کیا ام المومنین نے کہا: ان باتوں کو سن کر میری بیماری اور زیادہ ہو گئی۔ جب میں اپنے گھر آئی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے سلام کیا اور پوچھا تمھارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی: آپ مجھے میرے والدین کے ہاں جانے کی اجازت دیتے ہیں؟ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے والدین سے اس خبر کی تصدیق کروں گی۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اپنی والدہ سے (گھر جا کر) پوچھا: اماں جان! لوگوں میں جو افواہیں گردش کر رہی ان کی کیا حقیقت ہے؟ انھوں نے کہا: پیاری بیٹی! ایسی باتوں پر توجہ نہ دو۔ اللہ کی قسم! ایسا شاید ہی کہیں ہوا ہو کہ ایک خوبصورت عورت کسی ایسے شوہر کے ساتھ ہو جو اس سے محبت بھی رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو وہ اس سے حسد نہ کرتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا ان باتوں کا عام لوگوں میں چرچا ہے؟ میں ساری رات روتی رہی۔ میرے آنسو نہیں رکتے تھے اور

نَفْسِهِ، فَقَالَ أُسَامَةُ: أَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا. وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! لَمْ يُضَيِّقِ اللهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ، قَالَتْ: فَدَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بَرِيرَةَ فَقَالَ: «أَيْ بَرِيرَةُ! هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يُرِيبُكِ؟» قَالَتْ لَهُ بَرِيرَةُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا قَطُّ أَغْمِصُهُ غَيْرَ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ.

نہ مجھے نیند ہی آتی تھی۔ پھر میں صبح کو بھی روتی رہی۔ انھوں نے فرمایا: دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابو طالب اور حضرت اسامہ بن زید ؓ کو بلایا تاکہ اپنی بیوی کے فراق کے متعلق ان سے مشورہ کریں کیونکہ اس سلسلے میں ابھی تک آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ حضرت اسامہ ؓ نے تو رسول اللہ ﷺ کو وہ مشورہ دیا جو وہ آپ کی بیوی کی پاکدامنی کے متعلق جانتے تھے اور جو وہ اہل خانہ کی اپنے دل میں محبت رکھتے تھے، چنانچہ انھوں نے کہا: وہ آپ کی بیوی ہیں۔ مجھے ان میں خیر و بھلائی کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں۔ لیکن حضرت علی ؓ نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ اور عورتیں بھی ان کے علاوہ بہت ہیں۔ آپ حضرت بریرہ ؓ سے پوچھ لیں وہ بھی صحیح صورت حال سے آپ کو آگاہ کر دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ ؓ کو بلایا اور ان سے دریافت فرمایا: ”بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جس سے تمھیں اس پر کوئی شبہ ہو؟“ حضرت بریرہ ؓ نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے! میں نے عائشہ ؓ میں کچھ نہیں دیکھا، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ایک نوعمر لڑکی ہیں۔ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر اسے کھا جاتی ہے۔

قَالَتْ: فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَّجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذَاهُ فِي أَهْلِي؟ وَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا يَدْخُلُ

ام المومنین نے فرمایا: پھر اس دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور عبداللہ بن ابی کے متعلق عدل و انصاف کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ”اے گروہ مسلمین! اس شخص کے بارے میں میری مدد کون کرے گا جس نے مجھے میری بیوی کے متعلق اذیت پہنچائی ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ اور

عَلٰى أَهْلِي إِلَّا مَعِي»، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ - أَخُو بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ - فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَعْذِرُكَ، فَإِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ، قَالَتْ: فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَزْرَجِ - وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بِنْتَ عَمِّهِ مِنْ فَخِذِهِ، وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ، قَالَتْ: وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَّلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ - فَقَالَ لِسَعْدٍ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ، لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلٰى قَتْلِهِ، وَلَوْ كَانَ مِنْ رَّهْطِكَ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ يُّقْتَلَ، فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ - وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ - فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ، لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ. قَالَتْ: فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰى هَمُّوا أَنْ يَّقْتَتِلُوا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، قَالَتْ: فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَتُوا وَسَكَتَ.

انھوں نے ایک ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے میں بھی مجھے بھلائی کے علاوہ کچھ علم نہیں۔ وہ جب بھی میرے گھر آئے میرے ساتھ ہی آئے۔'' یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ ان کا تعلق بنو عبدالاشہل قبیلے سے تھا۔ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص قبیلۂ اوس کا ہو تو میں اس کی گردن ماروں گا اور اگر وہ ہمارے بھائی قبیلۂ خزرج کا ہوا تو اس کے متعلق آپ کا جو بھی حکم ہوگا ہم اسے بجا لائیں گے۔ یہ سن کر قبیلۂ خزرج کا ایک آدمی کھڑا ہوا...... حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کے چچا کی بیٹی تھیں اور وہ اس کے قبیلے سے تھے۔ اور وہ سعد بن عبادہ جو قبیلۂ خزرج کے سردار تھے، اس سے پہلے وہ نیک سیرت تھے لیکن قبیلے کی بے جا حمایت ان پر غالب آ گئی...... انھوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم خلاف واقعہ بات کرتے ہو۔ تم اسے قتل نہیں کر سکتے اور نہ تمھارے اندر اتنی طاقت ہی ہے۔ اگر وہ تمھارے قبیلے کا ہوتا تو تم اس کے قتل کا نام نہ لیتے۔ اس کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! تم غلط فہمی کا شکار ہو۔ ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم منافقوں کا کردار ادا کرتے ہو اور ان کے دفاع میں زور بیان صرف کرتے ہو۔ اتنے میں انصار کے دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں گے۔ رسول اللہ ﷺ ابھی منبر پر ہی تشریف فرما تھے اور آپ انھیں مسلسل خاموش کراتے رہے حتی کہ وہ سب چپ ہو گئے اور آپ ﷺ خود بھی خاموش ہو گئے۔

قَالَتْ: فَبَكَيْتُ يَوْمِي ذٰلِكَ كُلَّهُ لَا يَرْقَأُ لِي

ام المومنین (حضرت عائشہ) رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس دن

دَمْعٌ وَّلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، قَالَتْ: وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَّا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَّلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتّٰى إِنِّي لَأَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي، فَبَيْنَا أَبَوَايَ جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي.

بھی روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ میری آنکھ ہی لگتی تھی۔ صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے تو میری حالت یہ تھی کہ دو راتیں اور ایک دن میرا روتے ہوئے گزر گیا تھا، اس پورے عرصے میں نہ میرے آنسو رُکے اور نہ مجھے نیند ہی آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ابھی میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں مسلسل روئے جا رہی تھی کہ قبیلۂ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اسے اجازت دے دی تو وہ میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔

قَالَتْ: فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، قَالَتْ: وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ مَا قِيلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَّا يُوحٰى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي بِشَيْءٍ، قَالَتْ: فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، يَا عَائِشَةُ! إِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً، فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ، ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ».

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ فرماتی ہیں: جب سے یہ واقعہ ہوا تھا آپ ﷺ اس وقت سے آج تک میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ مہینہ بھر انتظار کے باوجود میرے متعلق کوئی وحی آپ پر نازل نہیں ہوئی تھی۔ بیٹھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھا، پھر فرمایا: ''اما بعد، اے عائشہ! مجھے تمھارے بارے میں اس اس طرح کی اطلاعات ملی ہیں۔ اگر تم واقعی اس معاملے میں پاک صاف ہو تو اللہ تعالیٰ خود تمھاری بے گناہی بیان کر دے گا اور اگر تم نے گناہ کر ہی لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔''

قَالَتْ: فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتّٰى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً، فَقُلْتُ لِأَبِي: أَجِبْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِّي فِيمَا قَالَ،

ام المومنین (حضرت عائشہ) ؓ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ اپنی بات پوری کر چکے تو میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ مجھے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے پہلے

فَقَالَ أَبِي: وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَقُلْتُ لِأُمِّي: أَجِيبِي رَسُولَ اللهِ ﷺ فِيمَا قَالَ، قَالَتْ أُمِّي: وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيرًا: إِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ، فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ: إِنِّي بَرِيئَةٌ، لَا تُصَدِّقُونِي، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَّاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي مِنْهُ بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي، فَوَاللهِ لَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ [يوسف: ١٨]

اپنے والد گرامی سے عرض کی: آپ، رسول اللہ ﷺ کو ان کی گفتگو کا جواب دیں، انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے کیا کہنا ہے؟ پھر میں نے اپنی والدہ سے عرض کی: آپ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کو مطمئن کریں۔ میری والدہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں؟ اس بنا پر میں خود گویا ہوئی، حالانکہ میں بہت کم عمر اور نوخیز لڑکی تھی اور میں نے قرآن مجید بھی بہت زیادہ نہیں پڑھا تھا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے اس طرح کی افواہوں پر کان دھرا اور میرے خلاف باتیں آپ لوگوں کے دلوں میں اتر گئی ہیں اور آپ لوگوں نے انھیں سچا سمجھ لیا ہے۔ اب اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ میں پاک دامن ہوں تو آپ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں اس گناہ کا اقرار کرلوں، حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ میری تصدیق کرنے لگیں گے۔ اللہ کی قسم! میری اور آپ لوگوں کی مثال حضرت یوسف کے والد جیسی ہے جب انھوں نے کہا تھا: صبر ہی اچھا ہے اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کے متعلق اللہ ہی کی مدد درکار ہے۔

ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِي وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي حِينَئِذٍ بَرِيئَةٌ، وَأَنَّ اللهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَتِي وَلٰكِنْ وَاللهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللهَ مُنْزِلٌ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلٰى، لَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَّتَكَلَّمَ اللهُ فِيَّ بِأَمْرٍ وَّلٰكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَّرٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللهُ بِهَا، فَوَاللهِ مَا رَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ

پھر میں منہ پھیر کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اللہ خوب جانتا تھا کہ میں اس معاملے میں قطعی طور پر پاک دامن تھی اور اللہ تعالیٰ خود میری براءت نازل کرے گا۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی نازل فرمائے گا جو قیامت تک تلاوت کی جاتی رہے گی کیونکہ میں خود کو اس سے بہت کمتر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کوئی کلام فرمائے گا۔ مجھے تو صرف اتنی امید تھی کہ

أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ الْعَرَقُ مِثْلُ الْجُمَانِ - وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ - مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْهِ.

رسول اللہ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ میری براءت فرما دے گا۔ لیکن اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ ﷺ اس مجلس سے اٹھے بھی نہیں تھے اور نہ کوئی گھر کا فرد ہی باہر گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہوگئی اور آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو شدت وحی کے موقع پر طاری ہوتی تھی۔ موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے آپ کے چہرے مبارک پر گرنے لگے، حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ یہ کیفیت اس وحی کی وجہ سے تھی جو آپ پر نازل ہو رہی تھی۔

قَالَتْ: فَسُرِّيَ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ! أَمَّا اللهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ»، قَالَتْ: فَقَالَتْ لِي أُمِّي: قُومِي إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: لَا وَاللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ فَإِنِّي لَا أَحْمَدُ إِلَّا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَتْ: وَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ جَآءُو بِٱلْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ﴾ [النور: ١١] الْعَشْرَ الْآيَاتِ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى هٰذَا فِي بَرَاءَتِي، قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ - وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ -: وَاللهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُوْلُواْ ٱلْفَضْلِ مِنكُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾.

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: پھر جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے۔ سب سے پہلا حکم جو آپ کی زبان اطہر سے نکلا وہ یہ تھا: ''اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمھاری براءت نازل فرما دی ہے۔'' میری والدہ نے مجھے کہا: رسول اللہ ﷺ کی طرف اٹھو اور آپ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ (کے شکریے) کے لیے نہیں اٹھوں گی۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی (جس نے میری براءت نازل فرمائی ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ''بے شک جن لوگوں نے بہتان گھڑا وہ تم ہی میں سے ایک ٹولہ ہے...... سے لے کر دس آیات تک۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ میری براءت نازل فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کہا...... جو رشتہ داری اور تنگ دستی کی وجہ سے حضرت مسطح بن اثاثہ پر خرچ کرتے تھے...... اللہ کی قسم! میں اب مسطح پر کچھ بھی خرچ نہیں کروں گا کیونکہ اس نے حضرت عائشہ ؓ کے متعلق تہمت تراشی میں حصہ لیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ''اور تم میں سے صاحب فضل اور آسودہ حال

لوگوں کو یہ قسم نہیں کھانی چاہیے...... اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: بَلٰى وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لِي، فَرَجَعَ إِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ: وَاللهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! کیوں نہیں میں تو اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچہ دینا شروع کر دیا جو پہلے دیا کرتے تھے، نیز فرمایا کہ اللہ کی قسم! آئندہ میں اس وظیفے کو کبھی بند نہیں کروں گا۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي فَقَالَ لِزَيْنَبَ: «مَاذَا عَلِمْتِ أَوْ رَأَيْتِ؟» فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي، وَاللهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا.

امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے معاملے کے بارے میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بھی دریافت کیا، آپ نے ان سے فرمایا: "عائشہ کے متعلق تمھیں کیا معلومات ہیں؟ یا ان میں تم نے کیا بات دیکھی ہے؟" انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہوں۔ اللہ کی قسم! میں ان کے متعلق خیر کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فَعَصَمَهَا اللهُ بِالْوَرَعِ، قَالَتْ: وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: یہی زینب تھیں جو نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے انھیں بچا لیا، البتہ ان کی ہمشیر حمنہ رضی اللہ عنہا نے غلط راستہ اختیار کیا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوئی تھیں۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنِي مِنْ حَدِيثِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ.

ابن شہاب نے کہا: اس حدیث کی یہی وہ تفصیل تھی جو ان اکابر کی طرف سے مجھے پہنچی تھی۔

ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: وَاللهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي قِيلَ لَهُ مَا قِيلَ لَيَقُولُ: سُبْحَانَ اللهِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ أُنْثٰى قَطُّ، قَالَتْ: ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي

حضرت عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ شخص جسے اس قصے میں متہم کیا گیا تھا اس نے کہا: سبحان اللہ! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے آج تک کبھی کسی عورت کا ستر نہیں

سَبِيلِ اللهِ. [راجع: ٢٥٩٣]

کھولا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہ اس واقعے کے بعد اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے تھے۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ بنو مصطلق کی مہم میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ملعون کی سرکردگی میں منافقین کی ایک بھاری جمعیت کو لشکر اسلام کے ساتھ جانے کا موقع مل گیا۔ یہ لوگ رذیلانہ حملوں اور داخلی فتنہ انگیزیوں کے ذریعے سے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، چنانچہ مریسیع کے مقام پر مسلمانوں کے معمولی سے جھگڑے کو بنیاد بنا کر مہاجرین اور سالار مہاجرین ﷺ کے متعلق انتہائی گھٹیا اور توہین آمیز الفاظ استعمال کر کے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا۔ سورۂ منافقون میں بھی ان کی دسیسہ کاریوں کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ یہ شوشہ ابھی تازہ ہی تھا کہ اس مہم سے واپسی کے وقت انھوں نے ایک اور طوفان بدتمیزی اٹھایا اور یہ صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا فتنہ تھا جو واقعۂ افک کے نام سے مشہور ہے اور مذکورہ حدیث میں اس کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ سورۂ نور کا ابتدائی حصہ اسی خطرناک حادثے کے پس منظر میں نازل ہوا۔ منافقین الٹے خود ہی رسوا ہو کر رہ گئے۔ ② واقعہ یہ تھا کہ لشکر سے پیچھے رہ جانے والی کوئی عام عورت نہ تھی بلکہ تمام مسلمانوں کی ماں ہے اور پیچھے سے آنے والا بھی پکا مسلمان ہے جو انھیں فی الواقع اپنی ماں ہی سمجھتا ہے۔ ماں اس سے پردہ بھی کر لیتی ہے اور وہ آپس میں اس وقت بلکہ پورے سفر کے دوران میں ہم کلام نہیں ہوتے اور یہ سفر بھی صبح سے لے کر دوپہر تک دن دیہاڑے ہو رہا ہے۔ عورت اونٹ پر سوار ہے اور مرد خاموشی کے ساتھ آگے آگے چل رہا ہے اور سفر بھی مدینے کے آس پاس قریبی علاقے میں ہے حتی کہ وہ مسلمانوں کے لشکر سے جا ملتا ہے، ایسے حالات میں بدگمانی کی محرک صرف دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ بدگمانی کرنے والا خود بدباطن اور خبیث انسان ہو جو ایسے حالات میں خود یہی کچھ سوچتا ہو یا یہی کچھ کرتا ہو اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنی ہی طرح سمجھتا ہو اور دوسری یہ کہ وہ ایسے موقع کو غنیمت جان کر از راہ دشمنی ایسی بکواس کرنے لگے اور منافقین میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی تھیں۔ ایسے حالات میں اللہ کا فضل یہ ہوا کہ اس نے مسلمانوں کو بالعموم اور اپنے پیغمبر ﷺ کو بالخصوص صبر و استقامت کی توفیق بخشی ورنہ منافقین نے جس طرح مسلمانوں پر کاری وار کیا تھا، اگر مسلمان بھی جوابی کارروائی پر اٹھ کھڑے ہوتے تو حالات کوئی سنگین صورت اختیار کر سکتے تھے۔ بہرحال عام مسلمانوں کی اخلاقی اور ایمانی حالت اتنی مضبوط تھی کہ منافقین کے زبردست پروپیگنڈے کے باوجود تین افراد کے سوا کوئی ان سے متاثر نہ ہوا۔ ان میں سے بھی حمنہ بنت جحش اپنی بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خاطر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نیچا دکھانے کے لیے اس بہتان میں شامل ہو گئی تھیں۔ ③ اس واقعے سے مسلمانوں کے ایمان کا امتحان بھی ہو گیا اور منافقین کا نفاق بھی کھل کر سامنے آ گیا۔ منافقین یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر انھیں کمزور کر دیا جائے لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا اور مسلمانوں کا اخلاقی پہلو پہلے سے بھی زیادہ نمایاں ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس دوران میں ایسے احکام دیے گئے جن پر عمل پیرا ہونے سے وہ ایسے فتنہ خیز اور فتنہ پرور طوفان کا بخیر و خوبی مقابلہ کر سکیں۔ اس جانکاہ حادثے سے جو افراد جس قدر متاثر تھے اسی قدر وحی الٰہی ان کی خوشی کا باعث ثابت ہوئی۔ خود رسول اللہ ﷺ وحی کے اختتام پر مسکرا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے اپنی بیٹی

کو رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرنے کا کہا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کی تو کچھ انتہا ہی نہ تھی جن کی براءت میں دس آیات نازل ہوئیں جو قیامت تک پڑھی جاتی رہیں گی۔ ④ اس تفصیلی واقعے کے تناظر میں مسلمانوں کی مضبوط اخلاقی حالت کا درج ذیل امور سے پتہ چلتا ہے: (ا) خود رسول اللہ ﷺ اس واقعے کو بہتان ہی سمجھتے تھے، وہ صرف اپنی زوجہ محترمہ ہی کو نہیں بلکہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کو بھی ایک پاکباز انسان خیال کرتے تھے۔ (ب) اس واقعے کا براہ راست صدمہ رسول اللہ ﷺ کو پہنچا تھا۔ آپ کے ادنیٰ سے اشارے سے بہتان تراشوں کا صفایا کیا جا سکتا تھا مگر جب قومی اور قبائلی عصبیت کی بنا پر جھگڑا شروع ہوا تو آپ نے یہ صدمہ اپنی جان پر برداشت کر لیا مگر مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ نہ ہونے دیا۔ (ج) رسول اللہ ﷺ اس سلسلے میں پورا ایک ماہ انتہائی تکلیف اور بے چینی میں مبتلا رہے کیونکہ یقینی علم یا علم غیب آپ کو حاصل نہ تھا، بصورت دیگر دوسروں سے اس سلسلے میں پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور شاید اس تاخیر میں یہ مصلحت بھی پوشیدہ ہو کہ بعد میں آنے والے آپ کو عالم غیب سمجھنے یا ثابت کرنے نہ لگیں۔ (د) یقین کامل کے باوجود آپ نے اس واقعے کی حتمی تردید اس لیے نہ فرمائی کہ ایک شوہر کی اپنی بیوی کے لیے تردید کی مخالفین کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں تھی۔ (ہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین بھی ذاتی طور پر انھیں پاکباز سمجھتے تھے، تاہم وہ بھی حتمی طور پر تردید اس لیے نہ کر سکتے تھے کہ والدین کا اپنی بیٹی کے حق میں پاکیزگی کا بیان مخالفین کا منہ بند نہیں کر سکتا تھا۔ ⑤ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب ''الفوز الکبیر'' میں لکھتے ہیں: مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان واقعات کو اختصار کے ساتھ بیان کر دے جن کی طرف آیات میں کوئی اشارہ کیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ نور میں واقعۂ افک ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات پر سرسری نظر ڈال لی جائے جو حادثۂ افک کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں اور جن میں واقعۂ افک کی طرف کھلے اشارات ہیں: ○ ''جن لوگوں نے تہمت کی باتیں کیں وہ تم میں سے ایک گروہ ہیں۔''[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ نے جب میری براءت اتاری تو رسول اللہ ﷺ نے منبر پر اس کا تذکرہ کیا اور ان آیات کی تلاوت کی، پھر نیچے اتر کر دو آدمیوں (حضرت حسان اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما) اور ایک عورت (حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا) کو حد قذف لگانے کا حکم دیا۔[2] ○ ''ان میں سے جو شخص اس تہمت کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے عذاب عظیم ہے۔''[3] ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عروہ بن زبیر، ہشام بن عروہ، ابن زید اور امام مجاہد کے نزدیک اس سے مراد صدیقۂ کائنات پر بہتان لگانے والوں میں سرگرم رکن رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہے۔[4] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی منافق ہے۔[5] اسے حد قذف نہیں لگائی گئی تاکہ قیامت تک اس پر لعنتیں برستی رہیں اور یہ حد اس کے لیے کفارہ نہ بن سکے۔ واللہ أعلم. ○ ''جب تم نے یہ سنا تھا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے دل میں اچھی بات کیوں نہ سوچی اور یوں کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو صریح بہتان ہے۔''[6] اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کی اخلاقی تربیت کی گئی ہے کہ جس طرح ہر مسلمان خود کو پاکدامن خیال کرتا ہے اسے دوسرے بھائیوں کے متعلق بھی ایسا ہی گمان رکھنا چاہیے اور اگر کوئی بدطینت منافق ان میں سے کسی پر کوئی تہمت لگاتا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے اور اسی وقت کہہ دینا چاہیے کہ یہ بہتان تراشی ہے، خاص طور پر جو

[1] النور 24:11. [2] جامع الترمذي، التفسير، حديث: 3181. [3] النور 24:11. [4] تفسير الطبري: 89/8. [5] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4749. [6] النور 24:12.

تہمت رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ کے متعلق ہو اس کے متعلق تو مسلمانوں کے دل و دماغ میں کوئی جگہ ہی نہیں ہونی چاہیے۔
○ ”پھر یہ تہمت لگانے والے اس پر چار گواہ کیوں نہ لا سکے؟ پھر جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو اللہ کے ہاں یہی جھوٹے ہیں۔“[1]
واقعۂ افک کا قانونی پہلو یہ ہے کہ ایسی شہادتیں جو بدکاری پر دلالت کرتی ہوں، وہ کبھی میسر آ بھی نہ سکتیں تھیں کیونکہ قرائن سب اس کے خلاف تھے۔ یہ سفر جو حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہوا صبح سے لے کر دوپہر تک دن دہاڑے ہوا اور مدینے کے قریب آبادی میں ہوا۔ منافقین کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ اس پر چار گواہ پیش نہ کر سکے۔ ○ ”جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کے متعلق تمھیں کچھ علم نہیں تھا اور تم اسے معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات تھی۔“[2] انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات آگے دھکیل دے۔ کسی تحقیق کے بغیر اس طرح کی بات کو آگے بیان کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی بات کو آگے نقل کر دے۔“[3] ○ ”جب تم نے یہ سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہہ دیا ہمیں یہ مناسب نہیں کہ ایسی بات کریں، سبحان اللہ! یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔“[4] یہ ایک اخلاقی ضابطہ ہے کہ ہر شخص کو دوسرے کے متعلق حسن ظن ہی رکھنا چاہیے حتی کہ اس کے خلاف بدظنی کی کوئی یقینی وجہ اس کے علم میں نہ آ جائے۔ یہ اصول قطعاً غلط ہے کہ ہر ایک کو شکوک و شبہات کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ یہاں تو معاملہ اور بھی زیادہ سخت تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ پر محض بدظنی کی وجہ سے بہتان لگایا جائے، چنانچہ متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری، زید بن حارثہ، سعد بن معاذ، قتادہ بن نعمان، ابی بن کعب اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم نے یہ ماجرا سنتے ہی سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ کہہ دیا تھا۔[5] ○ ”اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔“[6] یعنی آئندہ تمھیں منافقین کی ایسی مخالفانہ چالوں سے ہوشیار اور چوکس رہنا چاہیے، نیز رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ کی عظمت شان کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ○ ”جو لوگ اس طرح مسلم معاشرے میں بے حیائی کی اشاعت چاہتے ہیں ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔ اس کے نتائج کو اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔“[7] فاحشہ سے مراد ہر وہ کام جو انسان کی شہوانی خواہش میں تحریک پیدا کرنے کا سبب ہو۔ اشاعتِ فحاشی کی بہت سی صورتیں ہمارے معاشرے میں رائج ہیں، مثلاً: تھیٹر، سینما گھر، کلب ہاؤس، ٹی وی پر شہوت انگیز پروگرام، گندا لٹریچر، ناول، افسانے اور ڈرامے، جنسی ادب، اخبارات میں عریاں تصویریں، ناچ گانے کی محفلیں، انٹرنیٹ اور سی ڈیز وغیرہ۔ الغرض فحاشی کی اشاعت کا دائرہ آج بہت وسیع ہو چکا ہے۔ ان سب باتوں کے لیے وہی وعید ہے جس کا ذکر آیت کریمہ میں ہوا ہے۔ ○ ”جو لوگ پاکدامن اور بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا میں بھی لعنت ہے اور آخرت میں بھی اور انھیں بہت بڑا عذاب ہوگا۔“[8] وہ سیدھی سادی اور بھولی بھالی عورت جسے بدچلن عورتوں کی باتوں سے واقفیت نہ ہو، اس پر تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے۔ ایک روایت میں ایسی عورتوں پر تہمت لگانا ان سات تباہ کن گناہوں میں سے ہے جو سابقہ نیکیوں کو برباد کر دیتے ہیں۔[9] لیکن یہاں معاملہ تو اور بھی سنگین تھا کہ جس پر

---

(1) النور 24:12. (2) النور 24:15. (3) صحيح مسلم، مقدمة الإمام مسلم: 7 (5). (4) النور 24:16. (5) فتح الباري: 420/13. (6) النور 24:17. (7) النور 24:19. (8) النور 24:23. (9) صحيح البخاري، الحدود، حديث: 6857.

بہتان باندھا گیا وہ عام عورت نہ تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ اور عام اہل ایمان کی ماں تھیں۔ ان پر تہمت لگانے والے تو کسی صورت میں اللہ کی لعنت اور اس کی سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔ ○ ''ان کا دامن ان باتوں سے پاک ہے جو وہ تہمت لگانے والے بکتے ہیں۔ ان کے لیے بخشش بھی ہے اور عزت کی روزی بھی۔''[1] امام رازی لکھتے ہیں: ''مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ آیت کریمہ میں ''افک'' سے مراد وہ بہتان ہے جو صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ ؓ پر لگایا گیا تھا۔''[2] یہ وہ آیات ہیں جو سورۂ نور کے نازل ہونے کا سبب بنیں۔ ابتدا میں تہمت، قذف، زنا کے احکام اور اس کی سزا بتانے کے بعد اس واقعے کا آغاز اور اس پر تبصرہ ہے۔ اس کا آغاز ہی اس طرح کیا گیا کہ جو کچھ افواہیں پھیلیں اور قصے گھڑے گئے سراسر جھوٹ، بہتان اور بدنیتی پر مبنی تھے، جن میں حقیقت کا شائبہ تک نہیں۔ تمام مفسرین نے ان آیات کا پس منظر یہی واقعۂ افک بیان کیا ہے۔ لیکن دور حاضر کے منکرین حدیث کہتے ہیں کہ یہ واقعہ خودساختہ اور بناوٹی ہے، ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ ⑥ امام بخاری ؒ نے اپنی صحیح میں تقریباً ستائیس مقامات پر اس روایت کو بیان کیا ہے۔ ان میں چار جگہ پر یہ حدیث تفصیل سے بیان کی ہے اور باقی مقامات میں ضرورت کے مطابق اس روایت کا کچھ حصہ لائے ہیں، اسی طرح سات مقامات پر واقعۂ افک کا ذکر ضمنی طور پر ہوا جس کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں گے۔ ان تمام روایات سے زیادہ مشہور حضرت عائشہ ؓ سے مروی وہ روایت ہے جو بطریق امام زہری مختلف کتب حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ امام زہری نے اپنے چار اساتذہ علقمہ بن وقاص، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے واقعۂ افک کے چیدہ چیدہ اجزا سنے، پھر واقعے کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ان بکھرے ہوئے اجزا کو یکجا کر کے مرتب صورت میں اپنے تلامذہ سے بیان کیا۔ اگرچہ بعض ائمۂ حدیث نے امام زہری ؒ کے اس انداز کو پسند نہیں کیا، تاہم ایسا کرنا روایت بالمعنی ہی کا ایک طریقہ ہے جسے اکثر محدثین نے پسند فرمایا اور اس روایت کو اپنی تالیفات میں بیان کرنے کا اہتمام کیا، چنانچہ سرخیل محدثین امام بخاری ؒ نے اپنی صحیح میں تقریباً سترہ مقامات پر اس روایت کو متعدد طرق سے بیان کیا ہے۔

٤١٤٢ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَمْلَى عَلَيَّ هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ مِنْ حِفْظِهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: قَالَ لِيَ الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: أَبَلَغَكَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ فِيمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ؟ قُلْتُ: لَا، وَلٰكِنْ قَدْ أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ مِنْ قَوْمِكَ، أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَهُمَا: كَانَ عَلِيٌّ مُسَلِّمًا

[4142] حضرت امام زہری ؒ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے ولید بن عبدالملک نے پوچھا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ حضرت علی ؓ بھی صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ ؓ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے؟ میں نے کہا نہیں، البتہ تمھاری قوم کے دو آدمیوں، یعنی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ ؓ نے ان دونوں سے کہا تھا کہ حضرت علی ؓ ان کے معاملے میں خاموش تھے۔ انھوں نے زہری

[1] النور 24:26. [2] تفسیر کبیر: 32/172.

فِي شَأْنِهَا، فَرَاجَعُوهُ فَلَمْ يَرْجِعْ. وَقَالَ: مُسَلِّمًا: بِلَا شَكٍّ فِيهِ، وَعَلَيْهِ وَكَانَ فِي أَصْلِ الْعَتِيقِ كَذٰلِكَ.

سے پھر پوچھا تو انھوں نے اس کے سوا کوئی اور جواب نہ دیا۔ پرانے نسخۂ کتاب میں بھی یہی لفظ تھا۔

فوائد و مسائل: ① مسلّمًا کو لام کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اگر اسم فاعل کا صیغہ ہے تو اس کے معنی خاموش اور اگر اسم مفعول ہے تو اس کے معنی سلامتی کے ہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں مشورہ لیا تو انھوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! ان کے علاوہ عورتیں بہت ہیں۔ آپ خواہ مخواہ پریشان نہ ہوں۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ بہت پریشان تھے، اس لیے انھوں نے تسلی کے لیے ایسا کہا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسد یا بغض کی وجہ سے یہ لفظ استعمال نہیں کیے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے یہ الفاظ ناپسند ضرور تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حلیہ ابی نعیم کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام زہری، ولید بن عبدالملک کے پاس تھے، انھوں نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[1] پھر کہا کہ اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت امیر کی اصلاح فرمائے! معاملہ ایسا نہیں بلکہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی ہے۔ عبدالملک کے بیٹے ہشام کا بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی موقف تھا کہ وہ تہمت لگانے والوں میں ہیں لیکن امام زہری نے ڈنکے کی چوٹ اس بات کی تردید کی۔[2] ③ واقعۂ افک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ بہت پریشان تھے۔ آپ نے اس سلسلے میں حضرت اسامہ، حضرت بریرہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم سے استفسار فرمایا۔ یہ سب گھر کے افراد تھے۔ ان سب نے پرزور الفاظ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکبازی کا بیان دیا۔ چوتھے گھر کے فرد حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان سے جب پوچھا گیا تو انھوں نے اس الزام کی تردید یا تائید کرنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کو پریشان اور رنجیدہ دیکھتے ہوئے اور آپ کی خوشنودی کا لحاظ رکھتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر تنگی نہیں کرے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں، تاہم ان کی زبان سے بھی کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے الزام کی تائید ہوتی ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات یا پاکبازی پر کوئی حرف آتا ہو۔ روافض کا یہ پروپیگنڈا ہے کہ ان کے درمیان کوئی حسد و بغض تھا، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

٤١٤٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ: حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومَانَ، - وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - قَالَتْ: بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ أَنَا وَعَائِشَةُ إِذْ وَلَجَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَتْ: فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَّفَعَلَ

[4143] حضرت مسروق بن اجدع سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ ایک دفعہ میں اور عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس دوران میں ایک انصاری عورت آئی اور کہنے لگی کہ اللہ فلاں کو ایسا ایسا کرے۔ ام رومان نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ میرا بیٹا بھی ان لوگوں کے

① النور 24:11. ② فتح الباري: 544/7.

بِفُلَانٍ، فَقَالَتْ أُمُّ رُومَانَ: وَمَا ذَاكِ؟ قَالَتِ: ابْنِي فِيمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيثَ، قَالَتْ: وَمَا ذَاكِ؟ قَالَتْ: كَذَا وَكَذَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَتْ: وَأَبُو بَكْرٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا، فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمّى بِنَافِضٍ فَطَرَحْتُ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا فَغَطَّيْتُهَا، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «مَا شَأْنُ هٰذِهِ؟» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَخَذَتْهَا الْحُمّى بِنَافِضٍ، قَالَ: «فَلَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحُدِّثَ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتْ: وَاللهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونِي، وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْذِرُونِي، مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ ﴿وَٱللَّهُ ٱلْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ [يوسف: ١٨].

ساتھ شریک ہو گیا ہے جنھوں نے اس طرح کی باتیں کی ہیں۔ ام رومان ؓ نے پوچھا: وہ کیا باتیں ہیں؟ تو انھوں نے واقعۂ بہتان ذکر کیا۔ حضرت عائشہ ؓ نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ باتیں سنی ہیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ حضرت عائشہ ؓ نے پوچھا: کیا حضرت ابوبکر ؓ نے بھی سنی ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ حضرت عائشہ ؓ یہ سنتے ہی غش کھا کر گر پڑیں۔ جب انھیں ہوش آیا تو انھیں سردی کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا۔ میں نے ان پر کپڑا ڈال دیا اور انھیں ڈھانپ دیا۔ اس دوران میں نبی ﷺ تشریف لائے تو فرمایا: ”اس کو کیا ہوا ہے؟“ میں نے کہا: اللہ کے رسول! انھیں جاڑے کے ساتھ بخار چڑھ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاید ان باتوں کے باعث جو بیان کی جاتی ہیں؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس کے بعد حضرت عائشہ ؓ اٹھ بیٹھیں اور کہنے لگیں: اللہ کی قسم! اگر میں قسم اٹھاؤں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر کچھ کہوں تو تم میرا عذر نہیں سنو گے۔ میری اور آپ لوگوں کی مثال یعقوب ؑ اور ان کے بیٹوں جیسی ہے۔ انھوں نے کہا تھا: ان باتوں پر اللہ کی مدد درکار ہے جو تم بناتے ہو۔

قَالَتْ: وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللهُ عُذْرَهَا، قَالَتْ: بِحَمْدِ اللهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ وَّلَا بِحَمْدِكَ. [راجع: ٣٣٨٨]

حضرت ام رومان ؓ نے کہا: آپ ﷺ یہ سن کر واپس چلے گئے اور کوئی جواب نہ دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی تلافی کر دی تو حضرت عائشہ ؓ نے کہا: میں صرف اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں نہ تمھارا اور نہ کسی اور کا۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث پر منکرین حدیث کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ بقول واقدی حضرت ام رومان ؓ کا انتقال چار یا پانچ ہجری میں ہو چکا تھا اور حضرت مسروق صحابی نہیں ہیں کیونکہ وہ یمن سے آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر یا حضرت عمر ؓ کے دور خلافت میں آئے، لہٰذا اس روایت میں انقطاع ہے۔ لیکن واقدی کا قول اس لیے قابل اعتبار نہیں کہ احادیث میں اس کی تردید موجود ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ پر آیت تخییر نازل ہوئی تو آپ نے حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا:

''میں تجھ پر ایک معاملہ پیش کرتا ہوں، اپنے والدین حضرت ابوبکر اور حضرت ام رومان ؓ سے مشورہ کر کے جواب دینا۔''[1] اور آیت تخییر نو ہجری میں نازل ہوئی تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ نو ہجری تک حضرت ام رومان ؓ کا زندہ رہنا احادیث سے ثابت ہے، نیز صحیح بخاری کی روایت بھی قول واقدی کے معارض ہے۔ ② ابراہیم حربی نے یقین سے کہا ہے کہ مسروق کا سماع ام رومان ؓ سے ثابت ہے اور وہ سماع کے وقت پندرہ برس کے تھے، اس کے علاوہ ابونعیم اصفہانی نے کہا: ام رومان ؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زندہ رہیں، لہٰذا مذکورہ روایت متصل اور صحیح ہے۔[2]

٤١٤٤ - حَدَّثَنِي يَحْيٰى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَتْ تَقْرَأُ: إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ، وَتَقُولُ: الْوَلْقُ: الْكَذِبُ.

قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: وَكَانَتْ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهَا بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ نَزَلَ فِيهَا. [انظر: ٤٧٥٢]

[4144] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے [إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ] پڑھا، یعنی جس وقت تم اپنی زبانوں سے جھوٹ بولتے تھے، اور فرمایا: وَلَق کے معنی جھوٹ کے ہیں۔

ابن ابی ملیکہ نے کہا: حضرت عائشہ ؓ اس قراءت کو دوسروں کی نسبت زیادہ جاننے والی تھیں کیونکہ یہ آیت انھی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

فوائد و مسائل: ① عام قراءت تَلَقَّوْنَهٗ ہے جو ''تلقي'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی لینا اور قبول کرنا ہیں، جبکہ حضرت عائشہ ؓ کے نزدیک تَلِقُونَهٗ ہے جو ولق سے مشتق ہے۔ اس کے معنی جھوٹ بولنے میں جلدی کرنا ہیں، لیکن پہلی قراءت متواتر ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کے متعلق اس آیت کا نازل ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ ان کی قراءت متواتر اور صحیح ہو۔ ② بہرحال مشہور قراءت حضرت عائشہ ؓ کی قراءت کے خلاف ہے اگرچہ معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔ ③ قراءتِ متواترہ میں ایک تا کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اصل میں تتلقونہ فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٤١٤٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ: لَا تَسُبَّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَقَالَتْ عَائِشَةُ: اسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ، قَالَ: «كَيْفَ بِنَسَبِي؟» قَالَ: لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ.

[4145] حضرت عروہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں حضرت عائشہ ؓ کے پاس حضرت حسان بن ثابت ؓ کو برا بھلا کہنے لگا تو انھوں نے فرمایا: ان کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے تھے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی مذمت کرنے کے متعلق اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: ''میرے نسب کا کیا کرو گے؟'' انھوں نے عرض کی: میں آپ کو ان سے ایسے نکال لوں گا

① مسند أحمد: 212/6. ② فتح الباري: 546/7.

جیسا کہ گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ: سَمِعْتُ هِشَامًا، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَبَبْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلَيْهَا. [راجع: ٣٥٣١]

دوسری سند کے ساتھ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسان بن ثابت ؓ کو برا بھلا کہا کیونکہ وہ واقعۂ افک میں حضرت عائشہ کے متعلق بہت کچھ کہا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت حسان بن ثابت ؓ رسول اللہ ﷺ کے ثنا خواں اور مداح تھے اور آپ سے والہانہ محبت بھی کرتے تھے اس کے باوجود انھوں نے حضرت عائشہ پر بہتان لگانے والوں میں شرکت کی جس کی انھیں عمر بھر ندامت رہی لیکن حد قذف کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے گناہ کا کفارہ بنا دیا۔ ② حضرت عائشہ ؓ کو یہ پسند نہ تھا کہ ان کی موجودگی میں حضرت حسان ؓ کو سخت الفاظ میں یاد کیا جائے۔ آپ فرماتی تھیں: حضرت حسان ؓ رسول اللہ ﷺ کے مداح تھے اور کفار کی ہجو کا جواب دیتے تھے۔ بہر حال ان حضرات کا دشمنان دین کی باتوں سے اتفاق کرنا کسی بھی صورت میں صحیح نہ تھا۔

٤١٤٦ - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرًا يُشَبِّبُ بِأَبْيَاتٍ لَّهُ، وَقَالَ:

[4146] حضرت مسروق سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ ان کے پاس حضرت حسان بن ثابت ؓ ان کی شان میں مدحیہ اشعار پڑھ رہے تھے، انھوں نے یہ شعر کہے:

حَصَانٌ رَّزَانٌ مَّا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثٰى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

آپ پاک دامن باوقار ہیں، انھیں شک و شبہ سے متہم نہیں کیا جاتا۔ وہ ہر صبح بھوکی ہو کر بھولی بھالی عورتوں کا گوشت نہیں کھاتی۔

فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ، قَالَ مَسْرُوقٌ: فَقُلْتُ لَهَا: لِمَ تَأْذَنِي لَهُ أَنْ يَّدْخُلَ عَلَيْكِ؟ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [النور: ١١] فَقَالَتْ: وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى؟ قَالَتْ لَهُ: إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ، أَوْ يُهَاجِي عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ. [انظر: ٤٧٥٥، ٤٧٥٦]

یہ سن کر حضرت عائشہ ؓ نے کہا: لیکن تم تو ایسے ثابت نہیں ہوئے۔ حضرت مسروق نے کہا: آپ انھیں اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ان میں سے جو شخص بہتان کا سرغنہ بنا اسے عذاب عظیم ہوگا۔'' حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: اس سے سخت عذاب اور کیا ہوگا کہ وہ دنیا میں اندھا ہو گیا؟ اس کے باوجود حضرت عائشہ ؓ نے مسروق سے کہا: حسان ؓ رسول اللہ ﷺ کی حمایت اور دفاع کیا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① مذکورہ آیت کریمہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے متعلق ہے جیسا کہ خود حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے۔[1] اس صورت میں حضرت عائشہ ؓ نے بطور فرض و تسلیم حضرت حسان بن ثابت ؓ کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ انھیں دنیا میں سزا دے دی ہے شاید دوسری مرتبہ اس کی سزا نہ دی جائے، اس کے باوجود حضرت عائشہ ؓ حضرت حسان ؓ کی شان میں کسی برے کلمے کو گوارا نہیں کرتی تھیں۔ ان سے تہمت لگانے میں غلطی ضرور ہوئی تھی لیکن انھوں نے توبہ کر لی اور اس کی سزا قبول کر لی۔ حضرت عائشہ ؓ کا دل ان کی طرف سے صاف ہو گیا تھا لیکن جب کبھی اس طرح کا ذکر آ جاتا تو دل کا رنجیدہ ہونا ایک قدرتی بات تھی، اس بنا پر روایت میں ایک دو چبھتے ہوئے جملے غالباً اسی اثر کا نتیجہ ہیں۔ ② بہرحال حضرت عائشہ ؓ کے نزدیک بطور تخصیص آیت کا مصداق عبداللہ بن ابی منافق ہے اور اس حدیث میں بطور فرض و تسلیم ہے تاکہ تخصیص کی خلاف ورزی نہ ہو۔ واللہ أعلم.

(٣٦) بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ

باب: 36- غزوۂ حدیبیہ کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ الْآيَةَ [الفتح: ١٨].

ارشاد باری تعالیٰ: ”بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے......“

وضاحت: حدیبیہ، مکہ مکرمہ کے قریب ایک چشمے کا نام ہے۔ غزوۂ خندق کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام ؓ سمیت اس مقام پر پڑاؤ کیا تھا۔ آپ عمرے کی نیت سے آئے تھے لیکن کفار قریش نے آپ کو عمرہ نہ کرنے دیا۔ مقامِ حدیبیہ میں درخت کے نیچے آپ نے اپنے صحابۂ کرام ؓ سے بیعت لی تھی، جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ اسی موقع پر نازل ہوئی۔ واللہ أعلم.

٤١٤٧ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الصُّبْحَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: «أَتَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ: «قَالَ اللهُ:

[4147] حضرت زید بن خالد ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے تو ایک رات ہمیں بارش نے آ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے رب نے کیا کہا ہے؟“ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میرے کچھ بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ میرے ساتھ

[1] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4749.

أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي، وَكَافِرٌ بِي، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللهِ وَبِرِزْقِ اللهِ وَبِفَضْلِ اللهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِي، كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ، كَافِرٌ بِي». [راجع: ٨٤٦]

ایمان رکھتے ہیں اور کچھ کفر کرنے والے ہیں تو جس نے کہا: اللہ کی رحمت، اللہ کے رزق اور اللہ کے فضل کے باعث ہم پر بارش ہوئی تو یہ لوگ مجھ پر ایمان لانے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہیں۔ اور جنھوں نے کہا: ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ ستاروں پر ایمان لانے والے اور میرے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔"

فوائد و مسائل: ① حدیث میں مذکورہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا تھا، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔ ② دور جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ کچھ ستارے مؤثر حقیقی ہیں اور ان کا طلوع و غروب بارش کے آنے اور موسم میں تبدیلی کا باعث ہے، حالانکہ مؤثر حقیقی ذات باری تعالیٰ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو مؤثر حقیقی ماننے کے بجائے ستاروں سے اپنی عقیدت قائم کیے ہوئے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں تنبیہ فرمائی اور اسے کفر قرار دیا ہے۔ ③ درحقیقت ہر چیز کا محرک اللہ تعالیٰ ہے حتی کہ کواکب و نجوم کا محرک بھی وہی ہے، اس لیے ہر اعتبار سے ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ کچھ چیزوں کو بارش آنے کا سبب قرار دیا ہے جیسا کہ آگ کو جلانے کا سبب بنایا ہے، اس بنا پر اگر کوئی کہتا ہے کہ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے، گھنے بادل چھائے ہیں، آج بارش ہوگی تو یہ کفر نہیں کیونکہ یہ بارش کے عام اسباب ہیں لیکن مؤثر حقیقی نہیں ہاں، اگر ان اسباب کو مؤثر حقیقی کا مقام دیا جائے تو ایسا عقیدہ یقیناً کفر ہے، جس پر رسول اللہ ﷺ نے تنبیہ فرمائی ہے۔

٤١٤٨ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ: عُمْرَةً مِّنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مِّنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهِ. [راجع: ١٧٧٨]

[4148] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے جو سب کے سب ذوالقعدہ میں تھے سوائے اس عمرے کے جو آپ ﷺ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔ ایک عمرہ حدیبیہ سے ذوالقعدہ میں کیا، دوسرا جو آئندہ سال ذوالقعدہ میں کیا۔ تیسرا عمرہ جعرانہ سے جہاں آپ نے حنین کی غنیمتیں تقسیم فرمائیں، یہ بھی ذوالقعدہ میں کیا۔ اور چوتھا عمرہ اپنے حج کے ساتھ ذوالحجہ میں ادا فرمایا۔

فائدہ: پہلا عمرہ جو حدیبیہ سے ذوالقعدہ میں ہوا، اس میں عمرے کے افعال ادا نہیں کیے تھے کیونکہ مشرکین مکہ نے آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، لیکن اس وقت عمرے کا احرام باندھا گیا تھا اور قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے، اگرچہ طواف وغیرہ نہیں ہوا تھا، تاہم اسے عمرہ شمار کیا گیا۔ جعرانہ کا عمرہ چونکہ رات کے وقت ادا کیا تھا، اس لیے کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا علم نہ ہو سکا کیونکہ آپ عشاء کے بعد عمرہ کرنے گئے اور صبح کی نماز واپس آ کر پڑھی تھی، اس لیے کچھ حضرات کو اس عمرے کا علم نہ ہو سکا،

ان میں سے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بھی تھے، چنانچہ حضرت نافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا، اگر آپ نے عمرہ کیا ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عمر ؓ پر مخفی نہ رہتا۔[1] ممکن ہے کہ وہ اس وقت غائب ہوں یا وہ بھول گئے ہوں۔ واللّٰہ أعلم.

٤١٤٩ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ.

[راجع: ١٨٢١]

[4149] حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ کے سال روانہ ہوئے۔ آپ کے تمام صحابۂ کرام ؓ نے احرام باندھا تھا لیکن میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

فائدہ: امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو انتہائی اختصار سے بیان کیا ہے جبکہ قبل ازیں مفصل طور پر بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ جاتے ہوئے بتایا گیا کہ مقام غیقہ میں دشمن حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے چند ایک صحابۂ کرام ؓ کو اس طرف بھیجا، جن میں حضرت ابوقتادہ ؓ بھی تھے، انھوں نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا، راستے میں انھوں نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا اور اس کا کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اسے قبول فرمایا اور دیگر محرم صحابہ کو بھی کھانے کا حکم دیا۔[2]

٤١٥٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: تَعُدُّونَ أَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ، وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا، وَنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ، يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً، وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيرِهَا، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا، ثُمَّ صَبَّهُ فِيهَا فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ إِنَّهَا أَصْدَرَتْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابُنَا.

[راجع: ٣٥٧٧]

[4150] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: تم لوگ فتح سے مراد فتح مکہ لیتے ہو، ٹھیک ہے فتح مکہ تو فتح تھی ہی، لیکن ہم لوگ حدیبیہ کے روز بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے ہیں۔ اس دن نبی ﷺ کے ہمراہ ہم چودہ سو افراد تھے۔ حدیبیہ نامی وہاں ایک کنواں تھا۔ ہم نے اس سے اتنا پانی نکالا کہ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ چھوڑا۔ جب نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کنویں پر تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر ایک برتن میں پانی طلب کیا۔ اس سے آپ نے وضو کیا، پھر کلی کی اور دعا فرمائی، پھر اس پانی کو کنویں میں ڈال دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم نے اس کنویں کو یوں ہی رہنے دیا، پھر تو یوں ہوا کہ اس نے ہماری چاہت کے مطابق ہمیں اور ہمارے اونٹوں

[1] صحيح البخاري، فرض الخمس، حديث: 3144. [2] صحيح البخاري، جزاء الصيد، حديث: 1822.

کو بھی سیراب کر دیا۔

٤١٥١ - حَدَّثَنِي فَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَعْيَنَ أَبُو عَلِيٍّ الْحَرَّانِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: أَنْبَأَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَّأَرْبَعَمِائَةٍ أَوْ أَكْثَرَ فَنَزَلُوا عَلَى بِئْرٍ فَنَزَحُوهَا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَى الْبِئْرَ وَقَعَدَ عَلَى شَفِيرِهَا ثُمَّ قَالَ: «ائْتُونِي بِدَلْوٍ مِّنْ مَّائِهَا»، فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ: «دَعُوهَا سَاعَةً»، فَأَرْوَوْا أَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتَّى ارْتَحَلُوا. [راجع: ٣٥٧٧]

[4151] حضرت براء بن عازب ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ حدیبیہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چودہ سو یا اس سے زیادہ لوگ تھے۔ انھوں نے وہاں ایک کنویں پر پڑاؤ کیا اور اس کا سارا پانی نکال لیا۔ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اس کنویں پر تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھ گئے، پھر فرمایا: ”میرے پاس اس پانی کا ڈول لاؤ۔“ جب ڈول بھر کر لایا گیا تو آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی، اس کے بعد فرمایا: ”اسے تھوڑی دیر تک یوں ہی رہنے دو۔“ پھر انھوں نے خود پیا اور اپنی سواریوں کو بھی سیراب کیا، پھر وہاں سے مدینہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔

فوائد و مسائل: ① ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کنویں کے پانی کا ایک ڈول منگوایا، اس میں کلی کی اور لعاب دہن ڈالا اور دعا بھی فرمائی، پھر اسے کنویں میں ڈال دیا۔ موسیٰ بن عقبہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنویں کی گہرائی میں ایک تیر گاڑا تو پانی جوش مارنے لگا، بہرحال آپ نے اس وقت یہ سب کام کیے تھے۔[1] ② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے نبی! ہم نے آپ کو واضح فتح عطا کر دی۔“[2] اس فتح سے کیا مراد ہے، صلح حدیبیہ یا فتح مکہ؟ ہمارے رجحان کے مطابق اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ یہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ صلح کی وجہ سے لوگوں کو امن نصیب ہوا اور مشرکین سے جنگ و قتال ختم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین سے فارغ ہو کر دیار عرب میں بے شمار فتوحات حاصل کیں اور لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ جو کوئی مسلمان ہونا چاہتا وہ بلا روک ٹوک مدینہ طیبہ کا رخ کرتا اور اسلام قبول کرتا، چنانچہ اس دوران میں حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن عاص ؓ جیسے عظیم جرنیل مسلمان ہو کر مدینے پہنچے۔ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ صلح کی برکات سے فتح مکہ تک یہ تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔[3] اس موقف کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت مجمع بن جاریہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ صلح حدیبیہ سے واپسی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کراع الغمیم کے مقام پر کھڑے ہوئے، لوگوں کو جمع کیا اور یہ آیت پڑھی: ”ہم نے آپ کو واضح فتح عطا کر دی۔“ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا یہ فتح ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہی واضح فتح ہے۔“ البتہ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ سے مراد فتح مکہ ہے۔[4] واللہ أعلم.

---

① دلائل النبوّة للبيهقي: 167/4، حديث: 1448. ② الفتح 1:48. ③ فتح الباري: 550/7. ④ مسند أحمد: 420/3.

٤١٥٢ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا لَكُمْ؟» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! لَيْسَ عِنْدَنَا مَا نَتَوَضَّأُ بِهِ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا فِي رَكْوَتِكَ، فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ قَالَ: فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا.

[4152] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی جبکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ پھر لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تمھیں کیا ہو گیا ہے؟“ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے ہم وضو کریں اور اسے پئیں۔ صرف وہی پانی ہے جو آپ کے برتن میں ہے۔ نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک پانی کے برتن میں رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی فوارے کی طرح پھوٹنے لگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم سب نے پانی پیا اور اس سے وضو کیا۔

قُلْتُ لِجَابِرٍ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً.

[راجع: ٣٥٧٦]

(راوی کہتا ہے:) میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس روز تمھاری تعداد کتنی تھی؟ انھوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم سب کو پانی کافی ہوتا، ویسے ہم اس روز پندرہ سو (1500) کی تعداد میں تھے۔

فوائد و مسائل: ① قبل ازیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنویں سے پانی کا ڈول منگوایا، اس سے کلی کی، پھر دعا فرمائی اور اسے کنویں میں ڈال دیا جبکہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ نے پانی کے برتن میں ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی اُبلنے لگا، دراصل کئی ایک مواقع ہیں جہاں پانی کے متعلق معجزات کا ظہور ہوا۔ ان میں سے ایک واقعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نماز عصر کے وقت پانی نہیں تھا، صرف ایک برتن میں تھوڑا سا بچا ہوا پانی تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ ڈال کر اپنی انگلیوں کو پھیلا دیا اور فرمایا: ”وضو کرنے والو! اللہ کی طرف سے اس میں برکت ڈال دی گئی ہے، آؤ اس سے وضو کر لو۔“[1] اس کی تفصیل مسند احمد میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت ایک آدمی تھوڑا سا پانی لے کر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بڑے ٹب میں ڈالا، اس سے وضو کرنے کے بعد اسے کچھ وقت کے لیے چھوڑ دیا گیا، لوگ وضو کرنے کے لیے اس پر ٹوٹ پڑے تو آپ نے انھیں آرام و سکون اختیار کرنے کا حکم دیا، پھر آپ نے اپنا ہاتھ رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلنے لگا، آپ نے فرمایا: ”اچھی طرح کر لو۔“[2] ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ احتمال بھی ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں مبارک سے پانی پھوٹنے لگا تو لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا

① صحيح البخاري، الأشربة، حديث: 5639. ② مسند أحمد: 358/3.

اور اس سے وضو کیا۔ اس وقت جو پانی بچ گیا تھا اسے آپ نے پانی میں پھینک دیا تو وہ بھی پانی کی کثرت سے جوش مارنے لگا، اس طرح حضرت براء اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کے دونوں واقعات کو ایک ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔[1] واللہ أعلم.

٤١٥٣ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: بَلَغَنِي أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ كَانَ يَقُولُ: كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً، فَقَالَ لِي سَعِيدٌ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ: كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ.

[راجع: ٣٥٧٦]

[4153] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب سے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کہنے کے مطابق حدیبیہ کے دن لوگوں کی تعداد چودہ سو تھی تو حضرت سعید بن مسیب نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ وہ پندرہ سو تھے جنھوں نے حدیبیہ کے دن نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

تَابَعَهُ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ قَتَادَةَ. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ.

ابوداود نے کہا کہ ہمیں قرہ نے بیان کیا، وہ حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔ صلت بن محمد کی محمد بن بشار نے متابعت کی ہے۔ ابوداود نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی ہے۔

٤١٥٤ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ: «أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ»، وَكُنَّا أَلْفًا وَّأَرْبَعَمِائَةٍ، وَلَوْ كُنْتُ أُبْصِرُ الْيَوْمَ لَأَرَيْتُكُمْ مَّكَانَ الشَّجَرَةِ.

[4154] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''تم تمام اہل زمین سے افضل ہو۔'' ہم اس وقت چودہ سو (1400) افراد تھے۔ اگر میں آج بینا ہوتا تو تمھیں اس درخت کی جگہ دکھاتا (جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی)۔

تَابَعَهُ الْأَعْمَشُ: سَمِعَ سَالِمًا: سَمِعَ جَابِرًا: أَلْفًا وَّأَرْبَعَمِائَةٍ. [راجع: ٣٥٧٦]

اعمش نے سفیان بن عیینہ کی متابعت کی ہے کہ واقعی ان کی تعداد چودہ سو (1400) تھی۔

فائدہ: اس حدیث میں اصحاب شجرہ کی تعداد چودہ سو بتائی گئی ہے جبکہ اس سے پہلے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں تھا کہ ان کی تعداد چودہ سو سے زیادہ تھی۔ ایک روایت میں پندرہ سو اور دوسری میں تیرہ سو ہے۔ ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چودہ سو سے زیادہ تھی۔ بعض راویوں نے عرب کی عادت کے مطابق زائد کسر کو شمار نہیں کیا۔ انھوں نے چودہ سو بتایا اور بعض نے زائد کسر کو پورا ہی شمار کر کے پندرہ سو کہہ دیا اور جس روایت میں تیرہ سو ہے وہ اس طرح کہ راوی

[1] فتح الباري: 551/7.

کے شمار میں اتنے ہی ہوں گے جبکہ دوسرے نے تمام کو شمار کیا اور ثقہ کی زیادتی قبول ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ سے چلتے وقت شمار کیے ہوں تو اس وقت تیرہ سو ہی تھے، راستے میں سو اور مل گئے ہوں اس طرح ان کی تعداد چودہ سو ہو گئی، اس کے علاوہ خدام اور عورتوں کو شمار کیا تو تعداد پندرہ سو تک پہنچ گئی ہو۔[1] واللہ أعلم. اس آخری حدیث میں ہے کہ قبیلۂ اسلم کے سو افراد تھے، اس اعتبار سے مہاجرین کی تعداد آٹھ سو ہے باقی انصار حضرات ہوں گے۔[2]

٤١٥٥ - وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: كَانَ أَصْحَابُ الشَّجَرَةِ أَلْفًا وَّثَلَاثَمِائَةٍ، وَكَانَتْ أَسْلَمُ ثُمْنَ الْمُهَاجِرِينَ.

[4155] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ اصحاب شجرہ (بیعت رضوان کرنے والے) تیرہ سو (1300) تھے اور قبیلۂ اسلم کے لوگ مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھے۔

تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ.

اس (عبیداللہ بن معاذ) کی متابعت محمد بن بشار نے کی، انھوں نے کہا: ہم سے ابوداود (طیالسی) نے بیان کیا، انھوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔

٤١٥٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ: أَنَّهُ سَمِعَ مِرْدَاسًا الْأَسْلَمِيَّ يَقُولُ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ: يُقْبَضُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ، فَالْأَوَّلُ، وَتَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ لَا يَعْبَأُ اللهُ بِهِمْ شَيْئًا. [انظر: ٦٤٣٤]

[4156] حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے، انھوں نے کہا کہ نیک لوگ ایک ایک کر کے اٹھا لیے جائیں گے، پھر ردی کھجور یا جو کی بھوسی کی طرح بے کار لوگ باقی رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پروا نہیں کرے گا۔'' (اللہ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہ ہو گی۔)

فوائد و مسائل: ① حدیث کا مصداق یہ ہے کہ قرب قیامت نیک لوگ ایک ایک کر کے دنیا سے چلے جائیں گے۔ ان کے فوت ہونے کے بعد ردی لوگ باقی رہ جائیں گے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مقام پر روایت کو موقوف بیان کیا ہے جبکہ کتاب الرقاق میں اسے مرفوع بیان کیا ہے۔[3] اور اس پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [بَابُ ذَهَابِ الصَّالِحِينَ] ''نیک لوگوں کا دنیا سے اٹھ جانا۔'' ③ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا جائے کہ وہ اصحاب شجرہ میں سے ہیں۔ ④ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان حضرات کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اصحاب شجرہ میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہو گا۔''[4] ایک روایت میں یہ خوشخبری جنگ بدر اور صلح حدیبیہ کے شرکاء کو دی گئی ہے۔[5]

---

① فتح الباري: 549/7. ② فتح الباري: 554/7. ③ صحيح البخاري، الرقاق، حديث: 6434. ④ صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6404 (2496). ⑤ صحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 6403 (2495).

٤١٥٧، ٤١٥٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَا: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ مِنْهَا.

لَا أُحْصِي كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ سُفْيَانَ حَتَّى سَمِعْتُهُ يَقُولُ: لَا أَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِيِّ الْإِشْعَارَ وَالتَّقْلِيدَ فَلَا أَدْرِي يَعْنِي مَوْضِعَ الْإِشْعَارِ وَالتَّقْلِيدِ أَوِ الْحَدِيثَ كُلَّهُ. [راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

[4158,4157] حضرت مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ ؓ دونوں سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ صلح حدیبیہ کے موقع پر تقریباً ایک ہزار صحابۂ کرام ؓ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ نے قربانی کے جانوروں کو ہار پہنایا اور ان پر نشان لگایا، پھر وہاں سے عمرے کا احرام باندھا۔

راویٔ حدیث (علی بن عبداللہ المدینی) نے کہا: میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے اس حدیث کو سفیان سے کتنی مرتبہ سنا حتی کہ میں نے ایک مرتبہ انھیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے زہری سے نشان لگانے اور ہار پہنانے کے متعلق یاد نہیں رہا، اس لیے میں نہیں جانتا کہ اس سے ان کی مراد صرف نشان لگانے اور ہار پہنانے سے تھی یا اس سے مراد پوری حدیث تھی۔

فوائد و مسائل: ① هدي قربانی کے جانوروں کو کہا جاتا ہے۔ بکریوں کے گلے میں ہار پہنایا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں اور ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں اور اونٹ کو کوہان کی دائیں جانب سے نیزہ مار کر خون آلود کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد بھی صرف لوگوں کو مطلع کرنا ہوتا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ روانگی سے پہلے عمرہ کرنے کا اعلان کیا۔ بے شمار صحابۂ کرام ؓ جو خانہ کعبہ دیکھنے کی تڑپ رکھتے تھے عمرے کے لیے تیار ہو گئے۔ مقام ذوالحلیفہ پر احرام باندھا اور آٹھ دن سفر کر کے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ عسفان کے قریب آپ کو پتہ چلا کہ قریش آپ سے لڑنے اور بیت اللہ سے روکنے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں۔ آپ نے راستہ تبدیل کر لیا۔ جب ثنیۃ المراد پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے کہا: آپ کی اونٹنی اَڑ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''قصواء اڑی نہیں اور نہ اس کی یہ عادت ہی ہے بلکہ اسے اس ہستی نے روکا ہے جس نے ہاتھی کو روک دیا تھا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ لوگ جس معاملے کا مطالبہ کریں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم ہوگی میں اسے ضرور تسلیم کروں گا۔'' اس کے بعد اونٹنی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے مقام حدیبیہ میں ایک چشمے پر نزول فرمایا۔ یہ حدیث متعدد مقامات پر بیان ہوئی ہے۔[1]

٤١٥٩ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ وَّرْقَاءَ، عَنِ

[4159] حضرت کعب بن عجرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیکھا جبکہ ان کے چہرے پر جوئیں

[1] صحیح البخاري، الشروط، حدیث: 2731، 2732.

ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ: «أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ؟» قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّونَ بِهَا وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ، فَأَنْزَلَ اللهُ الْفِدْيَةَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً، أَوْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ. [راجع: ١٨١٤]

گر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمھاری جوئیں تمھیں تکلیف دے رہی ہیں؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں، تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں سر منڈانے کا حکم دیا۔ آپ اس وقت حدیبیہ میں تھے اور آپ نے لوگوں پر واضح نہیں کیا تھا کہ وہ حدیبیہ ہی میں احرام کھول کر اس کی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں گے بلکہ انھیں امید تھی کہ وہ مکہ میں داخل ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فدیے کا حکم نازل فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے کعب بن عجرہ کو حکم دیا کہ وہ ایک فرق (تقریباً چھ کلو تین سو گرام) اناج چھ مسکینوں کو کھلا دیں یا ایک بکری قربانی کریں یا تین دن کے روزے رکھیں۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ سے روانگی کے بعد ذوالحلیفہ سے احرام باندھا تھا۔ آٹھ دن کے سفر کے بعد مکہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ کفار قریش نے آپ کو عمرے سے روک دیا۔ وہاں کئی دن ایک دوسرے سے بات چیت کرنے میں لگ گئے حتی کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو جوئیں پڑ گئیں اور کثرت سے ان میں اضافہ ہوا، یہاں تک کہ ہنڈیا پکاتے وقت منہ پر گرنے لگیں۔ انھیں مارنے کی بھی اجازت نہیں تھی اور نہ احرام کی حالت میں انھیں پکڑ کر پھینکنے کی اجازت ہی تھی۔ ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ نے انھیں سر منڈانے کا حکم دیا۔ پھر اس پاداش میں فدیہ دینے کے متعلق فرمایا۔ یہ فدیہ احرام کھولنے کی وجہ سے نہیں تھا اور سر منڈانے کا حکم سر میں جوؤں کی تکلیف کی بنا پر تھا۔ ② واضح رہے کہ فرق ایک پیمانہ ہے جو موجودہ وزن کے مطابق تقریباً چھ کلو تین سو گرام کا ہوتا ہے۔

٤١٦٠، ٤١٦١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى السُّوقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ، فَقَالَتْ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَلَكَ زَوْجِي وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا، وَاللهِ مَا يُنْضِجُونَ كُرَاعًا وَلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَلَا ضَرْعٌ وَخَشِيتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الضَّبُعُ، وَأَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ إِيمَاءَ الْغِفَارِيِّ، وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ،

[4161,4160] حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بازار گیا تو وہاں آپ سے ایک نوجوان عورت نے ملاقات کی۔ اس نے عرض کی: امیر المومنین! میرا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے۔ اللہ کی قسم! ان کے پاس نہ تو بکری کے پائے ہیں جنھیں پکا کر کھائیں، نہ کھیتی ہے اور نہ دودھ کے جانور ہی ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ فقر و فاقہ کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ اور میں خفاف بن ایماء غفاری

فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيبٍ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعِيرٍ ظَهِيرٍ كَانَ مَرْبُوطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا وَّحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَّثِيَابًا ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهِ ثُمَّ قَالَ: اقْتَادِيهِ فَلَنْ يَفْنٰى حَتّٰى يَأْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَكْثَرْتَ لَهَا، قَالَ عُمَرُ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرٰى أَبَا هٰذِهِ وَأَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَنَا فِيهِ.

کی بیٹی ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ میں موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر آگے بڑھنے کے بجائے اس کے پاس ٹھہر گئے، پھر فرمایا: مرحبا! تمھارا خاندانی تعلق تو بہت ہی قریبی ہے۔ اس کے بعد آپ ایک طاقتور اونٹ کی طرف گئے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اور اس پر دو بوریاں گندم سے بھر کر رکھ دیں۔ ان دونوں بوریوں کے درمیان کچھ خرچہ اور کپڑے وغیرہ بھی رکھ دیے۔ پھر آپ نے اس کی مہار عورت کے ہاتھ میں دے کر فرمایا: اسے لے جاؤ اس کے ختم ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کوئی اور بہتر بندوبست کر دے گا۔ ایک آدمی نے کہا: امیر المومنین! آپ نے اس عورت کو بہت سا مال دے دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے، اللہ کی قسم! اس عورت کے والد اور بھائی کو میں نے دیکھا انھوں نے ایک مدت تک قلعے کا محاصرہ کیا، آخر کار اسے فتح کر لیا، پھر ہم صبح کے وقت مال غنیمت سے حصہ وصول کر رہے تھے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملکی انتظامات کے لیے دن رات چکر لگایا کرتے تھے، اس دوران میں مذکورہ نوجوان عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بے کسی کا ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ ② آپ نے جس قلعے کے محاصرے کا ذکر کیا ہے وہ خیبر کا قلعہ تھا۔ ③ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مقام ابواء میں قیام فرمایا تو ایماء بن رحضہ غفاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سو بکریاں اور دو اونٹ پیش کیے جن پر دودھ لادا ہوا تھا۔ یہ تمام اشیاء اپنے بیٹے خفاف کے ہمراہ بطور نذرانہ بھیجیں تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں قبول فرمایا۔ بکریاں تو مجاہدین میں تقسیم کر دیں اور ان حضرات کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ ④ واضح رہے کہ خفاف، ان کا باپ اور دادا سب صحابی ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کا بیٹا اور باپ صحابی ہیں۔[1]

٤١٦٢ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ابْنُ سَوَّارٍ أَبُو عَمْرٍو الْفَزَارِيُّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ،

[4162] حضرت مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے وہ درخت دیکھا تھا (جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی) لیکن بعد میں جب آیا تو میں اسے

[1] فتح الباري: 7/556، 557.

قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ ثُمَّ أَتَيْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا، قَالَ مَحْمُودٌ: ثُمَّ أُنْسِيتُهَا بَعْدُ. [انظر: ٤١٦٣، ٤١٦٤، ٤١٦٥]

پہچان نہ سکا۔ محمود کی روایت کے مطابق انھوں نے فرمایا: پھر مجھے وہ درخت یاد نہیں رہا تھا۔

٤١٦٣ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: انْطَلَقْتُ حَاجًّا فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّونَ، قُلْتُ: مَا هٰذَا الْمَسْجِدُ؟ قَالُوا: هٰذِهِ الشَّجَرَةُ حَيْثُ بَايَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ فَأَتَيْتُ سَعِيدَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ سَعِيدٌ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ كَانَ فِيمَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نَسِينَاهَا فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا.

[4163] طارق بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں حج کے لیے نکلا تو چند ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جو نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون سی مسجد ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان لی تھی۔ میں سعید بن مسیب کے پاس آیا اور انھیں اس کی خبر دی تو انھوں نے فرمایا: مجھے میرے والد گرامی نے حدیث بیان کی اور وہ ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی، انھوں نے فرمایا: جب ہم اگلے سال حج کے لیے نکلے تو اس کی جگہ بھول گئے اور اسے معلوم کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔

فَقَالَ سَعِيدٌ: إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ لَمْ يَعْلَمُوهَا وَعَلِمْتُمُوهَا أَنْتُمْ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ. [راجع: ٤١٦٢]

حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا: بلاشبہ حضرت محمد ﷺ کے صحابۂ کرام ﷢ تو اس درخت کو پہچان نہ سکے اور تم لوگوں نے اسے پہچان لیا! تم لوگ ان سے زیادہ جانتے ہو؟

٤١٦٤ - حَدَّثَنَا مُوسٰى: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ: حَدَّثَنَا طَارِقٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ كَانَ فِيمَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَرَجَعْنَا إِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيَتْ عَلَيْنَا. [راجع: ٤١٦٢]

[4164] حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے، وہ اپنے باپ حضرت مسیب ؓ سے بیان کرتے ہیں، وہ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی تھی، انھوں نے فرمایا: جب ہم دوسرے سال ادھر گئے تو ہمیں پتہ ہی نہ چل سکا کہ وہ کون سا درخت تھا۔

٤١٦٥ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ طَارِقٍ قَالَ: ذُكِرَتْ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الشَّجَرَةُ فَضَحِكَ فَقَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي وَكَانَ شَهِدَهَا. [راجع: ٤١٦٢]

[4165] حضرت طارق بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ سعید بن مسیب کی مجلس میں [الشجرة] کا ذکر ہوا تو وہ ہنس پڑے اور کہا: میرے والد گرامی نے مجھے بتایا تھا اور وہ اس درخت کے نیچے بیعت کے وقت وہاں

موجود تھے۔

فوائد و مسائل: ① جس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی وہ کبڑا تھا جسے حدباء کہا جاتا تھا، اسی درخت کے نام سے حدیبیہ موسوم ہے۔ ② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی میسیب بن حزن رضی اللہ عنہ کی موافقت کرتے ہوئے فرمایا کہ آئندہ سال جب ہم عمرے کے لیے آئے تو جس درخت کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی دو شخص بھی اس کی شناخت پر متفق نہ ہو سکے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت تھی۔[1] چونکہ اس درخت کے نیچے خیر و برکت پر مشتمل بیعت رضوان ہوئی تھی، اس لیے لوگوں کے فتنے میں مبتلا ہونے کے اندیشے کی وجہ سے اس کی جگہ نگاہوں سے مخفی ہوگئی، اگر وہ باقی رہتا تو خطرہ تھا کہ لوگ اس کی انتہائی تعظیم کے پیش نظر اس کی پوجا شروع کر دیں گے جیسا کہ اس سے ادنیٰ مقامات کے ساتھ جہلاء کا برتاؤ ہوتا ہے۔ لوگ اس کے ساتھ خیر و شر کا عقیدہ وابستہ کر لیتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی اندیشے کی وجہ سے فرمایا کہ اس کا لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہو جانا بھی اللہ کی رحمت تھی۔[2] البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سعید بن میسیب کا یہ کہنا کہ آئندہ سال لوگ اس جگہ کو نہ پہچان سکے، اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کی پہچان اٹھالی گئی تھی اور لوگوں کو بالکل اس کا علم نہ تھا کیونکہ اس سے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں آج دیکھ سکتا تو ضرور تمھیں درخت کی جگہ دکھاتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعینہٖ درخت کی جگہ پہچانتے تھے۔ ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ لوگ درخت کے پاس آ کر ٹھہرتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں تو آپ نے لوگوں کو ڈانٹا اور اس سے منع فرمایا، پھر اس درخت کے کاٹ دینے کا حکم دیا، اس حکم کی تعمیل کی گئی اور درخت کو کاٹ دیا گیا، پھر اس کی جگہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہوگئی۔[3] ③ واضح رہے کہ اس درخت کے نیچے لوگوں نے مسجد تعمیر کر لی تھی اور تبرک کے طور پر وہاں نماز پڑھتے تھے، چونکہ اسلام میں اس طرح کے تبرکات کی کوئی گنجائش نہیں، اس لیے اسے ختم کر دیا گیا۔ واللہ أعلم.

٤١٦٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ أَبِي أَوْفَى وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ: «اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ»، فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ أَبِي أَوْفَى». [راجع: ١٤٩٧]

[4166] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ اصحاب شجرہ میں سے ہیں، انھوں نے فرمایا: جب لوگ نبی ﷺ کے پاس صدقہ لے کر آتے تو آپ ان کے لیے دعا فرماتے: ''اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما۔'' چنانچہ میرے والد بھی آپ کے پاس صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! ابی اوفی کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔''

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما ان خوش قسمت

---

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2958. [2] فتح الباري: 143/6. [3] الطبقات الكبرىٰ لابن سعد: 100/2، وفتح الباري: 558/7.

حضرات میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت رضوان کی تھی۔ ② ابن اسحاق نے اس بیعت کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل عثمان کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: ''اگر یہ بات صحیح ہے تو ہم قریش سے جنگ لڑیں گے۔'' پھر آپ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا اور فرمایا: ''وہ اس بات پر بیعت کریں کہ میدان جنگ سے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔'' اس کے بعد آپ کو یہ خبر پہنچی کہ قتل عثمان کی خبر غلط تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے۔ ③ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو سب سے پہلے ابو سنان رضی اللہ عنہ بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔[1]

٤١٦٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَخِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحَرَّةِ - وَالنَّاسُ يُبَايِعُونَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْظَلَةَ - فَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ: عَلَى مَا يُبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسَ؟ قِيلَ لَهُ: عَلَى الْمَوْتِ، قَالَ: لَا أُبَايِعُ عَلَى ذٰلِكَ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَكَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْحُدَيْبِيَةَ.

[راجع: ٢٩٥٩]

[4167] حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حرہ کے دن عبداللہ بن حنظلہ کی لوگ بیعت کر رہے تھے تو حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن حنظلہ لوگوں سے کس شرط پر بیعت لے رہے ہیں؟ انھیں بتایا گیا: وہ موت پر بیعت لے رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: میں تو رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی دوسرے شخص سے موت پر بیعت نہیں کروں گا۔ اور وہ (عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ) آپ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ میں موجود تھے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے اور انھوں نے بیعت رضوان میں شمولیت کی تھی۔ ② حرہ مدینہ طیبہ سے باہر ایک میدان ہے جہاں اہل مدینہ اور یزید کے لشکر کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کو ختم کر دیا تھا۔ اس واقعے میں عبداللہ بن حنظلہ اور اس کی تمام اولاد شہید ہو گئی تھی۔ ③ اگرچہ موت ایک غیر اختیاری فعل ہے اور اس غیر اختیاری فعل پر بیعت لینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑتے رہیں گے، راہ فرار اختیار نہیں کریں گے یہاں تک کہ موت آ جائے۔ اس معنی میں یہ بیعت ایک اختیاری فعل پر ہو گی۔ اس کی تفصیل ہم کتاب الجہاد میں بیان کر آئے ہیں اور موت پر بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میدان جہاد میں ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ واللہ أعلم۔

٤١٦٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ: حَدَّثَنِي أَبِي: حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ -: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ ظِلٌّ

[4168] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے، انھوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے، پھر جب ہم نماز سے فارغ ہوتے تو دیواروں کا اتنا سایہ نہ ہوتا تھا کہ ہم اس میں بیٹھ سکتے۔

---

[1] فتح الباري: 7/559، 560.

نَسْتَظِلُّ فِيهِ.

٤١٦٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ: عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ؟ قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ. [راجع: ٢٩٦٠]

[4169] حضرت یزید بن ابو عبید سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کی کس شرط پر بیعت کی تھی؟ انھوں نے فرمایا: موت پر۔

فوائد و مسائل: ① پہلی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ زوال آفتاب سے پہلے نماز جمعہ جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں اس سائے کی نفی ہے جس کے نیچے بیٹھا جائے اور آرام کیا جائے، مطلق سائے کی نفی نہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بھی اصحاب شجرہ میں سے ہیں۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی، پھر میں درخت کے سائے میں بیٹھ گیا، جب بھیڑ ختم ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابن اکوع! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے آپ کی بیعت کر لی ہے تو آپ نے فرمایا: ''دوبارہ کرو'' چنانچہ میں نے دوسری مرتبہ آپ سے بیعت کی۔[1] ③ آپ نے دو مرتبہ بیعت کیوں کی؟ اس کی تفصیل کتاب الجہاد میں مذکورہ حدیث کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔ ④ موت پر بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میدان جنگ سے نہیں بھاگیں گے اگرچہ وہاں شہید ہو جائیں، یعنی موت کو عدم فرار لازم ہے۔ والله أعلم.

٤١٧٠ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَقِيتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ: طُوبَى لَكَ، صَحِبْتَ النَّبِيَّ ﷺ وَبَايَعْتَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثْنَا بَعْدَهُ.

[4170] حضرت مسیب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ کو مبارک ہو! آپ نے نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی اور تمھیں درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت رضوان کا موقع ملا۔ انھوں نے فرمایا: اے بھتیجے! تم نہیں جانتے کہ ہم نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا کام کیے۔

فائدہ: بیعت رضوان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا پروانہ عطا فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔''[2] اس کے باوجود یہ حضرات تواضع اور کسر نفسی کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم لوگ فتنوں میں مبتلا ہو گئے۔ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو اختلاف رونما ہوئے، ان کی طرف اشارہ مقصود ہو۔ بہر حال یہ حضرات خوش خبری کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 2960. [2] الفتح 48:17.

رہتے تھے۔

٤١٧١ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ - هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ - عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ: أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ النَّبِيَّ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.

[راجع: ١٣٦٣]

[4171] حضرت ثابت بن ضحاک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ ہم نے درخت کے نیچے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی۔

فوائد و مسائل: ① حضرت ثابت بن ضحاک ؓ تین ہجری میں پیدا ہوئے، شام کے علاقے میں سکونت اختیار کی، پھر بصرہ منتقل ہو گئے اور پینتالیس سال کی عمر میں وہیں وفات پائی۔[1] ② امام بخاری ؒ نے بقدر ضرورت اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ امام مسلم ؒ نے پوری حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں: "جو مذہب اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی جھوٹی قسم اٹھاتا ہے وہ اپنے کہنے کے مطابق ہے۔ جس نے خود کو قتل کیا اسے قیامت تک اسی طرح سزا دی جائے گی اور انسان جس چیز کا مالک نہیں، اس کی نذر ماننا درست نہیں۔"[2] اس حدیث کو امام بخاری ؒ نے بھی بیان کیا ہے لیکن اس میں درخت کے نیچے بیعت کرنے کے الفاظ نہیں ہیں، نیز اس میں کسی مومن پر ناجائز تہمت لگانے کی وعید ہے۔[3]

٤١٧٢ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ قَالَ: الْحُدَيْبِيَةُ، قَالَ أَصْحَابُهُ: هَنِيئًا مَرِيئًا فَمَا لَنَا؟ فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾.

[4172] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ صحابۂ کرام ؓ نے عرض کی: (اللہ کے نبی!) آپ کے لیے یہ مبارک ہے۔ ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اللہ تعالیٰ اہل ایمان ایسے مردوں اور خواتین کو باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔"

قَالَ شُعْبَةُ: فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ: أَمَّا ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ فَعَنْ أَنَسٍ؟ وَأَمَّا: هَنِيئًا مَرِيئًا، فَعَنْ عِكْرِمَةَ. [انظر: ٤٨٣٤]

شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ میں آ کر حضرت قتادہ کے حوالے سے اس پوری حدیث کو بیان کیا۔ پھر جب میں واپس آیا تو ان سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے وضاحت کی کہ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ کا حصہ تو حضرت انس ؓ سے مروی ہے اور ﴿هَنِيئًا مَرِيئًا﴾ کے الفاظ حضرت عکرمہ سے

① عمدة القاري: 12/194. ② صحيح مسلم، الإيمان، حديث: 302 (110). ③ صحيح البخاري، الأيمان و النذور، حديث: 6652.

نقل کردہ ہیں۔

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کے کلام میں ''فتح مبین'' سے مراد صلح حدیبیہ ہے جیسا کہ پہلے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے کیونکہ یہ صلح مستقبل قریب میں فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ مسلمانوں نے تبلیغ کی تو لوگوں نے کسی قسم کے دباؤ کے بغیر اسلام قبول کیا۔ صلح کے نتیجے میں میل جول میں وسعت پیدا ہوئی۔ ان آیات کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے، اس لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اس صلح کے نتیجے میں ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات نازل فرمائیں کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ② غفران ذنوب اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے لیکن فتح کے فوائد و ثمرات میں تو سب شریک ہیں۔ واللہ أعلم.

٤١٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَجْزَأَةَ بْنِ زَاهِرٍ الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ - وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ - قَالَ: إِنِّي لَأُوقِدُ تَحْتَ الْقُدُورِ بِلُحُومِ الْحُمُرِ إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ ﷺ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ.

[4173] حضرت زاہر بن اسود اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اور وہ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ میں گدھوں کا گوشت ہنڈیا میں پکا رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے تمھیں گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا ہے۔

٤١٧٤ - وَعَنْ مَجْزَأَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مِّنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اسْمُهُ أُهْبَانُ بْنُ أَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكَى رُكْبَتَهُ وَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً.

[4174] حضرت مجزأہ اسلمی سے روایت ہے، وہ اپنے ہی قبیلے کے ایک آدمی سے بیان کرتے ہیں جو بیعت رضوان میں شریک تھے اور ان کا نام اُہبان بن اوس رضی اللہ عنہ تھا، ان کے ایک گھٹنے میں تکلیف تھی، اس لیے جب وہ سجدہ کرتے تو اس گھٹنے کے نیچے کوئی (نرم) تکیہ رکھ لیتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت خیبر میں ہوئی تھی۔ ② اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت زاہر بن اسود اسلمی رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں شریک تھے، نیز اُہبان بن اوس رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی وضاحت کرنا مقصود ہے کہ وہ اصحاب حدیبیہ میں سے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی التاریخ الکبیر میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ صحابی ہیں اور کوفے میں رہائش پذیر تھے۔ وہ اپنی بکریوں میں تھے کہ وہاں ایک بھیڑیا آیا، اس نے آپ سے گفتگو کی اور ایمان لانے کی رغبت دلائی تھی۔ صحیح بخاری میں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔[1]

٤١٧٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ

[4175] حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور

[1] التاريخ الكبير: 44/2 طبع دارالفكر، وفتح الباري: 564/7.

أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ - قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ أُتُوا بِسَوِيقٍ فَلَاكُوهُ.

وہ اصحاب شجرہ سے ہیں، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام ﷺ کے پاس ستو لائے گئے جسے انھوں نے نوش کیا۔

تَابَعَهُ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ. [راجع: ٢٠٩]

معاذ نے شعبہ سے روایت کرنے میں ابن عدی کی متابعت کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① اصحاب شجرہ کی مناسبت سے اس حدیث کو بیان کیا گیا ہے۔ ② اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے کہ مقام صہباء میں رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر کے بعد ستو نوش کیے، پھر آپ نے کلی کی اور نماز مغرب پڑھائی اور نیا وضو نہیں کیا۔[1] ③ بہر حال اس مقام پر کسی فقہی مسئلے کا بیان مقصود نہیں بلکہ صرف حضرت سوید بن نعمان ﷺ کے متعلق یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ واللہ أعلم.

٤١٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ -: هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ؟ قَالَ: إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ فَلَا تُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ.

[4176] ابو جمرہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائذ بن عمرو ﷺ سے وتر توڑنے کے متعلق سوال کیا، اور وہ نبی ﷺ کے اصحاب اور بیعت رضوان کرنے والوں سے ہیں، انھوں نے فرمایا: جب تم نے رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لیے ہیں تو پھر رات کے آخری حصے میں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری ؒ کا اس حدیث کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو ﷺ اصحاب شجرہ سے ہیں اور انھوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی۔ ② چونکہ اس حدیث میں نقض وتر کا مسئلہ بیان ہوا ہے، اس مناسبت سے ہم اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں: اگر کوئی نماز عشاء کے بعد وتر پڑھ لے اور سو جائے، پھر رات کے کسی حصے میں بیدار ہو کر تہجد پڑھنا چاہے تو پہلے سے ادا کردہ وتروں کی تعداد کو ایک رکعت پڑھ کر جفت کرنا نقض وتر کہلاتا ہے۔ صحابۂ کرام ﷺ میں نقض وتر کے متعلق اختلاف تھا۔ کچھ حضرات اس کے قائل تھے اور اکثریت اس کے خلاف تھی، چنانچہ امام ترمذی ؒ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابۂ کرام ﷺ اور ان کے بعد کچھ تابعین نقض وتر کے قائل تھے، وہ اس طرح کہ دوبارہ بیدار ہو کر ایک رکعت پڑھے اور اسے ادا شدہ وتروں سے ملا دیا جائے، پھر جس قدر نوافل میسر ہوں پڑھ لیے جائیں، ان کے اختتام پر وتر ادا کر لیے جائیں کیونکہ حدیث میں ہے: ''ایک رات میں دو وتر نہیں ہوتے۔'' اس کے برعکس کچھ اہل علم صحابۂ کرام ﷺ اور تابعین عظام کا

[1] صحيح البخاري، الوضوء، حديث: 209.

موقف ہے کہ اگر کوئی عشاء کے بعد وتر پڑھ کر سو جائے پھر رات کے کسی حصے میں بیدار ہو تو حسب توفیق نفل پڑھتا رہے۔ اسے نقض وتر کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے پہلے سے ادا شدہ وتر ہی برقرار ہیں، اسے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ یہ آخری موقف زیادہ صحیح ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے نماز وتر کے بعد نفل ادا کرنا ثابت ہے۔ اس کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتروں کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔[1] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے وتر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اگر میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں، پھر بیدار ہو کر نفل پڑھنا چاہوں تو اپنے پہلے ادا کردہ وتروں کو ایک رکعت پڑھ کر جفت کر لیتا ہوں، پھر دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں۔ آخر میں ایک رکعت پڑھتا ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''تمھاری رات کی آخری نماز وتر ہونی چاہیے۔''[2] حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقض وتر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس اس سلسلے میں کوئی روایت نہیں بلکہ اپنے اجتہاد سے کام لے کر ایسا کرتا ہوں۔ حضرت مسروق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھی اس عمل پر بہت تعجب کیا کرتے تھے۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جب نقض وتر کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: نقض وتر کرنے والا وتروں سے کھیلتا ہے، نیز آپ نے فرمایا: اس طرح تو رات میں تین دفعہ وتر پڑھے جاتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو لوگ نقض وتر کرتے ہیں وہ گویا اپنی نماز کے ساتھ کھیلتے ہیں۔[4] اس سلسلے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ اگر کسی نے رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لیے ہیں تو اگر رات کے پچھلے حصے میں نفل پڑھنے کے لیے وقت میسر آئے تو اسے مزید نفل پڑھنے کی اجازت ہے۔ وہ نہ تو نقض وتر کرے اور نہ دوبارہ وتر ہی ادا کرے۔ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث میں اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارا تفصیلی فتوی ضرور ملاحظہ کیا جائے جو ہم نے ہفت روزہ اہل حدیث میں لکھا تھا، جسے کتابی شکل میں الگ شائع کیا گیا ہے۔[5]

٤١٧٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ - وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَه لَيْلًا - فَسَأَلَهُ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ، وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا عُمَرُ، نَزَرْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا

[4177] حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے، وہ اپنے باپ (اسلم) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر (سفر حدیبیہ) میں تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کوئی بات پوچھی لیکن رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انھوں نے پھر پوچھا تب بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انھوں نے تیسری بار پوچھا مگر پھر بھی آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ آخر

[1] جامع الترمذي، الوتر، باب: 13. ما جاء لاوتران في ليلة. [2] مسند أحمد: 135/2. [3] مختصر قيام الليل، ص: 220.
[4] مختصر قيام الليل، ص: 221. [5] فتاوىٰ أصحاب الحديث: 147/1.

يُجِيبُكَ ، قَالَ عُمَرُ : فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِينَ وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ، فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي، قَالَ: فَقُلْتُ: لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ وَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ، فَقَالَ: «لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ»، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾. [انظر: ٤٨٣٣، ٥٠١٢]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خود سے مخاطب ہو کر کہا: اے عمر! تجھے تیری ماں روئے، تو نے تین مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے اِصرار سے سوال کیا مگر آپ نے ایک دفعہ بھی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کو ایڑی لگائی اور مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ مبادا میری بابت قرآن میں کچھ حکم آ جائے۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا تھا کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو مجھے پکار رہا تھا۔ مجھے مزید خطرہ لاحق ہوا کہ شاید میرے بارے میں کچھ قرآن اترا ہو۔ آخر کار میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: ”آج رات مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے اس تمام کائنات سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے یہ سورت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾

فوائد و مسائل: ① یہ آیات صلح حدیبیہ سے واپسی کے وقت نازل ہوئیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام ضجنان یا جحفہ یا کراع الغمیم میں ان کا نزول ہوا۔ یہ تینوں مقامات قریب قریب واقع ہیں۔[1] ② چونکہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا، اس لیے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ دراصل صلح حدیبیہ کی شرائط سے مسلمانوں میں بہت بے چینی تھی، خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دخول اسلام کے بعد مجھے اتنے شبہات پیش نہیں آئے جتنے صلح حدیبیہ کی شرائط تسلیم کرنے سے پیش آئے۔ انھوں نے اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے ایسی گفتگو کی جس کا انھیں بعد میں احساس ہوا۔ انھوں نے اس کی تلافی کے لیے کئی قسم کے اعمال خیر کیے۔[2] بہرحال یہ سفر صلح حدیبیہ سے واپسی کا تھا، اسی صورت میں یہ حدیث مذکورہ عنوان سے مطابق ہوگی۔ ③ واضح رہے کہ آیت کریمہ میں فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ واللہ أعلم.

٤١٧٨، ٤١٧٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ حِينَ حَدَّثَ هٰذَا الْحَدِيثَ حَفِظْتُ بَعْضَهُ، وَثَبَّتَنِي مَعْمَرٌ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ

[4179,4178] حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے کچھ زائد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ نے

① فتح الباري: 742/8. ② صحيح البخاري، الشروط، حديث: 2731، 2732.

مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ - يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ - قَالَا: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعِ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَّبَعَثَ عَيْنًا لَّهُ مِنْ خُزَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى كَانَ بِغَدِيرِ الْأَشْطَاطِ أَتَاهُ عَيْنُهُ قَالَ: إِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوا لَكَ جُمُوعًا وَّقَدْ جَمَعُوا لَكَ الْأَحَابِيشَ وَهُمْ مُّقَاتِلُوكَ وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوكَ، فَقَالَ: «أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ، أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيلَ إِلٰى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَّصُدُّونَا عَنِ الْبَيْتِ؟ فَإِنْ يَّأْتُونَا كَانَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَّحْرُوبِينَ». قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ! خَرَجْتَ عَامِدًا لِّهٰذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيدُ قَتْلَ أَحَدٍ وَّلَا حَرْبَ أَحَدٍ، فَتَوَجَّهْ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ، قَالَ: «امْضُوا عَلَى اسْمِ اللهِ». [راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

قربانی کے جانوروں کو ہار پہنائے اور ان کا شعار کیا۔ وہاں سے آپ نے عمرے کا احرام باندھا، پھر قبیلۂ خزاعہ سے ایک جاسوس بھیجا اور خود نبی ﷺ سفر کرتے رہے۔ جب غدیر اشطاط پہنچے تو آپ کے جاسوس نے اطلاع دی کہ قریش نے آپ (کے مقابلے) کے لیے بہت بڑا لشکر تیار کیا ہوا ہے۔ انھوں نے مختلف قبائل کو اکٹھا کر رکھا ہے اور وہ آپ سے لڑنا چاہتے ہیں، نیز آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! مجھے مشورہ دو، کیا تم مناسب سمجھتے ہو کہ میں ان کے اہل و عیال پر حملہ کر دوں جو ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں؟ اگر وہ لوگ (اپنے اہل و عیال کو بچانے کی خاطر) ہمارے پاس (لڑائی کرنے) آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے ہمارے جاسوس کو بچا لیا ہے۔ اور اگر وہ نہ آئے تو ہم ان کے بال بچوں پر حملہ کر کے انھیں جنگ کی حالت میں چھوڑ دیں گے۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ تو بیت اللہ کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے ہیں، نہ تو ہم کسی کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہمارا کسی سے لڑنے کا پروگرام ہی ہے، اس لیے آپ سیدھے بیت اللہ تشریف لے جائیں، جو شخص اس سلسلے میں رکاوٹ بنے گا ہم اس سے جنگ کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے، اللہ کا نام لے کر اپنا سفر جاری رکھو۔''

فوائد و مسائل: ① احابیش سے مراد مختلف قبائل ہیں جنھوں نے قریش سے عہد و پیمان کر رکھا تھا، ان میں اکثر قبائل بنو قارہ کے تھے۔ یہ لوگ حدیبیہ کے سال قریش کے ہاں مکہ چلے گئے تھے تاکہ رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کے طواف سے روکا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا کہ سیدھا بیت اللہ جانا چاہیے یا احابیش کے بال بچوں پر حملہ کر دینا چاہیے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ منازل احابیش پر حملہ نہ کریں بلکہ سیدھا بیت اللہ کا رخ کریں، ممکن ہے کہ جاسوس کی خبر غلط ہو۔ اگر ہم ان منازل تک چلے گئے تو ہمیں لڑنا پڑے گا۔ آپ یوں خیال کریں کہ ہم نے کوئی جاسوس نہیں بھیجا ہے۔ بہرحال آپ

نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول کر کے سیدھے بیت اللہ جانے کا حکم دیا۔ ② غدیر اشطاط، حدیبیہ کی طرف ایک مقام کا نام ہے اور عسفان کی طرف واقع ہے۔ وہاں پانی جمع رہتا ہے۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لوٹ مار کا ارادہ ترک کر دیا۔

٤١٨٠، ٤١٨١ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يُخْبِرَانِ خَبَرًا مِّنْ خَبَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ، فَكَانَ فِيمَا أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ لَمَّا كَاتَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ، وَكَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ: لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَّإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ، وَأَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُّقَاضِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِلَّا عَلَى ذٰلِكَ، فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذٰلِكَ وَامَّعَضُوا فَتَكَلَّمُوا فِيهِ، فَلَمَّا أَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُّقَاضِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِلَّا عَلَى ذٰلِكَ كَاتَبَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَبَا جَنْدَلِ ابْنَ سُهَيْلٍ يَّوْمَئِذٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَأْتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَحَدٌ مِّنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا، وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهِيَ عَاتِقٌ، فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يَّرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا أَنْزَلَ. [راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

[4181,4180] امام ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی، انھوں نے حضرت مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ سے عمرۂ حدیبیہ کا قصہ بیان کرتے ہیں (امام زہری نے کہا:) عروہ نے مجھے ان دونوں سے جو خبر دی اس میں یہ بھی تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن سہیل بن عمرو سے ایک مقررہ مدت تک کے لیے صلح نامہ لکھنے کا ارادہ کیا تو سہیل بن عمرو کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپ کے پاس ہم سے جو شخص بھی آئے گا، اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو، آپ کو اسے ہمارے پاس واپس کرنا ہو گا۔ آپ ہمارے اور اس کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کریں گے۔ سہیل، اسی شرط پر رسول اللہ ﷺ سے صلح کرنے میں اڑا رہا لیکن مسلمان اس شرط پر صلح کرنے سے بہت کبیدہ خاطر تھے۔ وہ اسے بہت گراں خیال کرتے تھے اور اس بارے میں گفتگو کر رہے تھے جبکہ سہیل کو اسی شرط پر رسول اللہ ﷺ سے صلح کرنے پر اصرار تھا۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ نے یہ شرط بھی صلح نامہ میں لکھ دی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسی دن سہیل کے بیٹے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو اس کے باپ سہیل بن عمرو کے پاس لوٹا دیا، بلکہ اس کے بعد جو بھی مرد مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا آپ اسے معینہ مدت میں واپس کرتے رہے۔ اس دوران میں کچھ اہل ایمان خواتین (مکہ سے) ہجرت کر کے آئیں۔ عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ان مہاجر خواتین

میں سے تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہجرت کر کے آئی تھیں اور وہ نوجوان عورت تھیں۔ اس کے اہل خانہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مہاجر خواتین کے متعلق آیات نازل فرمائیں۔

فوائد و مسائل: ① مقام حدیبیہ میں جو دفعات صلح طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر محمد ﷺ کے پاس جائے گا وہ اسے واپس کر دیں گے لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ ابھی صلح نامے کی تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ سہیل کے بیٹے ابوجندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے وہاں آ پہنچے، انھوں نے خود کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا۔ اس پر سہیل نے کہا: یہ پہلا شخص ہے جس کی واپسی کا میں مطالبہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی تو ہم نے صلح نامے کی تحریر مکمل نہیں کی۔'' بہر حال سہیل کے اصرار پر حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''ابوجندل! صبر کرو اور اسے باعث ثواب خیال کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اور تمھارے ساتھ جو دوسرے کمزور مسلمان ہیں ان سب کے لیے کشادگی اور پناہ کی جگہ پیدا کرے گا۔ ہم نے چونکہ قریش سے صلح کر لی ہے، اس لیے ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔'' ② رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ ایماندار عورتیں ہجرت کر کے مدینے آئیں تو ان کے گھر والوں نے معاہدے کی رو سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ مطالبہ اس دلیل کی بنا پر مسترد کر دیا کہ واپسی کی دفعہ کا اطلاق مردوں پر ہوتا ہے عورتوں پر نہیں کیونکہ اس کے الفاظ یہ تھے: ''ہمارا جو آدمی آپ کے پاس جائے گا آپ اسے لازمی طور پر واپس کر دیں گے، خواہ وہ آپ ہی کے دین پر کیوں نہ ہو۔'' نیز قرآن کریم میں صراحت ہے کہ اگر تمھیں معلوم ہو جائے کہ وہ عورتیں فی الواقع ایمان دار ہیں تو انھیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، ایسی عورتیں کافروں کے لیے حلال نہیں اور نہ کافر ہی ان کے لیے حلال ہیں۔[1] اس سے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، لہٰذا ام کلثوم رضی اللہ عنہا سمیت دوسری مہاجر عورتیں واپس نہیں کی گئیں۔ ③ صلح حدیبیہ کی تفصیلات اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ جاننے کے لیے صحیح بخاری، حدیث: 2732 کا مطالعہ کریں۔

٤١٨٢ - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ﴾

[4182] ابن شہاب نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے خبر دی کہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ درج ذیل آیت کے مطابق مہاجر خواتین کا امتحان لیتے تھے: ''اے نبی! جب تمھارے پاس اہل ایمان خواتین بیعت کے لیے آئیں۔''

وَعَنْ عَمِّهِ قَالَ: بَلَغَنَا حِينَ أَمَرَ اللهُ رَسُولَهُ

اور ان کے چچا (محمد بن مسلم زہری) سے روایت ہے،

[1] الممتحنة 10:60.

ﷺ أَنْ يَرُدَّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ مَا أَنْفَقُوا عَلَى مَنْ هَاجَرَ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيرٍ. فَذَكَرَهُ بِطُولِهِ. [راجع: ٢٧١٣]

انھوں نے کہا: ہمیں وہ حدیث بھی معلوم ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا تھا کہ جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے چلی آئی ہیں ان کے مشرک شوہروں کو وہ سب کچھ واپس کر دیا جائے جو انھوں نے اپنی بیویوں پر خرچ کیا ہے۔ اور ہمیں ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے واقعے کی خبر بھی پہنچی ہے، پھر انھوں نے تفصیل سے اس کا ذکر کیا۔

٤١٨٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ، فَقَالَ: إِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ. [راجع: ١٦٣٩]

[4183] حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتنے کے زمانے میں عمرے کے ارادے سے نکلے، پھر انھوں نے کہا: اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم اسی طرح کریں گے جس طرح ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کیا تھا۔ پھر انھوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی صلح حدیبیہ کے موقع پر صرف عمرے کا احرام باندھا تھا۔

٤١٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ أَهَلَّ وَقَالَ: إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ، وَتَلَا: ﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١]. [راجع: ١٦٣٩]

[4184] حضرت نافع ہی سے روایت ہے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عمرے کا احرام باندھا اور کہا: اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی حائل ہوا (رکاوٹ بنا) تو میں اسی طرح کروں گا جس طرح نبی ﷺ نے کیا تھا، جس وقت کفار قریش، آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوئے تھے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے۔''

فائدہ: عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں عراق اور حجاز پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا قبضہ تھا۔ عبدالملک نے اس علاقے کو واگذار کرانے کے لیے حجاج بن یوسف کو بھیجا۔ اس نے مکہ مکرمہ کے اردگرد ڈیرے ڈال دیے۔ ان حالات میں حج و عمرہ ممکن نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان دنوں عمرہ کرنے کا پروگرام بنایا تو انھیں روکا گیا کہ فتنے کے دنوں میں ایسا کرنا درست نہیں ہے، آپ مکہ مکرمہ نہ جائیں تو آپ نے فرمایا: اگر ہم بیت اللہ تک پہنچ گئے تو عمرے کے افعال ادا کریں گے، بصورت دیگر جہاں ہمیں روک دیا گیا وہیں اپنا احرام کھول دیں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ پر عمرے کا احرام کھول دیا تھا۔

ان احادیث میں اسی فتنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ واللہ أعلم.

٤١٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ: أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ: أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللهِ قَالَ لَهُ: لَوْ أَقَمْتَ الْعَامَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لَّا تَصِلَ إِلَى الْبَيْتِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ أَصْحَابُهُ، وَقَالَ: أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَوْجَبْتُ عُمْرَةً، فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ، وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: مَا أُرَى شَأْنَهُمَا إِلَّا وَاحِدًا، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَّعَ عُمْرَتِي، فَطَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا وَّسَعْيًا وَّاحِدًا حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا. [راجع: ١٦٣٩]

[4185] حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک بیٹے نے ابن عمر سے عرض کی: اگر آپ اس سال عمرے کے لیے نہ جائیں تو بہتر ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے ہمراہ نکلے تو کفار قریش نے ہمیں بیت اللہ جانے سے روک دیا تھا۔ نبی ﷺ نے قربانی کے جانور وہیں ذبح کر دیے اور اپنے سر کے بال بھی منڈوا دیے۔ آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سروں کے بال کٹوائے۔ انھوں نے (مزید) فرمایا: میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے، اس لیے اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہوئی تو میں بیت اللہ کا طواف کروں گا اور اگر مجھے روک دیا گیا تو میں وہی کچھ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ پھر تھوڑی دور گئے تو فرمایا کہ میں (حج اور عمرے) دونوں کا ایک ہی حال خیال کرتا ہوں، اس لیے میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے حج اور عمرہ دونوں واجب کر لیے ہیں۔ پھر انھوں نے (مکہ پہنچ کر) ایک طواف اور ایک سعی کی یہاں تک کہ دونوں سے احرام کھولا۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں وضاحت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جب حج و عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت حجاج بن یوسف، مکہ مکرمہ کے آس پاس پڑاؤ کر چکا تھا تاکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اسے واگذار کرایا جائے۔[1] ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس بیٹے نے آپ کو کہا تھا اس کا نام بھی عبداللہ ہے۔ پھر آپ نے مقام قدید سے قربانی خریدی اور عازم مکہ ہوئے۔[2] ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قارن کے لیے ایک طواف اور ایک سعی ہی کافی ہے۔ اسے عمرہ اور حج کے لیے الگ الگ طواف اور سعی کی ضرورت نہیں، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٤١٨٦ - حَدَّثَنِي شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ: سَمِعَ

[4186] حضرت نافع سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

① صحيح البخاري، الحج، حديث: 1640. ② صحيح البخاري، الحج، حديث: 1693.

النَّضْرَ بْنَ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ، وَلٰكِنْ عُمَرُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْسَلَ عَبْدَ اللهِ إِلَى فَرَسٍ لَهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَأْتِي بِهِ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِي بِذٰلِكَ فَبَايَعَهُ عَبْدُ اللهِ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهِ إِلَى عُمَرَ وَعُمَرُ يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، قَالَ: فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهُ حَتّٰى بَايَعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَهِيَ الَّتِي يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ. [راجع: ٣٩١٦]

لوگ باتیں کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ حدیبیہ کے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے پاس اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تاکہ اسے جہاد میں استعمال کریں۔ اس دوران میں رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کی بیعت کی، پھر گھوڑا لینے کے لیے گئے اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے زرہ پہن رہے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ کو ساتھ لے کر گئے حتی کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ یہ ہے اصل واقعہ جس کے متعلق لوگ باتیں کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔

٤١٨٧ - وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ابْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّاسَ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَفَرَّقُوا فِي ظِلَالِ الشَّجَرِ، فَإِذَا النَّاسُ مُحْدِقُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ! انْظُرْ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ أَحْدَقُوا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُونَ فَبَايَعَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عُمَرَ فَخَرَجَ فَبَايَعَ. [راجع: ٣٩١٦]

[4187] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ حدیبیہ کے دن نبی ﷺ کے ہمراہ تھے جو درختوں کے سائے میں پھیل گئے۔ پھر اچانک لوگ نبی ﷺ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبداللہ! دیکھو لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہیں چنانچہ انھوں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی بیعت کر رہے ہیں، پھر انھوں نے بھی بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ کر بتایا تو وہ گئے اور انھوں نے بھی آپ ﷺ کی بیعت کی۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے دن جو حالات دیکھے تھے ان کے پیش نظر انھیں یقین تھا کہ لڑائی ہو کر رہے گی، اس لیے انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو انصاری سے گھوڑا لانے کے متعلق کہا اور خود بھی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے جب اپنے بیٹے کو گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تو دیکھا کہ لوگ جمع ہیں، اس لیے فرمایا کہ لوگوں کو بھی دیکھنا کیوں جمع ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پہلے لوگوں کا حال معلوم کیا اور بیعت کر لی، پھر گھوڑا لا کر حاضر کیا اور اپنے باپ کو لوگوں کے اجتماع کا حال بتایا، پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ بظاہر یہ بیعت، بیعت اسلام معلوم ہوتی تھی، اس لیے جس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا علم نہیں تھا جب اس نے بیعت کا لفظ سنا تو سمجھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے پہلے بیعتِ اسلام کر کے آئے ہیں، حالانکہ یہ بیعتِ رضوان تھی۔ بیعت اسلام کے وقت بھی اس طرح کا واقعہ پیش آیا تھا جس کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ اس حدیث کے مطابق جب کہا جاتا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ سے پہلے ہجرت کی ہے تو آپ ناراض ہو جاتے اور اس کی وضاحت کرتے کہ لوگوں کا گمان غلط ہے۔[1]

٤١٨٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَعْلَى: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ اعْتَمَرَ فَطَافَ فَطُفْنَا مَعَهُ، وَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ. [راجع: ١٦٠٠]

[4188] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے جب عمرہ قضاء کیا تو ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے طواف کیا تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا۔ آپ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تو ہم مکہ والوں سے آپ کی حفاظت کر رہے تھے، مبادا کوئی آپ کو تکلیف پہنچائے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے اور انھوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی تھی، پھر اگلے سال عمرۂ قضاء کے موقع پر وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور اہل مکہ سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے والوں میں سے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کوئی دشمن رسول اللہ ﷺ کو نقصان یا تکلیف پہنچائے۔ ② اسے عمرۃ القضاء اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ عمرہ اس فیصلے کے مطابق ہوا تھا جو رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان ہوا تھا۔ اسے گزشتہ سال کی قضاء کے طور پر عمرۂ قضاء نہیں کہا جاتا جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ واللہ أعلم.

٤١٨٩ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَصِينٍ قَالَ: قَالَ أَبُو وَائِلٍ: لَمَّا

[4189] حضرت ابو وائل سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ جنگ صفین سے واپس آئے تو اس کے حالات معلوم کرنے کے لیے ہم ان کی

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3916.

قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ مِّنْ صِفِّينَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَخْبِرُهُ فَقَالَ: اتَّهِمُوا الرَّأْيَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَّلَوْ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَرُدَّ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَمْرَهُ لَرَدَدْتُّ وَاللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُّفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلٰى أَمْرٍ نَّعْرِفُهُ قَبْلَ هٰذَا الْأَمْرِ، مَا نَسُدُّ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا انْفَجَرَ عَلَيْنَا خُصْمٌ مَّا نَدْرِي كَيْفَ نَأْتِي لَهُ. [راجع: ٣١٨١]

خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے فرمایا کہ تم لوگ اس جنگ کے بارے میں اپنی رائے کو متہم کرو۔ میں حدیبیہ کے دن ابوجندل ؓ کی واپسی کے وقت موجود تھا، اگر میرے لیے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ماننے سے انکار ممکن ہوتا تو میں اس دن ضرور حکم عدولی کرتا لیکن (مصالح کو) اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے تھے۔ ہمارا حال یہ تھا کہ جب ہم کسی مشکل کام کے لیے اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر رکھتے تو صورت حال آسان ہو جاتی اور ہم مشکل حل کر لیتے لیکن اس جنگ کا کچھ عجیب حال تھا، اس میں ہم ایک کنارے کو بند کرتے تو دوسرا کنارہ کھل جاتا تھا، ہم نہیں جانتے کہ ہمیں کیا تدبیر کرنی چاہیے۔

فوائد و مسائل: ① صفین، عراق اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جہاں حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی ؓ کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ ② حضرت سہل بن حنیف ؓ نے اس جنگ میں حصہ نہ لیا تو لوگوں نے اس اقدام کو کوتاہی پر محمول کیا۔ اس وقت انھوں نے فرمایا: تم اپنی رائے پر فخر نہ کرو۔ تم لوگ اپنی عقل کی بنیاد پر اپنے مسلمان بھائیوں سے جنگ کرتے ہو۔ ہماری حالت بھی صلح حدیبیہ کے وقت ایسی تھی جیسے تمھاری اس وقت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس وقت جنگ کرنے سے باز رکھا اور اسی میں خیر و برکت تھی۔ تم نے جنگ میں حصہ لے کر غلطی کی ہے۔ مسند احمد میں اس کے متعلق کچھ تفصیل ہے کہ جب جنگ صفین میں اہل شام قتل ہونے لگے تو انھوں نے ایک ریت کے ٹیلے کے پیچھے پناہ پکڑی۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ کی تجویز پر کتاب اللہ کو حکم بنانے کا اعلان کیا گیا تو خوارج نے کہا کہ ہم ریت کے ٹیلے کے پیچھے جا کر ان کا صفایا کر دیتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت سہل بن حنیف ؓ نے فرمایا: لوگو! ذرا اپنی رائے پر نظر ثانی کرو۔ مصلحت یہ ہے کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے بجائے صلح کر لی جائے۔[1] ③ امام بخاری ؒ اس حدیث سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں حضرت سہل بن حنیف ؓ شریک تھے اور انھوں نے بیعت رضوان کی تھی۔ واللہ أعلم.

٤١٩٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَتٰى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ

[4190] حضرت کعب بن عجرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حدیبیہ کے روز نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیرے سر کی جوئیں تجھے تکلیف دے

[1] مسند أحمد: 486/3.

وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِي فَقَالَ: «أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ، أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً».

رہی ہیں؟" میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: "اپنا سر منڈوا دو اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک جانور ذبح کرو۔"

قَالَ أَيُّوبُ: لَا أَدْرِي بِأَيِّ هٰذَا بَدَأَ. [راجع: ١٨١٤]

(راویٔ حدیث) ایوب کہتے ہیں کہ اب مجھے یاد نہیں رہا کہ میرے استاد نے پہلے کیا ذکر کیا تھا۔

٤١٩١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ أَبُو عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُونَ، قَالَ: وَكَانَتْ لِي وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰى وَجْهِي فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «يُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ [البقرة: ١٩٦]. [راجع: ١٨١٤]

[4191] حضرت کعب بن عجرہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مقام حدیبیہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہم نے احرام باندھ رکھا تھا اور مشرکین مکہ نے ہمیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ میرے سر پر لمبے لمبے بال تھے۔ ان میں پڑی ہوئی جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ نبی ﷺ میرے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: "کیا تمھیں تمھارے سر کی جوئیں اذیت پہنچا رہی ہیں؟" میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ انھوں نے کہا: اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "جو شخص مریض ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو (سر منڈوا سکتا ہے بشرطیکہ) روزوں سے یا صدقہ سے یا قربانی سے اس کا فدیہ ادا کرے۔"

فوائد و مسائل: ① ان دونوں احادیث میں حضرت کعب بن عجرہ ؓ کا واقعہ بیان ہوا ہے اور کعب بن عجرہ ؓ صلح حدیبیہ میں شامل تھے۔ اس عنوان کے تحت جتنی احادیث بیان کی گئی ہیں ان کا کسی نہ کسی طرح صلح حدیبیہ سے تعلق ہے۔ ② اس آیت کریمہ میں جس کو روک دیا جائے اس کے دم دینے کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور اگر تم روک دیے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو (وہی کرو) اور اپنے سر اس وقت تک نہ مونڈو جب تک قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔"[1] ③ کعب بن عجرہ ؓ کو ایک تکلیف تھی اس بنا پر حدیث میں ایک استثنائی صورت کو بیان کیا گیا ہے۔ واللہ أعلم.

(٣٧) بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ

باب: 37- قبیلۂ عکل و عرینہ کا واقعہ

٤١٩٢ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ:

[4192] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے

[1] البقرة 2:196.

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ : أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ نَاسًا مِّنْ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ فَقَالُوا : يَا نَبِيَّ اللهِ! إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ وَّلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ وَّاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَّرَاعٍ، وَّأَمَرَهُمْ أَنْ يَّخْرُجُوا فِيهِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَانْطَلَقُوا حَتّٰى إِذَا كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ فَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ، وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَتُرِكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوا عَلٰى حَالِهِمْ. [راجع: ٢٣٣]

کہا کہ قبیلۂ عکل اور عرینہ کے چند لوگ مدینہ طیبہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمۂ توحید پڑھ کر اظہار اسلام کیا اور عرض کرنے لگے: اللہ کے نبی! ہم لوگ مویشی رکھتے ہیں، زرعی زمینوں والے نہیں ہیں۔ انھیں مدینہ طیبہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو رسول اللہ ﷺ نے کچھ اونٹ اور ایک چرواہا ان کے ساتھ کر دیا اور حکم دیا کہ شہر سے باہر کھلی فضا میں نکل جائیں اور ان اونٹوں کا دودھ اور پیشاب نوش کریں۔ وہ روانہ ہوئے لیکن حرہ کے کنارے پہنچتے ہی وہ اسلام سے برگشتہ ہو گئے اور نبی ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ نبی ﷺ کو جب ان کی خبر ملی تو آپ نے چند صحابہ کو ان کے تعاقب میں بھیجا (جب وہ انھیں پکڑ کر لائے تو) آپ نے انھیں سزا دینے کا حکم دیا، چنانچہ ان کی آنکھوں میں گرم آہنی سلائیاں پھیری گئیں۔ ان کے ہاتھ کاٹ دیے گئے اور انھیں گرم پتھریلی زمین میں ڈال دیا گیا۔ آخر وہ اسی حالت میں مر گئے۔

قَالَ قَتَادَةُ: وَبَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ. وَقَالَ شُعْبَةُ وَأَبَانُ وَحَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ: مِنْ عُرَيْنَةَ، قَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَّأَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ: قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ عُكْلٍ.

قتادہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی ﷺ اس کے بعد صحابۂ کرام ﷺ کو صدقہ کرنے کی ترغیب دلایا کرتے اور مثلہ کرنے سے منع کرتے تھے۔ شعبہ، ابان اور حماد نے قتادہ سے بیان کیا کہ یہ لوگ قبیلۂ عرینہ کے تھے۔ یحییٰ بن ابو کثیر اور ایوب نے ابو قلابہ کے ذریعے سے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ قبیلۂ عکل کے چند لوگ آئے۔

فوائد و مسائل: ① عکل اور عرینہ کے لوگوں نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ تکلیف کے ساتھ اظہار اسلام کیا تھا جیسا کہ روایت کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کی تعداد آٹھ تھی۔[1] جب وہ اونٹ لے کر بھاگنے لگے تو چرواہے نے

[1] صحيح البخاري، الديات، حديث : 6899.

مزاحمت کی، اس پر انھوں نے اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے اور یہی وجہ ہے کہ ان ڈاکوؤں کے ساتھ بطور قصاص وہی کچھ کیا گیا جو انھوں نے چرواہے کے ساتھ کیا تھا۔ جب وہ مدینہ طیبہ میں آئے تو مرضِ استقاء میں مبتلا ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا نسخہ تجویز کیا۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو انھوں نے مذکورہ گھناؤنی واردات کا ارتکاب کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تقریباً بیس انصاری نوجوانوں کو ان کے تعاقب میں بھیجا اور ان کے ساتھ ایک کھوجی بھی روانہ کیا۔[1] حافظ ابن قیم ؒ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں بددعا فرمائی: ''اے اللہ! عرینیوں پر راستہ اندھا کر دے اور اسے کنگن سے بھی زیادہ تنگ بنا دے۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی چنانچہ ان پر راستہ تنگ ہو گیا۔[2]

٤١٩٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ أَبُو عُمَرَ الْحَوْضِيُّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَالْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ قَالَا: حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ وَكَانَ مَعَهُ بِالشَّامِ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمَ قَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي هٰذِهِ الْقَسَامَةِ؟ فَقَالُوا: حَقٌّ قَضَى بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ.

[4193] حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ سے روایت ہے، انھوں نے ایک دن لوگوں سے مشورہ لیا اور فرمایا: تم اس قسامہ کے متعلق کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: یہ حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے مطابق فیصلہ فرمایا اور آپ سے پہلے خلفائے راشدین نے بھی اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

قَالَ: وَأَبُو قِلَابَةَ خَلْفَ سَرِيرِهِ. فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ: فَأَيْنَ حَدِيثُ أَنَسٍ فِي الْعُرَنِيِّينَ؟ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: إِيَّايَ حَدَّثَهُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ.

ابو رجاء بیان کرتے ہیں: اس وقت ابوقلابہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تخت کے پیچھے (کھڑے) تھے۔ اتنے میں عنبسہ بن سعید نے کہا: پھر قبیلۂ عرینہ کے لوگوں کے متعلق حضرت انس ؓ سے مروی حدیث کہاں گئی؟ اس پر ابوقلابہ نے کہا کہ حضرت انس ؓ نے خود مجھ سے بیان کی تھی۔

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ: مِنْ عُرَيْنَةَ، وَقَالَ أَبُو قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ: مِنْ عُكْلٍ، وَذَكَرَ الْقِصَّةَ. [راجع: ٢٣٣]

عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس ؓ کے حوالے سے صرف عرینہ کا نام لیا ہے اور ابوقلابہ نے اپنی روایت میں حضرت انس ؓ کے حوالے سے صرف قبیلۂ عکل کا ذکر کیا ہے، پھر مذکورہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا۔

فوائد و مسائل: ① جب کسی محلے یا گاؤں میں لاش ملے اور ان لوگوں پر قتل کا شبہ ہو لیکن گواہ نہ ملیں تو ان میں سے پچاس

[1] صحیح مسلم، القسامة والمحاربین، حدیث: 4353 (1671). [2] زادالمعاد: 3/286.

آدمیوں کا انتخاب کر کے ان سے قسمیں لی جاتی ہیں کہ ہمیں اس قتل کا علم نہیں ہے۔ قسمیں لینے کی اس کارروائی کو قسامہ کہا جاتا ہے۔ ② عنبسہ بن سعید کو اس قسامہ سے اتفاق نہیں تھا، انھوں نے اس کے مقابلے میں عرنیین کا واقعہ پیش کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قسامہ کا حکم نہیں دیا بلکہ ان سے قصاص لیا ہے لیکن ان کا یہ اعتراض صحیح نہیں تھا کیونکہ عرینہ والوں پر تو خون ثابت ہو چکا تھا جبکہ قسامہ وہاں ہوتا ہے جہاں قتل کے متعلق ثبوت اور گواہ نہ ہوں، صرف شبہ ہو۔ مذکورہ واقعہ میں قبیلۂ عرینہ اور عکل کے لوگوں نے اتفاق کر کے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کیا اور اسے مختلف عذاب دیے، پھر دودھ والے جانوروں کو بھگا کر لے گئے، اس لیے انھیں بطور قصاص قتل کیا گیا۔ ③ چونکہ اس حدیث میں عرنیین کا حوالہ تھا، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں بیان کیا ہے، لیکن آئندہ کتاب الدیات میں اس حدیث کو تفصیل سے حدیث نمبر: 6899 کے تحت بیان کریں گے۔ ہم وہاں قسامہ کے متعلق تفصیل سے لکھیں گے۔ بإذن الله تعالى.

(٣٨) بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ قَرَدٍ وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِي أَغَارُوا فِيهَا عَلَى لِقَاحِ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلَاثٍ

باب: 38- غزوۂ ذی قرد کا بیان اور یہ وہی غزوہ ہے جس میں مشرکین نے نبی ﷺ کی شیر دار اونٹنیوں پر ڈاکا ڈالا تھا۔ یہ غزوۂ خیبر سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے

وضاحت: قَرَد، یہ مدینہ طیبہ اور خیبر کے درمیان مدینے سے 35 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چشمے کا نام ہے جو قبیلۂ غطفان کے قریب واقع ہے۔ قبیلۂ غطفان کے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی بیس دودھ والی اونٹنیوں پر ڈاکا ڈالا اور انھیں ہانک کر لے گئے۔ یہ غزوۂ خیبر سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے، چنانچہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ہمیں اس غزوے سے واپس آئے ابھی تین دن گزرے تھے کہ ہم نے خیبر پر چڑھائی کر دی۔[1]

٤١٩٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ: خَرَجْتُ قَبْلَ أَنْ يُؤَذَّنَ بِالْأُولَى وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَرْعَى بِذِي قَرَدٍ، قَالَ: فَلَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ: أُخِذَتْ لِقَاحُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قُلْتُ: مَنْ أَخَذَهَا؟ قَالَ: غَطَفَانُ، قَالَ: فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ: يَا صَبَاحَاهُ، قَالَ: فَأَسْمَعْتُ

[4194] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں صبح کی اذان سے پہلے گھر سے نکلا جبکہ رسول اللہ ﷺ کی دودھ والی اونٹنیاں مقام ذی قرد میں چر رہی تھیں۔ اس دوران میں مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ملا تو اس نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ کی دودھ دینے والی اونٹنیاں پکڑ لی گئی ہیں۔ میں نے پوچھا: انھیں کس نے پکڑا ہے؟ اس نے کہا: قبیلۂ غطفان کے لوگ لے گئے ہیں۔ میں نے دستور کے مطابق یاصباحاہ کی تین

[1] صحیح مسلم، الجهاد، حدیث: 4678 (1807).

مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلٰى وَجْهِي حَتّٰى أَدْرَكْتُهُمْ وَقَدْ أَخَذُوا يَسْتَقُونَ مِنَ الْمَاءِ فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ بِنَبْلِي، وَكُنْتُ رَامِيًا وَأَقُولُ: أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ، وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ، وَأَرْتَجِزُ حَتّٰى اسْتَنْقَذْتُ اللِّقَاحَ مِنْهُمْ وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِينَ بُرْدَةً، قَالَ: وَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَالنَّاسُ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشٌ، فَابْعَثْ إِلَيْهِمُ السَّاعَةَ فَقَالَ: «يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ»، قَالَ: ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلٰى نَاقَتِهِ حَتّٰى دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ. [راجع: ٣٠٤١]

چیخیں لگائیں اور مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں کے درمیان اپنی آواز پہنچائی، پھر سامنے کی طرف تیز دوڑا یہاں تک کہ میں نے ان کو ایک چشمے پر پانی پیتے ہوئے پا لیا۔ میں چونکہ تیرانداز تھا، اس لیے انھیں تیر مارنا شروع کر دیے، ساتھ ہی یہ شعر پڑھتا تھا:

میں ہوں سلمہ بن اکوع جان لو
آج کمینے سب مریں گے مان لو

میں نے تمام اونٹنیاں واپس کر لیں اور ان سے تیس چادریں بھی چھین لیں۔ پھر نبی ﷺ اور دوسرے لوگ بھی پہنچ گئے۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! وہ لوگ پیاسے تھے۔ میں نے پانی پینے سے انھیں روک دیا ہے۔ آپ ان کی طرف ابھی چند لوگوں کو بھیج دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اکوع کے بیٹے! آپ اپنی اشیاء کے مالک بن گئے ہیں۔ اب ان پر نرمی کریں اور انھیں معاف کر دیں۔'' تاہم ہم واپس آ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے سوار کر لیا حتی کہ ہم مدینہ طیبہ آ گئے۔

فوائد و مسائل: ① امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ واقعہ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بہترین تیرانداز تھے جو تیر مارتے تھے وہ ڈاکوؤں کو جا لگتا، وہ خفت مٹانے کے لیے دوڑ رہے تھے اور اپنی چادریں بھی چھوڑتے جاتے تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ان چادروں پر پتھر رکھ دیتے، اس طرح انھوں نے تیس چادریں جمع کر لیں اور اونٹنیاں بھی چھڑا لیں۔[1] ② حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ ان ڈاکوؤں کا پیچھا کر کے انھیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے اپنا مال واپس لے لیا، اب درگزر سے کام لیا جائے۔'' ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن اکوع! تو ان پر غالب ہو چکا ہے، اب جانے دے۔ وہ اپنی قوم میں پہنچ گئے ہیں اور وہاں ان کی مہمان نوازی ہو رہی ہے۔''[2] ③ واضح رہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے طویل عمر پائی، اس وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کے پاس جو ثلاثیات ہیں وہ اکثر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے درمیان صرف تین آدمیوں کا واسطہ ہے۔ ان کی ثلاثیات کی تعداد سترہ (17) ہے۔

[1] صحیح مسلم، الجهاد، حدیث: 4678 (1807). [2] صحیح مسلم، الجهاد، حدیث: 4678 (1807).

(٣٩) بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ

باب:39-غزوۂ خیبر کا بیان

وضاحت: خیبر ایک بہت بڑا شہر ہے جو عمالقہ قوم کے خیبر نامی شخص کی یہاں اقامت کی وجہ سے مشہور ہوا۔ اس میں بہت سے قلعے ہیں۔ یہ زرعی علاقہ اور زرخیز خطہ ہے۔ مدینہ طیبہ سے شام کی طرف جاتے ہوئے 184 کلومیٹر پر واقع ہے۔ اس مقام پر یہودی آباد تھے۔ آئے دن وہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے۔ رسول اللہ ﷺ نے چند روز محاصرہ کرنے کے بعد اسے فتح کر لیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے غزوۂ خیبر سے متعلقہ احادیث اس عنوان کے تحت بیان کی ہیں۔

٤١٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ - وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ - صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ، فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٩]

[4195] حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ وہ خیبر کے سال نبی ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم مقام صہباء پر پہنچے جو خیبر کے قریب ہے تو آپ ﷺ نے وہاں نماز عصر ادا کی، پھر کھانا طلب فرمایا۔ آپ کو صرف ستو پیش کیے گئے۔ آپ کے حکم کے مطابق انھیں پانی میں گھول دیا گیا۔ پھر آپ نے وہ تیار شدہ ستو کھائے اور ہم نے بھی کھائے۔ اس کے بعد آپ نماز مغرب ادا کرنے کے لیے اٹھے۔ آپ نے صرف کلی کی اور ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر آپ نے نماز مغرب ادا کی اور نئے سرے سے وضو نہیں کیا۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ جب صلح حدیبیہ سے واپس ہوئے تو راستے میں سورۂ فتح نازل ہوئی، جس میں خیبر کے فتح ہونے کی بشارت تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ نے تم سے بہت سی غنیموں کا وعدہ کیا ہے جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے یہ (فتح خیبر) تمھیں جلد ہی دے دی۔''[1] ② رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد جلد ہی خیبر پر چڑھائی کی۔ آپ نے غزوۂ خیبر کے لیے صرف انھی صحابہ کو ساتھ رکھا جو بیعت رضوان میں شامل تھے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر جانے کے لیے جو راستہ منتخب کیا تھا وہ مقام صہباء سے ہو کر جاتا تھا۔ راستے میں نمازوں کی پابندی اور خورونوش کا بھی اہتمام تھا جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے۔ واللہ أعلم.

٤١٩٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَّزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ

[4196] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف نکلے تو

[1] الفتح 48:20.

سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلٰى خَيْبَرَ، فَسِرْنَا لَيْلًا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ: يَا عَامِرُ! أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ؟ - وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا - فَنَزَلَ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ:

ہم رات بھر چلتے رہے۔ ایک آدمی نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عامر! تم ہمیں اپنے شعر کیوں نہیں سناتے ہو؟ حضرت عامر رضی اللہ عنہ شاعر تھے، اپنی سواری سے اتر کر حدی خوانی کرتے ہوئے یہ شعر سنانے لگے:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا اتَّقَيْنَا
وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَتَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

گر نہ ہوتی تیری رحمت اے شاہ عالی صفات
تو نمازیں ہم نہ پڑھتے اور نہ دیتے ہم زکاۃ
تجھ پر صدقے جب تلک ہم زندہ رہیں
بخش دے ہم کو لڑائی میں عطا کر ثبات
اپنی رحمت ہم پہ نازل کر شہ والا صفات
جب وہ ناحق چیختے سنتے نہیں ہم ان کی بات
چیخ چلا کر انھوں نے ہم سے چاہی ہے نجات

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ هٰذَا السَّائِقُ؟» قَالُوا: عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ، قَالَ: «يَرْحَمُهُ اللّٰهُ»، قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! لَوْ أَمْتَعْتَنَا بِهِ، فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتّٰى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ، ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ. فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ، أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَا هٰذِهِ النِّيرَانُ؟ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ؟» قَالُوا: عَلٰى لَحْمٍ، قَالَ: «عَلٰى أَيِّ لَحْمٍ؟» قَالُوا: لَحْمُ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا»، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَوْ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ: «أَوْ ذَاكَ»، فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون حدی خواں ہے؟'' لوگوں نے کہا: حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ! آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! اب تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے لیے شہادت یا جنت لازم ہو گئی۔ کاش! آپ ہمیں ان سے مزید فائدہ اٹھانے دیتے۔ پھر ہم خیبر آئے اور اہل خیبر کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں ہمیں سخت بھوک لگی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔ جس دن خیبر فتح ہوا اس رات لوگوں نے جگہ جگہ آگ روشن کی تو نبی ﷺ نے پوچھا: ''یہ کیسی آگ ہے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: لوگ گوشت پکا رہے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کس جانور کا گوشت ہے؟'' انھوں نے کہا: پالتو گدھوں کا گوشت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

عَامِرٍ قَصِيرًا، فَتَنَاوَلَ بِهِ سَاقَ يَهُودِيٍّ لِيَضْرِبَهُ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ فَأَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ.

''اس گوشت کو پھینک دو اور ہنڈیوں کو توڑ دو۔'' ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم (ایسا نہ کریں کہ) گوشت کو پھینک کر ہنڈیوں کو دھولیں؟ آپ نے فرمایا: ''یوں ہی کر لو۔'' پھر جب قوم صف بندی کر چکی تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار جو چھوٹی تھی ایک یہودی کی پنڈلی پر ماری تو اس کی نوک پلٹ کر حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر لگی۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس زخم سے فوت ہو گئے۔

قَالَ: فَلَمَّا قَفَلُوا قَالَ سَلَمَةُ: رَآنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ يَدِي، قَالَ: «مَا لَكَ؟» قُلْتُ لَهُ: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كَذَبَ مَنْ قَالَهُ، إِنَّ لَهُ أَجْرَيْنِ - وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ - إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ، قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشَى بِهَا مِثْلَهُ».

راوی کا بیان ہے کہ جب سب لوگ واپس آئے تو سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے (مغموم) دیکھ کر میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! لوگ کہتے ہیں کہ عامر کی نیکیاں بے کار گئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹا ہے وہ شخص جو اس طرح کی باتیں کرتا ہے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو تو دوہرا اجر ملے گا...... پھر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ایک ساتھ ملایا...... عامر نے تکلیف اور مشقت بھی اٹھائی اور اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیا۔ شاید ہی کوئی ایسا عربی ہو جس نے ان جیسی مثال قائم کی ہو۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ قَالَ: «نَشَأَ بِهَا». [راجع: ٢٤٧٧]

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے حاتم نے بیان کیا: کوئی عرب مدینہ طیبہ میں عامر جیسا پیدا نہیں ہوا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عامر رضی اللہ عنہ حضرت سلمہ بن اکوع کے حقیقی چچا تھے۔ وہ رئیس خیبر مرحب کے مقابلے کے لیے نکلے تو ان کی تلوار خود ان کے ہاتھ سے ان کے گھٹنے پر لگی اور وہ اس زخم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور لوگوں نے ان کے متعلق خود کشی کا شبہ ظاہر کیا اور کہا کہ ان کے عمل تو ضائع ہو گئے۔[1] ان باتوں کا اثر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ پر ہوا۔ انھوں نے پریشانی کے عالم میں اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے لوگوں کی اصلاح کے لیے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اظہار ضروری خیال کیا۔ ② حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے جو اشعار پڑھے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہیں جو انھوں نے غزوۂ خندق کے موقع پر پڑھے تھے لیکن اس حدیث میں ان اشعار کی نسبت حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی طرف کی

[1] صحيح البخاري، الديات، حديث: 6891.

گئی ہے۔ یہ سرقہ نہیں بلکہ خیالات کی موافقت ہے۔ ممکن ہے کہ اشعار تو عبداللہ بن رواحہ کے ہوں لیکن حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے انھیں یاد کر لیا تھا، اس لیے ان کی طرف منسوب کر دیے گئے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ ان اشعار میں دونوں شعراء کا مضمون ملتا جلتا ہو کیونکہ دونوں کے اشعار میں کمی بیشی ہے۔ ایک کے اشعار کے کچھ ابیات ایسے ہیں جو دوسرے کے اشعار میں نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار سے مدد لی ہو۔[1] ③ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے جب اشعار پڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عامر! تیرا پروردگار تجھے بخش دے۔''[2] رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو مخاطب کر کے یوں فرماتے تو وہ جنگ میں ضرور شہید ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت اونٹ پر سوار تھے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دعائیہ کلمات سن کر عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے ہمیں ان سے مزید فائدہ کیوں نہیں اٹھانے دیا۔[3] ④ چونکہ اس حدیث میں غزوۂ خیبر کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٤١٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلًا وَّكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَّمْ يُغِرْ بِهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُودُ بِمَسَاحِيهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَّاللهِ، مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ». [راجع: ٣٧١]

[4197] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت خیبر پہنچے۔ اور آپ کی عادت تھی کہ جب کسی قوم کے پاس رات کے وقت پہنچتے تو صبح ہونے تک ان پر حملہ نہیں کرتے تھے، چنانچہ جب صبح ہوئی تو یہودی کلہاڑے اور ٹوکریاں لے کر باہر نکلے۔ جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہ تو محمد اور ان کا لشکر ہے۔ اللہ کی قسم! یہ تو محمد اور ان کا لشکر ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''خیبر تباہ ہو گیا، جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر پڑیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کے لیے صبح بہت بری ہوتی ہے۔''

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ خیبر کے نزدیک رجیع نامی وادی میں ٹھہرے۔ یہ وادی یہود اور قبیلہ غطفان کے درمیان واقع تھی۔ چونکہ یہ قبیلہ یہودیوں کا حلیف تھا، اس لیے خطرہ تھا کہ وہ ان کی مدد کے لیے میدان میں اتر آئیں گے، پیش بندی کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے یہ اقدام کیا، چنانچہ غطفان نے تیاری کی اور خیبر جانے کا ارادہ بھی کیا لیکن انھیں محسوس ہوا کہ مسلمانوں نے پیچھے سے ہمارے اہل خانہ پر حملہ کر دیا ہے، اس لیے وہ واپس آ گئے اور اپنے گھروں میں ٹھہر گئے، اس طرح اہل خیبر ذلیل اور خوار ہوئے، نیز یہودیوں کی عادت تھی کہ وہ ہر روز تیاری کر کے مسلح ہو کر باہر نکلتے تھے، جب دیکھتے کہ کوئی خطرہ وغیرہ نہیں ہے تو اپنے ہتھیار اتار دیتے۔ جس رات مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا، اس رات تمام یہودی سوئے رہے، ان کے کسی جانور نے حرکت نہ کی حتی کہ اس رات کسی مرغ نے بھی اذان نہ دی۔ جب صبح کے وقت یہودیوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو اپنے قلعے میں

---

1 فتح الباري: 580/7. 2 صحيح مسلم، الجهاد، حديث: 4678. (1807). 3 فتح الباري: 582/7.

محصور ہو گئے۔ ② جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی آلاتِ زراعت کھیتی باڑی کا سامان لے کر نکلے ہیں جو ذلت کی علامت ہے، ان کے پاس آلاتِ حرب (ہتھیار) نہ تھے جو غیرت کی نشانی ہوتے ہیں تو آپ نے اس سے نیک فال لی اور فرمایا: ”خیبر تباہ ہو گیا۔“ ممکن ہے کہ آپ کو بذریعۂ وحی اس کی تباہی و بربادی کا علم ہوا ہو تو آپ نے فرمایا کہ خیبر تباہ و برباد ہو گیا۔[1]

٤١٩٨ - أَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً فَخَرَجَ أَهْلُهَا بِالْمَسَاحِي فَلَمَّا بَصُرُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَاللهِ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اللهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ». فَأَصَبْنَا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ، فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ فَإِنَّهَا رِجْسٌ.

[4198] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے صبح کے وقت خیبر پر حملہ کیا۔ اس وقت یہودی اپنے کلہاڑے اور ٹوکریاں لیے باہر نکل رہے تھے۔ جب انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے: (حضرت) محمد (ﷺ) آ گئے ہیں اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) لشکر لے کر حملہ آور ہوئے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی ذات سب سے بلند و برتر ہے۔ خیبر تباہ و برباد ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر پڑیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔“ ہمیں وہاں گدھوں کا گوشت ملا تو نبی ﷺ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اللہ اور اس کے رسول، تمھیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ پلید اور نجس ہیں۔

فوائد و مسائل: ① پہلی حدیث میں تھا کہ اسلامی لشکر رات کے وقت خیبر پہنچا تھا جبکہ اس روایت میں ہے کہ مسلمان صبح کے وقت وہاں پہنچے تھے، ممکن ہے کہ رات کے وقت لشکر وہاں پہنچ گیا ہو لیکن رات کچھ فاصلے پر گزاری ہو، پھر جب صبح ہوئی تو اسلامی لشکر میدان میں اتر آیا۔ ② صرف محمد بن سیرین کی روایت میں گدھوں کے گوشت کا ذکر ہے، اس کی وضاحت ہم آئندہ کریں گے۔[2] ③ رسول اللہ نے جب یہودیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو اس سے آپ نے خیبر کی تباہی کو معلوم کیا۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل آیت کریمہ سے خیبر کی تباہی کو اخذ کیا ہو: ”جب عذاب ان کے صحن میں اترے گا تو ڈرائے جانے والوں کی صبح بہت بری ہو گی۔“[3] چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے مضمون کو اپنے الفاظ میں بیان فرمایا جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے۔

٤١٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ

[4199] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آنے والے نے آ کر کہا: گدھوں کا گوشت کھایا جا رہا ہے۔ اس پر آپ نے خاموشی اختیار

① فتح الباري: 7/585,584. ② فتح الباري: 7/585. ③ الصّٰفّٰت 37: 177.

ﷺ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ: أُكِلَتِ الْحُمُرُ، فَسَكَتَ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ: أُكِلَتِ الْحُمُرُ، فَسَكَتَ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: أُفْنِيَتِ الْحُمُرُ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي النَّاسِ: إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَأُكْفِئَتِ الْقُدُورُ وَإِنَّهَا لَتَفُورُ بِاللَّحْمِ. [راجع: ٣٧١]

کی۔ پھر وہ دوبارہ آیا اور کہا: گدھوں کا گوشت کھایا جا رہا ہے۔ آپ ﷺ اس مرتبہ بھی خاموش رہے۔ پھر وہ تیسری مرتبہ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ گدھے ختم ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک منادی کے ذریعے سے اعلان کرایا: اللہ اور اس کے رسول تمھیں پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں، چنانچہ اس (اعلان) کے بعد تمام ہانڈیاں الٹ دی گئیں، حالانکہ ان میں گوشت پک رہا تھا۔

فائدہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی خیبر کے دن گدھوں کے گوشت کی حرمت مروی ہے۔[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے نکاح متعہ اور گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا۔[2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔[3] عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا؟ انھوں نے کہا کہ ہمارے ہاں بصرے میں حکم بن عمرو غفاری بھی یہی کہتے ہیں لیکن علم کے سمندر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور وہ یہ آیت پڑھتے ہیں: ''کہہ دیجیے! جو وحی میری طرف آئی ہے، اس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جو کھانے والے پر حرام کی گئی ہو۔''[4] اس مسئلے کی مزید وضاحت کتاب الذبائح میں بیان ہوگی۔ بإذن الله تعالٰی.

٤٢٠٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الصُّبْحَ قَرِيبًا مِّنْ خَيْبَرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ قَالَ: «اللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ». فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ، فَقَتَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ، وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا.

[4200] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے نماز فجر خیبر کے قریب پہنچ کر اندھیرے میں ادا کی، پھر فرمایا: ''اللہ اکبر! خیبر برباد ہو چکا۔ یقیناً جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہو جاتی ہے۔'' اس کے بعد یہودی گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلے۔ آخر کار نبی ﷺ نے جنگجو نوجوانوں کو قتل کر دیا، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ ان قیدی عورتوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔ پھر وہ نبی ﷺ کے حصے میں

[1] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، حديث: 5521. [2] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، حديث: 5523. [3] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، حديث: 5524. [4] الأنعام 6:145، وصحيح البخاري، الذبائح والصيد، حديث: 5529.

آ گئیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی آزادی کو حق مہر ٹھہرا کر ان سے نکاح کر لیا۔

فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! أَنْتَ قُلْتَ لِأَنَسٍ: مَا أَصْدَقَهَا؟ فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصْدِيقًا لَهُ. [راجع: ٣٧١]

(راوی حدیث) حضرت عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت ثابت سے پوچھا: اے ابومحمد! کیا تم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ آپ ﷺ نے (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو) حق مہر کیا دیا تھا؟ حضرت ثابت نے اثبات میں اپنا سر ہلا دیا۔

٤٢٠١ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَبَى النَّبِيُّ ﷺ صَفِيَّةَ فَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا.

[4201] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنا لیا، پھر انھیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

فَقَالَ ثَابِتٌ لِأَنَسٍ: مَا أَصْدَقَهَا؟ قَالَ: أَصْدَقَهَا نَفْسَهَا فَأَعْتَقَهَا. [راجع: ٣٧١]

(راوی حدیث) ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ ﷺ نے انھیں کیا حق مہر دیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ خود ان کی ذات ہی حق مہر تھا، یعنی انھیں آزاد کر دیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① یہ غزوۂ خیبر کا واقعہ ہے کیونکہ اسی جنگ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شوہر کنانہ بن ابوالحقیق ایک بدعہدی کی بنا پر قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کے قتل کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو قیدی عورتوں میں شامل کر لیا گیا۔ پہلے وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے لیے منتخب فرمایا کیونکہ یہ شہزادی تھیں اور عام آدمی سے ان کی ہم آہنگی مشکل تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی اور ان کی آزادی ہی کو حق مہر قرار دیا۔ خیبر سے واپسی پر صہباء پہنچ کر حیض سے پاک ہوئیں تو حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے لیے تیار کیا۔ اگلے دن آپ نے کھجور، گھی اور ستو ملا کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ولیمہ کھلایا۔[1] ② رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہرے پر سبز نشان دیکھا تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے خیبر آنے سے پہلے میں نے ایک خواب میں دیکھا تھا کہ چاند اپنی جگہ سے ٹوٹ کر میری آغوش میں آ گرا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے اس وقت آپ کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں تھا، لیکن میں نے جب یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے میرے چہرے پر زوردار تھپڑ مارتے ہوئے کہا: تم شاہ حجاز کے ہاں جانا چاہتی ہو جو مدینہ طیبہ میں ہے۔[2]

① صحيح البخاري، حديث: 371، 5425. ② زادالمعاد: 327/3.

٤٢٠٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْبَرَ أَوْ قَالَ: لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَشْرَفَ النَّاسُ عَلَى وَادٍ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا. إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ»، وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَمِعَنِي وَأَنَا أَقُولُ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، فَقَالَ لِي: «يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ!»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِّنْ كَنْزٍ مِّنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟» قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ! فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، قَالَ: «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ». [راجع: ٢٩٩٢]

[4202] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ خیبر پر حملہ کرنے کے لیے نکلے یا کہا: جب رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگوں نے ایک وادی پر چڑھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہنے لگے: ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاالہ الا اللہ۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے آپ پر کچھ نرمی کرو۔ تم کسی بہرے یا غیر حاضر کو نہیں پکار رہے بلکہ تم ایک خوب سننے والے اور انتہائی قریب اللہ کو پکار رہے ہو۔ وہ ہر لحہ تمھارے ساتھ ہے۔'' حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے تھا۔ آپ نے مجھے یہ کہتے ہوئے سنا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ تو مجھے فرمایا: ''اے عبداللہ بن قیس!'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا میں تجھے ایک کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟'' میں نے کہا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں آپ ضرور بتائیں، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ نے فرمایا: ''وہ لاحول ولا قوة إلا بالله ہے۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ اس کلمے کو بطور وظیفہ پڑھ رہے تھے، یا لوگوں کے چلّانے اور شور مچانے کی وجہ سے اسے پڑھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کلمے کو جنت کا خزانہ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں اپنی قوت و استطاعت کی مطلق طور پر نفی ہے اور اللہ کی طرف اس کی نسبت بطور حصر ہے کہ زمین وآسمان کی بادشاہت میں اللہ کی قوت کے علاوہ اور کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ بندے کی طرف سے اس قسم کا اعتراف وہ مقام عبودیت ہے جو بندے کے لیے خصوصی مقام اور اعلیٰ عبادت ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کیے جاتے ہیں اور بندہ انتہائی عاجزی کے ساتھ اقرار کرتا ہے کہ وہ اپنے کسی کام کا مالک نہیں۔ اس کلمے کو بطور مجاز جنت کا خزانہ قرار دیا گیا ہے کہ اسے پڑھنے سے جنت کے خزانے حاصل ہوں گے یا حقیقی معنی ہیں کہ یہ کلمہ قیامت کے دن جنت کا خزانہ بن جائے گا کیونکہ جو چیز دنیا میں مرغوب فیہا ہے وہ آخرت کے اعتبار سے خزانہ ہے، اس لیے ممکن ہے کہ یہ کلمہ ہی خزانہ ہو۔ ② اس حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ واقعہ خیبر جاتے ہوئے پیش آیا، حالانکہ یہ واقعہ خیبر سے واپسی کا ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ فتح خیبر کے بعد حضرت جعفر طیار ؓ کے ہمراہ حبشے سے واپس آئے تھے جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت ہے، گویا مذکورہ حدیث میں کچھ عبارت حذف ہے کہ رسول اللہ ﷺ

خیبر کی طرف متوجہ ہوئے، اس کا محاصرہ کیا، پھر اسے فتح کرنے کے بعد واپس لوٹے تو لوگ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھے اور انھوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا...... [1]

٤٢٠٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا، فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقَالَ: مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ»، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: أَنَا صَاحِبُهُ، قَالَ: فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ، قَالَ: فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ سَيْفَهُ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ، قَالَ: «وَمَا ذَاكَ؟» قَالَ: الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: أَنَا لَكُمْ بِهِ، فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ،

[4203] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے مقام پر رسول اللہ ﷺ اور مشرکین آمنے سامنے ہوئے تو خوب لڑائی ہوئی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کی طرف واپس آ گئے اور مشرکین اپنے لشکر کی طرف لوٹ گئے، اس دوران میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں ایک ایسا شخص تھا جو جماعت سے الگ ہو جانے والے یا تنہا رہ جانے والے مشرک کو نہیں چھوڑتا تھا۔ وہ اس کا پیچھا کرتا اور اپنی تلوار سے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اس کے متعلق چرچا ہونے لگا کہ جتنا کام اس نے کیا ہے ہم میں سے کسی نے بھی اتنا کام نہیں کیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا: ''تم آگاہ رہو کہ یہ شخص دوزخی ہے۔'' قوم میں سے ایک آدمی نے کہا: میں اس شخص کے ساتھ رہتا ہوں، چنانچہ وہ اس کے ساتھ رہا۔ جہاں وہ ٹھہرتا یہ بھی ٹھہر جاتا اور جب وہ تیز چلتا تو یہ بھی اس کے ساتھ تیز چلنے لگتا۔ جب وہ شخص زخموں سے نڈھال ہو گیا تو اس نے جلدی مرنا چاہا، اس لیے اس نے اپنی تلوار زمین پر رکھی اور اس کی تیز نوک اپنے سینے پر رکھی، پھر اپنی تلوار پر زور دیا، اس طرح اس نے خودکشی کر لی۔ دوسرا شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' اس نے کہا: جس آدمی کے متعلق آپ نے ابھی ابھی ذکر کیا تھا کہ وہ جہنمی ہے اور لوگوں پر یہ بات بڑی گراں گزری تھی، میں نے اس کے

[1] فتح الباري: 587/7.

وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ». [راجع: ٢٨٩٨]

متعلق ذمہ داری اٹھائی تھی، چنانچہ میں اس کی تلاش میں نکلا۔ وہ سخت زخمی ہو گیا اور جلدی مرنا چاہا تو اس نے اپنی تلوار کی نوک زمین پر رکھی، پھر اسے اپنے سینے کے درمیان کر کے اس پر جھول گیا اور خودکشی کر لی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی بظاہر لوگوں کے سامنے اہل جنت والے کام کرتا ہے، حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور اسی طرح کوئی آدمی بظاہر لوگوں کے سامنے اہل جہنم والے کام کرتا ہے لیکن انجام کار وہ جنتی ہوتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس قصے کے متعلق مختلف روایات ہیں کہ یہ غزوۂ احد میں پیش آیا یا خیبر میں۔ آگے آنے والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں وضاحت ہے کہ خیبر کے وقت یہ واقعہ ہوا تھا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو غزوۂ خیبر کے عنوان میں بیان کر کے اپنا رجحان بتایا ہے کہ یہ واقعہ خیبر میں پیش آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس شخص کا انجام بذریعۂ وحی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے، یا خودکشی کو حلال سمجھنے کی وجہ سے مرتد ہے یا معصیت کی سزا بھگت کر بالآخر جہنم سے نکل آئے گا۔ بہر حال انسان کو اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ آخری فیصلہ انسان کے انجام پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین۔

٤٢٠٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْنَا خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهُ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ: «هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ». فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ أَشَدَّ الْقِتَالِ حَتّٰى كَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجِرَاحَةِ فَأَهْوٰى بِيَدِهِ إِلٰى كِنَانَتِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا أَسْهُمًا فَنَحَرَ بِهَا نَفْسَهُ، فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! صَدَّقَ اللهُ حَدِيثَكَ، انْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ: «قُمْ يَا فُلَانُ! فَأَذِّنْ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

[4204] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم خیبر کی جنگ میں شریک تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے متعلق، جو آپ کے ہمراہ تھا اور اسلام کا دعوے دار تھا، فرمایا: ''یہ شخص اہل جہنم سے ہے۔'' جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی پامردی سے لڑا اور اسے بہت زیادہ زخم آئے۔ قریب تھا کہ کچھ لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتے لیکن اس شخص کے لیے زخموں کی تکلیف ناقابل برداشت تھی، چنانچہ اس نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اس سے اپنا سینہ چاک کر لیا۔ (یہ منظر دیکھ کر) کچھ مسلمان دوڑتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچا کر دکھایا ہے۔ اس شخص نے تیر سے اپنے سینے کو

إِلَّا مُؤْمِنٌ، إِنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ». تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ٣٠٦٢]

زخمی کر کے خودکشی کر لی ہے۔ آپ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: ''اے فلاں! اٹھ کر اعلان کر دو کہ جنت میں ایمان دار کے علاوہ کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی بدکار آدمی سے دین کو تقویت پہنچا دیتا ہے۔'' اس روایت کی متابعت معمر نے زہری سے کی ہے۔

٤٢٠٥ - وَقَالَ شَبِيبٌ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: شَهِدْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حُنَيْنًا. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. تَابَعَهُ صَالِحٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَيْبَرَ، قَالَ: الزُّهْرِيُّ: وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَسَعِيدٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[4205] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ جنگ حنین میں تھے۔ ابن مبارک نے یونس کے ذریعے سے امام زہری سے، انھوں نے سعید بن میتب سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔ صالح نے زہری سے روایت کرنے میں ابن مبارک کی متابعت کی ہے۔ زبیدی نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن کعب نے ان سے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن کعب نے، انھوں نے کہا: مجھے اس صحابی نے بتایا جو غزوۂ خیبر میں نبی ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ زہری نے بیان کیا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ اور سعید بن میتب نے نبی ﷺ سے خبر دی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے ظاہر ہے کہ لوگوں کو اپنے اعمال پر غرور نہیں کرنا چاہیے اور کسی کے ظاہری حال سے اس کی آخرت کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ ظاہری اعمال پر حکم نہیں لگانا چاہیے جب تک اندرونی حالات کی درستی کا علم نہ ہو۔ ② اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو کوئی خودکشی کرے اسے ضرور دوزخی کہا جائے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ اس فعل کے سبب انسان سزا اور دوزخ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے یا مذکورہ گناہ کی سزا پا کر بالآخر وہ جنت میں پہنچ جائے جیسا کہ عام گناہ گار اہل ایمان کے ساتھ معاملہ ہوگا۔ ③ طبرانی کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو دوزخی قرار دیا تو لوگوں کو بہت گراں گزرا۔ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! جب ایسی محنت اور کوشش کرنے والا انسان دوزخی ہے تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ یہ شخص دوزخی ہے اور اس نے اپنے نفاق کو چھپا رکھا تھا۔''[1] ④ اس حدیث میں جس آدمی کا ذکر ہوا ہے اس سے ملتا جلتا واقعہ آگے آنے والی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ دونوں واقعات ایک شخص سے متعلق ہیں یا الگ الگ۔ بعض شارحین نے ان واقعات کو الگ الگ قرار دیا ہے کیونکہ حضرت

① المعجم الكبير للطبراني: 1/296، 297.

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس نے تلوار کی دھار پر سینہ رکھ کر خود کشی کی جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس نے تیر سے خود کو ہلاک کر ڈالا، نیز سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کا علم ہوا تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اعلان کرنے کے لیے بھیجا جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں خاتمے اور انجام کا بیان ہے۔ لیکن ہمارے رجحان کے مطابق ایک ہی واقعے کے مختلف پہلو بیان کیے گئے ہیں، نیز ممکن ہے کہ اس نے پہلے تیر سے کوشش کی ہو، پھر اس کے لیے تلوار استعمال کی ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی یہی ہے کہ دونوں واقعات ایک ہیں اور ان میں مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔[1] واللہ أعلم.

٤٢٠٦ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ؟ قَالَ: هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ، فَقَالَ النَّاسُ: أُصِيبَ سَلَمَةُ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ.

[4206] حضرت یزید بن ابو عبید سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر ایک زخم کا نشان دیکھا تو ان سے پوچھا: ابومسلم! یہ زخم کیسا ہے؟ انھوں نے فرمایا: یہ تلوار کا زخم ہے جو مجھے خیبر کے دن لگا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ سلمہ مارے گئے۔ تب میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس پر تین مرتبہ دم کیا۔ میں نے اس وقت سے اب تک اس زخم کی کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔

فوائد و مسائل: ① صحیح بخاری کی یہ چودھویں ثلاثی حدیث ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بہت طویل عمر پائی تھی۔ ② اس حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ مکی بن ابراہیم تبع تابعی ہیں اور مکی ان کا نام ہے، مکہ کی طرف نسبت نہیں۔ ③ "نَفث، نَفخ اور تَفل میں فرق یہ ہے کہ نَفخ کے معنی صرف پھونک ہیں جس میں تھوک نہ ہو جبکہ تَفل میں تھوک ہوتا ہے اور نَفث، نَفخ اور تَفل کے درمیان ہوتا ہے، یعنی اس میں پھونک کے ساتھ معمولی سا تھوک پایا جاتا ہے۔

٤٢٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ: الْتَقَى النَّبِيُّ ﷺ وَالْمُشْرِكُونَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَاقْتَتَلُوا فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ إِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِي الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا فَضَرَبَهَا بِسَيْفِهِ، فَقِيلَ: يَا

[4207] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ اور مشرکین کا ایک غزوے میں سخت مقابلہ ہوا۔ دونوں جم کر لڑے۔ پھر ہر فریق اپنے اپنے لشکر کی طرف چلا گیا۔ اس دوران میں مسلمانوں میں ایک ایسا آدمی تھا جو مشرکین کے کسی الگ ہونے والے اور تنہا رہنے والے شخص کو نہیں چھوڑتا تھا۔ وہ اس کے پیچھے لگ جاتا

[1] فتح الباري: 589/7.

رَسُولَ اللهِ! مَا أَجْزَأَ أَحَدٌ مَّا أَجْزَأَ فُلَانٌ، فَقَالَ: «إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ»، فَقَالُوا: أَيُّنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: لَأَتَّبِعَنَّهُ فَإِذَا أَسْرَعَ وَأَبْطَأَ كُنْتُ مَعَهُ حَتّٰى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ، فَقَالَ: «وَمَا ذَاكَ؟» فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ». [راجع: ٢٨٩٨]

اور اپنی تلوار سے اسے قتل کر دیتا تھا۔ کہا گیا: اللہ کے رسول! کسی نے وہ کام نہیں کیا جو فلاں نے کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو جہنمی ہے۔'' صحابۂ کرام ؓ نے کہا: اگر وہ دوزخی ہے تو پھر ہم میں سے کون جنتی ہوگا؟ لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں ضرور اس کا پیچھا کروں گا۔ وہ تیز دوڑے یا آہستہ چلے میں ضرور اس کے ساتھ رہوں گا، حتی کہ وہ جب زخمی ہوا اور جلدی مرنا چاہا تو اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور اس کی تیز نوک دار دھار اپنے سینے کے درمیان رکھی، پھر اس پر اپنا بوجھ ڈالا اور اس طرح اس نے خودکشی کر لی۔ اس کا پیچھا کرنے والا شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' اس نے تمام واقعہ آپ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''بے شک ایک آدمی لوگوں کے سامنے اہل جنت کے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص لوگوں کی نظروں میں اہل جہنم کے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس شخص کا نام قزمان ظفری تھا۔ انصار کے ایک چھوٹے قبیلے بنوظفر کی طرف منسوب ہے۔ اس کی کنیت ابوغیلاق تھی۔ شَاذَّہ اس بکری کو کہتے ہیں جو ریوڑ سے الگ ہو کر چرے اور فَاذَّة وہ بکری جو ابتدا ہی سے دوسری بکریوں سے الگ تھلگ رہے۔[1] ② اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص مشرکین کے کسی آدمی کو نہیں چھوڑتا تھا، جسے دیکھتا اسے اپنی تلوار کی نوک پر رکھ لیتا تھا۔ وہ شخص منافق تھا اور اس نے اپنے نفاق کو چھپا رکھا تھا، اس لیے یہ حدیث اپنے ظاہری مفہوم میں واضح ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تلوار سے کام تمام کیا تھا جبکہ حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تیر سے خودکشی کی تھی، ان روایات میں کوئی منافات اور تضاد نہیں ہے کیونکہ پہلے اس نے تیر سے خود کو زخمی کیا، لیکن اس سے مقصد حاصل نہ ہوا تو تلوار سے اپنا کام تمام کر دیا۔ واللّٰہ أعلم۔

٤٢٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْخُزَاعِيُّ:

[4208] حضرت ابوعمران سے روایت ہے، انھوں نے

[1] فتح الباري: 589/7.

حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ، قَالَ: نَظَرَ أَنَسٌ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَأَى طَيَالِسَةً فَقَالَ: كَأَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُودُ خَيْبَرَ.

کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن لوگوں پر زرد رنگ کی چادریں دیکھیں تو فرمایا: یہ لوگ اس وقت خیبر کے یہودیوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① طَیالِسه، طَیْلَسان کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ زرد رنگ کی چھوٹی چادر جو سر پر اوڑھی جاتی ہے۔ خیبر کے یہودی اس قسم کی چادریں بکثرت اوڑھتے تھے جبکہ دوسرے لوگوں کے ہاں انھیں زیب تن کرنے کا رواج نہ تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب بصرہ میں آئے تو آپ نے لوگوں کو بکثرت اس قسم کی چادریں اوڑھتے دیکھا تو انھیں یہود خیبر سے تشبیہ دی۔[1] ② اس روایت کو پیش کرنے کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہل بصرہ کو یہود خیبر کی تشبیہ سے روکا جائے یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بتلانا ہے کہ وہ غزوۂ خیبر میں شریک تھے۔ واللہ أعلم.

٤٢٠٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ رَمِدًا فَقَالَ: أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَحِقَ بِهِ فَلَمَّا بِتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِي فُتِحَتْ قَالَ: «لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ يُفْتَحُ عَلَيْهِ»، فَنَحْنُ نَرْجُوهَا فَقِيلَ: هٰذَا عَلِيٌّ، فَأَعْطَاهُ فَفُتِحَ عَلَيْهِ. [راجع: ٢٩٧٥]

[4209] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ خیبر کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے کیونکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ انھوں نے دل میں کہا کہ میں نبی ﷺ سے پیچھے رہ جاؤں گا، اس لیے بعد میں وہ بھی آ گئے۔ جس رات خیبر فتح ہوا تھا، اس رات آپ ﷺ نے فرمایا: ''کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا علم وہ شخص پکڑے گا جسے اللہ اور اس کے رسول عزیز رکھتے ہیں اور اس کے ہاتھوں خیبر فتح ہو گا۔'' ہم سب لوگ اس سعادت کے امیدوار تھے۔ اچانک کہا گیا: وہ علی رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا، پھر ان کے ہاتھوں خیبر فتح ہوا۔

فوائد و مسائل: ① خیبر کی آبادی دو حصوں پر مشتمل تھی۔ ایک حصے میں حسب ذیل پانچ قلعے تھے: ○ حصن ناعم۔ ○ حصن صعب بن معاذ۔ ○ حصن زبیر۔ ○ حصن ابی۔ ○ حصن نزار۔ دوسرے حصے میں حسب ذیل تین قلعے تھے: ○ حصن قموص۔ ○ حصن وطیح۔ ○ حصن سلالم۔ ان آٹھ قلعوں کے علاوہ مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں مگر وہ چھوٹی تھیں اور قوت و حفاظت کے اعتبار سے ان قلعوں کے ہم پلہ نہ تھیں، جہاں تک جنگ کا تعلق ہے وہ صرف پہلے حصے میں ہوئی، دوسرے حصے کے تینوں قلعے لڑنے والوں کی کثرت کے باوجود جنگ کے بغیر ہی مسلمانوں کے حوالے کر دیے گئے۔ ② حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا، وہ گئے لیکن فتح کیے بغیر واپس

[1] فتح الباري: 594/7، وعمدة القاري: 324/17 طبع دار الكتب العلمية.

آ گئے۔ اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا لیکن وہ بھی اسے فتح نہ کر سکے۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا تو ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے خیبر فتح کیا۔[1] ③ سب سے پہلے مرحب نامی شہ زور اور جاں باز یہودی کا قلعہ تھا جسے ایک ہزار مردوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ یہ قلعہ محل وقوع کے اعتبار سے یہود کی پہلی دفاعی لائن کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

٤٢١٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: «لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلًا يَّفْتَحُ اللهُ عَلٰى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ». قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ: «أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟» فَقِيلَ: هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، قَالَ: فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتّٰى كَأَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ! أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللهِ فِيهِ، فَوَاللهِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ يَّكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ». [راجع: ٢٩٤٢]

[4210] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: ''میں کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے گا۔ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، نیز اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔'' لوگ ساری رات اس امر میں غور کرتے رہے کہ ان میں سے کس کو جھنڈا دیا جائے گا؟ جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کو امید تھی کہ آپ ﷺ جھنڈا اسے دیں گے لیکن آپ نے فرمایا: ''علی بن ابو طالب کہاں ہے؟'' لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! ان کی آنکھوں میں شدید درد ہے۔ آپ نے ان کی طرف کسی آدمی کو بھیجا، چنانچہ انھیں لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں لب مبارک ڈالا اور ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی تو وہ تندرست ہو گئے، گویا ان کی آنکھوں میں کبھی درد ہی نہیں ہوا۔ پھر آپ نے انھیں جھنڈا دے دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں ان (یہودیوں) سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سیدھے اپنی راہ پر چلتے جاؤ یہاں تک کہ تم ان کے میدان میں اترو تو ان کو دعوتِ اسلام دو اور اللہ کے جو حقوق ان کے ذمے فرض ہیں انھیں ان سے آگاہ کرو۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے

① مسند أحمد: 354/5.

ذریعے سے اللہ تعالیٰ کسی ایک آدمی کو ہدایت سے ہمکنار کر دے تو تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

فوائد و مسائل: ① اسلام کا مقصود حقیقی اشاعت دین ہے، جنگ و قتال مقصود حقیقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف اور صلح و امن کو پسند کرتا ہے۔ ② حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ کافر کی تالیف قلبی کرنا تا کہ وہ مسلمان ہو جائے اسے قتل کرنے سے بہتر ہے۔[1] ③ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق حضرت علی ؓ نے یہود کو پہلے دعوت اسلام دی لیکن انھوں نے اسے مسترد کر دیا اور اپنے بادشاہ مرحب کی زیر کمان مسلمانوں کے مدمقابل آ کھڑے ہوئے۔ میدان جنگ میں اتر کر پہلے مرحب نے دعوت مبارزت دی اور یہ کہتا ہوا نمودار ہوا: "خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار، جب جنگ شعلہ زن ہو۔" اس کے مقابلے میں حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کے چچا حضرت عامر ؓ نمودار ہوئے اور فرمایا: "خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیار پوش، شہ زور اور جنگجو۔" پھر دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا لیکن حضرت عامر ؓ میدان میں کام آ گئے۔ اس کے بعد حضرت علی ؓ مقابلے کے لیے تشریف لائے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں اترے: "میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک ہوں۔ میں انھیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کروں گا، یعنی اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔" اس کے بعد انھوں نے مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت علی ؓ کے ہاتھوں قلعہ فتح ہوا۔ اسی قلعہ سے حضرت صفیہ ؓ کو قید کیا گیا تھا۔[2]

٤٢١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؛ ح: وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ [قَالَ]: أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَمْرٍو مَّوْلَى الْمُطَّلِبِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا، فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ ﷺ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغَ بِهَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ ثُمَّ قَالَ لِي: «آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ»، فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَتَهُ

[4211] حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم خیبر آئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قلعے میں فتح عنایت فرمائی تو آپ سے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حسن و جمال کا ذکر کیا گیا۔ اس کا خاوند قتل ہو چکا تھا اور یہ دلھن بنی ہوئی تھی، لہٰذا نبی ﷺ نے اسے اپنی ذات کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ انھیں ساتھ لے کر روانہ ہوئے حتی کہ سد صہباء پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہو چکی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے خلوت فرمائی۔ پھر آپ نے کھجور، گھی اور پنیر سے حلوہ بنا کر ایک چھوٹے سے دسترخوان پر رکھ دیا اور مجھے حکم دیا: "اپنے آس پاس والوں کو بتا دو۔" یہی حضرت صفیہ ؓ کے نکاح کا ولیمہ تھا۔ پھر ہم مدینہ روانہ ہوئے۔ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے

[1] فتح الباري: 597/7. [2] صحيح مسلم، الجهاد، حديث: 4678 (1807).

عَلَى صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ. [راجع: ٣٧١]

حضرت صفیہ ؓ کے لیے اپنے پیچھے چادر کو لپیٹا۔ پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھے اور اپنا گھٹنا ٹکا دیا۔ حضرت صفیہ ؓ نے اپنا پاؤں آپ کے گھٹنے مبارک پر رکھا اور سوار ہوگئیں۔

فوائد و مسائل: ① حضرت صفیہ ؓ کا نام زینب تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے لیے منتخب فرمایا تو اس کا نام صفیہ پڑ گیا اور یہی اصل نام پر غالب آ گیا۔ انھیں استبرائے رحم تک حضرت ام سلیم ؓ کے پاس ٹھہرایا گیا، جب حیض سے پاک ہوگئیں تو انھیں سنوار کر رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کیا گیا۔ ② ان کا شوہر اس جنگ میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ اپنے اموال میں سے کچھ نہیں چھپائیں گے بصورت دیگر ان کی ذمہ داری اور عہد ختم ہو جائے گا، لیکن حضرت صفیہ کے شوہر کنانہ بن ربیع بن ابو الحقیق نے وہ گائے کا چمڑا غائب کر دیا جس میں حیی بن اخطب کے زیورات اور اموال تھے، اسے وہ اٹھا کر اپنے ساتھ خیبر میں لے آیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے ان اموال اور زیورات کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: وہ جنگوں میں ختم ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ میں کنانہ کو روزانہ ایک ویرانے میں چکر لگاتے دیکھتا تھا، اس ویرانے میں وہ خزانہ پایا گیا تو اسے بدعہدی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ ③ حضرت صفیہ ؓ کی حال ہی میں رخصتی ہوئی تھی اور وہ ابھی دلھن ہی تھیں جب انھیں قیدی بنا لیا گیا۔[1]

٤٢١٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ: سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقَامَ عَلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِطَرِيقِ خَيْبَرَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى أَعْرَسَ بِهَا، وَكَانَتْ صَفِيَّةُ فِيمَنْ ضُرِبَ عَلَيْهَا الْحِجَابُ. [راجع: ٣٧١]

[4212] حضرت انس ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے خیبر کے راستے میں تین دن تک حضرت صفیہ ؓ کے پاس قیام فرمایا حتی کہ ان کے ساتھ خلوت فرمائی۔ وہ ان عورتوں میں سے تھیں جن پر پردہ کیا گیا تھا۔

٤٢١٣ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ وَمَا

[4213] حضرت انس ؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مدینہ اور خیبر کے درمیان تین شب قیام فرمایا۔ انھی راتوں میں حضرت صفیہ ؓ سے زفاف ہوا۔ میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمے کے لیے دعوت دی۔ اس ولیمے میں روٹی تھی نہ گوشت بلکہ آپ نے حضرت

[1] فتح الباري: 7/599.

كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ وَّمَا كَانَ فِيهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِلَالًا بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَأَلْقَى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ؟ قَالُوا: إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ. [راجع: ٣٧١]

بلال ؓ کو صرف دستر خوان بچھانے کا حکم دیا، چنانچہ جب بچھا دیا گیا تو اس پر کھجوریں، پنیر اور گھی رکھا گیا۔ اب مسلمان کہنے لگے کہ حضرت صفیہ ؓ امہات المومنین میں سے ہیں یا آپ کی کنیز ہیں؟ پھر خود ہی کہنے لگے: اگر آپ ﷺ انھیں پردے میں رکھیں گے تو امہات المومنین سے ہیں، اگر پردے میں نہ رکھیں گے تو لونڈی ہیں۔ پھر جب آپ ﷺ نے کوچ فرمایا تو حضرت صفیہ ؓ کے لیے اپنے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان پر پردہ لٹکا دیا۔

فوائد و مسائل: ① اس روایت میں اس مقام کی تعیین نہیں جہاں آپ نے تین دن قیام فرمایا جبکہ ایک حدیث میں صہباء (حدیث: 4211) اور دوسری میں سد روحاء (حدیث: 2235) کا ذکر ہے۔ اس مقام کے دو نام تھے یا دونوں مختلف مقام ہیں اور ایک دوسرے کے قریب ہیں، اس لیے ایک پر دوسرے کا نام بولا جاتا ہے۔ یہ مقام خیبر سے مدینہ آتے ہوئے چھٹے میل پر واقع ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق سد روحاء مدینے سے مکے کی جانب تیس میل سے کچھ زیادہ دور واقع ہے۔ واللہ أعلم. ② اس حدیث میں ایک اشکال ہے کہ جب صحابۂ کرام ؓ نے دعوت ولیمہ کھائی تو انھیں حضرت صفیہ ؓ کے متعلق تردد کیوں ہوا کہ وہ ام المومنین ہیں یا آپ کی کنیز ہیں؟ اس کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے کہ مذکورہ تردد نکاح اور ولیمے سے پہلے تھا یا جنھیں تردد ہوا وہ ولیمے اور نکاح میں حاضر نہیں تھے، اگر ولیمے میں حاضر تھے تو انھوں نے اسے عام دعوت خیال کیا، البتہ پردے کے بعد واضح ہو گیا کہ حضرت صفیہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہیں۔

٤٢١٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ؛ ح: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مُحَاصِرِي خَيْبَرَ فَرَمٰى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ، فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ.

[4214] حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم خیبر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے ایک تھیلا پھینکا جس میں چربی تھی۔ میں اسے اٹھانے کے لیے لپکا لیکن میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ دیکھ رہے ہیں، اس لیے میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔

فوائد و مسائل: ① غنیمت کا مال تقسیم سے پہلے لینا جائز نہیں مگر کھانے پینے کی چیزیں لی جا سکتی ہیں۔ چربی کے بھرے ہوئے تھیلے کو اس انداز سے لینا اس امر پر دلالت کرتا تھا کہ ان کا جہاد اسی مال و اسباب کے لیے تھا، اس لیے حضرت عبداللہ بن

مغفل رضی اللہ عنہ کو شرم آگئی اور اسے ترک کر دیا۔ ② اس حدیث کے متعلق ہماری گزارشات پہلے ذکر ہو چکی ہیں۔[1]

٤٢١٥ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَّافِعٍ وَّسَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ. [راجع: ٨٥٣]

[4215] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر لہسن اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا۔

نَهَى عَنْ أَكْلِ الثُّومِ: هُوَ عَنْ نَّافِعٍ وَّحْدَهُ. وَلُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ: عَنْ سَالِمٍ.

لہسن کھانے کی ممانعت کا ذکر حضرت نافع اور گھریلو گدھوں کی ممانعت حضرت سالم سے منقول ہے۔

فائدہ: گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے کی نہی تحریم کے لیے ہے جبکہ لہسن کھانے کی حرمت بطور تنزیہ ہے، البتہ اسے پکا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ کچا لہسن کھا کر نماز باجماعت اور لوگوں کے مجمعے میں نہیں آنا چاہیے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہر وقت فرشتوں کی آمد و رفت رہتی تھی، اس لیے آپ نے کبھی لہسن استعمال نہیں فرمایا۔ واللہ أعلم.

٤٢١٦ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ. [انظر: ٥١١٥، ٥٥٢٣، ٦٩٦١]

[4216] حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا۔

فوائد و مسائل: ① کسی عورت سے ایک مقررہ مدت تک نکاح کر لینے کو متعہ کہتے ہیں۔ پہلے یہ نکاح جائز تھا، پھر اس سے قیامت تک کے لیے روک دیا گیا جیسا کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے، نیز حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ اوطاس کے موقع پر تین روز کے لیے نکاح متعہ کی اجازت دی، پھر اس سے منع کر دیا۔[2] حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، اب اسے اللہ تعالیٰ نے روز قیامت تک حرام کر دیا ہے۔''[3] رخصت کے بعد چھ مختلف مقامات پر نکاح متعہ کا منسوخ ہو جانا مروی ہے۔ وہ مقام حسب ذیل ہیں: ○ خیبر۔ ○ عمرۃ القضاء۔ ○ فتح مکہ۔ ○ سال اوطاس۔ ○ غزوۂ تبوک۔ ○ حجۃ الوداع۔ ② علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ متعہ دو مرتبہ حرام ہوا، اور دو مرتبہ ہی جائز ہوا، چنانچہ یہ غزوۂ خیبر سے پہلے حلال تھا، پھر اسے غزوۂ خیبر کے

---

① صحیح البخاري، فرض الخمس، حدیث: 3153. ② مسند أحمد: 55/4. ③ مسند أحمد: 405/3.

موقع پر حرام کر دیا گیا، پھر اسے فتح مکہ کے موقع پر مباح کر دیا گیا، عام اوطاس بھی اسے ہی کہتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا۔[1] ③ متعہ کی حدیث پر مسلمانوں کا اجماع ہے، البتہ بعض شیعہ اس کی حلت کے قائل و فاعل ہیں۔ واللہ أعلم.

٤٢١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ. [راجع: ٨٥٣]

[4217] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن گھریلو (پالتو) گدھوں کے گوشت (کھانے) سے روک دیا۔

٤٢١٨ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ. [راجع: ٨٥٣]

[4218] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے روک دیا تھا۔

٤٢١٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ. [انظر: ٥٥٢٠، ٥٥٢٤]

[4219] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔

فوائد و مسائل: ① حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں گدھوں سے مراد گھریلو اور پالتو گدھے ہیں۔ یہ حرمت قطعی اور ہمیشہ کے لیے ہے، البتہ جنگلی گدھا اس حدیث میں شامل نہیں ہے جسے حمار وحشی (گورخر) کہا جاتا ہے۔ وہ نہایت چست و چالاک ہوتا ہے اور نجاست بھی نہیں کھاتا، اس لیے اس کا کھانا اب بھی جائز ہے اور اس کی حلت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ ② اس حدیث میں گھوڑے کی حلت کا ذکر ہے، بلاشبہ گھوڑا ایک حلال جانور ہے۔ اس واضح نص کے باوجود بھی کچھ فقہاء نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا تھا۔[2] بہر حال گھوڑا حلال ہے، اگر کسی کا دل نہ چاہے تو نہ کھائے لیکن اس کی حرمت کا فتویٰ جاری نہ کرے۔ اس کی تفصیل ہم آئندہ کتاب الاطعمہ میں بیان کریں گے۔ بإذن اللہ تعالٰی.

---

1 شرح صحیح مسلم للنووی: 9/255-259. 2 صحیح البخاري، الذبائح و الصید، حدیث: 5510.

٤٢٢٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ فَإِنَّ الْقُدُورَ لَتَغْلِي، قَالَ: وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ: لَا تَأْكُلُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ شَيْئًا وَّأَهْرِيقُوهَا، قَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: فَتَحَدَّثْنَا أَنَّهُ إِنَّمَا نَهَى عَنْهَا لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَهَى عَنْهَا الْبَتَّةَ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ. [راجع: ٣١٥٥]

[4220] حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر ہمیں بھوک نے ستایا، ادھر ہنڈیاں جوش مار رہی تھیں اور کچھ ہنڈیاں پک چکی تھیں۔ اچانک نبی ﷺ کا منادی آیا اور اعلان کیا کہ گدھوں کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ اور ہنڈیوں کو الٹ دو۔ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم نے آپس میں باتیں کیں کہ گدھوں کے گوشت سے اس لیے آپ نے منع فرمایا ہے کہ ان میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا جبکہ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے ان سے حتمی طور پر منع فرما دیا ہے کیونکہ یہ گندگی کھاتے ہیں۔

٤٢٢١، ٤٢٢٢ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَصَابُوا حُمُرًا وَّطَبَخُوهَا، فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ: أَكْفِئُوا الْقُدُورَ. [الحديث: ٤٢٢١، انظر: ٤٢٢٣، ٤٢٢٥، ٤٢٢٦، ٥٥٢٥، [الحديث: ٤٢٢٢، راجع: ٣١٥٥]

[4222,4221] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے، انھیں گدھے دستیاب ہوئے تو انھوں نے ان کا گوشت پکایا۔ اس دوران میں نبی ﷺ کے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ ہنڈیوں کو انڈیل دو۔

٤٢٢٣، ٤٢٢٤ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يُحَدِّثَانِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ - وَقَدْ نَصَبُوا الْقُدُورَ -: «أَكْفِئُوا الْقُدُورَ». [راجع: ٣١٥٥، ٤٢٢١]

[4224,4223] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا: ”ہنڈیوں کو الٹ دو۔“ (گوشت پھینک دو۔) اس وقت ہنڈیاں چولہے پر رکھی جا چکی تھیں۔

٤٢٢٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ ابْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. [راجع: ٤٢٢١]

[4225] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ ایک غزوے میں شریک تھے۔ پھر انھوں نے پہلی حدیث کی طرح روایت نقل کی۔

٤٢٢٦ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ: أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ أَنْ نُلْقِيَ الْحُمُرَ الْأَهْلِيَّةَ نِيئَةً وَّنَضِيجَةً، ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِأَكْلِهِ بَعْدُ.

[راجع: ٤٢٢١]

[4226] حضرت براء بن عازب ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن حکم دیا کہ ہم گدھوں کا گوشت کچا اور پکا ہوا پھینک دیں۔ پھر آپ نے کبھی اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

٤٢٢٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْحُسَيْنِ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَا أَدْرِي أَنَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ كَانَ حَمُولَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمْ، أَوْ حَرَّمَهُ فِي يَوْمِ خَيْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ.

[4227] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گدھے کا گوشت کھانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ وہ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اس لیے آپ نے یہ پسند نہ کیا کہ ان کے بار بردار ختم ہو جائیں یا آپ نے خیبر کے دن گھریلو گدھوں کا گوشت ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① خیبر کے دن ذبح کیے جانے والے گدھوں کی تعداد بیس یا تیس تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ ؓ کو اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ گوشت کی ہنڈیوں کو الٹ دیا جائے اور کسی صورت میں اس گوشت کو استعمال نہ کیا جائے۔[1] ② ان گھریلو گدھوں کی حرمت کا کیا سبب تھا، اس میں علمائے امت کا اختلاف ہے جیسا کہ مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ حرمت کے اسباب حسب ذیل بیان کیے گئے ہیں: ○ مال غنیمت کے یہ گدھے تقسیم سے پہلے پکائے گئے تھے۔ ان کا خمس ادا نہیں کیا گیا تھا۔ ○ بار بردار گدھوں کے ختم ہونے کا اندیشہ تھا۔ مدینے تک پہنچنے کے لیے وافر مقدار میں سواریاں نہ تھیں۔ ○ ذاتی طور پر ان میں حلت کا کوئی پہلو نہ تھا۔ ذاتی حرمت کی وجوہات حسب ذیل بیان کی جاتی ہیں۔ ○ ان کا تعلق ایسے حیوانات سے ہے جو نیش دار (کچلی والے) ہوتے ہیں۔ ○ ان میں حماقت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ ان کے کھانے سے انسانی عقل متاثر ہوتی ہے جیسا کہ خنزیر کا گوشت کھانے سے بے حیائی اور بے غیرتی در آتی ہے۔ ○ یہ گدھے نجاست کھاتے ہیں، اس لیے ان کا گوشت بھی پلید ہے۔ بہر حال جمہور ائمہ کا مسلک ہے کہ گدھوں کی حرمت قطعی اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس کے متعلق تفصیل آئندہ کتاب الذبائح میں بیان ہوگی۔ بإذن الله تعالى.

٤٢٢٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ

[4228] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن گھوڑے

① فتح الباري: 603/7.

عُمَرَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا، قَالَ: فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ: إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ. [راجع: ٢٨٦٣]

کے دو حصے اور پیادے کے لیے ایک حصہ تقسیم کیا۔ (راویٔ حدیث) حضرت نافع نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: جس آدمی کے ساتھ گھوڑا ہوتا تو اس کو تین حصے ملتے اور اگر اس کے پاس گھوڑا نہ ہوتا تو اسے ایک حصہ ملتا۔

فائدہ: فرس سے مراد گھوڑا ہے یا گھڑ سوار؟ کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اس سے مراد فارس، یعنی گھڑ سوار ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں پیادے (پیدل) کا حصہ بیان ہوا ہے۔ ان کے نزدیک گھڑ سوار کے دو حصے ہیں: ایک حصہ اس کی ذات کے لیے اور دوسرا حصہ اس کے گھوڑے کے لیے، جبکہ پیادے کا صرف ایک حصہ ہے، لیکن محدثین کے نزدیک اس سے مراد گھوڑا ہے، یعنی جس مجاہد کے پاس گھوڑا ہوتا اسے تین حصے دیے جاتے: ایک حصہ مجاہد کی ذات کا اور دو حصے اسے گھوڑے کی وجہ سے دیے جاتے۔ حضرت نافع رحمہ اللہ کی تفسیر سے محدثین کے موقف کی تائید ہوتی ہے اور یہی قرین قیاس ہے۔ واللہ أعلم.

٤٢٢٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْنَا: أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ مِّنْكَ؟ فَقَالَ: «إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَّبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ». قَالَ جُبَيْرٌ: وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ ﷺ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَّبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا. [راجع: ٣١٤٠]

[4229] حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کی: آپ نے خمس خیبر سے بنو مطلب کو حصہ دیا ہے اور ہمیں نظر انداز کر دیا، حالانکہ ہم اور وہ آپ سے قرابت میں برابر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی چیز ہیں۔'' حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو (خمس خیبر سے) کچھ نہیں دیا تھا۔

فائدہ: عبد مناف کے چار بیٹے تھے: مطلب، ہاشم، عبد شمس اور نوفل۔ ہاشم کی اولاد میں سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عبد شمس اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بنو نوفل سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے خمس خیبر سے ذوی القربیٰ کا حصہ بنو مطلب کو دیا لیکن عبد شمس اور نوفل کی اولاد میں سے کسی کو نہ دیا۔ اس پر حضرت عثمان اور حضرت جبیر رضی اللہ عنہما نے اعتراض کیا کہ جیسے بنو مطلب آپ کے قریبی ہیں ویسے ہی بنو عبد شمس اور بنو نوفل بھی قریبی ہیں کہ یہ سب عبد مناف میں جمع ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ جاہلیت اور اسلام میں بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک ہی چیز تھے، جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے، چنانچہ خیف بنی کنانہ میں بنو مطلب، بنو ہاشم کے ساتھ جا کر رہے جبکہ عبد شمس اور نوفل نے ان

کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، اس لیے بنو مطلب کو جو حصہ ملا ہے وہ بنو ہاشم کی مدد و اعانت کی وجہ سے ہے اور بنو عبد شمس اور بنو نوفل نے ان کا ساتھ نہیں دیا تھا، اس لیے انھیں کوئی حصہ نہیں دیا گیا، لہٰذا تمھارا اعتراض بر محل نہیں۔ واللہ أعلم.

٤٢٣٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخَوَانِ لِي أَنَا أَصْغَرُهُمْ، أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ وَالْآخَرُ أَبُو رُهْمٍ - إِمَّا قَالَ: بِضْعًا، وَإِمَّا قَالَ: فِي ثَلَاثَةٍ وَّخَمْسِينَ أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِي - فَرَكِبْنَا سَفِينَةً، فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ، فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ، وَكَانَ أُنَاسٌ مِّنَ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا - يَعْنِي لِأَهْلِ السَّفِينَةِ -: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ. وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ - وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا - عَلٰى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ زَائِرَةً وَّقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلٰى حَفْصَةَ، وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا، فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأٰى أَسْمَاءَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَتْ: أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، قَالَ عُمَرُ: آلْحَبَشِيَّةُ هٰذِهِ؟ آلْبُحَيْرِيَّةُ هٰذِهِ؟ قَالَتْ أَسْمَاءُ: نَعَمْ، قَالَ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ، فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْكُمْ، فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ: كَلَّا وَاللهِ، كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ وَكُنَّا فِي دَارِ - أَوْ فِي أَرْضِ - الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ بِالْحَبَشَةِ

[4230] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم لوگ یمن میں تھے جب ہمیں نبی ﷺ کی (مکہ سے) روانگی کی اطلاع ملی۔ ہم بھی ہجرت کر کے آپ کی طرف چل پڑے۔ ایک میں اور دو میرے بھائی۔ میں سب سے چھوٹا تھا۔ بھائیوں میں سے ایک کا نام ابوبردہ اور دوسرے کا نام ابورہم تھا۔ انھوں نے کہا: ہمارے ساتھ میری قوم کے پچاس سے کچھ زیادہ یا انھوں نے کہا: ترپن (53) یا باون (52) افراد اور بھی تھے۔ ہم سب کشتی میں سوار ہوئے تو ہماری کشتی نے ہمیں نجاشی کی سرزمین حبشہ میں جا اتارا۔ وہاں ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ہم نے ان کے پاس ہی قیام کیا۔ پھر ہم سب اکٹھے روانہ ہوئے تو نبی ﷺ سے اس وقت ملاقات ہوئی جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے۔ دوسرے لوگ ہم اہل سفینہ سے کہنے لگے کہ ہم ہجرت کے اعتبار سے تم پر سبقت رکھتے ہیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ہمارے ساتھ آئی تھیں۔ وہ نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملاقات کے لیے گئیں جبکہ اسماء رضی اللہ عنہا نے بھی نجاشی کی طرف جماعت مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو اس وقت حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ان کے ہاں موجود تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہی حبشہ سے ہجرت کر کے آنے والی؟ سمندری راستے سے آنے

وَذٰلِكَ فِي اللهِ وَفِي رَسُولِهِ ﷺ، وَايْمُ اللهِ لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَّلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى أَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ونَحْنُ كُنَّا نُؤْذٰى وَنُخَافُ، وَسَأَذْكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَأَسْأَلُهُ وَاللهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيغُ وَلَا أَزِيدُ عَلَيْهِ. [راجع: ٣١٣٦]

والی؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں، وہی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، اس بنا پر ہم رسول اللہ ﷺ پر تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا غصے میں آ گئیں اور کہنے لگیں: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، تم میں سے اگر کوئی بھوکا ہوتا تو آپ اسے کھانا کھلاتے اور تمھارے جاہلوں کو نصیحت کرتے تھے۔ لیکن ہم ایسی جگہ میں یا سرزمین حبشہ کے ایسے ایسے علاقے میں رہتے تھے جو نہ صرف دور تھا بلکہ دین اسلام سے وہاں نفرت تھی۔ یہ سب کچھ ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر برداشت کیا تھا۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہ تو کھانا کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی جب تک میں رسول اللہ ﷺ سے ان باتوں کا ذکر نہ کرلوں جو آپ نے کہی ہیں۔ وہاں ہمیں ایذا دی جاتی تھی اور ہم خوف و ہراس میں مبتلا رہتے تھے۔ میں یہ سب کچھ نبی ﷺ سے ضرور بیان کروں گی اور آپ سے دریافت کروں گی۔ اللہ کی قسم! میں نہ جھوٹ بولوں گی اور نہ غلط کہوں گی اور نہ اپنی طرف سے کوئی بات بڑھاؤں گی۔

٤٢٣١ - فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ! إِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: «فَمَا قُلْتِ لَهُ؟» قَالَتْ: قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: «لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنْكُمْ، وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ، وَلَكُمْ أَنْتُمْ أَهْلَ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ». قَالَتْ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسٰى وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونَنِي أَرْسَالًا يَسْأَلُونِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ، مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ أَفْرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ.

[4231] (انھوں نے مزید کہا:) پھر جب نبی ﷺ تشریف لائے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے نبی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اور یہ باتیں کی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تو نے عمر کو کیا جواب دیا ہے؟'' انھوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ اور یہ کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تم سے زیادہ مجھ پر حق نہیں رکھتے۔ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے اور اے کشتی والو! تمھاری دو ہجرتیں ہوئی ہیں۔'' حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: اس واقعے کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور تمام

کشتی والے میرے پاس گروہ در گروہ آنے لگے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کرتے۔ ان کے لیے دنیا میں نبی ﷺ کے ان کے متعلق اس (حوصلہ افزا) ارشاد سے زیادہ خوش کن اور باعث فخر کوئی اور چیز نہیں تھی۔

قَالَ أَبُو بُرْدَةَ: قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسٰى وَإِنَّهُ لَيَسْتَعِيدُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنِّي.

حضرت ابوبردہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت اسماء ؓ نے فرمایا: بلاشبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ مجھ سے اس حدیث کو بار بار سنتے تھے۔

٤٢٣٢ - قَالَ أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنِّي لَأَعْرِفُ أَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْأَشْعَرِيِّينَ بِالْقُرْآنِ حِينَ يَدْخُلُونَ بِاللَّيْلِ، وَأَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ أَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ وَإِنْ كُنْتُ لَمْ أَرَ مَنَازِلَهُمْ حِينَ نَزَلُوا بِالنَّهَارِ، وَمِنْهُمْ حَكِيمٌ إِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ - أَوْ قَالَ: الْعَدُوَّ - قَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَصْحَابِي يَأْمُرُونَكُمْ أَنْ تَنْظُرُوهُمْ».

[4232] حضرت ابوبردہ ؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں اشعری احباب کے قرآن پڑھنے کی آواز پہچان لیتا ہوں جبکہ وہ رات کے وقت آتے ہیں۔ اگرچہ میں نے دن کے وقت ان کی اقامت گاہوں کو نہیں دیکھا، تاہم ان کی آوازوں سے ان کی اقامت گاہوں کو پہچان لیتا ہوں۔ ان میں سے ایک حکیم ہیں کہ جب کہیں اس کی دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوجاتی ہے تو ان سے کہتا ہے: میرے دوستوں کے کہنے کے مطابق تم تھوڑی دیر کے لیے ان کا انتظار کرلو۔''

فوائد ومسائل: ① حدیبیہ کے سال جب کفار کے ساتھ صلح ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری ؓ کو نجاشی کے پاس روانہ کیا کہ وہ جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کو حبشے سے مدینہ طیبہ بھیج دے، چنانچہ نجاشی نے ان حضرات کو نہایت اعزاز و احترام سے واپس کیا۔ جب یہ حضرات واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ اس وقت خیبر میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا۔ آپ نے انھیں حصہ دینے سے پہلے دیگر مجاہدین کو اعتماد میں لیا، ان سے گفتگو کی، پھر انھیں مال غنیمت میں شریک کیا۔[1] ② حضرت اسماء بنت عمیس ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! لوگ ہم پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اولین مہاجرین میں سے نہیں ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری دو ہجرتیں ہیں: پہلے تم نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر حبشہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔''[2] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سفینہ کو دوسرے مہاجرین اولین پر مطلقاً فضیلت حاصل ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ اس حیثیت سے ان کو برتری حاصل ہوگی، یہ جزوی فضیلت ہے جو کلی فضیلت کے منافی نہیں۔[3] ③ واضح رہے کہ حضرت عمر ؓ نے جو باتیں حضرت اسماء ؓ سے کی تھیں، ان سے

---

1 فتح الباري: 607/7. 2 الطبقات الكبرىٰ لابن سعد: 261/8. 3 فتح الباري: 608/7.

تفاخر مقصود نہ تھا بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر ایسا کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہجرت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ایسی گفتگو بسا اوقات ساتھیوں اور دوستوں میں ہو جاتی ہے، اس سے فخر ومباہات قطعاً مقصود نہیں۔ واللہ أعلم. ④ امام بخاری ؒ نے غزوۂ خیبر کی مناسبت سے یہ واقعہ بیان کیا ہے، دیگر تفصیلات کتاب الجہاد میں بیان ہو چکی ہیں۔ خیبر سے ملنی والی غنیمت اور اس کی تفصیل آئندہ احادیث میں بیان ہوں گی۔ إن شاء اللہ.

٤٢٣٣ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: سَمِعَ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ أَنِ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَلَمْ يَقْسِمْ لِأَحَدٍ لَّمْ يَشْهَدِ الْفَتْحَ غَيْرَنَا. [راجع: ٣١٣٦]

[4233] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں فتح خیبر کے بعد حاضر ہوئے۔ آپ نے ہمارے لیے مال غنیمت میں حصہ مقرر کیا اور ہمارے علاوہ جو شخص فتح خیبر میں حاضر نہیں ہوا اسے حصہ نہیں دیا۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی فتح خیبر میں غائب تھا اس کے لیے اموال خیبر سے حصہ مقرر نہ کیا، صرف ان لوگوں کو حصہ میسر ہوا جو خیبر میں موجود تھے، البتہ اہل سفینہ، حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں سمیت سب کے لیے غنائم خیبر سے حصہ مقرر کیا۔① اہل سفینہ سے مراد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ انھیں اموال خیبر سے حصہ ملا تھا، ان کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حصہ دیا تھا جیسا کہ آئندہ روایت میں اس کی صراحت ہے۔

٤٢٣٤ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو: قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ مَّالِكِ ابْنِ أَنَسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرٌ: قَالَ سَالِمٌ مَّوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَّلَا فِضَّةً، إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْإِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ، ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى وَادِي الْقُرٰى وَمَعَهُ عَبْدٌ لَّهُ يُقَالُ لَهُ: مِدْعَمٌ، أَهْدَاهُ لَهُ أَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتّٰى أَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ، فَقَالَ النَّاسُ: هَنِيئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ، فَقَالَ

[4234] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے خیبر فتح کیا تو ہمیں مال غنیمت میں سونا، چاندی نہیں ملا تھا بلکہ گائے، اونٹ، سامان اور باغات ملے تھے۔ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ وادی القریٰ میں آئے جبکہ آپ کے ساتھ ایک مِدعم نامی غلام بھی تھا، جو بنو ضباب کے ایک شخص نے آپ کو بطور نذرانہ پیش کیا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک کسی نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر اسے لگا (اور وہ غلام تیر لگنے سے مر گیا) تو لوگوں نے کہا: اسے شہادت مبارک ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ ایسا ہر گز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو چادر اس نے خیبر کے روز تقسیم

① صحيح البخاري، فرض الخمس، حديث: 3136.

رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَلْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا». فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ بِشِرَاكٍ أَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ: هٰذَا شَيْءٌ كُنْتُ أَصَبْتُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «شِرَاكٌ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ». [انظر: ٦٧٠٧]

غنیمت سے پہلے چرائی تھی وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر بھڑک رہی ہے۔'' نبی ﷺ کی یہ بات سن کر ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے بھی یہ اٹھا لیے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک یا دو تسمے بھی جہنم کی آگ بنتے۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر میں شریک نہ تھے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے خیبر فتح کیا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے بعد آئے تھے جیسا کہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب مسلمانوں نے خیبر فتح کر لیا تھا۔[1] ② اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامان کا ایک محافظ جسے کرکرہ کہا جاتا تھا وہ مر گیا تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا: ''وہ کوٹ کی خیانت کے باعث جہنم میں ہوگا۔''[2] ③ اس واقعے کے متعلق بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو کرکرہ نامی غلام ہوذہ بن علی نے نذرانہ پیش کیا تھا جبکہ مذکورہ حدیث میں مدعم حضرت رفاعہ نے آپ کو ہدیہ دیا تھا، لہٰذا یہ دونوں ایک نہیں ہیں۔[3] واللہ أعلم.

٤٢٣٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنْ أَتْرُكَ آخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مَّا فُتِحَتْ عَلَيَّ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ وَلٰكِنِّي أَتْرُكُهَا خِزَانَةً لَّهُمْ يَقْتَسِمُونَهَا. [راجع: ٢٣٣٤]

[4235] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے آنے والی نسلوں کے مفلس ہونے کا ڈر نہ ہوتا کہ ان کے لیے کچھ نہیں بچے گا تو میں جو علاقہ فتح کرتا اسے مجاہدین میں تقسیم کر دیتا جیسا کہ نبی ﷺ نے اراضئ خیبر کو تقسیم کر دیا تھا۔ لیکن میں ان زمینوں کو آنے والے مسلمانوں کے لیے خزانے کے طور پر چھوڑ رہا ہوں تا کہ وہ آئندہ خود تقسیم کرتے رہیں۔

٤٢٣٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَّالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ،

[4236] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اگر مجھے آنے والے مسلمانوں کی فکر نہ ہوتی تو میں

[1] صحيح البخاري، الجهاد و السير، حديث: 2827. [2] صحيح البخاري، الجهاد و السير، حديث: 3074. [3] فتح الباري: 7/612.

عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ. [راجع: ٢٣٣٤]

مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دیتا جیسا کہ نبی ﷺ نے خیبر کی اراضی کو تقسیم کر دیا تھا۔

فائدہ: منقولہ اشیاء تو مجاہدین میں تقسیم کی جاتی رہی ہیں لیکن غیر منقولہ اراضی کے متعلق امام کو اختیار ہے کہ وہ انھیں تقسیم کر دے یا مصالح عامہ کے لیے انھیں رکھ لے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صوابدیدی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے مفتوحہ اراضی کو تقسیم نہیں کیا۔ اعتراض ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غانمین کے حق دبانے کا اختیار تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ہبہ وغیرہ دے کر غانمین کو راضی کیا، پھر ان مفتوحہ اراضی کو مسلمانوں کے لیے وقف فرمایا، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں پر بخل کا غلبہ ہو جائے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس امر پر امت کا اجماع لکھا ہے کہ اگر امام کسی وقت ان کی تقسیم مناسب خیال کرے اور وہ اپنی صوابدید کے مطابق اسے بانٹنا چاہے تو وہ اپنے مفتوحہ علاقے کو تقسیم کر سکتا ہے۔[1] بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرزمین عراق کو تقسیم نہیں کیا بلکہ اسے مصالح عامہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔

٤٢٣٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ وَسَأَلَهُ إِسْمَاعِيلُ ابْنُ أُمَيَّةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ قَالَ لَهُ بَعْضُ بَنِي سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ: لَا تُعْطِهِ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ، فَقَالَ: وَاعَجَبَاهُ لِوَبْرٍ تَدَلَّى مِنْ قَدُومِ الضَّأْنِ. [راجع: ٢٨٢٧]

[4237] حضرت عنبسہ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے (اموال خیبر میں سے) کچھ طلب کیا۔ سعید بن عاص کے کسی لڑکے نے کہا: اللہ کے رسول! اسے کچھ نہ دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ شخص تو ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے۔ اس لڑکے نے کہا: حیرت ہے اس بلی جیسے انسان پر جو قدوم ضأن نامی پہاڑی سے اتر آیا ہے۔

٤٢٣٨ - وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَبَانَ عَلَى سَرِيَّةٍ مِّنَ الْمَدِينَةِ قِبَلَ نَجْدٍ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقَدِمَ أَبَانُ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخَيْبَرَ بَعْدَمَا افْتَتَحَهَا وَإِنَّ حُزُمَ

[4238] حضرت عنبسہ بن سعید ہی سے روایت ہے، انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو بتا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کو کسی مہم پر مدینہ طیبہ سے نجد کی طرف بھیجا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ابان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نبی ﷺ کے پاس خیبر میں آئے جب آپ اسے فتح کر چکے تھے۔ مہم

[1] عمدة القاري: 237/12.

خَيْلِهِمْ لَلِيفٌ! قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! لَا تَقْسِمْ لَهُمْ، قَالَ أَبَانُ: وَأَنْتَ بِهٰذَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ مِنْ رَّأْسِ ضَالٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَبَانُ اجْلِسْ»، فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: الضَّالُ: السِّدْرُ. [راجع: ٢٨٢٧]

سے واپس آنے والوں کے گھوڑوں کی پٹیاں (ڈوریں) چھال کی تھیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! مال غنیمت میں ان کا حصہ نہ لگائیے۔ حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے وبر! تیری حیثیت تو صرف یہ ہے کہ جنگلی بیری کی چوٹی سے اتر کر آیا ہے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابان! تم بیٹھ جاؤ۔'' آپ نے مال غنیمت سے انھیں کچھ نہ دیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: ''ضال'' جنگلی بیری کو کہتے ہیں۔

فوائدومسائل: ① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ نے اموال غنیمت سے کچھ طلب کیا، اس پر سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے مال غنیمت سے کچھ نہ دیں کیونکہ انھوں نے خیبر کی جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ تو ابن قوقل کا قاتل ہے اور اس قابل نہیں کہ اس کی بات کو توجہ سے سنا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ ② چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پست قد تھے، انھوں نے حقارت کے طور پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وبر سے تشبیہ دی اور ان پر طنز کیا۔ ③ واضح رہے کہ ابن قوقل رضی اللہ عنہ کو حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ اُحد میں شہید کیا تھا جبکہ وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ غزوۂ خیبر سے پہلے مسلمان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے انھیں کسی مہم پر بھیجا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ ایسے قاتل کو مال غنیمت سے حصہ نہیں دینا چاہیے۔

٤٢٣٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ: أَخْبَرَنِي جَدِّي: أَنَّ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ أَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ، وَقَالَ أَبَانُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: وَاعَجَبًا لَكَ، وَبْرٌ تَدَأْدَأَ مِنْ قَدُومِ ضَأْنٍ يَنْعٰى عَلَيَّ امْرَأً أَكْرَمَهُ اللهُ بِيَدِي، وَمَنَعَهُ أَنْ يُهِينَنِي بِيَدِهِ. [راجع: ٢٨٢٧]

[4239] حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور سلام عرض کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! یہ تو ابن قوقل کا قاتل ہے۔ حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تجھ پر حیرت ہے، اے وبر! تو ضان پہاڑ سے اتر کر مجھے اس شخص کی موت کا طعنہ دیتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت دی اور اس کو اپنے ہاتھوں میری توہین کرنے سے روک دیا۔

فائدہ: ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاں پناہ دی تھی جب وہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) صلح حدیبیہ کے وقت مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے نمائندے بن کر تشریف لائے تھے۔ ابان اس وقت کافر تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ سعید بن عاص بیان کرتے ہیں کہ بدر میں میرا والد قتل ہوگیا تو میرے چچا ابان نے میری پرورش کی اور یہ

رسول اللہ ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا اور آپ کو گالیاں دیتا تھا۔ میرا چچا شام کے علاقے میں گیا، واپس آیا تو آپ ﷺ کو گالیاں دینے سے رک گیا۔ اس کا سبب دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ وہ شام میں ایک راہب سے ملا تھا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی صفات سے مجھے آگاہ کیا، اس وقت سے ان کی صداقت ان کے دل میں بیٹھ گئی، چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ مدینہ طیبہ آ کر مسلمان ہوگئے۔ انھوں نے غزوۂ اُحد میں نعمان بن قوقل کو شہید کیا تھا۔ اس حدیث میں حضرت ابان رضی اللہ عنہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس نے ابن قوقل کو قتل کیا جبکہ وہ اس وقت کافر تھا اور حضرت نعمان بن قوقل مسلمان تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں میرے ہاتھوں مقام شہادت عطا فرمایا اور اگر نعمان رضی اللہ عنہ اس وقت مجھے قتل کر دیتے تو میں دونوں جہانوں میں ذلیل و رسوا ہو جاتا اور ہمیشہ جہنم کا ایندھن بن جاتا۔ دراصل حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابان رضی اللہ عنہما دونوں نے ایک دوسرے پر اعتراض کیا اور رسول اللہ ﷺ سے کہا: اسے مال غنیمت سے حصہ نہ دیا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے، اس بنا پر اسے قطعاً مال غنیمت سے کوئی حصہ نہ دیا جائے جبکہ ابان رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ضان پہاڑی سے اتر کر ہماری تقسیم میں خلل انداز ہونے کی تمھیں کیا ضرورت ہے۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین سے مشورے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اموالِ خیبر سے حصہ دیا لیکن ابان اور اس کے ساتھیوں کو کچھ نہ دیا۔[1]

٤٢٤٠، ٤٢٤١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ وَّمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هٰذَا الْمَالِ»، وَإِنِّي وَاللهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ. فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى

[4241,4240] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد روانہ کیا وہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی اس وراثت کا مطالبہ کرتی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ طیبہ میں بطور فے دی تھی۔ کچھ فدک سے اور کچھ خیبر کے خمس سے باقی بچی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہماری وراثت نہیں چلتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ آلِ محمد اس مال فے سے کھا پی سکتے ہیں۔'' اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کے صدقات میں کچھ بھی تبدیلی نہیں کروں گا۔ وہ اسی حالت میں رہیں گے جس حالت پر رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تھے۔ اور میں ان میں وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان اموال میں سے کچھ دینے سے انکار کر دیا۔ بنابریں وہ

[1] فتح الباري: 615/7.

تُوُفِّيَتْ: وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَّلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَّصَلّٰى عَلَيْهَا، وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِّنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتِ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُّجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَّمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ، فَأَرْسَلَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ: أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَّعَكَ، كَرَاهِيَةً لِّيَحْضُرَ عُمَرُ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا وَاللهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَمَا عَسَيْتَهُمْ أَنْ يَّفْعَلُوا بِي؟ وَاللهِ لَآتِيَنَّهُمْ، فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ، فَقَالَ: إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللهُ، وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللهُ إِلَيْكَ، وَلٰكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ وَكُنَّا نَرٰى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ نَصِيبًا حَتّٰى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور ان سے میل ملاقات ترک کردی۔ پھر فوت ہونے تک ان سے بات چیت نہیں کی۔ اور وہ نبی ﷺ کے بعد صرف چھ ماہ بقید حیات رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے راتوں رات انھیں دفن کردیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر تک نہ کی اور خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجاہت لوگوں میں رہی، جب سیدہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی توجہ کو بدلا ہوا پایا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مصالحت اور ان سے بیعت کا پروگرام بنایا کیونکہ چھ ماہ تک انھوں نے آپ کی بیعت نہیں کی تھی۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ کوئی اور شخص نہ آئے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حاضری کو نامناسب خیال کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ اکیلے ان کے پاس نہ جائیں، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ان سے امید نہیں کہ میرے ساتھ کوئی بدسلوکی کریں گے، اللہ کی قسم! میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا، چنانچہ آپ ان حضرات کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے خطبہ پڑھا اور کہا: اے ابوبکر! ہم تمھاری بزرگی کو جانتے ہیں اور وہ فضائل جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں ہمیں ان کا بھی اعتراف ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو خیروبرکت آپ کو دی ہے ہمیں قطعاً اس پر کوئی حسد نہیں لیکن یہ شکوہ ضرور ہے کہ آپ خلافت کے معاملے میں منفرد رہے اور اس سلسلے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ ہم لوگ بھی رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی وجہ سے مشاورت کا حق تو رکھتے تھے۔ باتیں سنتے سنتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں

سے آنسو بہ پڑے۔

فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي، وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَمْوَالِ فَلَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ. فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ: مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ، فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَّتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ وَّحَدَّثَ أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَّلَا إِنْكَارًا لِّلَّذِي فَضَّلَهُ اللهُ بِهِ وَلٰكِنَّا نُرٰى لَنَا فِي هٰذَا الْأَمْرِ نَصِيبًا، فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا، فَسُرَّ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا: أَصَبْتَ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلٰى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ الْمَعْرُوفَ. [راجع: ٣٠٩٢، ٣٠٩٣]

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے تو فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ عزیز ہے کہ میں اس کا لحاظ کروں اور جو میرے اور تمھارے درمیان ان متروکہ اموال کے متعلق اختلاف واقع ہوا ہے تو میں نے ان میں خیر خواہی کرنے سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اور میں نے وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آج زوال کے بعد آپ سے بیعت کا وعدہ ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب نماز ظہر ادا کی تو منبر پر تشریف لائے، خطبہ پڑھنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان اوران کا مرتبہ اور مقام بیان کیا، پھر بیعت میں دیر اور اس معذرت کو ذکر کیا جو انھوں نے کی تھی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استغفار اور خطبہ پڑھا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عظمت شان کو بیان کیا اور بتایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کا باعث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر حسد کرنا نہیں اور نہ ان کے فضائل سے انکار ہی مقصود تھا جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں برتری عطا فرمائی ہے۔ لیکن ہم خلافت کے معاملے میں مشورے کی حد تک اپنا کچھ نہ کچھ حق ضرور سمجھتے تھے جس کے متعلق خود مختاری کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس سے ہمیں دلی رنج پہنچا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس بیان پر تمام مسلمان خوش ہوئے اور کہنے لگے: اے علی! تم نے درست کہا ہے۔ اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امرِ معروف کی طرف رجوع کرلیا تو تمام مسلمان ان کے بہت قریب ہوگئے۔

فوائد ومسائل: ① مال فے سے مراد وہ مال ہے جو جنگ وقتال کے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ مدینہ طیبہ میں یہ وہ

اموال تھے جو بنونضیر کو جلا وطن کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ملے تھے، اسی طرح فدک کی زمین بھی آپ کو بطور فے ہی ملی تھی، کچھ خیبر کی زمینیں بھی اسی طرح آپ کے ہاتھ آئی تھیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غزوۂ خیبر کے عنوان کے تحت اس لیے بیان کیا ہے کہ ان مفتوحہ زمینوں کی حیثیت کھول دیں۔ آپ خیبر کی زمین کو اہل خیبر اور مصالحہ عامہ پر خرچ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے تمام متروکات صدقہ بن گئے، ان پر مالکانہ حقوق قائم کرنا درست نہ تھا جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے: ”ہمارا کوئی وارث نہیں ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔“[1] ان متروکات سے رسول اللہ ﷺ کے خاندان کی معاشی ضروریات کو پورا کیا جاتا اور جو بچ رہتا اسے مصالح عامہ میں صرف کر دیا جاتا۔ ③ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے خطبے سے فارغ ہو کر اٹھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا۔[2] اب جو ان کی خلافت کو صحیح خیال نہ کرے وہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے اجماعی فیصلے کا مخالف ہے اور درج ذیل آیت کی وعید شدید میں داخل ہے: ”جو مسلمانوں کے راستے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے، ہم اسے ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر وہ جانا چاہتا ہے اور قیامت کے دن اسے جہنم میں جھونک دیں گے جو بہت برا مقام ہے۔“[3] اس روایت کی بنا پر روافض نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بڑے غیظ وغضب کا اظہار کیا ہے، ہم کسی مناسب موقع پر اس کا جواب دیں گے۔ بإذن اللّٰہ تعالیٰ.

٤٢٤٢ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَخْبَرَنِي عُمَارَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا: الْآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ.

[4242] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا: اب ہم لوگ کھجوروں سے سیر ہوں گے۔

٤٢٤٣ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا شَبِعْنَا حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ.

[4243] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا حتی کہ ہم نے خیبر فتح کیا، تب شکم سیر ہوئے۔

فوائد ومسائل: ① ان احادیث سے معلوم ہوا کہ فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کو مالی اعتبار سے کشادگی نصیب ہوئی اور خیبر کی سرزمین کھجوروں کی پیداوار کے لیے بہت مشہور تھی، وہاں سے یہ پھل بکثرت آنے لگا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا۔ اس سے پہلے ان کی معیشت اور اقتصادی حالت بہت کمزور تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دو، دو، تین، تین ماہ تک رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہ جلتی تھی، صرف کھجوروں اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔[4] ایک روایت میں ہے کہ مدینہ آنے کے بعد گندم کی چپاتی سے کبھی آل محمد نے پیٹ نہیں بھرا تھا، تین، تین دن اسی حالت میں گزر جاتے تھے۔[5] ② بہر حال جب

[1] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: 7305. [2] صحيح مسلم، فضائل الجهاد، حديث: 4581 (1759).
[3] النسآء 4:115. [4] صحيح البخاري، الرقاق، حديث: 6459. [5] صحيح البخاري، الرقاق، حديث: 6454.

خیبر فتح ہوا تو معاشی حالت بہتر ہوگئی، گندم، جو اور کھجور وغیرہ کی فراوانی ہوگئی۔ واللہ أعلم.

(٤٠) بَابُ اسْتِعْمَالِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ

باب: 40- نبی ﷺ کا اہل خیبر پر تحصیل دار مقرر کرنا

٤٢٤٤، ٤٢٤٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟» فَقَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ، بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ: «لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا».

[راجع: ٢٢٠١، ٢٢٠٢]

[4245,4244] حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا تحصیل دار مقرر کیا۔ وہ وہاں سے عمدہ کھجوریں لایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ”کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں؟“ اس نے کہا: اللہ کے رسول! واللہ ایسی نہیں ہیں۔ ہم اس طرح کی ایک صاع کھجوریں دوسری دو یا تین صاع کے عوض خرید لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا مت کیا کرو بلکہ گھٹیا کھجوریں درہموں کے بدلے فروخت کر کے ان درہموں سے عمدہ کھجوریں خرید لیا کرو۔“

فوائد ومسائل: ① خیبر کا علاقہ بڑا زرخیز اور وہاں کی زمین زرعی اور باغبانی تھی۔ فتح کے بعد یہ علاقہ یہودیوں کو بٹائی پر دے دیا گیا۔ وہاں سے پیداوار کا حصہ وصول کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو تعینات کیا، انھوں نے وہاں سے وصولی ایسے طریقے سے کی جس سے سودی کاروبار کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے وہاں کی کھجوریں بطور تحفہ لائے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں مذکورہ بالا ہدایت فرمائی۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام سے بچنے کے لیے کوئی حیلہ کیا جائے تو جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اسے حیلے کی تعلیم دی۔ حرام سے بچنے کے لیے بسا اوقات ایسا کرنا مستحب بلکہ واجب ہوتا ہے۔ ③ حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعے میں حیلے کی نظیر خود قرآن نے بیان کی ہے۔ ہاں اگر کسی واجب سے گریز کے لیے کوئی حیلہ کیا جائے تو ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے جیسا کہ چھ ماہ تک زیورات بیوی کے نام اور چھ ماہ تک کے لیے شوہر کے نام کر دیے جائیں تاکہ کسی ایک کی ملکیت میں ان پر سال نہ گزرے اور نہ ان پر زکاۃ واجب ہو۔ ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن کریم نے اس قسم کے حیلوں کی مذمت کی ہے جیسا کہ سمندر کے کنارے مچھلیاں پکڑنے والوں کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے۔

٤٢٤٦، ٤٢٤٧ - وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ سَعِيدٍ: أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ

[4247,4246] حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انصار کے خاندان

وَأَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ أَخَا بَنِي عَدِيٍّ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِلَى خَيْبَرَ فَأَمَّرَهُ عَلَيْهَا. [راجع: ٢٢٠١، ٢٢٠٢]

بنوعدی کے بھائی کو خیبر بھیجا اور اسے وہاں کا عامل مقرر فرمایا۔

وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ: مِثْلَهُ.

عبدالمجید سے روایت ہے، انھوں نے ابو صالح سمان سے، انھوں نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری ؓ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے بنوعدی کے جس انصاری شخص کو خیبر کا عامل مقرر کیا تھا اس کا نام سواد بن غزیہ ہے۔ یہ وہاں کے پہلے تحصیل دار تھے۔ انھیں آپ نے خیبر کی زمین کا خراج اور وہاں کے باغات کا حصہ وصول کرنے کے لیے تعینات کیا تھا۔ ② خطیب بغدادی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے لیے ابن صعصعہ ؓ کو عامل مقرر کیا تھا۔ شاید یہ کوئی اور واقعہ ہوگا کیونکہ ابوعوانہ اور دارقطنی میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ عدی بن نجار سے حضرت سواد بن غزیہ کو خیبر کا تحصیل دار مقرر کیا تھا۔[1]

(٤١) بَابُ مُعَامَلَةِ النَّبِيِّ ﷺ أَهْلَ خَيْبَرَ

باب: 41- نبی ﷺ کا اہل خیبر سے معاملہ کرنا

٤٢٤٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَّعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. [راجع: ٢٢٨٥]

[4248] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے یہودیوں کو خیبر کی زمین اس شرط پر دی کہ وہ اسے درست رکھیں اور اس میں کھیتی باڑی کریں تو اس کی پیداوار سے انھیں نصف ملے گا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو وہاں کی زمین وہاں کے لوگوں کے مطالبے پر ان کے پاس رہنے دی، تاہم ان کے ساتھ اس طرح سے معاملہ کیا کہ وہ اس میں کھیتی باڑی کریں اور انھیں اس کی پیداوار سے نصف ملے گا۔ ② رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر سے یہ معاملہ بطور مزارعت کیا تھا، جبکہ بعض ائمہ کے نزدیک معاملۂ مزارعت جائز نہیں۔ اگرچہ مزارعت کی بعض صورتیں ناجائز ہیں، مثلاً: زمین کے کسی خاص ٹکڑے کی پیداوار مالک اپنے لیے خاص کر لے، چاہے دوسری زمین پیداوار دے یا نہ دے۔ ایسا کرنا شرعاً ناجائز ہے، تاہم ان مخصوص صورتوں کے ناجائز ہونے کی وجہ سے مطلق طور پر اس معاملے کو ناجائز کہنا درست نہیں کیونکہ متعدد صحابۂ کرام ؓ سے قولی اور عملی طور پر اس کا جواز منقول ہے۔ واللہ أعلم.

---

1. سنن الدارقطني: 17/3، وفتح الباري: 621/7.

(٤٢) بَابُ الشَّاةِ الَّتِي سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ بِخَيْبَرَ

باب: 42- وہ بکری جسے نبی ﷺ کے لیے خیبر میں زہر آلود کیا گیا تھا

رَوَاهُ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت عروہ نے اس روایت کو حضرت عائشہ ؓ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وضاحت: شاید اس سے مراد حضرت عروہ کی وہ معلق روایت ہے جسے امام بخاری ؒ نے کتاب المغازی کے آخر میں بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ نے کہا: جس بیماری میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، آپ نے فرمایا: ”اے عائشہ! مجھے اس کھانے کا اب درد محسوس ہو رہا ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اب میں اس کے زہریلے اثر سے اپنی شاہ رگ کٹتی محسوس کرتا ہوں۔“[1]

٤٢٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي سَعِيدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ. [راجع: ٣١٦٩]

[4249] حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب خیبر فتح کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری کا زہر آلود گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ تالیف قلبی کے لیے ہر پیش کرنے والے کا ہدیہ قبول کر لیتے اور اسے کھا بھی لیتے تھے، اس بنا پر فتح خیبر کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث نے آپ کی دعوت کا اہتمام کیا اور گوشت کا جو حصہ آپ کو تمام گوشت سے زیادہ پسند تھا اس میں سخت ترین زہر ملا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو لقمہ منہ میں ڈالتے ہی پتہ چل گیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے لیکن آپ کے ساتھ ایک صحابی حضرت بشر بن براء بن معرور ؓ تھے، انھوں نے اسے کھایا تو وہ اس کے اثر کی وجہ سے فوراً وفات پا گئے۔ آپ نے اس یہودی عورت کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا: میں نے آپ کا امتحان لینے کے لیے یہ سنگین اقدام کیا تھا۔ آپ نے اپنے طور پر تو اسے معاف کر دیا لیکن بشر بن براء بن معرور ؓ کے قصاص میں اسے قتل کر دیا۔[2]

(٤٣) [بَابُ] غَزْوَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

باب: 43- غزوۂ زید بن حارثہ ؓ

وضاحت: یہ غزوہ، غزوۂ موتہ کے علاوہ ہے کیونکہ غزوۂ موتہ کا ذکر آئندہ مستقل طور پر آئے گا۔ غزوۂ موتہ میں بھی حضرت زید بن حارثہ ؓ کو امیر مقرر کیا تھا۔

٤٢٥٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

[4250] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4428. [2] فتح الباري: 622/7.

سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَمَّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُسَامَةَ عَلَى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ: «إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ، وَايْمُ اللهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِّلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ». [راجع: ٣٧٣٠]

نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک قوم پر امیر مقرر فرمایا تو کچھ لوگوں نے ان کی امارت کو ہدف تنقید بنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر آج تمھیں اس کی امارت پر اعتراض ہے تو تم ہی کچھ دن پہلے اس کے باپ کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو۔ اللہ کی قسم! یقیناً وہ اس امارت کے اہل اور حق دار تھے اور بلاشبہ وہ مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے جس طرح یہ (اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما) ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔''

فوائد ومسائل: ① جس لشکر کا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا گیا تھا اسے جیش اسامہ کہا جاتا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے میں یہ مصلحت تھی کہ ان کے والد گرامی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے علاوہ یہ بھی خیال تھا کہ وہ اپنے والد گرامی کی شہادت کو یاد کر کے بے جگری سے لڑیں گے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو کئی لڑائیوں میں سردار مقرر کیا تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے سات لڑائیاں ان کی زیر امارت لڑی ہیں: انھیں پہلے نجد کی طرف، پھر بنوسلیم کی طرف، پھر قریش کے تجارتی قافلوں کی طرف، پھر بنوثعلبہ کی طرف، پھر حسمی کی طرف، پھر وادی القری کی طرف اور آخر میں بنوفزارہ کی طرف امیر بنا کر روانہ کیا گیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ آخری غزوہ ہے۔ اس میں بڑے بڑے مہاجر اور انصار شریک تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ ان کی زیر کمان تھے۔ ③ رسول اللہ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت کے دستور کو مٹا کر جس میں قابلیت ہو اس کو امیر بنایا جائے۔[1] کسی فارسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

بزرگی بعقل است نہ بہ سال تونگری بدل است نہ بمال

(٤٤) بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ

باب: 44- عمرۂ قضا کا بیان

ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وضاحت: صلح حدیبیہ کے اگلے سال عمرۂ قضا ہوا تھا۔ یہ نام اس لیے ہے کہ اسے صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش کے ساتھ ایک طے شدہ فیصلے کے مطابق ادا کیا گیا تھا۔ اس سے اصطلاحی قضا مراد نہیں کیونکہ آئندہ سال جو عمرہ کیا گیا تھا وہ اس عمرے کی قضا نہ تھی جس سے صلح حدیبیہ کے دن حلال ہوئے تھے۔ اسے عمرۃ القصاص اور عمرۃ الصلح بھی کہا جاتا ہے۔ پہلے عمرے کو بھی رسول اللہ ﷺ کے چار عمروں میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ اگرچہ اس کے ارکان ادا نہیں ہوئے تھے، تاہم اللہ کے ہاں اس کا

[1] فتح الباري: 624/7.

ثواب ثابت ہو چکا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی معلق روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کیے تھے تو انھوں نے جواب دیا کہ چار۔ ان میں ایک صلح حدیبیہ کا عمرہ تھا جو ذوالقعدہ میں ادا ہوا جبکہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو روک دیا تھا۔[1]

٤٢٥١ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كُتِبَ الْكِتَابُ كَتَبُوا: هٰذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ. قَالُوا: لَا نُقِرُّ لَكَ بِهٰذَا، لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ مَا مَنَعْنَاكَ شَيْئًا، وَلٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، فَقَالَ: أَنَا رَسُولُ اللهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ. ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ: «امْحُ رَسُولُ اللهِ»، قَالَ عَلِيٌّ: لَا وَاللهِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْكِتَابَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ، فَكَتَبَ: هٰذَا مَا قَاضَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ السِّلَاحَ إِلَّا السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ، وَأَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتْبَعَهُ، وَأَنْ لَّا يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا، فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا: قُلْ لِّصَاحِبِكَ: اخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِي: يَا عَمِّ! يَا عَمِّ! فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ: دُونَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ،

[4251] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب نبی ﷺ نے ذوالقعدہ میں عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو اہل مکہ نے آپ کو مکے میں داخل ہونے سے روک دیا یہاں تک کہ آپ نے ان سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ آپ آئندہ سال عمرے کے موقع پر مکے میں تین دن تک ٹھہر سکیں گے۔ جب معاہدہ لکھا جانے لگا تو اس میں لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی ہے تو مشرکین مکہ نے کہا: ہم اس کا اقرار نہیں کرتے۔ اگر ہمیں یقین ہو کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ کو کسی چیز سے نہیں روک سکتے تھے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔" پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "لفظ "رسول اللہ" مٹا دو۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو آپ کا نام کبھی نہیں مٹاؤں گا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہ دستاویز اپنے ہاتھ میں لی، حالانکہ آپ اچھی طرح لکھ نہیں سکتے تھے۔ آپ نے لکھا: "یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے کہ وہ مکے میں ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گے مگر وہ تلوار جو نیام میں ہو گی۔ اور اہل مکہ میں سے اگر کوئی آپ کے ساتھ جانا چاہے تو آپ اس کو اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ اور اگر آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو منع نہیں کریں گے۔" چنانچہ جب آپ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوئے اور مدت گزر گئی تو مکہ والے حضرت علی رضی اللہ عنہ

[1] صحيح البخاري، العمرة، حديث: 1778.

حَمَلْتُهَا، فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَّزَيْدٌ وَّجَعْفَرٌ، فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّي، وَقَالَ جَعْفَرٌ: هِيَ ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي، وَقَالَ زَيْدٌ: بِنْتُ أَخِي، فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ لِخَالَتِهَا وَقَالَ: «اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ». وَقَالَ لِعَلِيٍّ: «أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ». وَقَالَ لِجَعْفَرٍ: «أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي»، وَقَالَ لِزَيْدٍ: «أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا». وَقَالَ عَلِيٌّ: أَلَا تَتَزَوَّجُ بِنْتَ حَمْزَةَ؟ قَالَ: «إِنَّهَا بِنْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ».

[راجع: ١٧٨١]

کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ اپنے صاحب سے کہیں کہ وہ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ مدت ختم ہو چکی ہے۔ نبی ﷺ مکہ سے باہر تشریف لے گئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے آواز دینا شروع کی: اے چچا! اے میرے چچا جان! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے قبضے میں لیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اسے سنبھالو۔ یہ تمھارے چچا کی بیٹی ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے پکڑ لیا، لیکن اس کے متعلق حضرت علی، حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم جھگڑنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے پکڑا ہے اور وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: ''خالہ، ماں کی طرح ہوتی ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم مجھ سے ہو اور میں تجھ سے ہوں۔'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو۔'' اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم ہمارے بھائی اور مولیٰ ہو۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: (اللہ کے رسول!) آپ حمزہ کی بیٹی سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے (جس سے میرا نکاح نہیں ہو سکتا)۔''

فوائد و مسائل: ① عمرۃ القضا کے کئی ایک نام ہیں جن میں سے عمرۃ القضیہ، عمرۃ الصلح اور عمرۃ القصاص زیادہ مشہور ہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے عمرۃ القضا کو کتاب المغازی میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ کفار قریش نے جب مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکا تو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جھگڑا ہوا تھا، پھر انھوں نے اپنے احرام کھول دیے تھے۔ دوسرے سال جب سات ہجری میں مسلمان طے شدہ فیصلے کے مطابق عمرے کے لیے گئے تو اس وقت بھی جھگڑا ہوا تھا اگرچہ تلواروں کا استعمال نہیں ہوا اور غزوے میں تلواروں کا استعمال ضروری بھی نہیں۔ ③ واضح رہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جس بیٹی کے متعلق حضرت جعفر، حضرت زید اور حضرت علی رضی اللہ عنہم میں جھگڑا ہوا اس کا نام عمارہ تھا۔ اس کی والدہ سلمیٰ بنت عمیس ہے جو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی بہن

ہیں۔ حضرت اسماء اس وقت حضرت جعفر ؓ کے نکاح میں تھیں۔ ان حضرات کا بنت حمزہ کے متعلق جھگڑا مکہ مکرمہ میں نہیں ہوا جیسا کہ روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہوا تھا۔ اس کی وضاحت خود حضرت علی ؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ طیبہ آئے تو ہم میں سے ہر ایک نے ان کی پرورش اور کفالت کا دعویٰ کیا۔ [1] چونکہ عمارہ بنت حمزہ ؓ کی خالہ حضرت اسماء بنت عمیس ؓ حضرت جعفر ؓ کے نکاح میں تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا: ”عمارہ اپنی خالہ کے پاس رہے گی۔“ حافظ ابن حجر ؒ نے وضاحت کی ہے کہ حضرت عمارہ ؓ اپنی خالہ کے پاس رہیں۔ جب جنگ موتہ میں حضرت جعفر شہید ہوئے تو انھوں نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد عمارہ حضرت علی ؓ کے پاس رہے گی۔ ان کے پاس رہتے ہوئے جب بالغ ہوئیں تو حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپ اس سے نکاح کر لیں تو رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ عمارہ میری رضاعی بھتیجی ہے کیونکہ اس کے باپ کو اور مجھے حضرت ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ رضاعت کے مسائل آئندہ بیان ہوں گے۔ [2]

٤٢٥٢ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ - هُوَ ابْنُ رَافِعٍ -: حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي أَبِي: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ، وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ إِلَّا سُيُوفًا، وَلَا يُقِيمَ بِهَا إِلَّا مَا أَحَبُّوا، فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ، فَلَمَّا أَنْ أَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا أَمَرُوهُ أَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ.

[4252] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عمرے کی نیت سے نکلے تو کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، چنانچہ آپ نے اپنا قربانی کا جانور مقام حدیبیہ میں ذبح کر دیا اور وہیں اپنا سر منڈوا دیا اور ان سے اس شرط پر معاہدہ کیا کہ آپ آئندہ سال عمرہ کر سکیں گے، نیز تلواروں کے علاوہ دوسرا کوئی ہتھیار ہمراہ نہیں لائیں گے اور نہ مکہ مکرمہ میں ان کی مرضی کے خلاف قیام ہی کریں گے، اس لیے آپ نے آئندہ سال عمرہ کیا اور معاہدے کے مطابق آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ جب آپ نے تین دن اقامت مکمل کر لی تو کفار نے کہا کہ اب آپ چلے جائیں تو آپ وہاں سے چلے آئے۔

فوائد ومسائل: ① 6 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ میں ان شرائط پر کفار مکہ سے صلح کر لی کہ اس سال مسلمان عمرہ کیے بغیر ہی واپس چلے جائیں اور وہ آئندہ سال عمرہ کریں۔ اس کے علاوہ جب وہ مکہ مکرمہ میں آئیں تو تلواروں کے علاوہ کوئی دوسرا ہتھیار ہمراہ نہ لائیں اور تلواریں بھی نیاموں میں بند ہوں اور مسلمان مکہ مکرمہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ ② رسول اللہ ﷺ نے روکے جانے کی وجہ سے وہیں احرام کھول دیا اور آئندہ سال 7 ہجری میں جب آپ ﷺ غزوۂ خیبر اور دیگر چھوٹے

---

① مسند أحمد: 98/1. ② فتح الباري: 636/7.

چھوٹے غزوات سے فارغ ہوئے تو ماہ ذی قعدہ میں عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور عمرہ مکمل کیا، پھر تین دن ٹھہرنے کے بعد واپس مدینے چلے آئے۔ وعدہ پورا کرنے کا تقاضا بھی یہی تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے مکمل طور پر ادا فرمایا۔
③ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں کفار قریش کی مرضی کے خلاف نہیں ٹھہریں گے، یہ مجمل الفاظ ہیں۔ ایک روایت میں وضاحت ہے کہ تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہریں گے، چنانچہ تیسرے دن انھوں نے خود حضرت علی ؓ سے کہا کہ آج آخری دن ہے، آپ اپنے صاحب سے کہیں کہ وہ مکہ سے چلے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ سے انھوں نے کہا تو آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ چلے آئے۔[1]

٤٢٥٣ - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَّنْصُورٍ، عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعًا، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. [راجع: ١٧٧٥]

[4253] حضرت مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں اور حضرت عروہ بن زبیر دونوں مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو حضرت ابن عمر ؓ، حضرت عائشہ ؓ کے حجرے کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ عروہ نے سوال کیا کہ نبی ﷺ نے کل کتنے عمرے کیے تھے؟ حضرت ابن عمر ؓ نے جواب دیا: آپ نے چار عمرے کیے تھے اور ایک ان میں سے ماہ رجب میں کیا تھا۔

٤٢٥٤ - ثُمَّ سَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ، قَالَ عُرْوَةُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، فَقَالَتْ: مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدٌ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ. [راجع: ١٧٧٦]

[4254] پھر ہم نے حضرت عائشہ ؓ کے مسواک کرنے کی آواز سنی۔ حضرت عروہ نے ان سے پوچھا: اے ام المومنین! کیا آپ نے ابو عبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن عمر ؓ) کی بات نہیں سنی؟ کہ نبی ﷺ نے چار عمرے کیے ہیں ان میں سے ایک رجب میں تھا۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: نبی ﷺ نے جب بھی عمرہ کیا تو عبداللہ بن عمر ؓ آپ کے ہمراہ تھے لیکن آپ نے ماہ رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عائشہ ؓ نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی کسی بات کا انکار نہیں کیا، صرف اس بات کی وضاحت کی کہ آپ نے کوئی عمرہ رجب میں نہیں کیا۔ یہ وضاحت سن کر حضرت عبداللہ بن عمر ؓ خاموش ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھول کر یا سہواً یہ بات کہہ دی تھی، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی بات مثبت ہے اور حضرت عائشہ ؓ اس کی نفی کرتی ہیں، لہٰذا مثبت، نافی سے مقدم اور راجح ہوتا ہے۔ یہ اصول اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن اس کا محل متعین ہے۔

1 صحيح مسلم، الجهاد، حديث: 4631 (1783)، و فتح الباري: 636/7.

② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق محدثین نے تیرہ نسیانات کو جمع کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عمرہ رجب میں کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعتراض تعداد پر نہیں تھا بلکہ ماہ رجب میں عمرہ کرنے پر تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے کوئی عمرہ رجب میں نہیں کیا۔[1]

٤٢٥٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ: لَمَّا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَتَرْنَاهُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِكِينَ وَمِنْهُمْ أَنْ يُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ. [راجع: ١٦٠٠]

[4255] حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا تو ہم نے آپ کو مشرکین اور ان کے لڑکوں سے پردے میں رکھا تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہ پہنچا سکیں۔

فوائد ومسائل: ① اسلام کو مسلسل فتوحات ملنے کی وجہ سے اگرچہ کفر اور اہل کفر کی کمر ٹوٹ چکی تھی، تاہم کفار مکہ کے دل اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق صاف نہیں تھے۔ مسلمانوں کو ان سے خطرات لاحق رہتے تھے۔ ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت انتہائی ضروری تھی۔ آپ نے جب صلح حدیبیہ کے دوسرے سال عمرہ کیا تو مسلمانوں نے اس دوران میں رسول اللہ ﷺ کی مکمل حفاظت کی۔ ② اس حدیث میں آپ کے متعلق سیکورٹی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہمیں مشرکین کی طرف سے خطرہ تھا کہ کوئی آپ کو پتھر مار دے یا کوئی اور تکلیف پہنچائے، اس لیے ہم نے آپ کو حصار میں رکھا اور لوگوں سے چھپایا۔[2]

٤٢٥٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ - هُوَ ابْنُ زَيْدٍ - عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ، وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ. [راجع: ١٦٠٢]

[4256] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو مشرکین نے کہا کہ تمھارے پاس وہ لوگ آ رہے ہیں جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ پہلے تین چکروں میں رمل کریں، نیز رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آرام سے چلیں۔ آپ نے تمام چکروں میں اکڑ کر چلنے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ مبادا امت پر دشوار ہو جائے۔

فوائد ومسائل: ① کندھے ہلا کر اکڑ کر چلنے کو رمل کہتے ہیں۔ ② اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خاص مقصد کے پیش نظر

① صحيح البخاري، العمرة، حديث: 1776. ② صحيح البخاري، العمرة، حديث: 1791.

ایسا کرنے کا حکم دیا تھا لیکن ایسا کرنا اب بھی مسنون ہے۔ واضح رہے کہ جب بیت اللہ کی دیواریں پرانی اور کمزور ہو گئیں تو قریش نے پانچویں مرتبہ اس کی تعمیر شروع کی۔ انھوں نے عہد کیا تھا کہ بیت اللہ کی تعمیر پر حرام کا پیسہ نہیں لگائیں گے، اس لیے چندہ کم پڑ گیا تو انھوں نے بیت اللہ کا ایک حصہ اس تعمیر سے الگ کر دیا، اسے حطیم کہا جاتا ہے، اس لیے شمال کی جانب بیت اللہ کے دونوں کنارے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر نہیں ہیں اور جنوب کی طرف جو دو کونے ہیں، یعنی رکن یمانی اور حجر اسود والا کونہ دونوں بنیاد ابراہیمی پر ہیں، مشرکین شمال کی جانب جبل قعیقعان پر کھڑے تھے۔ جب مسلمان رکن یمانی اور حجر اسود کی طرف ہوتے تو مشرکین کو نظر نہیں آتے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے صرف حطیم کی جانب آتے ہوئے رمل کا حکم دیا اور وہ بھی پہلے تین چکروں میں، باقی پھیروں میں مشقت کی وجہ سے عام رفتار کے ساتھ طواف کرنے کے متعلق فرمایا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے: ''مشرکین نے کہا: ہمارا خیال تھا کہ مسلمان مدینے جا کر کمزور ہو چکے ہیں لیکن یہ تو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط اور طاقتور ہو چکے ہیں۔''[1]

٤٢٥٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ. [راجع: ١٦٤٩]

[4257] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اس لیے کی تھی کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

وَزَادَ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَامِهِ الَّذِي اسْتَأْمَنَ قَالَ: «ارْمُلُوا، لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ قُوَّتَهُمْ». وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب نبی ﷺ امن کے سال مکہ مکرمہ تشریف لائے تو فرمایا: ''اکڑ کر چلو تاکہ مشرکین کو اپنی طاقت دکھائیں۔'' اور مشرکین جبل قعیقعان کی طرف کھڑے دیکھ رہے تھے۔

فوائد و مسائل: ① گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران طواف میں رمل کیا تاکہ کفار کو اپنی طاقت دکھائیں، اس حدیث سے پتہ چلا کہ آپ نے صفا و مروہ کی سعی کرتے وقت بھی یہی خیال کیا تھا کہ کفار کے سامنے اپنی طاقت کا مظاہرہ کریں اگرچہ صفا و مروہ کی سعی کے اسباب بھی احادیث میں ذکر ہوئے ہیں۔ ایک چیز کے کئی اسباب ممکن ہیں۔ ان اسباب کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ کفار کے سامنے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا مقصود تھا جیسا کہ مذکورہ حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سبب کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ○ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اس مقام پر وسوسہ اندازی کرنے کے لیے آپ کے سامنے شیطان آیا تو آپ اس مقام پر دوڑے تھے، اس لیے اسے سنت ابراہیم کہا گیا ہے۔[2] ○ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی سنت قدیم ہے۔ وہ اس مقام پر ماں کی ماممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر بے قراری سے دوڑی تھیں جیسا کہ کئی احادیث سے ثابت ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، الحج، حدیث: 3059 (1266). [2] مسند أحمد: 297/1.

٤٢٥٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ، وَمَاتَتْ بِسَرِفَ. [راجع: ١٨٣٧]

[4258] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ بحالت احرام تھے اور جب آپ نے ان سے خلوت کی تو اپنا احرام کھول چکے تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی اسی مقام سرف میں ہوا تھا۔

٤٢٥٩ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَزَادَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَأَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ مَيْمُونَةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ. [راجع: ١٨٣٧]

[4259] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: نبی ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرۂ قضا میں نکاح کیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حقیقی خالہ تھیں۔ ان کی بہن حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ تھیں۔ ② مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر سرف ایک مقام ہے، وہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا اور اتفاق سے وہیں ان کا انتقال ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے عمرۂ قضا کے سفر میں حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام نکاح دے کر روانہ کیا تو انھوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا کیونکہ ان کے گھر ام فضل ان کی حقیقی بہن تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی نے نکاح کا فریضہ سرانجام دیا۔[1] ③ اس حدیث میں وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرۂ قضا کے سفر میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا، اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ واللہ أعلم. بحالت احرام نکاح کرنے کا مسئلہ آئندہ بیان ہوگا، البتہ خود حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھ سے نکاح کیا تو آپ احرام کی پابندیوں سے آزاد تھے۔[2]

(٤٥) بَابُ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ مِنْ أَرْضِ الشَّامِ

باب: 45- علاقۂ شام میں غزوۂ موتہ کا بیان

وضاحت: شام کی سرزمین میں، بیت المقدس سے دو مرحلے کے فاصلے پر بلقاء کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، جہاں مسلمانوں نے بہت بڑی جنگ لڑی تھی، اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بصری کے حاکم کی طرف اپنے قاصد حارث بن عمیر کو بھیجا۔ وہاں کے حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی نے اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر چڑھائی کے لیے فوج روانہ کی جو تین ہزار فوجیوں پر مشتمل تھی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس فوج کا امیر مقرر کیا۔

٤٢٦٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ

[4260] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں

① فتح الباري: 639/7. ② مسند أحمد: 332/6.

عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ وَقَفَ عَلَى جَعْفَرٍ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ قَتِيلٌ فَعَدَدْتُ بِهِ خَمْسِينَ بَيْنَ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ، لَيْسَ مِنْهَا شَيْءٌ فِي دُبُرِهِ، يَعْنِي فِي ظَهْرِهِ. [انظر: ٤٢٦١]

نے بتایا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے ان (کی لاش) پر کھڑے ہوکر ان کے جسم پر نیزوں اور تلواروں کے پچاس زخم شمار کیے۔ اور (وہ سارے زخم جسم کے اگلے حصے پر تھے) ان کی پشت پر کوئی زخم نہ تھا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اسلام کے ان بہادروں میں سے ہیں جن پر امت مسلمہ ہمیشہ نازاں رہے گی۔ پشت پر کسی زخم کا نہ ہونا اس امر کی علامت ہے کہ وہ آخر وقت تک دشمن کے سامنے سینہ سپر رہے، بھاگ کر پیٹھ دکھانے کا خیال تک بھی نہیں آیا۔ ② آئندہ روایت میں نوے زخموں کا ذکر ہے، ان میں کوئی مخالفت اور تضاد نہیں ہے کیونکہ پچاس زخم جسم کے اگلے حصے پر تھے اور نوے زخم تمام جسم پر ہوں گے یا پچاس زخم نیزوں اور تلواروں کے ہوں گے اور نوے زخم تیروں وغیرہ کے ہوں گے، اس کے علاوہ ایک عدد کی تخصیص زائد کی نفی پر دلالت نہیں کرتی۔ واللہ أعلم۔[1]

٤٢٦١ - أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَمَّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ، وَّإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ». قَالَ عَبْدُ اللهِ: كُنْتُ فِيهِمْ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلٰى وَوَجَدْنَا مَا فِي جَسَدِهِ بِضْعًا وَّتِسْعِينَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّرَمْيَةٍ. [راجع: ٤٢٦٠]

[4261] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔“ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اس جنگ میں مجاہدین کے ساتھ موجود تھا۔ جب ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو ان کی لاش دیگر لاشوں میں پڑی ہوئی تھی اور ہم نے ان کے جسم پر نیزوں اور تیروں کے نوے سے زیادہ زخم دیکھے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ غیب دان نہ تھے، اگر ایسا ہوتا تو ہرگز یہ نقصان نہ ہوتے۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جنگ میں شہید ہو گئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کمان سنبھال لی۔ رومیوں نے دوران جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا تو انھوں نے اسلامی جھنڈا دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جب وہ ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا اور آپ شہید ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی جھنڈا تھام لیا۔ جب وہ بھی شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے ہمکنار کیا۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

[1] فتح الباري: 641/7.

نے لکھا ہے کہ جب تینوں امراء شہید ہو گئے تو مسلمانوں نے ان تینوں حضرات کو ایک ہی قبر میں دفن کیا...... رضی اللہ عنہم[1]

٤٢٦٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَّأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ: «أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ - وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ - حَتّٰى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللهِ حَتّٰى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ».

[راجع: ١٢٤٦]

[4262] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر اس وقت اپنے صحابۂ کرام کو دی جب ان کے متعلق دیگر ذرائع سے کوئی اطلاع نہیں آئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”زید نے اسلامی جھنڈا اٹھایا۔ وہ شہید کر دیے گئے تو پھر جعفر نے جھنڈا اٹھا لیا۔ وہ بھی جام شہادت نوش کر چکے تو پھر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھا لیا۔ وہ بھی شہید کر دیے گئے۔ اس دوران میں آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حتی کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑ لیا۔ پھر اللہ نے اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔“

فوائد ومسائل: ① حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے اور جب انھوں نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلامی جھنڈا پکڑا تو اپنی فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا، وہ پیچھے ہٹ کر پھر آگے بڑھے۔ رومیوں نے سمجھا کہ انھیں تازہ کمک (مدد) پہنچ گئی ہے، اس لیے وہ آگے بڑھے ہیں۔ اس موقع پر گھمسان کی جنگ ہوئی اور بالآخر فتح مسلمانوں کے حصے میں آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق یوں دعا فرمائی: ”اے اللہ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد فرما۔“[2] اس وقت سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کہا جاتا ہے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کو مشروط سپہ سالار یا امیر بنانا جائز ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ بوقت ضرورت حاکم اعلیٰ کی اجازت کے بغیر امیر بنانا بھی جائز ہے۔ اس حدیث میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی واضح فضیلت ہے۔[3]

٤٢٦٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَّعَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ جَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ، قَالَتْ

[4263] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب حضرت ابن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ (مسجد میں) بیٹھ رہے جبکہ آپ میں حزن و ملال کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں دروازے کے سوراخ میں سے دیکھ رہی تھی کہ ایک شخص

① فتح الباري: 640/7. ② السنن الكبرى للنسائي: 69/5. ③ فتح الباري: 642/7.

عَائِشَةُ: وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ - تَعْنِي مِنْ شِقِّ الْبَابِ - فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَيْ رَسُولَ اللهِ! إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ - قَالَ: فَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ - فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، قَالَ: فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ: قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يُطِعْنَهُ، قَالَ: فَأَمَرَ أَيْضًا فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ: وَاللهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا، فَزَعَمَتْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ»، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ، فَوَاللهِ مَا أَنْتَ تَفْعَلُ وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ مِنَ الْعَنَاءِ. [راجع: ١٢٩٩]

نے آپ کے پاس آ کر کہا: اللہ کے رسول! حضرت جعفر ؓ کے خاندان کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ انھیں رونے دھونے سے منع کرو، چنانچہ وہ آدمی گیا اور واپس آ کر کہنے لگا: میں نے ان کو منع کیا ہے لیکن وہ میرا کہنا نہیں مانتیں۔ آپ نے پھر اسے وہی حکم دیا۔ وہ گیا اور واپس آ کر کہنے لگا: اللہ کی قسم! وہ ہم پر غالب آ گئی ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔'' حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تیری ناک خاک آلود کرے، اللہ کی قسم! تو نہ تو وہ کام کرتا ہے، اور نہ رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرنے سے باز ہی آتا ہے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کی شہادت اللہ کے ہاں بہت اعزاز و احترام کا باعث تھی لیکن خواتین خانہ فطری تقاضوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر رونے پیٹنے لگیں۔ یہ یاد رہے کہ رونے کی ممانعت بھی اس وقت ہے جب رونا نوحے کے ساتھ ہو۔ ممکن ہے کہ وہ عورتیں بے اختیار ہو کر رو رہی ہوں، یا انھوں نے خیال کیا ہو کہ مذکورہ آدمی اپنی طرف سے کہہ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی حکم نہیں دیا، اس لیے انھوں نے اس کے کہنے کی کوئی پروا نہ کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے منہ میں مٹی ڈالو'' اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں ان کے حال پر رہنے دو۔ ان کے منہ میں مٹی جھونکو، نہیں مانتی تو نہ مانیں۔ اس سے حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ چونکہ وہ بڑے خاندان کی معزز خواتین تھیں، اس لیے مٹی ڈالنے کی اسے جرأت نہ ہوئی۔ ② واضح رہے کہ رونے والی خواتین حضرت جعفر ؓ کی بیویاں نہیں تھیں کیونکہ ان کی صرف ایک ہی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس ؓ مشہور ہے۔ ممکن ہے کہ خاندان کی دیگر خواتین ہوں۔[1]

٤٢٦٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَيَّا ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ.

[راجع: ٣٧٠٩]

[4264] حضرت عامر سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ جب حضرت جعفر ؓ کے صاحب زادے کو سلام کہتے تو یوں فرماتے: اے دو پروں والے کے بیٹے! تجھ پر سلام ہو۔

فوائد ومسائل: ① جنگ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ ؓ کی شہادت کے بعد حضرت جعفر ؓ نے لپک کر جھنڈا اٹھایا

[1] فتح الباري: 644/7.

اور دشمنوں سے جنگ شروع کر دی۔ جب جنگ شدت اختیار کر گئی تو وہ اپنے گھوڑے سے کود پڑے، لڑتے لڑتے دشمن کی ضرب سے ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ اس کے بعد انھوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا لے لیا اور اسے مسلسل بند رکھا یہاں تک کہ بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا حتی آپ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے انھیں دونوں بازوؤں کے عوض جنت میں ایسے دو بازو عطا فرمائے جن کے ذریعے سے وہ جہاں چاہتے ہیں اڑ کر پہنچ جاتے ہیں۔''[1] اس لیے ان کا لقب جعفر طیار اور جعفر ذوالجناحین پڑ گیا۔ ② ان دونوں پروں کی کیفیت کا بیان کسی حدیث میں نہیں ہے، اس لیے ہم اسے حقیقت پر محمول کرتے ہوئے ان پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کی کیفیت اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور نہ اس کی کوئی تاویل ہی کرتے ہیں۔ بعض لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد صفت ملکیہ اور قوت روحانیہ ہے جو حضرت جعفر ؓ کو عطا کی گئیں لیکن ہمیں اس تاویل سے ہرگز اتفاق نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

٤٢٦٥ - حَدَّثَنَا [أَبُو نُعَيْمٍ:] حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ: لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَةٌ. [انظر: ٤٢٦٦]

[4265] حضرت خالد بن ولید ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جنگ موتہ میں نو تلواریں میرے ہاتھ سے ٹوٹی تھیں۔ صرف ایک چوڑے پھل والی یمنی تلوار میرے ہاتھ میں رہ گئی تھی۔

٤٢٦٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ: لَقَدْ دُقَّ فِي يَدِي يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ وَصَبَرَتْ فِي يَدِي صَفِيحَةٌ لِي يَمَانِيَةٌ. [راجع: ٤٢٦٥]

[4266] حضرت خالد بن ولید ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: غزوۂ موتہ میں میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں اور میرے ہاتھ میں صرف ایک یمنی چوڑی تلوار رہ گئی تھی۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ موتہ کے معرکے نے مسلمانوں کی ساکھ اور شہرت میں بہت زیادہ اضافہ کیا کیونکہ مدمقابل رومی اس وقت روئے زمین پر سب سے زیادہ طاقتور تھے۔ عرب سمجھتے تھے کہ ان سے ٹکر لینا خودکشی کے مترادف ہے، اس لیے تین ہزار کی ذرا سی نفری کا دو لاکھ کے بھاری بھرکم لشکر سے ٹکرا جانا عجوبۂ روزگار سے کم نہ تھا۔ اس جنگ میں صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے اور رومیوں کے مقتولین کی تعداد کا علم نہیں ہو سکا، البتہ مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی تعداد میں جہنم واصل ہوئے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب تنہا حضرت خالد بن ولید ؓ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں تو مقتولین اور مجروحین کی تعداد کتنی رہی ہو گی۔ ② حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں نے رومیوں کو بھاری نقصان پہنچایا اور بہت سے مشرک قتل کیے اور حضرت خالد بن ولید ؓ نے نہ صرف مسلمانوں کو نقصان سے محفوظ رکھا بلکہ خود جنگ میں شرکت کر کے بہت سے

① سلسلة الأحاديث الصحيحة: 226/3، رقم الحديث: 1226.

مشرک قتل کیے اور انھیں بھاری نقصان پہنچایا۔[1]

٤٢٦٧ - حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِي: وَاجَبَلَاهُ، وَاكَذَا، وَاكَذَا، تُعَدِّدُ عَلَيْهِ، فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ: مَا قُلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي: آنْتَ كَذٰلِكَ؟. [انظر: ٤٢٦٨]

[4267] حضرت نعمان بن بشیر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ پر غشی طاری ہوئی تو ان کی ہمشیر عمرہ، ہائے پہاڑ جیسا بھائی، ہائے ایسا! ہائے ایسا! کہہ کر رونے لگی، اور ان کی دیگر صفات شمار کرتی تھی۔ جب وہ ہوش میں آئے تو کہنے لگے: اے ہمشیر! تو نے میرے متعلق جو کچھ بھی کہا، مجھے کہا گیا کہ واقعی تو ایسا ہے؟

٤٢٦٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ بِهٰذَا، فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ. [راجع: ٤٢٦٧]

[4268] حضرت نعمان بن بشیر ؓ ہی سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ بے ہوش ہو گئے۔ انھوں نے پہلی حدیث کی طرح بیان کیا۔ پھر جب وہ شہید ہو گئے تو ان کی بہن ان پر نہ روئی۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے مدح خواں تھے۔ جب وہ بیمار ہوئے تو ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑا۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر ان کی ہمشیر نے ان پر نوحہ کیا جس کا حدیث میں ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کو اسی وقت افاقہ محسوس ہوا اور کہا کہ ایک فرشتے نے میرے سر پر لوہے کا ہتھوڑا اٹھایا اور کہا: کیا تو واقعی ایسا ہے جیسا کہ تیری بہن کہہ رہی ہے؟ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو وہ میرا سر ہتھوڑے سے کچل دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس واقعے کے بعد انھوں نے اپنی بہن کو رونے سے منع کر دیا، چنانچہ جب اسے جنگ موتہ میں ان کی شہادت کی خبر ملی تو ان کی ہمشیر نے صبر کیا اور ہرگز نہ روئی۔ ② امام بخاری ؒ نے اسی لیے اس حدیث کو یہاں بیان کیا ہے کہ جس مرض میں وہ بے ہوش ہوئے تھے اس میں ان کی وفات نہیں ہوئی تھی۔ ان کی وفات اس واقعے کے بعد جنگ موتہ میں ہوئی۔[2]

(٤٦) بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ

باب: 46- نبی ﷺ کا حضرت اسامہ بن زید ؓ کو قبیلۂ جہینہ کی ایک شاخ حرقات کی طرف بھیجنا

وضاحت: حُرَقات، حرقة کی جمع ہے۔ ایک آدمی نے چند آدمیوں کو قتل کر کے جلا دیا تھا، اس کی اولاد کو حرقات کہا جانے لگا۔ یہ قبیلۂ جہینہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ قبیلہ سختی اور بہادری میں مشہور تھا۔ جسم میں سختی کو عربی زبان میں جُهن کہا جاتا

① فتح الباري: 646/7. ② فتح الباري: 647/7.

ہے، جہینہ نام کا یہی سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حرقات کے مقابلے کے لیے بھیجا تھا، آئندہ احادیث میں اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

٤٢٦٩ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو ظَبْيَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْحُرَقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «يَا أُسَامَةُ! أَقَتَلْتَهُ بَعْدَمَا قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟» قُلْتُ: كَانَ مُتَعَوِّذًا، فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ. [انظر: ٦٨٧٢]

[4269] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حرقہ کی طرف روانہ کیا۔ ہم نے اس قوم پر صبح کے وقت حملہ کر کے انھیں شکست سے دوچار کر دیا۔ اس دوران میں میں اور ایک انصاری آدمی کفار کے ایک شخص سے ملے۔ جب ہم نے اس پر غلبہ پا لیا تو وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگا۔ انصاری تو فوراً رک گیا، لیکن میں نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ طیبہ واپس آئے تو نبی ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ''اے اسامہ! تو نے اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا؟'' میں نے عرض کی: اس نے تو قتل سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔ بہرحال آپ ﷺ اپنی بات کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی، کاش! میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔

فوائد و مسائل: ① بسا اوقات انسان ذاتی طور پر اپنے مقاصد پر نظر رکھتا ہے اور جو مفاسد اس سے لازم آتے ہیں، اس کی طرف اس کی نظر نہیں جاتی، اس بنا پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ تمنا اس لیے کی تھی کہ وہ اس جرم عظیم سے بری ہو جائیں اور مذکورہ عتاب سے محفوظ رہیں، اس خوف کی بنا پر یہ تمنا تھی، یعنی انھیں ایسے اسلام کی تمنا تھی جس میں گناہ نہ ہو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ان کی تمنا تھی کہ وہ آج مسلمان ہوتے تاکہ مذکورہ گناہ عظیم اسلام لانے کی وجہ سے معاف ہو جاتا کیونکہ اسلام لانے سے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، الغرض انھیں یہ گناہ مٹانے کی تمنا ہوئی عدم اسلام کی تمنا نہیں تھی۔[1] ② حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اسے درج ذیل آیت کے پیش نظر قتل کیا تھا: ''جب ہمارے عذاب کو دیکھ لیں تو ان کا ایمان لانا انھیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔''[2] رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے معذور خیال کیا اور ان پر دیت وغیرہ واجب نہ کی۔ مؤرخین کے ہاں مشہور ہے کہ اس غزوے میں حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ امیر تھے اور اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی: ''جب تمھیں کوئی سلام کہے تو تم اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔''[3] اور جس شخص کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اس کا نام مرداس بن نہیک اور وہ بکریوں کا چرواہا تھا۔[4] واللہ أعلم.

① فتح الباري: 244/12. ② المؤمن 40: 85. ③ النساء 4: 94. ④ فتح الباري: 242/12.

٤٢٧٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، وَخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ، مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ، وَمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ. [انظر: ٤٢٧١، ٤٢٧٢، ٤٢٧٣]

[4270] حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ سات جنگوں میں شریک رہا ہوں۔ اور نو ایسے لشکروں میں شرکت کی ہے جنھیں آپ نے روانہ کیا تھا۔ کبھی ہمارے امیر حضرت ابوبکر ؓ ہوتے اور کبھی فوج کے سربراہ حضرت اسامہ بن زید ؓ ہوتے تھے۔

٤٢٧١ - وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ يَقُولُ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبَعْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ، مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ وَمَرَّةً أُسَامَةُ. [راجع: ٤٢٧٠]

[4271] حضرت سلمہ بن اکوع ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کے ہمراہ سات غزوات میں حصہ لیا اور نو ایسے لشکروں میں شرکت کی ہے جنھیں خود آپ ﷺ نے روانہ کیا تھا۔ کبھی ہمارے امیر حضرت ابوبکر ؓ ہوتے اور کبھی حضرت اسامہ بن زید ؓ ہوتے۔

٤٢٧٢ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ تِسْعَ غَزَوَاتٍ، وَغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا. [راجع: ٤٢٧٠]

[4272] حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ سات جنگوں میں شرکت کی ہے۔ اور میں نے ابن حارثہ کے ہمراہ بھی ایک جنگ میں شرکت کی تھی۔ آپ ﷺ نے انھیں ہم پر امیر مقرر کیا تھا۔

٤٢٧٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، فَذَكَرَ خَيْبَرَ وَالْحُدَيْبِيَةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَيَوْمَ الْقَرَدِ، قَالَ يَزِيدُ: وَنَسِيتُ بَقِيَّتَهُمْ.

[راجع: ٤٢٧٠]

[4273] حضرت سلمہ بن اکوع ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کے ہمراہ سات جنگیں لڑی ہیں۔ انھوں نے غزوۂ خیبر، غزوۂ حدیبیہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ ذاتِ قرد کا ذکر کیا۔ (راویٔ حدیث) یزید بن ابوعبید نے کہا کہ باقی غزوات کے نام میں بھول گیا ہوں۔

فائدہ: یزید بن ابوعبید حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع ؓ جن سات غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے: غزوۂ خیبر، غزوۂ حدیبیہ، غزوۂ حنین، غزوۂ قرد، غزوۂ فتح مکہ، غزوۂ طائف اور غزوۂ تبوک۔ اور یہ رسول اللہ ﷺ کا آخری غزوہ ہے۔ ایک روایت میں نو غزوات کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ ان

میں ایک غزوہ وادی القریٰ ہو جو خیبر کے بعد ہوا اور دوسرا عمرۃ القضا ہو، جسے غزوہ شمار کر لیا گیا ہو۔[1] اور جن سرایا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر تھے ان میں سے سریۂ بنوفزارہ اور سریۂ بنوکلاب ہے، اسی طرح نو ہجری میں حج کے لیے انھیں روانہ کیا تھا، یہ بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ہوا تھا، اسی طرح حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں دو سرایا کا ذکر ملتا ہے۔ یہ پانچ سرایا ہیں، باقی چار کو بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔[2] ان سرایا میں رسول اللہ ﷺ نے کبھی امیر لشکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے اکابر کو بنایا اور کبھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جیسے نوجوانوں کو، لیکن کسی کے دل میں اس امر کا خیال نہیں آیا کہ امیر لشکر چھوٹا ہے، یا بڑا، بلکہ تمام شرکاء نے رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ ذیشان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی تھا کہ اگر کوئی حبشی غلام بھی تم پر امیر بنا دیا جائے تو اس کی اطاعت بھی تمھارا فرض ہے۔[3]

(٤٧) بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ

باب: 47- غزوۂ فتح مکہ کا بیان

وَمَا بَعَثَ بِهِ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور اس خط کی وضاحت جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو لکھا تھا، جس میں انھوں نے اہل مکہ کو نبی ﷺ کے حملے کی خبر دی تھی۔

وضاحت: رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ سے دس سال تک لڑائی نہ کرنے کا معاہدہ کیا جسے ''صلح حدیبیہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اہل مکہ نے صلح نامہ کی متعدد دفعات کی خلاف ورزی کی، بالآخر رسول اللہ ﷺ نے مکے پر چڑھائی کرنے کا پروگرام بنایا اور اسے چند اکابر صحابہ کے علاوہ دیگر اہل اسلام سے صیغۂ راز میں رکھا۔ لیکن حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک خط لکھ کر اطلاع دے بھیجی کہ رسول اللہ ﷺ حملہ کرنے والے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس خط کا مضمون ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''اے جماعت قریش! رسول اللہ ﷺ تمھارے پاس سیل رواں کی طرح بڑھتا ہوا لشکر لے کر آ رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ تنہا بھی تمھارے پاس آ جائیں تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور ان سے اپنا وعدہ پورا کرے گا، لہٰذا تم اپنے متعلق سوچ لو۔ والسلام۔'' واقدی نے اپنی ایک مرسل سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ اور عکرمہ کو یہ لکھا تھا: ''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں جنگ کا اعلان کر دیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ کا ارادہ تم لوگوں کے سوا کسی اور کا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں پر میرا ایک احسان رہے۔''[4]

٤٢٧٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: بَعَثَنِي

[4274] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا اور حکم دیا: ''تم چلتے رہو حتی کہ روضۂ خاخ پہنچو۔ یقیناً وہاں تمھیں اونٹنی پر سوار عورت ملے گی جس کے

---

[1] فتح الباري: 648/7. [2] فتح الباري: 649/7. [3] صحيح البخاري، الأحكام، حديث: 7142. [4] فتح الباري: 652/7.

رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ: «انْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوا مِنْهَا»، قَالَ: فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ، قُلْنَا لَهَا: أَخْرِجِي الْكِتَابَ، قَالَتْ: مَا مَعِي كِتَابٌ، فَقُلْنَا: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ، أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ، قَالَ: فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَإِذَا فِيهِ: مِنْ حَاطِبِ ابْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلٰى نَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا حَاطِبُ! مَا هٰذَا؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ، إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ - يَقُولُ: كُنْتُ حَلِيفًا - وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي، وَلَمْ أَفْعَلْهُ ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ»، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ! دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ: «إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلٰى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»، فَأَنْزَلَ اللهُ السُّورَةَ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ عَدُوِّى وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا۟ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلْحَقِّ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ﴾. [راجع: ٣٠٠٧]

پاس ایک خط ہے۔ تم اس سے حاصل کر کے لے آؤ۔" انھوں نے کہا: ہم وہاں سے چل پڑے۔ ہمارے گھوڑے ہمیں بڑی تیزی سے لے جا رہے تھے۔ جب ہم روضہ خاخ پہنچے تو واقعی وہاں ہمیں اونٹنی پر سوار ایک عورت ملی۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال دے، وہ کہنے لگی: میرے پاس کوئی خط وغیرہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا: تجھے خط نکالنا ہوگا بصورت دیگر ہم تیرے کپڑے اتار پھینکیں گے، چنانچہ اس نے اپنے بالوں کے جوڑے سے خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا جسے لے کر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس میں یہ لکھا تھا: "حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام۔" اس خط کے ذریعے سے وہ رسول اللہ ﷺ کے کچھ راز مشرکین کو بتا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے حاطب! یہ کیا ہے؟" حاطب نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ میرے معاملے میں جلدی سے کام نہ لیں۔ دراصل میں قریش کے خاندان سے نہیں تھا بلکہ میں ان کا حلیف تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ مکرمہ میں قرابت داری ہے جس کی وجہ سے اہل مکہ ان کے اہل و عیال اور اموال و متاع کی حفاظت کریں گے۔ میں نے خیال کیا کہ جب میرا ان سے کوئی نسبی رشتہ نہیں ہے تو میں ان پر کوئی احسان کر دوں جس کی وجہ سے وہ میری قرابت کی نگہبانی کریں۔ میں نے یہ کام اپنے دین سے برگشتہ ہو کر نہیں کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ ہی سے ایسا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ اس شخص نے سچ سچ کہہ دیا ہے۔" (اس کے باوجود) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیں، میں اس منافق کی گردن اڑاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ شخص بدر کی جنگ میں شریک ہو چکا

ہے۔ تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں سے فرمایا ہے: تم جو چاہو عمل کرو۔ یقیناً میں تمھیں بخش چکا ہوں۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی: ''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم انھیں اپنی محبت اور دوستی کا یقین دلاتے ہو حالانکہ وہ حق (سچے دین) کے منکر ہوئے ہیں جو تمھارے پاس آیا ہے...... تو یقیناً وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔''

فوائد و مسائل: ① روضۂ خاخ، مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو دس دینار دیے تھے کہ وہ اس خط کو مشرکین مکہ تک بحفاظت پہنچا دے لیکن بذریعۂ وحی یہ راز فاش ہو گیا۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ ظاہری اور قانونی سیاست کے مطابق تھا مگر رسول اللہ ﷺ کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی سچائی بذریعۂ وحی معلوم ہو گئی، اس بنا پر آپ نے ان کی غلطی سے درگزر فرمایا۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ بعض معاملات میں محض ظاہری حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرنا قرین قیاس نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور انھوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔[1] ④ بہر حال اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہم راز راستے ہی میں پکڑوا دیا اور مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کی کوئی خبر قریش تک نہ پہنچ سکی، بالآخر نبی ﷺ نے 10 رمضان المبارک کو مدینہ طیبہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور آپ کے ساتھ دس ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نفری تھی۔ اس کی تفصیل آئندہ احادیث میں بیان ہوگی۔ بإذن الله تعالى.

(٤٨) بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ

باب: 48- غزوۂ فتح مکہ کا بیان جو رمضان المبارک میں ہوا

وضاحت: فتح مکہ آٹھ ہجری ماہ رمضان میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ دس رمضان المبارک بروز بدھ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ روانہ ہوتے وقت آپ نے حضرت ابو رہم غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں قائم مقام مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے دس ہزار نفری کے ساتھ مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کی۔[2]

٤٢٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ غَزَا

[4275] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ فتح مکہ رمضان المبارک میں کیا۔ راویٔ حدیث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسیّب کو اسی طرح کہتے سنا ہے۔

① صحيح البخاري، المغازي، حديث: 3983. ② فتح الباري: 6/8.

غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ. قَالَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ مِثْلَ ذٰلِكَ.

وَعَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ - الْمَاءَ الَّذِي بَيْنَ قُدَيْدٍ وَّعُسْفَانَ - أَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتّٰى انْسَلَخَ الشَّهْرُ. [راجع: ١٩٤٤]

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابن عباس ؓ کا بیان ہے کہ اس سفر میں نبی ﷺ بحالت روزہ تھے لیکن جب قدید اور عسفان کے درمیان کدید نامی چشمے پر پہنچے تو روزہ توڑ دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے روزہ نہیں رکھا حتی کہ رمضان کا مہینہ ختم ہوگیا۔

فوائد ومسائل: ① قدید، چشموں اور باغات پر مشتمل ایک بستی کا نام ہے جبکہ کَدید اس سے سولہ میل کے فاصلے پر ایک چشمہ ہے اور یہ چشمہ مکہ کے قریب ہے۔ ② روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہوجاتا ہے جو جہاد کے لیے نقصان دہ ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سفر کے دوران میں رمضان کے روزے نہیں رکھے اور نہ آپ نے اپنے صحابۂ کرام ؓ ہی کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جہاد کے علاوہ عام سفر کے لیے بھی یہی حکم ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی صراحت ہے۔[1]

٤٢٧٦ - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فِي رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَمَعَهُ عَشَرَةُ آلَافٍ، وَّذٰلِكَ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِ سِنِينَ وَنِصْفٍ، مِنْ مَّقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ، فَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَّعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلٰى مَكَّةَ، يَصُومُ وَيَصُومُونَ، حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيدَ - وَهُوَ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ - أَفْطَرَ وَأَفْطَرُوا.

[4276] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ماہ رمضان میں دس ہزار صحابۂ کرام ؓ کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کو مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ساڑھے آٹھ سال پورے ہونے والے تھے۔ اس سفر میں آپ اور آپ کے ساتھ آنے والے مسلمان روزے سے تھے۔ پھر جب آپ مقام کدید پر پہنچے جو عسفان اور قدید کے درمیان ایک چشمہ ہے تو وہاں آپ نے روزہ توڑ دیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی روزہ توڑ دیا۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْآخِرُ فَالْآخِرُ. [راجع: ١٩٤٤]

امام زہری فرماتے ہیں کہ شرعی احکام میں رسول اللہ ﷺ کے سب سے آخری عمل کو ہی لیا جائے گا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اثنائے سفر میں روزہ افطار کیا جاسکتا ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے: ''جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو وہ بعد میں فوت شدہ روزے رکھ لے۔''[2] اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جس نے

[1] عمدة القاري: 262/12. [2] البقرة 2:185.

اول رمضان میں روزہ رکھ لیا، اب اسے افطار نہیں کرنا چاہیے لیکن اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل دوران سفر رمضان المبارک میں روزہ افطار کرنا ہے اور جو سارا رمضان مقیم ہوا سے رمضان کے روزے رکھنا ضروری ہیں۔ ② اس حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لیے دس ہزار کی نفری لے کر روانہ ہوئے اور روانگی کے وقت مکہ مکرمہ سے ہجرت کیے ہوئے آٹھ سال پورے ہونے والے تھے۔ ③ واضح رہے کہ اس حدیث میں لشکر کی تعداد دس ہزار مذکور ہے جبکہ صاحب مغازی نے بارہ ہزار ذکر کی ہے جن میں مہاجرین، انصار، اسلم، غفار، مزینہ اور جہینہ کے قبائل بھی شامل ہیں، ان دونوں روایات میں تطبیق کی یہ صورت ممکن ہے کہ دس ہزار صرف مدینہ طیبہ کا لشکر تھا، پھر اس کے بعد دو ہزار مزید قبائلی افراد شامل ہو گئے۔[1] واللہ أعلم.

٤٢٧٧ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ إِلَى حُنَيْنٍ وَّالنَّاسُ مُخْتَلِفُونَ فَصَائِمٌ وَّمُفْطِرٌ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ أَوْ مَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلَى رَاحَتِهِ - أَوْ رَاحِلَتِهِ - ثُمَّ نَظَرَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُفْطِرُونَ لِلصُّوَّمِ: أَفْطِرُوا. [راجع: ١٩٤٤]

[4277] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حنین کی طرف ماہِ رمضان میں تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ لوگوں کا حال مختلف تھا۔ کچھ تو روزہ رکھے ہوئے تھے اور کچھ روزے کے بغیر تھے۔ جب آپ اپنی اونٹنی پر پوری طرح بیٹھ گئے تو دودھ یا پانی کا برتن منگوایا اور اسے اپنی ہتھیلی یا اونٹنی پر رکھا۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا (اور روزہ افطار کیا) تو بے روزہ لوگوں نے روزہ داروں سے کہا: اب تم بھی اپنا روزہ توڑ لو۔

٤٢٧٨ - وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ. وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٩٤٤]

[4278] حضرت معمر سے روایت ہے، انھیں عکرمہ نے بواسطہ ایوب بتایا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال نکلے۔ حماد بن زید نے ایوب سے، انھوں نے عکرمہ سے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے ذکر کیا۔

فوائد ومسائل: ① ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین کے لیے ماہِ رمضان میں تشریف لے گئے، حالانکہ غزوۂ حنین رمضان میں نہیں بلکہ ماہ شوال میں ہوا تھا۔ اس اشکال کے مختلف جواب دیے گئے ہیں لیکن محب طبری کا جواب قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے رمضان میں حنین کی طرف نکلنے سے مراد یہ ہے کہ ہوازن کی شورش سن کر ان کی طرف رمضان میں نکلنے کا پروگرام بنایا تھا، یعنی نکلنے سے مراد نکلنے کا ارادہ ہے۔ یہ استعمال عربی زبان میں عام ہے۔ ② حنین مکہ مکرمہ سے دس میل دور ایک وادی ہے۔ اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خزاعہ کی مدد کے لیے مکہ مکرمہ سے

[1] فتح الباري: 8/7.

نکلنے کا ارادہ کیا تو قبیلۂ ہوازن کو یہ خبر پہنچائی گئی کہ آپ ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ وہ آپ کا مقابلہ کرنے کے لیے ذوالمجاز منڈی میں آگئے۔ رسول اللہ ﷺ چلتے رہے حتی کہ وادئ حنین میں اتوار کی رات کو پہنچے، پھر نصف شوال اتوار کے دن ان سے صلح ہوگئی۔[1]

٤٢٧٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَافَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِيُرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، قَالَ: وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: صَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ. [راجع: ١٩٤٤]

[4279] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں سفر کیا۔ آپ اس وقت بحالت روزہ تھے لیکن جب مقام عسفان پر پہنچے تو آپ نے پانی کا برتن طلب فرمایا۔ آپ نے دن کے وقت پانی نوش فرمایا تاکہ لوگ آپ کو دیکھ لیں (اور وہ بھی روزہ توڑ دیں)، پھر آپ نے روزہ نہیں رکھا حتی کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حضرت ابن عباس ؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر میں روزہ رکھا اور ترک بھی کیا، اس لیے دوران سفر میں جس کا جی چاہے روزہ رکھ لے اور جو کوئی چاہے افطار کرے، یعنی مسافر کے لیے اجازت ہے۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ سفر فتح مکہ کے موقع پر ہوا تھا جیسا کہ سابقہ روایات میں وضاحت ہے۔ امام بخاری ؒ نے اسی لیے اس روایت کو غزوۂ فتح مکہ میں بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو قریش کی بدعہدی کی وجہ سے مجبوراً مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کرنا پڑی، آخر 20 رمضان المبارک کو آپ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے اور تمام دشمنانِ اسلام کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ اس کے بعد حنین کی لڑائی ہوئی، پھر اوطاس پر حملہ کیا گیا، اس کے بعد چوبیں دن تک طائف کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ ذوالقعدہ کا چاند نظر آیا، پھر آپ مقام جعرانہ پہنچے، رات کے وقت عمرے کا احرام باندھا، عمرہ کر کے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ ② امام بخاری ؒ نے فتح مکہ کے چیدہ چیدہ حالات بیان کیے ہیں جن کے لیے آپ نے مختلف انداز میں عنوان بندی کر کے احادیث جمع کی ہیں۔ واللہ أعلم.

(٤٩) بَابٌ: أَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ ﷺ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ؟

باب: 49- نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن جھنڈا کہاں نصب کیا؟

٤٢٨٠ - حَدَّثَنِي [عُبَيْدُ] بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا

[4280] حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے، انھوں

[1] عمدة القاري: 264/12.

أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا سَارَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ أَبُو سُفْيَانَ [بْنُ حَرْبٍ] وَّحَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ وَّبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُونَ الْخَبَرَ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ فَأَقْبَلُوا يَسِيرُونَ حَتّٰى أَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ، فَإِذَا هُمْ بِنِيرَانٍ كَأَنَّهَا نِيرَانُ عَرَفَةَ، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ: مَا هٰذِهِ؟ لَكَأَنَّهَا نِيرَانُ عَرَفَةَ، فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ: نِيرَانُ بَنِي عَمْرٍو، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ: عَمْرٌو أَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ، فَرَآهُمْ نَاسٌ مِّنْ حَرَسِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَدْرَكُوهُمْ فَأَخَذُوهُمْ فَأَتَوْا بِهِمْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَسْلَمَ أَبُو سُفْيَانَ فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ: «احْبِسْ أَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ خَطْمِ الْجَبَلِ حَتّٰى يَنْظُرَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ»، فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ كَتِيبَةً كَتِيبَةً عَلٰى أَبِي سُفْيَانَ، فَمَرَّتْ كَتِيبَةٌ فَقَالَ: يَا عَبَّاسُ! مَنْ هٰذِهِ؟ فَقَالَ: هٰذِهِ غِفَارُ، قَالَ: مَا لِي وَلِغِفَارَ؟ ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُذَيْمٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَمَرَّتْ سُلَيْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى أَقْبَلَتْ كَتِيبَةٌ لَّمْ يَرَ مِثْلَهَا، قَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ، عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: يَا أَبَا سُفْيَانَ! الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ، الْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ: يَا عَبَّاسُ! حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ، ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيبَةٌ - وَّهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ - فِيهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ وَرَايَةُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ

نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال روانہ ہوئے اور قریش کو یہ خبر پہنچی تو ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء رسول اللہ ﷺ کے متعلق معلومات لینے نکلے۔ چلتے چلتے جب مرالظہران پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ جگہ جگہ بکثرت آگ روشن ہے، گویا وہ عرفہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: یہاں جگہ جگہ آگ کیوں روشن ہے؟ یہ جگہ جگہ آگ کے آلاؤ تو میدان عرفات کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ بدیل بن ورقاء نے کہا: یہ بنوعمرو کی آگ معلوم ہوتی ہے۔ ابوسفیان نے کہا: بنوعمرو کے لوگ تو اس سے بہت کم ہیں۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے محافظ دستے (پہرے داروں) نے انھیں دیکھ کر گرفتار کرلیا اور پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ حضرت ابوسفیان اس دوران میں مسلمان ہوگئے۔ پھر جب آپ ﷺ روانہ ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''ابوسفیان کو گھوڑوں کے ہجوم کی جگہ رکھنا تاکہ وہ مسلمانوں کی شان و شوکت بچشم خود ملاحظہ کرے۔'' چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انھیں ایسی ہی جگہ ٹھہرایا۔ اب وہ قبائل جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ان کے قریب سے گروہ در گروہ گزرنے لگے۔ جب پہلا قافلہ گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا: عباس! یہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ قبیلۂ غفار کے لوگ ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: مجھے ان سے کوئی غرض نہیں۔ پھر قبیلۂ جہینہ گزرا تو ابوسفیان نے ایسا ہی کہا: قبیلۂ سعد بن ہذیم گزرا تو بھی انھوں نے یہی کہا: پھر قبیلۂ سلیم گزرا تو بھی انھوں نے یہی کہا۔ آخر میں ایک ایسا لشکر گزرا کہ ابوسفیان نے اس جیسا لشکر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ انصاری ہیں اور ان کے امیر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ.

ہیں جو جھنڈا تھامے ہوئے ہیں۔ تب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوسفیان! آج تو گردنیں مارنے کا دن ہے۔ آج کعبہ میں کفار کا قتل جائز ہوگا۔ ابوسفیان نے کہا: اے عباس! تحفظ و حفاظت کا دن اچھا ہے۔ پھر ایک سب سے چھوٹی جماعت آئی۔ اس میں خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے اور نبی ﷺ کا جھنڈا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

فَلَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِأَبِي سُفْيَانَ قَالَ: أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ؟ قَالَ: «مَا قَالَ؟» قَالَ: قَالَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: «كَذَبَ سَعْدٌ وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ، وَيَوْمٌ تُكْسٰى فِيهِ الْكَعْبَةُ»، قَالَ: وَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُونِ.

جب رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے قریب سے گزرے تو اس نے کہا: آپ کو معلوم نہیں کہ سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے؟ آپ نے پوچھا: ''اس نے کیا کہا ہے؟'' ابوسفیان نے کہا: اس نے ایسے ایسے کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سعد نے غلط کہا ہے کیونکہ یہ تو وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں کعبہ کو بزرگی دے گا اور اس دن کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔'' اس (عروہ) نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپ کا جھنڈا مقام حجون میں گاڑ دیا جائے۔

وَقَالَ عُرْوَةُ: وَأَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ! هَاهُنَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ قَالَ: وَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ وَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ [كُدًى] فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ: حُبَيْشُ بْنُ الْأَشْعَرِ، وَكُرْزُ بْنُ جَابِرٍ الْفِهْرِيُّ.

عروہ نے کہا: مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے خبر دی، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہا: ابوعبداللہ! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یہیں جھنڈا نصب کرنے کا حکم دیا تھا؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ کداء کی بالائی جانب سے مکہ میں داخل ہوں اور خود نبی ﷺ کدی (کے نشیبی علاقے) کی طرف سے داخل ہوئے۔ اس دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج سے دو آدمی، یعنی حضرت حبیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔

فوائد و مسائل: ① مرالظہران مکہ سے مدینہ کے راستے پر تقریباً 25 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ آج کل اسے وادئ فاطمہ

کہتے ہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کو مرعوب کرنے کے لیے صحابۂ کرام ؓ کو الگ الگ آگ جلانے کا حکم دیا تاکہ نفری کی کثرت کا اظہار ہو۔ عرفات میں حجاج کی عادت تھی کہ ہر ایک اپنی ضرورت کے مطابق آگ سلگاتا تھا، اس لیے ابوسفیان نے اسے میدان عرفات کی آگ سے تشبیہ دی۔ ③ جب خالد بن ولید ؓ فوجی دستے کے ہمراہ مکے میں داخل ہوئے تو صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو نے کچھ آدمیوں کے ہمراہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس معمولی سی جھڑپ میں بارہ، تیرہ کافر مارے گئے اور دو مسلمان بھی شہید ہوئے جن کا حدیث کے آخر میں ذکر ہے۔ ④ حرم کعبہ جائے امن ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے چند سرکش مرد اور عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ عبدالعزی بن خطل: یہ کعبہ کے غلاف میں چھپا ہوا تھا، اسے وہیں قتل کر دیا گیا۔ ○ عبداللہ بن سعد بن ابوسرح: مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا۔ حضرت عثمان ؓ کی سفارش سے اس کی جان بخشی ہوئی۔ ○ عکرمہ بن ابوجہل: یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی بیوی لے کر آئی، پھر وہ اپنی بیوی کے ہمراہ مسلمان ہو گیا۔ ○ حویرث بن نقید: رسول اللہ ﷺ کو مکے میں سخت تکلیف پہنچاتا تھا۔ اسے فتح مکہ کے وقت قتل کر دیا گیا۔ ○ مقیس بن صبابہ: اس نے اسلام قبول کر لیا، پھر مرتد ہو گیا اور نمیلہ بن عبداللہ نے فتح مکہ کے وقت اسے قتل کر دیا۔ ○ ہبار بن اسود: اس نے سیدہ زینب ؓ کو ہجرت کے وقت سخت تکلیف دی لیکن اسلام قبول کر کے اپنی جان بچائی۔ ○ حارث بن طلاطل خزاعی: اسے حضرت علی ؓ نے مکے میں قتل کیا۔ ○ کعب بن زہیر اور وحشی بن حرب کو بھی قتل کر دینے کا حکم تھا لیکن یہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ ○ ابن خطل کی دو لونڈیاں تھیں جن میں سے ایک مسلمان ہو گئی۔ دوسری قتل کر دی گئی۔ ○ سارہ جو حضرت حاطب کا خط لے کر مکہ جا رہی تھی۔ یہ لونڈی مسلمان ہو گئی، اس لیے قتل ہونے سے بچ گئی۔ ○ ام سعد کو فتح مکہ کے وقت قتل کر دیا گیا تھا۔ اس طرح یہ تیرہ افراد تھے جنھیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔[1]

٤٢٨١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى نَاقَتِهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ وَقَالَ: لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِي لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ.

[انظر: ٤٨٣٥، ٥٠٣٤، ٥٠٤٧، ٧٥٤٠]

[4281] حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو اونٹنی پر سوار دیکھا۔ آپ اس وقت سورۂ فتح بڑی خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے۔ راوی کہتا ہے: اگر میرے گرد لوگوں کے جمع ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی اسی طرح خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر سناتا جیسے انھوں نے پڑھ کر سنایا تھا۔

فوائد و مسائل: ① ایک لفظ کو پہلے آہستہ، پھر اسے باآواز بلند پڑھنے کو ترجیع کہتے ہیں۔ راوئ حدیث حضرت معاویہ بن قرہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ کے لب و لہجے کے مطابق تھوڑی سی قراءت کی، پھر وضاحت فرمائی جو حدیث میں مذکور ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دھیمے لب و لہجے سے اس سورت کو پڑھا۔[2] بعض روایات میں مزید تفصیل اور صوتی طریقے کی وضاحت ہے۔ حضرت شعبہ بیان کرتے ہیں کہ پھر معاویہ بن قرہ نے حضرت ابن مغفل ؓ کے لب و لہجے کے

① فتح الباري: 15/8. ② صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث: 5047.

مطابق قراءت کی اور فرمایا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہو کہ لوگوں کا ہجوم ہوگا تو میں ترجیع سے پڑھ کر تمھیں سناؤں۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ سے پوچھا: ترجیع کیا ہوتی ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ آ آ آ تین مرتبہ حلق میں آواز کو پھیرا جائے۔[1] ② واضح رہے کہ یہ ترجیع سواری پر بیٹھنے کی وجہ سے غیر اختیاری نہ تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے اختیار سے پڑھا تھا۔ واللّٰہ أعلم.

٤٢٨٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيْنَ نَنْزِلُ غَدًا؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِّنْ مَّنْزِلٍ؟».

[راجع: ١٥٨٨]

[4282] حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فتح مکہ کے روز عرض کی: اللہ کے رسول! ہم کل کہاں قیام کریں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟''

٤٢٨٣ - ثُمَّ قَالَ: «لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ». قِيلَ لِلزُّهْرِيِّ: مَنْ وَّرِثَ أَبَا طَالِبٍ؟ قَالَ: وَرِثَهُ عَقِيلٌ وَّطَالِبٌ. قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَيْنَ نَنْزِلُ غَدًا، فِي حَجَّتِهِ. وَلَمْ يَقُلْ يُونُسُ: حَجَّتِهِ، وَلَا زَمَنَ الْفَتْحِ.

[4283] پھر آپ نے فرمایا: ''مومن، کافر کا وارث نہیں بنتا اور نہ کافر مومن کا وارث بنتا ہے۔'' زہری سے کہا گیا: ابوطالب کا وارث کون ہوا تھا؟ تو انھوں نے کہا: عقیل اور طالب وارث ہوئے تھے۔ معمر نے زہری سے روایت کرتے ہوئے کہا: ہم کل کہاں اقامت کریں گے۔ یہ حجۃ الوداع کے وقت کہا تھا۔ البتہ یونس نے اپنی روایت میں حجۃ الوداع کا ذکر نہیں کیا اور نہ فتح مکہ ہی کا زمانہ کہا ہے۔

فوائد ومسائل: ① ابوطالب کے چار بیٹے تھے: طالب، عقیل، جعفر اور علی۔ طالب اور عقیل کافر تھے۔ انھوں نے اپنے باپ کی جائیداد پر قبضہ کر لیا تھا اور حضرت جعفر اور حضرت علی ؓ مسلمان ہونے کی وجہ سے ابوطالب کے وارث نہ بن سکے۔ ② طالب غزوۂ بدر میں مارا گیا اور عقیل متروکہ جائیداد فروخت کرتا رہا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عقیل نے ہمارے لیے کیا چھوڑا ہے، جہاں ہم اقامت کریں۔'' اس طرح کا جواب آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دیا تھا جس کی وضاحت ہم آئندہ کریں گے۔[2]

٤٢٨٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ

[4284] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مکہ فتح کیا تو ان شاء اللہ ہمارا قیام ''خیف'' میں

[1] صحيح البخاري، التوحيد، حديث: 7540. [2] فتح الباري: 19/8.

ﷺ: «مَنْزِلُنَا - إِنْ شَاءَ اللهُ إِذَا فَتَحَ اللهُ - الْخَيْفُ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ». [راجع: ١٥٨٩]

ہوگا جہاں قریش نے کفر پر جمے رہنے کی قسمیں اٹھائی تھیں۔"

٤٢٨٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أَرَادَ حُنَيْنًا: «مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ». [راجع: ١٥٨٩]

[4285] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حنین کا ارادہ کیا تو فرمایا: "ان شاء اللہ کل ہماری قیام گاہ خیف بنو کنانہ ہوگی جہاں کفار مکہ نے کفر پر قائم رہنے کی قسمیں اٹھائی تھیں۔"

فوائد ومسائل: ① خیف کے معنی پہاڑ کی ڈھلوان ہیں، یعنی بڑے پہاڑ سے اترنے کی جگہ۔ اس سے مراد وادئ محصب ہے جو خیف بنو کنانہ کے نام سے مشہور تھی۔ وہاں قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم سے بائیکاٹ کے لیے آپس میں عہد و پیمان کیا تھا کہ جب تک یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالے نہیں کرتے ہم ان سے خرید و فروخت اور رشتہ ناتا نہیں کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں، یعنی خیف بنو کنانہ میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے قیام فرمایا کہ مکہ فتح ہوا، اسلام کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ عنایت فرمایا، وہ کفر جس کے لیے کفار نے اس قدر اہتمام کیا تھا وہ باطل ثابت ہوا۔[1] ② رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ کس سفر میں کہے تھے؟ اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کا واقعہ ہے جبکہ اس سے پہلے ایک روایت میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کے اگلے دن منیٰ میں یہ الفاظ کہے تھے۔[2] ممکن ہے کہ دونوں مرتبہ آپ نے ایسا کہا ہو۔[3] واللہ أعلم.

٤٢٨٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: «اقْتُلْهُ»، قَالَ مَالِكٌ: وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا نَرَى - وَاللهُ أَعْلَمُ - يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا. [راجع: ١٨٤٦]

[4286] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے وقت جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔ آپ نے اسے اتارا ہی تھا کہ ایک آدمی نے آ کر عرض کی: ابن خطل کعبے کے پردے سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے وہیں قتل کر دو۔" امام مالک فرماتے ہیں: ہمارے گمان کے مطابق نبی ﷺ اس دن محرم نہیں تھے۔ واللہ أعلم.

فوائد ومسائل: ① ابن خطل کا نام عبداللہ تھا۔ یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا، نیز اس نے ایک آدمی کو ناحق قتل بھی کیا

① فتح الباري: 20/8. ② صحيح البخاري، الحج، حديث: 1590. ③ فتح الباري: 20/8.

تھا۔ اس کی دو لونڈیاں تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں گایا کرتی تھیں۔ اس مردود کو چاہِ زمزم (زمزم کے کنویں) اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا کر کے قتل کر دیا گیا۔[1] ② رسول اللہ ﷺ اس وقت محرم نہیں تھے کیونکہ دیگر روایات سے بھی یہی پتہ چلتا ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکے میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر کالی پگڑی تھی۔[2]

٤٢٨٧ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُمِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ: «جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ». [راجع: ٢٤٧٨]

[4287] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ (360) بت تھے۔ انھیں آپ اپنے ہاتھ کی چھڑی سے مارتے اور فرماتے: ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ حق آ گیا، باطل سے نہ پہلے کچھ ہوا ہے نہ آئندہ کچھ ہو سکے گا۔''

فوائد و مسائل: ① حق سے مراد، دین اسلام اور باطل سے مراد کفر، بت اور شیطانی حرکات ہیں۔ باطل کا آغاز اور انجام سب خراب ہی خراب ہے۔ ② ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس بت اور مورتی کے سامنے جاتے اور اس کی طرف اشارہ کرتے تو وہ گر پڑتی، حالانکہ انھیں اچھی طرح نصب کیا گیا تھا اور ابلیس نے انھیں تانبے کی تاروں سے باندھا ہوا تھا۔[3] ③ رسول اللہ ﷺ نے یہ اقدام اس لیے کیا تاکہ بتوں اور ان کے پرستاروں کو ذلیل کیا جائے اور اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے انھیں گرایا کہ ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ یہ تو اپنا دفاع نہیں کر سکتے کسی دوسرے کو نفع یا نقصان کیا پہنچا سکتے ہیں۔[4]

٤٢٨٨ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ: حَدَّثَنِي أَبِي: حَدَّثَنِي أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأُخْرِجَ صُورَةُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا مِنَ الْأَزْلَامِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قَاتَلَهُمُ اللهُ، لَقَدْ عَلِمُوا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ»، ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ

[4288] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ نے (اس وقت تک) بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا جب تک اس میں معبودانِ باطلہ ہیں۔ آپ کے حکم سے ان بتوں کو بیت اللہ سے نکال دیا گیا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی مورتیوں کو نکالا گیا تو ان کے ہاتھوں میں قسمت آزمائی کے تیر تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو ہلاک کرے! یہ خوب جانتے تھے کہ ان

---

[1] فتح الباري: 8/21. [2] مسند أحمد: 3/363. [3] المعجم الكبير للطبراني: 10/339، رقم الحديث: 10656. [4] فتح الباري: 8/22.

فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْبَيْتِ وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ. تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ. وَقَالَ وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٣٩٨]

دونوں حضرات نے ان تیروں سے کبھی قسمت آزمائی نہیں کی۔" اس کے بعد آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے اطراف میں نعرۂ تکبیر بلند کیا، پھر باہر تشریف لائے اور نماز نہیں پڑھی۔ معمر نے ایوب سے روایت کرنے میں عبدالصمد کی متابعت کی۔ وہیب نے کہا: ایوب نے عکرمہ کے ذریعے سے نبی ﷺ سے روایت بیان کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① بیت اللہ کے اندر حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہم السلام کی تصاویر تھیں جبکہ بیت اللہ کے باہر بے شمار مجسمے نصب تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی کمان کے کنارے سے اشارہ کرتے تو بت گر جاتے حتی کہ تمام مجسمے زمین بوس ہوگئے۔ ② رسول اللہ ﷺ وادئ بطحاء میں تھے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ جائیں اور وہاں جو بھی تصویر ہو اسے مٹا دیں، جب تک ان تصویروں کو ختم نہیں کیا گیا رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تصویروں کو مٹانے کا فریضہ سرانجام دیا۔[1]

(٥٠) بَابُ دُخُولِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ

باب: 50- نبی ﷺ بالائی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے

٤٢٨٩ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتَّى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَمَكَثَ فِيهِ نَهَارًا طَوِيلًا، ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ، فَوَجَدَ بِلَالًا وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَأَلَهُ: أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ؟

[4289] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر فتح مکہ کے دن، مکہ مکرمہ میں اس کی بالائی جانب سے داخل ہوئے تھے جبکہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہمراہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور کعبہ کے دربان حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے اپنی سواری کو مسجد کے قریب بٹھایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کی چابی لانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ بیت اللہ کے اندر کافی دیر تک ٹھہرے۔ جب باہر

[1] سنن أبي داود، اللباس، حديث: 4156، وفتح الباري: 22/8.

فَأَشَارَ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ. قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ: كَمْ صَلَّى مِنْ سَجْدَةٍ؟ [راجع: ٣٩٧]

تشریف لائے تو لوگ اندر جانے کے لیے دوڑنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سب سے پہلے اندر جانے والوں میں تھے۔ انھوں نے بیت اللہ کے دروازے کے پیچھے حضرت بلال ؓ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کہاں پڑھی ہے؟ انھوں نے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: میں یہ دریافت کرنا بھول گیا کہ آپ ﷺ نے نماز کی کتنی رکعات پڑھی تھیں؟

فوائد ومسائل: ① مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے دو راستے ہیں: ایک مغربی جانب جو نشیبی علاقے میں ہے، اس جانب بحر قلزم پڑتا ہے، اسے اسفل مکہ کہا جاتا ہے۔ اور دوسرا راستہ مشرقی جانب جو بالائی حصہ ہے، اسے اعلیٰ مکہ کہا جاتا ہے۔ جہاں سے رسول اللہ ﷺ گزرے تھے اس کا نام حجون ہے جسے آج کل جنة المعلٰی کہا جاتا ہے۔ ② پہلے ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولید ؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ اعلیٰ مکہ سے آئیں جسے کداء بھی کہتے ہیں اور خود اسفل مکہ سے داخل ہوئے تھے جسے کدی کہا جاتا ہے، جبکہ اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ سے فراغت کے بعد جب مال واسباب کداء میں رکھ دیا تو بیت اللہ میں داخل ہونے سے پہلے کداء تشریف لے گئے، وہاں سے بیت اللہ تشریف لائے لیکن فتح مکہ سے پہلے آپ اسفل مکہ سے داخل ہوئے تھے، اس تطبیق سے روایات میں تضاد اور اختلاف نہیں رہتا۔ والله أعلم.

٤٢٩٠ - حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ. تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَوُهَيْبٌ فِي كَدَاءٍ.

[راجع: ١٥٧٧]

[4290] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال کداء کی جانب سے داخل ہوئے جو مکہ کی بالائی جانب ہے۔ ابو اسامہ اور وہیب نے شعبہ سے کداء کا لفظ بیان کرنے میں حفص بن میسرہ کی متابعت کی ہے۔

٤٢٩١ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ. [راجع: ١٥٧٧]

[4291] حضرت عروہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ کی بالائی جانب کداء کی طرف سے داخل ہوئے۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ مکہ میں بالائی جانب سے داخل ہوئے تھے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسی موقف کی تائید کی ہے کیونکہ انھوں نے صراحت کی ہے کہ فتح مکہ کے وقت رسول اللہ ﷺ بالائی جانب سے داخل ہوئے تھے،[1] حالانکہ اس سے پہلے ایک روایت میں یہ وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بالائی جانب سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا اور خود نشیبی طرف سے مکہ میں آئے تھے۔[2] ② ہمارا رجحان یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر بالائی اور اس کے بعد نشیبی طرف سے داخل ہوئے۔ واللہ أعلم.

(٥١) بَابُ مَنْزِلِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ

باب: 51- فتح مکہ کے دن قیام نبوی کا بیان

٤٢٩٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرَ أُمِّ هَانِيءٍ، فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ أَنَّهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا، ثُمَّ صَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، قَالَتْ: لَمْ أَرَهُ صَلَّى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ. [راجع: ١١٠٣]

[4292] ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے علاوہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے، ام ہانی نے بتایا کہ جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے گھر غسل فرمایا، پھر آٹھ رکعات ادا کیں۔ انھوں نے کہا: میں نے آپ ﷺ کو اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھتے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، البتہ آپ رکوع اور سجود پوری طرح کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ام ہانی رضی اللہ عنہا کا نام فاختہ ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ان سے قریبی رشتے داری تھی، اس لیے آپ نے ان کے گھر میں غسل فرمایا اور نماز چاشت پڑھی۔[3] ② رسول اللہ ﷺ کا مستقل قیام تو خیف بنوکنانہ میں تھا جہاں کفار قریش نے کفر پر جمے رہنے کی قسمیں اٹھائی تھیں اور وہ شعب ابی طالب کے سامنے تھا جہاں مسلمانوں کو کافی مدت تک بائیکاٹ کے نتیجے میں محبوس ہونا پڑا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی ﷺ کا مستقل قیام نہیں تھا، وہاں آپ ﷺ نے صرف غسل کیا اور اشراق پڑھی، پھر خیف کی طرف واپس چلے گئے جہاں آپ کے لیے خیمہ نصب تھا۔ اسے وادئ محصب بھی کہتے ہیں۔[4]

(٥٢) بَابٌ:

باب: 52- بلاعنوان

٤٢٩٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ

[4293] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي»

① فتح الباري: 23/8. ② صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4280. ③ عمدة القاري: 274/12. ④ فتح الباري: 25/8.

عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي». [راجع: ٧٩٤]

''اے اللہ! ہمارے پروردگار! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے۔ اے اللہ! مجھے معاف کر دے۔''

فوائد ومسائل: ① سورۂ نصر میں ہے: ''آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور بخشش طلب کریں۔'' رسول اللہ ﷺ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مذکورہ دعا پڑھتے تھے۔ ② اس سورت میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد جب بھی آپ نماز پڑھتے تو یہ دعا ضرور پڑھتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی مناسبت سے اس حدیث کو یہاں بیان کیا ہے۔[1] حدیث میں بھی اس کی صراحت ہے کہ فتح مکہ کے بعد آپ رکوع و سجود میں اسے ضرور پڑھتے تھے۔[2]

٤٢٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا الْفَتٰى مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِّثْلُهُ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَّدَعَانِي مَعَهُمْ، قَالَ: وَمَا أُرِيتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِّنِّي، فَقَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا﴾؟ حَتّٰى خَتَمَ السُّورَةَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أُمِرْنَا أَنْ نَّحْمَدَ اللهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نَدْرِي، وَ لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا. فَقَالَ لِي: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَكَذَاكَ تَقُولُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَمَا تَقُولُ؟ قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَعْلَمَهُ اللهُ لَهُ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ﴾ فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا﴾ قَالَ عُمَرُ: مَا

[4294] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے شیوخ بدر کے ساتھ بٹھاتے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا: آپ اس بچے کو ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں جبکہ اس جیسے تو ہمارے اپنے بیٹے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی علمی فضیلت تم لوگ بھی جانتے ہو، چنانچہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شیوخ بدر کو بلایا اور ان کے ساتھ مجھے بھی آنے کی دعوت دی۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے اس لیے بلایا گیا تاکہ انھیں میری برتری دکھائیں۔ انھوں نے فرمایا: تم لوگ اس سورت کے متعلق کیا جانتے ہو؟ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ۝﴾ حتی کہ انھوں نے پوری سورت پڑھی۔ ان میں سے کسی نے کہا: نصرت و فتح کے بعد ہمیں اللہ کی حمد و ثنا اور اس سے معافی مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کچھ نے کہا: ہمیں معلوم نہیں۔ کچھ تو بالکل خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے ابن عباس! کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو (جس طرح یہ حضرات کہہ رہے ہیں)؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس سورت میں

[1] فتح الباري: 26/8. [2] صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4967.

أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ. [راجع: ٣٦٢٧]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مدتِ حیات کی اطلاع دی ہے۔ الفتح سے مراد فتح مکہ ہے، یعنی جب مکہ فتح ہو جائے اور اللہ کی مدد آ جائے تو یہ آپ کی علامتِ وفات ہے، اس لیے آپ اللہ کی حمد کریں اور استغفار کریں۔ بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی اس آیت کریمہ سے وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اگرچہ چھوٹی عمر کے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے نتیجے میں صاحب بصیرت اور اہل علم تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی شوریٰ کا ممبر بنایا اور دوسروں پر انھیں ترجیح دیتے تھے، پھر بھری مجلس میں ان کی علمی برتری کو ثابت کیا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معارف قرآن سمجھنے کے لیے صرف عربی میں مہارت ہونا کافی نہیں اور نہ ہر ایک کی سمجھ ہی معتبر ہے بلکہ اس کے لیے علوم متداولہ میں مہارت کے ساتھ ایسے فہم کی بھی ضرورت ہے جس سے استنباط مسائل ہو سکے۔ ③ شیوخ بدر سے مراد وہ بزرگ حضرات ہیں جو غزوۂ بدر میں شرکت کر چکے تھے۔ ④ سوال کرنے والے نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر حسد نہیں کیا تھا بلکہ اس لیے کہا تھا کہ ہمارے بیٹے بھی ان جیسے ہوں۔ اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی علمی برتری کو ثابت کیا ہے۔ ⑤ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس لیے پیش کیا ہے کہ اس میں فتح مکہ کا ذکر ہے۔ واللہ أعلم.

٤٢٩٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ: أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَّهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلٰى مَكَّةَ: ائْذَنْ لِّي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْغَدَ مِن يَّوْمِ الْفَتْحِ، سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ: إِنَّهُ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُّؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَّلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللهِ ﷺ

[4295] حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے عمرو بن سعید سے کہا جب وہ مکہ میں لشکر بھیج رہا تھا: اے امیر! اگر مجھے اجازت ہو تو میں تم سے ایک حدیث بیان کروں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے اگلے روز فرمائی تھی۔ میرے کانوں نے وہ سنا، میرے دل نے اسے محفوظ کیا اور میری آنکھوں نے آپ ﷺ کو دیکھا جب آپ گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرام ٹھہرایا ہے، لوگوں نے اسے حرام قرار نہیں دیا۔ اللہ پر ایمان اور قیامت پر یقین رکھنے والے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس (مکے) میں خونریزی کرے اور اس کے کسی درخت ہی کو کاٹے۔ اگر

فِيهَا فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لَهُ فِيهِ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ».

کوئی رسول اللہ ﷺ کے قتال و جنگ سے رخصت ثابت کرنا چاہے تو اسے کہہ دو: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اجازت دی تھی تمھیں اجازت نہیں دی۔ اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی میں اس کی اجازت تھی، پھر آج سے اس کی حرمت وہی ہوگئی ہے جیسے کل تھی۔ (آپ نے فرمایا:) جو شخص یہاں موجود ہے وہ غائب کو یہ خبر پہنچا دے۔"

فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ: مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ: قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ، إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ.

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: پھر عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا؟ انھوں نے کہا: مجھے یہ جواب دیا کہ اے ابوشریح! میں یہ حدیث تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ حرم مکہ کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ کسی قاتل ہی کو جو کسی کا خون بہا کر بھاگ آئے اور نہ کسی فسادی کو جو فساد برپا کر کے بھاگ آئے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: الْخَرْبَةُ: الْبَلِيَّةُ. [راجع: ١٠٤]

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے فرمایا: لفظ "خَرْبَہ" کے معنی ہیں: خرابی کرنے والا، یعنی مجرم۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کی تھی، بلکہ حجاز کے علاقے میں خود خلافت کا دعویٰ کیا اور لوگوں سے بیعت لی۔ یزید نے انھیں زیر کرنے کے لیے گورنر مدینہ عمرو بن سعید کو مامور کیا، جسے حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی اور مکہ پر فوج کشی سے روکا مگر عمرو بن سعید اپنی طاقت کے نشے میں چور تھا، اس لیے اس نے مکے پر چڑھائی کردی، حالانکہ اس نے جن بہانوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما میں نہ تھا، انھوں نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اس نے تاریخ میں ہمیشہ کے لیے بدنامی کو اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خون ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگا۔ ② چونکہ اس حدیث میں فتح مکہ کے حوالے سے حرمت مکہ کو بیان کیا گیا تھا، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٢٩٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَّزِيدَ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: «إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ». [راجع: ٢٢٣٦]

[4296] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں فرما رہے تھے: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔"

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب البیوع میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔[1] اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں بیان فرمایا ہے۔ اس سے مقصود کسی مسئلے کی حلت وحرمت بیان کرنا نہیں بلکہ صرف اس میں فتح مکہ کا ذکر ہے، اس لیے اسے ذکر کیا گیا ہے۔

(٥٣) بَابُ مَقَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ

باب: 53 - فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ کا مکہ میں قیام

٤٢٩٧ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ؛ ح: وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرًا نَقْصُرُ الصَّلَاةَ.

[راجع: ١٠٨١]

[4297] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے نبی ﷺ کے ہمراہ دس دن اقامت کی۔ اس دوران میں ہم نماز قصر کرتے رہے۔

٤٢٩٨ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. [راجع: ١٠٨٠]

[4298] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ میں انیس روز قیام فرمایا۔ آپ دو، دو رکعت نماز (قصر) پڑھتے رہے۔

٤٢٩٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقْصُرُ الصَّلَاةَ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَنَحْنُ نَقْصُرُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَإِذَا زِدْنَا أَتْمَمْنَا. [راجع: ١٠٨٠]

[4299] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں انیس دن قیام کیا اور نماز قصر کرتے رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر ہم انیس دن تک قیام کریں تو قصر کرتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ قیام ہو تو نماز پوری پڑھتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مکہ مکرمہ میں مدتِ اقامت دس دن ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں انیس دن قیام فرمایا، حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت حجۃ الوداع سے متعلق ہے۔ رسول اللہ ﷺ چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے اور چودہ کو واپس چلے

① صحيح البخاري، البيوع، حديث: 2236.

گئے، اس طرح مکہ اور اطراف میں دس دن کا قیام ہوا، البتہ فتح مکہ کے موقع پر جہادی سفر پر تھے، اس لیے یقینی اقامت نہیں بلکہ ہنگامی اقامت انیس دن ممکن ہے۔ ② نماز قصر کے لیے مدت اقامت کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آنے اور جانے کا دن نکال کر مدت اقامت اگر تین دن اور تین رات ہو تو قصر کی جائے بصورت دیگر نماز پوری ادا کی جائے۔ والله أعلم. ③ چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سب روایات کو فتح مکہ میں جمع کیا ہے، اس لیے ان کا میلان مکہ مکرمہ میں انیس دن کے قیام کی جانب ہے۔

(٥٤) بَابٌ:

باب: 54- بلاعنوان

٤٣٠٠ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ. [انظر: ٦٣٥٦]

[4300] حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن (از راہِ شفقت) ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اختصار کے پیش نظر اصل حدیث بیان نہیں کی بلکہ صرف اسی جملے پر اکتفا کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال ان کے منہ پر ہاتھ پھیرا تھا۔ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ فتح مکہ کے وقت انھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان کے سر اور چہرے پر دست مبارک پھیرا۔[2]

٤٣٠١ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سُنَيْنٍ أَبِي جَمِيلَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: وَزَعَمَ أَبُو جَمِيلَةَ أَنَّهُ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ.

[4301] حضرت ابو جمیلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کی صحبت پائی اور وہ آپ کے ساتھ غزوۂ فتح مکہ کے لیے نکلے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ابو عمرو نے ذکر کیا ہے کہ ابو جمیلہ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں شرکت کی تھی۔[3] ② جمہور اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عادل اور معتبر ہم عصر اگر کہے کہ میں صحابی ہوں تو وہ اس میں سچا ہوتا ہے۔[4] ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے فتح مکہ کے حوالے سے ابو جمیلہ رضی اللہ عنہ کا ذکر اس عنوان کے تحت کیا ہے۔ والله أعلم.

---

1 صحيح البخاري، الدعوات، حديث: 6356. 2 عمدة القاري: 279/12. 3 فتح الباري: 28/8. 4 عمدة القاري: 279/12.

٤٣٠٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ: أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلَهُ؟ قَالَ: فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ: مَا لِلنَّاسِ؟ مَا لِلنَّاسِ؟ مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُونَ: يَزْعُمُ أَنَّ اللهَ أَرْسَلَهُ، أَوْحَى إِلَيْهِ، أَوْحَى اللهُ بِكَذَا، فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَاكَ الْكَلَامَ فَكَأَنَّمَا يُقَرُّ فِي صَدْرِي، وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُولُونَ: اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ، فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: جِئْتُكُمْ وَاللهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ حَقًّا، فَقَالَ: «صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا»، فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ، فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ: أَلَا تُغَطُّونَ عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ؟ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي بِذٰلِكَ الْقَمِيصِ.

[4302] ایوب نے کہا: مجھ سے ابوقلابہ نے کہا: عمرو بن سلمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قصہ کیوں نہیں پوچھتے؟ ابوقلابہ نے کہا: پھر میں ان کی خدمت میں گیا اور ان سے سوال کیا، انھوں نے فرمایا: ہم ایک چشمے پر رہائش پذیر تھے جو لوگوں کے لیے عام گزرگاہ تھا۔ ہماری طرف سے جو مسافر سوار گزرتے ہم ان سے پوچھتے رہتے کہ آپ لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور اس شخص کی کیا کیفیت ہے؟ لوگ جواب دیتے: وہ کہتا ہے کہ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ اس کی طرف وحی اتارتا ہے یا یوں کہا کہ اللہ نے اس پر یہ یہ وحی بھیجی ہے۔ (پھر وہ لوگ قرآن کی کوئی آیت سناتے تو) میں وہ کلام خوب یاد کر لیا کرتا گویا کوئی اسے میرے سینے میں جما دیتا ہے۔ اور اہل عرب مسلمان ہونے کے لیے فتح مکہ کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کو اور اس کی قوم کو چھوڑ دو۔ اگر حضرت محمد ﷺ ان پر غالب آ گئے تو وہ نبیٔ برحق ہیں۔ پھر جب مکہ فتح ہوا تو ہر ایک قوم نے چاہا کہ وہ پہلے مسلمان ہو جائے اور میرے باپ نے مسلمان ہونے میں اپنی قوم سے بھی جلدی کی۔ جب میرا باپ (مسلمان ہو کر) آیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا: اللہ کی قسم! میں نبیٔ حق سے ملاقات کر کے تمھارے پاس آ رہا ہوں۔ انھوں نے فرمایا ہے: ''فلاں وقت یہ نماز پڑھا کرو اور فلاں وقت وہ نماز پڑھا کرو۔ اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جسے قرآن زیادہ یاد ہو وہ جماعت کرائے۔'' لوگوں نے اس پر غور کیا تو مجھ سے زیادہ قرآن پڑھنے والا کسی کو نہ پایا کیونکہ میں مسافر سواروں سے سن سن کر بہت یاد کر چکا تھا، لہٰذا سب نے مجھے امام منتخب کر لیا، حالانکہ میں اس وقت چھ سات برس کا تھا۔

ایسا ہوا کہ اس وقت میرے تن پر صرف ایک چادر تھی، وہ بھی جب میں سجدہ کرتا تو سکڑ جاتی۔ قبیلے کی ایک عورت نے یہ منظر دیکھ کر کہا: تم اپنے قاری کا سرین ہم سے کیوں نہیں چھپاتے؟ آخر کار انھوں نے ایک کپڑا خرید کر میرا کرتا بنایا اور میں جتنا اس کرتے سے خوش ہوا اتنا کسی چیز سے کبھی خوش نہیں ہوا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نابالغ بچہ فرائض اور نوافل میں امام بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ سمجھ دار ہو جبکہ بعض لوگوں نے بلاوجہ اس موقف سے اختلاف کیا ہے، انھوں نے فرائض میں بچے کی امامت کو جائز نہیں رکھا۔ ② عربوں کی قمیص تہبند کا کام بھی دیتی ہے، غالباً اسی وجہ سے روایت میں صرف کرتا بنانے کا ذکر ہے، وہ ٹخنوں تک لمبا ہوتا ہے، اگر تہبند نہ ہو تب بھی جسم چھپ جاتا ہے۔ چونکہ وحی کا زمانہ تھا اگر ایسا کرنا ناجائز ہوتا تو اسے کسی صورت میں برقرار نہ رکھا جاتا۔ اسے حدیث تقریری حکمی کا نام دیا جاسکتا ہے۔ واللہ أعلم. ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جن حضرات نے نابالغ بچے کی امامت کے خلاف موقف اختیار کیا ہے، انھوں نے یہ کہہ کر انصاف سے کام نہیں لیا کہ مذکورہ واقعے میں اہل چشمہ نے اپنے اجتہاد سے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو امام بنایا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے اطلاع نہیں پائی اور نہ آپ نے اسے برقرار ہی رکھا، حالانکہ زمانۂ وحی میں کسی بھی ناجائز کام کو برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔[1]

٤٣٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدٍ أَنْ يَّقْبِضَ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ، وَقَالَ عُتْبَةُ: إِنَّهُ ابْنِي، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَكَّةَ فِي الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَقْبَلَ مَعَهُ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدُ [بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ]: هٰذَا ابْنُ أَخِي عَهِدَ

[4303] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنے قبضے میں لے لیں۔ عتبہ نے کہا تھا کہ وہ میرا بیٹا ہے، چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس بچے کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ بھی آئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے۔ عبد بن زمعہ نے کہا: اللہ کے رسول! یہ میرا بھائی ہے کیونکہ میرے والد زمعہ کا بیٹا ہے

1. فتح الباري: 30/8.

إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذَا أَخِي، هٰذَا ابْنُ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى ابْنِ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ فَإِذَا أَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هُوَ لَكَ، هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ» مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ»، لِمَا رَأٰى مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: قَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ». وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَصِيحُ بِذٰلِكَ. [راجع: ٢٠٥٣]

اوران کے بستر پر پیدا ہوا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کو دیکھا تو وہ عتبہ بن ابی وقاص سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اے عبد بن زمعہ! یہ بچہ تیری کفالت میں ہوگا۔ یہ تیرا بھائی ہے۔'' کیونکہ وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا تھا، نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے سودہ! تم اس بچے سے پردہ کرو'' کیونکہ آپ نے اس لڑکے میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت پائی تھی۔ ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''لڑکا اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زنا کرنے والے کے حصے میں پتھر ہیں۔'' ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ اس حدیث کو پکار پکار کر بیان کیا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں فتح مکہ کے وقت پیش آنے والے ایک واقعے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اسی مناسبت سے امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو یہاں بیان کیا ہے۔ ② اس حدیث سے ایک اسلامی قانون کا اثبات ہوتا ہے کہ بچہ جس بستر پر پیدا ہو وہ بستر والے کا تسلیم کیا جائے گا، اس سلسلے میں زانی کے دعویٰ کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے اسے سنگسار کیا جائے گا۔ اس قانون کی وسعت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بہت سی برائیوں کا سد باب ہوگیا، بصورت دیگر زنا کار جس بچے کے متعلق بھی اقرار کرتا، اسے حق نسب دے دیا جاتا۔ اس سے بدکاری اور بے حیائی کا دروازہ بھی کھلتا ہے، اس لیے اسلام نے زانی کے دعوے کو کوئی حیثیت نہیں دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف شریعت کی پاسداری کی تو دوسری طرف احتیاط کے پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا، چنانچہ حضرت سودہ ؓ سے فرمایا: ''تو نے اس بچے سے پردہ کرنا ہے۔'' حضرت سودہ ؓ نے اس حدیث پر عمل کیا اور زندگی بھر اس بچے کو نہیں دیکھا، چنانچہ ایک دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ ؓ جب تک زندہ رہیں، اس کے سامنے نہیں آئیں۔[1]

٤٣٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ، فَفَزِعَ قَوْمُهَا

[4304] حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی تو اس عورت کی قوم حضرت اسامہ بن زید ؓ کے پاس گھبرائی ہوئی آئی تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ

① صحيح البخاري، البيوع، حديث: 2053.

إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَهُ، قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللهِ؟»، قَالَ أُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ، فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُولُ اللهِ خَطِيبًا فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»، ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ، فَقُطِعَتْ يَدُهَا، فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَتَزَوَّجَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ تَأْتِينِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. [راجع: ٢٦٤٨]

سے (اس کی معافی کے متعلق) اس کی سفارش کر دیں۔ عروہ نے کہا: جب حضرت اسامہ ؓ نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''تم مجھ سے اللہ کی حد کے متعلق گفتگو کرتے ہو؟'' حضرت اسامہ ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے لیے (اس جسارت پر) دعائے مغفرت کر دیں۔ جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جس کے وہ لائق ہے، پھر فرمایا: ''اما بعد! تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہو گئے کہ اگر ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے لیکن اگر کمزور چوری کر لیتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد اس عورت نے صدق دل سے توبہ کی اور نکاح کر لیا۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وہ میرے پاس آتی تو میں اس کی حاجت رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کرتی تھی۔

فوائد و مسائل: ① روایت میں جس عورت کا مقدمہ پیش ہوا اس کا نام فاطمہ مخزومیہ ہے۔ اس نے بعد میں بنوسلیم کے ایک شخص سے شادی کر لی تھی۔ ② بنومخزوم کو اس کے چوری کرنے کے سلسلے میں پریشانی ہوئی تو انھوں نے حضرت اسامہ ؓ کو سفارش کرنے کے لیے تیار کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے اس عورت پر حد جاری کر دی۔ ایک روایت میں ہے کہ بنومخزوم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پیش کش کی کہ ہم چالیس اوقیے چاندی بطور فدیہ دیتے ہیں، آپ اس کا ہاتھ نہ کاٹیں تو آپ نے فرمایا: ''اس پر حد جاری کر کے اسے پاک کر دینا ہی اس کے لیے بہتر ہے۔''[1] ایک روایت میں ہے کہ اس عورت کی قوم نے پانچ سو دینار بطور فدیہ پیش کیے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا تو اس عورت نے کہا: اللہ کے رسول! کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں، توبہ کرنے کے بعد تو ایسی ہے جیسے اس دن تھی جس دن اپنی

---

[1] مسند أحمد: 409/5.

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی۔''[1] ③ حد قائم کرنے سے جرائم کا دروازہ بند ہوتا ہے جیسا کہ سعودی عرب میں اس منظر کو دیکھا جاسکتا ہے۔ جہاں بھی اللہ کی حدود قائم ہوں گی وہاں جرائم بہت کم ہوں گے۔ ④ چونکہ یہ واقعہ فتح مکہ کے دن پیش آیا تھا، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٣٠٥، ٤٣٠٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ: حَدَّثَنِي مُجَاشِعٌ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِأَخِي بَعْدَ الْفَتْحِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! جِئْتُكَ بِأَخِي لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ، قَالَ: «ذَهَبَ أَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيهَا»، فَقُلْتُ: عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهُ؟ قَالَ: «أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ وَالْجِهَادِ». فَلَقِيتُ مَعْبَدًا بَعْدُ وَكَانَ أَكْبَرَهُمَا، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: صَدَقَ مُجَاشِعٌ. [راجع: ٢٩٦٢، ٢٩٦٣]

[4306,4305] حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں فتح مکہ کے بعد اپنے بھائی کو ساتھ لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں اپنے بھائی کو ساتھ لایا ہوں تاکہ آپ اس سے ہجرت پر بیعت لیں۔ آپ نے فرمایا: ''ہجرت والے اس کا ثواب لے کر چلے گئے۔'' میں نے عرض کی: پھر آپ اس سے کس چیز پر بیعت لیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''میں اسلام، ایمان اور جہاد پر بیعت لوں گا۔'' (راوی کہتے ہیں:) بعدازاں میری ملاقات ابومعبد سے ہوئی جو ان دونوں میں سے بڑا تھا تو میں نے اس حدیث کے متعلق اس سے دریافت کیا، اس نے کہا: مجاشع نے صحیح کہا ہے۔

٤٣٠٧، ٤٣٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُودٍ: انْطَلَقْتُ بِأَبِي مَعْبَدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لِيُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ: «مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا، أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ». فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبَدٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: صَدَقَ مُجَاشِعٌ. وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ مُجَاشِعٍ: إِنَّهُ جَاءَ بِأَخِيهِ مُجَالِدٍ. [راجع: ٢٩٦٢، ٢٩٦٣]

[4308,4307] حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں ابومعبد کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ ہجرت پر اس سے بیعت لیں تو آپ نے فرمایا: ''ہجرت تو اہل ہجرت کے ساتھ گزر چکی ہے۔ اب میں اسلام اور جہاد پر بیعت لوں گا۔'' (راوی حدیث کہتے ہیں:) پھر میں ابومعبد سے ملا اور اس سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ مجاشع نے سچ کہا ہے۔ خالد نے ابوعثمان کے واسطے سے مجاشع سے روایت کی کہ وہ اپنے بھائی مجالد کو لے کر آئے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے جو فتح مکہ کے بعد پیش آیا۔ ② رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کا مطلب ہے کہ ہجرت تو مہاجرین پر ختم ہوگئی ہے اور جس ہجرت کی فضیلت تھی وہ فتح مکہ سے پہلے تھی اور جس کی

① مسند أحمد: 177/2.

قسمت میں یہ فضیلت تھی اسے حاصل ہوگئی، اب صرف ان پر بیعت لی جائے گی جو اسلام میں اہم ہیں، وہ اسلام اور ایمان پر قائم رہنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ ③ یہ حکم مدنی ہجرت کے بارے میں ہے۔ اگر اہل اسلام کے لیے کسی بھی علاقے میں مکہ جیسے حالات پیدا ہو جائیں تو دارالاسلام کی طرف وہ آج بھی ہجرت کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ کے ہاں انھیں ہجرت کا ثواب ملے گا، مگر نیت کا اخلاص انتہائی ضروری ہے۔ ④ ایک روایت میں وضاحت ہے کہ مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی مجالد بن مسعود رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! یہ مجالد آپ سے ہجرت پر بیعت کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا: ''فتح مکہ کے بعد اب ہجرت کا وقت ختم ہو چکا ہے لیکن اسلام پر قائم رہنے کی اس سے بیعت کرتا ہوں۔''[1]

٤٣٠٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُهَاجِرَ إِلَى الشَّامِ، قَالَ: لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ فَانْطَلِقْ فَاعْرِضْ نَفْسَكَ فَإِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا وَّإِلَّا رَجَعْتَ. [راجع: ٣٨٩٩]

[4309] حضرت مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی: میرا شام کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ ہے۔ انھوں نے فرمایا: اب ہجرت ختم ہے لیکن جہاد باقی ہے۔ جاؤ، خود کو دیکھو۔ اگر تم اپنے آپ کو جہاد کے قابل پاتے ہو تو ٹھیک بصورت دیگر یہ خیال چھوڑ دو۔

٤٣١٠ - وَقَالَ النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ: أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ فَقَالَ: لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ - أَوْ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ - مِثْلَهُ. [راجع: ٣٨٩٩]

[4310] حضرت مجاہد ہی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہجرت کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہے، یا فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔

٤٣١١ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ، عَنْ مُجَاهِدِ ابْنِ جَبْرٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ: لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ. [راجع: ٣٨٩٩]

[4311] مجاہد بن جبر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس ہجرت سے مراد خاص ہجرت ہے جو فتح مکہ سے پہلے تھی، خواہ حبشہ کی طرف ہو یا مدینہ طیبہ کی طرف۔ فتح مکہ کے بعد جب مکہ مکرمہ دارالاسلام بن گیا تو اب یہاں سے ہجرت کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ② حدیث کے الفاظ اگرچہ عام ہیں لیکن اس سے خاص ہجرت مراد ہے، ہاں اگر کوئی ایسا دارالحرب ہے جس میں شعائر اسلام کی صحیح طور پر ادائیگی

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 3078.

نہیں ہوتی بلکہ ان پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہو تو اس وقت وہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہوگا۔ اگر شعائر اسلام کما حقہ ادا نہ ہوتے ہوں اور اہل اسلام کو مجبور نہ کیا جاتا ہو تو ایسے حالات میں ہجرت مستحب ہے۔ بہرحال مذکورہ احادیث میں ہجرت مکہ مراد ہے، مطلق ہجرت کی نفی نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

٤٣١٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ فَسَأَلَهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ: لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ، كَانَ الْمُؤْمِنُ يَفِرُّ أَحَدُهُمْ بِدِينِهِ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ مَخَافَةَ أَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ أَظْهَرَ اللهُ الْإِسْلَامَ فَالْمُؤْمِنُ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ. [راجع: ٣٠٨٠]

[4312] حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں عبید بن عمیر کے ہمراہ حضرت عائشہ ؓ سے ملنے گیا تو انھوں نے آپ سے ہجرت کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: آج ہجرت باقی نہیں رہی کیونکہ پہلے آدمی اپنے دین کو بچانے کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بھاگتا تھا، مبادا دین کی وجہ سے کسی فتنے میں مبتلا ہو جائے۔ آج فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے، اس لیے مومن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کر سکتا ہے لیکن جہاد اور ہجرت (کی نیت کا ثواب) باقی ہے۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے مکہ مکرمہ فتح کر دیا ہے اس وقت سے یہ ہجرت ختم ہو چکی ہے،[1] یعنی شروع اسلام میں مسلمان کمزور تھے، انھیں اسلام لانے کی وجہ سے تکلیفیں پہنچائی جاتیں، لوگ فتنے کے ڈر سے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہجرت کرتے تھے، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کر دیا ہے اور اسلام مغلوب ہونے کے بجائے غالب ہے تو مذکورہ خطرات ختم ہو چکے ہیں، اس لیے اب کافروں سے اللہ کی راہ میں جہاد اور ہجرت کی نیت کا ثواب بدستور قائم ہے۔ ② جہاد بالفعل یا جہاد بالقوہ ہو لیکن اسے صرف جنگ وقتال میں بند کرنا صحیح نہیں بلکہ جہاد بالمال، جہاد باللسان اور جہاد بالقلم سب کو شامل ہے۔ جہاد عملاً نہ ہو تو بھی اس کی نیت ضرور ہونی چاہیے لیکن نیت کے یہ معنی نہیں کہ ارادہ کر کے انسان اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور اس کے لیے تیاری نہ کرے۔ نیت کا معیار ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ﴾[2] کو قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تیاری ضرور ہونی چاہیے۔ واللہ أعلم.

٤٣١٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي حَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ

[4313] حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا اسی دن اس نے مکے کو حرمت والا قرار دے دیا تھا۔ یہ شہر اللہ کے

① صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث: 3080. ② الأنفال 8:60.

وَالْأَرْضَ فَهِيَ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَلَمْ تَحْلِلْ لِّي قَطُّ إِلَّا سَاعَةً مِّنَ الدَّهْرِ، لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ»، فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوتِ، فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ: «إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ حَلَالٌ».

حرام ٹھہرانے سے قیامت تک کے لیے حرمت والا ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی کے لیے حلال ہوا تھا۔ یہاں حدود حرم میں شکار کے قابل کسی جانور کو نہ چھیڑا جائے۔ یہاں کے کانٹے دار درخت بھی نہ کاٹے جائیں، اور نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے، نیز یہاں پر گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے سوائے اس شخص کے جو اس کے اعلان کا ارادہ رکھتا ہو۔" حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! اذخر گھاس کی اجازت دیں کیونکہ وہ لوہاروں اور گھروں کی ضرورت ہے۔ آپ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے اذخر اس سے مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ یہ تمھارے لیے حلال ہے۔"

وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِمِثْلِ هٰذَا أَوْ نَحْوِ هٰذَا. رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٣٤٩]

دوسری روایت ابن جریج سے ایسے ہی ہے، انھوں نے عبدالکریم سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ سے اسے بیان کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ امام مجاہد تابعی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں، البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو دوسرے مقامات پر متصل سند سے بیان کیا ہے۔[1] ② واضح رہے کہ مکہ مکرمہ آج تک حرم اور قیامت تک حرمت والا رہے گا۔ آج تک کسی غیر مسلم حکومت کا وہاں قیام نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہو سکے گا۔ حکومت سعودیہ نے بھی اس مقدس شہر کی حرمت وعزت کا بہت تحفظ کیا ہے۔ حرم پاک کی حفاظت کے لیے بے پناہ سرمایہ خرچ کیا جاتا ہے اور وہاں آنے جانے والوں کو مفت سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ اللہ اس حکومت کو قائم و دائم رکھے۔ ③ چونکہ اس حدیث میں فتح مکہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے خطبے کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔[2]

1 صحيح البخاري، الجزية والموادعة، حديث: 3189. ﴿2﴾ صحيح البخاري، العلم، حديث: 112.

(٥٥) بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ٢٥-٢٧]

باب: 55- ارشاد باری تعالیٰ: ''اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے...... اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔'' کا بیان

وضاحت: حنین، مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان عرفات کی طرف ایک وادی کا نام ہے۔ دراصل یہ وادی ایک شخص کے نام سے موسوم ہے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ مالک بن عوف نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے چند قبائل کو تیار کر رکھا ہے جن میں ہوازن اور ثقیف سرفہرست ہیں۔ ان کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی جبکہ مسلمانوں کی نفری بارہ ہزار پر مشتمل تھی۔ مسلمانوں کو کثرت پر کچھ غرور ہو گیا۔ کسی نے کہا: آج یہ قبائل ہم پر غلبہ نہیں پا سکتے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی کیونکہ تعداد کی کثرت پر فتح و نصرت موقوف نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس غرور کو توڑنے کے لیے پہلے مسلمانوں کو سخت آزمائش سے دوچار کیا، اس کے بعد اس نے اپنے رسول اور اہل اسلام کی مدد فرمائی اور آخری فتح مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔

٤٣١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: رَأَيْتُ بِيَدِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى ضَرْبَةً، قَالَ: ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ، قُلْتُ: شَهِدْتَ حُنَيْنًا؟ قَالَ: قَبْلَ ذٰلِكَ.

[4314] اسماعیل سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابن ابی اوفی ؓ کے ہاتھ پر تلوار کا زخم دیکھا۔ انھوں نے بتایا کہ غزوۂ حنین میں مجھے نبی ﷺ کے ہمراہ یہ زخم آیا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ غزوۂ حنین میں موجود تھے؟ انھوں نے فرمایا: میں اس سے پہلے غزوات میں بھی حاضر ہوتا رہا ہوں۔

فوائد ومسائل: ① سائل کا مقصد یہ تھا کہ حنین سے پہلے کون سے غزوے میں شرکت کی تھی؟ انھوں نے بتایا کہ کئی ایک غزوات میں شریک رہا ہوں۔ انھوں نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی تھی۔ ② بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غزوۂ خندق میں بھی موجود تھے۔ وہ صحابی بن صحابی ہیں ؓ۔[1] وہ درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنے والوں میں سے ہیں۔ یہ آخری صحابی ہیں جنھوں نے کوفے میں وفات پائی۔ واضح رہے کہ ان کی وفات 86 ہجری میں ہوئی۔[2]

٤٣١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عُمَارَةَ! أَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ: أَمَّا أَنَا فَأَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَمْ

[4315] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور ان سے کہنے لگا: ابو عمارہ! کیا تم نے حنین کی لڑائی میں پیٹھ پھیر لی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی ﷺ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے،

① فتح الباري: 36/8. ② عمدة القاري: 287/12.

يُوَلِّ، وَلٰكِنْ عَجِلَ سَرْعَانُ الْقَوْمِ فَرَشَقَتْهُمْ هَوَازِنُ، وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذٌ بِرَأْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ يَقُولُ: «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ». [راجع: ٢٨٦٤]

البتہ قوم میں جو جلد باز تھے انھوں نے اپنی جلد بازی کا ثبوت دیا تو ہوازن کے تیراندازوں نے انھیں اپنے تیروں سے چھلنی کر دیا۔ اس دوران میں حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سفید خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: ''میں نبی برحق ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

فوائد ومسائل: ① کسی بھی قوم کی فتح وشکست کا دارومدار سپہ سالار پر ہوتا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے، اگر ہم بھاگ نکلے تو اس کا کیا اعتبار ہے، ہمارے سالار تو اپنی جگہ پر قائم رہے، وہ نہیں بھاگے۔ ② واضح رہے کہ عبدالمطلب کا قریش میں بہت وقار تھا اور وہ بڑے بہادر تھے، اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھاگنے والا نہیں ہوں، میں تو بہادر شخص کا بیٹا ہوں۔'' ③ حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے ہیں۔ یہ مکہ فتح ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے اور غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں ہے۔ واللہ أعلم۔

٤٣١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: قِيلَ لِلْبَرَاءِ وَأَنَا أَسْمَعُ: أَوَلَّيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ فَقَالَ: أَمَّا النَّبِيُّ ﷺ فَلَا، كَانُوا رُمَاةً فَقَالَ: «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ». [راجع: ٢٨٦٤]

[4316] حضرت ابواسحاق سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا جبکہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: (ابو عمارہ!) کیا تم لوگوں نے نبی ﷺ کے ہمراہ حنین کے دن پیٹھ پھیر لی تھی؟ (بھاگ گئے تھے؟) انھوں نے کہا: جہاں تک نبی ﷺ کا تعلق ہے تو آپ نے پیٹھ نہیں پھیری تھی۔ دراصل قبیلۂ ہوازن کے لوگ سخت تیر انداز تھے اور آپ نے اس وقت فرمایا: ''میں نبی ہوں، جس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

فوائد ومسائل: ① سائل نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے جمع کے صیغے سے سوال کیا۔ اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ بھاگنے والوں میں رسول اللہ ﷺ بھی شامل تھے، اس لیے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے وضاحت فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے۔ ② ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حنین کے موقع پر جب کفار نے رسول اللہ ﷺ کا گھیراؤ کر لیا تو آپ خچر سے اترے اور مٹی کی مٹھی لے کر ان کی طرف پھینکی تو وہ تمام شکست خوردہ ہو کر بھاگ گئے۔[1] بہرحال رسول اللہ ﷺ کے متعلق شکست خوردہ ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز نہیں، اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔

[1] صحيح مسلم، الجهاد، حديث: 4619 (1777).

٤٣١٧ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: سَمِعَ الْبَرَاءَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِّنْ قَيْسٍ: أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ فَقَالَ: لٰكِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَفِرَّ، كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً وَّإِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمُ انْكَشَفُوا فَأَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ فَاسْتُقْبِلْنَا بِالسِّهَامِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ الْحَارِثِ آخِذٌ بِزِمَامِهَا وَهُوَ يَقُولُ: «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ». قَالَ إِسْرَائِيلُ وَزُهَيْرٌ: نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَغْلَتِهِ.

[راجع: ٢٨٦٤]

[4317] حضرت براء ؓ ہی سے روایت ہے کہ ان سے قبیلۂ قیس کے ایک آدمی نے پوچھا: کیا تم لوگ غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے۔ دراصل قبیلۂ ہوازن کے لوگ بڑے ماہر تیرانداز تھے۔ جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ پسپا ہوگئے۔ ہم لوگ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ آخر کار ہمیں ان کے تیروں کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ نبی ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان ؓ اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ فرمارہے تھے: ''میں نبی ہوں اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں۔'' اسرائیل اور زہیر راوی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اپنے خچر سے اتر پڑے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ جب مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا خچر کفار کی طرف دوڑایا۔ حضرت عباس ؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کی لگام زور سے پکڑ رکھی تھی تاکہ وہ تیزی سے کفار کی صفوں میں گھسنے نہ پائے اور ابوسفیان ؓ نے اس کی رکاب تھام رکھی تھی۔[1] ② یہ روایت صحیح بخاری کی روایت کے منافی نہیں کیونکہ ابوسفیان اور حضرت عباس ؓ نے باری باری لگام تھام رکھی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر سے اترے، دعا کی اور اللہ سے فتح و نصرت طلب کی۔ آپ کی دعا تھی: ''اے اللہ! میں تیری مدد کا طلبگار ہوں۔'' آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی اور کفار بھاگ گئے۔[2]

٤٣١٨، ٤٣١٩ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ [قَالَ]: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ؛ ح: وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ: وَزَعَمَ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ

[4319,4318] حضرت مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس قبیلۂ ہوازن کا وفد مسلمان ہوکر آیا تو آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ انھوں نے آپ سے یہ درخواست کی کہ ان کے مال اور قیدی واپس کردیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''میرے ساتھ میرے صحابۂ کرام بھی ہیں جنھیں تم دیکھ رہے ہو اور دیکھو سچی بات

① صحیح مسلم، الجهاد، حدیث: 4612 (1775). ② صحیح مسلم، الجهاد، حدیث: 4616 (1776).

هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ»، وَكَانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ»، فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ»، فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا، هٰذَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ. [راجع: ٢٣٠٧، ٢٣٠٨]

مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ تم دو میں سے ایک چیز کا انتخاب کرلو: قیدی لے لو یا مال واپس لے جاؤ۔ میں نے تمھارا انتظار کیا تھا۔'' واقعی رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپسی پر تقریباً دس دن ان کا انتظار کیا تھا۔ آخر جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ انھیں صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انھوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں کی واپسی چاہتے ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، مسلمانوں کو خطاب کیا۔ آپ نے پہلے اللہ کے شایان شان حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: ''امابعد! تمھارے بھائی تائب (مسلمان) ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ میں ان کے قیدی انھیں واپس کردوں، لہٰذا تم میں سے جو کوئی اپنی خوشی سے واپس کرنا چاہے وہ واپس کر دے، یہ بہتر ہے۔ اور جو لوگ اپنا حصہ نہ چھوڑنا چاہتے ہوں ان کا حق قائم رہے گا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ہمیں جو غنیمت عطا کرے گا اس میں سے ہم انھیں اس کے بدلے میں دے دیں گے۔'' تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول! ہم بخوشی قیدی آزاد کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے بخوشی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی۔ تم سب اپنے خیموں میں واپس چلے جاؤ حتی کہ تمھارے نمائندہ حضرات تمھارا فیصلہ ہمارے پاس لائیں۔'' چنانچہ تمام صحابہ چلے گئے۔ پھر ان کے نمائندوں نے ان سے بات کی اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے آپ سے عرض کی کہ وہ خوش ہیں اور فراخدلی سے اجازت دیتے ہیں۔ (امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا:) یہ واقعہ ہے جو قبیلۂ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق مجھے پہنچا ہے۔

فوائد ومسائل: ① عرب کا دستور تھا کہ جب وہ سخت لڑائی کا ارادہ کرتے تو اہل وعیال اور مال ومویشی اپنے ہمراہ لے آتے تاکہ لڑنے والے کو معلوم رہے کہ اگر اس نے شکست کھائی تو سب مال واسباب اور اہل وعیال دشمن کے قبضے میں چلا جائے گا۔ بنوہوازن نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: ''اگر اللہ نے چاہا تو یہ سب مال ومتاع ہمارے پاس بطور غنیمت آئے گا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی، قبیلۂ ہوازن بری طرح شکست کھا کر بھاگ نکلا، ان کا مال واسباب اور بچے عورتیں سب مسلمانوں کے قبضے میں آگئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کافی دن ان کا انتظار کیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ قبیلۂ ہوازن کے لوگ مسلمان ہوکر ہمارے پاس آئیں تو میں مجاہدین سے کہہ دوں گا کہ ان کا مال انھیں واپس کر دیا جائے، لیکن جب انھوں نے کافی تاخیر کی تو آپ نے مقام جعرّانہ میں مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ تقسیم کے بعد چوبیس افراد پر مشتمل ہوازن کا ایک وفد آیا جن میں ابو برقان سعدی بھی تھا۔ اس نے کہا: اللہ کے رسول! ان قیدیوں میں آپ کے دودھ کے رشتے سے آپ کی کئی مائیں، خالائیں اور دودھ کی بہنیں ہیں، آپ ہم پر احسان فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو جواب دیا وہ حدیث میں مذکور ہے۔ بہر حال آپ نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔[1] قیدی واپس کرنے سے پہلے آپ نے مہاجرین سے مشورہ کیا تو انھوں نے عرض کی: ہمارا سب مال آپ کے لیے ہے۔ انصار نے بھی یہی جواب دیا۔ اقرع بن حابس نے کہا: میں اور بنوتمیم اس پر راضی نہیں ہیں۔ عیینہ نے کہا: میں اور بنوفزارہ بھی مال واپس دینے کے لیے تیار نہیں۔ عباس بن مرداس نے کہا کہ میں اور بنوسلیم بھی بخوشی ایسا نہیں کر سکتے۔ چونکہ یہ مال مجاہدین کا تھا، اس لیے نبی ﷺ نے ان سے اجازت لینے کے لیے نمائندگی کا طریقہ اختیار کیا، اس طرح بنوہوازن کے بچے اور عورتیں واپس کی گئیں۔[2]

٤٣٢٠ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَّافِعٍ: أَنَّ عُمَرَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اعْتِكَافٍ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِوَفَائِهِ.

[4320] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب ہم غزوۂ حنین سے واپس آئے تو حضرت عمر ؓ نے نبی ﷺ سے اپنی ایک نذر کے متعلق پوچھا جو انھوں نے اعتکاف کے متعلق زمانۂ جاہلیت میں مانی تھی۔ نبی ﷺ نے انھیں اپنی نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

اس روایت کو کچھ حضرات نے حماد سے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر ؓ نے۔

① فتح الباري: 43/8. ② فتح الباري: 43/8.

وَرَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ وَّحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور اس روایت کو جریر بن حازم اور حماد بن سلمہ نے بھی ایوب سے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر ؓ نے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے جعرّانہ سے عمرے کا احرام باندھا تو حضرت عمر ؓ کو بھی اپنی دور جاہلیت کی نذر کا خیال آیا تو اس کے متعلق سوال کیا، چنانچہ اس کی تفصیل درج ذیل روایت میں ہے: حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ طائف سے واپس جعرّانہ آئے تو حضرت عمر ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے دور جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن کا اعتکاف کروں گا، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جائیں اور ایک دن مسجد حرام میں اعتکاف کرلیں۔'' حضرت ابن عمر ؓ نے مزید فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے خمس سے حضرت عمر ؓ کو ایک لونڈی دی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو آزاد کر دیا تو حضرت عمر ؓ نے ان کا شور وغل سنا، کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آزاد کر دیا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے ابن عمر ؓ سے فرمایا: جاؤ اور اس لونڈی کو بھی آزاد کر دو۔[1] حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری ؒ نے کس بنا پر مذکورہ حدیث کو غزوۂ حنین میں بیان کیا ہے کیونکہ اس میں غزوۂ حنین سے ملنے والی ایک لونڈی کا ذکر ہے جسے عمر فاروق ؓ نے آزاد کر دیا تھا۔ واللہ أعلم.[2]

٤٣٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ ابْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَّوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَّرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ، وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَّجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ رَجَعُوا وَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَّهُ عَلَيْهِ

[4321] حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے ہمراہ حنین کے سال روانہ ہوئے۔ جب ہماری کفار کے ساتھ جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دوران میں نے ایک مشرک کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر غلبہ حاصل کیے ہوئے ہے۔ میں نے اس کے پیچھے سے ہو کر اس کے کندھے پر تلوار ماری اور اس کی زرہ کاٹ دی۔ وہ میری طرف پلٹ آیا اور مجھے اتنے زور سے دبایا کہ میں نے اس کے دبانے سے موت کی سختی محسوس کی۔ پھر جب اسے موت نے آلیا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں حضرت عمر ؓ سے ملا اور ان سے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ایسا اللہ کے حکم سے ہوا ہے۔ بہر حال لوگ (رسول اللہ ﷺ کی طرف

[1] صحيح مسلم، الأيمان، حديث: 4294 (1656). [2] فتح الباري: 8/45.

بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ»، فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ، فَقُمْتُ فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ: «مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟» فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ: صَدَقَ وَسَلَبُهُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَا هَا اللهِ، إِذًا لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «صَدَقَ فَأَعْطِهِ»، فَأَعْطَانِيهِ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

[راجع: ۲۱۰۰]

لوٹ آئے تو نبی ﷺ نے بیٹھ کر اعلان کیا: ''جس نے کسی کو قتل کیا ہے اور اس کے پاس گواہ ہے تو اس کو مقتول کا سازو سامان ملے گا۔'' میں نے کہا: میرے لیے کون گواہی دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر نبی ﷺ نے اسی بات کو دہرایا تو میں نے کھڑے ہو کر کہا: میرے لیے کون گواہی دے گا؟ (لوگوں کی خاموشی دیکھ کر) میں پھر بیٹھ گیا۔ نبی ﷺ نے پھر اسی بات کو دہرایا تو میں کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوقتادہ! کیا ماجرا ہے؟'' میں نے آپ کو سارا واقعہ بتایا تو ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! ابوقتادہ نے سچ کہا ہے۔ اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے۔ آپ انھیں میری طرف سے خوش کر دیں، یعنی سامان میرے پاس ہی رہنے دیں۔ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا! تب تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو نظر انداز کر دیا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دفاع کرتا ہے اور تجھے اس کا سامان دے دیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ابوبکر ؓ نے سچ کہا ہے۔ تم مقتول کا سامان اس کے حوالے کر دو۔'' ابوقتادہ کہتے ہیں کہ اس نے مقتول کا سامان میرے حوالے کر دیا اور میں نے اس سامان کے عوض قبیلۂ بنوسلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ یہ پہلی جائیداد تھی جو میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کی۔

٤٣٢٢ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ نَظَرْتُ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَآخَرُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَخْتِلُهُ مِنْ وَرَائِهِ لِيَقْتُلَهُ، فَأَسْرَعْتُ إِلَى الَّذِي

[4322] حضرت ابوقتادہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب حنین کی جنگ ہو رہی تھی تو میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ایک مشرک سے لڑ رہا تھا جبکہ ایک دوسرا مشرک اس کو پیچھے سے دھوکا دے کر قتل کرنا چاہتا تھا۔ میں جلدی سے تاک لگانے والے مشرک کی طرف گیا تو اس نے مجھے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ میں نے اس کا ہاتھ

يَخْتِلُهُ فَرَفَعَ يَدَهُ لِيَضْرِبَنِي وَأَضْرِبُ يَدَهُ فَقَطَعْتُهَا، ثُمَّ أَخَذَنِي فَضَمَّنِي ضَمًّا شَدِيدًا حَتّٰى تَخَوَّفْتُ، ثُمَّ بَرَكَ فَتَحَلَّلَ وَدَفَعْتُهُ ثُمَّ قَتَلْتُهُ وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُونَ وَانْهَزَمْتُ مَعَهُمْ، فَإِذَا بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فِي النَّاسِ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللهِ، ثُمَّ تَرَاجَعَ النَّاسُ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلٰى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ»، فَقُمْتُ لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلٰى قَتِيلِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ، ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ جُلَسَائِهِ: سِلَاحُ هٰذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: كَلَّا لَا يُعْطِهِ أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَّيَدَعَ أَسَدًا مِّنْ أُسْدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ، قَالَ: فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا فَكَانَ أَوَّلَ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

[راجع: ٢١٠٠]

تلوار سے کاٹ دیا۔ پھر اس نے مجھے اس قدر زور سے دبایا کہ میں نے موت کا خطرہ محسوس کیا۔ آخر کار وہ سست پڑ گیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر میں نے اسے دور ہٹا کر قتل کر دیا۔ اس دوران میں مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا تو میں بھی اس اضطراب کی زد میں آ گیا۔ میں نے اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ انھوں نے فرمایا: اللہ کا حکم ایسا ہی ہے۔ پھر لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹے تو آپ نے اعلان فرمایا: ''جو کوئی اپنے مقتول پر گواہ پیش کر دے جس کو اس نے قتل کیا ہے تو اس کے لیے اس کا سامان ہے۔'' میں کھڑا ہوا تاکہ اپنے مقتول پر گواہ تلاش کروں تو میں نے کسی کو نہ دیکھا جو میرے لیے گواہی دے، چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا تو میں نے سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ سے کہہ دیا۔ آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک شخص نے کہا: جس مقتول کا اس نے ذکر کیا ہے اس کا سامان میرے پاس ہے۔ آپ اسے میری طرف سے راضی کر دیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اللہ کے رسول! آپ اس کو سامان نہ دیں۔ آپ قریش کے ایک بزدل کو مقتول کا سامان دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو نظر انداز کر دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لڑتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور وہ سامان مجھے عطا فرمایا۔ میں نے اس سامان کے عوض ایک باغ خرید لیا۔ یہ پہلی جاگیر تھی جو میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں غزوۂ حنین کے وقت مسلمانوں کی وقتی شکست کو انتشار و اضطراب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ انتشار بھی بعض نئے اسلام قبول کرنے والوں میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے قریبی ساتھی اس سے محفوظ تھے۔ رسول اللہ

ﷺ نے اپنی مٹھی میں مٹی لے کر مشرکین کے منہ پر ماری اور فرمایا: ''ان کے چہرے سیاہ ہوں'' تو معجزانہ طور پر تمام مشرکین اپنی آنکھیں ملنے لگے۔ ② بہر حال اللہ تعالیٰ نے قبیلۂ ہوازن کے لوگوں کو شکست سے دوچار کیا اور وہ بھاگ نکلے۔ اس روز رسول اللہ ﷺ نے اعلان کیا: ''جو کسی کافر کو قتل کرے وہ اس کا سامان لے لے۔'' اس روز حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیس مشرکین کو قتل کیا اور ان کے سامان پر قبضہ کیا تھا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی اسی روز کا ہے، انھوں نے ایک مشرک کو قتل کیا تھا، جس کے پاس بہت اسلحہ تھا، اس پر ایک آدمی نے قبضہ جما لیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر وہ سامان ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا گیا۔ حضرت ابوقتادہ نے وہ سامان حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سات اوقیے چاندی میں فروخت کیا، پھر اس سے باغ خریدا۔[1]

(٥٦) بَابُ غَزْوَةِ أَوْطَاسٍ

باب: 56- غزوۂ اوطاس کا بیان

وضاحت: وادیٔ حنین اور وادیٔ اوطاس دونوں الگ الگ ہیں۔ وادیٔ حنین میں قبیلۂ ہوازن سے جنگ ہوئی تو ہوازن شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ ان میں سے ایک گروہ طائف میں چلا گیا۔ کچھ بجیلہ کی طرف اور ایک گروہ اوطاس کی طرف بھاگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سوچا کہ یہ لوگ درید بن صمہ کے ساتھ مل کر دوبارہ حملہ نہ کریں، لہٰذا انھیں جمع نہ ہونے دیا جائے۔ آپ نے اوطاس والوں کی طرف حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ ان کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے جو ان کے بعد امیر لشکر بنے۔ اوطاس والوں کی سرکوبی کرنے کے بعد یہ فوجی دستہ بھی لشکرِ طائف میں شامل ہو گیا۔

٤٣٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلَى جَيْشٍ إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقِيَ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَهَزَمَ اللهُ أَصْحَابَهُ، قَالَ أَبُو مُوسَى: وَبَعَثَنِي مَعَ أَبِي عَامِرٍ فَرُمِيَ أَبُو عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهِ، رَمَاهُ جُشَمِيٌّ بِسَهْمٍ فَأَثْبَتَهُ فِي رُكْبَتِهِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ: يَا عَمِّ! مَنْ رَمَاكَ؟ فَأَشَارَ إِلَى أَبِي مُوسَى فَقَالَ: ذَاكَ قَاتِلِي الَّذِي رَمَانِي، فَقَصَدْتُ لَهُ فَلَحِقْتُهُ، فَلَمَّا رَآنِي وَلَّى فَاتَّبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ أَقُولُ لَهُ: أَلَا تَسْتَحْيِي؟ أَلَا تَثْبُتُ؟

[4323] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب نبی ﷺ غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر ایک لشکر کے ہمراہ اوطاس کی طرف روانہ کیا جو وہاں پہنچ کر درید بن صمہ سے نبرد آزما ہوئے۔ درید تو جنگ میں مارا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھیوں کو شکست سے دوچار کر دیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے بھی ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ کیا تھا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں ایک جشمی آدمی نے تیر مارا جو کہ وہاں پیوست ہو کر رہ گیا۔ میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا: چچا جان! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ انھوں نے ابوموسیٰ اشعری کو اشارے سے بتایا کہ وہ میرا قاتل ہے جس نے

[1] فتح الباري: 51/8.

فَكَفَّ، فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَيْنِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهُ، ثُمَّ قُلْتُ لِأَبِي عَامِرٍ: قَتَلَ اللهُ صَاحِبَكَ، قَالَ: فَانْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ، فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ، قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي! أَقْرِئِ النَّبِيَّ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ: اسْتَغْفِرْ لِي، وَاسْتَخْلَفَنِي أَبُو عَامِرٍ عَلَى النَّاسِ فَمَكَثَ يَسِيرًا ثُمَّ مَاتَ، فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي بَيْتِهِ عَلٰى سَرِيرٍ مُرْمَلٍ وَّعَلَيْهِ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ رِمَالُ السَّرِيرِ فِي ظَهْرِهِ وَجَنْبَيْهِ، فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ أَبِي عَامِرٍ وَّقَالَ: قُلْ لَهُ: اسْتَغْفِرْ لِي، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ»، وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبِطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِّنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ». فَقُلْتُ: وَلِي فَاسْتَغْفِرْ، فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ، وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا». قَالَ أَبُو بُرْدَةَ: إِحْدَاهُمَا لِأَبِي عَامِرٍ وَّالْأُخْرٰى لِأَبِي مُوسٰى.

[راجع: ٢٨٨٤]

مجھے تیر مارا ہے۔ میں دوڑ کر اس کے پاس جا پہنچا مگر جب اس نے مجھے دیکھا تو بھاگ نکلا۔ میں اس کے پیچھے ہولیا اور کہنے لگا کہ تجھے شرم نہیں آتی اب تو ٹھہرتا کیوں نہیں ہے؟ آخر وہ رک گیا۔ پھر میرے اور اس کے درمیان تلوار کے دو وار ہوئے۔ بالآخر میں نے اسے مار ڈالا۔ پھر واپس آ کر میں نے ابو عامر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے قاتل کو ہلاک کر دیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اب یہ تیر نکالو۔ میں نے تیر نکالا تو زخم سے پانی بہنے لگا۔ انھوں نے مجھے فرمایا: بھتیجے! نبی ﷺ کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور آپ سے کہنا کہ میرے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔ پھر ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی جگہ لوگوں کا سپہ سالار مقرر کیا، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ انتقال کر گئے۔ میں واپس آ کر نبی ﷺ کی خدمت میں آپ کے گھر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ بان سے بنی ہوئی چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے جس پر ہلکا سا بستر تھا۔ چار پائی کی رسیوں کے نشانات آپ کے پہلو اور پشت پر پڑ گئے تھے۔ میں نے آپ سے تمام حالات بیان کیے اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بھی بیان کیا اور ان کی دعائے مغفرت کی درخواست بھی پیش کی۔ آپ نے پانی منگوایا، وضو کرنے کے بعد ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! عبید، یعنی ابو عامر رضی اللہ عنہ کو بخش دے۔'' اس وقت میں آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا۔ آپ نے پھر فرمایا: ''اے اللہ! اسے قیامت کے دن انسانوں میں سے اکثر پر برتری عطا فرما۔'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے لیے بھی مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کی: ''اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ بخش دے اور روز قیامت اسے مقام عزت عطا فرما۔'' (راوی حدیث) ابو بردہ نے کہا کہ ان میں سے ایک دعا ابو عامر رضی اللہ عنہ

کے لیے اور دوسری ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کو تیر مارنے والا سلمہ بن درید بن صمہ تھا جو قبیلۂ جشم سے تعلق رکھتا تھا۔ جب حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیا اور مشرکین سے جنگ لڑی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح وکامرانی عطا فرمائی۔ ② واضح رہے کہ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے زخم سے پانی نکلنا ان کے زخمی اور قریب المرگ ہونے کی علامت تھی۔ ③ اس حدیث میں دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے جس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو دعا میں ہاتھ اٹھانا صرف بارش طلب کرنے کے ساتھ خاص کرتے ہیں، نیز دعا کے لیے باوضو ہونے کا استحباب بھی ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا استدلال محل نظر ہے کیونکہ تعزیت کے وقت مخصوص جگہ پر بیٹھ کر فاتحہ خوانی کرنا اور ہاتھ اٹھانا اس سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے شہادت کے وقت رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی تھی جسے پورا کیا گیا۔ اس کا مروجہ تعزیت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ واللہ أعلم. ④ درید بن صمہ مشہور شاعر تھا۔ اسے ربیعہ بن رفیع نے قتل کیا۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے قاتل حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔ درید جب قتل ہوا تو اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔[1]

(٥٧) بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ، قَالَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ

باب: 57- غزوۂ طائف کا بیان جو شوال آٹھ ہجری میں ہوا۔ یہ بات موسیٰ بن عقبہ نے کہی ہے

وضاحت: طائف مکے سے ننانوے (99) کلومیٹر کے فاصلے پر ایک خوبصورت شہر ہے۔ قرآن کریم نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ''یہ قرآن دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا۔''[2] دو شہروں سے مراد مکہ مکرمہ اور طائف ہیں۔ اس کی سطح مرتفع اور جگہ بڑی زرخیز ہے۔ اس کا پانی ٹھنڈا، زود ہضم اور خوشگوار ہے۔ وہاں جملہ اقسام کے پھل، میوے اور غلے پیدا ہوتے ہیں۔ طائف کے انگور بہت مشہور ہیں۔ موسم انتہائی معتدل اور خوشگوار رہتا ہے۔ موسم گرما میں سعودیہ کے اکثر سرکاری محکمے وہاں منتقل ہوجاتے ہیں اور بیشتر رؤسائے مکہ بھی طائف چلے جاتے ہیں۔ قبیلۂ ہوازن کے بچے کھچے لوگ طائف میں پناہ گزیں ہوئے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ ان کی سرکوبی کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔

٤٣٢٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: سَمِعَ سُفْيَانَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِي مُخَنَّثٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ: يَا عَبْدَ اللهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا

[4324] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میرے ہاں نبی ﷺ تشریف لائے تو میرے پاس ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے سنا کہ وہ حضرت عبداللہ بن امیہ سے کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! دیکھ اگر کل اللہ تعالیٰ تمھیں طائف میں فتح عطا کرے تو غیلان کی بیٹی پر قبضہ کرلینا کیونکہ جب وہ آتی ہے تو اس کے آگے چار بل پڑتے ہیں

① فتح الباري: 53/8. ② الزخرف 31:43.

تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَّتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ».

اور جب جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ''آئندہ یہ لوگ (مخنث) تمھارے گھروں میں نہ آیا کریں۔''

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: الْمُخَنَّثُ: هِيتٌ.

ابن عیینہ نے ابن جریج کے حوالے سے بیان کیا کہ اس مخنث کا نام ''ہیت'' تھا۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا وَزَادَ: وَهُوَ مُحَاصِرٌ الطَّائِفَ يَوْمَئِذٍ.

ایک روایت میں اس چیز کا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ اس وقت طائف کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔

[انظر: ٥٢٣٥، ٥٨٨٧]

فوائد ومسائل: ① قبیلۂ ہوازن کے لوگ غزوۂ حنین سے شکست کھا کر اوطاس آئے۔ یہاں سے منہ کی کھائی تو طائف میں قلعہ بند ہوگئے۔ آس پاس کی بستیوں سے سامان خورونوش (کھانے پینے کا سامان) جمع کر کے خود کو محصور کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کرنا ضروری خیال کیا۔ حدیث میں مذکور واقعہ اسی محاصرے کے دوران میں پیش آیا۔ ② حضرت عبداللہ بن امیہ رضی اللہ عنہ جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے، فتح مکہ کے وقت حضرت ابوسفیان بن حارث کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے۔ ہیت مخنث انھی کا آزاد کیا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بے ضرر خیال کر کے گھر میں آنے جانے کی اجازت دے رکھی تھی۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت عبداللہ بن امیہ رضی اللہ عنہ کو بادیہ بنت غیلان کے اوصاف بتائے اور اس کے موٹاپے کو مخصوص انداز میں بیان کیا تو پتہ چلا کہ یہ لوگ بھی عورتوں کے معاملے میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں، گویا دل پھینک قسم کے لوگ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر آنے جانے پر پابندی لگا دی بلکہ مدینہ طیبہ آنے کے بعد اسے مدینے سے نکال دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے واپس لانے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو ان سے گزارش کی گئی کہ ہیت ضعیف اور کمزور ہو چکا ہے اسے صرف اتنی اجازت دیں کہ جمعے کے دن مدینے آجایا کرے اور لوگوں سے آٹھ دن کے اخراجات جمع کر کے اپنی جگہ چلا جایا کرے تو آپ نے اسے اس قدر اجازت دے دی۔[1] ③ حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن امیہ رضی اللہ عنہ غزوۂ طائف میں شہید ہوگئے۔ انھیں نامعلوم طرف سے تیر لگا جو جان لیوا ثابت ہوا۔[2]

نوٹ: عربوں کے ہاں موٹی عورت پسندیدہ ہے۔ بادیہ بنت غیلان بھی فربہ اور خوب موٹی تازی تھی۔ ہیت مخنث نے اس کے موٹاپے کو جس انداز سے بیان کیا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی خوبصورت توجیہ کی ہے کہ موٹا ہونے کی وجہ سے اس کے پیٹ پر چار شکن پڑتے ہیں تو پچھلی طرف سے چار دائیں جانب اور چار بائیں جانب معلوم ہوتے ہیں، اس طرح پچھلی طرف آٹھ شکن بن جاتے ہیں۔[3]

٤٣٢٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا

[4325] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،

---

[1] عمدة القاري: 298/12. [2] فتح الباري: 55/8. [3] صحيح البخاري، اللباس، حديث: 5887.

سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الْأَعْمٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: لَمَّا حَاصَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا، قَالَ: «إِنَّا قَافِلُونَ إِنْ شَاءَ اللهُ»، فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوا: نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ؟ وَقَالَ مَرَّةً: «نَقْفُلُ»، فَقَالَ: «اغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ»، فَغَدَوْا فَأَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ: «إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ» فَأَعْجَبَهُمْ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: فَتَبَسَّمَ. قَالَ: قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْخَبَرَ كُلَّهُ. [انظر: ٦٠٨٦، ٧٤٨٠]

انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو دشمن سے کچھ نہ پا سکے۔ آخر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم ان شاء اللہ کل یہاں سے لوٹ جائیں گے۔'' یہ بات مسلمانوں پر بہت گراں گزری اور وہ کہنے لگے: کیا ہم فتح کے بغیر واپس جائیں؟ آپ نے فرمایا: ''اچھا صبح جنگ کا آغاز کرو۔'' چنانچہ انھوں نے صبح جنگ چھیڑ دی تو انھیں بہت زخم آئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کل ان شاء اللہ ہم واپس چلیں گے۔'' یہ سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے تو نبی ﷺ کو ہنسی آ گئی۔ کبھی سفیان نے کہا کہ آپ ﷺ تبسم فرمانے لگے۔ حمیدی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے سارا واقعہ بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ہوازن سے حاصل شدہ مال غنیمت جعرّانہ میں رکھا اور خود طائف کا محاصرہ کر لیا، لیکن اہل قلعہ نے وہاں اتنا سامان جمع کر رکھا تھا جو انھیں ایک سال کے لیے کافی تھا۔ انھوں نے مسلمانوں پر تیروں کے ساتھ گرم سلاخیں باندھ کر پھینکیں۔ حافظ ابن حجر ؒ نے ابن ابی شیبہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف کا محاصرہ کیا تو صحابۂ کرام ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا دیا ہے، آپ ان پر بددعا فرمائیں تو آپ ﷺ نے دعا کی: ''اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے۔''[1] پھر آپ نے نوفل بن معاویہ ؓ سے مشورہ کیا تو انھوں نے عرض کی کہ یہ لوگ لومڑی کی طرح اپنے بل میں گھس گئے ہیں، اگر آپ یہاں ٹھہریں گے تو ان پر قابو پانا ممکن ہے اور چھوڑنے کی صورت میں وہ آپ کا نقصان نہیں کر سکیں گے۔ ان کے مشورے کے بعد آپ نے وہاں سے کوچ کا پروگرام بتایا تو صحابۂ کرام ؓ نے اپنے جذبات کا اظہار کیا جیسا کہ حدیث میں ہے، لڑائی شروع ہوئی تو مسلمان نیچے سے تیر پھینکتے تو نشانہ خطا جاتا اور دشمن اوپر سے تیر پھینکتے تو نشانہ خطا نہ جاتا، اب مسلمانوں کو محسوس ہوا کہ ان کا واپس جانا ہی بہتر ہے، اس لیے جب دوسرے روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کل ہم واپس جائیں گے تو وہ خوش ہو گئے کیونکہ اوپر سے آنے والے تیروں سے بچنا بہت مشکل تھا۔[2]

٤٣٢٦، ٤٣٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدًا - وَهُوَ

[4327,4326] حضرت ابو عثمان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت سعد ؓ سے سنا...... انھوں نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر پھینکا...... نیز میں نے

① المصنف لابن أبي شيبة: 108/11. ② فتح الباري: 56/8.

أَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ - وَأَبَا بَكْرَةَ، وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِي أُنَاسٍ فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَا: سَمِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ».

ابوبکرہ سے بھی سنا اور وہ ان چند آدمیوں میں سے ہیں جو طائف کے قلعے کی دیوار پر چڑھے اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دونوں حضرات نے کہا کہ ہم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جس نے دیدہ دانستہ خود کو اپنے والد کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کیا اس پر جنت حرام ہے۔''

وَقَالَ هِشَامٌ: وَأَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَوْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدًا وَأَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ عَاصِمٌ: قُلْتُ: لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا، قَالَ: أَجَلْ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَنَزَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الطَّائِفِ. [انظر: ٦٧٦٦، ٦٧٦٧]

ہشام نے کہا: ہمیں معمر نے عاصم سے بیان کیا کہ ان (عاصم) سے ابوالعالیہ یا ابوعثمان نہدی نے کہا: میں نے حضرت سعد اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما کو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے (ابوالعالیہ یا ابوعثمان نہدی سے) کہا: آپ کے ہاں تو دو ایسے شخص گواہی دے رہے ہیں جو تمھیں کافی ہیں۔ انھوں نے کہا: ہاں کیونکہ ان میں سے ایک (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) تو وہ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور دوسرے (حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ) تیئیس (23) مردوں میں سے تیسرے شخص ہیں جو طائف کے قلعے سے اتر کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے جب طائف کا محاصرہ کیا تو قلعے کے اندر ہی چند آدمیوں نے مشورہ کیا کہ ہم کیوں نہ مسلمان ہو جائیں، لیکن قلعے سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نہ بنتی تھی۔ وہ دیوار پر چڑھے اور بکرہ، یعنی سیڑھی کے ذریعے قلعے سے باہر نکلے۔ یہ تحریک جس شخص نے برپا کی تھی وہ ابوبکرہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا اصل نام نفیع بن حارث ہے اور وہ ثقیف کے غلاموں میں سے ہیں۔ ② پہلی روایت میں قلعے سے نکلنے والوں کی تعداد مبہم تھی، دوسری روایت میں وضاحت کر دی گئی کہ ان کی تعداد تیئیس (23) تھی۔ سب سے پہلے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نیچے اترے۔ شارحین نے قلعے سے اترنے والوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ ان میں زیاد کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر ازرق بھی تھے۔ یہ وہی زیاد ہے جو بعد میں زیاد بن ابوسفیان کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا مادری بھائی تھا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ جب زیاد نے خود کو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا تو ابوعثمان نہدی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ پھر انھوں نے مذکورہ حدیث کا حوالہ دیا۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔[1] ③ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ان اصحاب

[1] صحیح مسلم، الإیمان، حدیث: 219 (63).

میں سے ہیں جو طائف کا قلعہ پھلانگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان غلاموں کو آزاد کر دیا جو قلعے سے اتر کر آپ کے پاس حاضر ہوئے تھے۔[1]

٤٣٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: أَلَا تُنْجِزُ لِي مَا وَعَدْتَنِي؟ فَقَالَ لَهُ: «أَبْشِرْ»، فَقَالَ: قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ «أَبْشِرْ». فَأَقْبَلَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ، فَقَالَ: «رَدَّ الْبُشْرَى فَاقْبَلَا أَنْتُمَا»، قَالَا: قَبِلْنَا. ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ثُمَّ قَالَ: «اشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا وَأَبْشِرَا»، فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا، فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً.

[راجع: ١٨٨]

[4328] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا جب آپ جعرانہ میں ٹھہرے تھے، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس دوران میں نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا کیا آپ اسے پورا نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: ''تیرے لیے بشارت ہے۔'' وہ بولا یہ کیا بات ہے؟ آپ اکثر یہی فرماتے رہتے ہیں: خوش ہو جاؤ۔ یہ سن کر آپ ﷺ حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی طرف غضبناک حالت میں متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اس دیہاتی نے تو بشارت کو مسترد کر دیا ہے، لہٰذا تم دونوں قبول کر لو۔'' ان دونوں حضرات نے کہا: ہمیں منظور ہے۔ پھر آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا، اپنے دونوں ہاتھ اور منہ اس میں دھوئے اور اس میں کلی بھی کی، پھر فرمایا: ''تم دونوں اس میں سے کچھ نوش کر لو اور کچھ اپنے منہ اور سینے پر ڈال لو، نیز خوش ہو جاؤ۔'' ہم دونوں پیالہ لے کر تعمیل حکم کرنے لگے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پس پردہ پکارا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا تو انھوں نے کچھ پانی بچا کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

فوائد و مسائل: ① جعرانہ ایک منزل کا نام ہے۔ المستوفرہ سے آئیں تو حرم مکی کی حد یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ یہ جگہ بیت اللہ سے تقریباً 23 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مقام مکے اور مدینے کے درمیان نہیں جیسا کہ اس روایت میں ہے بلکہ مکے اور طائف کے درمیان ہے کیونکہ یہ طائف سے واپسی کا واقعہ ہے۔ شاید کسی راوی سے سہواً ایسا ہوا ہے کہ اسے مکے اور مدینے کے درمیان بیان کیا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے اس دیہاتی سے کوئی خاص وعدہ کیا ہوگا۔ ممکن ہے کہ عام وعدہ مراد ہو، وہ یہ کہ

① فتح الباري: 58/8.

طائف سے جعرانہ واپس آ کر اموال غنیمت تقسیم کریں گے لیکن وہ شخص اپنا حصہ لینے میں جلدی سے کام لے رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اعرابی! تجھے بشارت ہو، عنقریب اموال غنیمت تقسیم ہوں گے'' یا تجھے صبر کرنے میں اللہ کے ہاں بہت ثواب ملے گا'' اس کے بعد اعرابی کا ردعمل روایت میں موجود ہے۔ وہ بے ادب گنوار بدقسمتی سے رسول اللہ ﷺ کی بشارت پر خوش نہ ہوا۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور حضرت ابوموسیٰ اور بلال ؓ کو یہ نعمت عطا فرمائی، کسی نے سچ کہا ہے ۔

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل　　　که خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

③ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اموال غنیمت جعرانہ میں اکٹھے کر رکھے تھے۔ آپ طائف چلے گئے۔ ایک خاص حکمت کے پیش نظر ان کی تقسیم میں دیر فرمائی، اس لیے نئے نئے مسلمانوں کو جلد بازی کی وجہ سے باتیں بنانے کا موقع ملا، چنانچہ آپ ﷺ نے طائف سے واپسی کے بعد انھیں تقسیم فرمایا۔[1]

٤٣٢٩ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ: أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ: لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ اللهِ ﷺ حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ مَعَهُ فِيهِ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ إِذْ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُّتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَمَا تَضَمَّخَ بِالطِّيبِ؟ فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى بِيَدِهِ أَنْ تَعَالَ، فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ، كَذٰلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ: «أَيْنَ الَّذِي يَسْأَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا»، فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَأُتِيَ بِهِ فَقَالَ: «أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا، ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ».

[راجع: ١٥٣٦]

[4329] حضرت یعلیٰ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: کاش میں رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھوں جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ ایک دفعہ آپ جعرانہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ پر ایک کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا۔ اس مقام پر آپ کے ہمراہ صحابۂ کرام ؓ بھی تھے۔ اچانک ایک دیہاتی آیا جس پر خوشبو سے لت پت جبہ تھا۔ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! اس شخص کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے جس نے عمرے کا احرام ایسے جبے میں باندھا ہے جو خوشبو سے لت پت ہے؟ حضرت عمر ؓ نے اپنے ہاتھ سے حضرت یعلیٰ ؓ کو اشارہ کیا کہ آؤ (اور نزول وحی کی حالت کو دیکھو) چنانچہ حضرت یعلیٰ ؓ آئے اور اپنا سر اس پردے میں داخل کیا، دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کا چہرۂ انور سرخ ہے، کچھ دیر تک آپ خراٹے لیتے رہے، پھر یہ حالت جاتی رہی تو آپ نے فرمایا: ''وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی ابھی عمرے کے متعلق سوال کیا تھا؟ اسے تلاش کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''جو خوشبو تم نے لگا رکھی ہے اسے تین مرتبہ دھو ڈالو اور جبے کو اتار دو،

[1] فتح الباري: 8/58.

پھر اپنے عمرے میں وہی کچھ کرو جو حج میں کرتے ہو۔"

فوائد ومسائل: ① یعلیٰ سے مراد حضرت یعلیٰ بن صفوان تمیمی ؓ ہیں۔ حضرت عمر ؓ نے انھیں خدمت گزاری کے طور پر اپنے ساتھ رکھا تھا۔ ② چونکہ یہ واقعہ مقام جعرانہ پر پیش آیا جہاں اموال غنیمت تھے، اس مناسبت سے امام بخاری ؒ نے اسے بیان کیا ہے۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے بعد خوشبو لگانا جائز نہیں، البتہ اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائی ہو اور بدن پر اس کے اثرات احرام کے بعد باقی رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ احرام سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگاتی تھیں جس کا اثر احرام کے بعد باقی رہتا تھا۔[1] ④ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے جو اس واقعے کے بعد ہوا، لہٰذا اس کو ترجیح ہوگی۔

٤٣٣٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ: لَمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَكَأَنَّهُمْ وَجَدُوا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَّا أَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللهُ بِي؟ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللهُ بِي، وَكُنْتُمْ عَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللهُ بِي؟» كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ، قَالَ: «مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيبُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ؟» قَالَ: كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ، قَالَ: «لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا، أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى رِحَالِكُمْ؟ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا، الْأَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ، إِنَّكُمْ

[4330] حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو غزوۂ حنین میں غنیمت عطا فرمائی تو آپ نے ان لوگوں میں مال غنیمت تقسیم کیا جن کے دل اسلام پر جمانے مقصود تھے اور انصار کو کچھ نہ دیا، گویا وہ اس وجہ سے غمناک ہوئے کہ جو مال لوگوں کو ملا انھیں نہ ملا۔ آپ نے انھیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "اے گروہ انصار! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھیں سیدھی راہ دکھائی؟ تم ایک دوسرے سے جدا جدا تھے، اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں اتحاد و اتفاق پیدا فرمایا۔ تم محتاج تھے، اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھیں غنی کر دیا؟" آپ ﷺ جب بھی کچھ فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ اور اس کے رسول کا بہت احسان ہے۔ آپ نے فرمایا: "تمھیں رسول اللہ ﷺ کو جواب دینے سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟" لیکن جب بھی آپ کوئی بات فرماتے تو وہ کہتے: واقعی اللہ اور اس کے رسول کا سب سے بڑا احسان ہے۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ آپ ہمارے پاس ان ان حالات میں تشریف لائے۔ کیا تم خوش

[1] صحيح البخاري، الحج، حديث: 1538.

سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ». [انظر: ٧٢٤٥]

نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ کا نبی ﷺ لے کر جاؤ؟ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا۔ انصار تو اندر کا کپڑا، یعنی استر ہیں اور دوسرے لوگ باہر کے کپڑے، یعنی ابرہ کی طرح ہیں۔ میرے بعد تمھیں ترجیحات سے واسطہ پڑے گا۔ صبر کرتے رہو حتی کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو۔"

فوائد ومسائل: ① فتح مکہ کے وقت کچھ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، ان کا اسلام کمزور تھا، ان کے دل جمانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں بہت سا مال دیا، انھیں مؤلفة القلوب کہا جاتا ہے۔ مؤرخین نے چالیس سے کچھ زیادہ حضرات کے نام ذکر کیے ہیں۔ اس تقسیم پر انصار غمناک ہوئے تو آپ نے انھیں حقیقت حال سے خبردار کیا، پھر آپ نے انصار کی دل جوئی فرمائی جس سے یہ حضرات خوش ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مزید تواضع اور انکسار کرتے ہوئے فرمایا: "اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ آپ ہمارے پاس آئے، لوگوں نے آپ کو جھوٹا کہا، لیکن ہم نے آپ کو سچا جانا۔ آپ کمزور تھے ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ تنہا تھے ہم نے آپ کو جگہ دی اور آپ کی ہر طرح سے موافقت کی۔" یہ سب کچھ آپ نے بطور تواضع فرمایا تھا ورنہ نصرت ومواسات وغیرہ اللہ کی توفیق اور اس کی عنایات کا نتیجہ تھا۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ نے انصار کو خبردار کیا کہ اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا احسان ہے، اس سے غفلت نہ کرو، دنیا فانی کے اسباب لے کر کیا کرو گے اور انھیں کب تک استعمال کرو گے۔[1]

٤٣٣١ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ نَاسٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ حِينَ أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي رِجَالًا الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ، فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللهُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ؟ قَالَ أَنَسٌ: فَحُدِّثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَقَالَتِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ

[4331] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہوازن کے اموال بطور انعام عطا فرمائے تو انصار کے کچھ لوگوں کو رنج ہوا کیونکہ نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو سو، سو اونٹ دینا شروع کر دیے۔ انصار نے کہا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو معاف فرمائے، آپ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر دیا ہے، حالانکہ ابھی ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے؟ حضرت انس نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو ان کی گفتگو بیان کی گئی تو آپ نے انصار کی طرف پیغام بھیج کر چمڑے کے

[1] فتح الباري: 64/8.

فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِّنْ أَدَمٍ وَّلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟» فَقَالَ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ: أَمَّا رُؤَسَاؤُنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا، وَأَمَّا نَاسٌ مِّنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللهُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، يُعْطِي قُرَيْشًا وَّيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَإِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلٰى رِحَالِكُمْ؟ فَوَاللهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِّمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ رَضِينَا، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: «سَتَجِدُونَ أَثَرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوُا اللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ». قَالَ أَنَسٌ: فَلَمْ يَصْبِرُوا. [راجع: ٣١٤٦]

ایک خیمے میں انھیں جمع کیا۔ آپ نے ان کے ہمراہ کسی اور کو نہ بلایا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''تمھاری جو بات مجھے معلوم ہوئی ہے کیا وہ صحیح ہے؟'' انصار کے جو سمجھدار لوگ تھے، انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جو لوگ ہمارے معزز اور سردار ہیں، انھوں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی، البتہ ہمارے کچھ نوخیز لڑکوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی مغفرت کرے، آپ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ابھی ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے؟ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ، میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جو ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں، اس طرح ان کی دل جوئی کرنا میرا مقصود ہے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو مال و دولت لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے نبی ﷺ کو اپنے گھروں میں لے جاؤ؟ اللہ کی قسم! جو چیز تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔'' انصار نے کہا: اللہ کے رسول! ہم اس پر خوش ہیں۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''میرے بعد تم دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی، اس وقت صبر سے کام لینا حتی کہ قیامت کے دن اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ملاقات کرو۔ یقیناً میں حوض کوثر پر ہوں گا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن انصار نے صبر سے کام نہیں لیا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ ہوازن کے مال میں سے ابوسفیان بن حرب کو سو اونٹ دیے، اسی طرح صفوان بن امیہ، عیینہ بن حصن، مالک بن عوف، اقرع بن حابس، علقمہ بن علاثہ اور عباس بن مرداس کو سو، سو اونٹ دیے، اس پر انصار کے کچھ لوگ غمزدہ ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق قریش نوازی کی باتیں کیں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں رسول اللہ ﷺ کو پہنچائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے متعلق تیرے جذبات کیا ہیں؟'' عرض کی: میں بھی تو اس قوم

سے تعلق رکھتا ہوں، پھر رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا: ''تمام انصار کو اس چمڑے کے خیمے میں جمع کرو۔'' آپ نے انھیں وعظ فرمایا اور کہا: ''تم میرے لیے اس کپڑے کی طرح ہو جو ہر وقت جسم سے لگا رہتا ہے۔'' واقعی یہ شرف قیامت تک کے لیے انصار کو حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے شہر میں آرام فرما رہے ہیں۔[1] ② حدیث کے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی تلقین کے باوجود انصار نے صبر نہیں کیا۔ شاید ان کا اشارہ کچھ انصار کے اس موقف کی طرف ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت کہا گیا تھا کہ ایک امیر تمھارا اور ایک امیر ہمارا ہوگا، مگر جمہور انصار نے اس موقف کو مسترد کر دیا اور اس کی موافقت کے بجائے خلفائے قریش کو تسلیم کر لیا۔ واللہ أعلم.

٤٣٣٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ غَنَائِمَ فِي قُرَيْشٍ فَغَضِبَتِ الْأَنْصَارُ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ؟» قَالُوا: بَلٰى، قَالَ: «لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا - أَوْ شِعْبًا - لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ - أَوْ شِعْبَهُمْ» - . [راجع: ٣١٤٦]

[4332] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جس روز مکہ فتح ہوا رسول اللہ ﷺ نے قریش میں اموالِ غنیمت تقسیم کیے تو انصار غضبناک ہو گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر جاؤ؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں، ہم اس پر راضی ہیں۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ''اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔''

فوائد ومسائل: ① اس غنیمت سے مراد ہوازن کے مال ہیں کیونکہ فتح مکہ میں کوئی غنیمت نہیں تھی جسے تقسیم کیا جاتا۔ ② واقدی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلا کر کہا: ''آؤ میں تمھیں بحرین کا علاقہ لکھ دیتا ہوں جو تمھارے لیے خاص ہوگا، اس میں اور کسی کا عمل دخل نہیں ہوگا۔'' اور یہ علاقہ بھی بہترین، زرخیز اور شاداب تھا لیکن انصار نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہمیں آپ ہی کافی ہیں، دنیا کے مال و متاع کی ہمیں ضرورت نہیں۔[2] اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے بھی انصار کے جوار (پڑوس) کو پسند فرمایا۔

٤٣٣٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ: أَنْبَأَنَا هِشَامُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ الْتَقَى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشَرَةُ آلَافٍ وَّالطُّلَقَاءُ فَأَدْبَرُوا، قَالَ: «يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ!»، قَالُوا: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ

[4333] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جس روز غزوۂ حنین تھا، ہوازن کے لوگ مسلمانوں کے مقابلے میں آئے جبکہ نبی ﷺ کے ہمراہ دس ہزار کی نفری اور طلقاء بھی تھے۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو آپ نے آواز دی: ''اے انصار کی جماعت!'' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم حاضر ہیں اور آپ کی مدد کو آگئے

[1] فتح الباري: 69/8. [2] فتح الباري: 64/8.

وَسَعْدَيْكَ، نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «أَنَا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ»، فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ، فَأَعْطَى الطُّلَقَاءَ وَالْمُهَاجِرِينَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا. فَقَالُوا فَدَعَاهُمْ فَأَدْخَلَهُمْ فِي قُبَّةٍ، فَقَالَ: «أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ؟» فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَاخْتَرْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ». [راجع: ٣١٤٦]

ہیں۔ پھر نبی ﷺ (اپنی سواری سے) اترے اور فرمایا: ”میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔“ جب مشرکین شکست خوردہ ہو کر بھاگ گئے تو آپ نے طلقاء اور مہاجرین کو اموال دیے اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ انھوں نے جو کچھ کہنا تھا کہا۔ آپ ﷺ نے انھیں ایک خیمے میں جمع کر کے فرمایا: ”تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ وغیرہ لے جائیں اور تم اللہ کا رسول ﷺ لے کر جاؤ؟“ نبی ﷺ نے مزید فرمایا: ”اگر لوگ کسی وادی میں چلیں اور انصار کوئی پہاڑی راستہ اختیار کریں تو میں انصار کا پہاڑی راستہ اختیار کروں گا۔“

فوائد ومسائل: ① طلقاء، طلیق کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھیں فتح مکہ کے موقع پر آپ نے نہ قتل کیا اور نہ انھیں قیدی ہی بنایا بلکہ ان پر احسان فرماتے ہوئے آزاد کر دیا اور فرمایا: ”آج تم پر کوئی ملامت نہیں تم آزاد ہو۔“[1] ان حضرات پر سابقہ جرائم کے متعلق بھی کوئی گرفت نہ کی گئی بلکہ انھیں عام معافی سے نوازا گیا۔ انھیں گرانقدر عطیے دیے گئے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے بعد وہ جاں نثار مددگار ثابت ہوئے۔ ② انصار کو رسول اللہ ﷺ نے جو شرف عطا فرمایا اس کے مقابلے میں دنیا کا مال ایک بال برابر بھی وزن نہیں رکھتا تھا۔ انصار نے بھی اس حقیقت کو سمجھا اور اس شرف کی قدر کی، پوری وفاداری کے ساتھ اس عہد کو نبھایا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جملہ انصار نے خلفائے قریش کی اطاعت کو قبول کیا اور اپنے لیے کسی بھی منصب کا مطالبہ نہیں کیا۔ رضی اللہ عنہم۔

٤٣٣٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ [بْنِ مَالِكٍ] رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ نَاسًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: «إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّمُصِيبَةٍ وَّإِنِّي أَرَدْتُّ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى بُيُوتِكُمْ؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ: «لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَّسَلَكْتُ وَادِيَ

[4334] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے انصار کے کچھ لوگوں کو اکٹھا کر کے فرمایا: ”قریش ابھی نو مسلم اور تازہ مصیبت اٹھائے ہوئے ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مال غنیمت سے ان کی دل جوئی کروں۔ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ دوسرے لوگ تو دنیا لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کی طرف لوٹو؟“ انھوں نے عرض کی: ہم تو اس پر راضی ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اگر دوسرے لوگ وادی کے اندر چلیں اور انصار پہاڑی راستہ منتخب کریں تو میں بھی

[1] عمدة القاري: 306/12.

الْأَنْصَارِ، أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ». [راجع: ٣١٤٦]

انصار کی وادی یا گھاٹی ہی کو اختیار کروں گا۔“

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انصار میرے لیے استر ہیں اور دوسرے لوگ ابرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔“ پھر آپ نے انصار کے لیے دعا فرمائی: ”اے اللہ! انصار، ان کے بیٹوں اور پوتوں پر رحمت نازل فرما۔“ اس پر انصار بہت خوش ہوئے۔ یہ خطاب سن کر وہ خوشی سے اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں تر ہوگئیں اور کہنے لگے: ہم راضی ہیں کہ ہمارے حصے اور نصیب میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔[1]

٤٣٣٥ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قِسْمَةَ حُنَيْنٍ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: مَا أَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللهِ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: «رَحْمَةُ اللهِ عَلَى مُوسَى، لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ». [راجع: ٣١٥٠]

[4335] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب نبی ﷺ حنین سے ملنے والے مال غنیمت کی تقسیم کر رہے تھے تو انصار کے ایک شخص نے کہا: اس تقسیم میں رضائے الٰہی کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، انھیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی، لیکن انھوں نے صبر سے کام لیا۔“

٤٣٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ ﷺ نَاسًا، أَعْطَى الْأَقْرَعَ مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَأَعْطَى نَاسًا، فَقَالَ رَجُلٌ: مَا أُرِيدَ بِهٰذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللهِ، فَقُلْتُ: لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: «رَحِمَ اللهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ». [راجع: ٣١٥٠]

[4336] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع پر کچھ لوگوں کو بہت جانور عطا فرمائے، چنانچہ اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیے، عیینہ بن حصن فزاری کو بھی اتنے ہی دیے، دوسرے اشراف عرب کو بھی آپ نے اسی حساب سے دیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا: اس تقسیم میں اللہ کی رضا کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔ میں نے (دل میں) کہا کہ میں اس امر کی اطلاع نبی ﷺ کو ضرور دوں گا۔ جب آپ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا: ”اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انھیں اس سے بھی زیادہ دکھ پہنچایا گیا لیکن انھوں نے صبر کیا۔“

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والا قبیلۂ بنو عمرو بن عوف سے ایک منافق تھا جس کا نام معتب بن قشیر ہے، جبکہ بعض نے اس کا نام حرقوص بن زہیر بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ حرقوص کا واقعہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ

[1] مسند أحمد: 77/3، وفتح الباري: 65/8.

حدیث میں آگے آرہا ہے۔[1] ② اعتراض کرنے والے بدبخت نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ دنیا کا مال و متاع سب اللہ کی ملکیت ہے جس پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی رہنمائی کے لیے منتخب کیا ہے اسے پورا پورا اختیار دیا ہے کہ مصلحت کے مطابق جس طرح چاہے اللہ کا مال تقسیم کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا جتنا خیال اس کے رسول کو ہوتا ہے، دوسروں کو دسواں حصہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ بدباطن قسم کے لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے کہ وہ خواہ مخواہ دوسروں پر الزام تراشی کرتے رہتے ہیں اور اپنے عیوب پر ان کی نظر نہیں جاتی۔ ③ واضح رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی شرمیلے تھے، وہ پردے میں رہ کر غسل کرتے تھے جبکہ بنی اسرائیل میں حیاداری کا مادہ نہیں تھا۔ انھوں نے موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ ان کے جسم پر برص ہے یا کسی دوسری موذی مرض میں مبتلا ہیں اور ایسی باتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی باتوں سے بری قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی، اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی باتوں سے بری قرار دیا۔''[2]

٤٣٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ ابْنُ مُعَاذٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ ابْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، [عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ] رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعَمِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشَرَةُ آلَافٍ [وَ]مِنَ الطُّلَقَاءِ فَأَدْبَرُوا عَنْهُ حَتَّى بَقِيَ وَحْدَهُ فَنَادَى يَوْمَئِذٍ نِدَاءَيْنِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا، الْتَفَتَ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ!»، قَالُوا: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ، ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ!»، قَالُوا: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ، وَهُوَ عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ: «أَنَا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ»، فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: إِذَا كَانَتْ شَدِيدَةٌ فَنَحْنُ نُدْعَى وَيُعْطَى الْغَنِيمَةَ غَيْرُنَا؟ فَبَلَغَهُ ذَٰلِكَ

[4337] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب حنین کی لڑائی ہوئی تو ہوازن، غطفان اور ان کے علاوہ دیگر قبائل اپنے جانوروں اور اہل و عیال سمیت آئے جبکہ نبی ﷺ کے ہمراہ دس ہزار کی نفری اور کچھ طلقاء تھے۔ وہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے حتی کہ آپ اکیلے رہ گئے۔ اس دن آپ ﷺ نے دو آوازیں دیں جن میں کوئی خلط ملط نہیں تھا۔ آپ نے دائیں جانب متوجہ ہو کر فرمایا: ''اے گروہ انصار!'' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم حاضر ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر آپ بائیں جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے گروہ انصار!'' انصار نے کہا: اللہ کے رسول! آپ فکر نہ کریں، ہم حاضر ہیں۔ آپ اس وقت سفید خچر پر سوار تھے آپ نے نیچے اتر کر فرمایا: ''میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔'' بالآخر مشرکین شکست کھا گئے۔ اس دن آپ نے بہت سا مال غنیمت پایا اور وہ مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کر دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ انصار نے کہا: جب کوئی سخت مصیبت آتی ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور غنیمت کا مال ہمارے علاوہ دوسروں کو

① فتح الباري: 69/8. ② الأحزاب 69:33.

فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟» فَسَكَتُوا، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا، وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ تَحُوزُونَهُ إِلَى بُيُوتِكُمْ؟» قَالُوا: بَلَى، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَّأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ». وَقَالَ هِشَامٌ قُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ! وَأَنْتَ شَاهِدٌ ذٰلِكَ؟ قَالَ: وَأَيْنَ أَغِيبُ عَنْهُ؟. [راجع: ٣١٤٦]

دیا جاتا ہے؟ آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کو ایک خیمے میں جمع کر کے فرمایا: ''اے جماعتِ انصار! وہ کیا بات ہے جو مجھے پہنچی ہے؟'' وہ خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ''اے گروہِ انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو دنیا لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ کا رسول لے کر جاؤ؟'' انھوں نے عرض کی: کیوں نہیں، ہم اس پر راضی ہیں۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ کسی وادی میں چلیں اور انصار کسی گھاٹی کو اختیار کریں تو میں انصار کا پہاڑی راستہ لوں گا۔'' (راویٔ حدیث) حضرت ہشام نے کہا: ابوحمزہ! کیا آپ وہاں حاضر تھے؟ انھوں نے جواب دیا: میں وہاں سے غائب کب ہوا تھا؟

فوائد و مسائل: ① صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عباس! اصحاب شجرہ کو آواز دو۔'' آپ بہت بلند آواز تھے۔ انھوں نے اونچی آواز سے کہا: اصحابِ شجرہ کہاں ہیں؟ ان کی آواز سنتے ہی بیعت کرنے والے ایسے لپکے جیسے گائیں اپنے بچوں کی طرف دوڑتی ہیں۔ سب کہنے لگے: ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں۔ پھر گھمسان کا رن پڑا تو رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں مٹھی میں لے کر کافروں کے منہ پر دے ماریں اور فرمایا: ''مجھے محمد کے رب کی قسم! کافر شکست کھا گئے ہیں۔'' اس کے بعد کفار کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔[1] ② اس غزوے میں رسول اللہ ﷺ اکیلے نہیں بلکہ آپ کے ساتھ آدمی تھے۔ آپ کا ارادہ ہوا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں، اس لیے آپ اکیلے بڑھے مگر ابوسفیان بن حارث آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے آپ کو آگے نہ جانے دیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

(٥٨) بَابُ السَّرِيَّةِ الَّتِي قِبَلَ نَجْدٍ

باب: 58- نجد کی طرف چھوٹا لشکر بھیجنے کا بیان

٤٣٣٨ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيهَا، فَبَلَغَتْ سُهْمَانُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنُفِّلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا، فَرَجَعْنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا.

[4338] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر روانہ کیا۔ میں بھی اس میں شریک تھا۔ ہمارے حصے میں بارہ بارہ اونٹ آئے اور ایک ایک اونٹ بطور انعام ملا، اس طرح ہم تیرہ، تیرہ اونٹ لے کر واپس لوٹے۔

1. صحیح مسلم، الجهاد، حديث: 4612 (1775).

[راجع: ٣١٣٤]

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس غزوے کو طائف کے بعد ذکر کیا ہے جبکہ دیگر اہل مغازی کا موقف ہے کہ یہ لشکر فتح مکہ کو جانے سے پہلے آپ نے روانہ کیا تھا۔ اس کے سالار حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس میں صرف پچیس آدمی تھے جنھوں نے غطفان کے مقابلے میں دوسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں حاصل کیں۔[1]

(٥٩) بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ

باب: 59- نبی ﷺ کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجنا

٤٣٣٩ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ؛ ح: وَحَدَّثَنِي نُعَيْمٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا: أَسْلَمْنَا، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: صَبَأْنَا صَبَأْنَا، فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا أَسِيرَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا أَسِيرَهُ، فَقُلْتُ: وَاللهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي، وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ، حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَاهُ لَهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ»، مَرَّتَيْنِ. [انظر: ٧١٨٩]

[4339] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ اچھی طرح یوں نہ کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے بلکہ کہنے لگے: ہم نے اپنا دین بدل ڈالا، ہم نے اپنا دین بدل ڈالا۔ (اس پر) حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا اور بعض کو قید کر کے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی دے دیا۔ پھر ایک روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو مار ڈالے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو ہرگز قتل نہیں کروں گا اور نہ میرا کوئی ساتھی ہی اپنے قیدی کو مارے گا۔ پھر جب ہم نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ قصہ بیان کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! میں خالد کے فعل سے بریٔ الذمہ ہوں۔'' دوبار یہی فرمایا۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو ماہ شعبان 8 ہجری میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک تبلیغی وفد بنو جذیمہ کی طرف روانہ کیا لیکن حملہ نہیں کیا بلکہ اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ یہ وفد ساڑھے تین سو مہاجرین و انصار اور بنوسلیم پر مشتمل تھا۔ تبلیغ کے نتیجے میں وہ مسلمان ہو گئے لیکن اپنے اسلام لانے کی تعبیر اچھی طرح نہ کر سکے۔ اس پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ اس موقع پر صرف بنوسلیم کے لوگوں نے اپنے قیدیوں کو قتل کیا، انصار و

[1] فتح الباري: 70/8.

مہاجرین نے قتل نہیں کیا تھا۔ ② حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے چونکہ اجتہادی غلطی ہوئی تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے خود کو بریُ الذمہ قرار دیا لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں کہا، البتہ قوم کے افراد بے گناہ مارے گئے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر ان کے مقتولین کی دیت اوران کے نقصانات کا معاوضہ ادا فرمایا۔[1]

(٦٠) بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ، وَيُقَالُ: إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِيِّ

باب: 60- عبداللہ بن حذافہ سہمی اور علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہما کے سریے کا بیان، نیز اس کو سریۂ انصاری بھی کہا جاتا ہے

وضاحت: رسول اللہ ﷺ کو شکایت ملی کہ اہل جدہ کو حبشی لوگ تنگ کرتے ہیں۔ آپ نے 9 ہجری میں تین سو افراد پر مشتمل ایک دستہ روانہ کیا اور علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ جب یہ دستہ حبشیوں کی سرکوبی کے لیے سمندر میں اترا تو وہ سمندری ڈاکو بھاگ نکلے۔ دستے میں سے کچھ لوگوں نے واپس آنے میں جلدی سے کام لیا تو امیر دستہ نے ان سے باز پرس کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو تعینات کیا، پھر وہ واقعہ پیش آیا جس کا آگے آنے والی حدیث میں ذکر ہے۔[2]

٤٣٤٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً وَّاسْتَعْمَلَ عَلَيْهَا رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُّطِيعُوهُ فَغَضِبَ فَقَالَ: أَلَيْسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُطِيعُونِي؟ قَالُوا: بَلٰى، قَالَ: فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا، فَجَمَعُوا فَقَالَ: أَوْقِدُوا نَارًا، فَأَوْقَدُوهَا فَقَالَ: ادْخُلُوهَا، فَهَمُّوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَّيَقُولُونَ: فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ النَّارِ فَمَا زَالُوا حَتّٰى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ».

[انظر: ٧١٤٥، ٧٢٥٧]

[4340] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا سالار ایک انصاری شخص کو مقرر فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ اتفاق سے اسے غصہ آیا تو کہنے لگا: کیا نبی ﷺ نے تمھیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ کیوں نہیں، تب اس نے کہا کہ تم سب میرے لیے لکڑیاں جمع کرو۔ انھوں نے لکڑیاں جمع کر دیں۔ اس نے کہا کہ اب آگ سلگاؤ۔ انھوں نے آگ بھی سلگائی۔ پھر اس نے کہا کہ اس میں کود جاؤ۔ انھوں نے کود جانے کا ارادہ کیا تو ان میں سے کچھ ایک دوسرے کو روکنے لگے اور انھوں نے کہا کہ ہم اس آگ سے راہ فرار اختیار کر کے تو نبی ﷺ کے پاس آئے ہیں۔ وہ اسی طرح بحث مباحثے میں رہے کہ آگ بجھ گئی اور اس کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر جب نبی ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: ''اگر

1 فتح الباري: 72/8. ② فتح الباري: 73/8.

وہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس سے نہ نکل سکتے کیونکہ اطاعت اسی کام میں ضروری ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔''

فوائد ومسائل: ① مسند احمد میں ہے کہ اس لشکر کا سالار حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا تھا[1] لیکن یہ انصاری نہیں بلکہ ان کا تعلق مہاجرین سے ہے۔ شاید انھیں انصاری اس لیے کہا گیا ہو کہ انھوں نے دین اسلام کے معاملات میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ روایت میں انصار کا لفظ راوی کا وہم ہو۔[2] والله أعلم. ② ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ امیر کے تیار کردہ الاؤ میں کودنے کے لیے تیار نہ ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔[3] ③ واضح رہے کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اس قیافہ شناس کے بیٹے ہیں جنھوں نے حضرت اسامہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کے پاؤں دیکھ کر کہا تھا کہ یہ دونوں باپ بیٹا ہیں اور رسول اللہ ﷺ اس قیافہ سے بہت خوش ہوئے تھے، اس لیے علقمہ رضی اللہ عنہ خود صحابی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں۔[4] ④ ابن اسحاق نے اس سریے کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ غزوۂ ذی قرد میں وقاص بن مجزز شہید ہو گئے تھے تو ان کے بھائی حضرت علقمہ بن مجزز نے انتقام لینا چاہا، تب رسول اللہ ﷺ نے اس سریے کو روانہ کیا۔ یہ بیان پہلے ذکر کردہ سبب کے خلاف ہے۔ ممکن ہے کہ اس سریے کے دونوں اسباب ہوں۔ والله أعلم.[5]

(٦١) [بَابُ] بَعْثِ أَبِي مُوسَى وَمُعَاذٍ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

باب: 61- حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن روانہ کرنے کا بیان

٤٣٤١، ٤٣٤٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ، قَالَ: وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلَى مِخْلَافٍ، قَالَ: وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ، ثُمَّ قَالَ: «يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا». فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا إِلَى عَمَلِهِ، قَالَ: وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا إِذَا سَارَ فِي أَرْضِهِ كَانَ قَرِيبًا مِّنْ صَاحِبِهِ أَحْدَثَ بِهِ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ

[4342,4341] حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا اور ہر ایک کو یمن کی الگ الگ ولایت میں تعینات فرمایا۔ اس وقت یمن دو ولایات پر مشتمل تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''لوگوں پر آسانی کرنا، سختی سے کام نہ لینا، انھیں خوش رکھنا، نفرت نہ دلانا۔'' بہرحال ان میں سے ہر ایک اپنے کام پر روانہ ہوا۔ ان میں سے جو کوئی اپنے علاقے کا دورہ کرتے کرتے اپنے ساتھی کے قریب آجاتا تو اس سے ضرور ملاقات کرتا اور اسے سلام

① مسند أحمد: 67/3. ② فتح الباري: 73/8. 3 مسند أحمد: 94/1. 4 فتح الباري: 74/8. ⑤ فتح الباري: 73/8.

فِي أَرْضِهِ قَرِيبًا مِّنْ صَاحِبِهِ أَبِي مُوسٰى فَجَاءَ يَسِيرُ عَلٰى بَغْلَتِهِ حَتّٰى انْتَهٰى إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ وَّقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ إِلٰى عُنُقِهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ: يَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ قَيْسٍ! أَيَّمَ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ، قَالَ: لَا أَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ، قَالَ: إِنَّمَا جِيءَ بِهِ لِذٰلِكَ فَانْزِلْ، قَالَ: مَا أَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ، فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ! كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا، قَالَ: فَكَيْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ يَا مُعَاذُ؟ قَالَ: أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَأَقُومُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِي مِنَ النَّوْمِ فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللهُ لِي فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي. [راجع: ٢٢٦١، وانظر: ٤٣٤٥]

کر کے مزاج پرسی کرتا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت معاذ بن جبل ؓ اپنے علاقے کا دورہ کرتے کرتے حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے قریب پہنچ گئے تو وہ اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے پاس آئے۔ اس دوران میں حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ بیٹھے ہوئے تھے جبکہ ان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے۔ وہاں انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ نے پوچھا: عبداللہ بن قیس! یہ کون ہے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے جواب دیا کہ یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ نے کہا: جب تک اسے قتل نہیں کیا جاتا میں اپنے خچر سے نہیں اتروں گا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے فرمایا: آپ نیچے اتریں، اسے اسی لیے (قتل کرنے کے لیے) یہاں لایا گیا ہے۔ انھوں نے کہا: میں تو اس کے مارے جانے سے پہلے ہرگز نہیں اتروں گا، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے حکم سے وہ قتل کر دیا گیا۔ تب حضرت معاذ ؓ اپنی سواری سے نیچے اترے اور پوچھا کہ اے عبداللہ! تم قرآن کیسے پڑھتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں تو تھوڑا تھوڑا ہر وقت پڑھتا رہتا ہوں۔ پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے پوچھا: اے معاذ! تم کیسے تلاوت کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: میں اول شب میں سو جاتا ہوں، پھر اٹھ بیٹھتا ہوں، اس کے بعد جتنا اللہ کو منظور ہوتا ہے پڑھ لیتا ہوں۔ میں تو سوتا بھی ثواب کی نیت سے ہوں جیسے اٹھتا بھی ثواب کی نیت سے ہوں۔

فوائد ومسائل: ① مِخلَاف، خلیفہ کے رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد یمن کے دو حصے ہیں۔ ایک عدن کی جانب پہاڑی کے اوپر والا حصہ اسے مخلافِ اعلیٰ کہا جاتا تھا۔ اس کے حاکم حضرت معاذ بن جبل ؓ تھے۔ دوسرا حصہ پہاڑ کے نشیب میں اسے مخلافِ اسفل کہا جاتا۔ اس علاقے کا انتظام حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے ذمے تھا۔ ② یمن میں یہودیوں نے یہ طریقہ

اختیار کیا تھا کہ اسلام میں داخل ہو کر پھر مرتد ہو جاتے تھے جس سے ان کا مقصد اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنا تھا، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ مرتد ہونے والا یہودی تھا۔[1] اگرچہ دین میں داخل ہونے کے لیے کوئی جبر نہیں، تاہم داخل ہونے کے بعد جو اس کے قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے سزا دی جاتی ہے، چنانچہ اسلام میں مرتد ہونے کی سزا قتل ہے۔ ③ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ کمال ایمان تھا کہ مرتد کو دیکھتے ہی انھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد آ گئی کہ جو اسلام سے مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔ جب تک شریعت کی حد جاری نہ ہوئی اس وقت تک انھوں نے اپنی سواری سے اترنا گوارا نہ کیا۔ ④ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادات میں طاقت اور ہمت حاصل کرنے کے لیے جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ باعث ثواب ہے۔ ایسے حالات میں سونے، کھانے اور آرام کرنے میں بھی ثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔[2]

٤٣٤٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ: «وَمَا هِيَ؟» قَالَ: الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ، فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ: مَا الْبِتْعُ؟ قَالَ: نَبِيذُ الْعَسَلِ، وَالْمِزْرُ: نَبِيذُ الشَّعِيرِ، فَقَالَ: «كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ». رَوَاهُ جَرِيرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ. [راجع: ٢٢٦١]

[4343] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے آپ ﷺ سے ان مشروبات کے متعلق سوال کیا جو وہاں تیار کیے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ کیا ہیں؟“ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا: بتع اور مزر ہیں۔ (راوی کہتا ہے کہ) میں نے ابوبردہ سے پوچھا: بتع (اور مزر) کیا ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ بتع شہد کا شیرہ اور مزر جو کا شیرہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نشے والی چیز حرام ہے۔“ اس حدیث کو جریر اور عبدالواحد نے شیبانی کے ذریعے سے ابوبردہ سے روایت کیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① جو چیزیں کھانے کی ہوں یا پینے کی، جب نشہ آور ہوں تو حرام ہیں۔ افیون، بھنگ اور چرس وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ ② جس کے زیادہ استعمال سے نشہ آئے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔ ③ حدیث میں مذکور جوس یا مشروبات اس وقت حرام ہوں گے جب وہ نشہ آور ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھجور، جو، شہد اور مکئی وغیرہ کا نبیذ پینا جائز ہے بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو، اگر ان میں نشہ پیدا ہو جائے تو ان کا پینا حرام ہے۔

٤٣٤٤، ٤٣٤٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ جَدَّهُ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذًا إِلَى

[4345,4344] حضرت سعید بن ابو بردہ اپنے والد (حضرت ابو بردہ) سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان (سعید) کے دادا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4345,4344. [2] فتح الباري: 77/8.

الْيَمَنِ فَقَالَ: «يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا»، فَقَالَ أَبُو مُوسٰى: يَا نَبِيَّ اللهِ! إِنَّ أَرْضَنَا بِهَا شَرَابٌ مِّنَ الشَّعِيرِ: الْمِزْرُ، وَشَرَابٌ مِّنَ الْعَسَلِ: الْبِتْعُ، فَقَالَ: «كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ»، فَانْطَلَقَا، فَقَالَ مُعَاذٌ لِّأَبِي مُوسٰى: كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّعَلٰى رَاحِلَتِي، وَأَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا. قَالَ: أَمَّا أَنَا فَأَنَامُ فَأَقُومُ وَأَنَامُ، فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي، وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فَجَعَلَا يَتَزَاوَرَانِ، فَزَارَ مُعَاذٌ أَبَا مُوسٰى، فَإِذَا رَجُلٌ مُّوثَقٌ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ أَبُو مُوسٰى: يَهُودِيٌّ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ، فَقَالَ مُعَاذٌ: لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ. [راجع: ٢٢٦١، ٤٣٤٢]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: ''لوگوں پر آسانی کرنا، ان پر تنگی نہ کرنا، انھیں خوشخبری سنانا، نفرت نہ دلانا اور ایک دوسرے سے موافقت پیدا کرنا۔'' حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے علاقے میں کچھ مشروبات جو سے تیار ہوتے ہیں جنھیں مزر اور کچھ شہد سے بنتے ہیں جنھیں بتع کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' چنانچہ دونوں حضرات یمن کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر (ایک ملاقات میں) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ سے پوچھا: آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں؟ انھوں نے کہا: کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر، سواری پر دقفے وقفے سے پڑھتا رہتا ہوں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سوتا ہوں، پھر اٹھتا ہوں اور نیند کو بھی قیام کی طرح ثواب سمجھتا ہوں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ایک خیمہ لگوایا تاکہ وہ دونوں ایک دوسرے کی زیارت کریں۔ ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے آئے تو دیکھا کہ ایک آدمی بندھا ہوا ہے، پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: یہ یہودی ہے جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کی گردن ضرور اڑاؤں گا۔

تَابَعَهُ الْعَقَدِيُّ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ. وَقَالَ وَكِيعٌ وَّالنَّضْرُ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

عقدی اور وہب نے شعبہ سے روایت کرنے میں مسلم کی متابعت کی ہے۔ وکیع، ابونضر اور ابوداود نے شعبہ سے، انھوں نے سعید سے، انھوں نے اپنے والد کے ذریعے سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

رَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ.

جریر بن عبدالحمید نے شیبانی سے اور انھوں نے ابو بردہ سے بیان کیا ہے۔

فوائدومسائل: ① لفظ أَتَفَوَّق، فواق ناقة سے ماخوذ ہے، مطلب یہ ہے کہ میں دن رات تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ہمیشہ قرآن پڑھتا رہتا ہوں، چنانچہ فواق ناقہ یہی ہے کہ ایک مرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہ لیا جائے، پھر اسے چھوڑ دیا جائے تا کہ وہ باقی ماندہ دودھ اتار لے، پھر اس کا دودھ نکال لیا جائے، اس طرح وقفے وقفے سے اس کا دودھ نکالا جاتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس انداز سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اسی کو اپنا معمول بنایا تھا جبکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رات کے حصے متعین کر رکھے تھے، کچھ سونے کے لیے اور کچھ تلاوت قرآن کے لیے۔ الغرض ان کا سونا بھی اس غرض کے لیے ہوتا تھا کہ وہ قیام کے لیے معاون ثابت ہو۔ اس نیت سے سونا بھی عبادت ہے۔ ② واضح رہے کہ نرمی کا مطلب حدود وقصاص میں نرمی کرنا نہیں بلکہ دنیوی اور انتظامی امور میں نرمی کرنا ہے کیونکہ حدود کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملے میں تمھیں ان (مرد، عورت) دونوں پر ترس نہیں آنا چاہیے۔''[1] ③ مبلغین کے لیے اس میں خاص ہدایت ہے کہ وہ لوگوں کو نفرت نہ دلائیں، مشکل اور سخت باتیں ان کے سامنے نہ رکھیں، آپس میں مل جل کر کام کریں، اتفاق و اتحاد سے رہیں، ایک دوسرے کی بات مانیں، مگر آج کل ایسے مبلغین بہت کم ہیں۔

٤٣٤٦ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ - هُوَ النَّرْسِيُّ -: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عَائِذٍ: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى أَرْضِ قَوْمِي فَجِئْتُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مُنِيخٌ بِالْأَبْطَحِ، فَقَالَ: «أَحَجَجْتَ يَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ قَيْسٍ؟» قُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «كَيْفَ قُلْتَ؟» قَالَ: قُلْتُ: لَبَّيْكَ إِهْلَالًا كَإِهْلَالِكَ، قَالَ: «فَهَلْ سُقْتَ مَعَكَ هَدْيًا؟» قُلْتُ: لَمْ أَسُقْ، قَالَ: «فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ»، فَفَعَلْتُ حَتَّى مَشَطَتْ لِي امْرَأَةٌ مِّنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ وَّمَكَثْنَا بِذٰلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ. [راجع: ١٥٥٩]

[4346] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے میری قوم کے وطن میں بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ وادیٔ بطحاء (خیف بنوکنانہ) میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''اے عبداللہ بن قیس! تم نے حج کا احرام باندھ لیا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں، اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''نیت کیا کی تھی؟'' میں نے عرض کی: یوں کہا تھا کہ میں حاضر ہوں اور جس طرح آپ نے احرام باندھا ہے میں نے بھی اسی طرح باندھا ہے۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تم اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے ہو؟'' میں نے کہا: میں اپنے ساتھ کوئی جانور نہیں لایا۔ آپ نے فرمایا: ''تم پہلے بیت اللہ کا طواف کرو، پھر صفا اور مروہ کی سعی کر کے احرام کی پابندی سے آزاد ہو جاؤ۔'' بہرحال میں نے اس طرح کیا۔ پھر بنوقیس کی خاتون نے میرے سر میں کنگھی کی۔ ہم اسی قاعدے کے مطابق حج کرتے رہے حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔

---

① النور 2:24.

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے 9 ہجری میں حاکم بنا کر یمن بھیجا تھا اور حجۃ الوداع 10 ہجری میں ہوا۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حج کرنے سے پہلے تمام عرب میں اعلان کر دیا تھا کہ احکام حج سیکھنے کے لیے سب لوگ جمع ہوں اور تمام گورنروں کو بھی یہی حکم تھا۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے احرام باندھتے وقت یہ نیت کی تھی کہ جو احرام رسول اللہ ﷺ کا ہے وہی میرا ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ قربانی کا جانور تھا اور آپ نے حج قران کی نیت کی تھی جبکہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لائے تھے، اس لیے آپ نے انھیں عمرہ کر کے احرام کھول دینے کا حکم دیا اور حج تمتع کرنے کی تلقین کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حج تمتع سے منع کر دیا تھا۔ اس کی تفصیل کتاب الحج میں آ چکی ہے۔ ③ اس مقام پر اس حدیث کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کے ملک میں گورنر بنا کر روانہ کیا تھا۔ واللّٰہ أعلم.

٤٣٤٧ - حَدَّثَنِي حِبَّانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: «إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ». [راجع: ١٣٩٥]

[4347] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انھیں فرمایا: ”تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو، وہاں جا کر انھیں پہلے کلمۂ شہادت کی دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ اگر وہ اس کا اقرار کرنے میں تمھاری اطاعت کر لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر روزانہ پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب یہ بھی مان لیں تو انھیں خبردار کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان کے غرباء پر تقسیم کر دی جائے گی۔ پھر اگر وہ اسے تسلیم کر لیں تو زکاۃ وصول کرتے وقت ان کا سب سے عمدہ مال لینے سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی آہ و بکا سے بھی ڈرتے رہنا کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔“

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: طَوَّعَتْ: طَاعَتْ وَأَطَاعَتْ لُغَةٌ، طِعْتُ وَطُعْتُ وَأَطَعْتُ.

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ طَوَّعَت کے وہی معنی ہیں جو طَاعَتْ اور أَطَاعَتْ کے ہیں، طِعْتُ، طُعْتُ اور أَطَعْتُ کے بھی ایک ہی معنی ہیں۔

فوائدومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے 9 ہجری میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور انھیں تلقین فرمائی کہ وہ تبلیغ کرتے وقت تدریج کے اصول کو پیش نظر رکھیں تاکہ لوگ متنفر نہ ہوں۔ وہاں کے باشندوں کو اسلام کے احکام سے خبردار کریں۔ اسلامی ضابطے کے مطابق فیصلے کریں۔ خاص طور پر ان سے زکاۃ وصول کرتے وقت ان کا عمدہ مال لینے سے پرہیز کریں کیونکہ ایسا کرنا ظلم ہے اور مظلوم کی فریاد اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے حسب عادت حدیث کے آخر میں ایک قرآنی لفظ کی لغوی تشریح کی ہے جو حدیث کے ایک لفظ کے موافق تھا، یعنی فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ[1] کے معنی بتائے ہیں کہ اس کا نفس اس کے تابع ہوگیا۔

٤٣٤٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ: أَنَّ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ فَقَرَأَ: ﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ [النساء: ١٢٥]، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ.

[4348] حضرت عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن آئے تو لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز میں یہ آیت تلاوت کی: ''اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخلص دوست بنایا۔'' ایک شخص بول پڑا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی ہوگی۔

زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرٍو: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ سُورَةَ النِّسَاءِ، فَلَمَّا قَالَ: ﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهُ: قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ.

معاذ نے شعبہ سے، انھوں نے حبیب سے، انھوں نے سعید سے، انھوں نے عمرو بن میمون سے اس حدیث میں یہ اضافہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا۔ وہاں انھوں نے صبح کی نماز میں سورۂ نساء پڑھی۔ جب اس آیت پر پہنچے: ''اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخلص دوست بنایا۔'' تو ان کے پیچھے ایک شخص نے کہا: والدۂ ابرہیم کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی ہوگی۔

فوائدومسائل: ① جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن گئے تو حضرت عمرو بن میمون وہاں تھے، اس لیے انھوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ انھوں نے دور جاہلیت اور دور اسلام دونوں کو پایا لیکن صحابیت کے شرف سے محروم رہے، اس قسم کے تابعی کو مخضرم کہا جاتا ہے۔ ② مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے اپنا مخلص دوست بنالیا تو ان کی والدہ ماجدہ کو بہت خوشی ہوئی کہ ان کا بیٹا خلیل اللہ ہوا۔ آنکھوں کا ٹھنڈا ہونا سرور اور خوشی سے کنایہ ہے۔ سرور کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں جبکہ حزن وملال کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔ ③ واضح رہے کہ اس شخص نے نادانستہ طور پر دوران نماز میں یہ الفاظ کہے یا وہ ابھی نماز میں داخل نہیں ہوا تھا، اس لیے اسے اپنی نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت

① المآئدة 30:5.

معاذ بن جبل ؓ نے اسے نماز دہرانے کا حکم دیا ہو لیکن وہ نقل نہیں کیا گیا۔[1] واللہ أعلم.

(٦٢) [بَابٌ]: بَعْثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَّخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

باب: 62- حجۃ الوداع سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت خالد بن ولید ؓ کو یمن بھیجنا

٤٣٤٩ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ ابْنِ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهُ فَقَالَ: «مُرْ أَصْحَابَ خَالِدٍ مَّنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ يُّعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ»، فَكُنْتُ فِيمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ، قَالَ: فَغَنِمْتُ أَوَاقِيَ ذَوَاتِ عَدَدٍ.

[4349] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حضرت خالد بن ولید ؓ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ کیا۔ پھر حضرت خالد ؓ کی جگہ سیدنا علی ؓ کو تعینات فرمایا، نیز حکم دیا: ”خالد ؓ کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ ان میں سے جو تمھارے ساتھ یمن میں رہنا چاہے وہ تمھارے ساتھ لوٹ جائے اور جو چاہے (مدینہ) واپس چلا آئے۔“ (حضرت براء ؓ کہتے ہیں کہ) میں بھی انھی لوگوں میں سے تھا جو حضرت علی ؓ کے ساتھ یمن لوٹ گئے تھے اور مجھے کئی اوقیہ چاندی مال غنیمت سے حاصل ہوئی تھی۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ جب ہم لوٹ کر حضرت علی ؓ کے ہمراہ یمن گئے تو قوم ہمدان سے ہمارا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی ؓ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا تو وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت علی ؓ نے اس واقعے کی اطلاع جب رسول اللہ ﷺ کو دی تو آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور فرمایا: ”ہمدان سلامت رہے۔“[2] ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ کو رسول اللہ ﷺ نے جب یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں جن کے افراد عمر رسیدہ ہیں جبکہ میں ابھی نوعمر ہوں، فیصلہ کرنے کی پوری صلاحیت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی: ”اے اللہ! اس کی زبان کو ثابت رکھ، اس کے دل کی رہنمائی فرما۔“ نیز آپ نے فرمایا: ”جب تیرے پاس کوئی معاملہ آئے تو فریقین کے بیان سن کر پھر فیصلہ کرنا۔“[3]

٤٣٥٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ ابْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوفٍ

[4350] حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت علی ؓ کو حضرت خالد بن

---

(1) فتح الباري: 81/8. (2) السنن الكبرى للبيهقي: 369/2، وفتح الباري: 83/8. (3) مسند أحمد: 111/1.

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا إِلَى خَالِدٍ لِيَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ أُبْغِضُ عَلِيًّا وَقَدِ اغْتَسَلَ، فَقُلْتُ لِخَالِدٍ: أَلَا تَرَى إِلَى هٰذَا؟ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: «يَا بُرَيْدَةُ! أَتُبْغِضُ عَلِيًّا؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «لَا تُبْغِضْهُ فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمُسِ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ».

ولید رضی اللہ عنہ کے پاس خمس لینے کے لیے بھیجا اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض رہتا تھا جبکہ انھوں نے وہاں غسل کیا۔ میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا کیا ہے؟ پھر جب ہم نبی ﷺ کے پاس آئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ”اے بریدہ! کیا تو علی سے ناراض رہتا ہے؟“ میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: ”تم حضرت علی سے عداوت نہ رکھو کیونکہ اس کا مال خمس میں اس سے زیادہ حق ہے۔“

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غنیمت کے مال سے خمس لینے کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس یمن بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مال خمس سے ایک لونڈی لی، پھر صبح کے وقت غسل کیا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک حیض آنے کا انتظار کیے بغیر لونڈی سے جماع کیا ہے۔ ان کے نزدیک غسل کرنے کی وجہ یہی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: ”علی کے لونڈی سے جماع کرنے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ ان کا حصہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔“ باقی رہا ایک حیض انتظار نہ کرنے کا مسئلہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیال کے مطابق وہ لونڈی کنواری تھی اور اس کے استبراء کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ لونڈی سے ایک حیض کا انتظار اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ اس کے حاملہ نہ ہونے کا یقین ہو جائے، جبکہ کنواری لونڈی کو حمل کا امکان نہیں ہوتا، اس لیے استبراء کی بھی ضرورت نہ تھی۔[1] ② ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریدہ سے فرمایا: ”تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی نہ کرو کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں وہ میرے بعد تمھارا دوست ہوگا۔“[2] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے لگا اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ محبوب تھے۔[3]

٤٣٥١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي نُعْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِي أَدِيمٍ مَقْرُوظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا، قَالَ: فَقَسَمَهَا

[4351] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صاف کردہ چمڑے میں تھوڑا سا سونا بھیجا جو ابھی مٹی سے علیحدہ نہیں کیا گیا تھا۔ آپ نے اسے چار اشخاص عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل میں تقسیم کر دیا۔ آپ کے

① فتح الباري: 84/8. ② مسند أحمد: 356/5. ③ مسند أحمد: 351/5.

بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ، وَأَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ، وَزَيْدِ الْخَيْلِ، وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ: كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ: فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَّمَسَاءً؟» قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاشِزُ الْجَبْهَةِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، مُشَمَّرُ الْإِزَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! اتَّقِ اللهَ، قَالَ: «وَيْلَكَ، أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَّتَّقِيَ اللهَ؟» قَالَ: ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ، فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ: «لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَّكُونَ يُصَلِّي»، فَقَالَ خَالِدٌ: وَكَمْ مِّنْ مُّصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ قُلُوبَ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ»، قَالَ: ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ وَّقَالَ: «إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَّتْلُونَ كِتَابَ اللهِ رَطْبًا، لَّا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ» - وَأَظُنُّهُ قَالَ -: «لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ». [راجع: ٣٣٤٤]

اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: ہم ان لوگوں سے اس سونے کے زیادہ حق دار تھے۔ نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”تم لوگ مجھ پر اعتماد نہیں کرتے، حالانکہ اس پروردگار کو مجھ پر اعتماد ہے جو آسمانوں پر ہے اور صبح شام میرے پاس آسمانی خبر آتی رہتی ہے۔“ اس دوران میں ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئیں، رخسار پھولے ہوئے، پیشانی ابھری ہوئی، گھنی ڈاڑھی، سر منڈا اور اونچی ازار باندھے ہوئے تھا، کہنے لگا: اللہ کے رسول! آپ اللہ سے ڈریں۔ آپ نے فرمایا: ”تو ہلاک ہو جائے! کیا میں روئے زمین کے لوگوں میں اللہ سے ڈرنے کا زیادہ حق دار نہیں ہوں؟“ پھر وہ شخص چلا گیا تو حضرت خالد بن ولید ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، شاید وہ نماز پڑھتا ہوگا۔“ حضرت خالد ؓ نے کہا: بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے کسی کے دل ٹٹولنے یا پیٹ چیرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔“ پھر آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا اور فرمایا: ”یقیناً اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ کتاب اللہ کی تلاوت سے ان کی زبانیں تر ہوں گی، حالانکہ وہ (کتاب) ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گی۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے۔“ آپ نے یہ بھی فرمایا: ”اگر میں ان کو پاؤں تو انھیں قوم ثمود کی طرح قتل کروں۔“

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ اللہ کا مال کسی مصلحت کے پیش نظر جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں، اس تقسیم پر اعتراض کرنا اپنے ایمان کو خیر باد کہنا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر اعتراض

کرنے والا ذوالخویصرہ تمیمی تھا۔[1] اس تقسیم پر قریش اور انصار ناراض ہوئے تھے کہ ہمیں نظرانداز کر کے نجد کے سرداروں کو نوازا جا رہا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تو ان کی دل جوئی کرتا ہوں تاکہ اسلام پر جمے رہیں۔"[2] یہ واقعہ جعرانہ میں تقسیم غنائم کے علاوہ ہے۔[3] صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ذوالخویصرہ کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔[4] وہ عبادات میں اس قدر تصنع کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور عبادات کے مقابلے میں حقیر خیال کرو گے۔"[5] رسول اللہ ﷺ کی یہ پیش گوئی خوارج کے حق میں پوری ہوئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ظاہر ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں کیفر کردار تک پہنچایا۔[6] رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرنے کی وجہ سے ذوالخویصرہ اگرچہ قتل کا حق دار ہو چکا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے قتل کی اجازت اس لیے نہ دی کہ دوسرے لوگ باتیں کریں گے کہ اس نے اپنوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے، نیز اس وقت اس کی جماعت نے تحریک کی شکل میں ظہور نہیں کیا تھا، جب تحریک کی شکل اختیار کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کروایا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس تحریک کو کچلنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ واللہ أعلم.

٤٣٥٢ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ. زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ: فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِسِعَايَتِهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ؟» قَالَ: بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: «فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ»، قَالَ: وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا.

[راجع: ١٥٥٧]

[4352] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں۔ محمد بن بکر نے بواسطہ ابن جریج عطاء سے کچھ اضافہ بیان کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اپنی ولایت سے واپس آئے تو نبی ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: "اے علی! تم نے احرام کس طرح باندھا ہے"؟ انھوں نے کہا: جس طرح نبی ﷺ نے احرام باندھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "قربانی کا جانور بھیج دو اور جس طرح احرام باندھا ہے اسی کے مطابق عمل کرو۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے لیے قربانی کے جانور لائے تھے۔

٤٣٥٣، ٤٣٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ: حَدَّثَنَا

[4354,4353] بکر بن عبداللہ بصری سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا تھا کہ

---

(1) صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3610. (2) صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3344. (3) فتح الباري: 86/8. (4) صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3344. (5) صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث: 5058. (6) فتح الباري: 87/8.

بَكْرٌ الْبَصْرِيُّ أَنَّهُ ذَكَرَ لِابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ، فَقَالَ: أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالْحَجِّ وَأَهْلَلْنَا بِهِ مَعَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ: «مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً»، وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ هَدْيٌ فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِّنَ الْيَمَنِ حَاجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «بِمَ أَهْلَلْتَ فَإِنَّ مَعَنَا أَهْلَكَ؟» قَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: «فَأَمْسِكْ فَإِنَّ مَعَنَا هَدْيًا».

حضرت انس ؓ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: نبی ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور ہم نے بھی آپ کے ہمراہ حج کا احرام باندھا تھا۔ جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو وہ اپنے حج کے احرام کو عمرے کے احرام میں تبدیل کر لے۔'' چونکہ نبی ﷺ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا اور حضرت علی بن ابو طالب ؓ بھی یمن سے حج کے ارادے سے آئے تھے تو نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: ''احرام باندھتے وقت تم نے کیا نیت کی تھی؟ تمھاری بیوی ہمارے ساتھ ہے۔'' انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے احرام کے مطابق اپنے احرام کی نیت کی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''پھر تم اس احرام پر قائم رہو کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی کا جانور ہے۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ بھی یمن سے بغرض حج آئے تھے لیکن ان کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے، اس لیے انھیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ تم عمرہ کر کے احرام کھول دو لیکن حضرت علی ؓ جب یمن سے آئے تو ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنے احرام پر باقی رہنے کا حکم دیا۔ ② ان احادیث میں حضرت علی ؓ کے یمن جانے کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری ؒ نے ان روایات کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ حج کے مسائل بھی ان سے ثابت ہوئے ہیں جو کتاب الحج میں بیان ہو چکے ہیں۔

(٦٣) [بَابُ] غَزْوَةِ ذِي الْخَلَصَةِ

باب: 63- غزوۂ ذی الخلصہ کا بیان

وضاحت: یمن کے علاقے میں قبیلۂ خثعم کی سرزمین پر ایک بت خانے کو ذوالخلصہ کہا جاتا تھا جس میں بہت بڑا بت تھا۔ اب اس مقام پر ایک جامع مسجد ہے جو شہر عبلات میں واقع ہے۔ ایک ذوالخلصہ قبیلۂ دوس کا بت تھا جس کے متعلق حدیث میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتی کہ دوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ کے اردگرد حرکت کریں گے۔[1] امام بخاری ؒ فرماتے ہیں: ذوالخلصہ، قبیلۂ دوس کا ایک بت تھا جس کی وہ زمانۂ جاہلیت میں عبادت کرتے تھے۔ یہ ایک دوسرا بت

[1] صحيح البخاري، الفتن، حديث: 7116.

خانہ تھا۔ اس بت کو عمرو بن لحی نے مکہ کے نشیبی علاقے میں نصب کیا تھا، لوگ اسے ہار پہناتے اور اس کے نزدیک ذبح کرتے تھے اور جو قبیلۂ خثعم کا بت خانہ تھا اگرچہ اس کا نام بھی ذوالخلصہ تھا لیکن وہ بیت اللہ کی شکل میں انھوں نے تعمیر کر رکھا تھا۔[1]

٤٣٥٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا بَيَانٌ عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ: ذُو الْخَلَصَةِ وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ وَالْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ؟» فَنَفَرْتُ فِي مِائَةٍ وَّخَمْسِينَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَّجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ. [راجع: ٣٠٢٠]

[4355] حضرت جریر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک گھر تھا جسے ذوالخلصہ، کعبۂ یمانیہ اور کعبۂ شامیہ کہا جاتا تھا۔ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا تم مجھے ذوالخلصہ سے آرام نہیں پہنچاؤ گے؟'' میں ایک سو پچاس سوار لے کر گیا۔ اسے ہم نے توڑ پھوڑ دیا اور اس کے مجاوروں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے ہمارے اور قبیلۂ احمس کے لیے دعا فرمائی۔

فوائد ومسائل: ① قبیلۂ خثعم کے لوگوں نے بیت اللہ کی طرز پر ایک بت خانہ تیار کیا تھا جسے کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا۔ ذوالخلصہ، کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ یہ تینوں اس کے نام تھے۔ کعبہ یمانیہ اس لیے کہ اسے یمن میں تعمیر کیا گیا تھا اور کعبہ شامیہ اس لیے کہتے تھے کہ اس کا دروازہ شام کی طرف تھا جیسا کہ لاہور میں دہلی دروازے کا نام اس بنا پر ہے کہ وہ انڈیا کے شہر دہلی کی طرف واقع ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ ؓ کو اسے توڑنے کے لیے مقرر فرمایا کیونکہ یہ بت خانہ ان کے علاقے میں تھا اور یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ ان کا تعلق قبیلۂ بجیلہ سے تھا اور قبیلۂ احمس ان کا حلیف تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے لیے دعا فرمائی۔ اس کی تفصیل آئندہ بیان ہو گی۔ إن شاء الله.

٤٣٥٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ: قَالَ لِي جَرِيرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ؟» - وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ - فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِّنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَّكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ

[4356] حضرت جریر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ذوالخلصہ کو اجاڑ کر مجھے سکون نہیں پہنچاتے؟'' ذوالخلصہ، قبیلۂ خثعم میں ایک بت خانہ تھا جسے وہ کعبۂ یمانیہ کے نام سے پکارتے تھے۔ میں قبیلۂ احمس کے ایک سو پچاس سوار لے کر چل پڑا۔ وہ لوگ گھوڑوں والے تھے اور میں گھوڑے پر نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں نے آپ کی انگلیوں کے نشانات اپنے سینے پر دیکھے۔ آپ نے دعا فرمائی:

① فتح الباري: 8/89، 90.

أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ: «اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا». فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا، ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ، قَالَ: فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ. [راجع: ٣٠٢٠]

''اے اللہ! اسے گھوڑے پر ثابت رکھ، نیز اسے ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا دے۔'' چنانچہ انھوں نے وہاں جا کر ذوالخلصہ کو توڑا اور اسے آگ لگا دی۔ اس کے بعد جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک قاصد روانہ کیا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے قاصد نے آ کر کہا: اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے! میں آپ کے پاس جب آیا ہوں تو اس وقت بت خانہ کو توڑ کر خارشی اونٹ کی طرح بالکل سیاہ بنا دیا گیا تھا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے قبیلۂ احمس کے گھوڑوں اور ان کے شہسواروں کے لیے پانچ مرتبہ خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

فوائد و مسائل: ① جب حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ وہ گھوڑے پر ٹھہر نہیں سکتے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے قریب آؤ۔'' وہ آپ کے قریب ہوئے تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سر پر رکھا پھر اس کے چہرے اور سینے پر اسے پھیرتے ہوئے ناف تک لے گئے، پھر دوبارہ اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا اور ان کی کمر پر اسے پھیرتے ہوئے ان کی سرین تک لے گئے، پھر فرمایا: ''اے اللہ! جریر کو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا دے۔'' چنانچہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے تعاون سے اس بت خانے کو جلا کر راکھ کر دیا اور اسے خارشی اونٹ کی طرح بنا دیا، یعنی وہ اس اونٹ کی طرح سیاہ ہو گیا جسے خارش کی وجہ سے گندھک ملی گئی ہو اور اس کے بال اتر گئے ہوں اور اس کا چمڑا خارش اور گندھک ملنے کی وجہ سے خراب اور سیاہ ہو گیا ہو۔[1] ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو قبیلۂ خثعم کی طرف بھیجا اور انھیں ہدایت کی کہ وہ تین دن تک عقیدۂ توحید کی دعوت دیں، اگر وہ قبول کر لیں تو ان کا بت خانہ گرا دیں اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو پھر انھیں بھی قتل کر دیں۔[2]

٤٣٥٧ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ؟» فَقُلْتُ: بَلٰى، فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِّنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَّكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَضَرَبَ يَدَهُ

[4357] حضرت جریر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم مجھے ذوالخلصہ سے راحت نہیں پہنچاتے؟'' میں نے عرض کی: کیوں نہیں، ضرور پہنچاتا ہوں، چنانچہ میں قبیلۂ احمس کے ایک سو پچاس سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ وہ سب گھوڑوں پر سوار تھے جبکہ میں گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے نبی ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپ نے اپنا دست

[1] فتح الباري: 8/91. [2] فتح الباري: 8/90.

عَلٰى صَدْرِي حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهِ فِي صَدْرِي فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا»، قَالَ: فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسٍ بَعْدُ، قَالَ: وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمَنِ لِخَثْعَمَ وَبَجِيلَةَ فِيهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ يُقَالُ لَهُ: الْكَعْبَةُ، قَالَ: فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا، قَالَ: وَلَمَّا قَدِمَ جَرِيرٌ الْيَمَنَ كَانَ بِهَا رَجُلٌ يَسْتَقْسِمُ بِالْأَزْلَامِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ ﷺ هَاهُنَا فَإِنْ قَدَرَ عَلَيْكَ ضَرَبَ عُنُقَكَ. قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ يَضْرِبُ بِهَا إِذْ وَقَفَ عَلَيْهِ جَرِيرٌ، فَقَالَ: لَتَكْسِرَنَّهَا وَلَتَشْهَدَنَّ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَوْ لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَكَ، قَالَ: فَكَسَرَهَا وَشَهِدَ، ثُمَّ بَعَثَ جَرِيرٌ رَجُلًا مِّنْ أَحْمَسَ يُكْنٰى أَبَا أَرْطَاةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُبَشِّرُهُ بِذٰلِكَ، فَلَمَّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ، قَالَ: فَبَرَّكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ.

[راجع: ۳۰۲۰]

مبارک میرے سینے پر مارا حتی کہ میں نے اس کے اثرات اپنے سینے میں محسوس کیے۔ پھر آپ نے دعا فرمائی: ”اے اللہ! اسے ثابت رکھ اور اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔“ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔ واضح رہے کہ ذوالخلصہ یمن میں قبیلۂ خثعم اور بجیلہ کا ایک گھر تھا جس میں بت نصب تھے جن کی عبادت کی جاتی تھی۔ اسے کعبہ کہا جاتا تھا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اسے آگ لگا دی اور گرا دیا۔ جب حضرت جریر رضی اللہ عنہ یمن پہنچے تو وہاں ایک شخص تیروں کے ذریعے سے فال نکال رہا تھا۔ اسے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا قاصد یہاں آ پہنچا ہے، اگر تو اس کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ تیری گردن اڑا دے گا، چنانچہ ایک دن ایسا ہوا کہ وہ فال کھول رہا تھا، اتنے میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے فرمایا: تو فال کے ان تیروں کو توڑ کر کلمۂ شہادت پڑھ لے بصورتِ دیگر میں تیری گردن اڑا دوں گا، چنانچہ اس نے تیر توڑ کر کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ پھر حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے قبیلۂ احمس سے ایک شخص کو نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا جس کی کنیت ابو ارطاۃ تھی تاکہ وہ آپ کو خوشخبری سنائے۔ جب وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا: اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں جب وہاں سے آیا ہوں تو ذوالخلصہ کو توڑ پھوڑ کر خارشی اونٹ کی طرح سیاہ کر دیا گیا تھا۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے قبیلۂ احمس کے سواروں اور اس کے پیادوں کے لیے پانچ مرتبہ دعا فرمائی۔

فوائد و مسائل: ① حضرت جریر رضی اللہ عنہ جب ذوالخلصہ کو تباہ و برباد کر کے فارغ ہوئے تو آپ یمن میں دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دینے اور خوشخبری سنانے کے لیے ایک قاصد روانہ کیا، نبی ﷺ کو جب ذوالخلصہ کے تباہ ہونے کی خبر ملی تو آپ نے قبیلۂ احمس کے لیے پانچ مرتبہ دعا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ عام طور پر تین مرتبہ دعا کرتے تھے لیکن ان حضرات کے لیے پانچ مرتبہ دعا کی۔ اس سے مقصود مبالغہ تھا کیونکہ ان لوگوں نے اسلام کی سربلندی اور کفر کی تباہی و

بربادی کے لیے اپنی قوم سے جنگ مول لی۔ پہلے رسول اللہ ﷺ نے اجتماعی طور پر شہسواروں اور پیادوں کی خیر و برکت کے لیے دعا فرمائی، پھر تاکید کے لیے دو مرتبہ شہسواروں کے لیے اور دو مرتبہ پیادوں کے لیے الگ الگ دعا کی۔ اس طرح ہر ایک کے لیے تین تین مرتبہ دعا ہوگئی۔[1] ② یمن میں ایک خرابی یہ بھی تھی کہ وہاں کے لوگ تیروں کے ذریعے سے قسمت آزمائی کرتے تھے جسے قرآن نے حرام کہا ہے، لیکن یمن میں اس کی حرمت کے باوجود یہ دھندا عروج پر تھا۔ ممکن ہے کہ ان لوگوں کو حرمت کا علم نہ ہو، چنانچہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے جب سخت کلام کیا اور ڈانٹ پلائی تو پھر اس شخص نے اپنے تیروں کو توڑا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا۔ ③ ان احادیث میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ انھیں رسول اللہ ﷺ نے خیر و برکت کی دعا سے نوازا تھا۔ ④ اس بت خانے کو ختم کرنے کی یہ وجہ تھی کہ وہاں کفار و مشرکین اسلام کے خلاف سازشیں کرتے، رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے منصوبے بناتے اور کعبہ مقدس کی تنقیص کرتے تھے، لہٰذا قیام امن کے لیے اس کا ختم کرنا ضروری تھا۔ حالت امن میں اسلام کسی قوم و مذہب کا عبادت خانہ گرانے کا حکم نہیں دیتا۔ ⑤ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیزیں لوگوں کی گمراہی کا سبب بنیں، وہ مکان ہو یا انسان یا کوئی حیوان یا جمادات، شرعی طور پر ان کا ختم کرنا ضروری ہے۔ واللہ أعلم.

(٦٤) بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ، وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَّجُذَامَ

باب: 64- غزوۂ ذات سلاسل کا بیان اور اسے غزوۂ لخم اور جذام بھی کہا جاتا ہے

قَالَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عُرْوَةَ: هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَّعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ.

اسماعیل بن ابو خالد نے کہا: یہ وہ غزوہ ہے جو قبائل لخم اور جذام کے ساتھ پیش آیا۔ ابن اسحاق نے یزید اور عروہ کے ذریعے سے بیان کیا کہ ذات السلاسل، قبائل بلی، عذرہ اور بنو قین کے شہر ہیں۔

فائدہ: اس غزوے کو ذات سلاسل اس لیے کہا جاتا ہے کہ مشرکین نے بھاگنے سے بچنے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کو باندھا ہوا تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں قدرتی چشمے جاری تھے جس کی بنا پر اس جگہ کا نام سلاسل رکھا گیا۔ یہ مقام تبوک کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور مدینہ طیبہ سے تقریباً چھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس غزوے کا یہ سبب تھا کہ وہاں قبیلۂ قضاعہ کے لوگوں نے جمع ہو کر ارادہ کیا کہ مدینہ طیبہ کو ہر طرف سے گھیر لیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سفید جھنڈا دے کر ان کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ ان کی والدہ بَلِيّ قبیلے سے تھی، اس لیے آپ نے خیال فرمایا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ رشتے داری کی وجہ سے بہتر حکمت عملی کا مظاہرہ کر کے انھیں اسلام کی دعوت دیں گے۔[2]

٤٣٥٨ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ

[4358] حضرت ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ

1 فتح الباري:91/8. ② فتح الباري:94,93/8.

عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «عَائِشَةُ»، قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: «أَبُوهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «عُمَرُ»، فَعَدَّ رِجَالًا فَسَكَتُّ مَخَافَةَ أَنْ يَجْعَلَنِي فِي آخِرِهِمْ. [راجع: ٣٦٦٢]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو غزوۂ ذات سلاسل کے لیے امیر بنا کر روانہ کیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں (واپسی پر) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی: آپ کو سب سے زیادہ عزیز کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عائشہ۔'' میں نے پوچھا: مردوں میں سے کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ان کے والد گرامی۔'' میں نے پوچھا کہ اس کے بعد کون؟ تو آپ نے فرمایا: ''عمر۔'' اس طرح درجہ بدرجہ آپ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔ اس کے بعد میں خاموش ہو گیا، مبادا آپ ﷺ مجھے سب سے آخر میں کر دیں۔

فوائد و مسائل: ① غزوۂ ذات سلاسل کے لیے نبی ﷺ نے تین سو مہاجرین و انصار کا دستہ روانہ فرمایا۔ ان کے امیر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے، پھر ان کی امداد کے لیے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دو سو مجاہدین مزید روانہ کیے۔ اس جنگ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو آگ جلانے سے منع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انھیں اپنے حال پر چھوڑ دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں ہمارا امیر بنایا ہے کیونکہ وہ جنگی فنون میں ماہر ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ جب دشمن کو شکست ہوئی تو مجاہدین نے ان کا پیچھا کرنا چاہا لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی روک دیا۔ جب فتح یاب ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان باتوں کا ذکر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے عرض کی کہ میں نے انھیں آگ روشن کرنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ دشمن کو ہماری فوج کی کمی کا علم نہ ہو سکے۔ اور دشمن کا پیچھا کرنے سے اس بنا پر روکا تھا کہ آگے دشمن کے مددگار موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس امر پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی تحسین فرمائی۔ ② حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایسے لشکر کا امیر بنایا ہے جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی موجود ہیں، لہٰذا آپ کے نزدیک میرا مقام بہت بلند ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ آپ کو تمام لوگوں میں سے کون زیادہ پیارا ہے؟ ③ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مفضول کو فاضل پر امیر بنانا جائز ہے جبکہ مفضول میں کوئی ایسا وصف ہو جس کے باعث وہ دوسروں سے ممتاز ہو۔[1] ④ اس جنگ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو احتلام ہو گیا۔ چونکہ سخت سردی تھی، اس لیے انھوں نے تیمم کر کے نماز پڑھائی اور دلیل کے طور پر یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔''[2] جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کا ذکر ہوا تو آپ نے انھیں کچھ نہ کہا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً اس واقعے کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

① فتح الباري: 94/8. ② النسآء 4: 29. ③ صحيح البخاري، التيمم، باب: 7.

(٦٥) بَابُ ذَهَابِ جَرِيرٍ إِلَى الْيَمَنِ

٤٣٥٩ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: كُنْتُ بِالْيَمَنِ فَلَقِيتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَّذَا عَمْرٍو، فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ ذُو عَمْرٍو: لَئِنْ كَانَ الَّذِي تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ، لَقَدْ مَرَّ عَلَى أَجَلِهِ مُنْذُ ثَلَاثٍ وَّأَقْبَلَا مَعِي، حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَدِينَةِ فَسَأَلْنَاهُمْ فَقَالُوا: قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ وَّالنَّاسُ صَالِحُونَ، فَقَالَا: أَخْبِرْ صَاحِبَكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُودُ إِنْ شَاءَ اللهُ، وَرَجَعَا إِلَى الْيَمَنِ فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بِحَدِيثِهِمْ، قَالَ: أَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ؟ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ، قَالَ لِي ذُو عَمْرٍو: يَا جَرِيرُ! إِنَّ لَكَ عَلَيَّ كَرَامَةً، وَّإِنِّي مُخْبِرُكَ خَبَرًا، إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَّا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِي آخَرَ، فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوا مُلُوكًا، يَغْضَبُونَ غَضَبَ الْمُلُوكِ، وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوكِ.

باب: 65- حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی یمن روانگی کا بیان

[4359] حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں یمن میں تھا کہ وہاں دو اشخاص ذوکلاع اور ذوعمرو سے ملا۔ میں انھیں رسول اللہ ﷺ کے حالات سنانے لگا تو ذوعمرو نے مجھ سے کہا: تم نے اپنے صاحب کے حالات جوکچھ مجھ سے بیان کیے ہیں، اگر وہ درست ہیں تو ان کو فوت ہوئے آج تین دن گزر گئے ہیں۔ پھر وہ دونوں میرے ساتھ آئے۔ ابھی تھوڑا سا سفر ہی کیا تھا کہ ہمیں کچھ آدمی مدینہ طیبہ کی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ ہم نے ان سے حالات دریافت کیے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا گیا ہے، باقی سب خیریت اور لوگوں میں امن وامان قائم ہے۔ یہ سن کر ذوکلاع اور ذوعمرو نے کہا: اپنے صاحب سے کہنا کہ ہم یہاں تک آئے تھے اور اگر اللہ نے چاہا تو پھر آئیں گے۔ اس کے بعد وہ دونوں یمن کی طرف واپس چلے گئے۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر سنائی تو انھوں نے فرمایا: تم انھیں ساتھ کیوں نہیں لائے؟ پھر اس کے بعد مجھ سے ذوعمرو نے کہا: اے جریر! مجھ پر تجھے بزرگی حاصل ہے۔ میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں کہ تم عرب لوگ ہمیشہ خیروبرکت سے رہو گے جب تک تم میں سے ایک امیر ہلاک ہوجائے تو دوسرا امیر بنانے میں مشورہ کرتے رہو گے۔ پھر جب یہ خلافت بزور تلوار ہوگی تو وہ بادشاہ ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح ایک دوسرے پر غصہ کریں گے اور بادشاہوں کی طرح ایک دوسرے پر ناراض ہوں گے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت جریر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، چنانچہ ان کا اپنا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مجھے فرمایا تھا: ''لوگوں کو خاموش کراؤ تاکہ میں ان سے کچھ کہوں۔''[1] شاید اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انھیں یمن بھیجا ہے، پہلے ذوالخلصہ کا بت پاش پاش کرنے کے لیے، پھر لوگوں کو دعوت اسلام دینے کے لیے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تاکہ وہ لوگوں سے جنگ کریں اور انھیں اسلام کی دعوت دیں۔[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالخلصہ کو تباہ و برباد کرنے اور لوگوں کو دعوتِ توحید دینے کے الگ الگ واقعات ہیں۔ بہرحال جب یہ اپنے مشن سے فارغ ہو گئے تو مدینہ طیبہ واپس آنے کا پروگرام بنایا۔ اس دوران میں ان کے ہمراہ ذوکلاع اور ذوعمرو بھی تھے۔ ذوعمرو نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے جو باتیں کی ہیں وہ یقیناً انھیں پہلی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوئی تھیں کیونکہ یہ اہل کتاب کا عالم تھا اور کتب سابقہ کے متعلق پوری پوری معلومات رکھتا تھا۔ ذوعمرو نے جو آخری بات کی تھی وہ بھی درست ثابت ہوئی۔ ② خلفائے راشدین کے زمانے تک خلافت مسلمانوں میں آپس کے مشورے سے ہوتی رہی، اس کے بعد طاقت کے بل بوتے پر حکومت کا آغاز ہوا، پھر مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی، اس کے بعد بادشاہت کا دور شروع ہوگا۔''[4] ③ بہرحال یہ دونوں حضرات مسلمان تھے اور رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے شوق سے مدینہ طیبہ آرہے تھے لیکن راستے میں جب انھیں آپ ﷺ کی وفات کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ ہم اپنی ضروریات کے لیے واپس یمن جارہے ہیں، امید ہے کہ جلد ہی خلیفہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوں گے، یعنی ان کا واپس جانا مرتد ہونے کی وجہ سے نہیں تھا۔[5]

(٦٦) بَابُ غَزْوَةِ سِيفِ الْبَحْرِ، وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب: 66- غزوۂ سیف البحر کا بیان اور یہ دستہ قریش کے ایک قافلۂ تجارت کی گھات میں تھا اور ان کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے

وضاحت: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک قافلہ بحر قلزم کے کنارے بھیجا کہ وہاں مشرکین کے قافلے کا انتظار کریں جو بغرض تجارت شام گیا تھا اور وہاں سے سامان لے کر واپس آرہا تھا۔ بعض اہل مغازی کا خیال ہے کہ یہ غزوہ قوم جہینہ سے ہوا تھا جو سمندر سے متصل رہتی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ قافلۂ قریش کی حفاظت کے لیے نکلے ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ جہینہ کی سرزمین میں ایک لشکر بھیجا تھا۔ بہرحال ان روایات میں کوئی تضاد نہیں۔ واللہ أعلم۔[6]

٤٣٦٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ

[4360] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،

① صحيح البخاري، العلم، حديث: 121. ② المعجم الكبير للطبراني: 334/2. ③ مسند أحمد: 221/5. ④ فتح الباري: 96/8. ⑤ صحيح مسلم، الصيد والذبائح، حديث: 5004 (1935). ⑥ فتح الباري: 98/8.

عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُمِائَةٍ، فَخَرَجْنَا فَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ، فَكَانَ مِزْوَدَ تَمْرٍ، فَكَانَ يَقُوتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتّٰى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ: مَا تُغْنِي عَنْكُمْ تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ، ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِّثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهُ الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا. [راجع: ٢٤٨٣]

انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر ساحلِ سمندر کی طرف بھیجا اور ان کا امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ اس میں تین سو آدمی شریک تھے۔ بہرحال ہم (مدینہ طیبہ سے) نکلے، ابھی راستے ہی میں تھے کہ زادِراہ ختم ہوگیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سب لوگ اپنا اپنا زادِسفر ایک جگہ جمع کردیں۔ زادِسفر کھجور کے دو تھیلوں کے برابر جمع ہوا۔ اس میں سے وہ ہمیں ہر روز تھوڑا تھوڑا دیتے رہے حتی کہ وہ بھی ختم ہوگیا۔ پھر تو ہمیں ہر روز ایک ایک کھجور ملتی تھی۔ راویٔ حدیث نے کہا: بھلا تمھارا ایک کھجور سے کیا کام چلتا ہوگا؟ انھوں نے کہا کہ (ایک کھجور بھی غنیمت تھی) جب وہ بھی نہ رہی تو ہمیں اس کی قدروقیمت معلوم ہوئی۔ پھر ہم سمندر کی طرف گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بڑے ٹیلے کی طرح ایک مچھلی موجود ہے۔ ہمارا لشکر اس میں سے اٹھارہ (18) دن تک کھاتا رہا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی جائیں، دیکھا تو وہ اس قدر اونچی تھیں کہ سواری کے اونٹ پر کجاوہ رکھ کر اس کے نیچے سے گزارا گیا تو وہ سواری ان کے نیچے سے صاف نکل گئی اور پسلیوں تک نہ پہنچ سکی۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ اس دستے کے امیر حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ تھے لیکن صحیح یہی ہے کہ اس لشکر کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ صحیحین کی روایات کا اسی پر اتفاق ہے۔ چونکہ اس واقعے میں حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی بے مثال سخاوت کا ذکر ہے، اس لیے ممکن ہے کہ کسی راوی نے ان کی سخاوت کے پیش نظر یہ اندازہ لگالیا ہو کہ شاید وہی امیر لشکر تھے، حالانکہ دیگر روایات اس کے خلاف ہیں۔[1] ② اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لشکر کے لیے عمومی زادِسفر تھا۔ جب وہ ختم ہوگیا تو امیر لشکر نے خصوصی زادِسفر کا اہتمام کیا، جبکہ صحیح مسلم میں ہے کہ امیر سفر نے انھیں کھجوروں کا ایک تھیلا دیا، اس کے علاوہ اور کوئی زادِسفر نہ تھا۔[2] ان روایات میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ زادِعام بھی ایک تھیلا تھا، جب وہ ختم ہوگیا تو زادِخاص جمع کیا گیا تھا وہ بھی ایک تھیلا ہوا۔ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس لشکر کو ایک تھیلا کھجوروں کا دیا تھا۔ راوی نے مزید وضاحت کی ہے کہ جب ہمیں ایک ایک کھجور ملنے لگی تو ہم اسے اس طرح چوستے تھے جس طرح بچہ پستان چوستا ہے، پھر اس پر پانی پی لیتے تو صبح سے

[1] فتح الباري: 99/8. [2] صحيح مسلم، الصيد والذبائح، حديث: 4998 (1935).

رات تک کام چل جاتا تھا۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور اپنے پیارے مجاہدین کو رزق مہیا فرمایا۔[1]

٤٣٦١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَمِائَةِ رَاكِبٍ، أَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نَرْصُدُ عِيرَ قُرَيْشٍ فَأَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ، فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الْخَبَطَ، فَسُمِّيَ ذٰلِكَ الْجَيْشُ جَيْشَ الْخَبَطِ، فَأَلْقَى لَنَا الْبَحْرُ دَابَّةً يُقَالُ لَهَا: الْعَنْبَرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَّادَّهَنَّا مِنْ وَدَكِهِ حَتَّى ثَابَتْ إِلَيْنَا أَجْسَامُنَا فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِّنْ أَعْضَائِهِ فَنَصَبَهُ فَعَمَدَ إِلٰى أَطْوَلِ رَجُلٍ مَّعَهُ، قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: ضِلَعًا مِّنْ أَعْضَائِهِ فَنَصَبَهُ وَأَخَذَ رَجُلًا وَّبَعِيرًا فَمَرَّ تَحْتَهُ، قَالَ جَابِرٌ: وَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ، ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ، ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ، ثُمَّ إِنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ نَهَاهُ.

[4361] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم تین سو (300) سواروں کو بھیجا اور ہمارا امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ ہم قریش کے قافلے کا انتظار کرتے تھے۔ ساحل سمندر پر ہم پندرہ (15) دن تک پڑاؤ ڈالے رہے۔ ہمیں اس دوران میں سخت بھوک اور فاقے کا سامنا کرنا پڑا۔ نوبت بایں جارسید کہ ہم نے کیکر کے پتے کھا کر وقت پاس کیا، اس لیے اس لشکر کو "کیکر کے پتے کھانے والا لشکر" کہا جاتا ہے۔ پھر اتفاق سے سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور کنارے پر پھینک دیا اس کا نام عنبر تھا۔ ہم نے اس کو پندرہ دن تک کھایا اور اس کی چربی کو تیل کے طور پر جسموں پر ملا تو ہمارے جسم موٹے اور قوی ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی اور اسے کھڑا کیا۔ پھر لشکر سے جو طویل تر آدمی تھا اسے نیچے سے گزارا۔ سفیان بن عیینہ نے ایک مرتبہ اس طرح بیان کیا کہ انھوں نے ایک پسلی نکال کر کھڑی کر دی۔ پھر ایک شخص کو اونٹ پر سوار کر دیا تو وہ اس کے نیچے سے گزر گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لشکر کے ایک آدمی نے پہلے تین اونٹ ذبح کیے، پھر تین اونٹ ذبح کیے اور جب تیسری مرتبہ تین اونٹ ذبح کیے تو پھر (امیر لشکر) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے روک دیا۔

وَكَانَ عَمْرٌو يَقُولُ: أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ: أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِأَبِيهِ: كُنْتُ فِي الْجَيْشِ فَجَاعُوا قَالَ: انْحَرْ، قَالَ: نَحَرْتُ، قَالَ: ثُمَّ

عمرو کہتے ہیں: ہمیں ابوصالح نے خبر دی کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا: میں اس لشکر میں تھا، لوگوں کو بھوک لگی تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اونٹ ذبح کرو۔ میں نے

[1] فتح الباري: 99/8.

جَاعُوا، قَالَ: انْحَرْ، قَالَ: نَحَرْتُ، قَالَ: ثُمَّ جَاعُوا، قَالَ: انْحَرْ، قَالَ: نَحَرْتُ، ثُمَّ جَاعُوا، قَالَ: انْحَرْ، قَالَ: نُهِيتُ. [راجع: ٢٤٨٣]

اونٹ ذبح کر دیا۔ پھر لوگوں کو بھوک لگی تو کہا کہ اونٹ نحر کرو۔ میں نے اونٹ ذبح کر دیا۔ پھر بھوک کا شکار ہوئے تو انھوں نے کہا: اونٹ ذبح کرو۔ میں نے اونٹ ذبح کر دیا۔ پھر لوگوں کو بھوک لگی تو اس مرتبہ مجھے امیر لشکر کی طرف سے منع کر دیا گیا۔

فوائد و مسائل: ① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کی بھوک دیکھی تو کہنے لگے: کوئی ہے جو مجھے یہاں اونٹ دے دے، میں مدینے پہنچ کر کھجوروں سے اس کی ادائیگی کر دوں گا؟ قبیلۂ جہینہ کے ایک آدمی نے کہا کہ تو کون ہے؟ انھوں نے اپنا نسب بیان کیا تو جہنی نے کہا: میں نے تجھے پہچان لیا ہے، پھر انھوں نے پانچ اونٹ پانچ وسق کھجور کے بدلے خرید لیے، پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس کے لیے گواہی بھی دی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں روک دیا کیونکہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا اپنا کوئی مال نہیں تھا۔ ایک اعرابی نے طعنہ دیا کہ کیا باپ اپنے بیٹے کے لیے چند وسق کھجوروں کی قربانی نہیں دے سکتا؟ یہ طعنہ سن کر ان کے باپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے انھیں چار باغ ہبہ کر دیے۔ ہر ایک باغ سے کم از کم پچاس وسق کھجوریں پیدا ہوتی تھیں۔ جب اس مہم سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے حضرت قیس کی سخاوت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''سخاوت تو اس گھرانے کا طرۂ امتیاز ہے۔''[1] ② بہر حال اس حدیث میں حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کی فیاضی اور دریا دلی کا بیان ہے جنھوں نے ایسے حالات میں متعدد اونٹ ذبح کر کے لشکر کو کھلائے، بالآخر امیر لشکر نے انھیں منع کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو اونٹ ختم ہی ہو جائیں اور دوران سفر میں دشواری پیش آئے۔ واللہ أعلم.

٤٣٦٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ: الْعَنْبَرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ، فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِّنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ، وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ: قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: كُلُوا. فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «كُلُوا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللهُ، أَطْعِمُونَا إِنْ

[4362] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جیش الخبط میں ہم بھی جہاد کے لیے گئے اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہم پر امیر مقرر کیا گیا تھا۔ ہمیں بھوک نے سخت ستایا تو سمندر نے ایک مردہ مچھلی پھینکی جسے عنبر کہا جاتا تھا۔ ہم نے اس جیسی مچھلی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہم اسے پندرہ دن تک کھاتے رہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی جس کے نیچے سے ایک اونٹ سوار گزر گیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس مچھلی کا گوشت کھاؤ۔ جب ہم مدینہ طیبہ لوٹ کر آئے تو نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ کا بھیجا ہوا رزق تھا

[1] فتح الباري: 102/8.

كَانَ مَعَكُمْ مِنْهُ»، فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَأَكَلَهُ. [راجع: ٢٤٨٣]

اسے کھاؤ اگر تمھارے پاس بچا ہو تو اس سے ہمیں بھی کھلاؤ۔" (یہ سن کر) کسی نے آپ کو اس کا ٹکڑا لا کر دیا تو آپ نے بھی اسے تناول فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① اس عنبر نامی مچھلی کی جسامت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک موٹے اونٹ پر ایک لمبے قد والا آدمی بٹھایا گیا، پھر اسے مچھلی کی دو پسلیوں کے درمیان سے گزارا گیا تو وہ آسانی سے گزر گیا۔ گمان غالب ہے کہ جس اونٹ سوار کو نیچے سے گزارا گیا تھا وہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ وہ بہت لمبے قد والے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تیرہ آدمیوں کو اس کی آنکھ کے خول میں بٹھایا تو آسانی سے بیٹھ گئے اور وہ کسی کو نظر نہ آتے تھے۔[1] ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سمندر کی مردہ مچھلی کھانا درست ہے اگرچہ بعض علماء نے حرام کہا ہے۔ ان کے نزدیک اس واقعے میں مردہ مچھلی کا کھانا مجبوری کی حالت میں تھا لیکن یہ محض عذر لنگ ہے کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے تناول فرمایا تھا، حالانکہ آپ مجبور نہیں تھے۔ واللہ أعلم.

(٦٧) [بَابُ] حَجِّ أَبِي بَكْرٍ بِالنَّاسِ فِي سَنَةِ تِسْعٍ

باب: 67- نو ہجری کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کے ہمراہ حج کرنا

٤٣٦٣ - حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ: أَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. [راجع: ٣٦٩]

[4363] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے پہلے جس حج کا امیر بنا کر بھیجا تھا، اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے کئی آدمیوں کے ہمراہ قربانی کے دن یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے کے لیے نہ آئے اور نہ کوئی شخص بیت اللہ کا ننگا طواف کرے۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے نویں سال حج کے لیے بھیجا تا کہ خود بھی حج کریں اور لوگوں کو حج کے احکام سنائیں، چنانچہ آپ نے حج کے موقع پر اعلان کرایا کہ کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف ہی کرے۔ اس سے پہلے لوگ ننگ دھڑنگ طواف کرتے تھے اور اس رسم بد کو ختم کرنا ضروری تھا۔ ② اس حج میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین سو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہمراہ بیس اونٹ بھیجے تھے۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع سے پہلے حج فرض ہو چکا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج فرض ہی ادا کیا تھا۔[2]

① صحيح مسلم، الصيد والذبائح، حديث: 4998 (1935)، وفتح الباري: 101/8. ② فتح الباري: 103/8.

٤٣٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً: بَرَاءَةٌ، وَآخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُورَةِ النِّسَاءِ ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾

[النساء:١٧٦]. [انظر: ٤٦٠٥، ٤٦٥٤، ٦٧٤٤]

[4364] حضرت براء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ آخری سورت جو پوری نازل ہوئی وہ سورۂ براءت ہے اور آخری آیت جو نازل ہوئی وہ سورۂ نساء کی یہ آیت ہے: ''اور آپ سے پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ اللہ تمھیں کلالہ کے متعلق فتوی دیتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ سورۂ براءت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مشرکین ناپاک ہیں، لہٰذا وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔''[1] یہ آیات حج ابوبکر کے موقع پر لوگوں میں پڑھ کر سنائی گئیں اور اعلان کیا گیا کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے، نیز جب سورۂ براءت نازل ہوئی تو کسی نے کہا کہ اگر حضرت ابوبکر ؓ کو یہ سورت دے کر بھیجتے تو بہتر ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف سے وہی شخص براءت کا اعلان کرے گا جو میرے اہل بیت سے ہوگا۔'' پھر آپ نے حضرت علی ؓ کو بلایا اور فرمایا: ''تم براءت کا اعلان کرنے کے لیے جاؤ اور نحر کے دن اس کا اعلان کرو جب لوگ منیٰ میں جمع ہوں گے۔ ان کے ساتھ حضرت ابوہریرہ ؓ بھی تھے۔[2]

(٦٨) [بَابُ] وَفْدِ بَنِي تَمِيمٍ

باب: 68- بنو تمیم کے وفد کا بیان

وضاحت: امام بخاری ؒ نے اب وفود کا ذکر شروع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب جعرانہ سے آٹھ ہجری کے آخر میں واپس مدینہ طیبہ آئے تو وفود کی آمد شروع ہوئی۔ امام بخاری ؒ نے اس سلسلے میں سب سے پہلے وفد بنو تمیم کا ذکر کیا ہے۔ اس وفد میں بنو تمیم کے جو اشراف اور معزز لوگ شامل تھے وہ حسب ذیل ہیں: عطارد بن حاجب دارمی، اقرع بن حابس دارمی، زبرقان بن بدر سعدی، عمرو بن اہتم منقری، حباب بن یزید مجاشعی، نعیم بن یزید، قیس بن عاصم منقری اور عیینہ بن حصن فزاری۔ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فتح مکہ میں شریک تھے، پھر وہ بنو تمیم کے ہمراہ مدینہ طیبہ آئے۔[3]

٤٣٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي صَخْرَةَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَى نَفَرٌ مِّنْ بَنِي تَمِيمٍ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا بَنِي تَمِيمٍ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا، فَرُئِيَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ،

[4365] حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: بنو تمیم کا وفد نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اے بنو تمیم! بشارت قبول کرو۔'' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ نے ہمیں بشارت دی ہے مال بھی تو عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ کے چہرے پر اس کے اثرات دیکھے گئے۔ پھر یمن سے ایک وفد آیا تو آپ نے

[1] التوبة 9:28. [2] فتح الباري: 104/8. [3] فتح الباري: 8/104، 105.

فَجَاءَ نَفَرٌ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: «اقْبَلُوا الْبُشْرٰى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ»، قَالُوا: قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ. [راجع: ٣١٩٠]

فرمایا: ”بنوتمیم نے تو بشارت کو قبول نہیں کیا تم ہی اس بشارت کو قبول کر لو۔“ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم نے قبول کیا۔

فائدہ: بنوتمیم کا پورا قبیلہ اس طرح کا نہ تھا، صرف چند افراد تھے جن سے یہ غلطی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ اس لیے ناراض ہوئے کہ ان لوگوں نے جنت کی دائمی نعمتوں کو ٹھکرا کر دنیا کے حقیر مال کا مطالبہ کیا، حالانکہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی بشارت کو قبول کر لیتے تو انھیں دنیا میں بھی بہت کچھ ملتا، البتہ اہل یمن کی خوش بختی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بشارت کو قبول کیا۔ اس سے یمن اور اہل یمن کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(٦٩) بَابٌ:

باب: 69- بلاعنوان

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: غَزْوَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ، بَنِي الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، بَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَأَغَارَ وَأَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَسَبٰى مِنْهُمْ سِبَاءً.

ابن اسحاق نے کہا: عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کا بنوتمیم کی شاخ بنوعنبر سے لڑائی کرنا۔ نبی ﷺ نے انھیں اس غزوے کے لیے بھیجا تھا۔ انھوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کے مردوں کو ہلاک کر کے ان کی عورتوں کو قیدی بنالیا۔

وضاحت: اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ بنوتمیم نے خزاعہ قبیلے کے لوگوں پر شبخون مارا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف عیینہ بن حصن کو بھیجا۔ ان کے ساتھ پچاس مجاہدین تھے جن میں کوئی مہاجر یا انصاری نہ تھا۔ عیینہ نے ان کے گیارہ مرد، گیارہ عورتیں اور تیس بچے قیدی بنا لیے۔ ان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے بنوتمیم کے سردار مدینہ طیبہ آئے تھے۔ ابن سعد نے کہا کہ یہ محرم نو ہجری کا واقعہ ہے۔[1]

٤٣٦٦ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ يَقُولُهَا فِيهِمْ: «هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ». وَكَانَتْ فِيهِمْ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ: «أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَّلَدِ إِسْمَاعِيلَ»، وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ

[4366] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں اس وقت سے ہمیشہ بنوتمیم سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی ان کی تین خوبیاں سنی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: ”بنوتمیم دجال کے خلاف میری امت میں سب سے زیادہ سخت لوگ ثابت ہوں گے۔“ بنوتمیم کی ایک قیدی خاتون حضرت عائشہ ؓ کے پاس تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے آزاد کردو

[1] فتح الباري: 105/8.

فَقَالَ: «هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ، أَوْ قَوْمِي». [راجع: ٢٥٤٣]

کیونکہ یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔" بنوتمیم کے صدقات آئے تو آپ نے فرمایا: "یہ ایک قوم یا میری قوم کے صدقات ہیں۔"

فوائد ومسائل: ① مذکورہ عنوان پہلے عنوان کا تکملہ ہے۔ پہلی حدیث میں بنوتمیم کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے اظہار ناراضی فرمایا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنوتمیم قبیلہ ایسا نہیں تھا بلکہ ان کے چند افراد سے یہ غلطی ہوئی تھی۔ ② اس حدیث میں بنوتمیم کی فضیلت بیان کی گئی ہے اوران کی تین خصلتیں ذکر کی ہیں جن کی بنا پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس قبیلے سے محبت کرتے تھے۔ آج بھی سعودی عرب میں جہاں بنوتمیم رہتے ہیں وہ کتاب وسنت پر بڑی سختی سے عمل پیرا ہیں اور سنت کے مطابق رفع الیدین سے نمازیں ادا کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بنوتمیم کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے یہ حدیث بیان کی ہے تاکہ پہلی حدیث سے جو شبہ پیدا ہوتا تھا وہ دور ہوجائے۔

٤٣٦٧ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ: أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِّنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ، فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا أَرَدْتَّ إِلَّا خِلَافِي، قَالَ عُمَرُ: مَا أَرَدْتُّ خِلَافَكَ، فَتَمَارَيَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَنَزَلَ فِي ذٰلِكَ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُقَدِّمُواْ بَيْنَ يَدَيِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ﴾ [الحجرات: ١] حَتّٰى انْقَضَتْ. [انظر: ٤٨٤٥، ٤٨٤٧، ٧٣٠٢]

[4367] حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ بنوتمیم کے چند سوار نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ قعقاع بن معبد بن زرارہ کو امیر مقرر کردیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بلکہ آپ اقرع بن حابس کو ان کا امیر بنادیں۔ اس بات پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر سے کہا: تمھارا مقصد صرف مجھ سے اختلاف کرنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری غرض آپ کی مخالفت کرنا نہیں ہے۔ دونوں اتنا جھگڑے کہ ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو......" آخر آیت تک

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں وفد بنوتمیم کے متعلق بیان ہوا ہے کہ وہ کس غرض سے آئے تھے۔ اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کرآئے ہیں۔ ② آخر میں انھوں نے عرض کی کہ آپ ہم میں سے کسی کو امیر بنادیں۔ رسول اللہ ﷺ ابھی خاموش تھے کہ شیخین نے اپنی آراء کا اظہار شروع کردیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قعقاع کا نام اس لیے پیش کیا کہ وہ ذرا نرم مزاج تھا۔ اس کے مقابلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس کا نام پیش کیا کیونکہ نظام امارت چلانے میں یہ زیادہ ماہر تھے۔ دونوں حضرات نے بہتر ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ انداز پسند نہ آیا کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ حضرات اپنی آراء کا اظہار کریں، اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ جب عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بات کرتے تو اس انداز سے جیسا کہ راز داری

کی جاتی ہے۔ بار بار انھیں کہا جاتا کہ تمھاری بات سمجھ میں نہیں آئی، دوبارہ کہو، چنانچہ اس کی وضاحت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک دوسری روایت میں کی ہے۔[1]

(٧٠) بَابُ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ

باب:70- وفد عبدالقیس کا بیان

وضاحت: اس قبیلے کا وفد دو مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا: پہلی بار 5 ہجری میں یا اس سے بھی پہلے اور دوسری بار عام الوفود 9 ہجری میں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے انداز اور اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عنوان کے تحت ان کی دوسری مرتبہ حاضری کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جو احادیث پیش کی ہیں ان میں پہلی دفعہ حاضری کا ذکر ہے کیونکہ ان احادیث میں کفار مضر کے حائل ہونے کا ذکر ہے اور وہ فتح مکہ سے پہلے اس پوزیشن میں تھے۔ فتح مکہ کے بعد کفر میں اتنا دم خم نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں کو آنے جانے سے روک سکے۔ اس وفد کے دونوں مرتبہ آنے کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بإذن الله تعالىٰ.

٤٣٦٨ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ [رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا]: إِنَّ لِي جَرَّةً تُنْتَبَذُ لِي فِيهَا نَبِيذًا فَأَشْرَبُهُ حُلْوًا فِي جَرٍّ، إِنْ أَكْثَرْتُ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ فَأَطَلْتُ الْجُلُوسَ خَشِيتُ أَنْ أَفْتَضِحَ، فَقَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: «مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامٰى»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ مُّضَرَ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ، حَدِّثْنَا بِجُمَلٍ مِّنَ الْأَمْرِ إِنْ عَمِلْنَا بِهِ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ وَنَدْعُو بِهِ مَنْ وَّرَاءَنَا، قَالَ: «آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَّأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: اَلْإِيمَانُ بِاللّٰهِ، هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ؟ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ

[4368] حضرت ابو جمرہ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میرا ایک مٹکا ہے جس میں میرے لیے نبیذ، یعنی کھجور کا شربت تیار کیا جاتا ہے۔ میں اسے میٹھا کر کے پیتا رہتا ہوں۔ اگر میں اس سے زیادہ پی لوں اور قوم میں دیر تک بیٹھا رہوں تو مجھے خطرہ رہتا ہے کہ مبادا رسوا ہو جاؤں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ''قوم کا آنا مبارک ہو، رسوا اور شرمندہ ہو کر نہیں آئے۔'' انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلۂ مضر کے مشرک رہتے ہیں، اس لیے ہم آپ کے پاس حرمت والے مہینوں کے سوا نہیں آسکتے۔ آپ ہمیں دین کے معاملے میں مختصر مگر جامع احکام بتائیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو بھی ان کی دعوت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں۔ اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ کیا تم

---

(1) صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: 7302.

أَرْبَعٍ: مَا انْتُبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ». [راجع: ٥٣]

جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانا کیا چیز ہے؟ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، نیز تم مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرتے رہنا۔ چار چیزوں سے تمھیں منع کرتا ہوں: کدو کے برتن، لکڑی کے بنائے ہوئے برتن، سبز روغن کردہ مٹکے اور تارکول سے روغن شدہ برتنوں میں نبیذ نہ بنایا جائے۔''

فوائد ومسائل: ① ابو جمرہ کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ میں ایک مٹکے میں کھجور کا نبیذ بناتا ہوں اور اسے پیتا ہوں۔ پیتے وقت اس سے نشہ نہیں آتا، البتہ زیادہ پینا اور دیر تک بیٹھنا نشے کا باعث بن سکتا ہے جس سے مجھے یہ خطرہ رہتا ہے کہ لوگوں کے سامنے رسوا نہ ہو جاؤں۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی غرض اس استدلال سے یہ ہے کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ ان برتنوں میں نشہ جلدی آجانے کا گمان تھا اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اس بنا پر ایسے برتنوں میں نبیذ نہ بنایا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں جلدی نشہ پیدا ہو جائے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد وفد عبدالقیس کی آمد کو ثابت کرنا ہے، لیکن وہ دو مرتبہ حاضر ہوئے ہیں۔ پہلی حاضری کے موقع پر کفار مضر حائل ہوئے تھے یا انھوں نے حائل ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ وفود کے سال جب اس قبیلے کی حاضری ہوئی تو انھیں کوئی رکاوٹ نہ تھی کیونکہ اس وقت مکہ فتح ہونے کی وجہ سے کفر کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ اس کی تفصیل ہم آئندہ حدیث کے تحت بیان کریں گے۔

٤٣٦٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، فَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ، فَمُرْنَا بِأَشْيَاءَ نَأْخُذُ بِهَا وَنَدْعُو إِلَيْهَا مَنْ وَّرَاءَنَا، قَالَ: «آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَّأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الْإِيمَانِ بِاللهِ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ - وَعَقَدَ وَاحِدَةً - وَّإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ

[4369] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ قبیلۂ عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم ربیعہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلۂ مضر کے کافر رہتے ہیں۔ ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ آپ کے پاس نہیں آسکتے، لہٰذا آپ ہمیں چند ایسے امور کا حکم دیں جن پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے پیچھے جو لوگ ہیں ان کو دعوت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے تمھیں منع کرتا ہوں: اللہ پر ایمان لانا، یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کے بعد آپ نے ایک گرہ

الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ» . [راجع: ٥٣]

لگائی۔ نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، نیز تم مال غنیمت سے اللہ کے لیے خمس ادا کرو۔ اور میں تمھیں کدو کے برتن، لکڑی کو کرید کر بنائے گئے برتن، سبز مٹکوں اور تارکول کے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں۔“

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں وفد عبدالقیس کی پہلی حاضری کا ذکر ہے۔ اس آمد کی وجہ یہ تھی کہ اس قبیلے کا ایک شخص منقذ بن حیان سامانِ تجارت لے کر مدینہ طیبہ آیا جایا کرتا تھا۔ وہ جب رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد پہلی بار ادھر آیا تو اسے اسلام کا علم ہوا تو وہ مسلمان ہوگیا۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ کا ایک خط لے کر اپنی قوم کے پاس گیا تو انھوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ پھر ان کے تیرہ یا چودہ افراد پر مشتمل ایک وفد حرمت والے مہینے میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ اس دفعہ انھوں نے ایمان اور مشروبات کے متعلق سوال کیا تھا۔ اس وفد کا سربراہ اشج تھا جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے: ان میں سے ایک دور اندیشی اور دوسری بردباری ہے۔“[2] ② دوسری بار اس قبیلے کا وفد وفود والے سال آیا تھا۔ اس وقت ان کی تعداد چالیس تھی اور ان میں علاء بن جارود عبدی تھا جو عیسائیت چھوڑ کر مسلمان ہوگیا اور اس کا اسلام بہت خوب رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیکھ کر فرمایا: ”مجھے تمھارے چہروں کی رنگت تبدیل شدہ معلوم ہوتی ہے۔“[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ انھیں پہلے دیکھ چکے تھے۔

٤٣٧٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو: وَّقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ: أَنَّ كُرَيْبًا مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَرْسَلُوا إِلٰى عَائِشَةَ فَقَالُوا: اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَإِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيهِمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْهُمَا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ النَّاسَ عَنْهُمَا، قَالَ كُرَيْبٌ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي، فَقَالَتْ: سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَأَخْبَرْتُهُمْ فَرَدُّونِي إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا

[4370] حضرت کریب مولیٰ ابن عباس سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ ابن عباس ؓ، عبدالرحمٰن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ ؓ نے انھیں ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کی طرف بھیجا اور کہا کہ انھیں ہم سب کی طرف سے سلام کہیں اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے متعلق سوال کریں کیونکہ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتی ہیں اور ہمیں یہ بھی خبر پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عمر ؓ کے ہمراہ لوگوں کو ان دو رکعتوں کے پڑھنے کی بنا پر مارتا تھا۔ کریب کہتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر

① صحیح مسلم، الإیمان، حدیث: 117 (17). ② صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان: 178/16. ③ فتح الباري: 107/8.

أَرْسَلُونِي إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْهُمَا وَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِي حَرَامٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْخَادِمَ فَقُلْتُ: قُومِي إِلَى جَنْبِهِ فَقُولِي: تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا؟ فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي، فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ! سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، إِنَّهُ أَتَانِي أُنَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ». [راجع: ١٢٣٣]

ہوا اور انھیں وہ پیغام پہنچایا جو ان حضرات نے مجھے دیا تھا۔ ام المومنین نے فرمایا: ان کے متعلق حضرت ام سلمہ ؓ سے دریافت کرو، چنانچہ میں نے ان حضرات کو حضرت ام المومنین کے ارشاد کی اطلاع دی تو انھوں نے مجھے حضرت ام سلمہ ؓ کے پاس وہی پیغام دے کر بھیجا جو ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کو دیا تھا۔ حضرت ام سلمہ ؓ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھی، پھر میرے پاس تشریف لائے جبکہ میرے پاس انصار کے قبیلۂ بنو حرام کی چند عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے آپ کے پاس خادمہ بھیجی اور اس سے کہا کہ آپ ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہو کر عرض کرو: اللہ کے رسول! ام سلمہ ؓ کہتی ہیں: کیا میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے نہیں سنا ہے جبکہ اب میں آپ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھ رہی ہوں؟ پھر اگر آپ ﷺ ہاتھ سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہٹ جانا، چنانچہ خادمہ نے اسی طرح کیا۔ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے متعلق پوچھا ہے۔ دراصل میرے پاس قبیلۂ عبدالقیس کے لوگ اپنی قوم کی جانب سے بغرض اسلام آئے تھے، جنھوں نے مجھے ظہر کی نماز کے بعد دو رکعتوں سے غافل کر دیا۔ یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں قبیلۂ عبدالقیس کے لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کا ذکر ہے۔ واضح رہے کہ وفد عبدالقیس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو دفعہ حاضر ہوا: ایک فتح مکہ سے پہلے چار یا پانچ ہجری میں، اس وقت یہ چودہ افراد پر مشتمل تھا۔ دوسری مرتبہ وفود کے سال حاضر ہوا جبکہ اس وفد میں چالیس آدمی تھے۔ پہلے وفد کی تفصیل امام نووی ؒ نے بیان کی ہے کہ قبیلۂ غنم بن ودیعہ کا ایک شخص ''منقذ بن حیان'' زمانۂ جاہلیت میں

یثرب میں سامان تجارت لایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے سامان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں سے رسول اللہ ﷺ گزرے۔ منقذ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ''کیا تو منقذ بن حیان ہے؟ تیری قوم کا کیا حال ہے؟'' پھر تمام سرداروں کے متعلق دریافت کیا اور ان کے نام بھی بتائے، اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے سورۂ فاتحہ اور ﴿اقرأ باسم ربك الذي خلق﴾ کی تعلیم دی۔ اسے عبدالقیس کے چند افراد کے نام ایک خط بھی لکھ کر دیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس خط کو کچھ دن چھپائے رکھا، بالآخر اس کی بیوی کو پتہ چلا جو اشج عصری کی بیٹی تھی، اپنے گھر میں منقذ نماز پڑھتا اور اس کی بیوی ان عجیب و غریب حرکات کو دیکھتی، اس نے ایک دن اپنے باپ سے ذکر کیا کہ جب سے میرا خاوند یثرب سے واپس آیا ہے تو ہاتھ پاؤں دھو کر قبلہ رخ ہو جاتا ہے، کبھی اپنے آپ کو جھکا لیتا ہے اور کبھی اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتا ہے۔ جب اشج نے منقذ سے اس کے متعلق گفتگو کی تو اسلام کی حقانیت اس کے دل میں بیٹھ گئی، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر اپنے قبیلۂ عصر اور محارب کی طرف گیا، خط پڑھ کر سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا پروگرام بنایا، چنانچہ ایک وفد تشکیل دیا گیا جن میں سے چند افراد کے نام یہ ہیں: اشج عصری، یہ اس وفد کا امیر تھا، مزیدہ بن مالک محاربی، عبیدہ بن ہمام محاربی، صحار بن عباس مری، عمرو بن مرحوم عصری، حارث بن شعیب عصری اور حارث بن جندب۔ جب یہ وفد مدینہ کے قریب پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی تمھارے پاس اہل مشرق کے بہترین افراد پر مشتمل قبیلۂ عبدالقیس کا وفد آنے والا ہے، اس میں اشج عصری بھی ہے۔''[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے استقبال کے لیے گئے اور انھیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی بشارت دی، پھر ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔[2] ② نماز عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کے متعلق تفصیل کتاب الصلاۃ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس وفد عبدالقیس کی وجہ سے اس حدیث کو یہاں پیش کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٣٧١ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ - هُوَ ابْنُ طَهْمَانَ - عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ - بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ - فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى، يَعْنِي قَرْيَةً مِّنَ الْبَحْرَيْنِ. [راجع: ٨٩٢]

[4371] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی مسجد، یعنی مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جواثیٰ کی مسجد عبدالقیس میں قائم ہوا۔ جواثیٰ، علاقۂ بحرین کا ایک گاؤں ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو وفد عبدالقیس کے تعارف کے سلسلے میں بیان کیا ہے۔ بتایا ہے کہ جب یہ قبیلہ مسلمان ہوا تو نماز پنجگانہ کے بعد جمعہ کی ادائیگی کا فکر ہوا تو انھوں نے بحرین کے علاقے میں ایک جُواثیٰ نامی گاؤں کا انتخاب کیا۔ ② یہ دوسرا مقام ہے جہاں مسجد نبوی کے بعد دنیائے اسلام میں جمعہ قائم کیا گیا۔ واضح رہے کہ 8 ہجری تک مسجد

① شرح صحيح مسلم للنووي: 253/1، 254، تحت حديث: 23 (17). ② فتح الباري: 107/8.

نبوی کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ دیہاتوں میں جمعہ کا اہتمام ہونا چاہیے جیسا کہ وفد عبدالقیس کے ذمہ داران حضرات نے اس کا اہتمام ایک بستی میں کیا تھا، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرٰى وَالْمُدُنِ] ''شہروں اور بستیوں میں جمعے کا اہتمام۔''[1] ④ بحرین، بحر عمان کے کنارے پر واقع ایک علاقے کا نام ہے اور جواثی، بصرہ کے قریب ایک قلعہ ہے۔[2] قدیم تاریخی اصطلاح میں بحرین، بصرہ اور عمان کے درمیان ساحل خلیج کے علاقوں پر مشتمل ہے۔ عہد نبوی میں سعودی عرب کا مشرقی ساحل بحرین کہلاتا تھا جس میں موجودہ جزائر بحرین اور قطر بھی شامل تھے۔ اس کا دارالحکومت ہجر تھا جو اب ہفوف کہلاتا ہے۔ دارین بحرین کی بندرگاہ ہے جو موجودہ شہر قطیف کے مشرق میں جزیرہ نما تاروت پر واقع ہے۔ موجودہ امارت بحرین جو خلیج فارس کے اندر ہے، سعودی عرب اور قطر کے مابین چند جزیروں کے مجموعے کا نام ہے جس کا دارالحکومت منامہ ہے۔ عہد نبوی کا بحرین اب سعودی عرب کا مشرقی علاقہ ''الاحساء'' کہلاتا ہے جو منطقہ شرقیہ کا حصہ ہے۔[3] بہرحال قبیلۂ عبدالقیس بحرین کے علاقے میں آباد تھا۔ واللہ أعلم.

(٧١) بَابُ وَفْدِ بَنِي حَنِيفَةَ، وَحَدِيثِ ثُمَامَةَ ابْنِ أُثَالٍ

باب: 71- وفد بنو حنیفہ اور ثمامہ بن اثال کے واقعات کا بیان

وضاحت: بنو حنیفہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جو مکے اور یمن کے درمیان سرزمین یمامہ میں رہتا تھا۔ اس قبیلے کا وفد 9 ہجری میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد سترہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ان میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ ثمامہ بن اثال جو اس قبیلے کا سردار تھا، اس وفد سے بہت پہلے گرفتار ہوا۔ اس کا واقعہ قبیلۂ بنو حنیفہ کے سردار ہونے کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے ''وفود'' سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔[4]

٤٣٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟» فَقَالَ: عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ! إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ

[4372] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے تو وہ قبیلۂ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر لائے جسے ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی ﷺ باہر تشریف لائے اور ثمامہ سے پوچھا: ''ثمامہ! بتاؤ کیا خیال ہے؟'' اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! میرے پاس خیر ہے۔ اگر آپ مجھے مار دیں گے تو ایسے شخص کو ماریں گے جو خونی ہے اور اگر احسان رکھ کر مجھے

1 صحيح البخاري، الجمعة، باب: 11. 2 عمدة القاري: 337/12. 3 اٹلس سیرتِ نبوی ﷺ: 30، طبع دار السلام.
4 فتح الباري: 109/8.

تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتُرِكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: «مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟» قَالَ: مَا قُلْتُ لَكَ، إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: «مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟» فَقَالَ: عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ، فَقَالَ: «أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ»، فَانْطَلَقَ إِلَى نَجْلٍ قَرِيبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، يَا مُحَمَّدُ! وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَّجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ، وَاللهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ، وَاللهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ، فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَّعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ: صَبَوْتَ؟ قَالَ: لَا وَاللهِ وَلٰكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا وَاللهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِّنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ. [راجع: ٤٦٢]

چھوڑ دیں گے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ اگر آپ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہیں طلب کریں۔ یہ سن کر آپ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر دوسرے دن پوچھا: ''اے ثمامہ! بتاؤ تمھارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: میرا خیال وہی ہے جو کل عرض کر چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک قدر دان پر احسان کریں گے۔ آپ نے پھر اسے رہنے دیا۔ تیسرے دن پوچھا: ''اے ثمامہ تمھارا کیا خیال ہے؟'' اس نے کہا: وہی جو میں آپ سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''ثمامہ کو چھوڑ دو۔'' چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا تو وہ مسجد کے قریب ایک تالاب پر گیا۔ وہاں سے غسل کر کے پھر مسجد میں آ گیا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بلاشبہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اے محمد (ﷺ)! اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ مجھے روئے زمین پر آپ کے چہرے سے بڑھ کر کوئی اور چہرہ برا معلوم نہ ہوتا تھا اور اب مجھے آپ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے آپ کے دین سے بڑھ کر کوئی اور دین برا معلوم نہ ہوتا تھا اور اب مجھے آپ کا دین سب سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر برا نہ تھا اور اب مجھے آپ کا شہر سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا جب میں عمرے کی نیت سے جا رہا تھا۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ نبی ﷺ نے اسے مبارک باد دی، نیز اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ عمرہ کرنے کے لیے جب مکے آیا تو کسی نے اس سے کہا: تو بے دین ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں۔ اللہ کی قسم! اب نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر تمھارے پاس

یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔

فوائد ومسائل: ① صحابۂ کرام ؓ جب ثمامہ بن اُثال کو قید کر کے مسجد میں لائے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کا تمام کھانا اسے دیا تو اس نے سب کچھ کھا لیا، پھر بھی سیر نہ ہوا لیکن جب وہ مسلمان ہوا تو تھوڑا سا کھانا اس کے لیے کافی ہو گیا۔ صحابۂ کرام ؓ نے اس پر اظہار تعجب کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کافر اپنی سات انتڑیاں بھر کر سیراب ہوتا ہے جبکہ مومن صرف ایک انتڑی بھر کر سیر ہو جاتا ہے۔''[1] ② حضرت ثمامہ بن اُثال ؓ جب عمرہ کر کے واپس آئے اور یمامہ پہنچ کر اہل یمامہ کو حکم نامہ جاری کر دیا کہ اہل مکہ کو غلہ نہ بھیجا جائے تو انھوں نے غلہ روک لیا، آخر اہل مکہ نے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا کہ آپ تو قرابت داری کا حکم دیتے ہیں اور ہم آپ سے صلہ رحمی کے امیدوار ہیں۔ ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں روا رکھا جا رہا ہے؟ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ کو لکھا کہ وہ دوسرے لوگوں کو مکہ میں غلہ بھیجنے سے منع نہ کرے، چنانچہ اس نے اپنے دوسرے حکم نامے کے ذریعے سے اس پابندی کو ختم کر دیا۔[2]

٤٣٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلَ يَقُولُ: إِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ، وَقَدِمَهَا فِي بَشَرٍ كَثِيرٍ مِّنْ قَوْمِهِ، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ ابْنِ شَمَّاسٍ وَّفِي يَدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قِطْعَةُ جَرِيدٍ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالَ: «لَوْ سَأَلْتَنِي هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللهِ فِيكَ، وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللهُ، وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ، وَهٰذَا ثَابِتُ ابْنُ قَيْسٍ يُجِيبُكَ عَنِّي»، ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ.

[راجع: ٣٦٢٠]

[4373] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: مسیلمہ کذاب نبی ﷺ کے عہد مبارک میں (مدینہ طیبہ) آیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر محمد ﷺ مجھے اپنا خلیفہ نامزد کر دیں تو میں آپ کا فرمانبردار ہو جاؤں گا۔ اور وہ اپنی قوم کے بیشتر لوگوں کو بھی ساتھ لایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس ؓ تھے۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ آپ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا: ''اگر تو مجھ سے یہ چھڑی مانگے تو میں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے تو اس سے نہیں بچ سکتا۔ اور اگر تو روگردانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے تباہ کر دے گا بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے جس کا حال مجھے اللہ (خواب میں) دکھا چکا ہے۔ اب میری طرف سے یہ ثابت بن قیس ؓ تجھ سے گفتگو کرے گا۔'' پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔

٤٣٧٤ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ

[4374] حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ اس کے

1 سيرة ابن هشام: 638/2، وفتح الباري: 110/8. 2 فتح الباري: 111/8.

رَسُولِ اللهِ ﷺ: «إِنَّكَ أُرَى الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا أَرَيْتُ»، فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا، فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنِ انْفُخْهُمَا، فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا، فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي، أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ، وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ». [راجع: ٣٦٢١]

بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا مطلب دریافت کیا: ''تو وہی شخص ہے جس کا حال مجھے خواب میں بتایا گیا ہے۔'' تو حضرت ابوہریرہ ؓ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مرتبہ میں سو رہا تھا کہ میں نے بحالت خواب اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ میں اس سے فکر مند ہوا۔ پھر خواب ہی میں مجھے بذریعۂ وحی ارشاد ہوا کہ ان دونوں پر پھونک مارو۔ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ سمجھی کہ میرے بعد دو جھوٹے شخص نبوت کا دعویٰ کریں گے: ایک اسود عنسی اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہوگا۔''

فوائد ومسائل: ① مسیلمہ کذاب بنو حنیفہ کے وفد میں شامل تھا جو 9 ہجری میں مدینہ طیبہ آیا اور یہ وفد سترہ افراد پر مشتمل تھا۔ مسیلمہ کذاب کی اپنی قوم میں بڑی قدر ومنزلت تھی۔ وہ اسے رحمان الیمامہ کہا کرتے تھے۔ وفد کے دیگر افراد تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن مسیلمہ فخر وغرور کے باعث آپ کے پاس نہ گیا، البتہ رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ کریمانہ معاملہ کرتے ہوئے خود اس کے پاس تشریف لے گئے اور ثابت بن قیس ؓ کو ساتھ لے گئے تاکہ اس پر حجت قائم کریں اور اسے اللہ کے عذاب سے خبردار کریں۔ بالآخر اس نے دعوائے نبوت کیا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور خلافت میں حضرت وحشی ؓ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔[1] ② دراصل سچ اور حق خود کو منوا لیتا ہے اور جھوٹ چند روز تک چلتا ہے پھر مٹ جاتا ہے۔ آج مدعیٔ نبوت مسیلمہ کذاب کا ایک بھی ماننے والا باقی نہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانبردار اور جاں نثار قیامت تک باقی رہیں گے۔ واللہ المستعان.

٤٣٧٥ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ فَأُتِيتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَ فِي كَفِّي سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَكَبُرَا عَلَيَّ، فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا، فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ أَنَا بَيْنَهُمَا:

[4375] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بحالت خواب مجھے روئے زمین کے خزانے دے دیے گئے اور سونے کے دو کنگن میرے ہاتھوں میں پہنائے گئے جو مجھے بہت بڑے (بھاری) معلوم ہوئے۔ پھر مجھے بذریعۂ وحی حکم ہوا کہ میں ان پر پھونک ماروں۔ میں نے ان پر پھونکا تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ دو کذاب ہیں، جن کے

① فتح الباري: 8/112، 113.

صَاحِبَ صَنْعَاءَ، وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ». [راجع: ٣٦٢١]

درمیان میں خود ہوں: اور وہ دونوں صاحب صنعاء (عنسی) اور صاحب یمامہ (مسیلمہ) ہیں۔“

فوائد ومسائل: ① کنگن اور اس طرح کے دوسرے زیورات جو عورتوں کے لائق ہیں، اگر مرد ایسے زیورات پہنے ہوئے خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے اور ایسے حالات سے واسطہ پڑے گا جو انتہائی پریشان کن ہوں گے، یعنی ایسے خواب کی تعبیر اضطراب اور پریشانی ہے۔ صنعاء یمن کا دارالحکومت ہے۔ وہاں اسود عنسی پیدا ہوا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، اسے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قتل کر دیا گیا جس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی۔ باذن اللہ تعالیٰ.

٤٣٧٦ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ مَهْدِيَّ بْنَ مَيْمُونٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُولُ: كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَإِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ أَخْيَرُ مِنْهُ أَلْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الْآخَرَ فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهِ، فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا: مُنَصِّلُ الْأَسِنَّةِ، فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيهِ حَدِيدَةٌ وَّلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ إِلَّا نَزَعْنَاهُ وَأَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ.

[4376] مہدی بن میمون سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ابورجاء عطاردی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے، چنانچہ جب ہم کوئی ایسا پتھر دیکھتے جو پہلے پتھر سے اچھا ہوتا تو پہلے کو پھینک کر اسے پکڑ لیتے تھے۔ اگر ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا تو مٹی کا ڈھیر بنا لیتے، پھر بکری لاتے اور اس پر بکری کا دودھ دوہتے، پھر اس کا طواف کرتے تھے۔ جب رجب کا مہینہ آتا تو ہم کہتے: یہ تیروں سے پھل الگ کر دینے کا مہینہ ہے، لہٰذا ہم کوئی نیزہ نہیں چھوڑتے تھے جس میں لوہا لگا ہوتا اور نہ کوئی تیر ہی جس میں پھل ہوتا مگر اسے نکال پھینکتے تھے۔ الغرض ہم اسے ماہ رجب میں پھینک دیتے تھے۔

٤٣٧٧ - وَسَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ يَقُولُ: كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ النَّبِيُّ ﷺ غُلَامًا أَرْعَى الْإِبِلَ عَلَى أَهْلِي، فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوجِهِ فَرَرْنَا إِلَى النَّارِ، إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ.

[4377] (مہدی بن میمون ہی نے کہا کہ) میں نے ابورجاء کو یہ کہتے ہوئے سنا: جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے تو میں کمسن لڑکا تھا، اپنے گھر والوں کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ جب ہمیں آپ کے غلبے کی خبر ملی تو ہم بھاگ کر آگ کی طرف چلے گئے، یعنی مسیلمہ کذاب کو نبی مان لیا۔

فوائد ومسائل: ① دورِ جاہلیت میں لوگ ماہ رجب کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ جب یہ مہینہ آجاتا تو باہمی جنگ وجدال ختم کر دیتے اور کہتے کہ رجب کا مہینہ ہتھیاروں کو خالی کرنے والا مہینہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابورجاء ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے مسیلمہ کذاب کی قوم میں سے اس کی بیعت کی تھی اور اس کی فرمانبرداری کو قبول کر لیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بنوتمیم سے ایک سجاح نامی عورت نے بھی دعوائے نبوت کیا تھا۔ اس کی قوم نے اس کی بیعت کر لی، پھر اسے مسیلمہ کذاب کے

حالات کا علم ہوا تو اس کے پاس آئی، اس نے دھوکے سے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور پھر ان دونوں میاں بیوی کی قوم نے مسیلمہ کی اطاعت پر اتفاق کر لیا۔[1] ابورجاء نے رسول اللہ ﷺ کا عہد پایا تھا لیکن شرف صحابیت سے محروم رہے، اس کے بعد مسلمان ہوئے تو جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ دیا۔ اس حدیث میں مسیلمہ کذاب کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے یہاں بیان کیا ہے۔

(٧٢) [بَابُ] قِصَّةِ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ

باب: 72- اسود عنسی کا واقعہ

٤٣٧٨ - حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ - وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ -: أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ، وَكَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَهِيَ أُمُّ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَهُوَ الَّذِي يُقَالُ لَهُ: خَطِيبُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَفِي يَدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَضِيبٌ، فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ، فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ: إِنْ شِئْتَ خَلَّيْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْأَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ سَأَلْتَنِي هٰذَا الْقَضِيبَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ، وَهٰذَا ثَابِتُ ابْنُ قَيْسٍ وَسَيُجِيبُكَ عَنِّي»، فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ. [راجع: ٣٦٢٠]

[4378] حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی کہ مسیلمہ کذاب مدینہ طیبہ میں آیا ہے اور اس نے بنت حارث کی حویلی میں پڑاؤ کیا ہے۔ اس کے نکاح میں حارث بن کریز کی بیٹی تھی اور وہ (عبداللہ بن) عبداللہ بن عامر کی ماں تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس بھی تھے۔ یہ وہی ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ کا خطیب کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں کھجور کی چھڑی تھی۔ آپ ﷺ اس کے پاس آ کر ٹھہرے اور اس سے گفتگو کی تو مسیلمہ کذاب نے کہا: اگر آپ چاہیں تو اپنے بعد حکومت اور خلافت ہمارے حوالے کر دیں۔ آپ کی زندگی میں حکومت آپ کے پاس رہے گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو مجھ سے یہ چھڑی مانگے تو میں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔ یہ ثابت بن قیس ہیں میری طرف سے تیری باتوں کا یہی جواب دیں گے۔'' اس کے بعد نبی ﷺ وہاں سے تشریف لے آئے۔

٤٣٧٩ - قَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ اللهِ ﷺ الَّتِي

[4379] عبیداللہ بن عبداللہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کے اس

[1] فتح الباري: 8/114.

ذَكَرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ إِسْوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا، فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ».

خواب کے متعلق دریافت کیا جس کا آپ نے ذکر فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس ؓ نے بتایا کہ میری معلومات کے مطابق نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں سو رہا تھا، مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں۔ میں ان سے بہت گھبرایا اور ان دونوں کنگنوں سے مجھے تشویش لاحق ہوئی۔ اس دوران میں مجھے ان پر پھونک مارنے کی اجازت دی گئی۔ میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر دو جھوٹوں سے کی جو عنقریب ظاہر ہوں گے۔“

فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ فَيْرُوزُ بِالْيَمَنِ، وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ.

عبیداللہ نے کہا: ان میں ایک اسود عنسی ہے جسے فیروز نے یمن میں قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہے۔

[راجع: ٣٦٢١]

فوائد و مسائل: ① مسیلمہ کذاب کی بیوی کا نام کیسہ بنت حارث بن کریز تھا۔ مسیلمہ کے قتل کے بعد عبداللہ بن عامر نے اس سے نکاح کر لیا تھا، پھر اس کے بطن سے عبداللہ بن عبداللہ بن عامر پیدا ہوئے۔ روایت میں سہواً عبداللہ کا لفظ رہ گیا ہے۔ حضرت ابوبکر ؓ کے عہد خلافت میں حضرت وحشی ؓ نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا اور اسود عنسی کو یمن میں فیروز نے مار ڈالا تھا۔ یہ اسود صنعاء میں ظاہر ہوا اور نبوت کا دعویٰ کر کے رسول اللہ ﷺ کے تعینات کردہ عامل حضرت مہاجر بن امیہ ؓ پر غلبہ حاصل کر لیا۔ فیروز ایک دن رات کے وقت نقب لگا کر اس کے گھر میں داخل ہو گئے جبکہ اس کے دروازے پر ایک ہزار چوکیدار تھے۔ اس رات اس کی بیوی نے اسود کو خوب شراب پلائی تھی جس کی وجہ سے وہ نشے میں مدہوش تھا۔ فیروز نے کہا: اسود! ہاتھ بڑھاؤ میں تیری بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ جب اس نے ہاتھ بڑھایا تو فیروز نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی گردن پکڑ لی اور اسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ لیا۔ اس کے قتل کی خبر وحی کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے ایک دن پہلے ہو گئی تھی جو آپ نے اپنے صحابہ کو سنا دی تھی۔ اس کے بعد دوسرے ذرائع سے خبر حضرت ابوبکر ؓ کے دور حکومت میں آئی۔ اسود عنسی بہت شعبدہ باز تھا اور لوگوں کو عجیب و غریب چیزیں دکھاتا تھا، جو لوگ اس کی بات سنتے وہ اس کے گرویدہ ہو جاتے۔ اس کے زیر تسلط ایک شیطان بھی تھا جو اس کی تابعداری کرتا اور لوگوں کے متعلق اسے اطلاعات دیتا تھا۔ اسود ملعون کو اس بات نے گمراہ کیا کہ ایک دفعہ اس کے پاس سے ایک گدھا گزرا تو وہ منہ کے بل گر پڑا۔ اس نے کہا: یہ مجھے سجدہ کر رہا ہے اور جب تک اس نے ”شأ“ نہ کہا وہ نہ اٹھا اور جب اس نے ”شأ“ کہا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ ”شأ“ کا لفظ گدھے کو بلانے کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ واقعہ اس کی گمراہی کا سب سے پہلا سبب بنا، بالآخر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور فیروز

کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔[1]

(٧٣) [بَابُ] قِصَّةِ أَهْلِ نَجْرَانَ

باب:73- نجران کے عیسائیوں کا واقعہ

وضاحت: نجران ایک بہت بڑا شہر ہے جو مکہ مکرمہ سے سات سو کلو میٹر اور صنعاء سے 250 کلو میٹر پر واقع ہے۔ یہاں کے باشندے عیسائی ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کے نام خط لکھا تو ان کے سرداروں میں سے چودہ افراد پر مشتمل وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے۔

٤٣٨٠ - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ يُرِيدَانِ أَنْ يُلَاعِنَاهُ، قَالَ: فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: لَا تَفْعَلْ، فَوَاللهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا، قَالَا: إِنَّا نُعْطِيكَ مَا سَأَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا إِلَّا أَمِينًا، فَقَالَ: «لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ»، فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ»، فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ». [راجع: ٣٧٤٥]

[4380] حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ سردارانِ نجران عاقب اور سید مباہلے کے ارادے سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ فرمایا: ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: مباہلہ مت کرو کیونکہ اگر وہ سچے نبی ہیں اور ہم ان سے مباہلہ کریں تو ہماری اور ہماری اولاد سب کی تباہی ہو جائے ہو گی، چنانچہ دونوں نے آپ سے عرض کی: آپ جو ہمیں فرمائیں گے ہم وہ ادا کرتے رہیں گے۔ آپ ہمارے ساتھ کسی امانت دار کو بھیج دیں۔ ازراہ کرم کسی امین ہی کو بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمھارے ساتھ ضرور ایک ایسے امانت دار کو بھیجوں گا جو اعلیٰ درجے کا امین ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام گردنیں اٹھا کر دیکھنے لگے (کہ وہ کون خوش قسمت ہے؟) تو آپ نے فرمایا: ''ابوعبیدہ بن جراح! کھڑے ہو جاؤ۔'' پھر جب وہ کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ''یہ شخص اس امت کے امین ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① سید کا نام ایہم تھا، اسے شرحبیل بھی کہا جاتا تھا۔ اور عاقب کا نام عبدالمسیح تھا، یہ ان کا مشیر تھا۔ وہ اسی کے مشورے سے تمام امور سرانجام دیتے تھے۔ ابو حارث بن علقمہ ان کا بہت بڑا عالم، امام، صاحب مدراس تھا اور سید ان کا نگران اور حضر و سفر کا ذمہ دار تھا۔ ② رسول اللہ ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میری باتوں کا انکار کرتے ہو تو میں تم سے مباہلہ کرتا ہوں۔'' ان میں سے سید

[1] عمدة القاري: 12/340.

اور عاقب نے کہا: ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے، البتہ آپ ہم سے جو طلب کریں ہم دینے کے لیے حاضر ہیں اور آپ سے صلح کرتے ہیں، چنانچہ آپ نے ان سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ کپڑوں کے ہزار جوڑے ماہ رجب میں اور ہزار جوڑے ماہ صفر میں ادا کریں گے اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی بھی دیں گے۔ جب وہ صلح کر کے اپنے وطن روانہ ہو گئے تو تھوڑے ہی دنوں بعد سید اور عاقب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔[1]

٤٣٨١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: ابْعَثْ لَنَا رَجُلًا أَمِينًا، فَقَالَ: «لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ» فَاسْتَشْرَفَ لَهُ النَّاسُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ. [راجع: ٣٧٤٥]

[4381] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ اہل نجران نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہمارے پاس کسی امین شخص کو بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: ”میں تمھارے پاس ایسا امانت دار ضرور بھیجوں گا جو کامل امین ہے۔“ لوگوں نے آپ کی طرف گردنیں اونچی کیں تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔

٤٣٨٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ، وَأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ». [راجع: ٣٧٤٤]

[4382] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔“

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس لیے بیان کی ہے کہ اس کا سبب ورود حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا تاکہ ان سے صدقات یا جزیہ وغیرہ وصول کر کے لائیں۔[2] ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا ہوتا کہ ان سے صلح کا معاوضہ وصول کر کے لائیں، اس کے بعد حضرت علی کو روانہ کیا تاکہ جو عیسائی اپنے دین پر قائم ہیں ان سے جزیہ وصول کریں اور جو مسلمان ہو چکے ہیں ان سے صدقہ اور زکاۃ وغیرہ وصول کر کے لائیں۔ ② ان احادیث سے معلوم ہوا کہ فریق مخالف اگر دلائل حقہ کو نہ مانے بلکہ ان کا انکار کر دے تو اس سے مباہلہ کرنا مشروع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے ایک حریف کو مباہلے کی دعوت دی تھی اور امام اوزاعی کو بھی ایک جماعت کے ساتھ مباہلہ کا موقع پیش آیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مباہلہ کرنے والا باطل فریق ایک سال کے اندر اندر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ مزید

---

① الطبقات الكبرىٰ لابن سعد: 357/1، و فتح الباري: 118/8. ② زاد المعاد: 557/3.

فرماتے ہیں: میرے ساتھ بھی ایک ملحد نے مباہلہ کیا تھا وہ دو ماہ کے اندر اندر ہلاک ہو گیا تھا۔[1]

(٧٤) [بَابُ] قِصَّةِ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ

باب: 74-عمان اور بحرین کا واقعہ

وضاحت: ایک عمان کا علاقہ یمن میں ہے جو عمان بن سبا کی وجہ سے مشہور ہے۔ ایک شام کا علاقہ عمان ہے جو عین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ حدیث میں عمان سے مراد یمن کا علاقہ ہے۔ اسی طرح بحرین ایک جگہ کا نام ہے جو بصرہ اور عمان کے درمیان واقع ہے۔ وہاں کے رہنے والے کو بحرانی کہا جاتا ہے۔[2]

٤٣٨٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: سَمِعَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا»، ثَلَاثًا، فَلَمْ يَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ أَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ دَيْنٌ أَوْ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنِي، قَالَ جَابِرٌ: فَجِئْتُ أَبَا بَكْرٍ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا»، ثَلَاثًا. قَالَ: فَأَعْطَانِي، قَالَ جَابِرٌ: فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَلَمْ يُعْطِنِي، فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي، ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي، ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي، فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي، فَقَالَ: أَقُلْتَ: تَبْخَلُ عَنِّي؟ وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ؟ قَالَهَا ثَلَاثًا، مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ.

[4383] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "اگر بحرین سے مال آیا تو میں تجھے اتنا اتنا دوں گا۔" یہ تین مرتبہ فرمایا، لیکن بحرین سے جب مال آیا تو رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو چکی تھی۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ مال پہنچا تو انھوں نے ایک منادی کے ذریعے سے اعلان کیا کہ جس شخص کا نبی ﷺ کے ذمے قرض ہو یا آپ نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ میرے پاس آئے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں بتایا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: "اگر بحرین سے مال آیا تو میں تجھے اتنا اتنا دوں گا۔" آپ نے تین مرتبہ ایسا فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے مجھے مال دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے مال طلب کیا لیکن انھوں نے مجھے کچھ نہ دیا۔ میں دوبارہ ان کے پاس گیا پھر بھی کچھ نہ دیا۔ میں تیسری مرتبہ پھر گیا لیکن انھوں نے پھر بھی کچھ نہ دیا۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کے پاس آیا آپ نے مجھے مال نہ دیا، پھر دوبارہ آیا تو آپ نے نہ دیا، پھر تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے مجھے کچھ نہ دیا، مجھے مال دیں یا پھر آپ میرے معاملے میں

---

[1] فتح الباري: 119/8. [2] عمدة القاري: 346/12.

بخل سے کام لیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے میری طرف بخل کی نسبت کی ہے؟ بخل سے زیادہ بری بیماری کون سی ہو سکتی ہے؟ انھوں نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ (کہنے لگے:) میں نے ایک مرتبہ بھی تم سے روکنے کا ارادہ نہیں کیا۔ میں چاہتا تھا کہ ذرا ٹھہر کر دوں گا۔

وَعَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: جِئْتُهُ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ: عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَمِائَةٍ، فَقَالَ: خُذْ مِثْلَهَا، مَرَّتَيْنِ. [راجع: ٢٢٩٦]

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو مجھے انھوں نے کہا: ان کو شمار کرو۔ میں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو درہم تھے۔ انھوں نے فرمایا: اس طرح دو مرتبہ اور لے لو۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں بحرین کا کوئی قصہ نہیں اور نہ عمان ہی کا ذکر ہے، البتہ اس حدیث میں بحرین سے مال آنے کا ذکر ہے۔ ② اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین کی طرف کسی کو بھیجا تھا، چنانچہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں کی طرف وفود بھیجے۔ اس ضمن میں عمان کے بادشاہ جلندی کے دو بیٹوں جیفر اور عیاذ کی طرف حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ باقی حضرات تو رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے واپس آ گئے لیکن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ابھی بحرین میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ وہ آپ کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ آئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمان اور بحرین قریب قریب تھے اور آپ نے وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے بادشاہوں کی طرف وفود روانہ کیے تھے۔[1] ③ ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اور حکم دیا کہ دونوں ہاتھوں سے لپ بھرو، پھر اسے شمار کرو، وہ پانچ صد تھے۔ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دو دفعہ مزید پانچ پانچ سو درہم دیے۔[2] ایک دوسری روایت میں صراحت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک ہزار پانچ سو درہم دیے۔[3]

(٧٥) بَابُ قُدُومِ الْأَشْعَرِيِّينَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ

باب: 75- اہل یمن اور اشعری لوگوں کا (رسول اللہ ﷺ کے پاس) آنا

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «هُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ».

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''وہ (اشعری) مجھ سے ہیں اور میں

[1] فتح الباري: 120/8. [2] صحيح البخاري، الشهادات، حديث: 2683. [3] صحيح البخاري، الجزية والموادعة، حديث: 3164.

ان سے ہوں۔"

وضاحت: اشعری حضرات بھی اہل یمن سے ہیں، تاہم اہل یمن سے مراد وفد حمیر ہے۔ ایاس بن عمیر حمیری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہم حمیر قبیلے کے ہمراہ آئے اور عرض کی کہ ہم آپ سے دین سیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ وفود کے سال آئے تھے جبکہ اشعری حضرات غزوۂ خیبر کے موقع پر حاضر ہوئے تھے۔ امام بخاری ؒ کا مقصد صرف ان حضرات کی رسول اللہ ﷺ کے پاس آمد کو بیان کرنا ہے، خواہ وہ جس وقت بھی ہوئی ہو۔[1] مذکورہ مطلق روایت کو امام بخاری ؒ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔[2] اشعری حضرات مجھ سے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت اور مال خرچ کرنے میں مجھ سے متصل ہیں، یعنی میرے طریقے پر ہیں۔ واللّٰہ أعلم.

٤٣٨٤ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّإِسْحَاقُ ابْنُ نَصْرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِينًا مَّا نُرَى ابْنَ مَسْعُودٍ وَّأُمَّهُ إِلَّا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ كَثْرَةِ دُخُولِهِمْ وَلُزُومِهِمْ لَهُ. [راجع: ٣٧٦٣]

[4384] حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے۔ ہم کچھ عرصہ (مدینہ طیبہ میں) ٹھہرے۔ ہم عبداللہ بن مسعود ؓ اور ان کی والدہ ماجدہ کو اہل بیت ہی سے گمان کرتے تھے کیونکہ یہ حضرات آپ ﷺ کے گھر بکثرت آتے جاتے اور آپ کے ہاں اکثر رہتے تھے۔

فوائد ومسائل: ⓵ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ اپنے بھائی کے ہمراہ غزوۂ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے۔ ان کے بھائی کی کنیت ابورہم اور ابو بردہ ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود ؓ ہے۔ اس حدیث سے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور ان کی والدہ ماجدہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ ان حضرات کا بکثرت رسول اللہ ﷺ کے گھر آنا جانا تھا۔ اجنبی آدمی یہ خیال کرتا تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ اور ان کے افراد ہیں۔[3]

٤٣٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ أَبُو مُوسَى أَكْرَمَ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ جَرْمٍ وَّإِنَّا لَجُلُوسٌ عِنْدَهُ وَهُوَ يَتَغَدَّى دَجَاجًا وَّفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ، فَدَعَاهُ إِلَى الْغَدَاءِ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ، فَقَالَ: هَلُمَّ فَإِنِّي

[4385] حضرت زہدم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب حضرت ابوموسیٰ ؓ آئے تو انھوں نے قبیلۂ جرم کا بہت اعزاز و احترام کیا۔ ہم آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے جبکہ آپ مرغی کا گوشت کھا رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے انھیں بھی کھانے پر بلایا تو ان صاحب نے کہا: جب

⓵ فتح الباري: 122/8. ⓶ صحيح البخاري، الشركة، حديث: 2486. ⓷ عمدة القاري: 348/12.

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُهُ، فَقَالَ: إِنِّي حَلَفْتُ لَا آكُلُهُ، فَقَالَ: هَلُمَّ أُخْبِرْكَ عَنْ يَمِينِكَ، إِنَّا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ نَفَرٌ مِّنَ الْأَشْعَرِيِّينَ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَأَبَى أَنْ يَّحْمِلَنَا، فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ أَنْ لَّا يَحْمِلَنَا، ثُمَّ لَمْ يَلْبَثِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أُتِيَ بِنَهْبِ إِبِلٍ فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ، فَلَمَّا قَبَضْنَاهَا قُلْنَا: تَغَفَّلْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَمِينَهُ لَا نُفْلِحُ بَعْدَهَا أَبَدًا. فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَّا تَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا، قَالَ: «أَجَلْ وَلٰكِنْ لَّا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ مِّنْهَا». [راجع: ٣١٣٣]

سے میں نے ان مرغیوں کو کچھ چیزیں کھاتے دیکھا ہے، اسی وقت سے مجھے ان کے گوشت سے گھن آنے لگی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آؤ، میں نے خود نبی ﷺ کو اس کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔ اس نے کہا: لیکن میں نے اس کا گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آؤ میں تمھاری قسم کے متعلق بھی تمھیں بتاتا ہوں۔ ہمارے قبیلۂ اشعر کے کچھ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سواریاں مانگنے لگے۔ آپ نے ہمیں سواریاں مہیا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے پھر سواری کا مطالبہ کیا تو آپ نے قسم اٹھائی کہ آپ ہمیں سواری مہیا نہیں کریں گے۔ پھر نبی ﷺ تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ آپ کے پاس غنیمت کے اونٹ آ گئے۔ آپ نے ان میں سے پانچ اونٹ ہمیں دینے کا حکم دیا۔ جب ہم نے انھیں اپنے قبضے میں لے لیا تو ہمیں خیال آیا کہ ہم نے تو نبی ﷺ کو قسم سے غافل کر دیا ہے۔ اس کے بعد تو ہم کسی صورت میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے، چنانچہ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے تو ہمیں سواریاں نہ دینے کی قسم اٹھائی تھی جبکہ اب آپ نے ہمیں سواریاں مہیا کر دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں ایسا ہی ہے لیکن جب میں کسی بات پر قسم اٹھا لیتا ہوں پھر اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت مجھے بہتر نظر آئے تو وہی کرتا ہوں جو اچھا اور بہتر ہوتا ہے (اور قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں)۔''

فوائد ومسائل: ① جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ کے گورنر بنا کر بھیجے گئے تو اس وقت یہ واقعہ پیش آیا تھا کیونکہ قبیلۂ جرم یمن میں رہتا تھا، بعد میں کوفے بسیرا کر لیا اس تعلق کی وجہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کا اعزاز واکرام کیا۔[1] ② غزوۂ تبوک میں شمولیت کے لیے اشعری حضرات کے پاس سواریاں نہیں تھیں، اس

[1] عمدة القاري :349/12.

لیے انھوں نے سواریوں کا مطالبہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کسی اور وجہ سے ناراض تھے، اتفاق سے آپ کے پاس سواریاں نہیں تھیں، اس لیے آپ نے انکار کر دیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری اس انکار کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے کہ شاید آپ مجھ پر کسی وجہ سے ناراض ہیں۔[1] ③ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس غنیمت کے اونٹ آئے تھے جبکہ دوسری روایات میں ہے کہ آپ نے انھیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے خریدا تھا۔[2] ممکن ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غنیمت کے مال سے بطور حصہ اونٹ ملے ہوں اور آپ نے ان سے خرید کیے ہوں۔ واللہ أعلم. ④ اونٹوں کی تعداد کے متعلق بھی اختلاف ہے، بعض میں پانچ اور کسی میں چھ ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے دو دو کر کے انھیں عطا فرمائے۔ ممکن ہے کہ اصل تو پانچ ہی ہوں اور چھٹا ویسے ہی تبعاً دے دیا ہو۔ متعدد واقعات بھی ہو سکتے ہیں۔ واللہ أعلم.

٤٣٨٦ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا أَبُو صَخْرَةَ جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ: جَاءَتْ بَنُو تَمِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَبْشِرُوا يَا بَنِي تَمِيمٍ»، فَقَالُوا: أَمَّا إِذَا بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَجَاءَ نَاسٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اقْبَلُوا الْبُشْرٰى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ»، قَالُوا: قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ. [راجع: ٣١٩٠]

[4386] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ بنوتمیم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''اے بنوتمیم! تمھیں بشارت ہو۔'' انھوں نے کہا: جب آپ نے ہمیں بشارت دی ہے تو مال بھی دیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔ اس کے بعد یمن سے کچھ لوگ آئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اہل یمن! تم ہی بشارت قبول کر لو جبکہ بنوتمیم نے قبول نہیں کی۔'' انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم یہ بشارت قبول کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انتہائی اختصار سے بیان کیا ہے جبکہ قبل ازیں یہ حدیث تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔ اس میں ہے کہ اہل یمن نے اس کائنات کے آغاز کے متعلق سوال کیا تھا۔[3] ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ بنوتمیم کے لوگ تو 9 ہجری میں مدینہ طیبہ آئے تھے جبکہ اشعری حضرات اس سے پہلے غزوۂ خیبر کے موقع پر سات ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، ان کا اجتماع کیونکر ممکن ہے؟ پھر اس کا یوں جواب دیا ہے کہ کچھ اشعری حضرات غزوۂ خیبر کے بعد بھی آئے ہوں گے۔[4]

٤٣٨٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

[4387] حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہاں ہے...... آپ نے اپنے

① صحیح البخاري، المغازي، حديث: 4415. ② صحیح البخاري، المغازي، حديث: 4415. ③ صحیح البخاري، بدء الخلق، حديث: 3191. ④ فتح الباري: 123/8.

إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الْإِيمَانُ هَاهُنَا - وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْيَمَنِ - وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ، رَبِيعَةَ وَمُضَرَ». [راجع: ٣٣٠٢]

دست مبارک سے یمن کی طرف اشارہ فرمایا...... بے رحمی اور سخت دلی ربیعہ اور مضر میں ہے جو اونٹوں کی دموں کے پاس اپنی آوازیں بلند کرتے ہیں، جہاں شیطان کے دو سینگ طلوع ہوں گے۔"

فوائد ومسائل: ① اس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان مہاجرین سے شروع ہوا، اس کے بعد انصار میں آیا لیکن رسول اللہ اہل یمن کے متعلق فرما رہے ہیں کہ ایمان یہاں ہے۔ اس کے مختلف جواب دیے گئے ہیں۔ ہمارے رجحان کے مطابق اس اشارے سے مراد اہل یمن ہیں، انصار و مہاجرین مراد نہیں ہیں بلکہ آئندہ حدیث میں صراحت ہے کہ تمھارے پاس اہل یمن آئیں گے جن کے دل بہت نرم ہیں۔ ان میں یہ خصوصیت ہے کہ انھوں نے اسلام قبول کرنے میں کوئی حیل و حجت نہیں کی بلکہ اسے قبول کرنے میں جلدی کی۔ ممکن ہے کہ اہل یمن میں کوئی ایسی خصوصیت ہو جو اہل حجاز میں نہ پائی جاتی ہو اگرچہ کلی فضیلت تو مہاجرین و انصار کو حاصل ہے۔ ② اس حدیث میں اونٹ رکھنے والوں کی سنگ دلی اور سختی کو بیان کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کی مذمت اس لیے فرمائی کہ یہ امور دین سے منہ موڑتے ہیں اور اخروی معاملات کی پروا نہیں کرتے۔

٤٣٨٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَأَلْيَنُ قُلُوبًا، الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ، وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَصْحَابِ الْإِبِلِ، وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ». [راجع: ٣٣٠١]

[4388] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "تمھارے پاس یمن کے لوگ آئیں گے جو رقیق القلب اور نرم مزاج ہیں۔ ایمان یمن ہی کا عمدہ اور حکمت بھی یمن ہی کی اچھی ہے۔ فخر و تکبر اونٹوں والوں میں ہے اور سکون و وقار بکریوں والوں میں ہے۔"

وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ: سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس حدیث کو غندر نے شعبہ سے، انھوں نے ذکوان سے سنا، انھوں نے ابوہریرہ ؓ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

٤٣٨٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الْإِيمَانُ

[4389] حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ایمان تو یمن کا ہے اور دین کی خرابی ادھر (مشرق) سے ہوگی اور ادھر ہی سے شیطان کا سینگ

يَمَانٍ، وَالْفِتْنَةُ هَاهُنَا، هَاهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ». [راجع: ٣٣٠١]

نمودار ہوگا۔"

٤٣٩٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ أَضْعَفُ قُلُوبًا وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً، الْفِقْهُ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ». [راجع: ٣٣٠١]

[4390] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "تمھارے ہاں اہل یمن آئے ہیں جو نرم دل اور رقیق القلب ہیں۔ دین کی سمجھ یمن والوں میں ہے اور حکمت بھی یمن کی ہے۔"

فوائد ومسائل: ① فؤاد، دل کے پردے کو کہتے ہیں، اگر پردہ باریک اور نرم ہوگا تو باہر کی نصیحت دل کے اندر جلدی اثر کرے گی اور جب دل کی جھلی سخت ہوگی تو باہر کی نصیحت کا دل میں پہنچنا مشکل ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر حق اہل یمن کے دلوں میں جلدی اثر کرتا ہے اور وہ حق بات کو جلدی قبول کر لیتے ہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے قطعی طور پر اہل یمن کے اشعری لوگوں کے متعلق مذکورہ احادیث بیان کی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تھے کہ آپ نے اللہ اکبر کہا اور ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ کی تلاوت کی، پھر فرمایا: "تمھارے پاس یمن والے آئے ہیں جن کے دل شفاف اور صاف ستھرے ہیں، اطاعت گزاری کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ایمان تو اہل یمن کا ہے، سمجھ داری بھی اہل یمن کی لاجواب ہے اور ان کی دانائی اور حکمت کے کیا کہنے۔" ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عنقریب تمھارے پاس اہل یمن آنے والے ہیں، گویا وہ فائدہ پہنچانے کے اعتبار سے ابر رحمت (رحمت کا بادل) ہیں۔ روئے زمین پر وہ سب سے بہتر ہیں۔"[1]

٤٣٩١ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! أَيَسْتَطِيعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ أَنْ يَقْرَؤُوا كَمَا تَقْرَأُ؟ قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ شِئْتَ أَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَأُ عَلَيْكَ، قَالَ: أَجَلْ، قَالَ: اقْرَأْ يَا عَلْقَمَةُ! فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ أَخُو زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ: أَتَأْمُرُ عَلْقَمَةَ أَنْ يَقْرَأَ [وَلَيْسَ بِأَقْرَئِنَا] قَالَ: أَمَا إِنَّكَ إِنْ شِئْتَ أَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ

[4391] حضرت علقمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا یہ نوجوان آپ کی طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو میں ان میں سے کسی کو حکم کرتا ہوں کہ وہ قرآن پڑھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے علقمہ! تم قرآن پڑھو۔ یہ سن کر زیاد بن حدیر کے بھائی زید بن حدیر نے کہا: آپ علقمہ کو قرآن پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ

[1] مسند أحمد: 84/4، والسلسلة الصحيحة للألباني، حديث: 3437.

ﷺ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهِ، فَقَرَأْتُ خَمْسِينَ آيَةً مِّنْ سُورَةِ مَرْيَمَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: كَيْفَ تَرٰى؟ قَالَ: قَدْ أَحْسَنَ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَا أَقْرَأُ شَيْئًا إِلَّا وَهُوَ يَقْرَؤُهُ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰى خَبَّابٍ وَّعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ: أَلَمْ يَأْنِ لِهٰذَا الْخَاتَمِ أَنْ يُلْقٰى؟ قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ الْيَوْمِ، فَأَلْقَاهُ. رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ.

وہ ہم سے اچھا قرآن پڑھنے والا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: اگر تم چاہو تو میں نبی ﷺ کی حدیث سناؤں جو آپ نے تمھاری قوم اور اس کی قوم کے متعلق ارشاد فرمائی تھی۔ حضرت علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے سورۂ مریم کی پچاس آیات پڑھ کر سنائیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہو کیسا پڑھتا ہے؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: بہت خوب پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو آیت میں پڑھتا ہوں علقمہ اسی طرح پڑھتا ہے، پھر انھوں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا: کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اسے پھینک دیا جائے؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج کے بعد آپ یہ انگوٹھی میرے ہاتھ میں نہیں دیکھیں گے، چنانچہ انھوں نے انگوٹھی کو اتار پھینکا۔ اس حدیث کو غندر نے شعبہ سے بیان کیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کی عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت علقمہ کا ذکر خیر ہے جن کا تعلق یمن کے مشہور قبیلے نخع سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ قبیلۂ نخع کے لیے اس قدر دعا کی یا اس قدر تعریف فرمائی کہ مجھے قبیلۂ نخع سے ہونے کا شوق لاحق ہوا۔[1] اس کے برعکس زید بن حدیر قبیلۂ بنو اسد سے ہیں جس کی رسول اللہ ﷺ نے مذمت فرمائی کہ قبیلۂ جہینہ، بنو اسد اور غطفان سے بہتر ہے۔ اسی فضیلت کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت علقمہ کی قراءت کو ترجیح دی۔ ② حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک شاگرد ہونے کے اعتبار سے دونوں برابر حیثیت رکھتے تھے لیکن علقمہ کی اصل زید کی اصل سے بہتر تھی۔ اس سے حضرت علقمہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین اسلام کے کچھ احکام صحابۂ کرام سے مخفی تھے، تاہم جب انھیں اس کی حقیقت کا پتہ چلتا تو اس سے فوراً رجوع کر لیتے۔[2]

(٧٦) [بَابُ] قِصَّةِ دَوْسٍ وَّالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ

باب: 76- قبیلۂ دوس اور طفیل بن عمرو دوسی کا واقعہ

وضاحت: قبیلۂ دوس بھی یمن کا رہائشی تھا۔ اس قبیلے میں سب سے پہلے حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

[1] مسند أحمد: 403/1، والسلسلة الصحيحة للألباني، حديث: 3435. [2] فتح الباري: 126/8.

رسول اللہ ﷺ نے انھیں ان کی قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا، ان کا باپ مسلمان ہوا لیکن ماں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ ایک موقع پر 75 مسلمان افراد کو ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واللہ أعلم.

٤٣٩٢ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ، عَصَتْ وَأَبَتْ، فَادْعُ اللهَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّائْتِ بِهِمْ». [راجع: ٢٩٣٧]

[4392] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: قبیلۂ دوس تباہ ہو گیا کیونکہ اس نے نافرمانی کی اور انکار کی روش اختیار کی۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! قبیلۂ دوس کو ہدایت دے اور انھیں میرے یہاں لے آ۔“

فائدہ: حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ذوالنور کہا جاتا تھا کیونکہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں دوس قبیلے کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے کوئی نشانی دیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی: ”اے اللہ! اس کے لیے نور ظاہر کر دے۔“ تو ان کی آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا۔ انھوں نے عرض کی: لوگ کہیں گے یہ تو مثلہ ہے۔ اس کے بعد وہ ان کے کوڑے کی طرف چلا گیا جو اندھیری رات میں روشن ہوتا تھا۔[1] جب اپنی قوم میں گئے تو دو تین افراد کے علاوہ تمام قبیلے نے انکار کر دیا، جس کی انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قبیلے کے لیے دعا فرمائی جس کی بدولت سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا، پھر وہ انھیں لے کر خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایک بت نذر آتش کرنے پر مامور کیا جسے ذوالکفین کہا جاتا تھا، چنانچہ انھوں نے اسے راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔[2]

٤٣٩٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قُلْتُ فِي الطَّرِيقِ:

[4393] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو راستے میں یہ شعر کہتا تھا:

يَا لَيْلَةً مِّنْ طُولِهَا وَعَنَائِهَا
عَلٰى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

کیسی ہے تکلیف کی لمبی یہ رات
خیر اس نے کفر سے دی ہے نجات

وَأَبَقَ غُلَامٌ لِّي فِي الطَّرِيقِ، فَلَمَّا قَدِمْتُ

راستے میں میرا ایک غلام بھاگ گیا تھا۔ جب میں

---

[1] فتح الباري: 128/8. [2] مسند ابن راھویہ: 18/1.

عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعْتُهُ، فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! هٰذَا غُلَامُكَ»، فَقُلْتُ: هُوَ لِوَجْهِ اللهِ، فَأَعْتَقْتُهُ. [راجع: ٢٥٣٠]

نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور بیعت کر لی تو میں آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہ غلام مجھے دکھائی دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! یہ ہے تمھارا غلام۔'' میں نے کہا: اب یہ اللہ کے لیے ہے اور میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ اور ان کا غلام دونوں ایک دوسرے سے گم ہو گئے۔[1] مذکورہ روایت اس کے منافی نہیں کیونکہ غلام کے بھاگنے کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ ؓ اس سے بھٹک گئے، آخر کار حضرت ابو ہریرہ ؓ کے اسلام لانے کی برکت سے وہ غلام واپس آ گیا جسے ابو ہریرہ ؓ نے اللہ کی رضا کی خاطر آزاد کر دیا۔[2] ② حضرت طفیل بن عمرو ؓ کی تبلیغ سے حضرت ابو ہریرہ ؓ مسلمان ہوئے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا ایسا جاں نثار بنایا کہ تاحیات رسول اللہ ﷺ کے دارالعلوم میں حاضر رہے۔ ایک لمحے کے لیے بھی غیر حاضری نہیں کی۔ بھوکے پیاسے چوبیں گھنٹے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود رہتے۔ اس ملازمت کی برکت سے ہزاروں احادیث کے حافظ قرار پائے۔ آج کتب احادیث میں جگہ جگہ زیادہ تر انھی کی روایات ملتی ہیں۔ رضي الله عنه و أرضانا.

(٧٧) [بَابُ] قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّءٍ، وَحَدِيثُ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ

باب: 77- قبیلۂ طے کا وفد اور عدی بن حاتم ؓ کا واقعہ

وضاحت: حضرت عدی بن حاتم ؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کا والد حاتم طائی سخاوت میں بہت مشہور تھا۔ حضرت عدی ؓ کو شکار کرنے کا بہت شوق تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے شکار کر کے لاتے اور آپ وہ شکار کھایا کرتے تھے۔ آپ نو ہجری ماہ شعبان میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی ﷺ کے سوار حضرت عدی کی بہن کو گرفتار کر کے لائے تو اس نے نبی ﷺ سے کہا: میرا والد ہلاک ہو گیا ہے اور میرا وافد (ایلچی اور قاصد) غائب ہو گیا ہے، آپ مجھ پر احسان فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا اور پوچھا کہ تمھارا وافد کون ہے؟ اس نے کہا: عدی بن حاتم۔ آپ نے فرمایا: ''وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگ نکلا ہے۔'' جب وہ عدی کے پاس گئی تو اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اشارہ دیا جسے اس نے قبول کر لیا، چنانچہ عدی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔[3]

٤٣٩٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: أَتَيْنَا عُمَرَ

[4394] حضرت عدی بن حاتم ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم وفد کی صورت میں حضرت عمر ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے ایک ایک آدمی کا نام

[1] صحيح البخاري، العتق، حديث: 2530. [2] فتح الباري: 128/8. [3] فتح الباري: 129/8.

فِي وَفْدٍ فَجَعَلَ يَدْعُو رَجُلًا رَجُلًا وَيُسَمِّيهِمْ، فَقُلْتُ: أَمَا تَعْرِفُنِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: بَلَى، أَسْلَمْتَ إِذْ كَفَرُوا، وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوا، وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا، وَعَرَفْتَ إِذْ أَنْكَرُوا، فَقَالَ عَدِيٌّ: فَلَا أُبَالِي إِذًا.

لے کر اپنے پاس بلایا۔ میں نے عرض کی: اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: کیوں نہیں، خوب پہچانتا ہوں۔ جب لوگوں نے کفر کیا تو تم نے اسلام قبول کیا۔ جب انھوں نے پیٹھ پھیری تو تم سامنے آئے تھے۔ جب انھوں نے غداری کی تو تم نے عہد اسلام کو نبھایا اور جب انھوں نے اسلام کو اجنبی خیال کیا تو تم نے اسے سینے سے لگایا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا: اب مجھے کوئی پروا نہیں۔

فائدہ: ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پہلا پہلا صدقہ جس سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے چہرے جگمگا اٹھے وہ قبیلۂ طے کے صدقات تھے جسے آپ لے کر آئے تھے۔ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔[1] امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''یہ عدی بن حاتم ہے۔'' اس سے پہلے آپ نے کہا تھا: ''مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔''[2]

(٧٨) بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

باب: 78- حجۃ الوداع کا بیان

وضاحت: رسول اللہ ﷺ کے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں کیونکہ اس حج میں آپ نے لوگوں کو الوداع فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں کیا۔ اسے حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں کیونکہ مدینہ طیبہ سے آپ نے صرف یہی حج کیا تھا اگرچہ ہجرت سے پہلے آپ نے کئی حج کیے تھے۔ اسے حجۃ البلاغ کا نام بھی دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں جملہ اہل عرب کو تبلیغ کی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ چھبیس (26) ذوالقعدہ بروز ہفتہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ چار ذوالحجہ کو مکہ معظمہ تشریف لائے، اس طرح آٹھ دن راستے میں صرف ہوئے، پھر آٹھ ذوالحجہ کی صبح کو منیٰ روانگی ہوئی۔ نویں تاریخ کی صبح تک پانچ نمازیں منیٰ میں ادا کیں۔ پھر مغرب اور عشاء مقام مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھیں۔ صبح کی نماز کے بعد منیٰ روانہ ہوئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عمداً حجۃ الوداع کا عنوان یہاں قائم کیا ہے کیونکہ فتح مکہ کے بعد وفود کا سلسلہ جاری ہوا جو حجۃ الوداع تک جاری رہا، اس لیے وفود کی انتہا بیان کرنے کے لیے حجۃ الوداع کا عنوان قائم کیا ہے۔ حجۃ الوداع کا غزوۂ تبوک کے بعد ہونا معروف ومشہور ہے لیکن فتح مکہ سے پہلے اور حجۃ الوداع کے بعد وفد کا آنا نادر الوقوع ہے۔ بہرحال اس مقام پر حجۃ الوداع کا بیان نہ تو سہو کا نتیجہ ہے اور نہ کسی کاتب ہی سے غلطی ہوئی ہے جیسا کہ شارحین بخاری سے تاثر ملتا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٣٩٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا

[4395] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے

[1] صحیح مسلم، فضائل الصحابة، حدیث: 6449 (2523). [2] جامع الترمذي، تفسیر القرآن، حدیث: 2953، وفتح الباري: 8/129.

مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ عِنْدَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا». فَقَدِمْتُ مَعَهُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ»، فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: «هٰذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ»، قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا». [راجع: ٢٩٤]

کہا کہ ہم حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو ہم نے عمرے کا احرام باندھا۔ پھر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے پاس قربانی ہے وہ حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھے اور اس وقت تک محرم رہے جب تک حج اور عمرے دونوں سے فارغ نہ ہو جائے۔“ جب میں آپ ﷺ کے ہمراہ مکہ پہنچی تو مجھے حیض آ چکا تھا، اس لیے میں نے نہ بیت اللہ کا طواف کیا اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی ہی کر سکی، اس بات کا میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”سر کے بال کھول دو اور ان میں کنگھی کر لو، نیز عمرہ ترک کر کے حج کا احرام باندھ لو۔“ چنانچہ میں نے حسب ارشاد ایسا ہی کر لیا۔ جب ہم نے حج کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تنعیم کی طرف بھیجا تو میں نے وہاں سے عمرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ (تنعیم) تمھارے احرام باندھنے کی جگہ ہے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جن لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا انھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، پھر انھوں نے عمرے کا احرام کھول دیا، پھر حج کے افعال کر کے منیٰ سے واپس آنے کے بعد ایک اور طواف کیا۔ اور جنھوں نے حج اور عمرے دونوں کا اکٹھا احرام باندھا تھا، انھوں نے ایک ہی طواف کیا۔

فائدہ: اس حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مقام پر اسے بیان کیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سفر حج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین دفعہ رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی جس کی تفصیل کچھ یوں ہے: ایک دفعہ مقام سرف میں جب آپ کو حیض آ گیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے انھیں تسلی دی کہ یہ معاملہ اللہ کی طرف سے ہے جو آدم کی بیٹیوں کے بارے میں طے شدہ ہے۔ آپ بیت اللہ کا طواف نہ کریں باقی مناسک حج ادا کرتی رہیں۔ دوسری مرتبہ اس وقت آپ سے شکوہ کیا جب آپ منیٰ کی طرف آٹھ ذوالحجہ کو جا رہے تھے، جس کا اس حدیث میں

ذکر ہے تو آپ نے فرمایا: ''سر کے بال کھول دو اور ان میں کنگھی کر لو۔'' تیسری مرتبہ اس وقت شکایت کی جب آپ تیرہ (13) تاریخ کو مدینہ طیبہ روانہ ہونے کے لیے تیاری کر رہے تھے تو عرض کی کہ لوگ تو حج اور عمرہ دو، دو عبادتوں کا ثواب لے کر جا رہے ہیں جبکہ میں صرف حج کے ثواب کی مستحق ہوئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ انھیں تنعیم روانہ کیا کہ وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لیں اور عمرہ کر لیں۔[1]

٤٣٩٦ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ، فَقُلْتُ: مِنْ أَيْنَ؟ قَالَ: هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: مِنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَى ٱلْبَيْتِ ٱلْعَتِيقِ﴾ [الحج: ٣٣] وَمِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَحِلُّوا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقُلْتُ: إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ.

[4396] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب انسان بیت اللہ کا طواف کرے تو احرام کھول دے۔ (ابن جریج نے کہا:) میں نے (حضرت عطاء سے) پوچھا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ موقف کہاں سے اخذ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس قول سے: ''پھر ان کا حلال ہونا بیت عتیق کے پاس ہے۔'' انھوں نے نبی ﷺ کے اس ارشاد سے بھی اخذ کیا ہے جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صحابۂ کرام سے فرمایا: وہ اب حلال ہو جائیں۔ میں نے کہا: آپ ﷺ کا یہ فرمان تو وقوف عرفات کے بعد تھا۔ حضرت عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف ہے کہ وقوف عرفات سے پہلے اور اس کے بعد احرام کھول سکتا ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں بھی حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں پیش فرمایا۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف ہے کہ صرف بیت اللہ کا طواف کر لینے سے انسان حلال ہو جاتا ہے، اس کے لیے صفا و مروہ کی سعی اور حلق یا تقصیر ضروری نہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: محض طواف کرنے سے انسان حلال ہو جاتا ہے، خواہ حج کا ارادہ ہو یا عمرے کا۔[2] بلکہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ کیا فتویٰ ہے جو آپ نے لوگوں میں جاری کر رکھا ہے کہ جو آدمی طواف کرے اس پر احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ایسا کرنا تمھارے نبی ﷺ کی سنت ہے، خواہ تمھیں برا محسوس ہو۔[3] بہرحال ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ موقف جمہور اہل علم کے خلاف ہے۔ چند لوگوں نے اس کا اتباع کیا ہے، مثلاً: امام اسحاق بن راہویہ اس کے قائل ہیں۔ اس کی مکمل تفصیل کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ واللہ المستعان.

٤٣٩٧ - حَدَّثَنِي بَيَانٌ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا

[4397] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

---

① صحيح البخاري، الحج، حديث: 1561. ② صحيح مسلم، الحج، حديث: 3020 (1245). ③ صحيح مسلم، الحج، حديث: 3018 (1244).

شُعْبَةُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ طَارِقًا عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ، فَقَالَ: «أَحَجَجْتَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «كَيْفَ أَهْلَلْتَ؟» قُلْتُ: لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: «طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ»، فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِّنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي. [راجع: ١٥٥٩]

انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں بطحائے مکہ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ”تم نے حج کا احرام باندھا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی؟“ میں نے کہا: لبیک کہتے وقت میں نے نیت کی تھی کہ وہی احرام باندھتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اچھا، بیت اللہ کا طواف کرو، صفا و مروہ کی سعی کرو، پھر احرام کھول دو۔“ چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، پھر میں بنو قیس کی ایک عورت کے پاس آیا تو اس نے میرے سر کی جوئیں نکالیں اور کنگھی کی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت بطحائے مکہ، یعنی خیف بنو کنانہ میں تشریف فرما تھے۔ چونکہ ان کے پاس قربانی نہ تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کے طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد حلال ہو جائیں، چنانچہ انھوں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے صفا و مروہ کی سعی کے بعد احرام کھول دیا اور اپنی عزیزہ کے ہاں گئے وہاں کنگھی پٹی کی۔ ② رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے، اس لیے آپ احرام کی پابندیوں سے آزاد نہ ہوئے۔ واللہ أعلم.

٤٣٩٨ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَّحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: فَمَا يَمْنَعُكَ؟ فَقَالَ: «لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَسْتُ أُحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ هَدْيِي». [راجع: ١٥٦٦]

[4398] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حجۃ الوداع کے سال حکم دیا کہ وہ احرام کھول دیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: آپ کو احرام کھولنے سے کس چیز نے روکا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے اپنے سر کو گوند لگا رکھی ہے اور قربانی کے جانوروں کو ہار پہنائے ہیں، لہٰذا میں تو احرام کی پابندیوں سے اس وقت تک آزاد نہیں ہوں گا جب تک اپنی قربانی ذبح نہ کرلوں۔“

فوائد و مسائل: ① تلبید کے معنی گوند کے ساتھ بالوں کو جمانا ہیں تاکہ گرد و غبار داخل نہ ہو اور سواری کی حرکت کی وجہ سے بال نہ بکھریں۔ ② اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تادیر محرم رہنے کا ارادہ کر چکے تھے، اگر عمرہ کر کے حلال ہو جاتے تو

اس قدر اہتمام کرنے کی ضرورت نہ تھی، نیز آپ اپنے ساتھ قربانی کے جانور لائے تھے، اس لیے بھی آپ احرام نہیں کھول سکتے تھے، جب تک انھیں دس تاریخ کو ذبح نہ کر لیتے۔ بہر حال اس حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں بیان کیا ہے۔

٤٣٩٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ خَثْعَمَ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ - وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَّدِيفُ رَسُولِ اللهِ ﷺ - فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَّا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يَقْضِي أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ». [راجع: ١٥١٣]

[4399] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلۂ خثعم کی ایک عورت نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا جبکہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس عورت نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ کی طرف سے عائد شدہ فریضۂ حج میرے باپ پر اس وقت فرض ہوا ہے جب وہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ وہ سواری پر بھی ٹھیک طرح نہیں بیٹھ سکتے، میں ان کی طرف سے حج کروں تو کیا ان کا حج ہو جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔''

فائدہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آیت حج نازل ہوئی تو اس وقت میرا باپ نہایت بوڑھا تھا، اس لیے فوری طور پر اس پر حج کرنا واجب نہیں تھا، تاخیر کی وجہ سے وہ اس پوزیشن میں نہیں کہ سواری پر بیٹھ سکے۔ کیا ایسے حالات میں اس کی طرف سے حج بدل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم اس کی طرف سے نیابت کر سکتی ہو۔'' مگر حج بدل صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ حج بدل کرنے والا پہلے اپنا حج کر چکا ہو جیسا کہ حدیثِ شبرمہ میں وضاحت موجود ہے۔[1] چونکہ اس حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر تھا، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان فرمایا ہے۔

٤٤٠٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُرْدِفٌ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتّٰى أَنَاخَ عِنْدَ الْبَيْتِ،

[4400] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ فتح مکہ کے سال تشریف لائے تو اپنی قصواء نامی اونٹنی پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بیٹھایا ہوا تھا جبکہ آپ کے ہمراہ حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ نے کعبہ کے پاس اپنی اونٹنی بٹھا دی

[1] سنن أبي داود، المناسك، حديث: 1811.

ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ: «ائْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ» فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ، فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ، ثُمَّ أَغْلَقُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيلًا ثُمَّ خَرَجَ فَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُولَ فَسَبَقْتُهُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ فَقُلْتُ لَهُ: أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ: صَلَّى بَيْنَ ذَيْنِكَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ، وَكَانَ الْبَيْتُ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ سَطْرَيْنِ، صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ، وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ ظَهْرِهِ، وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِي يَسْتَقْبِلُكَ حِينَ تَلِجُ الْبَيْتَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ، قَالَ: وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى؟ وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَرْمَرَةٌ حَمْرَاءُ. [راجع: ٣٩٧]

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: ''کعبہ کی چابی لاؤ۔'' وہ چابی لائے اور دروازہ کھولا۔ نبی ﷺ اندر داخل ہوئے تو آپ کے ہمراہ حضرت اسامہ، حضرت بلال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اندر گئے۔ پھر انھوں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اور دیر تک اندر رہے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو لوگ اندر جانے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے۔ میں ان سب سے آگے بڑھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے پایا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ انھوں نے فرمایا: ان اگلے دو ستونوں کے درمیان پڑھی تھی اور دو قطاروں میں کعبے کے چھ ستون تھے، یعنی آپ نے اگلی قطار کے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی تھی اور بیت اللہ کے دروازے کو اپنے پیچھے رکھا تھا اور چہرۂ مبارک اس سمت کی طرف رکھا جو آپ کے سامنے تھا جب آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ کے اور دیوار کے درمیان (تین ہاتھ کا فاصلہ تھا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ ﷺ نے بیت اللہ کے اندر کتنی نماز پڑھی؟ جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی وہاں سرخ رنگ کا سنگ مرمر بچھا ہوا تھا۔

فوائد ومسائل: ① یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے جو آٹھ ہجری میں ہوا اور عنوان حجۃ الوداع ہے جو دس ہجری میں کیا گیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اشکال وارد کیا ہے کہ نہ معلوم امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حجۃ الوداع میں کیوں بیان کیا ہے؟[1] ② دراصل یہاں کوئی اشکال نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک اختلافی مسئلے پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے کیونکہ جب فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہونا یقینی ہے، حالانکہ اس سفر کا مقصد صرف جہاد کرنا اور کفر کو دبانا تھا، بیت اللہ کی زیارت مقصود نہ تھی تو حجۃ الوداع کے موقع پر بطریق اولیٰ دخول ثابت ہوگا

[1] فتح الباري: 132/8.

کیونکہ یہ سفر تو محض بیت اللہ کی زیارت کے لیے تھا بلکہ ایک صریح حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ میرے پاس تشریف لائے تو چہرۂ مبارک پر حزن و ملال تھا، حالانکہ جب آپ میرے پاس سے گئے تھے تو اس وقت آپ کے چہرے پر خوشی و مسرت کے اثرات نمایاں تھے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: میں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ میں بیت اللہ میں داخل ہوا ہوں اور میں نے بیت اللہ میں داخل ہو کر اپنی امت کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔ اگر مجھے اس امر کا احساس پہلے ہو جاتا جواب ہوا ہے تو کبھی بیت اللہ میں داخل نہ ہوتا۔[1] ③ اگرچہ اس حدیث میں حجۃ الوداع کی تصریح نہیں ہے، تاہم یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عائشہ ؓ فتح مکہ کے وقت ہمراہ نہیں تھیں، البتہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کے ساتھ تھیں اور اس امر پر اتفاق ہے کہ فتح مکہ سے پہلے آپ بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے۔ ممکن ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر اندر داخل ہو کر مورتیوں کو توڑا ہو اور حجۃ الوداع کے موقع پر داخل ہو کر نماز پڑھی ہو۔ اس صورت میں ''عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ'' کے الفاظ کسی راوی کے وہم پر مبنی ہوں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہم راوی نہ ہو بلکہ روایت کا پہلا حصہ عام فتح مکہ پر محمول ہو اور دوسرا حصہ جہاں بیت اللہ کا دروازہ بند کرنے کا ذکر ہے وہ حجۃ الوداع پر محمول ہو۔ واللہ أعلم.

٤٤٠١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُمَا: أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَاضَتْ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟» فَقُلْتُ: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ يَا رَسُولَ اللهِ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَلْتَنْفِرْ». [راجع: ٢٩٤]

[4401] ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت صفیہ بنت حیی ؓ کو حیض آ گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ ہمیں روکنے والی ہے؟'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! وہ طواف افاضہ کر چکی ہے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے چاہیے کہ وہ اب کوچ کرے۔''

فوائد ومسائل: ① ذوالحجہ کی دس تاریخ کو حاجیوں کے لیے بیت اللہ کا طواف کرنا ضروری ہے۔ اسے طواف زیارت، طواف صدر اور طواف افاضہ کہتے ہیں۔ جب تک یہ طواف نہیں ہو گا حج مکمل نہیں ہو گا۔ حیض و نفاس اس کی معافی کا سبب نہیں بن سکتے۔ ② ایک طواف وداع ہے جو حج سے فراغت کے بعد کیا جاتا ہے۔ باہر سے آنے والے کے لیے واجب ہے۔ حائضہ عورت کو طواف زیارت کے لیے ٹھہرنا پڑے گا لیکن طواف وداع کے لیے ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ جب حضرت صفیہ ؓ کو حیض آیا تو نبی ﷺ کا خیال تھا کہ شاید انھوں نے طواف افاضہ نہیں کیا جس پر آپ نے گھبراہٹ کا اظہار فرمایا۔ جب معلوم ہوا کہ وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں تو آپ نے روانگی کا حکم دیا۔ چونکہ اس حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری ؒ

---

① سنن أبي داود، المناسك، حديث: 2029.

نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

٤٤٠٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَلَا نَدْرِي مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَأَطْنَبَ فِي ذِكْرِهِ وَقَالَ: «ما بَعَثَ اللهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ، أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ، وَإِنَّهُ يَخْرُجُ فِيكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْكُمْ أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ عَلَى مَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ»، ثَلَاثًا. «إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ». [راجع: ٣٠٥٧]

[4402] حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حجۃ الوداع کے متعلق گفتگو کرتے تھے جبکہ نبی ﷺ ہم میں موجود تھے۔ لیکن ہم نہیں سمجھتے تھے کہ حجۃ الوداع کا مفہوم کیا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے ایک دن اللہ کی حمد اور اس کی ثنا بیان کی، پھر مسیح دجال کا تفصیل سے ذکر کیا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء مبعوث کیے ہیں سب نے اپنی اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے۔ الغرض حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو اس سے خبردار کیا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے بھی اس سے متنبہ کیا۔ اس کا ظہور تم ہی میں ہوگا جس کا حال تم پر پوشیدہ نہیں رہے گا، لہٰذا یہ بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ تمھارا رب اس ہیئت اور صورت پر نہیں ہے جو تم پر مخفی رہے۔'' آپ نے تین مرتبہ ایسا فرمایا۔ (پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:) ''بے شک تمھارا رب یک چشم نہیں جبکہ دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، گویا اس کی ایک آنکھ پھولے ہوئے انگور کی طرح ہے۔''

٤٤٠٣ - «أَلَا إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «اللّٰهُمَّ اشْهَدْ»، ثَلَاثًا، «وَيْلَكُمْ - أَوْ وَيْحَكُمْ - انْظُرُوا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ». [راجع: ١٧٤٢]

[4403] ''حضرات خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمھارے خون اور تمھارے مال اس طرح حرام کر رکھے ہیں جس طرح اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینے میں ہے۔ خبردار! کیا میں نے تمھیں احکام شریعت پہنچا دیے ہیں؟'' سب نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! گواہ رہنا۔'' یہ تین مرتبہ فرمایا۔ افسوس! دیکھنا میرے بعد پھر کافروں جیسے کام نہ شروع کر دینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنا شروع کر دو۔''

فوائد ومسائل: ① حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ کا علم خاص خاص حضرات کو تھا کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کا انتقال پر ملال ہے۔ عام لوگ حجۃ الوداع کا نام استعمال کرتے تھے لیکن اس کی حقیقی وجہ تسمیہ سے بے خبر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ شاید میں اس سال کے بعد تمھیں نہ دیکھ سکوں تو عام لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اس سال کے بعد پھر ایسے اجتماع کے ساتھ آپ حج

نہیں کریں گے۔ اس وجہ سے انھوں نے اس حج کو حجۃ الوداع کہا لیکن جب آپ کا چند ماہ کے بعد انتقال ہوا تو لوگوں کو علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی الوداعی گفتگو کسی خاص گروہ کے ساتھ مختص نہ تھی بلکہ آپ عوام و خواص سب سے رخصت ہو رہے تھے۔ ② صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شاید میں اس حج کے بعد دوبارہ حج نہ کر سکوں، اس لیے تم مجھ سے مناسک حج سیکھ لو۔''[1] اسی طرح دیگر روایات سے رسول اللہ ﷺ کی قرب وفات کا علم ہوتا ہے، اس وجہ سے اسے حجۃ الوداع کہا گیا۔ بہرحال اکثر صحابہ کو اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے جدا ہو رہے ہیں یا کوئی اور ہم سے الوداع ہو رہا ہے۔ جب آپ فوت ہو گئے تو معلوم ہوا کہ آپ نے لوگوں کو وصیت کر کے انھیں الوداع فرمایا اور انھیں وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد کافروں جیسے کام نہ کرنا، پھر اللہ کی گواہی کے ساتھ اس الوداع کو مزید تقویت پہنچائی۔[2]

٤٤٠٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَمَا هَاجَرَ حَجَّةً وَّاحِدَةً لَّمْ يَحُجَّ بَعْدَهَا حَجَّةَ الْوَدَاعِ.

قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: وَبِمَكَّةَ أُخْرٰى. [راجع: ٣٩٤٩]

[4404] حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے انیس جنگیں لڑیں اور ہجرت کے بعد آپ نے ایک ہی حج کیا ہے، یعنی حجۃ الوداع۔ اس کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں کیا۔

ابواسحاق کا بیان ہے کہ آپ نے (ہجرت سے پہلے) مکہ میں ایک اور حج کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① ابواسحاق کی روایت سے وہم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے پہلے ایک حج کیا ہے، حالانکہ آپ نے ہجرت سے پہلے متعدد حج کیے ہیں کیونکہ آپ نے مکہ میں رہتے ہوئے کوئی حج ترک نہیں کیا۔ ② قریش کے لیے تو حج بیت اللہ وجہ فخر و مباہات تھا، اس سے وہ دوسرے قبائل سے پہچانے جاتے تھے۔ جب قریش کافر ہونے کے باوجود حج ترک نہ کرتے تھے تو کیا رسول اللہ ﷺ اسے چھوڑ دیتے ہوں گے؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کے موقع پر دیکھا تھا کہ آپ میدان عرفات میں وقوف کر رہے تھے جبکہ قریش مزدلفہ سے آگے نہیں بڑھتے تھے، نیز اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ رسول اللہ ﷺ حج کے موقع پر مختلف قبائل کو دین اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ انصار کے ساتھ تینوں بیعتیں بھی حج کے موقع پر ہوئی تھیں۔[3]

٤٤٠٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو ابْنِ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي

[4405] حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ نے انھیں فرمایا: ''جریر! لوگوں کو خاموش کراؤ۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''میرے بعد کفار کا طریقہ

① صحيح مسلم، الحج، حديث: 3137 (1297). ② فتح الباري: 133/8. ③ فتح الباري: 134/8.

حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِيرٍ: «اسْتَنْصِتِ النَّاسَ»، فَقَالَ: «لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ». [راجع: ١٢١]

اختیار نہ کرنا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔"

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تقریباً تین ماہ قبل حجۃ الوداع ہوا تھا اور یہ کہنا کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے صرف چالیس دن پہلے مسلمان ہوئے محض وہم اور خیال ہے کیونکہ انھوں نے رسول اللہ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا تھا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس لیے بیان کیا ہے کہ اس میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے۔[1]

٤٤٠٦ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ، أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟» قُلْنَا: بَلٰى، قَالَ: «فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟» قُلْنَا: بَلٰى، قَالَ: «فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قُلْنَا: بَلٰى، قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ - قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَأَعْرَاضَكُمْ - عَلَيْكُمْ حَرَامٌ

[4406] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "زمانہ اس دن کی ہیئت پر گردش کر رہا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ ماہ کا ہے۔ ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ اور ایک رجب ہے جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔" اس کے بعد آپ نے فرمایا: "یہ کون سا مہینہ ہے؟" ہم نے کہا: "اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ خاموش رہے۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: "کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟" ہم نے کہا: کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا: "یہ کون سا شہر ہے؟" ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ خاموش ہو گئے حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور نام تجویز کریں گے۔ آپ نے فرمایا: "کیا مکہ مکرمہ نہیں ہے؟" ہم نے کہا: جی ہاں یہ مکہ مکرمہ ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: "یہ کون سا دن ہے؟" ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ خاموش ہو گئے۔ ہم نے خیال کیا کہ

[1] فتح الباري: 135/8.

كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلَّغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعٰى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ» - فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ يَقُولُ: صَدَقَ مُحَمَّدٌ ﷺ - ثُمَّ قَالَ: «أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟» مَرَّتَيْنِ. [راجع: ٦٧]

آپ اس کے بغیر کوئی اور نام ذکر کریں گے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا یہ یوم نحر نہیں؟“ ہم نے کہا: واقعی یہ قربانی کا دن ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”تمھارے خون، تمھارے اموال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمھارا یہ دن تمھارے اس شہر میں، تمھارے اس مہینے میں باعث حرمت ہے۔ تم عنقریب اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہو، وہ تم سے تمھارے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا۔ خبردار! میرے بعد تم اپنے دین سے برگشتہ نہ ہونا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ خبردار! تم میں سے حاضر، غائب کو پہنچا دے۔ شاید جس کو پیغام پہنچے وہ کسی سننے والے سے زیادہ اس پیغام کو محفوظ کرنے والا ہو......“ محمد بن سیرین جب اس حدیث کو بیان کرتے تو کہتے تھے: محمد ﷺ نے سچ فرمایا ہے...... پھر آپ ﷺ نے دو بار فرمایا: ”کیا میں نے (دین) پہنچا دیا ہے؟“

فوائد و مسائل: ① عرب لوگ اپنے مفاد کی خاطر مہینوں کو آگے پیچھے کر لیتے تھے۔ اسے نسیٔ کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس خرابی کا ذکر کیا ہے۔ حسن اتفاق سے حجۃ الوداع کے موقع پر مہینوں کی اصل ترتیب تھی جس پر انھیں اللہ نے پیدا کیا تھا۔ ② مہینوں کی وجہ تسمیہ کے متعلق علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: جب عرب اپنی قتل و غارت کی عادت چھوڑ دیں تو ماہ محرم، جب ان کے بدن کمزور اور رنگ زرد پڑ جائیں تو صفر، جب باغات پھل پھول لے آئیں اور خوشبوئیں مہکنے لگیں تو ربیعان، جب پھلوں کی قلت ہو جائے اور پانی جم جائے تو جمادیان، جب نہریں چالو ہو جائیں اور درخت لہلانے لگیں تو رجب، جب اونٹنیوں کے بچے ماؤں سے الگ ہو جائیں اور قبائل پھیل جائیں تو شعبان، جب فضا میں گرمی آ جائے اور انگارے دہکنے لگیں تو رمضان، جب بادل قلیل اور مکھیوں کی بہتات ہو، جانور دُمیں اٹھانے لگیں تو شوال، جب تاجر، تجارتی سفر سے بیٹھ جائیں تو ذوالقعدہ اور جب حج کے لیے قافلے جا رہے ہوں تو یہ ذوالحجہ ہے۔“[1] ③ حرمت والے چار مہینوں کی ترتیب میں یہ حکمت ہے کہ سال کا آغاز اور اختتام حرمت سے ہو اور درمیان میں بھی حرمت کی یاد دہانی رجب سے کی جائے۔ آخر میں دو مہینے مسلسل اس لیے ہیں تاکہ خاتمہ کی برتری کو برقرار رکھا جائے کیونکہ اعمال کا دار و مدار بھی خاتمے پر ہے۔[2] اس حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، عنوان سے یہی وجہ مطابقت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی غرض سے اسے بیان کیا ہے۔

① إرشاد الساري للقسطلاني: 148/7. ② فتح الباري: 135/8.

٤٤٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [الثَّوْرِيُّ] عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ: أَنَّ أُنَاسًا مِّنَ الْيَهُودِ قَالُوا: لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِينَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا، فَقَالَ عُمَرُ: أَيَّةُ آيَةٍ؟ فَقَالُوا: ﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا﴾ [المائدة:٣]، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ مَكَانٍ أُنْزِلَتْ، أُنْزِلَتْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ. [راجع:٤٥]

[4407] حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ چند یہودیوں نے کہا: اگر یہ آیت کریمہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: وہ کون سی آیت کریمہ ہے؟ انھوں نے کہا: ”آج کے دن میں نے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔“ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: میں جانتا ہوں یہ آیت کس مقام پر نازل ہوئی! یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ عرفہ میں تشریف فرما تھے۔

فوائد ومسائل: ① جامع ترمذی میں ہے کہ یہودیوں کے ایک آدمی نے حضرت عمر ؓ سے سوال کیا تھا۔[1] چونکہ قوم یہود کے سردار کعب احبار تھے بطور نمائندہ انھوں نے ہی سوال کیا تھا، اس لیے جامع ترمذی کی روایت کے مطابق ہے۔ چونکہ جماعت ان کے ہمراہ تھی، اس لیے صحیح بخاری کی روایت میں سوال کی نسبت متعدد آدمیوں کی طرف کی گئی ہے۔[2] ② حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ اس دن دوہری عید تھی: ایک تو جمعہ کا دن تھا جو اسلام کی ہفتہ وار عید ہے، دوسرے یوم عرفہ تھا جو عید سے بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے۔[3] چونکہ اس میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

٤٤٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَّمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، وَّمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَّعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوا حَتّٰى يَوْمِ النَّحْرِ.

[4408] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو کچھ لوگ ہم میں سے عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھے اور کچھ صرف حج کا جبکہ کچھ حضرات نے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حج کی نیت کی تھی۔ جو لوگ صرف حج کا احرام باندھے ہوئے تھے یا جنھوں نے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا وہ قربانی کے دن حلال ہوئے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ وَّقَالَ: مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

ایک روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

1 جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: 3043. 2 فتح الباري: 136/8. 3 جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: 3044.

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ مِّثْلَهُ. [راجع: ٢٩٤]

ایک دوسرے طریق سے بھی امام مالک رحمہ اللہ سے اسی طرح کی روایت ہے۔

فائدہ: حج کی تین قسمیں ہیں: حج تمتع، حج قران اور حج افراد۔ حاجی کو اختیار ہے کہ وہ حج کی جس قسم کی چاہے نیت کرے لیکن ان میں حج تمتع افضل ہے جس میں حاجی مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دیتا ہے، پھر ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو حج کا احرام باندھ کر منیٰ کا سفر شروع کرتا ہے۔ اس احرام میں حاجی کے لیے ہر قسم کی سہولتیں ہیں۔ حج قران جس میں عمرہ پھر حج ایک ہی احرام سے کیا جاتا ہے۔ صرف حج کی نیت کرنا حج افراد ہے۔ چونکہ اس حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔

٤٤٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ - هُوَ ابْنُ سَعْدٍ -: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: عَادَنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَّجَعٍ أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى وَأَنَا ذُو مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِّي وَاحِدَةٌ، فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: أَفَأَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَأُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ: «إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَّلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ، اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ» رَثٰى لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ

[4409] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ بیماری نے مجھے موت کے منہ میں لا ڈالا تھا۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میری بیماری کس حد کو پہنچ چکی ہے۔ میرے پاس مال ہے جس کی وارث صرف میری ایک بیٹی ہے، تو کیا میں اپنا دو تہائی مال خیرات کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے عرض کی: آدھا کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے عرض کی: پھر ایک تہائی اللہ کی راہ میں دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔ تم اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انھیں محتاج چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے، اگر اس سے اللہ کی رضا مقصود ہو تو تمھیں اس پر ثواب ملے گا حتی کہ اس لقمے پر بھی تمھیں ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے۔'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا میں (مکہ ہی میں رہ جاؤں گا) اپنے ساتھیوں کے ساتھ (مدینے) نہیں جا سکوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے ہرگز پیچھے (مکہ میں) نہیں چھوڑا جائے گا مگر تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو عمل بھی کرو گے تو تمھارا

أَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ . [راجع: ٥٦]

مقام و مرتبہ اللہ کے ہاں بلند ہوگا۔ امید ہے کہ تم ابھی زندہ رہو گے اور تم سے کچھ لوگوں کو نفع پہنچے گا اور کچھ لوگ تیری وجہ سے نقصان اٹھائیں گے۔ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت پوری کر دے اور انھیں ایڑیوں کے بل مت پھیر، لیکن نقصان میں تو سعد بن خولہ رہے۔" رسول اللہ ﷺ اظہار افسوس کرتے تھے کہ وہ مکہ ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

فوائد ومسائل: ① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ غزوات میں شمولیت کی وجہ سے اموال غنیمت کے باعث بہت مال دار ہو گئے تھے، اس لیے ان کی تقسیم کے متعلق سوال کیا۔ ② چونکہ یہ مہاجر تھے اور مکہ میں سخت علیل ہو گئے، انھیں خیال آیا کہ اگر مکہ ہی میں انتقال ہو گیا تو شاید ہجرت کا ثواب ضائع ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں تسلی دی کہ اس مرض میں تمھیں موت نہیں آئے گی بلکہ تم زندہ رہو گے حتی کہ تم سے مسلمانوں کو نفع پہنچے گا اور مشرکین و منافقین تمھاری وجہ سے بہت نقصان اٹھائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ فاتح فارس بنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہونے والی جنگ قادسیہ میں سپہ سالار تھے۔ چونکہ اس حدیث میں حجۃ الوداع کا بیان ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ذکر کیا ہے۔

٤٤١٠ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ . [راجع: ١٧٢٦]

[4410] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنا سر منڈوایا تھا۔

٤٤١١ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ: أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ . [راجع: ١٧٢٦]

[4411] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ اور آپ کے کچھ صحابۂ کرام نے حجۃ الوداع کے موقع پر سر منڈوائے تھے اور کچھ ساتھیوں نے بال کٹوائے تھے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارکان حج سے فراغت کے بعد اپنے سر مبارک کے بال منڈوائے اور جن اصحاب نے بال منڈوائے تھے ان کے لیے تین مرتبہ رحم و کرم کی دعا فرمائی اور جنھوں نے بال کٹوائے تھے ان کے لیے صرف ایک مرتبہ دعا کی۔ رسول اللہ ﷺ سے حج و عمرہ کے علاوہ کبھی سر کے بال منڈوانے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ آپ نے اپنے بالوں کو نہایت اعزاز و احترام سے رکھا۔ آپ کے بال کبھی کانوں تک اور کبھی گردن کے برابر ہوتے۔ جب دیر ہو جاتی تو آپ کے بال مینڈھیوں کی صورت اختیار کر لیتے۔ چونکہ ان احادیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے انھیں

ذکر کیا ہے۔

٤٤١٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ أَقْبَلَ يَسِيرُ عَلَى حِمَارٍ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ. [راجع: ٧٦]

[4412] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ وہ گدھی پر سوار ہو کر آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں کھڑے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ گدھی صف کے کچھ حصے کے آگے سے گزری۔ پھر وہ اس سے اتر کر لوگوں کے ساتھ صف میں شامل ہو گئے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس ؓ دوران جماعت میں رسول اللہ ﷺ کے آگے سے نہیں گزرے تھے بلکہ کچھ مقتدیوں کے آگے سے گزرے تھے۔ چونکہ امام کا سترہ لوگوں کا سترہ ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کوئی سرزنش نہیں فرمائی۔ جب جماعت ہو رہی ہو تو امام کے آگے سے اور جب نمازی اکیلا پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے گزرنا سخت منع ہے۔ امام اور انفرادی نماز پڑھنے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے آگے سترہ ضرور رکھیں۔ چونکہ اس حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔

٤٤١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا شَاهِدٌ عَنْ سَيْرِ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ: الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. [راجع: ١٦٦٦]

[4413] حضرت عروہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میری موجودگی میں حضرت اسامہ بن زید ؓ سے پوچھا گیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ کی سواری کی رفتار کیسی تھی؟ انھوں نے بتایا کہ (عام طور پر) درمیانی رفتار تھی اور جب کشادہ راستہ مل جاتا تو اسے تیز چلاتے تھے۔

فائدہ: عَنَق اور نَصّ اونٹ کی چال کے نام ہیں۔ اونٹ کی رفتار کا اندازہ اس کی گردن سے ہوتا ہے، اس لیے درمیانی رفتار کو عَنَق کہتے ہیں اور اس کی تیز رفتاری کو نَصّ کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس حدیث میں بھی حجۃ الوداع کا بیان ہے، اس لیے امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو بیان فرمایا ہے۔

٤٤١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ: أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ

[4414] حضرت ابو ایوب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ کے ہمراہ مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھی تھیں، یعنی ان دونوں کو جمع

أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا . [راجع: ١٦٧٤]

کیا تھا۔

فائدہ: ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو میدان عرفات میں ظہر وعصر جمع تقدیم سے ادا کی جاتی ہیں، یعنی ظہر کے وقت عصر پڑھ لی جاتی ہے اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء جمع تاخیر سے پڑھی جاتی ہیں، یعنی عشاء کے وقت مغرب ادا کی جاتی ہے۔ ایسا کرنا سفر کی وجہ سے نہیں بلکہ مناسک حج سے ہے۔ واضح رہے کہ ان تمام احادیث میں کسی نہ کسی طرح حجۃ الوداع کا ذکر آیا ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث کو یہاں بیان کیا ہے۔ ویسے حضرت امام نے ان احادیث سے متعدد مسائل کا استنباط کیا ہے جو امام صاحب کے مجتہد ہونے کی روشن اور واضح دلیل ہے۔

(٧٩) بَابُ غَزْوَةِ تَبُوكَ، وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ

باب: 79- غزوۂ تبوک کا بیان، اسے غزوۂ عسرت بھی کہا جاتا ہے

وضاحت: رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ہرقل شاہ روم نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بہت سی فوج جمع کر کے تبوک کے باڈر پر بھیج دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کی تیاری شروع کی۔ تبوک کا مقام مدینہ طیبہ سے شمال کی جانب سات سو کلومیٹر کی دوری پر شام کے قریب واقع ہے۔ یہ رجب نو ہجری کا واقعہ ہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ جب وہاں پہنچے تو کوئی لشکر مقابلے میں نہ آیا۔ آپ نے بیس دن وہاں قیام فرمایا۔ گرد ونواح کی ریاستوں پر قابض ہوئے۔ اسے غزوۂ عسرت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ مال کی تنگی تھی۔ کھجوریں پک رہی تھیں، دیگر ساز وسامان بھی قلیل تھا۔ خوراک ختم ہوگئی تو کھجوروں پر اکتفا کیا گیا۔ جب وہ ختم ہو گئیں تو گٹھلیاں چوس چوس کر گزارا کیا۔ دس دس آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کو حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا ہے، حالانکہ حجۃ الوداع دس ہجری میں ہوا؟ شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے عمداً ایسا کیا ہے کیونکہ غزوۂ تبوک آخری غزوہ ہے جس پر انھوں نے کتاب المغازی کو ختم کیا، پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے ترتیب کا التزام نہیں کیا، نیز حجۃ الوداع کا غزوۂ تبوک کے بعد ہونا تو معروف ومشہور تھا۔ واللہ أعلم.

٤٤١٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَسْأَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! إِنَّ أَصْحَابِي أَرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ، فَقَالَ:

[4415] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے میرے دوستوں نے، جو جیش عسرت، یعنی غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جانے والے تھے، آپ کے پاس سواریوں کے لیے بھیجا۔ میں نے آ کر عرض کی: اللہ کے نبی! میرے دوستوں نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انھیں سواریاں مہیا کریں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمھیں کوئی سواری دینے

«وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ»، وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا أَشْعُرُ وَرَجَعْتُ حَزِينًا مِّنْ مَّنْعِ النَّبِيِّ ﷺ وَمِنْ مَّخَافَةِ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ ﷺ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَأَخْبَرْتُهُمُ الَّذِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمْ أَلْبَثْ إِلَّا سُوَيْعَةً إِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِي: أَيْ عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ! فَأَجَبْتُهُ، فَقَالَ: أَجِبْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَدْعُوكَ، فَلَمَّا أَتَيْتُهُ قَالَ: «خُذْ هٰذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ وَهٰذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ - لِسِتَّةِ أَبْعِرَةٍ ابْتَاعَهُنَّ حِينَئِذٍ مِّنْ سَعْدٍ - فَانْطَلِقْ بِهِنَّ إِلَى أَصْحَابِكَ فَقُلْ: إِنَّ اللهَ - أَوْ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ - يَحْمِلُكُمْ عَلَى هٰؤُلَاءِ فَارْكَبُوهُنَّ». فَانْطَلَقْتُ إِلَيْهِمْ بِهِنَّ فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَحْمِلُكُمْ عَلَى هٰؤُلَاءِ، وَلٰكِنِّي وَاللهِ لَا أَدَعُكُمْ حَتَّى يَنْطَلِقَ مَعِي بَعْضُكُمْ إِلَى مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، لَا تَظُنُّوا أَنِّي حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا لَّمْ يَقُلْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالُوا لِي: إِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَّلَنَفْعَلَنَّ مَا أَحْبَبْتَ، فَانْطَلَقَ أَبُو مُوسَى بِنَفَرٍ مِّنْهُمْ حَتَّى أَتَوُا الَّذِينَ سَمِعُوا قَوْلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَنْعَهُ إِيَّاهُمْ ثُمَّ إِعْطَاءَهُمْ بَعْدُ فَحَدَّثُوهُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُمْ بِهِ أَبُو مُوسَى. [راجع: ٣١٣٣]

والا نہیں۔'' اتفاق سے آپ اس وقت غصے میں تھے لیکن مجھے معلوم نہ تھا۔ میں بہت رنجیدہ ہو کر واپس لوٹا۔ مجھے ایک رنج تو یہ تھا کہ نبی ﷺ نے سواریاں نہیں دیں اور دوسرا یہ رنج تھا کہ کہیں نبی ﷺ میرے سواری مانگنے سے ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور نبی ﷺ نے جو فرمایا تھا، وہ ان سے کہہ دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے سنا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکار رہے ہیں: اے عبداللہ بن قیس! میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھیں یاد فرمایا ہے، آپ کے پاس جاؤ۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے چھ تیار اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''لے جاؤ ان دو اونٹوں کو، (اور ان دو اونٹوں کو، (یعنی تین دفعہ فرمایا)۔'' آپ نے یہ (چھ) اونٹ اسی وقت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے خریدے تھے۔ آپ نے مزید فرمایا: ''ان اونٹوں کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے، یا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ اونٹ تمھیں سواری کے لیے دیے ہیں، لہٰذا تم ان پر سوار ہو جاؤ۔ پھر میں ان اونٹوں کو لے کر ان کے پاس آیا اور کہا کہ نبی ﷺ نے تمھاری سواری کے لیے یہ اونٹ عنایت فرمائے ہیں لیکن اللہ کی قسم! میں تمھیں ہرگز چھوڑنے والا نہیں ہوں یہاں تک کہ تم میں سے کچھ لوگ میرے ساتھ اس شخص کے پاس چلیں جس نے رسول اللہ ﷺ کی گفتگو سنی تھی تاکہ تمھیں یہ خیال نہ ہو کہ میں نے اپنی طرف سے تمھیں ایسی بات کہہ دی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کہی تھی۔ انھوں نے کہا: (نہیں اس اہتمام کی چنداں ضرورت نہیں)۔ ہم تجھے سچا سمجھتے ہیں اور اگر تم تصدیق کرانا چاہتے ہو تو ہم ایسا ہی کریں گے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ چند آدمیوں کو لے کر ان لوگوں کے پاس آئے جنھوں نے

رسول اللہ ﷺ کی (پہلی) گفتگو اور آپ کا انکار سنا تھا مگر اس کے بعد سواری عنایت فرمائی، تو انھوں نے بھی اسی طرح بیان کیا جس طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا، یعنی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ سے سواریاں طلب کرنے کا ذکر ہے۔ اتفاق سے اس وقت سواریاں موجود نہ تھیں، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے انکار فرما دیا۔ تھوڑی دیر بعد سواریاں مہیا ہو گئیں اور آپ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا کر چند سواریاں مہیا کر دیں۔ اب حضرت ابوموسیٰ اشعری کو ڈر پیدا ہوا کہ میرے ساتھی مجھے جھوٹا کہیں گے، یعنی ابھی تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سواریاں نہیں ہیں اور ابھی سواریاں لے کر بھی آ گئے۔ اس بنا پر انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میرے ہمراہ چل کر میری بات کی تصدیق کر لو تاکہ تمھیں میری بات کا یقین ہو جائے، چنانچہ ان کے اصرار پر چھ آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بیان کی تصدیق کی۔ ② قدوم اشعریین کے باب میں پانچ اونٹوں کا ذکر تھا اور اس روایت میں چھ اونٹوں کا ذکر ہے؟ ممکن ہے کہ واقعات متعدد ہوں۔ جب اشعری حضرات آئے تو انھیں پانچ اونٹ دیے اور غزوۂ تبوک میں شمولیت کے لیے چھ اونٹ دیے کیونکہ اشعری حضرات سات ہجری میں آئے تھے جبکہ غزوۂ تبوک نو ہجری میں ہوا تھا، اس کے علاوہ تھوڑی تعداد زیادہ کے منافی نہیں ہوتی۔ واللہ أعلم.

٤٤١٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ إِلٰى تَبُوكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ: أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ: «أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي».

[4416] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف تشریف لے جانے لگے تو آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ انھوں نے عرض کی: آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ میرے پاس تمھارا وہی درجہ ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ہارون علیہ السلام کا تھا۔ صرف اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہوگا۔“

وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ: سَمِعْتُ مُصْعَبًا. [راجع: ٣٧٠٦]

ابو داود نے اس حدیث کو ایک دوسری سند سے بیان کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے شیعہ حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلا فصل کا استدلال کیا ہے جو کئی لحاظ سے محل نظر ہے: ○ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، اس لیے خلافت کا قیاس صحیح نہیں۔ ○ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دنیوی معاملات اور گھریلو دیکھ بھال کے لیے جانشین نامزد کیا تھا جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے اپنی بیویوں اور دیگر گھریلو خواتین کو بلا کر تلقین کی کہ علی کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ ○ دینی معاملات، یعنی نماز پنجگانہ کی امامت کے لیے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نامزد فرمایا۔ اس لحاظ سے تو خلافت کے یہ حق دار تھے۔ ○ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کا اجماع ہوا حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بالآخر بیعت کر کے اس اجماع کو قبول کر لیا۔ ○ احادیث میں واضح طور پر ایسے ارشادات ملتے ہیں کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننا آپ کی مرضی کے عین مطابق تھا۔ واللہ أعلم۔ ② اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد رسالت و نبوت کا دروازہ قیامت تک کے لیے بند ہو چکا ہے۔ اب جو بھی کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا دجال ہے۔

٤٤١٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ قَالَ: أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعُسْرَةَ، قَالَ: كَانَ يَعْلَى يَقُولُ: تِلْكَ الْغَزْوَةُ أَوْثَقُ أَعْمَالِي عِنْدِي. قَالَ عَطَاءٌ: فَقَالَ صَفْوَانُ: قَالَ يَعْلَى: فَكَانَ لِي أَجِيرٌ فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا يَدَ الْآخَرِ - قَالَ عَطَاءٌ: فَلَقَدْ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ أَيُّهُمَا عَضَّ الْآخَرَ فَنَسِيتُهُ - قَالَ: فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ، فَانْتَزَعَ إِحْدَى ثَنِيَّتَيْهِ فَأَتَيَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ، قَالَ عَطَاءٌ: وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَفَيَدَعُ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا كَأَنَّهَا فِي فِي فَحْلٍ يَقْضَمُهَا؟». [راجع: ١٨٤٨]

[4417] حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ تبوک میں حاضر ہوا۔ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک یہ غزوہ میرا انتہائی قابل وثوق عمل ہے۔ میرا ایک مزدور تھا، وہ ایک دوسرے شخص سے جھگڑ پڑا تو ایک نے دوسرے کا ہاتھ چبا ڈالا۔ (راویٔ حدیث) حضرت عطاء نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ نے بتایا تھا کہ کس نے دوسرے کا ہاتھ چبایا مگر یہ میں بھول گیا ہوں۔ انھوں نے کہا: جس کا ہاتھ چبایا گیا تھا اس نے اپنا ہاتھ، چبانے والے کے منہ سے کھینچا تو اس کے سامنے والے دو دانتوں میں سے ایک دانت نکل گیا۔ وہ دونوں نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے اس کے دانت کو ضائع قرار دیا۔ حضرت عطاء نے کہا: میرا خیال ہے کہ حضرت صفوان بن یعلیٰ نے کہا تھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑے رکھتا جسے تو چباتا رہتا گویا وہ اونٹ کے منہ میں ہے جسے وہ چباتا ہے؟''

فائدہ: اس حدیث کے متعلق ہماری گزارشات کتاب الدیات میں ذکر ہوں گی۔ چونکہ اس حدیث میں غزوۂ عسرہ، یعنی تبوک کا ذکر ہے اس بنا پر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں بیان فرمایا ہے۔

(٨٠) [بَابُ] حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

باب: 80- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَعَلَى ٱلثَّلَٰثَةِ ٱلَّذِينَ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور ان تینوں پر بھی (اللہ نے

خُلِّفُوا﴾ [التوبة: ١١٨].

توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔"

وضاحت: آیت کریمہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں افراد کا بھی قصور معاف کر دیا جو اس جنگ میں نہ جا سکے تھے اور ان کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یہ تین شخص حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ واقعہ خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے جسے پڑھ کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی پامردی، مستقل مزاجی اور صداقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ دنیا میں اس طرح کی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔

٤٤١٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ - وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ - قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ ابْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ، قَالَ كَعْبٌ: لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهَا، إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ.

[4418] حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے...... جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے تو ان کے بیٹوں میں سے حضرت عبداللہ ہی انھیں جدھر انھوں نے آنا جانا ہوتا لے جاتے...... انھوں نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کا واقعہ سنا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے جتنے غزوات کیے ہیں ان میں سے کسی غزوے میں بھی آپ ﷺ سے پیچھے نہیں رہا۔ میں صرف غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گیا تھا۔ البتہ میں غزوۂ بدر میں بھی شریک نہیں تھا لیکن جنگ بدر سے پیچھے رہ جانے پر اللہ تعالیٰ نے کسی پر عتاب نہیں فرمایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ قریش کے ایک قافلے کا ارادہ کر کے باہر نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے وقت طے کیے بغیر مسلمانوں کا سامنا دشمن سے کرا دیا۔

وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا، كَانَ مِنْ خَبَرِي أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْغَزَاةِ، وَاللهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِي قَبْلَهُ رَاحِلَتَانِ قَطُّ حَتَّى جَمَعْتُهُمَا فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا، حَتَّى

میں تو عقبہ کی رات بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جہاں میں نے اسلام پر قائم رہنے کا مضبوط قول و قرار کیا تھا۔ اگرچہ لوگوں میں غزوۂ بدر کی شہرت زیادہ ہے لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ مجھے بیعت عقبہ کے بدلے میں غزوۂ بدر میں شرکت کا موقع ملا ہوتا۔ اور میرا قصہ یہ ہے کہ میں جس زمانے میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہا، اتنا طاقت ور اور خوشحال تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اللہ کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس دو اونٹنیاں کبھی جمع نہیں

كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَّمَفَازًا وَّعَدُوًّا كَثِيرًا، فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ، فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَثِيرٌ وَّلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ - يُرِيدُ الدِّيوَانَ -

ہوئی تھیں جبکہ اس موقع پر میرے پاس دو اونٹنیاں موجود تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی غزوے میں جانے کا ارادہ کرتے تو اس کو مکمل طور پر ظاہر نہ کرتے بلکہ کسی اور مقام کا نام لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ غزوہ چونکہ سخت گرمی میں ہوا اور طویل بیابان کا سفر تھا اور دشمن زیادہ تعداد میں تھے، اس لیے آپ نے مسلمانوں سے یہ معاملہ صاف صاف بیان کر دیا تاکہ وہ اس جنگ کے لیے اچھی طرح تیار ہو جائیں اور انھیں وہ سمت بھی بتلا دی جس سمت آپ جانا چاہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان کثیر تعداد میں تھے اور کوئی رجسٹر یا دفتر وغیرہ نہ تھا جس میں ان کے نام محفوظ ہوتے۔

قَالَ كَعْبٌ: فَمَا رَجُلٌ يُّرِيدُ أَنْ يَّتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ أَنْ سَيَخْفٰى لَهُ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحْيُ اللهِ، وَغَزَا رَسُولُ اللهِ ﷺ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ، وَتَجَهَّزَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ فَطَفِقْتُ أَغْدُو لِكَيْ أَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَأَقُولُ فِي نَفْسِي: أَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِي حَتّٰى اشْتَدَّ النَّاسَ الْجِدُّ فَأَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جَهَازِي شَيْئًا فَقُلْتُ: أَتَجَهَّزُ بَعْدَهُ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ فَغَدَوْتُ بَعْدَ أَنْ فَصَلُوا لِأَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا، فَلَمْ يَزَلْ بِي حَتّٰى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ، وَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِي فَعَلْتُ، فَلَمْ يُقَدَّرْ لِي ذٰلِكَ.

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صورت حال ایسی تھی کہ جو شخص لشکر میں سے غائب ہونا چاہتا وہ یہ سوچ سکتا تھا کہ اگر بذریعۂ وحی آپ کو اطلاع نہ دی گئی تو میری غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہ چل سکے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس جنگ کا ارادہ ایسے وقت میں کیا تھا جب پھل پک چکے تھے اور ہر طرف سایہ عام تھا۔ خیر رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے ساتھ دیگر مسلمانوں نے بھی سفر کا سامان تیار کرنا شروع کیا۔ میری کیفیت یہ تھی کہ میں صبح اس ارادے سے نکلتا کہ میں بھی باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر تیاری کروں گا لیکن جب شام کو واپس آتا تو کوئی فیصلہ نہ کر سکا ہوتا۔ پھر میں اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتا کہ میں تیاری مکمل کرنے پر پوری طرح قادر ہوں۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا حتی کہ لوگوں نے زور شور سے تیاری کر لی۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمان روانہ ہو گئے جبکہ میں اپنی تیاری کے سلسلے میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ پھر میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ میں آپ کی روانگی کے ایک یا دو دن بعد تیاری مکمل کر

لوں گا اور ان سے جا ملوں گا۔ لیکن ان کے روانہ ہو جانے کے بعد بھی یہی کیفیت رہی کہ صبح کے وقت تیاری کے خیال سے نکلا لیکن جب گھر لوٹا تو وہی کیفیت تھی، یعنی کچھ بھی نہ کر سکا۔ پھر دوسری صبح کو بھی اسی خیال سے نکلا لیکن جب واپس آیا تو کچھ نہ کر پایا۔ میری کیفیت مسلسل یہی رہی یہاں تک کہ مسلمان تیز تیز چل کر آگے بڑھ گئے۔ میں نے پھر ارادہ کیا کہ میں بھی چل پڑوں اور ان سے جا ملوں، کاش کہ میں نے ایسا کر لیا ہوتا لیکن یہ سعادت میرے مقدر ہی میں نہ تھی۔

فَكُنْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَطُفْتُ فِيهِمْ أَحْزَنَنِي أَنِّي لَا أَرٰى إِلَّا رَجُلًا مَّغْمُوصًا عَلَيْهِ النِّفَاقُ أَوْ رَجُلًا مِّمَّنْ عَذَرَ اللهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ. وَلَمْ يَذْكُرْنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوكَ: «مَا فَعَلَ كَعْبٌ؟» فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلِمَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ! حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَنَظَرُهُ فِي عِطْفِهِ، فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: بِئْسَ مَا قُلْتَ، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ! مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: فَلَمَّا بَلَغَنِي أَنَّهُ تَوَجَّهَ قَافِلًا حَضَرَنِي هَمِّي فَطَفِقْتُ أَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَأَقُولُ: بِمَاذَا أَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا؟ وَاسْتَعَنْتُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِي رَأْيٍ مِّنْ أَهْلِي، فَلَمَّا قِيلَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ أَنِّي لَنْ أَخْرُجَ مِنْهُ أَبَدًا بِشَيْءٍ فِيهِ كَذِبٌ، فَأَجْمَعْتُ صِدْقَهُ.

رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد حالت یہ تھی کہ جب میں باہر لوگوں کے پاس جاتا اور ان میں چل پھر کر دیکھتا تو جو بات مجھے غمگین کرتی یہ تھی کہ جو شخص نظر آتا وہ صرف ایسا ہوتا جس پر نفاق کا الزام تھا، یا پھر وہ ضعیف اور کم زور لوگ تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا تھا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے راستے میں تو مجھے کہیں بھی یاد نہ فرمایا۔ مگر جب تبوک پہنچ گئے اور ایک موقع پر لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے تو آپ نے فرمایا: ''کعب نے کیا کیا ہے؟'' بنوسلمہ کے ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! اسے صحت وخوشحالی کی دو چادروں نے روک رکھا ہے اور وہ اپنی ان چادروں کے کناروں کو دیکھنے میں مشغول ہوگا۔ یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم نے بہت بری بات کہی ہے۔ اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! ہم نے کعب میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب مجھے یہ خبر ملی کہ آپ واپس آرہے ہیں تو خیال ہوا کہ کوئی حیلہ سوچنا چاہیے تاکہ آپ کی ناراضی سے بچ جاؤں، نیز میں نے اس سلسلے میں اپنے خاندان کے ہر صاحب عقل شخص سے مدد

مانگی۔ پھر جب یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ (شہر کے) قریب آ گئے ہیں تو یہ خیال باطل میرے قلب سے نکل گیا اور میں نے یقین کرلیا کہ جھوٹ بول کر آپ کی ناراضی سے نہیں بچ سکوں گا، اس لیے میں نے سچ بولنے کا ارادہ کرلیا۔

وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَادِمًا وَّكَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُونَ فَطَفِقُوا يَعْتَذِرُونَ إِلَيْهِ وَيَحْلِفُونَ لَهُ وَكَانُوا بِضْعَةً وَّثَمَانِينَ رَجُلًا، فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ إِلَى اللهِ، فَجِئْتُهُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ: «تَعَالَ»، فَجِئْتُ أَمْشِي حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِي: «مَا خَلَّفَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ؟» فَقُلْتُ: بَلٰى، إِنِّي وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ! لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنْ سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ، وَّاللهِ لَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلًا وَّلٰكِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهِ عَنِّي لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يُّسْخِطَكَ عَلَيَّ، وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ، إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عَفْوَ اللهِ، لَا وَاللهِ مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ، وَّاللهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوٰى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ فِيكَ».

رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت تشریف لائے اور آپ کا دستور تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں سے ملاقات کے لیے تشریف فرما ہوتے، چنانچہ جب آپ نماز سے فراغت کے بعد ملاقات کے لیے بیٹھے تو پیچھے رہ جانے والوں نے آنا شروع کیا اور قسمیں اٹھا کر آپ کے سامنے طرح طرح کے عذر پیش کرنے لگے۔ ان لوگوں کی تعداد اسّی سے کچھ زیادہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بیان کردہ عذر قبول کر لیے۔ ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کی نیتوں کو اللہ کے حوالے کر دیا۔ الغرض میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے جب آپ کو سلام کیا تو آپ مسکرائے لیکن ایسی مسکراہٹ جس میں غصے کی آمیزش تھی۔ پھر آپ نے فرمایا: ''ادھر آؤ۔'' میں آگے بڑھا اور آپ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''تم کیوں پیچھے رہ گئے؟ تم نے تو سواری خرید نہیں لی تھی؟'' میں نے عرض کی: بجا ارشاد! اللہ کی قسم! میں اگر آپ کے علاوہ کسی اور دنیاوی شخصیت کے سامنے ہوتا تو ضرور یہ خیال کرتا کہ میں کسی عذر بہانے سے اس کے غضب سے نجات پا سکتا ہوں کیونکہ میں قوت گویائی اور دلیل بازی میں ماہر ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں آپ کے سامنے جھوٹ بول کر آپ کو راضی بھی کر لوں تو عنقریب اللہ آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دے گا اور آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔ اور اگر میں

آپ سے ساری بات سچ سچ بیان کر دوں تو آپ مجھ سے ناراض تو ہوں گے، تاہم مجھے امید ہے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی قسم! مجھے کوئی معذوری نہیں تھی اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی قسم! میں اتنا تنومند اور خوشحال کبھی نہ تھا جتنا میں اس موقع پر تھا جس میں آپ کے ساتھ جانے سے رہ گیا۔ میری یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شخص ہے جس نے صحیح بات بتائی ہے۔ اچھا جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ صادر فرمائے۔''

فَقُمْتُ وَثَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِي سَلِمَةَ فَاتَّبَعُونِي فَقَالُوا لِي: وَاللهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا، وَلَقَدْ عَجَزْتَ أَنْ لَّا تَكُونَ اعْتَذَرْتَ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَا اعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُونَ، قَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَكَ، فَوَاللهِ مَا زَالُوا يُؤَنِّبُونِي حَتّٰى أَرَدْتُّ أَنْ أَرْجِعَ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ: هَلْ لَّقِيَ هٰذَا مَعِيَ أَحَدٌ؟ قَالُوا: نَعَمْ، رَجُلَانِ، قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيلَ لَكَ، فَقُلْتُ: مَنْ هُمَا؟ قَالُوا: مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ.

میں اٹھ گیا اور جب میں جانے لگا تو بنوسلمہ کے کچھ لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور میرے پیچھے چلنے لگے۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے علم میں نہیں ہے کہ تم نے آج سے پہلے کبھی کوئی گناہ کیا ہو تو تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عذر پیش کرنے سے کیوں قاصر رہے جیسا کہ دوسرے پیچھے رہ جانے والوں نے آپ کی خدمت میں عذر پیش کیے ہیں۔ تم نے جو گناہ کیا تھا، اس کی تلافی کے لیے تو رسول اللہ ﷺ کا تمھارے لیے استغفار ہی کافی تھا۔ اللہ کی قسم! ان لوگوں نے مجھے اتنی ملامت کی کہ ایک دفعہ تو میں نے ارادہ کر لیا کہ میں واپس جاؤں اور جو کچھ میں نے آپ سے کہا تھا، اس کے متعلق کہوں کہ وہ جھوٹ تھا۔ پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا: یہ معاملہ جو میرے ساتھ پیش آیا ہے میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ بھی ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے: ہاں، دو اور آدمیوں نے بھی وہی کچھ کہا ہے جو تم نے کہا ہے اور ان کو بھی وہی جواب ملا جو آپ کو ملا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ ایک حضرت مُرارہ بن ربیع العمری اور دوسرے حضرت ہلال بن امیہ

واقفی رضی اللہ عنہما ہیں۔

فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا، لِي فِيهِمَا أُسْوَةٌ، فَمَضَيْتُ حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي وَنَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ، فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوا لَنَا حَتَّى تَنَكَّرَتْ فِي نَفْسِي الْأَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِي أَعْرِفُ، فَلَبِثْنَا عَلَى ذٰلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً، فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلَاةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ، وَآتِي رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَأَقُولُ فِي نَفْسِي: هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ أَمْ لَا؟ ثُمَّ أُصَلِّي قَرِيبًا مِّنْهُ فَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى صَلَاتِي أَقْبَلَ إِلَيَّ، وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّي.

انھوں نے میرے سامنے دو ایسے نیک آدمیوں کے نام لیے جو غزوۂ بدر میں شرکت کر چکے تھے اور ان کا طرز عمل میرے لیے قابل تقلید تھا، چنانچہ ان دونوں کا ذکر سن کر میں (نے اپنا ارادہ بدل دیا اور) آگے چل پڑا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے باقی تمام پیچھے رہ جانے والوں میں سے صرف ہم تینوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے لوگوں کو منع فرما دیا تھا، لہٰذا لوگ ہم سے دور دور رہنے لگے اور ہمارے لیے اس حد تک بدل گئے کہ میں محسوس کرنے لگا کہ کوئی اجنبی سرزمین ہے۔ ہم پچاس دن تک اسی حال میں رہے۔ دوسرے دونوں ساتھی تو تھک ہار کر گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے لیکن میں چونکہ سب میں جوان اور طاقتور تھا، لہٰذا باہر نکلا کرتا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوا کرتا اور بازاروں میں پھرا کرتا تھا لیکن مجھ سے کوئی شخص بات نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی اس وقت حاضر ہوتا جب آپ نماز کے بعد لوگوں کے ساتھ تشریف فرما ہوتے۔ میں جب آپ کو سلام کرتا تو اپنے دل میں یہی سوچتا رہتا کہ آیا میرے سلام کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کے لب مبارک متحرک ہوئے تھے یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور دز دیدہ نظروں سے آپ کی طرف دیکھتا۔ جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف توجہ کرتا تو آپ دوسری طرف دیکھنے لگتے۔

حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ مَشَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ - وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ - فَسَلَّمْتُ

جب لوگوں کی یہ بے اعتنائی بہت طویل اور ناقابل برداشت ہوگئی تو ایک دن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر چلا گیا۔ یہ صاحب میرے چچا زاد

عَلَيْهِ، فَوَاللهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا قَتَادَةَ! أَنْشُدُكَ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُنِي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ؟ فَسَكَتَ، فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُّهُ فَسَكَتَ، فَعُدْتُّ لَهُ فَنَشَدْتُّهُ، فَقَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ.

بھائی اور میرے محبوب ترین دوست تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا لیکن اللہ کی قسم! انھوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے ان سے کہا: اے ابوقتادہ! میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دوست جانتے ہو؟ لیکن وہ خاموش رہے۔ میں نے ان سے دوبارہ یہی سوال کیا لیکن وہ پھر خاموش رہے۔ میں نے پھر یہی بات دہرائی تو کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور میں منہ موڑ کر واپس چلا آیا اور دیوار پھلانگ کر باہر آ گیا۔

قَالَ: فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِسُوقِ الْمَدِينَةِ إِذَا نَبَطِيٌّ مِّنْ أَنْبَاطِ أَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ يَقُولُ: مَنْ يَدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيرُونَ لَهُ حَتّٰى إِذَا جَاءَنِي دَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِّنْ مَّلِكِ غَسَّانَ فَإِذَا فِيهِ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ، وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ، فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا: وَهٰذَا أَيْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتّٰى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً مِّنَ الْخَمْسِينَ إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَأْتِينِي فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ، فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ؟ قَالَ: لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا، وَأَرْسَلَ إِلٰى صَاحِبَيَّ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي: الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَتَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ.

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں مدینہ کے بازار سے گزر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ علاقۂ شام کا ایک نبطی جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے آیا تھا لوگوں سے پوچھ رہا ہے: کوئی شخص ہے جو مجھے کعب بن مالک کا بتا سکے؟ لوگ میری طرف اشارہ کر کے اسے بتانے لگے۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا جس میں لکھا ہوا تھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے صاحب نے تم پر زیادتی کی ہے، حالانکہ تمھیں اللہ نے اس لیے نہیں بنایا کہ تم ذلیل وخوار اور برباد رہو، لہٰذا تم ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمھیں شایان شان عزت ومرتبہ دیں گے۔ میں نے جب یہ خط پڑھا تو دل میں کہا: یہ بھی ایک امتحان ہے اور وہ خط لے کر تنور کی طرف گیا اور اسے نذر آتش کر دیا۔ پھر جب پچاس دنوں میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک قاصد آیا اور کہنے لگا: رسول اللہ ﷺ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم اپنی رفیقۂ حیات سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ میں نے کہا: کیا میں اسے طلاق دے دوں؟ یا پھر کیا کروں؟ اس نے کہا: نہیں، بس اس سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ میرے دونوں ساتھیوں کو بھی

اسی قسم کا حکم دیا گیا تھا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے میکے چلی جاؤ اور جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملے کا فیصلہ صادر نہ فرما دے وہیں مقیم رہو۔

قَالَ كَعْبٌ: فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ هِلَالَ ابْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَّيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ؟ قَالَ: «لَا وَلٰكِنْ لَّا يَقْرَبْكِ»، قَالَتْ: إِنَّهُ وَاللهِ مَا بِهِ حَرَكَةٌ إِلَى شَيْءٍ، وَّاللهِ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ إِلَى يَوْمِهِ هٰذَا، فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي: لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي امْرَأَتِكَ كَمَا أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ، فَقُلْتُ: وَاللهِ لَا أَسْتَأْذِنُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَمَا يُدْرِينِي مَا يَقُولُ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ فِيهَا وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ.

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ ایک ناتواں اور بوڑھا شخص ہے، اس کے پاس کوئی خادم بھی نہیں تو کیا آپ یہ بھی ناپسند فرمائیں گے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، لیکن وہ تمھارے قریب نہ آئے۔'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! انھیں تو کسی بات کا ہوش ہی نہیں اور جس دن سے یہ معاملہ پیش آیا ہے وہ مسلسل رو رہے ہیں۔ یہ سن کر میرے بعض اہل خانہ نے مشورہ دیا کہ اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے سلسلے میں اجازت لے لو تو کیا حرج ہے جیسے آپ نے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو خدمت کرنے کی اجازت دے دی ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت ہرگز نہیں طلب کروں گا۔ نامعلوم میرے اجازت طلب کرنے پر آپ کیا جواب دیں جبکہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں۔

فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ حَتّٰى كَمَلَتْ لَنَا خَمْسُونَ لَيْلَةً مِّنْ حِينَ نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ كَلَامِنَا، فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ صُبْحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً وَّأَنَا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِنَا فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ: قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ فَأَوْفٰى عَلٰى

الغرض اس کے بعد دس دن اور گزر گئے حتی کہ جس دن سے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ہمارے ساتھ بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا تھا اس دن سے پچاس دن پورے ہو گئے۔ پچاسویں رات کی صبح کو میں اپنے ایک گھر کی چھت پر نماز فجر سے فراغت کے بعد بیٹھا ہوا تھا اور میری حالت بعینہٖ وہی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ میں اپنی جان سے تنگ تھا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود میرے لیے

جَبَلِ سَلْعٍ بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ! أَبْشِرْ، قَالَ: فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَّقَدْ عَرَفْتُ أَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَّآذَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِتَوْبَةِ اللهِ عَلَيْنَا حِينَ صَلّٰى صَلَاةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُونَ وَرَكَضَ إِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَّسَعٰى سَاعٍ مِّنْ أَسْلَمَ فَأَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ، فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُ إِيَّاهُمَا بِبُشْرَاهُ، وَاللهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا، وَانْطَلَقْتُ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا، يُهَنُّونَنِي بِالتَّوْبَةِ، يَقُولُونَ: لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللهِ عَلَيْكَ.

تنگ ہو چکی تھی کہ اچانک میں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کوہ سلع پر چڑھ کر اپنی بلند ترین آواز میں پکار رہا تھا: اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔ میں یہ سنتے ہی سجدے میں گر گیا اور سمجھ گیا کہ آزمائش کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ دراصل رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد اعلان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرما لی ہے، لہٰذا لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیے دوڑ پڑے۔ کچھ لوگ خوشخبری دینے کے لیے میرے دوسرے دونوں ساتھیوں کی طرف گئے اور ایک شخص گھوڑا دوڑا کر میری طرف چلا اور ایک دوڑنے والا جو قبیلۂ اسلم کا فرد تھا دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس کی آواز گھوڑے سے تیز نکلی، لہٰذا یہ شخص جس کی آواز میں، میں نے خوشخبری سنی تھی میرے پاس پہنچا تو میں نے اپنے کپڑے اتار کر خوشخبری دینے والے کو انعام میں پہنا دیے۔ اللہ کی قسم! میرے پاس اس دن ان کپڑوں کے علاوہ کوئی جوڑا نہ تھا، لہٰذا میں نے دو کپڑے ادھار لے کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جانے کے لیے چل پڑا۔ لوگ گروہ در گروہ مجھ سے ملتے اور توبہ قبول ہونے کی مبارک دیتے ہوئے کہتے: تم کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرما لی اور تمھیں معاف کر دیا۔

قَالَ كَعْبٌ: حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّانِي، وَاللهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ، وَلَا أَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ، قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ: «أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور انھوں نے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی شخص میری طرف اٹھ کر نہیں آیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس سلوک کو میں کبھی نہیں بھولا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا

مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ»، قَالَ: قُلْتُ: أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللهِ؟ قَالَ: «لَا، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللهِ»، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ.

بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے خوشی سے دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ فرمایا: ''تمھیں آج کا دن مبارک ہو۔ یہ دن ان تمام دنوں میں سے سب سے بہتر ہے جو تمھاری پیدائش کے بعد سے آج تک تم پر گزرے ہیں۔'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ (معافی) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، یہ معافی اللہ کی طرف سے ہے۔'' رسول اللہ ﷺ جس وقت خوش ہوتے تو آپ کا چہرۂ مبارک اس طرح دمک اٹھتا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس چہرے کو دیکھ کر جان لیا کرتے تھے کہ آپ خوش ہیں۔

فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ»، قُلْتُ: فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ اللهَ إِنَّمَا نَجَّانِي بِالصِّدْقِ، وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَّا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَّا بَقِيتُ، فَوَاللهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي، مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى يَوْمِي هٰذَا كَذِبًا، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللهُ فِيمَا بَقِيتُ، وَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى عَلَى رَسُولِهِ ﷺ ﴿لَقَد تَّابَ ٱللَّهُ عَلَى ٱلنَّبِيِّ وَٱلْمُهَـٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّـٰدِقِينَ﴾ [التوبة: ١١٧-١١٩]

الغرض جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں اس توبہ کی خوشی میں چاہتا ہوں کہ اپنا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے بطور صدقہ دے دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب نہیں، اپنا کچھ مال اپنے پاس بھی رکھو کیونکہ ایسا کرنا تمھارے لیے بہتر ہوگا۔'' میں نے عرض کی: اچھا میں اپنا وہ حصہ جو خیبر میں ہے (اپنے پاس) روک لیتا ہوں۔ پھر میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف سچ بولنے کی برکت سے نجات دی ہے، اس لیے میں اپنی توبہ کی (قبولیت کی) خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ سچ بات کہوں گا، چنانچہ اللہ کی قسم! میرے علم میں ایسا کوئی مسلمان نہیں جسے سچ بولنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اتنے خوبصورت انداز میں نوازا ہو جس قدر حسین و خوبصورت انداز میں اس نے مجھے نوازا ہے جس دن سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو یہ عہد کیا تھا۔ میں نے جس دن رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کہی اس دن سے آج تک کبھی قصداً جھوٹ نہیں بولا اور مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی ماندہ زندگی میں بھی مجھے

جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں: ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی، مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کر لی ہے...... اللہ تعالیٰ کے اس قول تک...... اور سچ بولنے والوں کا ساتھ دو۔''

فَوَاللهِ مَا أَنْعَمَ اللهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ أَنْ هَدَانِي لِلْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِي نَفْسِي مِنْ صِدْقِي لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْ لَا أَكُونَ كَذَبْتُهُ، فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا، فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ لِلَّذِينَ كَذَبُوا، حِينَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ، شَرَّ مَا قَالَ لِأَحَدٍ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿سَيَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ لَكُمْ إِذَا ٱنقَلَبْتُمْ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ ٱلْقَوْمِ ٱلْفَٰسِقِينَ﴾ [التوبة: ٩٥، ٩٦]

اللہ کی قسم! جب سے مجھے اللہ نے دین اسلام کی رہنمائی فرمائی ہے اس کے بعد سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سب سے عظیم نعمت میرے نقطۂ نگاہ سے یہ ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولنے کی توفیق عطا ہوئی اور میں جھوٹ بول کر ہلاک نہ ہوا جیسے دوسرے وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنھوں نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نزول وحی کے وقت ان لوگوں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جس سے زیادہ برے الفاظ کسی اور کے لیے استعمال نہیں فرمائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہ تمھارے لیے جلد ہی اللہ کی قسمیں اٹھائیں گے جب تم ان کی طرف لوٹو گے۔'' ...... اس آیت تک ...... ''تحقیق اللہ تعالیٰ بدکردار لوگوں سے راضی نہیں ہوگا۔''

قَالَ كَعْبٌ: وَكُنَّا تَخَلَّفْنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أُولٰئِكَ الَّذِينَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ حَلَفُوا لَهُ، فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللهُ فِيهِ، فَبِذٰلِكَ قَالَ: ﴿وَعَلَى ٱلثَّلَٰثَةِ ٱلَّذِينَ خُلِّفُوا۟﴾ [التوبة: ١١٨] وَلَيْسَ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ، إِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ إِيَّانَا وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ. [راجع: ٢٧٥٧]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم تینوں کا معاملہ ان لوگوں کے معاملے سے مؤخر کر دیا گیا تھا جن کے عذر رسول اللہ ﷺ نے ان کی قسموں کی وجہ سے قبول کر لیے تھے۔ ان سے بیعت لے لی تھی اور ان کے گناہ معاف ہونے کی دعا بھی فرما دی تھی اور ہمارے مقدر کا فیصلہ معلق کر دیا تھا یہاں تک کہ اللہ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور ان تینوں پر بھی (اللہ نے توجہ فرمائی) جن کا فیصلہ مؤخر کر دیا گیا تھا۔ (ان کی توبہ بھی قبول کی گئی)۔'' اس آیت میں خُلِّفُوا سے مراد یہ نہیں کہ انھیں جہاد سے پیچھے چھوڑ دیا گیا بلکہ اس سے مراد یہی ہے کہ انھیں

معلق کر دیا گیا اور ان کے مقدر کا فیصلہ مؤخر کر دیا گیا تھا
جبکہ ان لوگوں کے عذر قبول کر لیے گئے تھے جنھوں نے
قسمیں اٹھا اٹھا کر عذر پیش کیے تھے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادائے فرض میں سستی اور غفلت کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ بسا اوقات انسان سستی اور غفلت کے وقت کسی ایسے قصور کا مرتکب ہو جاتا ہے جس کا شمار بڑے گناہوں میں ہوتا ہے، نیز اس سے پتہ چلتا ہے کہ کفر و اسلام کی کشمکش کا معاملہ کس قدر نزاکت کا حامل ہے، اس میں کفر کا ساتھ دینا تو درکنار جو شخص اسلام کا ساتھ دینے میں کسی ایک موقع پر بھی کوتاہی برت جاتا ہے اس کی بھی زندگی بھر کی عبادت گزاریاں خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حسن بصری کے حوالے سے لکھا ہے کہ انھوں نے کہا: سبحان اللہ! ان تین آدمیوں نے نہ تو مالِ حرام کھایا اور نہ ناحق خون ریزی کی، نہ زمین میں فساد کیا، اس کے باوجود جو مصیبت انھیں پہنچی وہ سب جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی وسیع اور کشادہ زمین ان پر تنگ ہو گئی تو جو شخص فواحش و منکرات اور بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب ہو اس کا کیا حال ہو گا، اس لیے ہمیں اپنے طرزِ عمل کے متعلق غور و خوض کرنا ہو گا۔[1] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اس طرز عمل پر بہت فکر مند تھے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ اگر اسی حالت میں میری وفات ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ میری نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے یا میری اس حالت کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں میں میرا یہی حال رہا تو وہ مجھ سے گفتگو نہیں کریں گے اور نہ کوئی اور میرا جنازہ ہی پڑھے گا۔[2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: جب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غسانی کا خط تنور میں پھینک دیا تو ان کا یہ عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت پر دلالت کرتا ہے بصورت دیگر ایسے موقع پر جب سوشل بائیکاٹ کا یہ عالم ہو کہ سلام و کلام تک بند ہو، کوئی توجہ نہ کرے تو کمزور ایمان والا آدمی بیزار ہو جاتا ہے اور جاہ و مال کی طرف رغبت کرتا ہے۔ انسان ایسے حالات میں اپنے دل سے کہتا ہے کہ بائیکاٹ کرنے والوں کو چھوڑ و اور کچھ دن آرام سے گزارو، خاص طور پر جب ایک بادشاہ کی طرف سے امن و خوشحالی کا پیغام پہنچ چکا ہو۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمھیں دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا لیکن اس سب کچھ کے باوجود انھوں نے اس پیشکش کو امتحان خیال کیا بلکہ انھوں نے اس خط ہی کو جلا دیا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ اسے کہلا بھیجا: یہ ہے تمھارے اس خط کا جواب۔ اس طرف کسی قسم کے جھکاؤ کا اظہار نہ کیا۔ انھوں نے اس بات کو ثابت کر دکھایا کہ ان کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے سے قطعاً کوئی محبت نہیں۔[3] ② اس طویل حدیث میں اگرچہ تین حضرات کے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے اور ان کی توبہ قبول ہونے کا تفصیلی ذکر ہے، مگر اس سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں: ○ اچھی چیز کے ضائع ہو جانے پر اظہار افسوس جائز ہے۔ ○ اہل بدعت سے دور رہنا اور ان سے بچنا چاہیے۔

---

① فتح الباري: 155/8. ② صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4677. ③ فتح الباري: 152/8.

○ کسی سنگین معصیت کے ارتکاب پر بائیکاٹ کرنا جائز ہے حتی کہ بیوی کے قریب نہ جانے کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ ○ باہر سے آنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ گھر جانے سے پہلے مسجد میں آئے اور دو رکعتیں پڑھے۔ ○ نماز میں نظر پھیر کر دیکھنا نماز کو باطل نہیں کرتا، نیز سلام کرنا اور اس کا جواب دینا کلام ہے۔ ○ جب کاغذ پر اللہ کا نام لکھا ہو تو کسی مصلحت کے پیش نظر اسے جلانا جائز ہے۔ ○ نعمت کے ملنے اور مصیبت کے ختم ہونے پر خوشخبری دینا پسندیدہ امر ہے۔ ○ آنے والے سے مصافحہ کرنا اور اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے۔ ○ جس اچھی چیز سے نفع ہو، اس کا التزام ہمیشہ کرنا چاہیے۔ ○ جو شخص دین میں قوی ہو، اس کا مؤاخذہ کمزور آدمی کی بنسبت زیادہ سخت ہوتا ہے۔ ○ ضروری امور میں امام کے پاس اکٹھے ہونا چاہیے اور جس سے امام کے ساتھی خوش ہوں امام کو بھی خوش ہونا چاہیے۔ ○ اشارے کنائے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، ہاں! اگر نیت طلاق دینے کی ہو تو واقع ہو جائے گی۔ ○ قریبی لوگوں کی محبت پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو ترجیح دینا ایمان کا حصہ ہے۔ ○ جس شخص سے شرعی بائیکاٹ ہو اس کے سلام و کلام کا جواب نہ دینا جائز ہے۔

(٨١) [بَابٌ]: نُزُولِ النَّبِيِّ ﷺ الْحِجْرَ

باب: 81- نبی ﷺ کا مقام حجر میں پڑاؤ کرنا

وضاحت: حجر، شام اور مدینے کے درمیان ایک بستی کا نام ہے۔ اس مقام پر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود آباد تھی۔ یہ وہی قوم ہے جس پر اللہ کا عذاب زلزلے، شدید دھماکے اور بجلی کی کڑک کی صورت میں نازل ہوا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو یہ مقام راستے میں پڑا تھا جس کی وضاحت درج ذیل حدیث میں ہے۔

٤٤١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالْحِجْرِ قَالَ: «لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُّصِيبَكُمْ مَّا أَصَابَهُمْ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ»، ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى أَجَازَ الْوَادِيَ. [راجع: ٤٣٣]

[4419] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مقام حجر سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ”جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو جب تم ان کی بستیوں سے گزرو تو گریہ و زاری کرتے ہوئے گزرو مبادا تم پر وہی عذاب آ جائے جو ان پر آیا تھا۔ پھر آپ نے اپنے سر مبارک پر چادر ڈال لی اور بڑی تیزی کے ساتھ چلنے لگے یہاں تک کہ اس وادی سے باہر نکل گئے۔

٤٤٢٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ

[4420] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب حجر کے متعلق فرمایا:

---

(1) فتح الباري: 155/8.

عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ: «لَا تَدْخُلُوا عَلَى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ». [راجع: ٤٣٣]

''اس عذاب دی گئی قوم کی بستی سے جب تمھیں گزرنا پڑے تو روتے ہوئے گزرو، مبادا تم پر وہی عذاب آ جائے جو ان پر آیا تھا۔''

فائدہ: ان احادیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام حجر میں پڑاؤ کیا، حالانکہ ان میں پڑاؤ کرنے کا ذکر نہیں بلکہ وہاں سے گزرنے کا بیان ہے؟ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں پڑاؤ کرنے کی صراحت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مقام حجر میں پڑاؤ کیا تو آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا: اس کنویں کا پانی نہ خود پیو اور نہ جانوروں ہی کو پلاؤ بلکہ اگر اس پانی سے آٹا گوندھا ہے تو وہ بھی حیوانات کو کھلا دیا جائے۔[1] چونکہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر پیش آیا تھا، اس حوالے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ذکر کیا ہے۔ واللہ أعلم.

(٨٢) بَابٌ:

باب: 82- بلا عنوان

٤٤٢١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ فَقُمْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ - لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ - فَغَسَلَ وَجْهَهُ، وَذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ عَلَيْهِ كُمَّا الْجُبَّةِ، فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهِ، فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ. [راجع: ١٨٢]

[4421] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو میں آپ کے لیے وضو کا پانی لے کر حاضر ہوا...... جہاں تک مجھے یقین ہے یہ واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے...... آپ نے اپنا چہرہ مبارک دھویا پھر آپ نے اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھونے کا ارادہ کیا تو جبے کی آستین تنگ نکلی، چنانچہ آپ نے اپنے ہاتھ جبے کے نیچے سے نکال لیے اور انھیں دھویا، پھر موزوں پر مسح فرمایا۔

فائدہ: یہ عنوان، سابق عنوان کا تکملہ ہے۔ اس میں وہی احادیث بیان ہوں گی جو غزوۂ تبوک سے متعلق ہیں، چنانچہ اس حدیث میں بھی ایک واقعہ بیان ہوا ہے جو غزوۂ تبوک کے موقع پر پیش آیا بلکہ صحیح مسلم میں صراحت ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ تبوک میں شامل تھا، پھر آپ نے مسح کا واقعہ بیان کیا، اس

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3378.

حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ قضائے حاجت میں دیر ہو گئی تو لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز پڑھانے کے لیے آگے کر دیا۔ آپ جب تشریف لائے تو ایک رکعت پڑھی جا چکی تھی۔ سلام کے بعد آپ نے فوت شدہ رکعت ادا کر کے اپنی نماز مکمل کی۔[1] بہر حال اس حدیث میں غزوۂ تبوک کا ذکر تھا، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔ واللہ أعلم.

٤٤٢٢ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ ابْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ، حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: «هٰذِهِ طَابَةُ، وَهٰذَا أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ». [راجع: ١٤٨١]

[4422] حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم لوگ غزوۂ تبوک سے نبی ﷺ کے ہمراہ واپس آ رہے تھے۔ جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''یہ طابہ ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔''

فائدہ: طابہ، مدینہ طیبہ کا نام ہے اور اُحد پہاڑ کا محبت کرنا مبنی بر حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز میں قوتِ ادراک اور احساس پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے۔''[2] چونکہ اس حدیث میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ذکر کیا ہے۔ واللہ المستعان.

٤٤٢٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالَ: «إِنَّ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا مَّا سِرْتُمْ مَّسِيرًا وَّلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ؟ قَالَ: «وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ». [راجع: ٢٨٣٨]

[4423] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم جس راستے پر چلے یا جس وادی کو تم نے عبور کیا وہ تمھارے ساتھ تھے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! وہ مدینہ طیبہ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں وہ مدینہ طیبہ میں تھے لیکن عذر نے ان کو روک رکھا تھا۔''

فائدہ: یہ لوگ معذور تھے، کسی مجبوری کی بنا پر سفر پر قادر نہیں تھے لیکن ان کی نیت درست تھی، اس لیے وہ ثواب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شریک تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور جب کسی عذر کی وجہ سے کوئی کام چھوڑ دے تو اسے

[1] صحیح مسلم، الصلاة، حدیث: 952 (274). [2] بني إسرآئيل 17:44.

کام کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ اس حدیث میں بھی غزوۂ تبوک کا حوالہ تھا، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان فرمایا ہے۔

(۸۳) بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ

باب:83- نبی ﷺ کا کسریٰ اور قیصر کی طرف خط لکھنا

وضاحت: فارس کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے بعد مختلف سربراہانِ مملکت کو دعوتی خطوط روانہ فرمائے جبکہ دیگر مؤرخین کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے چھٹے سال خطوط لکھے تھے۔ والله أعلم.

٤٤٢٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى، فَلَمَّا قَرَأَ مَزَّقَهُ، فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

[راجع: ٦٤]

[4424] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خط حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے کسریٰ بادشاہ کی طرف روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ یہ خط بحرین کے گورنر کو دیں اور بحرین کا گورنر یہ خط کسریٰ کو پہنچائے گا۔ کسریٰ نے جب آپ کا خط مبارک پڑھا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ راوی کے گمان کے مطابق امام ابن مسیب نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر بددعا کی کہ وہ بھی پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

فائدہ: شاہ فارس کسریٰ نے صرف خط پھاڑنے کی گستاخی نہیں کی بلکہ اپنے گورنر باذان کو لکھا کہ مدینہ طیبہ جا کر اس آدمی سے ملے، اگر وہ دعوائے نبوت سے توبہ کر لے تو بہتر، بصورت دیگر اس کا سر اتار کر میرے پاس حاضر کرے، چنانچہ باذان مدینے آیا اور اس نے کسریٰ کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے رب نے اسے اس کے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل کرا دیا ہے اور اب تمھاری حکومت پارہ پارہ ہونے والی ہے، چنانچہ چھ ماہ تک اس کا بیٹا شیرویہ فارس کا بادشاہ رہا، پھر وہ بھی زہر کھا کر ہلاک ہو گیا۔ بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ سلطنت تباہ و برباد ہو گئی اور ہزار سالہ آتش کدہ ہمیشہ کے لیے بجھ گیا۔[1] رسول اللہ ﷺ نے مختلف بادشاہوں کی طرف دعوتی خطوط

[1] فتح الباري: 160/8.

روانہ کیے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کی طرف حاطب بن ابی بلتعہ۔ ○ غسان کے بادشاہ حارث بن ابی شمر کی طرف شجاع بن وہب۔ ○ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف عمرو بن امیہ۔ ○ روم کے بادشاہ قیصر کی طرف دحیہ کلبی۔ ○ شاہ فارس کسریٰ کی طرف عبداللہ بن حذافہ۔ ○ سلیط بن عمرو کو ہوذہ بن علی حنفی کی طرف روانہ کیا، نیز عمرو بن عاص کو جیفر اور عباد کی طرف بھیجا۔ تمام قاصد رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں واپس آ گئے لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آپ کی وفات کے بعد واپس آئے۔[1] اللہ کے رسول ﷺ کا خط جو ایرانی سپر پاور کے بادشاہ خسرو پرویز کو لکھا گیا... خط مبارک پھٹا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اصل حالت میں آج بھی موجود ہے۔

٤٤٢٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: لَقَدْ نَفَعَنِي اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَمَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ، قَالَ: لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى قَالَ: «لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً». [انظر: ٧٠٩٩]

[4425] حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے جمل کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے ایک کلمے کی وجہ سے بہت فائدہ پہنچایا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ قریب تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ شریک ہو جاتا اور ان کی معیت میں لڑائی کرتا۔ انھوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنی ملکہ بنا لیا ہے تو آپ نے فرمایا: ''وہ قوم کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی جنھوں نے اپنی حکومت کا والی ایک عورت

[1] فتح الباری: 8/160.

کو بنا لیا ہو۔''

فائدہ: یہ حدیث کسریٰ کو خط لکھنے کا تکملہ ہے کہ کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے نو ہجری گیارہ جمادی الاخریٰ کو قتل کر دیا۔ چھ ماہ تک وہ ایران کا بادشاہ رہا۔ ایک دن خزانے میں اسے ایک دوا کی شیشی ملی جس پر ''قوتِ باہ کی دوا'' لکھا ہوا تھا۔ اس میں زہر تھا۔ شیرویہ نے اسے کھایا تو ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد شقاوت و بدبختی اس خاندان کا مقدر بن گئی۔ سربراہی کے لیے اس خاندان میں کوئی مرد نہ تھا تو کسریٰ کی پوتی، شیرویہ کی بیٹی بوران کو ملک کا حکمران بنا دیا گیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس کی حکمران عورت ہو۔'' حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں اس کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو سربراہ مملکت بنانا جائز نہیں۔ خلاف ورزی کی صورت میں برے انجام سے دوچار ہونا یقینی ہے جیسا کہ پاکستان اس کا دوبار تجربہ کر چکا ہے۔ زنانہ حکومت کی وجہ سے ملک میں جو نحوست پھیلی ہے اس کی ابھی تک تلافی نہیں ہو سکی۔ واللہ المستعان.

٤٤٢٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ يَقُولُ: أَذْكُرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الْغِلْمَانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ نَتَلَقَّى رَسُولَ اللهِ ﷺ.

وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: مَعَ الصِّبْيَانِ. [راجع: ٣٠٨٣]

[4426] حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں بچوں کے ہمراہ ثنیۃ الوداع تک گیا تھا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرنے کے لیے نکلے تھے۔

سفیان نے ایک مرتبہ (غلمان کے بجائے) صبیان کا لفظ بیان کیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① ابن قیم رحمہ اللہ نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ ثنية الوداع مکے کی جانب ہے، تبوک کی طرف نہیں۔ تبوک سے مخالف سمت میں واقع ہے لیکن ممکن ہے کہ تبوک کی طرف بھی ثنية الوداع ہو جہاں مسافروں کو الوداع کہنے اہل مدینہ جاتے تھے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سربراہانِ مملکت کو غزوۂ تبوک کے سال دعوتی خطوط لکھے تھے اگرچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صلح حدیبیہ کے سال قیصر کے نام خط لکھا تھا۔ ممکن ہے کہ اسے دو مرتبہ دعوتی خط لکھا ہو جیسا کہ سربراہ حبشہ نجاشی کو خط لکھا تو وہ مسلمان ہو گیا اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، اس کے بعد جو نجاشی بادشاہ بنا اسے بھی خط لکھا لیکن وہ مسلمان نہ ہوا بلکہ اسے کفر پر موت آئی۔[1] واللہ أعلم.

٤٤٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ: أَذْكُرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الصِّبْيَانِ نَتَلَقَّى النَّبِيَّ ﷺ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ. [راجع: ٣٠٨٣]

[4427] حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں بچوں کے ہمراہ ثنیۃ الوداع تک گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی تبوک سے واپسی پر ہم آپ کا استقبال کرنے کے لیے نکلے تھے۔

① فتح الباري: 162/8.

(٨٤) بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَفَاتِهِ

باب: 84- نبی ﷺ کی بیماری اور وفات کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ [الزمر: ٣٠].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''یقیناً آپ وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔''

وضاحت: قرون اولیٰ میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے متعلق اختلاف رونما ہوا تو حضرت ابوبکر ؓ نے مذکورہ بالا آیات کی تلاوت کر کے وفات کا انکار کرنے والوں کو مطمئن کر دیا۔ دورِ حاضر میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی موت کا انکار کرتے ہیں۔ حیاتی اور مماتی گروہ کا تعلق اسی قسم کے اختلاف سے ہے۔ ممکن ہے کہ امام بخاری ؒ کے دور میں بھی اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہوں، اس لیے آپ نے اسی آیت کریمہ کا حوالہ دیا جس کے پیش نظر منکرین لاجواب ہو گئے تھے۔ اس کی تفصیل آئندہ پیش ہوگی۔

٤٤٢٨ - وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: «يَا عَائِشَةُ! مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ، فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ».

[4428] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ اپنی اس بیماری میں فرمایا کرتے تھے جس میں آپ کی وفات ہوئی: ''اے عائشہ! اس کھانے کا درد میں برابر محسوس کر رہا ہوں جو میں نے غزوۂ خیبر کے وقت کھایا تھا۔ اس وقت میں اس زہر کے سبب اپنی شہ رگ کٹتی ہوئی محسوس کرتا ہوں۔''

فوائد ومسائل: ① فتح خیبر کے وقت ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر رسول اللہ ﷺ کو بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ نے لقمہ ابھی منہ میں ڈالا تھا کہ بذریعۂ وحی آپ کو خبردار کر دیا گیا۔ اس حدیث میں اس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ② ابہری ایک رگ ہے جو پیٹھ سے ہو کر گزرتی ہے، جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ وہ پھٹتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو وفات کے قریب اس کا علم ہوا۔ اس اعتبار سے آپ شہید ہیں اگرچہ آپ بستر پر فوت ہوئے ہیں۔ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ وہ زہر اب تک مغلوب اور چھپا ہوا تھا، جب کمزوری آ گئی اور قوتِ مدافعت نہ رہی تو طبیعت پر اس کا غلبہ ہو گیا اور اس کا درد محسوس ہونے لگا۔ واللہ أعلم.

٤٤٢٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ:

[4429] حضرت ام فضل بنت حارث ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز مغرب میں والمرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا۔ اس کے بعد آپ نے ہمیں کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا، ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ. [راجع: ٧٦٣]

آپ کو فوت کرلیا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ام فضل ؓ حضرت ابن عباس ؓ کی والدہ ہیں۔ حضرت ام المومنین سیدہ میمونہ ؓ کی حقیقی بہن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات ان کی زیارت کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور وہیں قیلولہ فرماتے تھے۔ ② رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے دنوں میں یہ اکثر اوقات اپنی بہن کے گھر ٹھہری رہیں۔ ایک دن حضرت ابن عباس ؓ نے سورۂ مرسلات تلاوت کی تو انھوں نے فرمایا: بیٹے اللہ کی قسم! اس سورت کی تلاوت سے تم نے مجھے رسول اللہ کی تلاوت یاد کرادی ہے۔ آپ نے ایک دفعہ نماز مغرب میں اس سورت کو تلاوت کیا تھا۔ اس کے بعد ہم آپ کی تلاوت نہ سن سکے۔ یہ آپ کی آخری تلاوت تھی۔ اس کے بعد اللہ کی طرف سے پیغام رحلت آ گیا۔[1]

٤٤٣٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِثْلَهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ، فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ﴾ [النصر: ١] فَقَالَ: أَجَلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ، فَقَالَ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ. [راجع: ٣٦٢٧]

[4430] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: سیدنا عمر بن خطاب ؓ مجھے اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے انھیں کہا: ان جیسے ہمارے بھی بیٹے ہیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: یقیناً تم ان کا مقام جانتے ہو۔ پھر آپ نے ابن عباس ؓ سے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ حضرت ابن عباس ؓ نے کہا: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی وفات کی اطلاع دی ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: میں بھی اس آیت کریمہ سے وہی جانتا ہوں جو آپ جانتے ہیں۔

فائدہ: ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر ؓ نے صحابۂ کرام ؓ سے اس سورت کے متعلق دریافت فرمایا تو کچھ حضرات نے جواب دیا کہ اس سے مراد ہماری فتح ونصرت ہے۔ جب شہر اور محلات فتح ہوں تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد وثنا کریں اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور کچھ حضرات نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا لیکن کچھ حضرات بالکل خاموش رہے تو آپ نے مجھے فرمایا: اے ابن عباس! تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس سے مراد فتح مکہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات قریب ہونے کی اطلاع ہے، یعنی جب مکہ فتح ہو جائے تو آپ کی موت بھی قریب ہوگی۔[2] بہرحال ان آیات

---

① صحیح البخاري، الأذان، حدیث: 763. ② صحیح البخاري، المغازي، حدیث: 4294.

میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کا ذکر ہے اس لیے انھیں بیان کیا گیا ہے۔

٤٤٣١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ؟ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَجَعُهُ فَقَالَ: «ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا»، فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ؟ اسْتَفْهِمُوهُ، فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ: «دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ»، وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ، قَالَ: «أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ»، وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ - أَوْ قَالَ: فَنَسِيتُهَا -.

[راجع: ١١٤]

[4431] حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے جمعرات کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا تمھیں معلوم بھی ہے کہ جمعرات کے دن کیا ہوا تھا؟ اس دن رسول اللہ ﷺ کے مرض میں شدت پیدا ہوئی۔ اس وقت آپ نے فرمایا: ''تم میرے پاس آؤ، میں تمھیں کوئی دستاویز لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی صحیح راستے کو نہ چھوڑو گے۔'' لیکن وہاں اختلاف ہو گیا، حالانکہ نبی ﷺ کے سامنے اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا: آپ کا کیا حال ہے؟ کیا آپ شدتِ مرض کی وجہ سے بے معنی کلام کر رہے ہیں؟ آپ سے بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد صحابۂ کرام ؓ آپ سے پوچھنے لگے تو آپ نے فرمایا: ''جاؤ، میں جس کام میں مشغول ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کے لیے تم کہہ رہے ہو۔'' اس کے بعد آپ نے صحابۂ کرام کو تین چیزوں کی وصیت فرمائی: آپ نے فرمایا: ''مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ آنے والے وفود کی اسی طرح خاطر تواضع کرنا جس طرح میں کرتا آیا ہوں۔'' تیسری بات کو راوی نے بیان نہیں کیا یا اس نے کہا کہ میں تیسری بات بھول گیا ہوں۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کو ''حدیث قرطاس'' کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات پیر کے دن ہوئی اور دستاویز کا واقعہ جمعرات کے دن پیش آیا۔ اس پر صحابۂ کرام ؓ میں اختلاف ہوا، جس کی بنا پر آپ نے دستاویز نہ لکھی۔ اس کے متعلق روافض بہت شور وغل کرتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے پر مامور ہیں۔ کسی کے خوف سے آپ فریضۂ تبلیغ نہیں چھوڑ سکتے، خصوصاً ایسی چیز جو گمراہی سے بچاتی ہو اسے تو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ ایسی بات ہوتی تو آپ حضرت عمر ؓ کو روک دیتے جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے حضرت عمر ؓ کو روک دیا تھا۔ ② حضرت عمر ؓ صائب الرائے تھے۔ ان کی رائے کے مطابق کئی موقعوں پر قرآن نازل ہوا۔ اگر ایسے آدمی نے روک دیا تو ضرور اس میں کوئی مصلحت ہوگی اور ان کی رائے کی خود رسول اللہ ﷺ نے بھی تائید کی۔ اگر ایسا ضروری معاملہ ہوتا تو آپ اس کے بعد تین چار دن زندہ رہے، ان ایام میں کسی سے لکھوا لیتے، نیز قبل ازیں تکمیل دین کی آیت نازل ہو چکی تھی اب اگر گمراہی سے بچانے

والی کوئی چیز باقی رہ گئی تو پھر تکمیل دین کے کیا معنی ہوں گے؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوئی نئی بات بیان نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ یا تو مفصلات کو مجملاً بیان کرنا چاہتے تھے یا پہلی باتوں میں سے کسی بات کی تاکید کرنا چاہتے تھے جس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو تکلیف دینا ضروری خیال نہ کیا۔ ان حقائق کی روشنی میں فہم عمر کو فہم ابن عباس پر ترجیح دی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے آخر میں تین چیزوں کی وصیت کی تھی جن پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمل پیرا ہوئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہتے بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ لکھ دیتے تو منافقین کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ ③ اس حدیث میں ہے کہ تیسری بات راوی بھول گیا ہے، اس کے متعلق درج ذیل احتمالات ہیں: ○ وہ وصیت بالقرآن تھی۔ ○ وصیت جیش اسامہ کی روانگی کے متعلق تھی۔ ○ میری قبر پر میلہ اور جشن نہ بنانا جس کی عبادت کی جائے۔ ○ نماز کی حفاظت اور ماتحت عملے پر نرمی کی وصیت تھی۔[1]

٤٤٣٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ»، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ، فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذٰلِكَ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قُومُوا»، قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ، لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ. [راجع: ١١٤]

[4432] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا اور گھر میں کچھ لوگ موجود تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''آؤ، میں تمھیں ایسی دستاویز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔'' بعض حضرات نے کہا: رسول اللہ ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے جبکہ تمھارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور اللہ کی کتاب ہمیں کافی ہے، چنانچہ گھر والوں میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا جس کی بنا پر وہ جھگڑنے لگے۔ ان میں سے کچھ کہتے تھے کہ کاغذ اور دوات کو آپ کے قریب کر دیا جائے تاکہ تمھارے لیے ایسی دستاویز لکھ دیں جس کے بعد گمراہی کا اندیشہ نہ رہے جبکہ کچھ حضرات اس کے خلاف تھے۔ جب لوگوں کی بے فائدہ باتیں زیادہ ہونے لگیں اور اختلاف کا آغاز ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔'' عبیداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: یہ کیسی مصیبت ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے تحریر کرنے کے درمیان ان کی بے فائدہ گفتگو اور اختلاف کے سبب حائل ہوئی۔

[1] فتح الباري: 169/8.

فوائدومسائل: ① یہ واقعہ وفات سے چار دن پہلے کا ہے۔ جب بیماری نے شدت اختیار کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قلم دوات لاؤ، میں تمھیں کچھ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔'' اس امر کی بجا آوری پر اختلاف ہوا۔ کچھ صحابہ کہتے تھے کہ آپ پر شدتِ درد کا غلبہ ہے، قرآن ہمارے پاس موجود ہے اور وہ ہمیں کافی ہے۔ اور کچھ حضرات کہتے تھے کہ سامان کتابت لے آؤ تاکہ دستاویز لکھ دی جائے۔ ② دراصل صحابۂ کرام ﷺ نے قرائن سے معلوم کرلیا تھا کہ رسول اللہ کا مذکورہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو اختلاف کے باوجود رسول اللہ ﷺ ضرور اس کے مطابق عمل کرتے جبکہ اس کے بعد آپ چار دن زندہ رہے ہیں۔ ان بقیہ ایام میں جو حضرات سامان کتابت لانے کی خواہش رکھتے تھے انھوں نے بھی اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا انکار نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کر کے اس کے درست ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوت فہم اور دقت نظر کا پتہ چلتا ہے۔ انھیں بھی قرائن سے پتہ لگ گیا تھا کہ یہ دستاویز ضروری نہیں۔ اگر ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس اختلاف کی وجہ سے اسے نظر انداز نہ کرتے۔[1]

٤٤٣٣، ٤٤٣٤ - حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ فَاطِمَةَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ، ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ، فَسَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَتْ: سَارَّنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَبَكَيْتُ، ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِهِ يَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ. [راجع: ٣٦٢٣، ٣٦٢٤]

[4434،4433] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی مرض وفات میں بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں۔ آپ نے انھیں پھر دوبارہ بلایا اور کچھ آہستہ سے فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں۔ ہم نے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) اس کی بابت دریافت کیا تو انھوں نے کہا: پہلے نبی ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اس مرض میں آپ ﷺ کی روح قبض ہوگی تو یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر دوسری دفعہ یہ فرمایا: (اے فاطمہ!) میرے بعد اہل بیت میں سے سب سے پہلے تیری روح قبض ہوگی، یعنی تو مجھ سے ملے گی۔ یہ سن کر میں ہنسنے لگی۔

فوائدومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آئیں تو ان کی چال ڈھال رسول اللہ ﷺ جیسی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لخت جگر! خوش آمدید۔'' پھر انھیں دائیں یا بائیں جانب بٹھایا، پھر آپ نے ان سے آہستہ سے کوئی بات کی تو وہ رو پڑیں۔ میں نے پوچھا: تم کیوں روتی ہو؟ پھر آہستہ سے آپ نے بات کی تو آپ ہنس پڑیں۔ میں نے کہا کہ غمی اور خوشی کے ملے جلے جذبات میں نے آج ہی دیکھے ہیں۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاں نہیں کرنا چاہتی۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو میں نے پھر پوچھا تو انھوں نے کہا: پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ نے آہستہ سے یہ بات کہی تھی: ''جبرئیل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے جبکہ اس سال انھوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے،

[1] فتح الباري: 168/8.

میں سمجھتا ہوں کہ میری موت قریب ہے اور تم میرے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرو گی۔" تو میں رونے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا: "تم جنت میں خواتین کی سردار ہو گی، کیا تجھے یہ بات پسند نہیں ہے۔ میں یہ بشارت سن کر ہنس پڑی۔"[1]

② اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہنسنے کے دو اسباب تھے۔ ایک پہلی روایت میں اور دوسرا اس روایت میں مذکور ہے۔ واللہ أعلم.

٤٤٣٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ: أَنَّهُ لَا يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ - وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ - يَقُولُ: ﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم﴾ [النسآء: ٦٩] الْآيَةَ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ. [انظر: ٤٤٣٦، ٤٤٣٧، ٤٤٦٣، ٤٥٨٦، ٦٣٤٨، ٦٥٠٩]

[4435] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں (رسول اللہ ﷺ سے) سنا کرتی تھی کہ کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک اس کو اختیار نہیں دیا جاتا کہ دنیا اختیار کرے یا آخرت۔ میں نے نبی ﷺ سے آپ کی مرضِ وفات میں سنا، جبکہ آپ کا گلہ بیٹھ گیا تھا، آپ یہ پڑھتے تھے: "ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔" میں سمجھ گئی کہ اب آپ کو اختیار دیا گیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ میرے گمان کے مطابق آپ نے آخرت کو اختیار فرمایا ہے اور اب آپ ہمارے پاس نہیں رہیں گے۔[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی تلاوت سے جو استنباط کیا اسی طرح کا استنباط ان کے والد گرامی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی کیا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت میں سے ایک اختیار کرنے کے متعلق کہا ہے تو اس نے جو اللہ کے پاس ہے اسے اختیار کیا۔" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر روتے ہوئے کہا: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں![3] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس کلام سے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے اور آپ نے آخرت کو پسند فرمایا ہے۔ اب آپ ہمارے پاس نہیں رہیں گے۔ ② ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیٹی اور باپ کی فہم و فراست اللہ کی طرف سے ایک عطیہ تھی۔[4]

٤٤٣٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَرَضَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَعَلَ يَقُولُ: «فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى». [راجع: ٤٤٣٥]

[4436] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب نبی ﷺ کو وہ بیماری لاحق ہوئی جس میں آپ کی وفات ہوئی تھی تو فرمانے لگے: "اے اللہ! مجھے اعلیٰ رفقاء میں پہنچا دے۔"

① صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3623، 3624. ② صحيح البخاري، الرقاق، حديث: 6509. ③ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حديث: 3904. ④ فتح الباري: 172/8.

٤٤٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ صَحِيحٌ يَقُولُ: «إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيَّا أَوْ يُخَيَّرَ»، فَلَمَّا اشْتَكٰى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ، وَرَأْسُهُ عَلٰى فَخِذِ عَائِشَةَ، غُشِيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا أَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ، ثُمَّ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى»، فَقُلْتُ: إِذًا لَّا يُجَاوِرُنَا، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حَدِيثُهُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ. [راجع: ٤٤٣٥]

[4437] حضرت عائشہ ؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کی حالت میں فرماتے تھے: ''نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا حتی کہ وہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے، پھر اسے زندگی یا موت کا اختیار دیا جاتا ہے۔'' جب آپ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ میری ران پر سر رکھے ہوئے تھے۔ پہلے آپ پر غشی طاری ہوئی، پھر کچھ افاقہ ہوا تو چھت کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔'' اس وقت میں نے (دل میں) کہا کہ اب آپ ہمارے پاس رہنا پسند نہیں کریں گے۔ تب مجھے آپ کی اس حدیث کی تصدیق ہوگئی جو آپ بحالت صحت فرمایا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: (1) ''رفیق اعلیٰ'' کی تعبیر میں اختلاف ہے۔ کچھ حضرات نے اس سے ذات باری تعالیٰ کو مراد لیا ہے۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مقصود حضرات انبیاء ؑ ہیں۔ بعض نے کہا: اس سے ملائکہ مراد ہیں، کچھ علماء کا کہنا ہے کہ اس سے وہ جگہ مراد ہے جہاں ان کی رفاقت ہوگی اور وہ جنت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق کے ساتھ ملا دے۔''[1] بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رفیق اعلیٰ کا سوال کرتا ہوں جو سعادت مند ہے۔ حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل کی معیت مانگتا ہوں۔ یہ روایات اس موقف کی تردید کرتی ہیں کہ روایت کے الفاظ راوی سے بدل گئے ہیں۔ دراصل لفظ ''رفیق'' تھا جس کے معنی آسمان ہیں، راوی نے اس کو رفیق بنا دیا۔ مذکورہ روایات اس موقف کی تردید کرتی ہیں۔[2] (2) ہمارے نزدیک اس سے مراد وہ رفاقت ہے جو درج ذیل آیت میں بیان ہوئی ہے: ''اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور رفیق ہونے کے لحاظ سے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں۔''[3]

٤٤٣٨ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا مُسْنِدَتُهُ إِلٰى صَدْرِي، وَمَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

[4438] حضرت عائشہ ؓ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ نبی ﷺ کے پاس آئے جبکہ میں آپ کو اپنے سینے کا سہارا دے کر بیٹھی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن ؓ کے پاس تازہ مسواک تھی جس سے وہ اپنے دانتوں کو صاف کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اسے دیر تک

[1] صحیح البخاري، المغازي، حدیث: 4440. [2] فتح الباري: 172/8. [3] النساء 4:69.

سِوَاكٌ رَطْبٌ يَسْتَنُّ بِهِ، فَأَبَدَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَصَرَهُ، فَأَخَذْتُ السِّوَاكَ، فَقَضَمْتُهُ وَنَفَضْتُهُ وَطَيَّبْتُهُ ثُمَّ دَفَعْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَنَّ بِهِ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ، فَمَا عَدَا أَنْ فَرَغَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَفَعَ يَدَهُ أَوْ إِصْبَعَهُ ثُمَّ قَالَ: «فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى»، ثَلَاثًا، ثُمَّ قَضَى، وَكَانَتْ تَقُولُ: مَاتَ وَرَأْسُهُ بَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي. [راجع: ٨٩٠]

دیکھتے رہے۔ میں نے وہ مسواک (ان سے) لے کر چبائی اور اسے جھاڑ کر صاف اور نرم کیا، پھر نبی ﷺ کو پیش کی تو آپ نے اس سے اپنے دانتوں کو صاف کیا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی رسول اللہ ﷺ کو ایسے اچھی طرح مسواک کرتے نہیں دیکھا۔ پھر مسواک سے فارغ ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ یا انگلی اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا: ''اے اللہ! میں اچھے رفقاء کی رفاقت چاہتا ہوں۔'' پھر آپ وفات پا گئے۔ حضرت عائشہ ؓ فرمایا کرتی تھیں کہ آپ ﷺ کی وفات میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان ہوئی۔

٤٤٣٩ - حَدَّثَنِي حِبَّانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ، فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ طَفِقْتُ أَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفُثُ، وَأَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْهُ. [انظر: ٥٠١٦، ٥٧٣٥، ٥٧٥١]

[4439] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تو معوذات سے اپنے بدن پر دم کرتے اور اپنا ہاتھ اپنے بدن پر پھیرتے تھے۔ جب آپ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی تو میں معوذات پڑھ کر آپ پر دم کرتی تھی جس طرح آپ کرتے تھے، پھر نبی ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔

فوائد و مسائل: ① معوذات سے مراد قرآن مجید کی آخری دو سورتیں ہیں۔ ویسے معوذہ سے مراد وہ کلمات ہیں جن کے ذریعے سے شیاطین، بیماریوں اور دیگر تکلیفوں سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ حضرت عائشہ ؓ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ معوذات پڑھ کر دم کرتیں پھر نبی ﷺ کا برکت والا ہاتھ آپ کے بدن پر پھیرتی تھیں۔ ② رسول اللہ ﷺ ہر رات ایسا کیا کرتے تھے کہ پہلے آخری تین سورتیں پڑھ کر دم کرتے پھر ہاتھ پر پھونک مار کر اسے بدن پر پھیرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ کار اس طرح پر بیان ہوا ہے کہ جب آپ اپنے بستر پر تشریف لاتے تو آخری تین سورتیں پڑھتے پھر ہاتھوں پر پھونک مار کر انھیں اپنے بدن پر پھیرتے۔ پہلے سر اور چہرے پر پھر جسم کے اگلے حصے پر پھیرتے۔[1] دم کا یہ طریقہ امام زہری ؒ نے بیان کیا ہے۔[2]

٤٤٤٠ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ

[4440] حضرت عائشہ ؓ سے ایک اور روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا اور موت سے پہلے آپ کی

① صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث: 5017. ② صحيح البخاري، الطب، حديث: 5735.

عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْغَتْ إِلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ وَهُوَ مُسْنِدٌ إِلَيَّ ظَهْرَهُ يَقُولُ : «اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ». [انظر: ٥٦٧٤]

طرف کان لگایا جبکہ آپ نے اپنی پیٹھ کا میرے ساتھ سہارا لیا ہوا تھا، آپ فرماتے تھے: ''اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔''

فوائد ومسائل: ① صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں، میری باری کے موقع پر، میرے حلق اور سینے کے درمیان وفات پائی اور زندگی کے آخری لمحات میں اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب اور آپ کے لعاب مبارک کو جمع کر دیا۔[1] حضرت عائشہ ؓ نے پہلے مسواک کو آگے سے کاٹا پھر اسے اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو پیش کی۔ ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہ ؓ کی ران پر تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سر مبارک حضرت عائشہ ؓ کی ران پر تھا پھر اسے اٹھا کر سینے کے ساتھ کر لیا تھا۔ ② حاکم اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو آپ کا سر مبارک حضرت علی ؓ کی گود میں تھا، لیکن یہ روایت شیعہ حضرات کی خود ساختہ ہے اور اس روایت کے ہر طریق میں شیعہ راوی ہیں۔[2]

٤٤٤١ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ الْوَزَّانِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ : «لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»، قَالَتْ عَائِشَةُ : لَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ، خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا. [راجع: ٤٣٥]

[4441] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے دوبارہ نہ اٹھ سکے: ''اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔'' حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا تو آپ کی قبر کو بر سر عام ظاہر کر دیا جاتا۔

فائدہ: قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی دو صورتیں ہیں: ○ قبروں کو براہ راست سجدہ کیا جائے۔ ○ نماز پڑھتے وقت قبر کو اپنے اور قبلے کے درمیان کیا جائے۔ یہودی لوگ یہ دونوں صورتیں اختیار کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنا لیا جائے۔ اسی اندیشے کی برکت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کو چھت کے ذریعے سے بند کر دیا گیا ہے۔ یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ آج تمام کائنات میں صرف ایک ہی سچے آخری رسول ﷺ کی قبر محفوظ ہے اور وہ بھی اس حالت میں کہ وہاں کسی بھی قسم کی پوجا پاٹ نہیں کی جاتی۔ واللہ المستعان.

---

① صحيح البخاري، فرض الخمس، حديث : 3100. ② الطبقات الكبرىٰ لابن سعد : 263/2، وفتح الباري : 175/8، وسلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة : 710/10، رقم الحديث : 4969.

٤٤٤٢ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللهِ بِالَّذِي قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ: هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ تُحَدِّثُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِي وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ قَالَ: «هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ»، فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا بِيَدِهِ أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ، قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ. [راجع: ١٩٨]

[4442] نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ نے اپنی بیویوں سے اجازت طلب کی کہ میرے گھر میں آپ کی تیمار داری کی جائے۔ ازواج مطہرات نے (بخوشی) اجازت دے دی۔ آپ دو مردوں کے سہارے باہر تشریف لائے جبکہ آپ کے قدم زمین پر لکیر کھینچ رہے تھے۔ آپ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ اور ایک دوسرے شخص کے درمیان تھے۔ (راویٔ حدیث) عبیداللہ نے کہا: میں نے ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کے ارشاد کا حضرت عبداللہ (بن عباس ؓ) سے ذکر کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے کہا: تم جانتے ہو کہ دوسرا شخص کون تھا جس کا ام المومنین نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ نے کہا: وہ حضرت علی بن ابو طالب ؓ تھے۔ نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ ؓ نے بیان فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ آپ نے فرمایا: ''میرے اوپر سات مشکیزے بہاؤ جن کے تسمے نہ کھولے گئے ہوں ممکن ہے کہ میں لوگوں کو وصیت کروں۔'' چنانچہ ہم نے آپ کو نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت حفصہ ؓ کے ایک بڑے برتن میں بٹھا دیا۔ پھر ہم نے آپ پر سات مشکیزوں کا پانی بہانا شروع کیا حتی کہ آپ نے اپنے دست مبارک سے ہماری طرف اشارہ فرمایا کہ تم نے تعمیل کر دی ہے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: پھر آپ لوگوں کی طرف تشریف لے گئے اور انھیں نماز پڑھا کر خطبہ دیا۔

فوائد ومسائل: ① دوران مرض میں رسول اللہ ﷺ نے امہات المومنین سے فرمایا: ''میں تمھارے گھروں میں آنے جانے

کی ہمت نہیں رکھتا، اپنی خوشی سے مجھے اجازت دے دیں۔'' نیز آپ فرمایا کرتے تھے: ''میں کل کہاں ہوں گا؟'' آپ حضرت عائشہ ؓ کے گھر آنے کی خواہش رکھتے تھے، چنانچہ حضرت میمونہ ؓ کے گھر سے جب حضرت عائشہ ؓ کے گھر تشریف لائے تو سوموار کا دن تھا۔ ② آپ کو لانے والے کئی حضرات تھے: ایک جانب تو حضرت عباس ؓ تھے دوسری جانب کبھی حضرت علی، حضرت اسامہ، حضرت ثوبان اور کبھی حضرت فضل ؓ ہوتے۔ بعض اوقات گھر کے اندر ایک جانب حضرت بریرہ اور حضرت نوبہ ہوتی تھیں۔ چونکہ دوسری جانب کوئی متعین آدمی نہ تھا، اس لیے آپ نے کسی کا نام نہیں لیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عباس ؓ کا نام بزرگی کے طور پر لیا ہو۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے سات مشکیزے بہانے کا حکم دیا کیونکہ سات کے عدد میں خصوصیت ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ سات کے عدد کو زہر اور جادو کے اثر کو زائل کرنے میں خاص دخل ہے، اس کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے سات مشکیزوں کا پانی منگوایا۔[1]

٤٤٤٣، ٤٤٤٤ - وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ - وَهُوَ كَذٰلِكَ -: «لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»، يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا. [راجع: ٤٣٥، ٤٣٦]

[4444,4443] حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ اپنے چہرے پر چادر ڈالتے تھے۔ پھر جب سانس گھٹنے لگتا تو اسے چہرے سے ہٹا دیتے۔ پھر اسی حالت میں آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' آپ اپنی امت کو اس (فعل) سے ڈراتے تھے جو یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔

فائدہ: یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء ؑ کی قبروں کو سجدہ کرتے اور ان کی تعظیم شان کے لیے انھیں قبلہ بناتے تھے، اس لیے مسلمانوں کو اس کام سے روکا گیا، چنانچہ ایک حدیث میں اس امر کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔ حضرت ام حبیبہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا، اس میں مورتیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کا طریقہ تھا کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اس میں مورتیاں رکھ دیتے۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں یہ لوگ پوری مخلوق سے بدتر ہوں گے۔''[2]

٤٤٤٥ - أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ: أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي ذٰلِكَ، وَمَا حَمَلَنِي عَلَى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي أَنْ يُحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهُ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهُ

[4445] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے (مرض کے دوران میں حضرت ابوبکر ؓ کو امام بنانے کے معاملے میں) بار بار پوچھا، آپ سے بار بار پوچھنے پر مجھے اس بات نے آمادہ کیا

---

[1] فتح الباري: 177/8. [2] صحيح البخاري، الصلاة، حديث: 434.

أَبَدًا وَّلَا كُنْتُ أَرَى أَنَّهُ لَنْ يَقُومَ أَحَدٌ مَّقَامَهُ إِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهِ، فَأَرَدْتُّ أَنْ يَعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَبِي بَكْرٍ.

کہ مجھے یقین تھا کہ جو شخص بھی امامت میں رسول اللہ ﷺ کے قائم مقام ہوگا لوگ اس سے بدفالی لیں گے، اس لیے میں چاہتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم نہ دیں۔

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو مُوسٰى وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٩٨]

اس روایت کو ابن عمر، ابو موسیٰ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عائشہ کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ امامت کے لیے کسی اور شخص کو حکم دیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی جگہ جب کوئی دوسرا کھڑا ہوگا تو لوگ اسے برا خیال کریں گے اور اس سے محبت نہیں کریں گے۔ ② اس حدیث میں مرض وفات کا بیان ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ذکر کیا ہے، پھر آخر میں تین دیگر احادیث کا تائید کے لیے حوالہ دیا ہے۔ ان تینوں روایات کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل اسانید سے بیان کیا ہے، مثلاً: حدیث ابن عمر، کتاب الأذان، حدیث: 682، حدیث ابو موسیٰ اشعری، کتاب الأذان، حدیث: 678 اور حدیث ابن عباس، کتاب الأذان، حدیث: 687. واضح رہے کہ ان تینوں احادیث میں امامت ابوبکر کو ذکر کیا گیا ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٤٤٤٦ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَإِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي، فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٨٩٠]

[4446] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کا سر مبارک وفات کے وقت میری ٹھوڑی اور سینے کے درمیان تھا۔ اور جب سے میں نے نبی ﷺ پر موت کی سختی دیکھی ہے، اس کے بعد موت کی سختی کو کسی کے لیے برا نہیں سمجھتی۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ پر موت بہت سخت واقع ہوئی، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ کے پاس ایک برتن میں پانی موجود تھا آپ بار بار اس میں ہاتھ ڈالتے اور پانی لے کر اسے بار بار اپنے منہ پر پھیرتے اور فرماتے: ''لا الٰہ الا اللہ موت میں بڑی سختیاں ہیں'' نیز آپ ان الفاظ میں دعا کرتے: ''اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔'' اور موت کی سختیاں برداشت کرنے پر آپ کو اللہ کی طرف سے کئی گنا اجر دیا جائے گا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے گروہ کے لیے سختیاں اور آزمائشیں بہت ہیں، اس لیے ہمارے اجر و ثواب میں بھی کئی گنا اضافہ ہوگا۔[1]

٤٤٤٧ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ

[4447] حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے

① فتح الباري: 176/8.

شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا الْحَسَنِ! كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللهِ بَارِئًا، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ وَاللهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا، وَإِنِّي وَاللهِ لَأُرٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ سَوْفَ يُتَوَفّٰى مِنْ وَجَعِهِ هٰذَا، إِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، اذْهَبْ بِنَا إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ؟ إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ فَأَوْصٰى بِنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّا وَاللهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ، وَإِنِّي وَاللهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ.

[انظر: ٦٢٦٦]

روایت ہے، اور حضرت کعب بن مالک ؓ ان تین بزرگوں میں سے ایک ہیں جن کی توبہ قبول کی گئی تھی، انھوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس ؓ نے بتایا کہ ایک دن حضرت علی بن ابو طالب ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر آئے جبکہ آپ مرض وفات میں مبتلا تھے۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ اب کیسے ہیں؟ انھوں نے کہا: الحمد للہ اب اچھے ہیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: اللہ کی قسم! تم تین (دن) کے بعد محکوم اور لاٹھی کے غلام بن جاؤ گے کیونکہ اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب آپ اس مرض سے وفات پا جائیں گے۔ میں بنومطلب کے چہرے ان کی موت کے وقت پہچانتا ہوں۔ آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اس امر کے متعلق دریافت کریں کہ آپ کے بعد کون آپ کا خلیفہ ہوگا؟ اگر آپ نے ہم لوگوں کو خلافت دی تو معلوم ہو جائے گا اور اگر آپ نے کسی دوسرے کو خلافت سونپی تو بھی معلوم ہو جائے گا اور تب آپ ہمارے متعلق حسن سلوک کی اسے وصیت فرمائیں گے۔ حضرت علی ؓ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے آپ سے اس امر سے متعلق دریافت کیا اور آپ نے ہمیں محروم فرما دیا تو آپ کے بعد لوگ ہمیں کبھی خلیفہ نامزد نہیں کریں گے۔ اللہ کی قسم! میں تو رسول اللہ ﷺ سے خلافت کے متعلق سوال نہیں کروں گا۔

فوائد ومسائل: ① عَبْدُ الْعَصَا کے معنی ہیں: لاٹھی کا بندہ، یعنی تنہا مسافر کیونکہ مسافر ہاتھ میں لاٹھی رکھتا ہے، اس کی حمایت کرنے والا اور کوئی نہیں ہوتا۔ حضرت عباس ؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، اس لیے خلافت کا فیصلہ آپ کی زندگی میں ہو جانا چاہیے۔ ② مرض میں ایک ایک چیز سنبھالنے کی ہوتی ہے۔ چونکہ حضرت علی ؓ ناتجربہ کار تھے، اس لیے انھیں اس بات کا ادراک نہ ہوا جبکہ حضرت عباس ؓ تجربہ کار تھے انھیں اس امر کا احساس ہوگیا۔ یہ حضرت عباس ؓ کی فراست تھی۔ ③ اس حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی ؓ کے دل میں خلافت کی

تمنا موجود تھی، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ہمارے بغیر بھی کوئی اس خلافت کی طمع رکھتا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی سے کہا: ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمھاری بیعت کروں، پھر دوسرے لوگ بھی بیعت کرلیں گے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا نہ کیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: کاش! میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات مان لیتا۔[1] ④ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علی وصی رسول ہیں، یعنی آپ نے ان کے لیے خلافت کی وصیت کی تھی۔ اگر یہ مفروضہ صحیح ہے تو انھیں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں محروم کر دیا تو آپ کے بعد لوگ ہمیں کبھی خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ بہر حال شیعہ حضرات کی وصیت والی بات لغو اور من گھڑت ہے۔[2]

٤٤٤٨ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَاهُمْ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي لَهُمْ، لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ، وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ أَنَسٌ: وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ. [راجع: ٦٨٠]

[4448] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، دریں اثنا کہ مسلمان سوموار کے دن نماز فجر میں تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ انھیں نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ ظاہر ہوئے۔ آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھایا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا جبکہ وہ دورانِ نماز میں صفیں باندھے ہوئے تھے۔ آپ مسکراتے ہوئے ہنس پڑے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنا شروع کیا تاکہ صف میں شامل ہو جائیں، انھوں نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریب تھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی صحت یابی کی خوشی میں نماز ہی توڑ دیتے، تاہم آپ نے ان کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری کرو۔ پھر آپ حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ لٹکا لیا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری دن سوموار کی نماز فجر کا واقعہ ہے جو اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔ آپ نے جب مسلمانوں کو نماز میں مصروف پایا اور تھوڑی دیر آپ نے نماز باجماعت کی ادائیگی کو ملاحظہ فرمایا تو رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ نمایاں ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت چہرۂ مبارک چمک کی وجہ سے ورق قرآن معلوم ہو رہا تھا۔[3] اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر اس عالم رنگ و بو میں کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے

---

① الطبقات الكبرىٰ لابن سعد: 28/4. ② فتح الباري: 179/8. ③ صحيح البخاري، الأذان، حديث: 680.

حاضرین کو نماز کی بار بار تاکید فرمائی، چنانچہ آپ کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز ادا کرتے رہنا اور اپنے زیر دست لوگوں سے حسن سلوک کرنا۔ آپ نے اس وصیت کو بار بار دہرایا۔ ② عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس کے بعد آپ پر نزع کا عالم طاری ہو گیا جیسا کہ ایک روایت میں اس کی صراحت ہے۔[1]

٤٤٤٩ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: أَنَّ أَبَا عَمْرٍو ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُولُ: إِنَّ مِنْ نِّعَمِ اللهِ عَلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي، وَفِي يَوْمِي، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَأَنَّ اللهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ. وَدَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَّسُولَ اللهِ ﷺ، فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ، فَقُلْتُ: آخُذُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَّعَمْ، فَتَنَاوَلْتُهُ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، وَقُلْتُ: أُلَيِّنُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَّعَمْ، فَلَيَّنْتُهُ، فَأَمَرَّهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ - يَشُكُّ عُمَرُ - فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُولُ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ»، ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ: «فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى»، حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ. [راجع: ٨٩٠]

[4449] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک احسان مجھ پر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری باری کے دن میرے گھر میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کا سر مبارک میرے سینے اور گردن کے درمیان تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آخری وقت میرا اور آپ کا لعاب دہن ملا دیا کیونکہ (میرے بھائی) حضرت عبدالرحمٰن ؓ ایک تازہ مسواک پکڑے گھر میں داخل ہوئے۔ میں اس وقت آپ کو سہارا دیے ہوئے تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ مسواک کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ آپ مسواک کو بہت پسند کرتے تھے۔ میں نے عرض کی: یہ مسواک آپ کے لیے لے لوں؟ آپ نے سر مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا: ''ہاں۔'' چنانچہ میں نے وہ مسواک لے کر آپ کو دی لیکن آپ کو سخت محسوس ہوئی، اس لیے میں نے کہا: میں اسے آپ کے لیے نرم کر دوں؟ آپ نے سر کے اشارے سے فرمایا: ''ہاں۔'' لہٰذا میں نے اسے چبا کر نرم کر دیا۔ پھر آپ نے اسے دانتوں پر پھیرا اور آپ کے سامنے چمڑے یا لکڑی کا ایک بڑا پیالہ تھا...... (راویٔ حدیث) عمر کو شک ہے...... اس (پیالے) میں پانی تھا۔ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ مبارک (بار بار) اس (پانی والے برتن) میں داخل کرتے اور (انھیں تر کر کے) اپنے چہرۂ انور پر پھیرتے اور فرماتے: ''لا الہ الا اللہ، موت کی بڑی سختیاں ہوتی ہیں۔'' پھر آپ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر فرمایا: ''اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ

[1] صحيح البخاري، الأذان، حديث: 754.

سے ملا دے۔'' حتی کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی اور ہاتھ نیچے جھک گیا۔

فوائدومسائل: ① صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دن میرا اور رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن اکٹھا کر دیا۔[1] اس میں اشارہ تھا کہ صدیقہ کائنات حضرت عائشہ ؓ اور رسول اللہ دنیا و آخرت میں ایک جگہ رہیں گے۔ ② اس حدیث سے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ آپ کا لعاب دہن اور رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک، آپ کے منہ میں جمع ہو گئے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسواک کرنا شروع کی تو اس وقت جو حضرت عائشہ ؓ کا لعاب دہن مسواک سے لگا ہوا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک سے مل گیا۔ واللہ أعلم.

٤٤٥٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَقُولُ: «أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟» - يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ - فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ، فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ فِي بَيْتِي، فَقَبَضَهُ اللهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي، ثُمَّ قَالَتْ: دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ لَهُ: أَعْطِنِي هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَأَعْطَانِيهِ، فَقَضَمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ، فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَاسْتَنَّ بِهِ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِي. [راجع: ٨٩٠]

[4450] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض موت میں پوچھتے رہتے تھے: ''کل میرا قیام کہاں ہوگا؟ کل میں کہاں رہوں گا؟'' آپ حضرت عائشہ ؓ کی باری کے منتظر تھے۔ آخر کار تمام ازواج مطہرات نے آپ کو حضرت عائشہ ؓ کے گھر قیام کی اجازت دے دی اور آپ کی وفات انھی کے گھر میں ہوئی۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: آپ کی وفات اسی دن ہوئی جس دن قاعدے کے مطابق میرے ہاں قیام کی باری تھی۔ رحلت کے وقت آپ کا سر مبارک میرے سینے اور گردن کے درمیان تھا اور میرا لعاب آپ کے لعاب دہن سے مل گیا تھا۔ پھر فرمایا: اس دوران میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ داخل ہوئے اور ان کے پاس مسواک تھی جسے وہ استعمال کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا تو میں نے کہا: عبدالرحمٰن! یہ مسواک مجھے دو۔ انھوں نے وہ مسواک مجھے دے دی تو میں نے اسے اچھی طرح چبایا اور اسے جھاڑ کر رسول اللہ ﷺ کو دے دی تو آپ نے وہ مسواک استعمال کی۔ اس وقت آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث :4451.

٤٤٥١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَكَانَتْ إِحْدَانَا تُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ، فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ: «فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى، فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى». وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَّفِي يَدِهِ جَرِيدَةٌ رَّطْبَةٌ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً، فَأَخَذْتُهَا فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا وَنَفَضْتُهَا، فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ، فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا. ثُمَّ نَاوَلَنِيهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ - أَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ - فَجَمَعَ اللهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِّنَ الدُّنْيَا، وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِّنَ الْآخِرَةِ.

[راجع: ٨٩٠]

[4451] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ کی وفات میرے گھر میں اور میری باری کے دن ہوئی۔ آپ اس وقت میرے سینے اور گردن کے درمیان تھے۔ ہماری عادت تھی کہ جب آپ ﷺ بیمار ہوتے تو ہم میں سے کوئی آپ کے لیے دعائیں پڑھ کر شفا طلب کرتی تھی، چنانچہ میں آپ کے لیے شفا کی دعا کرنے لگی تو آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمانے لگے: ''رفیق اعلیٰ میں، رفیق اعلیٰ میں۔'' اس دوران میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ پاس سے گزرے جبکہ ان کے ہاتھ میں کھجور کی تازہ مسواک تھی۔ نبی ﷺ نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی تو میں نے خیال کیا کہ آپ مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے مسواک پکڑی، اس کا کنارہ چبایا اور نرم کر کے اسے آپ ﷺ کے حضور پیش کیا۔ آپ نے اس کے ساتھ مسواک کی اور بہت اچھی مسواک کی۔ پھر وہ مجھے دینے لگے تو آپ کا دست مبارک نیچے جھک گیا یا مسواک آپ کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میرے لعاب دہن اور آپ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا۔

فوائد ومسائل: ① حافظ ابن حجر ؒ نے مسند احمد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: جس وقت رسول اللہ ﷺ کی روح پرواز ہوئی، اس وقت ہم نے ایسی بہترین خوشبو پائی کہ اس جیسی خوشبو ہم نے زندگی بھر نہ سونگھی تھی۔[1] ② اس حدیث میں ایک اشکال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نو بیویاں تھیں اور آپ بارہ دن بیمار رہے، مرض کی ابتدا حضرت عائشہ کے گھر سے ہوئی۔ حضرت میمونہ ؓ کے گھر بیماری زور پکڑ گئی تو پھر حضرت عائشہ ؓ کی باری پیر کے دن کیسے آ گئی؟ اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ حضرت سودہ ؓ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو ہبہ کر دی تھی، گویا حضرت عائشہ ؓ کی دو باریاں تھیں۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ آپ کی بیماری کا آغاز بیت عائشہ ؓ میں ہوا ہو اور اس دن حضرت سودہ ؓ کی باری کا دن تھا اور تیسرا دن حضرت عائشہ ؓ کی اصلی باری کا ہو تو اس صورت میں بارھواں دن حضرت عائشہ ؓ کا بنتا ہے۔ اگر مرض کی ابتدا حضرت میمونہ ؓ کے گھر سے ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں۔ روایات اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کا آغاز

[1] مسند أحمد: 121/6، 122.

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوا تھا۔ واللہ أعلم.

٤٤٥٢، ٤٤٥٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِّنْ مَّسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ، فَتَيَمَّمَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ وَّجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى، ثُمَّ قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، وَاللهِ لَا يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا. [راجع: ١٢٤١، ١٢٤٢]

[4453,4452] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی رہائش گاہ سُنح سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ پھر سواری سے اتر کر مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں سے بالکل ہم کلام نہ ہوئے۔ سیدھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کا قصد کیا۔ آپ کو دھاری دار یمنی چادر میں ڈھانپا گیا تھا۔ انھوں نے آپ کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا، پھر آپ پر جھکے اور آپ کے چہرۂ انور کو بوسہ دیا اور رو پڑے، پھر فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ بہر حال ایک موت جو آپ کے لیے لکھی جا چکی تھی وہ تو ہو چکی۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سُنح سے تشریف لائے تھے جو ان کی بیوی بنت خارجہ کا مسکن تھا۔ انھوں نے وہاں رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے رہائش رکھی تھی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ ② دراصل بعض لوگوں کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب زندہ ہوں گے اور لوگوں کے ہاتھ کاٹیں گے، پھر آپ کو دوسری موت سے دوچار کیا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرما دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز و اکرام دیا ہے کہ اس نے آپ کو دو موتیں نہیں دیں جس طرح حضرت عزیر علیہ السلام اور کچھ بنی اسرائیل کو دو موتوں سے دوچار کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ پر جو موت آنا تھی وہ آ چکی ہے، اب کوئی دوسری موت نہیں آئے گی۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حوصلہ دیا کہ وہ خود بھی ثابت قدم رہے اور دوسروں کو بھی حوصلہ دیا۔ واللہ أعلم.

٤٤٥٤ - قَالَ [الزُّهْرِيُّ]: وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ: اجْلِسْ يَا عُمَرُ! فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَتَرَكُوا عُمَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَّا بَعْدُ، مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا

[4454] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے کچھ کہہ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! بیٹھ جاؤ، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اس دوران میں لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے۔ آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: تم میں سے جو بھی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا

يَمُوتُ، قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿الشَّٰكِرِينَ﴾ [آل عمران: ١٤٤] وَقَالَ: وَاللهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ، فَتَلَقَّاهَا النَّاسُ مِنْهُ كُلُّهُمْ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِّنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا، فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ قَالَ: وَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا، فَعَقِرْتُ حَتّٰى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ، وَحَتّٰى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ مَاتَ!

[راجع: ١٢٤٢]

چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ''محمد (ﷺ) صرف رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں... اور اللہ شکر ادا کرنے والوں کو اچھی جزا دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ کی قسم! ایسا محسوس ہوا جیسے پہلے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو اب سب لوگ اس آیت کو ان سے لے رہے ہیں۔ اب تو یہ حال تھا کہ میں جس شخص کو بھی سنتا وہی اس کی تلاوت کر رہا ہوتا۔ حضرت سعید بن مسیب نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا کہ نبی ﷺ کی وفات ہو گئی ہے۔ میں تو سکتے میں آ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری دونوں ٹانگیں لڑکھڑانے لگی ہیں اور میں زمین پر گر جاؤں گا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی وفات حسرت آیات پر اہل مدینہ کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے کوہ استقامت اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ اپنی تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: جس نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کا کہا میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسند احمد کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما آئے اور دونوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں اجازت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھ کر کہا: ہائے! آپ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ انتقال فرما چکے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ڈانٹتے ہوئے کہا: تم غلط کہتے ہو اور کسی فتنے کا شکار ہو چکے ہو۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک فوت ہونے والے نہیں جب تک تمام منافقین کا خاتمہ نہ کر دیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے پردہ اٹھا کر آپ کو دیکھا اور إنا للہ وإنا إلیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔[1] ② حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کے بجائے اسم گرامی ''محمد'' کا لفظ

1 مسند أحمد: 219/6.

استعمال کیا کیونکہ اس سے مقصود ذات کریمہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کہنے سے وصف رسالت کی طرف نگاہ ہوتی، حالانکہ اس وقت وصف رسالت ملحوظ نہیں تھا کیونکہ اس کا تعلق مرسل، یعنی ذات باری تعالیٰ سے تھا جو منقطع نہیں ہوا تھا، اگر آپ کی رسالت منقطع ہوتی تو پھر ذات گرامی کا ذکر کرنا مناسب نہ تھا، اس لیے وصف رسالت کے بجائے اسم گرامی ذکر کیا گیا۔ واللّٰہ أعلم.

٤٤٥٥، ٤٤٥٦، ٤٤٥٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبَّلَ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهِ. [راجع: ١٢٤١، ١٢٤٢، وانظر: ٥٧٠٩]

[4457,4456,4455] حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر ؓ نے آپ کو بوسہ دیا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت ابوبکر ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر اپنا منہ رکھا اور بوسہ دیا، پھر روتے ہوئے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ تو حیات و ممات میں پاکیزہ ہیں۔ ② ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو چھوا تو لوگوں نے عرض کی: اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں؟ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: جی ہاں آپ وفات پا چکے ہیں۔[1]

٤٤٥٨ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَزَادَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلُدُّونِي، فَقُلْنَا: كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: «أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي؟» قُلْنَا: كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَقَالَ: «لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ، إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ».

[4458] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ کو بصورت لدود دوا پلانا چاہی تو آپ نے منع فرمایا۔ ہم سمجھے کہ آپ کا منع کرنا ایسا ہے جیسے ہر مریض دوا سے کراہت کرتا ہے۔ پھر آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ”کیا میں تمھیں منع نہیں کرتا رہا کہ مجھے لدود کی صورت میں دوا مت پلاؤ؟“ ہم نے عرض کی: مریض تو منع کیا ہی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”گھر میں کوئی آدمی باقی نہ رہے، سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے، صرف حضرت عباس کو چھوڑ دو کیونکہ وہ اس وقت تمھارے ساتھ موجود نہیں تھے۔“

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ،

یہ روایت ابو الزناد نے بھی بیان کی ہے ہشام سے،

[1] مجمع الزوائد: 217/5، وفتح الباري: 184/8.

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [انظر: ٥٧١٢، ٦٨٨٦، ٦٨٩٧]

انھوں نے اپنے والد (عروہ) سے، انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے۔

فوائد ومسائل: ① منہ کے ایک کنارے سے دوائی ڈالنے کو لدود، جو دوائی حلق میں ڈالی جائے اسے وجور اور جو ناک میں ڈالی جائے اسے سعوط کہا جاتا ہے۔ آپ کو نمونیا کی شکایت تھی۔ حضرت ام سلمہ اور حضرت اسماء بنت عمیس ؓ نے کہا کہ قسط ہندی کو تیل میں ملا کر لدود کیا جائے، چنانچہ بصورت لدود آپ کو دوا دی گئی تو آپ نے فرمایا: یہ تو عورتوں کا ٹوٹکا ہے۔ میرے روکنے کے باوجود تم نے ایسا کیا ہے اب تمھارے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا حتی کہ ام المومنین حضرت میمونہ ؓ روزے کی حالت میں تھیں، ان کے ساتھ بھی یہ برتاؤ کیا گیا۔ ② واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل خانہ کو ادب سکھانے کے لیے بصورت لدود ان کے منہ میں دوا ڈالنے کا حکم دیا تاکہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریں۔ یہ اقدام قصاص یا انتقام کی وجہ سے نہ تھا۔[1]

٤٤٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَزْهَرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ فَقَالَتْ: مَنْ قَالَهُ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَإِنِّي لَمُسْنِدَتُهُ إِلَى صَدْرِي، فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَانْخَنَثَ، فَمَاتَ فَمَا شَعَرْتُ، فَكَيْفَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ؟. [راجع: ٢٧٤١]

[4459] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، ان کے پاس ذکر ہوا کہ نبی ﷺ نے حضرت علی ؓ کو کوئی خاص وصیت کی ہے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: یہ کون کہتا ہے؟ میں خود نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی، آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے طشت منگوایا، پھر ایک طرف جھک گئے اور آپ کی وفات ہوگئی۔ اس وقت مجھے بھی معلوم نہیں ہوا، پھر حضرت علی ؓ کو آپ نے کب وصی بنا دیا؟

فوائد ومسائل: ① وصیت اگر ہوسکتی تھی تو زندگی کے آخری لمحات میں ہوسکتی تھی۔ آخری وقت کی وصیت کا حضرت عائشہ ؓ انکار کر رہی ہیں، اس کے باوجود اگر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کوئی وصیت کی ہوتی تو صحابہ میں سے کسی نے تو اسے سنا ہوتا، کوئی اسے بیان کرتا، حالانکہ کتب حدیث میں وصیت مزعومہ کے متعلق کوئی بھی روایت و حکایت منقول نہیں ہے۔ ایسے حالات میں حضرت علی ؓ ''وصی رسول اللہ'' کیسے بن گئے؟ ② خود حضرت علی ؓ کی تصریحات ہیں کہ وصیت کے متعلق ہماری کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ حضرت علی ؓ اپنا صحیفہ دکھایا کرتے تھے جس میں احکام صدقات و دیات وغیرہ تھے۔ اس میں بھی خلافت وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں تھا۔

٤٤٦٠ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ

[4460] حضرت طلحہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے پوچھا: کیا

[1] فتح الباري: 8/185.

أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَوْصَى النَّبِيُّ ﷺ؟ فَقَالَ: لَا، فَقُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أَوْ أُمِرُوا بِهَا؟ قَالَ: أَوْصَى بِكِتَابِ اللهِ. [راجع: ٢٧٤٠]

نبی ﷺ نے کوئی وصیت کی تھی؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: پھر لوگوں پر وصیت کیونکر فرض کی گئی ہے یا لوگوں کو اس کا کیونکر حکم دیا گیا ہے؟ انھوں نے کہا: آپ ﷺ نے اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس حکم پر وصیت کا اطلاق بطور مشاکلہ ہے، لہٰذا وصیت کی نفی اور اثبات میں کوئی منافات نہیں، یعنی جس وصیت کی نفی کی وہ مال یا امامت وخلافت کی وصیت تھی اور جسے ثابت کیا وہ اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کا حکم تھا۔ ② بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ ''وصی رسول اللہ'' نہیں ہیں یہ شیعہ حضرات کا خودساختہ پروپیگنڈا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ اس کی کوئی بنیاد ہی ہے۔ واللہ أعلم.

٤٤٦١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دِينَارًا، وَلَا دِرْهَمًا، وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً، إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِي كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهُ، وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً. [راجع: ٢٧٣٩]

[4461] حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نہ دینار نہ درہم اور نہ کوئی لونڈی اور غلام چھوڑا، صرف ایک سفید خچر تھا جس پر آپ سواری فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہتھیار اور زمین چھوڑی تھی جسے آپ نے مسافروں کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔

فائدہ: راویٔ حدیث حضرت عمرو بن حارث، ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ نے خلافت وغیرہ کے متعلق کسی کو کوئی وصیت نہیں کی، اگر وصیت کی ہے تو اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کی ہے یا اپنے چھوڑے ہوئے مال کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ میرے مرنے کے بعد میرا سارا مال صدقہ ہوگا۔ اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔ اس حدیث کی تشریح ہم کتاب الوصایا کے آغاز میں کر آئے ہیں۔

٤٤٦٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ: وَا كَرْبَ أَبَاهُ! فَقَالَ: «لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ». فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا أَبَتَاهُ، أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ، مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ يَا أَبَتَاهُ، إِلَى جِبْرِيلَ

[4462] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب نبی ﷺ سخت بیمار ہوئے اور آپ پر غشی طاری ہوئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے والد کو سخت تکلیف ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فاطمہ! آج کے بعد تمھارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔'' پھر جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو سیدہ فاطمہ نے فرمایا: اے میرے اباجان! جس نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اے میرے ابو

نَنْعَاهُ! فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ: يَا أَنَسُ! أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ التُّرَابَ؟.

جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا ہے۔ اے والد گرامی! ہم حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آپ کے انتقال کی خبر دیتے ہیں۔ پھر جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے انس! تمھارے دل رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالنے کے لیے کیونکر آمادہ ہوئے تھے؟

فوائد ومسائل: ① حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کہا تھا: ''ہائے میرے والد کو سخت تکلیف ہے۔'' لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ موت کے قریب میت کے لیے اظہار غم وحزن جائز ہے اور وفات کے بعد بھی میت کے ایسے اوصاف ذکر کرنے جائز ہیں جو موصوف میں پائے جاتے ہوں جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کیے جن سے آپ متصف تھے۔ ② اگرچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کا بخوبی علم تھا، مگر اس کلام سے حسرت وافسوس کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ شریعت میں وہ نوحہ ممنوع ہے جس میں رونے والا میت کے ایسے اوصاف ذکر کرے جو اس میں نہیں پائے جاتے یا وہ مبالغہ آمیزی سے کام لے جیسا کہ دور جاہلیت میں کیا جاتا تھا۔

(٨٥) بَابُ آخِرِ مَا تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ

باب: 85- آخری کلمہ جو نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا

٤٤٦٣ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ: قَالَ يُونُسُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي رِجَالٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ صَحِيحٌ: «إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتَّى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ»، فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ، فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلٰى»، فَقُلْتُ: إِذًا لَّا يَخْتَارُنَا، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَدِيثُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهِ وَهُوَ صَحِيحٌ، قَالَتْ: فَكَانَ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا: «اَللّٰهُمَّ

[4463] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے: ''کوئی نبی فوت نہیں ہوتا حتی کہ وہ اپنی جگہ جنت میں دیکھ لیتا ہے۔ پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔'' چنانچہ جب آپ ﷺ کی وفات قریب ہوئی اور آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر افاقہ ہوا تو آپ نے گھر کی چھت کی طرف نظر جما دی، پھر آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ کا طلبگار ہوں۔'' میں نے کہا: اب ہمیں اختیار نہیں کریں گے اور مجھے محسوس ہوا کہ یہ وہی کلام ہے جو ہم سے تندرستی کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کا آخری کلام جو آپ کی

الرَّفِيقَ الْأَعْلَى» . [راجع: ٤٤٣٥]

زبان سے نکلا وہ یہ تھا: ”اے اللہ! میں اپنے رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں۔“

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک پہلے حضرت عائشہ ؓ کی ران پر تھا جیسا کہ اس حدیث میں ہے، پھر انھوں نے آپ کے سر مبارک کو اپنے سینے اور گردن کے درمیان کر لیا جیسا کہ حدیث: 4449 میں ہے، لہٰذا ان دونوں احادیث میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

(٨٦) بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ ﷺ

باب: 86- نبی ﷺ کی وفات کا بیان

٤٤٦٤، ٤٤٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا. [انظر: ، ٤٩٧٨، راجع: ٣٨٥١]

[4465,4464] حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں دس سال اقامت پذیر رہے، آپ پر قرآن مجید نازل ہوتا رہا اور دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا۔

فائدہ: یہ بات یقینی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے جبکہ اس روایت میں دس سال کا ذکر ہے؟ دراصل رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی آنے کے بعد تین سال تک سلسلۂ وحی منقطع رہا جسے شمار نہیں کیا گیا، یعنی فترت وحی کے بعد دس سال تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا۔ اس کے بعد کبھی انقطاع کی نوبت نہیں آئی۔ عربوں کے ہاں یہ رواج ہے کہ وہ دہائیوں کے بعد کسور کو شامل نہیں کرتے اور اس اعتبار سے تین کو شمار نہیں کیا گیا۔ بہر حال نبوت کے بعد مکی زندگی تیرہ برس پر محیط ہے۔ (1)

٤٤٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ.

[4466] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تریسٹھ (63) برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهُ. [راجع: ٣٥٣٦]

ابن شہاب نے کہا: مجھے سعید بن مسیب نے اسی طرح کی روایت بیان کی۔

فائدہ: جمہور محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی کا آغاز ہوا تو آپ کی عمر چالیس برس تھی اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ آپ مدینہ طیبہ میں دس برس رہے۔ حضرت عائشہ ؓ کی روایت کے مطابق آپ کی کل عمر تریسٹھ

---

(1) فتح الباري: 189/8.

سال ہوئی تو نبوت کے بعد مکی زندگی تیرہ سال بنتی ہے۔ اس بنا پر اس سے پہلی حدیث میں جو مکی زندگی دس سال کہی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں فترت وحی کو شامل نہیں کیا گیا جو تین سال ہے، یعنی فترت وحی سمیت تیرہ برس اور اس کے بغیر دس برس جیسا کہ حدیث: 4446 میں ہے۔[1]

(٨٧) بَابٌ:

باب:87- بلاعنوان

٤٤٦٧ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِينَ - يَعْنِي: صَاعًا - مِنْ شَعِيرٍ. [راجع: ٢٠٦٨]

[4467] حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے وفات پائی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس (30) صاع جو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔

فوائد ومسائل: ① اس یہودی کا نام ابوشحم تھا۔ جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے بیس صاع غلہ لیا تھا۔[2] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلہ تیس صاع سے کچھ کم ہوگا۔ اگر کسر کو شمار کیا جائے تو تیس صاع اور اگر کسر کو شمار نہ کیا جائے تو بیس صاع ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر ؓ نے وہ زرہ یہودی سے چھڑا کر حضرت علی ؓ کے حوالے کی تھی۔ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد رسول اللہ ﷺ کے بالکل آخری حالات بیان کرنا ہے اور یہ حدیث حضرت عمرو بن حارث ؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا تھا۔[3]

(٨٨) بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ

باب:88- نبی ﷺ کا مرض وفات میں حضرت اسامہ بن زید ؓ کو (امیر لشکر بنا کر) بھیجنا

٤٤٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ أُسَامَةَ فَقَالُوا فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِي أُسَامَةَ، وَإِنَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ». [راجع: ٣٧٣٠]

[4468] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت اسامہ ؓ کو امیر لشکر مقرر کیا تو کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو کچھ تم نے اسامہ کے بارے میں کہا ہے وہ سب مجھ تک پہنچ چکا ہے اور بلاشبہ وہ سب لوگوں سے مجھے زیادہ پیارے ہیں۔“

---

1 فتح الباري: 189/8. 2 جامع الترمذي، البيوع، حديث: 1214. 3 فتح الباري: 190/8.

٤٤٦٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ بَعْثًا وَّأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَطَعَنَ النَّاسُ فِي إِمَارَتِهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «إِنْ تَطْعُنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعُنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَايْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِّلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ». [راجع: ٣٧٣٠]

[4469] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا اور اس پر حضرت اسامہ بن زید ؓ کو امیر مقرر کیا۔ کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اگر تم اس کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو اس سے پہلے تم نے ان کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا۔ اللہ کی قسم! وہ امارت کے لائق اور اہل تھے اور مجھے لوگوں سے زیادہ عزیز تھے اور بلاشبہ ان کے بعد یہ (اسامہ) مجھے لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔''

فوائد ومسائل: ① امام بخاری ؒ نے اس عنوان کو رسول اللہ ﷺ کی بیماری اور آپ کی وفات کے حالات میں بیان کیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے وفات سے دو دن پہلے ہفتے کے روز لشکر اسامہ کو تیار کیا تھا جبکہ آپ کی وفات پیر کے دن ہوئی۔ آپ نے حضرت اسامہ ؓ کو امیر لشکر بنا کر شام کی طرف روانہ فرمایا۔ چونکہ حضرت اسامہ ؓ کے والد گرامی حضرت زید ؓ اسی سرزمین میں شہید ہوئے تھے، اس لیے آپ نے حضرت اسامہ ؓ کی دلجوئی فرمائی تاکہ وہ اپنے والد کے قاتلوں سے دل کھول کر لڑیں۔ ② دراصل رومی حکومت کو یہ گوارا نہ تھا کہ وہ اسلام اور اہل اسلام کے زندہ رہنے کا حق تسلیم کرے۔ اگر وہاں کوئی انسان مسلمان ہو جاتا تو اس کی جان محفوظ نہ ہوتی۔ اس حکومت کا غرور توڑنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے صفر 11 ہجری میں ایک بڑے لشکر کی تیاری شروع فرمائی اور حضرت اسامہ ؓ کو امیر لشکر مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ بلقاء اور روم کا علاقہ سواروں کے ذریعے سے روند آؤ۔ اس کارروائی کا مقصد یہ تھا کہ رومیوں کو خوف زدہ کر کے ان کی حدود پر واقع عرب قبائل کا اعتماد بحال کیا جائے اور کسی کو یہ تصور کرنے کی گنجائش نہ دی جائے کہ رومیوں کے تشدد پر کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے۔ ③ بہرحال صحابۂ کرام ؓ حضرت اسامہ ؓ کے گرداگرد جمع ہو کر ان کے لشکر میں شامل ہو گئے اور لشکر روانہ ہو کر مدینہ طیبہ سے تین میل دور مقام جرف میں خیمہ زن بھی ہو گیا لیکن رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے متعلق تشویش ناک خبروں کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا بلکہ اللہ کے فیصلے کے انتظار میں وہیں ٹھہرنے پر مجبور ہو گیا اور اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ یہ لشکر حضرت ابوبکر ؓ کے دور خلافت کی پہلی مہم قرار پائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب ابوبکر ؓ کی بیعت کی گئی تو انھوں نے حضرت اسامہ ؓ کو حکم دیا کہ وہ لشکر لے کر چلے جائیں، چنانچہ ان کی قیادت میں لشکر روانہ ہوا۔ وہ بیس روز چلتے رہے آخرکار رومیوں پر حملہ کیا، جس نے بھی وہاں گردن اٹھائی اسے قتل کر دیا گیا۔ ان کے مکانات اور کھیتیاں جلا دی گئیں۔ حضرت اسامہ ؓ اپنے والد حضرت زید ؓ کے سبحہ نامی گھوڑے پر سوار تھے اور غارہ میں اپنے والد کے قاتل کو جہنم واصل کیا، اور مدینہ منورہ واپس آنے تک اللہ کے فضل سے ایک مسلمان بھی شہید نہ ہوا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے مہاجرین اور اہل مدینہ کے ہمراہ ان کا مدینہ طیبہ

سے باہر استقبال کیا۔[1]

(٨٩) بَابٌ:

باب: 89- بلاعنوان

٤٤٧٠ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنِ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنِ الصُّنَابِحِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَهُ: مَتٰى هَاجَرْتَ؟ قَالَ: خَرَجْنَا مِنَ الْيَمَنِ مُهَاجِرِينَ، فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ، فَأَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهُ: الْخَبَرَ؟ فَقَالَ: دَفَنَّا النَّبِيَّ ﷺ مُنْذُ خَمْسٍ، قُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، أَخْبَرَنِي بِلَالٌ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فِي السَّبْعِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

[4470] حضرت (عبدالرحمٰن بن عسیلہ) صنابحی رحمہ اللہ سے روایت ہے، ان سے ابو الخیر نے کہا: آپ نے کب ہجرت کی تھی؟ انھوں نے کہا: ہم یمن سے ہجرت کر کے نکلے اور جحفہ پہنچے تو ایک سوار نظر آیا۔ میں نے اس سے حالات پوچھے تو اس نے کہا: پانچ روز ہوئے ہیں ہم نے نبی ﷺ کو دفن کر دیا ہے۔ میں (ابو الخیر) نے کہا: کیا آپ نے لیلۃ القدر کے متعلق کچھ سنا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، مجھے نبی ﷺ کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے کی ساتویں رات ہے۔

فوائد ومسائل: ① چونکہ مذکورہ واقعہ بھی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد کا ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان فرمایا ہے۔ ② ابو الخیر کا نام مرثد بن عبداللہ اور صنابحی کا نام عبدالرحمٰن بن عسیلہ ہے۔ صحیح بخاری میں ان سے مروی صرف یہی ایک حدیث ہے۔ لیلۃ القدر کے متعلق ہماری گزارشات کتاب الصیام میں بیان ہو چکی ہیں۔[2]

(٩٠) بَابٌ: كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ؟

باب: 90- نبی ﷺ نے کتنے غزوات میں شمولیت فرمائی؟

٤٤٧١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: سَبْعَ عَشْرَةَ، قُلْتُ: كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: تِسْعَ عَشْرَةَ. [راجع: ٣٩٤٩]

[4471] حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کتنے غزوات میں شرکت کی ہے؟ انھوں نے کہا: سترہ (17) میں۔ میں نے (پھر) پوچھا: نبی ﷺ نے (خود) کتنے غزوات میں حصہ لیا؟ انھوں نے فرمایا: انیس (19) (غزوات) میں۔

٤٤٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا

[4472] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

1 عمدة القاري:12/406. 2 فتح الباري:8/191.

إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَمْسَ عَشْرَةَ.

فرمایا: میں نے نبی ﷺ کے ہمراہ پندرہ (15) غزوات میں شرکت کی۔

٤٤٧٣ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ بْنِ هِلَالٍ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَهْمَسٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: غَزَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً.

[4473] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سولہ (16) غزوات میں شرکت کی تھی۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ قابل اعتماد بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اٹھارہ جنگیں لڑی ہیں۔ آٹھ میں قتل و غارت ہوئی۔ ان میں بدر، اُحد، احزاب، قریظہ، بئر معونہ، غزوۂ بنو مصطلق، خیبر اور آٹھواں غزوۂ فتح مکہ ہے۔ اس میں حنین اور طائف کا معرکہ بھی شامل ہے۔ واضح رہے کہ ابو اسحاق، رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور ان کی تعداد کے متعلق بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے زید بن ارقم، حضرت براء بن عازب اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق سوالات کیے ہیں۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی کو اس عنوان پر ختم کیا ہے تاکہ آغاز اور اختتام میں یکسانیت پیدا ہو جائے۔ واللہ أعلم وعلمه أتم.

① فتح الباري: 8/192.